ہمارے آئمہ علیہم السلام

(آئمہ اطہار علیہم السلام کے حالات زندگی)

مؤلف

علی محمد دُخیل رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہمارے آئمہ

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علی محمد دخیل رحمۃ اللہ علیہ

مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔مارچ 2012ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 0321-4481214,042-37314311

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "ہمارے آئمہ علیہم السلام" "علی محمد دخیل" کی عظیم تصنیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ جس میں بارہ اماموں کے حالات زندگی اور انکے کمالات وفضائل کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سید صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے عموماً جبکہ خطیب حضرات کیلئے خصوصاً بے بہا علمی خزانہ ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسب سابق "مصباح القرآن ٹرسٹ" کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہر نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔ اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

فہرست	صفحہ

فہرست	صفحہ	فہرست	صفحہ

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

باب ۱

امامت

قاعدہ لطف کی بناء پر خداوندِ کریم کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ لوگوں کی طرف ایسی ہستی کو بھیجے جو انہیں اس کے راستے کی ہدایت کرے، اس کے عذاب سے ڈرائے، صراطِ مستقیم کی دعوت دے، ان کے لیے دین کے احکام بیان کرے اور ان کے لیے وہ طریقہ کار قائم کرے جو خدا ان سے چاہتا ہے تا کہ اللہ کی طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے۔

ایسی ہی ہستی، بشیر و نذیر اور ہدایت کرنے والے رسول حضرت محمدؐ تھے جن کی صداقت کی تائید ان کے معجزات نے اور براہین کی تصدیق ان کے قول نے کی۔ قرآن کریم ان کا ہمیشہ رہنے والا معجزہ و برہان ہے جو خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے، جسے باطل کبھی ختم نہیں کرسکتا اور چودہ سو سال سے یہ قرآن نوع بشر کو چیلنج کر رہا ہے کہ اس کی مثل لے آؤ۔ پھر اس قرآن نے اپنے کئے ہوئے چیلنج میں تخفیف کی تا کہ انہیں ان کی عاجزی و بے بسی دکھلائے۔ پس فرمایا "اس جیسی دس سورۃ لے آؤ۔ اس کے بعد جب ان کی عاجزی و ذلت وخواری ظاہر ہوگئی تو فرمایا۔

"کہہ دو اگر انسان اور جن سب کے سب اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے، اگر چہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

پس حضرت محمدؐ اللہ کی طرف سے لوگوں پر رسول ہیں تا کہ انہیں گمراہی و جہالت سے نکالیں۔

آنحضرتؐ کو جو حکم دیا گیا تھا اسے انہوں نے پہنچایا اور جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اسے نبھایا۔ آپ کے لیے ضروری تھا کہ مقامِ اعلیٰ کی طرف پلٹ جائیں اور وہ موت کہ جس سے فرار نہیں آپ تک آ پہنچے۔

"بے شک تمہیں اور انہیں مرنا ہے۔"

"یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے گذر چکے ہیں اور تم اللہ کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔"

ضروری تھا کہ حضور کرمؐ کے بعد مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک انجام پذیر ہوتی۔"

(ا) اس دین کو لغو کر دیا جائے اور اسلام کے احکام باطل کر دیئے جائیں اس اعتبار سے کہ آپ کی نبوت کا تعلق صرف آپ کی زندگی سے ہو اور وہ ختم ہو جائے تو لوگ اپنی جہالت کے گذشتہ زمانے کی طرف پلٹ جائیں۔

(۲)　لوگوں کو ان کی ثقافت وتدین پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جائے اس لیے کہ وہ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ اپنے معاملات کو خود ہی سدھار لیں اور جو راستہ آنحضرتؐ نے ان کے لیے معین کیا ہے خود ہی اس پر چلتے رہیں قطع نظر اس سے کہ آپ کی شریعت کو کسی نگران، مفسر اور اس کے حدود قائم کرنے والے کی ضرورت ہو۔

(۳)　تیسرے یہ کہ آپ کے بعد امت کو یہ اختیار ہو کہ وہ جمع ہو کر اپنے میں سے کسی کو امام منتخب کر لیں اور اسے اپنے امور کا نگران قرار دیں۔

(۴)　یا یہ کہ آنحضرتؐ اپنی امت کے لیے خود امام وہادی کا تقرر کر جائیں اور لوگوں کو اس کی اتباع و اطاعت کا حکم دیں۔

اب اگر ہم حقیقت کی طرف پلٹیں اور اپنے دلوں سے بغض وعناد اور تعصب کی گرہیں کھول کر ان امور میں منطقی بحث کریں تو ہم محسوس کریں گے کہ پہلا مفروضہ (شریعت کو لغو قرار دینا) باطل ہے کیونکہ یہ آخری شریعت ہے اور وہ راستہ ہے جسے تمام نوع بشر کے لیے اللہ تعالیٰ نے معین کر دیا ہے۔

''اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے'' (آل عمران۔۱۹)

اگر شریعت محمدیؐ آپ کی زندگی ہی سے وابستہ ہوتی تو عبث وفضول تھی کیونکہ اکثر انسانوں تک تو آپ کی دعوت پہنچی ہی نہ تھی نہ ہی ہدایت وسلامتی کی راہ ان کے لیے واضح ہوئی تھی یہ بات اور جہت سے بھی عبث تھی کیونکہ وہ عظیم قربانیاں اور فدیے جو آنحضرتؐ نے اس دین وشریعت کے لیے دیئے وہ اس لائق تھے کہ آزادانہ طور پر باقی رہتے اور ان پر کوئی آنچ نہ آتی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سیاسی مفکرین اور مختلف عقائد کے حامل گروہ اپنے افکار کی بنیادوں اور اپنے عقائد کی رسوم کو صدیوں تک برقرار رکھنے کا بھرپور انتظام کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مفروضے کے بطلان کے لیے طویل بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا فاسد ہونا واضح ہے اور اس امت یا دیگر امتوں میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

دوسرا مفروضہ کہ، لوگوں کو ان کی عقل وتدبر پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے پہلے سے بھی زیادہ لغو ہے ایک لشکر کے لیے ممکن نہیں کہ وہ بغیر سپہ سالار کے ہو اور کوئی بھی اس لشکر کے افراد کو جمع کرنے اور ان کے امور کی نگرانی کے لیے نہ ہو۔ اسی طرح ایک قبیلے کے لیے سردار کی ضرورت ہے جو ان کے حالات کی نگہبانی اور ان کے حقوق کا تحفظ کرے۔

بلکہ خداوند کریم نے تو اس چھوٹے سے جسم انسانی کے لیے بھی ایک مرجع ورئیس قرار دیا ہے جس کی طرف حواسِ انسانی رجوع کرتے ہیں اور انسانی فکر وعمل کا سارا نظام اسی سے مربوط ہے۔

لہٰذا کس طرح سرکارِ رسالت مخلوق کو ان کی عقل وقابلیت کے بھروسے پر آزاد چھوڑ دیتے۔ فرض کریں کہ

صحابہ کرام اور وہ لوگ جو ان کے گردو پیش تھے بلندی ورفعت کے اس درجہ پر فائز تھے کہ ان کے لیے ممکن تھا کہ وہ قرب رسولؐ اور ان سے براہ راست احکام حاصل کرنے کی وجہ سے ہادی وحاکم اور رہبر سے بے پروا تھے مگر دور کے شہروں اور قبیلوں کا کیا بنے گا اور آئندہ نسل کا کیا حال ہوگا، کون ان کے لیے احکام بیان کرے گا۔ کون حدود جاری کرے گا، کون انہیں دین کی تعلیم دے گا، تجاوز کرنے والوں کو کون سزا دے گا اور کفار کے حملوں سے ان کا دفاع کون کرے گا؟ ہاں! یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا اگر خداوند کریم نوع انسانی کو ملائکہ کے نوع میں بدل دیتا اور اس قافلہ کو آسمانوں کے رہنے والوں جیسا بنا دیتا ہے۔ وہ بے شک اس سے بلند وبالا ہیں۔ ان کے بارے میں بدگمانی نہیں کی جاسکتی اور وہ نافرمانی کرنے سے بری ہیں۔

تیسرے مفروضے (کہ امت خود اپنے میں سے کسی کو حاکم وسلطان بنائے) کی تردید کے سلسلہ میں یوں ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگ کسی معین شخص پر جمع ہو جائیں چاہیے وہ شخص کمال وعرفان کی کتنی ہی خوبیوں کا مالک کیوں نہ ہو۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگ کسی ایک شخص پر مجتمع ہو جائیں جبکہ وہ آراء وافکار اور خواہشات ومیلانات اور توجہات میں مختلف ہوں۔

آج کے دستوری وجمہوری دور میں لوگ اور مختلف قبائل اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں اور وہ نمائندے حکومت کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس حکومت کو ہر قسم کی تائید حاصل ہوتی ہے اس کے باوجود ہر ملک میں تھوڑے عرصے بعد حکومت پر اعتراضات شروع ہو جاتے ہیں اور ہر نشست ومحفل میں حکومت کی سیاست پر تنقید ہوتی ہے اور مخالف فریق اس حکومت پر تہمتوں اور الزامات کی بھر مار کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ حکومت ختم ہو جاتی ہے اور نئی حکومت کے انتخاب کے لیے جماعتیں پھر سے میدان میں آجاتی ہیں۔ نئے نمائندوں میں سے کچھ منتخب ہو کر سامنے آتے ہیں جو اس پارٹی کے بہترین لوگ اور عوام کے منتخب ہوتے ہیں یہ نمائندے اگر چہ گذشتہ پارٹی سے لوگوں کا رخ موڑ لیتے ہیں لیکن ان کے مقابلے میں دوسری جماعتیں اور پارٹیاں میدان میں آجاتی ہیں۔ بعض اوقات یہ پہلی پارٹیوں سے کم نہیں ہوتیں لہٰذا ناممکن ہے کہ لوگ کسی خاص شخص پر مجتمع ہو جائیں چاہے اس میں کتنے ہی فضائل وخصائل کیوں نہ ہوں۔

پھر اگر فرض کر لیں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے سب لوگ کسی ایک شخصیت پر جمع بھی ہو جائیں تو کیا ان کا یہ انتخاب خدا کے انتخاب واختیار سے بہتر وافضل ہوگا اور کیا لوگوں کی فکر ونظر خدائی فکر ونظر سے بہتر ہوگی؟ ہرگز نہیں کسی مسلمان کے لیے یہ احتمال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس کا قائل ہو کیونکہ انسان کو کتنا ہی علم ومعرفت حاصل ہو، وہ اپنے انتخاب میں غلطی کر جاتا ہے اور درستی اور حکمت کی وجوہ بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔

امام کا انتخاب خداوند تبارک وتعالیٰ کی خصوصیات واختیارات میں سے ایک ہے۔

(ترجمہ) خلق کرنا اور اختیار وانتخاب کرنا تیرے رب کا کام ہے انہیں اس میں کوئی اختیار نہیں

دیا گیا۔(قصص۔۶۸)
جیسا کہ دیگر امور دین کی کیفیت ہے مثلاً نوع بشر کو رکعات نماز کی تعداد میں رائے دینے کا حق نہیں اور نہ ہی خدا نے زکوٰۃ کے نصاب میں اس سے مشورہ لیا ہے نہ ہی اسلامی تعلیمات ان کی رائے سے صادر ہوتی ہیں۔ حلال وحرام کے فرض ہونے کا بھی یہی معاملہ ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ انہیں معلوم کریں اور ان پر عمل کریں۔
آپ امیر المومنینؑ کی امامت پر انشاء اللہ قرآن اور رسول اکرمؐ کے بہت سے نصوص پڑھیں گے، جیسا کہ تاریخ نے آپ کے بہت سے معجزات اور مختلف کرامات پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہمیں آپ کے معجزات نہج البلاغ کے ہر خطبے میں نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے وہ محیر العقول جوابات اور فیصلے ہیں کہ اگر لوگ جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک جواب بھی نہیں دے سکتے جو آپ فی البدیہہ دیتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ فیصلے کر سکتے ہیں جو آپ کرتے ہیں۔
اب جبکہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی امامت نصِ رسولؐ اور آپ کے ہاتھ پر معجزات کے ظہور سے ثابت ہے تو آپ کی اولاد کی امامت رسولؐ کی نص اور ان میں سے ہر ایک کی دوسرے پر نص سے ثابت ہے اور ان کے ہاتھوں پر معجزات بھی صادر ہوتے ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

امام کے لیے کون سی شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

نبی کریمؐ ساری مخلوق سے افضل، ورع و زہد میں سب سے بڑھ کر، علم و شجاعت میں سب سے بلند تر اور اکرم تھے آپ تمام درجات کمال کے حامل، صفات حمیدہ سے متصف اور اخلاق کریمہ سے متخلق تھے کیونکہ اگر وہ تمام مخلوقات سے افضل نہ ہوتے تو پھر وہ کسی دوسرے کی ہدایت کے محتاج ہوتے اور اگر وہ تمام مخلوق سے زیادہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی سے بچنے والے اور متقی نہ ہوتے تو دین و دنیا کے امور کے امین قرار نہ پاتے، اگر ساری دنیا سے زیادہ زاہد و پرہیز گار نہ ہوتے تو ان کا دنیا کی طرف متوجہ ہونا لوگوں کو ان کے دین سے دور کر دیتا ہے۔ اگر وہ تمام مخلوق سے زیادہ عالم نہ ہوتے تو وہ بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے نہ کر پاتے اور نہ ان کے سامنے حلال وحرام کو بیان کر سکتے اور اگر وہ جنگوں میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر نہ ہوتے اور دشمن کے مقابلہ میں پامردی نہ دکھا سکتے تو ان کے لشکر کے شکست کھا جانے اور جنگ میں نقصان پہنچنے پر ان کی کمزوری کا بہت برا اثر پڑتا۔ اگر آپ تمام لوگوں سے زیادہ کریم و شریف نہ ہوتے تو آپ کا امر نبوت و تبلیغ صحیح نہ ہو سکتا اور آپ کے ساتھی تتر بتر ہو جاتے کیونکہ لوگ دنیا کے لالچی اور مصالح اور غرائض کے ساتھی ہوتے ہیں۔
لہذا نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صفاتِ کریمہ کے بلند درجات پر فائز ہو اور اخلاق حمیدہ کی انتہا کو

پہنچا ہوا ہو کیونکہ لوگ اسی سے اخلاق کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اسی سے اخذِ کمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جو اعلیٰ صفات اور قابلِ تعریف خوبیاں ہم نبیؐ کے لیے ضروری سمجھتے ہیں نبیؐ کے بعد وہی امام کے لیے معین ہیں کیونکہ امام نبیؐ کا قائمقام ہے، اس کے احکام کی نشر و اشاعت کرنے والا اور اس کے حلال و حرام کو بیان کرنے والا ہے۔

امام کون ہے؟

رسول اکرمؐ کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اللہ کے حکم سے امام کو نصب و معین کریں تاکہ وہ ان کے لیے دین کو قائم رکھے اور خیر و نیکی کے منارے روشن کرے، نیک کام کرنے والوں کو جزا اور برے کام کرنے والوں کو سزا دے انہیں احکامِ الٰہی کی تلقین کرے اور ان کے لیے حلال و حرام واضح کرے، اس کے سامنے شہادتیں اور گواہیاں قائم ہوں اور وہ لوگوں کے لیے حدود قائم کرے، تو وہ کون امام ہے جسے رسول خداؐ نے مقرر کیا ہے۔

بے شک وہ حضرت علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ ہی ہیں جنہیں رسول خداؐ بعثت سے لے کر وصال تک ہمیشہ ہر مجلس و محفل اور ہر مجمع و نشست اور قریب و دور کے سامنے متعارف کراتے رہے۔

دعوت ذی العشیرہ:

ابتدائے بعثت میں رسولِ اکرمؐ نے بنی ہاشم کو دعوت دی۔ جب وہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے کہا۔ کون ہے جو اس معاملے میں میری آواز پر لبیک کہتا ہے اس میں میری مدد کرتا اور میرا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ وہ میرا بھی وصی، وزیر، وارث اور خلیفہ بنے۔" پس وہ لوگ اٹھ کر جانے لگے اور جناب ابو طالب سے کہنے لگے:

یہ دین آپ کو مبارک ہو۔ آپ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہوئے ہیں تو اس نے آپ کے بیٹے کو آپ پر امیر مقرر کر دیا ہے۔"

بھنا ہوا پرندہ اور حضرت علیؑ کی آمد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنا ہوا پرندہ بطور ہدیہ پیش کیا جاتا ہے تو آپ یہ دعا فرماتے ہیں: "خدایا میرے پاس اسے بھیج جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تا کہ تیرے محبوب کے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھاؤں" تو حضرت علی سلام اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔

موسیٰؑ و ہارونؑ کی نسبت:

ایک اور موقع پر حضرت علی سلام اللہ علیہ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا: تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

علیؑ کل ایمان:

جب حضرت علیؑ کو عمرو بن عبدود عامری کے مقابلے میں بھیجتے ہیں تو فرماتے ہیں: ایمان کل کفر کل کے مقابلے میں جا رہا ہے۔

علیؑ کی ضرب۔۔۔ جب حضرت علیؑ عمرو بن عبدوُد کا سر قلم کر کے لاتے ہیں تو فرمایا: ''خندق کے دن علیؑ کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے بہتر ہے۔''

جنگ خیبر کے موقع پر آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔

''کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں وہ اس وقت تک پلٹ کر نہیں آئے گا جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہیں دے گا۔''

چنانچہ آپ حضرت علیؑ کو بلاتے ہیں اور انہیں اپنا علم دے کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ مرحب کو قتل کرتے ہیں اور فتح کی تکمیل آپ کے ہاتھوں پر ہوتی ہے۔

نفسِ رسولؐ:

پھر انہیں میدان مباہلہ میں لے جاتے ہیں کیونکہ وہی آپ کے نفس ہیں: کہہ دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔''

چادر کے نیچے:

کسی وقت حضرت علیؑ کو اپنی چادر میں لے کر خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھتے ہیں۔ ''بس اللہ کا یہ ارادہ ہے، اے اہل بیت کہ تم سے ہر قسم کی رجس و پلیدگی کو دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔''

مسجد میں ایک دروازہ:

حضورؐ مسجد نبوی کی طرف سے لوگوں کے دروازے بند کرا دیتے ہیں سوائے حضرت علی سلام اللہ علیہ کے دروازے کے۔

پھران کے بارے میں فرماتے ہیں۔

بابِ مدینۃ العلمِ:

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں''

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں۔

وعدوں کو پورا کرنے والا:

''اے علیؑ تو میرا وصی، میرا قرض ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے۔''

اس قسم کی سینکڑوں احادیث آنحضرتؐ نے بیان فرمائی ہیں اور یہ سب تیاری تھی حضرت علیؑ کو لوگوں کے لیے امام مقرر کرنے اور انہیں عوام کے لیے علم ونشان معین کرنے کی۔

علیؑ مولائے کائنات:

ان تمام احادیث کی آخری حدیث روزِ غدیر والی ہے۔ آنحضرتؐ نے اعلان فرمایا کہ میں اس سال حج پر جاؤں گا اور یہ میرا آخری حج ہوگا۔ قریب ہے کہ مجھے بارگاہِ الٰہی سے دعوت ملے اور میں اسے قبول کروں۔ لہذا مسلمان تمام اطراف سے حاضر ہوجاتے ہیں۔ آنحضرتؐ اُنہیں حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ مدینہ منورہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ تو آپ حکم دیتے ہیں کہ پالانوں کا منبر بنایا جائے۔ اپنے اس حکم کی تعمیل کے بعد آپ مسلمانوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرماتے ہیں جس میں اپنے بعد کے لیے علیؑ کو امام مقرر کرنے کا اعلان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت علی سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بلند کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آتی ہے اور فرماتے ہیں۔

جس جس کا میں مولا ہوں پس اس اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے، اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے، اس کی مدد و نصرت فرما جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو چھوڑ دے جو علیؑ کو چھوڑ دے۔''

پھران کے لیے ایک علیحدہ خیمہ نصب فرماتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ امیر المومنین کہہ کر انہیں سلام کرو۔ پس اس وقت جبرائیل یہ آیت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ ''آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔''

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں رسول اکرمؐ کی نصوص:

اس بارے میں احادیث رسول کہ امام بارہ ہیں، عجیب وغریب صورت کے درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ شاید یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ یہ احادیث ان احادیث سے کم نہیں ہیں۔ جو مثلاً نماز اور روزے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ احادیث سوائے آئمہ اہل بیتؑ کے کسی اور پر منطبق نہیں ہوتیں۔

جب کوئی شخص ان احادیث کے تواتر، راویوں اور اپنی کتب درج کرنے والے علماء کی کثرت کی وجہ سے ان کا انکار اور ان کی سند میں کوئی خدشہ نہ کرسکا تو بعض حاسدین نے چاہا کہ ان کے مفاہیم ودلائل بدل دیئے جائیں اور کچھ لوگوں نے ان کی غلط تاویلیں شروع کر دیں۔ مگر حاسدین جو حربے بھی استعمال کریں اس سے یا تو بیان کردہ تعدادِ آئمہ کم ہوجاتی ہے یا زیادہ پس خلفائے راشدین کی تعداد تو کم ہے اور امویوں کی زیادہ ہے، اور عباسیوں کی ان سے بھی زیادہ۔

کچھ لوگوں نے چاہا کہ دونوں گروہوں میں سے کچھ حضرات کو ایک دوسرے سے منتخب کر کے تعداد کو پورا کیا جائے تاکہ یوں بارہ کی تعداد مکمل ہوجائے۔ ہاں وہ مجبور ہوئے ہیں کہ حکام ظلم وجور اور ضال وگمراہ مثلاً معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے کو آئمہ میں داخل کریں۔ مگر اس کے باوجود ان کے لیے تعداد پوری نہیں ہوئی اور ان کا نصاب درست نہیں ہوسکا۔ چنانچہ ایسے نام شامل کرنے سے وہ ذلیل ورسوا ہوئے ہیں کیونکہ وہ اس تعداد سے کم ہیں جو آئمہ امتِ اور عدیل قرآن کریم کے طور پر رسول اکرمؐ چاہتے تھے۔ جبکہ یہاں ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن میں آئمہ معصومینؑ کے ناموں کی تصریح ہے اور جن میں ان کی کثرت اور ثبوت کی وجہ سے کسی قسم کی تنقید نہیں کی جاسکتی (۱)

اور میرا نظریہ یہ ہے کہ ممکن ہے منکر رسول اکرمؐ کی بعض احادیث کا انکار کریں مگر وہ احادیث جو آئمہ اثنا عشر کے بارے میں نص ہیں ان کے راویوں اور اپنی کتب میں درج کرنے والے علماء اعلام کی کثرت کی وجہ سے ان سے انکار ممکن نہیں۔ تاویل کرنے والے کے لیے امکان ہے کہ وہ بعض احادیث کی تاویل یا تفسیر غلط کرے مگر ایسا بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ احادیث سوائے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے کسی پر منطبق اور صادق ہی نہیں آتیں۔

جناب شیخ سلیمان قندوزی کہتے ہیں بعض محققین کا کہنا ہے کہ وہ احادیث جو دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد خلفاء بارہ ہیں، کثرت سے وارد ہوئی ہیں اور مشہور ومعروف ہیں۔

شرح زمانی اور تعریف مکانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہی آپ کے اہلِ بیتؑ اور عترت کے بارہ امام ہی ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ آپؐ کے بعد آپؐ کے اصحاب میں سے خلفاء پر ان احادیث کو محمول کیا جائے کیونکہ وہ بارہ سے کم ہیں اور نہ ہی اموی بادشاہوں پر محمول کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بارہ

سے زیادہ ہیں۔ پھر، سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے، دیگر خلفاء کے واضح اور فاش ظلم وجوراور دونوں گروہوں کا بنی ہاشم میں سے نہ ہونا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ احادیث ان پر صادق نہیں آتیں۔

عبدالملک کی جابر سے روایت اور آنحضرتؐ کے اس فقرے میں اپنی زبان کو مدھم کرنا، اس بات کا رجحان ظاہر کرتی ہے کہ وہ لوگ بنی ہاشم کی خلافت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

اسے بنی عباس کے بادشاہوں پر منطبق کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ وہ عدد مذکور سے زیادہ ہیں اور انہوں نے اس فرمانِ الٰہی کا بھی پاس نہیں کیا:

میں اپنے اقربا کی مودت کے علاوہ کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اور حدیث کساء کی بھی رعایت نہیں کی۔

لہٰذا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان احادیث کو آپؐ کے اہل بیت اور عترت میں سے بارہ اماموں پر محمول کیا جائے کیونکہ وہ اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عالم، ارفع، سب سے زیادہ صاحبان ورع وتقویٰ، عالی نسب، صاحب فضیلت اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مکرم ومحترم تھے۔ ان کا علم اپنے جد کی وراثت اور علمِ لدنی ہونے کے ناطے ان سے متصل تھا۔

اس طرح اہل علم وتحقیق اور اہل کشف وتوفیق نے ان ہستیوں کا تعارف کرایا ہے اور وہ ان ہی معانی کی تائید کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کی مراد ان کے اہل بیتؑ میں سے بارہ امام تھے۔

حدیثِ ثقلین اور وہ احادیث جو اس کتاب میں دیگر کتب میں مذکور ہیں اسی مندرجہ بالا معنی کی شہادت دیتی ہیں اور اسی قول کو ترجیح دیتی ہیں۔

جابر بن سمرہ کی روایت کے مطابق آپ کا یہ ارشاد کہ ان سب آئمہ پر امت مجتمع ہوگی، سے آنحضرتؐ کی مراد یہ ہے کہ امت ان سب کی امامت کے اقرار پر ان کے قائم مہدیؑ کے ظہور کے وقت مجتمع ہو جائے گی (۲)۔

یہ احادیث دو قسم کی ہیں:

اول۔ وہ کہ جن میں بغیر ناموں کے آئمہ اثنا عشر کا ذکر ہے۔

دوم۔ وہ کہ جن میں آئمہ کا ذکر ان کے ناموں کے ساتھ آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بعض کے نام لیے گئے ہیں۔

قسم اول کی چند احادیث:

۱۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک بات کی جسے میں سن نہ سکا تو میرے باپ نے کہا "آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔" (۳)

۲۔　جابر بن سمرہ ہی سے روایت ہے، وہ کہتا ہے میں نے رسول اکرمؐ کو کہتے ہوئے سنا" لوگوں کے معاملات اس وقت تک چلتے رہیں گے جب تک ان پر بارہ مرد ولی وحاکم رہیں گے۔" پھر پیغمبر خداؐ نے کوئی بات کہی جو مجھ سے مخفی رہ گئی تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ رسول اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا۔ اس نے کہا" وہ سارے قریش میں سے ہوں گے۔" (۴)

۳۔　جابر بن سمرہ ہی راوی ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا، آپ فرمارہے تھے" یہ دین بارہ خلفاء تک عزیز وغالب رہے گا۔" پس لوگوں نے تکبیر بلند کی اور بہت شور مچادیا تو پھر آپ نے ایک بات کہی جو چھپ گئی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا آنحضرتؐ کیا فرمارہے ہیں۔ اس نے کہا" وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔" (۵)

۴۔　جابر بن سمرہ ہی روایت کرتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا" میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔" پھر آپ نے کوئی بات کہی جسے میں نہ سمجھ سکا تو میں نے اپنے قریب والے شخص سے پوچھا۔ اس نے کہا" آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔" (۶)

۵۔　عون بن جحیفہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا" میری اُمت کا معاملہ اس وقت تک درست رہے گا جب تک اس میں بارہ خلفاء رہیں گے۔" پھر آپ نے کوئی بات کہی اور اپنی آواز کو مدھم کیا تو میں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ آپؐ نے کیا فرمایا۔ اس نے کہا" حضرت نے فرمایا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔" (۷)

۶۔　داؤد بن ہند شعبی سے اور وہ جابر بن سمرہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے نبیؐ کو کہتے سنا کہ اس امت کے بارہ امیر ہوں گے۔ (۸)

۷۔　آنحضرتؐ نے فرمایا:" اس امت کے بارہ قیم اور نگران ہوں گے وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔" (۹)

۸۔　آپؐ نے فرمایا:" یہ دین بارہ خلفاء تک غالب ومحفوظ رہے گا جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔"

عرض کیا گیا" تو پھر کیا ہوگا؟" آپ نے فرمایا" پھر فتنہ وفساد ہوگا۔" (۱۰)

۹۔　جابر بن سمرہ سے روایت ہے، میں اپنے باپ کے ساتھ نبی اکرمؐ کی خدمت میں تھا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہیں۔ پھر آپ نے اپنی آواز آہستہ کرلی تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا آپ نے آہستگی میں کیا فرمایا ہے۔ اس نے کہا" کہ وہ سب کے سب بنی ہاشم میں سے ہوں گے۔ (۱۱)

۱۰۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''یہ امر خلافت غالب رہے گا اور جو ان سے دوری کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی اور یہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔'' (۱۲)

۱۱۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا: ''میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔'' پھر ایسی بات کہی جو مجھ سے مخفی رہی۔ پس جابر۔ وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔'' (۱۳)

۱۲۔ شعبی نے مسروق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم ابنِ مسعود کے پاس تھے اور اس کے سامنے مصاحفِ قرآن پیش کر رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان نے اس سے کہا: کیا تمہارے نبیؐ نے تمہیں کچھ بتایا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہوں گے؟'' ابن مسعودؓ نے کہا ''تم نوعمر ہو اور اس معاملے سے متعلق تم سے پہلے مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا'' اور کہا ''ہاں رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے جو نقیبانِ بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر ہوں گے'' (۱۴)

۱۳۔ سماک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے رسول اللہؐ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے: ''یاد رکھو! اسلام بارہ خلفاء تک عزیز و غالب رہے گا۔'' پھر آپ نے ایک ایسی بات کہی جو میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے اس نے کہا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۵)

۱۴۔ شعبی نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ''یہ دین بارہ خلفاء تک ہمیشہ عزیز و غالب رہے گا۔ جو مسلمان ان سے دوری اختیار کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی'' پھر آپ نے آہستہ سے بات کی جسے لوگوں نے سننے نہ دیا۔ اس کے متعلق میں نے اپنے باپ سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۶)

۱۵۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ''یہ دین اسلام عزیز و غالب رہے گا بارہ خلفاء تک جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔'' ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کا معاملہ چلتا رہے گا جب تک ان پر بارہ مرد، جو قریش میں سے ہوں گے، والی و حاکم رہیں ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تک دین قائم رہے گا جب تک قیامت نہ آ جائے اور لوگوں پر بارہ خلفاء ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۷)

۱۶۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''یہ امر ختم ہونے والا نہیں جب تک ان میں بارہ خلفاء نہ گزر جائیں۔ پھر آپ نے کچھ کہا جو مجھ سے مخفی رہا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضورؐ نے کیا فرمایا۔ اس نے کہا وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ (۱۸)

احادیث کی دوسری قسم:

۱۔ عبایہ بن ربعی کے واسطے سے جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''میں انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں اور میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں جن کے پہلے علیؑ اور آخری قائم مہدیؑ ہیں۔(۱۹)

۲۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ''میں، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اولادِ حسینؑ سے نو افراد پاک پاکیزہ و معصوم ہیں''(۲۰)

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا: ''اے چچا میری اولاد میں سے بارہ خلفاء مالک امر خلافت ہوں گے پھر کچھ ناپسندیدہ امور اور عظیم سختی کے دن آئیں گے حتیٰ کہ میری اولاد میں سے مہدیؑ ظہور کریں گے۔ خدا ان کا معاملہ ایک ہی رات میں درست کر دے گا۔ پس وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم وجوار سے پُر ہوگی۔ جب تک خدا چاہئے گا وہ زمین پر رہیں گے پھر دجال خروج کرے گا۔''(۲۱)

۴۔ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر عبداللہ انصاریؓ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ جب خدا نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت۔''

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں'' نازل کی، تو میں نے عرض کی: ''یا رسولؐ اللہ ہم اللہ اور رسولؐ کو تو پہچانتے ہیں۔ یہ اولی الامر کون ہیں کہ جن کی اطاعت اللہ نے اپنی اطاعت کے ساتھ لازم قرار دی ہے؟'' فرمایا: ''اے جابر! وہ میرے خلفاء ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں جن کے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، پھر حسنؑ اور حسینؑ، پھر علیؑ بن الحسینؑ، پھر محمد بن علیؑ جو تورات میں باقر کے نام سے مشہور ہیں۔ اور عنقریب اے جابر! تمہاری ان سے ملاقات ہوگی۔ پس جب ان سے ملاقات ہوگی۔ پس جب ان سے ملاقات کرو تو ان کو میرا سلام کہنا۔ پھر جعفرؑ بن محمدؑ، پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ، پھر علی بن موسیٰؑ، پھر محمدؑ بن علیؑ پھر وہ جو میرا ہم نام اور ہم کنیت ہے اور اللہ کی زمین میں حجت ہے (حضرت امام مہدیؑ عجل اللہ فرجہ) اور اس کے بندوں میں بقیۃ اللہ (باقی رہ جانے والے امام وہادی) حسنؑ بن علیؑ کے فرزند جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ اس زمین کے مشارق ومغارب کو فتح کرے گا۔ اور وہ (امام مہدیؑ) اپنے شیعوں اور اولیاء سے غائب ہوں گے اور ان کی غیبت میں ان کی امامت کے قول پر وہی ثابت قدم رہے گا جس کے دل کا امتحان اللہ نے ایمان کے ذریعے لیا ہے۔''

جابر کہتا ہے میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ! کیا اس کی غیبت میں شیعہ اس سے فائدہ ونفع اٹھا

سکیں گے؟" فرمایا: ہاں اس کی قسم جس نے مجھے مبعوث نبوت کیا ہے کہ شیعہ اس کے نور سے روشنی حاصل کریں گے جیسا کہ لوگ سورج سے استفادہ کرتے ہیں، چاہے اسے بادلوں نے چھپا رکھا ہو۔ (۲۲)

۵۔ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے بارے میں فضیلت آنحضرتؐ کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ! وہ کون سے آئمہ ہیں جو امام علیؑ بن ابی طالبؑ کی اولاد میں سے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا "وہ جوانان جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ، عبادت کرنے والوں کے سردار اپنے زمانے کے علیؑ بن الحسینؑ، پھر محمدؑ بن علیؑ اور تم عنقریب ان سے ملو گے۔ اے جابر! تم انہیں میرا اسلام کہنا۔ پھر ان کے بعد جعفر صادقؑ بن محمدؑ ان کے بعد کاظمؑ موسیٰ بن جعفرؑ، ان کے بعد علیؑ الرضا بن موسیٰؑ، ان کے بعد محمد تقیؑ بن علیؑ، پھر علی نقیؑ بن محمدؑ اور ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بیٹے محمدؑ قائم بالحق، میری امت کے مہدی، جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہو گی اے جابر! یہ ہیں میرے خلفاء میرے اوصیاء میری اولاد میری عترت۔ جو ان کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی، جو ان کی نافرمانی کرے گا اس نے میری نافرمانی کی اور جو ان سب کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا تو اس نے میرا انکار کیا" (۲۳)

عمار بن یاسر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ اس غزوہ میں حضرت علی سلام اللہ علیہ نے دشمن کے سرکردہ علمداروں عمرو بن عبداللہ جمی اور شیبہ ابن نافع کو قتل اور ان کی جماعتوں کو منتشر اور تتر بتر کیا تو میں رسول اللہؐ کے پاس آیا اور عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ! حضرت علیؑ نے تو اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ہی ادا کر دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا" کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میرے علم کا وارث، میرے قرض کا ادا کرنے والا، میرے وعدے کا پورا کرنے والا اور میرے بعد خلیفہ ہے، اور اگر وہ (علیؑ) نہ ہو تو میرے بعد خالص مومن کی پہچان ہو سکے۔ اس کی جنگ میری جنگ اور اس کی صلح میری صلح ہے اور میری صلح اللہ کی صلح ہے۔ یاد رکھو وہ میرے دونواسوں کا باپ ہے اور میرے بعد کے آئمہؑ اسی کے صلب سے ہیں جنہیں خدا آئمہؑ راشد بنا کر بھیجے گا اور انہی میں سے اس امت کا مہدیؑ ہو گا۔ (۲۴)

۷۔ عبداللہ بن مسعود کے واسطے سے رسول اللہؐ سے ایک حدیث ہے جس میں آئمہ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں آپ فرماتے ہیں "آئمہ حسینؑ کے صلب سے ہیں اور ان میں سے نواں مہدیؑ ہے" (۲۵)

۸۔ سعد بن مسیب سے عمرو بن عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپؐ فرما رہے تھے "میرے بعد امام بارہ ہیں، جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہیں اور ان میں سے ہی اس امت کا مہدیؑ ہے" (۲۶)

۹۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے نو حسینؑ سے ہیں اور ان کا نواں قائم ہے" پھر فرمایا "ہم سے منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھے گا۔" (۲۷)

۱۰۔ امام حسینؑ سے مروی ہے، آپؑ فرماتے ہیں کہ میں اپنے نانا جان رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنے زانو مبارک پر بٹھایا او مجھ سے فرمایا "اللہ نے تیرے صلب سے نو آئمہ کو انتخاب کیا ہے جن کا نواں قائم ہوگا۔ اور وہ سب کے سب فضل و منزلت میں اللہ کے ہاں برابر ہوں گے۔ (۲۸)

۱۱۔ حدیث معراج میں آنحضرتؐ سے منقول ہے "پس میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے بارہ نور نظر آئے اور ہر نور میں ایک سبز رنگ کی سطر تھی جس پر میرے اوصیاء میں سے ایک ایک وصی کا نام تھا۔ ان کے پہلے علیؑ اور آخری قائم مہدیؑ تھے۔ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہی میرے بعد میرے وصی ہیں، تو ندا آئی "اے محمدؐ یہ میرے اولیاء، دوست، منتخب اور تیرے بعد میری مخلوق پر میری حجت ہیں اور تیرے اوصیاء ہیں مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں زمین کو ان کے آخری مہدیؑ کے ذریعے ظلم سے پاک کردوں گا اور اسے مشرق و مغرب کا مالک بنادوں گا۔ ہواؤں کو اس کے لیے مسخر و مطیع اور بادل اس کے زیر فرمان کردوں گا۔ اسے اسباب سے بے نیاز اور اپنے لشکر ملائکہ سے اس کی امداد کروں گا یہاں تک کہ میری دعوت بلند ہوگی اور ساری مخلوق میری توحید پر جمع ہوجائے گی۔ پھر میں اس (مہدیؑ) کی حکومت کو دوام دوں گا اور قیامت تک اپنی حکومت و دولت کو اپنے اولیاء کی طرف منتقل کرتا رہوں گا۔" (۲۹)

۱۲۔ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا "رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ میرے بعد بارہ آئمہ ہوں گے، جن میں اے علیؑ! پہلے تم ہو اور آخری قائم ہیں جس کے ہاتھوں پر خدا زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کرے گا" (۳۰)

۱۳۔ جندل بن جنادہ نے رسول اللہؐ سے آپؐ کے اوصیاء کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا "ان (اوصیائ) میں سے اول علیؑ ہیں جو ان کے سردار اور باپ ہیں۔ پھر ان کے بیٹے حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ پس ان سے تمسک رکھو اور تمہیں جاہلوں کی جہالت دھوکا نہ دے۔ اور جس وقت علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ کی ولادت ہوگی تو خدا تیرا فیصلہ کردے گا۔ (یعنی تو انتقال کر جائے گا) اور اس دنیا میں تیرے لیے آخری زادو توشہ دودھ اور شربت ہوگا۔"

جندل نے کہا "ہم نے تورات اور کتب انبیاء میں ایلیا، شبر اور شبیر کے بارے میں پڑھا ہے پس یہ اسماء تو علی، حسن اور حسین علیہم السلام کے ہیں۔ تو حسینؑ کے بعد کون ہیں اور ان کے نام کیا ہیں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا "جب حسینؑ کی مدت ختم ہوجائے گی تو پھر حسینؑ کے بیٹے علیؑ ہیں جن کا لقب زین العابدینؑ ہوگا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمدؑ ہیں جن کا لقب باقرؑ ہوگا۔ پس ان کے بعد ان کے فرزند جعفرؑ ہوں گے جنہیں صادقؑ کے نام سے پکارا جائے گا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰؑ ہوں گے جو کاظمؑ کے نام سے پکارے جائیں گے ان کے بعد ان کے بیٹے

علیؑ ہیں جو رضا کے نام سے پکارے جائیں گے۔ان کے بعد ان کے بیٹے محمد ہیں جو تقیؑ کے نام سے پکارے جائیں گے۔ان کے بعد ان کے بیٹے علیؑ ہیں جو نقیؑ اور ہادیؑ کے نام سے پکارے جائیں گے۔ان کے بعد ان کے بیٹے حسنؑ ہوں گے جو عسکریؑ کے لقب سے پکارے جائیں گے۔ پھر ان کے بیٹے محمدؑ ہیں جو مہدیؑ اور قائمؑ اور حجتؑ کے لقب سے پکارے جائیں گے۔ پس وہ غائب رہیں گے پھر وہ ظہور کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔ پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو ان کی غیبت کے زمانے میں صبر واستقامت سے کام لیں گے اور خوشخبری ہے ان کے لیے جو ان کی محبت پر قائم رہیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی تعریف وتوصیف خدا نے اپنی کتاب میں کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

''ہدایت ہے ان متقیوں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں'' پھر فرمایا۔

''یہی (متقین) اللہ کی جماعت ہیں اور یقیناً اللہ کی جماعت ہی غالب ہے'' (۲۱)

۱۴۔ سلامہ کے واسطے سے ابی سلمہ، رسول اللہؐ کے چرواہے سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہ سنا کہ آپ نے فرمایا'' جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو خدائے عزوجل نے فرمایا۔

''اس پر رسول ایمان لائے جو کچھ ان کی طرف ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا''

تو میں نے کہا والمومنون اور مومنین بھی۔ ارشاد ہوا اے محمدؐ! تو نے سچ کہا۔ کسے اپنی امت میں خلیفہ بنا آئے ہو؟ میں نے کہا امت میں سے بہتر شخص کو۔ ارشاد ہوا علیؑ بن ابی طالبؑ کو؟ میں نے کہا'' جی ہاں اے میرے پروردگار! ارشاد ہوا، اے محمدؐ! میں نے زمین پر نظرِ رحمت کی تو ان میں سے تجھے منتخب کیا اور تیرے لیے اپنے ناموں میں سے اس کے لیے ایک نام مشتق کیا۔ پس میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔

''اے محمدؐ! میں نے تجھے پیدا کیا اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولاد میں سے آئمہ کو اپنے مخصوص نور کی ایک قسم سے پیدا کیا۔ میں نے تمہاری ولایت اہل زمین وآسمان کے سامنے پیش کی۔ جس نے اس قبول کیا وہ میرے نزدیک مومنین میں سے ہے اور جس نے انکار کیا وہ کافرین ومنکرین میں سے ہے۔ اے محمدؐ! اگر میری مخلوق میں سے کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ وہ ختم ہو جائے۔ یا خشک مشک کی طرح ہو جائے۔ پھر وہ میرے پاس اس حالت میں آئے کہ تیری ولایت کا منکر ہو تو میں اسے اس وقت تک نہیں بخشوں گا جب تک وہ تیری ولایت کا اقرار نہیں کر لیتا۔ اے محمدؐ! کیا تم پسند کرتے ہو کہ ایسے لوگوں کو دیکھو؟'' میں نے کہا'' جی ہاں میرے پروردگار'' تو مجھ سے عرش کی دائیں طرف متوجہ ہونے کو فرمایا اور جب میں ادھر متوجہ ہوا تو مجھے علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ بن الحسینؑ، محمدؑ بن علیؑ، جعفرؑ بن محمدؑ، موسیٰؑ بن جعفرؑ، علیؑ بن موسیٰؑ محمدؑ بن علیؑ، ابن محمد، حسنؑ بن علیؑ اور مہدیؑ نور کے دریا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے۔ اور وہ (مہدیؑ) ان کے وسط میں ہیں گویا وہ درخشاں ستارہ ہیں۔ ارشاد ہوا'' اے محمدؐ! یہ ہیں میری حجتیں اور یہ ہے تیری عترت میں سے خون کا بدلہ اور انتقام لینے والا۔ اور

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے یہی حجت ہے جو میرے اولیاء کے لیے ثابت ہے اور میرے اعداء ودشمنوں سے انتقام لینے والا''(۳۲)

۱۵۔ سلیمان محمدیؓ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حسینؑ آپؐ کے زانو پر تھے۔ آپؐ ان کی دونوں آنکھوں کا بوسہ لیتے تھے اور ان کا منہ چومتے تھے اور فرما رہے تھے ''تم سردار اور سرداروں کے باپ ہو۔ تم امام امام کے بیٹے اور آئمہ کے باپ ہو۔ تم حجت ہو، حجت کے بیٹے اور تیرے صلب میں سے نو حجتیں ہیں اور تم ان کے باپ ہو جن میں سے نویں (مہدیؑ) ان کے قائم ہیں۔''(۳۳)

۱۶۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا ''میرے خلفاء میرے اوصیاء اور میرے بعد مخلوق پر اللہ کی حجتیں بارہ ہیں۔ ان میں سے پہلا میرا بھائی اور آخری میرا بیٹا ہے۔''

عرض کیا گیا ''اے اللہ کے رسولؐ آپ کے بھائی کون ہیں؟'' فرمایا ''علیؑ بن ابی طالبؑ''۔ عرض ہوا ''آپ کے بیٹے کون ہیں؟'' فرمایا ''مہدیؑ جو زمین کو عدل وانصاف سے پُر کرے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہوگی۔

''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اگر دنیا میں صرف ایک ہی دن رہ جائے تو خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا کہ اس میں میرا بیٹا مہدیؑ ظہور کرے گا۔ پس حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ روح اللہؑ نازل ہوں گے اور وہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور اس کی سلطنت وحکومت مشرق ومغرب تک جا پہنچے گی۔''(۳۴)

۱۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ''میں انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں اور میرے اوصیاء بارہ ہیں جن میں سے پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخری مہدیؑ ہیں''۔(۳۵)

۱۸۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ''میرے بعد بارہ آئمہ ہیں۔ ان میں سے پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخری قائم ہیں اور وہی میرے خلفاء اوصیاء اور اولیاء ہیں اور میرے بعد میری امت پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں۔ جو ان کا اقرار کرے وہ مومن اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے۔''(۳۶)

۱۹۔ حکیم بن جبیر کے ذریعے ابوطفیل عامر بن واثلہ کے واسطے سے زید بن ثابت سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ''علیؑ ابن ابی طالبؑ نیکوں کے قائد اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی نصرت کرے وہ منصور ہے اور جو ان کی مدد نہ کرے وہ محروم نصرت ہے جو علیؑ میں شک کرے اس نے اسلام میں شک کیا۔ اپنے اصحاب میں سے بہترین شخص جسے میں چھوڑے جا رہا ہوں، علیؑ ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے، اس کا خون میرا خون ہے اور وہ میرے نواسوں کا باپ ہے جن میں سے حسینؑ کے صلب میں سے نو امام ظاہر ہوں گے جن میں سے اس امت کا مہدیؑ ہے۔''(۳۷)

۲۰۔ حجاج بن ارطاۃ نے عطیہ عوفی سے اور اس نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ وہ امام حسینؑ سے فرما رہے تھے کہ ''تو امام، امام کا بیٹا امام کا بھائی ہے تیرے صلب سے نو آئمہؑ ابرار ہیں اور ان میں سے نواں قائمؑ ہے۔'' (۳۸)

۲۱۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے، وہ کہتا ہے میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ''میرے بعد بارہ آئمہ ہیں نو صلب حسین سے ہیں جن کا نواں قائم ہے پس خوشخبری ہے اس کیلئے جو ان سے محبت کرے۔ (۳۹)

۲۲۔ ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہ سنا ''جو مجھ سے اور میری اہل بیتؑ سے محبت کرے تو ہم اور وہ ان دو کی طرح ہوں گے''۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا ''میرا بھائی (علیؑ) اوصیاء میں سے بہترین ہے اور میرے دونوں نواسے (حسنؑ وحسینؑ) اسباط میں سے بہترین ہیں اور عنقریب خدا حسینؑ کے صلب سے آئمہ ابرار کو پیدا کرے گا اور اس امت کا مہدیؑ ہم میں سے ہی ہے۔''

میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ آپ کے بعد کتنے امام ہیں؟'' فرمایا ''نقیبانِ بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر'' (۴۰)

۲۳۔ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہیں اور جن کے نویں قائمؑ ہیں۔'' (۴۱)

۲۴۔ ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے ''میرے بعد بارہ خلفاء ہیں جن میں سے حسین کے صلب سے ہیں جن کا نوا قائم اور مہدی ہے خوش اور بشارت ہے ان سے محبت کرنے والوں کے لیے اور ہلاکت ہے ان سے بغض اور دشمنی رکھنے والوں کے لیے'' (۴۲)

۲۵۔ رسول اکرمؐ سے حدیث معراج کے سلسلہ میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خدا نے مجھ سے کہا کہ عرش کی دائیں جانب دیکھو۔ میں نے دیکھا تو مجھے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ ابن الحسینؑ، محمدؑ بن علیؑ، جعفرؑ بن محمدؑ، موسیٰؑ بن جعفرؑ، علیؑ بن موسیٰؑ، محمد بن علیؑ، علیؑ بن محمد، حسنؑ بن علیؑ، اور محمد مہدی بن الحسن سلام اللہ علیہم نظر آئے۔ وہ (مہدیؑ) گویا ان کے درمیان چمکتا ہوا ستارہ ہے فرمایا اے محمدؐ! یہ میرے بندوں پر میری حجتیں ہیں اور تیرے اوصیاء ہیں اور ان میں سے مہدیؑ تیری عترت کے قاتلوں سے بدلہ لے گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ میرے دشمنوں سے یہی انتقام لے گا اور میرے اولیاء کی یہی مدد کرے گا۔'' (۴۳)

۲۶۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''اے علیؑ! جب میں حوض کوثر پر آؤں گا تو تم ساقی کوثر ہو گے۔ حسنؑ مخالفین کو دور کریں گے اور حسینؑ حکم دیں گے۔ علیؑ بن الحسینؑ انتظام کے لیے سب سے پہلے موجود ہوں گے۔ محمد بن علیؑ ناشر (قبروں سے اٹھانے والے) جعفرؑ بن محمدؑ سائق (ہنکانے والے)، موسیٰؑ بن جعفرؑ دوستوں اور دشمنوں کا

شمار کریں گے اور منافقین کا قلع قمع کریں گے۔ علیؑ بن محمدؑ شیعوں کے خطیب ہوں گے اور ان کا حورالعین سے ازدواج کریں گے۔ حسنؑ بن علیؑ جنت کے چراغ و سراج ہوں گے کہ جن سے اہل جنت روشنی حاصل کریں گے اور مہدیؑ ان کے شفیع ہوں گے اور قیامت کے دن خدا جسے چاہے اور پسند کرے گا اسی کو اذنِ شفاعت دے گا۔'' (۴۴)

۲۷۔ ابوہارون عبدی کی وساطت سے ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو کہتے سنا ''میرے اہلِ بیتؑ اہل زمین کے لیے امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔''

عرض کیا گیا ''اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کے بعد آپ کے اہل بیتؑ میں کتنے امام ہیں۔؟'' میرے بعد بارہ امام ہیں جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہوں گے جو امین اور معصوم ہیں اور اس امت کا مہدیؑ ہم میں سے ہے۔ یاد رکھو میرے اہل بیتؑ اور عترت میرے گوشت اور خون سے ہیں۔ کیا ہو گیا ہے ان قوموں کو جو مجھے ان کی وجہ سے تکلیف پہنچاتی ہیں یا پہنچائیں گی۔ خدا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔'' (۴۵)

۲۸۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا۔

''اے حسینؑ تم امام، امام کے بیٹے اور امام کے بھائی ہو اور نو آئمہ ابرار تمہاری اولاد میں سے ہوں گے جن کے نویں قائم ہیں۔ پس عرض کیا گیا ''اے اللہ کے رسولؐ آپ کے بعد کتنے امام ہیں'' فرمایا ''بارہ، جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہوں گے۔ (۴۶)

امیر المومنین امام علی علیہ السلام

ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف، رسول اکرمؐ کے چچازاد بھائی ہیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہی۔ آپؐ کے دین کو گلے لگایا اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ فضائل و مناقب میں اس امت کے افضل ترین، کارہائے نمایاں میں جامع ترین اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اللہ کے لیے ان کا اخلاص اور اس کی عبادت اور اس کے دین کی راہ جہاد اگر ان کی تلوار سب سے زیادہ کام نہ دکھاتی تو دین کا قیام نہ ہوتا اور نہ ہی کفار کا زور اور قہر و غلبہ ٹوٹتا۔ یقیناً نوع انسانی نے اپنی طویل تاریخ میں رسول اعظمؐ کے بعد علیؑ ابن ابی طالبؑ سے زیادہ صاحبِ فضیلت ہستی کبھی نہ دیکھی اور رسول اللہؐ کے بعد مخلوق میں سے کسی کے فضائل و مناقب پر تاریخ نے ایسی مہر تصدیق ثبت نہیں کی جیسی علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے ثبت کی ہے۔

اس شخصیت کے مناقب کس طرح شمار کئے جا سکتے ہیں جن کی عمرو بن عبدود پر خندق کے دن کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے افضل تھی۔ اس کے فضائل کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جس کے مناقب اس کے دوستوں

نے خوف کے مارے چھپائے اور دشمنوں نے حسد وکینہ کی وجہ سے چھپائے اس کے باوجود ان کے فضائل کو اشاعت نے مشرق ومغرب کو پُرکر رکھا ہے۔(۴۷)

وہ وہی ہیں جن کے بارے میں رسول اعظم کا ارشاد ہے کہ اگر تمام لوگ ان کی محبت پر جمع ہوجاتے تو خدا جہنم کی آگ پیدا ہی نہ کرتا۔

حضرت علیؑ کی شان میں اتنا کچھ لکھا جا سکتا ہے جس کے لئے کئی جلدیں بھی نا کافی ہیں اور نہ ہی ان کے فضائل شمار میں آسکتے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں اگر درخت قلمیں بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں، جن وانس لکھنے اور حساب کرنے والے ہوں تو پھر امیر المومنینؑ کے فضائل کا احاطہ وشمار نہیں ہوسکتا۔(۴۸)

پس ضروری ہے کہ اس تذکرہ علویہ کی تحریر میں اختصار سے کام لیا جائے اور اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی بعض خصوصیات ومناقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؑ کے دیگر فضائل کا اندازہ کرلیں۔

مختصر تعارف

آپؑ کا اسم گرامی علیؑ ہے

آپؑ کے والد کا نام ابوطالب (عبد مناف) ہے۔

آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔

آپؑ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔

آپؑ کے بھائی طالب، عقیل اور جعفر ہیں۔

آپؑ کی بہنیں ام ہانی اور جمانہ ہیں۔

آپؑ کی ولادت باسعادت:

آپؑ جمعہ کے دن رجب کی تیرہ تاریخ کو کعبہ میں رسول اکرمؐ کی ولادت کے تیس سال بعد پیدا ہوئے۔

حلیہ مبارک

آپؑ کا قد میانہ، باریک ابرو، موٹی آنکھیں، چہرہ حسن وجمال میں چودھویں رات کے چاند کی طرح، گندمی رنگ، سر کے اگلے حصے میں بال نہیں تھے اور سر کے پچھلے حصے کے بال تاج کی طرح گول تھے۔ آپ کی گردن موٹی تھی، شکم بڑا اور پشت طویل تھی۔ منہ چوڑا، ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں، جوڑ مضبوط تھے بازو اور کندھے میں فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ جسم گندھا ہوا تھا۔ کہنی سے نیچے کا حصہ موٹا تھا، کندھے چوڑے اور ہڈیاں شیر کی طرح مضبوط تھیں۔ آپؑ کی ریش مبارک سینہ کو زینت دیتی تھی، پٹھے مضبوط تھے پنڈلیاں زیادہ موٹی نہیں تھیں۔ آپؑ نے سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا۔

ازواج:

آپؑ کی مشہور ترین ازواج یہ ہیں۔

فاطمہ الزہرا علیہا السلام، خولہ بنت جعفر بن قیس، خشعمیہ، ام حبیب بنت ربیعہ، ام البنین بنت خرام بن خالد بن وارم، لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ، اسماء بنت عمیس خشعمیہ اور ام سعید بنت عروہ بن سمعود ثقفی۔

بیٹے:

آپؑ کے بیٹوں کے نام ہیں۔

حسنؑ، حسینؑ، محمد (کنیت ابوالقاسم) عمرو، عباس، جعفر، عثمان، عبداللہ محمد اصغر (کنیت ابوبکر) عبیداللہ، یحییٰ۔

بیٹیاں:

آپؑ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔

زینبؑ کبریٰ، زینبؑ صغریٰ (کنیت ام کلثوم) رقیہ، ام الحسن، رملہ نفیسہ، زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ، ام ہانی، ام الکرام، جمانہ (کنیت ام جعفر)، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، اور فاطمہ۔ (۴۹)

آپؑ کی کنیتیں:

ابوالحسنؑ، ابوالحسینؑ، ابوالسبطینؑ، ابوریحانتینؑ، اور ابوتراب (یہ کنیت رسولؐ اللہ نے عطا فرمائی تھی)۔

آپؑ کے القاب:

امیرالمومنین، مرتضیٰ، وصی، حیدر، یعسوب المومنین اور یعسوب الدین۔

آپؑ کی خصوصیات:

ا۔ آپ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے اور بعد اس میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

ب۔ مواخات کے موقع پر رسولؐ اللہ نے اپنے اور حضرت علیؑ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔

ج۔ آپؑ علمدار رسولؐ تھے۔

د۔ بعض سریوں میں آنحضرت نے حضرت علیؑ کو امیر بنایا۔ لیکن حضرت علیؑ پر کسی کو امیر مقرر نہیں کیا۔ (۵۰)

ھ۔ رسولؐ اللہ کی طرف سے آپ نے سورہ برات کی تبلیغ کی۔

آپؑ کی بیعت:

۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو غدیر خم کے مقام پر رسول اکرمؐ کے حکم سے آپؑ کی بیعت کی گئی اور ۳۵ھ ماہ ذی الحجہ میں حکومت آپؑ کے سپرد کی گئی۔

چند اہم باتیں:

آپؑ کا دارالحکومت	کوفہ
آپؑ کے شاعر	نجاشی۔ اعور شنی
آپؑ کی انگوٹھی کا نقش	اللہ الملک وعلی عبدہ (شاہنشاہ خدا ہے اور علیؑ اس کا بندہ ہے)
آپؑ کے دور کی جنگیں	جمل۔ صفین۔ نہروان۔
آپؑ کا علم لشکر	جو رسول اللہ کا علم لشکر تھا۔
آپؑ کے آثار	نہج البلاغہ
آپؑ کے صحابہ	سلمان فارسی۔
آپؑ کے کاتب	عبداللہ بن ابی رافع۔

شہادت:

آپؑ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی، خارجی لعین نے ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ میں مسجد کوفہ میں، جبکہ آپؑ نماز صبح میں مشغول تھے۔ ضرب لگائی اور آپؑ کی شہادت اسی ماہ کی اکیسویں رات کو ہوئی۔

آپؑ کو امام حسنؑ نے نجف اشرف میں دفن کیا اور خوارج کے شر کے خوف سے آپؑ کی قبر کا نشان مخفی رکھا۔ آج آپ کی قبر اطہر رفعت و بلندی میں آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ اس کی چوکھٹوں پر سونے کی تہیں جمی ہوئی ہیں اور دنیا کے چاروں اطراف سے مسلمان اس کی زیادت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

امام علیؑ کے فضائل و کمالات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا کسی ایسے شخص کو نہیں پہنچاتی جو امام امیرالمومنینؑ کی طرح فضائل و مکارم اخلاق کا جامع ہو۔ آپؑ سابقین سے سبقت لے گئے اور بعد میں آنے والوں کو عاجز کر دیا۔ آپؑ کے فضائل ان گنت ہیں اور مناقب کی کوئی انتہا نہیں۔ اس عظیم شخصیت کے مناقب کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جس کے بارے میں رسول اعظمؐ نے عمرو بن عبدود عامری کے مقابلہ کے لیے ان کے نکلتے وقت فرمایا "آج ایمان کل شرک کل کے

مقابلے میں جارہا ہے" اور جب آپ عمرو بن عبدود کو قتل کر چکے تو فرمایا۔" خندق کے دن عمرو پر علیؑ کی ضربت جن وانس کی عبادت پر بھاری ہے۔"

مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا اور کہا کہ حضرت علیؑ بن طالبؑ کے فضائل کس قدر زیادہ ہیں میرا گمان ہے کہ وہ تین ہزار ہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ وہ تین ہزار کی نسبت تیس ہزار سے زیادہ قریب ہیں اس کے بعد ابن عباس نے کہا" اگر درخت قلمیں بن جائیں، سمندر سیاہی ہو جائیں اور جن وانس لکھنے والے اور حساب کرنے والے ہوں تو بھی امیر المومنینؑ کے فضائل شمار نہ کر سکیں گے۔" (۵۱)

اس شخص کے فضائل کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جو سب سے پہلے اسلام لایا، سب سے زیادہ عبادت کی اور سب سے زیادہ زاہد اور پرہیز گار تھا۔ جو سب سے زیادہ سخی تھا اور جس نے سب سے زیادہ جہاد کیا، جو کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم اور گفتگو میں سب سے زیادہ فصیح اور طاقت کے موقع پر زیادہ چشم پوش ودرگزر کرنے والا تھا۔

ان کے اسلام کے بارے میں گفتگو پورے اسلام کی گفتگو ہے۔ وہ نہ ہوتے تو نہ اسلام قائم ہوتا اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔

اسلام کئی ایک ستونوں سے قائم ہوا۔ رسول اکرمؐ کی دعوت، سعی وکوشش، جہاد اور دین کی نشر واشاعت کی راہ میں آپ کا سب کچھ نثار کر دینا۔

اسی طرح آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کا آپؐ کی حمایت کرنا اور کسی حالت میں بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ دشمنوں سے آپؐ کی حفاظت کرنا، پھر حضرت علیؑ کا جہاد اور حضرت خدیجہؑ کا مال ودولت، ان سب امور کے علاوہ حضرت علیؑ کا رسول اکرمؐ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنا سب اسلام کے اہم ستون ہیں۔

تمام مفسرین ومورخین کا اجماع ہے کہ حضرت علی سلام اللہ علیہ ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام کی حقانیت کی گواہی دی۔ وہ خود فرماتے ہیں" میں پہلا شخص ہوں جس نے آنحضرتؐ کی تصدیق کی (انا اول من صدقہ" (۵۳)

اہل تفاسیر کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ نے منگل کے دن اظہار اسلام کیا۔ (۵۴)

اشعت بن قیس کے بھائی عفیف کندی نے کہا" میں نے ایک جوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک لڑکا آیا وہ اس کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ تو میں نے عباس سے کہا یہ تو ایک امر عظیم ہے تو اس نے کہا وائے ہو تجھ پر یہ محمدؐ ہیں اور یہ علیؑ اور خدیجہؑ ہیں۔ میرے اس بھتیجے نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے مالک، اس کے پروردگار نے اسے اس دین کا حکم دیا

ہے۔خدا کی قسم روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ اس دین پر کوئی نہیں۔''

عقیف اسلام لانے کے بعد کہا کرتا تھا'' کاش میں اس دن ایمان لاتا تو علیؑ کے ساتھ دوسرا ہوتا''(۵۵)

حضرت علی علیہ السلام کی عبادت کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے خندق کے روز فرمایا کہ علیؑ کا عمرو پر ضرب لگانا ثقلین کی عبادت پر بھاری ہے۔فرزند ابوطالبؑ کی تو ساری زندگی عبادت ہے اور ان کی تمام تر حرکات وسکنات اطاعت ہیں۔ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اکرمؐ کے ساتھ نماز پڑھی (۵۶)

ابن ابی الحدید کہتا ہے:۔

اس جوان مرد کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جس کا اپنے وردِ الٰہی اور عبادت پر محافظت کا یہ عالم تھا کہ اس کا مصلیٰ لیلۃ الھریر میں بھی دونوں صفوں کے درمیان بچھا ہوا تھا جہاں آپؑ اپنی ہر رات کا ورد و نماز ادا کرتے تھے جبکہ تیر آپؑ کے آمنے سامنے اور دائیں بائیں سے گزرتے تھے۔لیکن آپؑ ان کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اس وقت تک نہ رکتے تھے جب تک اپنے وظائف سے فارغ نہ ہوجاتے۔

اور اس جوان کے بارے میں آپ کا خیال ہے جس کی پیشانی طویل سجدوں کی وجہ سے اونٹ کے زانو کی طرح سخت ہوگئی تھی۔اگر ہم آپؑ کی دعاؤں اور مناجات میں غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں خدا کی تعظیم و تجلیل، اس کی ہیبت کے لیے خضوع، اس کی عزت وجرأت کے مقابلے میں خشوع اور اس کے سامنے اپنی پستی کا اقرار کس قدر زیادہ ہے۔آپ کے اخلاص سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ باتیں کس دل سے نکل رہی ہیں اور کس زبان سے جاری ہورہی ہیں۔

امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ سے، جو عبادت کی انتہا تھے، جب پوچھا گیا کہ آپؑ کی عبادت کو آپؑ کے جد بزرگوار کی عبادت سے کیا نسبت ہے تو آپؑ نے فرمایا میری عبادت کو میرے دادا جان سے وہی نسبت ہے جو ان کی عبادت کو رسولؐ اللہ کی عبادت سے تھی''۔(۵۷)

آپؑ کا زھد:

جہاں تک آپؑ کے زہد اور دنیا سے بے اعتنائی کا تعلق ہے۔تو زمانے نے کوئی ایسا حاکم نہیں دیکھا کہ شہر جس کے زیرنگیں اور حکومتیں جس کی مطیع ہوں مگر وہ صرف تین درہم کا کرتہ پہنے اور وہ پھر بھی لمبا نظر آئے تو اسے تلوار کی دھار سے کاٹ دے۔

ابونوار پارچہ فروش کہتا ہے کہ ایک دن حضرت علی السلام میرے پاس تشریف لائے۔آپؑ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔آپؑ نے مجھ سے کھدر کی دو قمیضیں خریدیں اور غلام سے کہا ان دونوں سے ایک پسند کرلو۔اس نے ایک

لے لی اور دوسری حضرت علیؑ نے پہن لی۔ پھر ہاتھ لمبا کیا اور فرمایا جو میرے ہاتھوں کی لمبائی سے زیادہ ہے اسے کاٹ دو۔ میں نے کاٹ دیا تو آپؑ نے اس کو رکھ لیا اور قمیض پہن کر تشریف لے گئے۔(۵۸)

آپؑ ہی کا قول ہے کہ میں نے اپنی قمیض کو اتنے پیوند لگوائے ہیں کہ اب مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آتی ہے۔ جب مجھے کسی نے کہا اسے پھینک کیوں نہیں دیتے تو میں نے اس سے کہا دور ہٹو، صبح کے وقت قوم رات کو چلتے رہنے کی تعریف کرتی ہے۔(۵۹)

اسی طرح آپؑ کا کھانا بھی لباس سے بہتر نہ تھا۔ آپؑ جو کی ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔

عبداللہ بن ابی رافع کہتا ہے میں عید کے دن آپؑ کے پاس حاضر ہوا تو آپؑ ایک مہر شدہ تھیلی لائے۔ ہم نے اس میں جو کی روٹی کے خشک ٹکڑے دیکھے، جنہیں آپ کھانے لگے ہیں میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اس تھیلی پر آپؑ مہر کس لیے لگاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ حسن و حسین (علیہما السلام) اس میں گھی یا زیتون نہ ملا دیں۔(۶۰)

احنف بن قیس نے معاویہ سے کہا میں حضرت علیؑ کے پاس ان کی افطار کی رات حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھو اور حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ کھانا کھالو۔ پھر آپؑ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب فارغ ہوئے تو اپنا مہر زدہ تھیلا منگوایا اور اس میں سے کچھ سے ہوئے جو نکال اس پر مہر لگا دی میں عرض کیا کہ اے میر المومنین میں نے کبھی آپؑ کو بخیل نہیں پایا۔ اس وقت اس جو کے آٹے پر آپؑ نے مہر کیوں لگائی ہے۔ آپؑ نے فرمایا میں نے بخل کی وجہ سے اس پر مہر نہیں لگائی بلکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حسنؑ و حسینؑ اس میں گھی یا کوئی اور چیز نہ ملا دیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن آئمہ حق پر لازم ہے کہ وہ کھانے اور لباس میں کمزور ترین فرد رعیت کی تاسی کریں اور ان میں سے کسی چیز میں جس پر وہ قدرت نہ رکھتے ہوں، ممتاز نہ ہوں تاکہ انہیں فقیر دیکھ کر جس حالت میں وہ ہیں اللہ ان سے راضی رہے اور تونگر انہیں دیکھ کر زیادہ شکر اور تواضع کرے۔(۶۱)

آپؑ کی سخاوت:

باقی رہی آپؑ کی سخاوت، تو اس شخص سے زیادہ کون سخی ہے۔ جو اپنے افطار کا کھانا مسکین کو دے کر رات بھوک کی حالت میں گزار دے۔ دوسری رات یتیم کو اور تیسری اسیر کو کھانا دے دے، یہاں تک کہ خدا اس کی شان میں سورہ نازل کرے۔

ترجمہ:۔ اور وہ اس (خدا) کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور کہتے ہیں) ہم اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ تم سے کوئی جزا اور شکریہ نہیں چاہتے۔ ہم اپنے پروردگار سے (اس کے) بہت ہی سخت دن سے ڈرتے ہیں۔(۶۲)

حضرت علیؑ کی سخاوت کو آپؑ کے سخت ترین جنگ باز و دشمن معاویہ بن سفیان نے بھی سراہا، یہاں تک کہ آپؑ کے بارے میں کہا۔ "علی وہ ہیں کہ اگر ان کی ملکیت کا ایک کمرہ سونے کا بھرا ہوا اور دوسرا بھوسہ سے بھرا ہو، تو وہ سونے کو بھوسہ سے پہلے خرچ کریں گے۔

شعبی نے آپؑ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

وہ (علیؑ) سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپؑ نے بصرہ کا بیت المال جنگ جمل کے بعد تقسیم کیا جس میں سے ہر سپاہی کا حصہ پانچ سو درہم تھا۔ حضرت علیؑ نے بھی اس میں سے اپنے لیے ایک ہی سپاہی کا حصہ لیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص جو میدان جنگ میں حاضر نہیں تھا آ گیا اور کہنے لگا اے امیرالمومنینؑ! میں دلی طور پر آپؑ کے ساتھ تھا اگرچہ میرا جسم غائب تھا لہذا مجھے مال غنیمت میں سے کچھ دیجئے۔ آپؑ نے اپنا لیا ہوا حصہ اسی کو عطا کر دیا اور مال غنیمت میں سے آپؑ کے لیے کچھ بھی نہ بچا۔ (۶۳)

آپؑ کا جہاد:

جب ہم آپؑ کے جہاد کی بات کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپؑ رسول اللہؐ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر ہوئے اور ان میں آگے رہنے والے شہسوار، شیر غالب اور مسلمانوں کے علمدار آپؑ ہی تھے۔ بدر کبریٰ" کے میدان میں آپؑ نے پینتس مشرکین کو جہنم رسید کیا اور دیگر مسلمانوں اور ملائکہ نے بھی اتنے ہی قتل کیے۔

جنگ احد میں بھی آپؑ نے ہی مشرکین کے سارے علمدار قتل کیے۔ جب خالد بن ولید کے حملے سے مسلمان شکست کھا گئے تو آپؑ ثابت قدمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے رہے اور مشرکین کے دستے آپؑ سے دور کرتے رہے۔

مورخین و ارباب سیر نے اس دن جبرائیل کی پکار اور منادی کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔"

اسی طرح جنگ خیبر میں کئی ایک مہاجرین علم لے کر میدان میں گئے مگر ان میں سے ہر ایک جلد ہی شکست سے دوچار ہو کر رسولؐ اللہ کے پاس لوٹ آیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو بزدل کہتا اور ساتھی اسے بزدل کہتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی کریمؐ غضبناک ہو کر فرمانے لگے۔

"میں کل علم ایک مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں جو بڑھ چڑھ کر حملے کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں اور وہ اس وقت تک پلٹ کر نہیں آئے گا۔ جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے گا۔"

صبح ہوئی تو رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور انہیں علم دیا۔ آپؑ ایک ایک پیر............دوڑتے ہوئے

میدان جنگ کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ آپؑ نے مرحب کو قتل کر دیا اور قلعہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا، بہت سے یہودیوں کو قتل کیا اور مسلمانوں کو مکمل فتح نصیب ہوئی۔

جنگ خندق، جسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں، کے دن ابوسفیان اور تمام مشرکین چڑھ آئے ان کا پروگرام تھا کہ رسولؐ اللہ اور تمام مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ پس حضرت علیؑ نے ان کے قائد عمرو بن عبدود عامری کو قتل کر دیا۔ مشرکین کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔ اسی بنا پر رسول اکرمؐ کے فرمان کے مطابق عمرو پر آپؑ کی ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔

جنگ حنین میں دس افراد کے سوا تمام مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے ان دس افراد میں سے نو بنی ہاشم میں سے تھے اور وہ سب کے سب ثابت قدم رہتے ہوئے نبی کریمؐ کا دفاع کرتے رہے اور دشمنوں کے دستوں کو آپؑ سے دور کرتے رہے، یہاں تک کہ آپؑ نے مشرکین کے علمدار ابوجرول کو قتل کیا۔ چنانچہ قبیلہ ہوازن اپنے سردار کا حشر اور آپؑ کی شدید جنگ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو مکمل فتح ہوئی۔

اسی طرح رسولؐ اللہ کے زمانہ کی دوسری جنگوں اور غزوات میں بھی آپؑ کا نمایاں کردار رہا ہے۔

بنی الدین فاستقام ولولا
ضرب ماضیك ما استقام البناء

ترجمہ: دین کی بنیاد رکھی گئی اور وہ قائم ہوگیا۔ اور اگر تیرے گزرے ہوئے بزرگوں کی ضرب نہ ہوتی تو اس کی بنیاد سیدھی نہ ہو سکتی تھی۔

آپؑ کا علم:

جہاں تک آپؑ کے علم کی بات ہے تو خود آپؑ کا اپنا قول ہے کہ "مجھے رسولؐ اللہ نے ہزار باب علم کی تعلیم دی، جس کے ہر باب سے ہزار باب کھلتے تھے۔

عالم امت، ابن عباس سے کہا گیا کہ تیرے علم کی تیرے چچازاد بھائی (علیؑ) سے کیا نسبت ہے۔ انہوں نے کہا "جو بارش کے ایک قطرے کی وسیع سمندر سے ہوتی ہے"۔ (۶۴)

خود آنجنابؑ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جاتی تو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی اس قدر تفسیر سے بیان کرتا کہ تحریری صورت میں وہ ایک اونٹ کا بار ہو جاتی (۶۵)

یہ بھی آپؑ ہی کا فرمان ہے کہ اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جائے تو اہل تورات کے درمیان توریت سے، اہل انجیل کے درمیان انجیل سے، اہل فرقان کے درمیان فرقان و قرآن کے مطابق فیصلے کروں اور میں کتاب اللہ کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کب اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۶۶)

آپؑ ہی نے لوگوں کے مجمع کے سامنے فرمایا ہے۔

''مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ میں تم میں نہ رہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم مجھے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرو گے جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہونے والی ہے اور نہ کسی فتنہ سے جو سو افراد کو گمراہ کرتا ہے اور سو افراد کو ہدایت بخشتا ہے، مگر یہ کہ میں اس میں شور مچانے والے، اس کے قائد، اس کے ہانکنے والے، ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ اور ان کے سامان اتارنے کے مقام تک کی اطلاع دے سکتا ہوں۔ اور یہ بھی بتادوں گا کہ ان میں سے کون کون قتل ہوگا اور کون کون اپنی موت سے مرے گا۔ (۶۷)

سعید بن مسیب کا قول ہے کہ لوگوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکا کہ جو چاہو مجھ سے سوال کرو، سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے (۶۸)

عثمانؓ بن عفان نے کہا ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا''۔ (۶۹)

آپؑ کی فصاحت و بلاغت:

آپؑ کی فصاحت و بلاغت کا کیا کہنا۔ آپؑ ہی سے لوگوں نے فصاحت و بلاغت سیکھی اور آپؑ ہی کے کلام سے لکھنے والوں نے اپنی تحریروں اور خطباء نے اپنے خطابوں کو مزین کیا۔

عبدالحمید بن یحییٰ کاتب کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کے ستر خطبے یاد کئے اور پھر روانی ہی روانی آ گئی (۷۰)

ابن نباتہ کا قول ہے: میں نے خطابت کا ایسا خزانہ یاد کیا ہے جسے خرچ کرنا وسعت اور کثرت ہی دیتا ہے۔ کیونکہ میں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مواعظ کی سو فضیلتیں یاد کی ہیں۔ (۷۱)

حضرت علی علیہ السلام سے معاویہ بن ابوسفیان کی عداوت اور مکر و فریب کے باوجود، جب محضن بن ابو محضن نے اس (معاویہ) سے کہا کہ میں تیرے پاس لوگوں میں سے کلام کرنے میں زیادہ عاجز شخص (علیؑ) کی طرف سے آیا ہوں۔ تو اس نے کہا: وائے ہو تجھ پر وہ (علیؑ) کس طرح لوگوں میں سے زیادہ عاجز الکلام ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم! قریش کے لیے فصاحت کا طریقہ اس کے علاوہ کسی نے نہیں بتایا۔ (۷۶)

آپؑ کے کلام کا ایک مجموعہ نہج البلاغہ ہے جو مخلوق کے کلام سے مافوق اور خالق کے کلام کے نیچے ہے۔ علمائے اس کو یاد کرنے اور اس کی شرح کرنے میں سرگرداں ہیں۔

جناب علامہ الحجۃ امینی نے نہج البلاغہ پر لکھی گئی شرحوں کا ذکر کرتے ہوئے اسی (۸۰) سے زیادہ شرحیں گنوائی ہیں۔

آپؑ کا عفو و درگزر:

عفو و بخشش اور چشم پوشی میں آپؑ کا موقف اہل بصرہ سے کئے گئے حسن سلوک سے واضح ہے۔ آپؑ نے انہیں معاف کر دیا۔ جب آپؑ کا ان پر قبضہ ہو گیا تو اپنے اصحاب کو ان کی جان و مال پر تصرف سے باز رہنے کا حکم دیا۔ آپؑ کے منادی نے ندا دی کہ جو ہتھیار پھینک دے وہ امان میں ہے اور جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی امان میں ہے۔ آپؑ کی عفو و بخشش سب کے لیے تھی۔ یہاں تک کہ قوم کے سرداروں اور لشکر کے قائدین تک کو معاف کر دیا۔ آپؑ نے حضرت عائشہ کے بارے میں بھی درگزر سے کام لیا اور بہترین انتظام کے ساتھ انہیں مدینہ کی طرف واپس کیا حتیٰ کہ سب سے بڑے دشمن مروان تک سے بھی چشم پوشی سے کام لیا۔

ابن زبیر جو اہل بصرہ میں یہ کہہ کر خطبہ دیتا تھا کہ (معاذ اللہ) کمزور علیؑ ابن طالبؑ تمہارے پاس آیا ہے۔ اس کو جب آپؑ کے پاس لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ چلے جاؤ میں پھر تمہیں نہ دیکھوں، جیسا کہ آپؑ نے سعید بن عاص کو بھی معاف کر دیا جب وہ مکہ میں آپؑ کے قابو میں آیا تھا۔

آپؑ کے فضائل و مناقب پر مشتمل جلدی میں لکھا ہوا یہ مختصر سا کتابچہ ہے ورنہ آپؑ کے فضائل و مناقب کے لیے جلدیں چاہئیں، جیسا کہ عبداللہ بن عباس کا قول گزر چکا ہے کہ اگر درخت قلمیں بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام جن و انس لکھنے اور حساب کرنے لگیں تو بھی امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب کا احاطہ ممکن نہیں ہوگا۔

امام علی علیہ السلام قرآن کریم کی نظر میں

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں اتنا کچھ قرآن کریم میں نازل ہوا ہے کہ جتنا کسی دوسرے کے بارے میں نہیں ہوا اور تفاسیر و سیرت کی کتب ان آیات سے پر ہیں جو آنجنابؑ کی شان میں وارد ہوتی ہیں۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ (۷۳)

نیز کہتے ہیں کہ خدا نے اصحاب محمدؐ کو قرآن کریم کی بہت سی آیات میں عتاب و سرزنش کی ہے مگر علیؑ کا ذکر خیر و نیکی کے ساتھ ہی کیا ہے۔ (۷۴)

مزید کہتے ہیں کہ قرآن میں "یاایھا الذین امنوا" جہاں کہیں نازل ہوا ہے، علیؑ ان کے امیر اور شریف ہیں۔ (۷۵)

عبداللہ بن عباس ہی کہتے ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں میں نے اس طرح نہیں سنا جیسا رسولؐ اللہ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔

علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر کے کنارے میرے پاس آئیں گے(۷۶)

ذیل میں ان آیات میں سے جو حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں صرف تین پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ا۔ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ:''اور جو لوگ رات کو یا دن کو اور چھپا کر یا دکھا کر خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس اجر وثواب ہے اور قیامت کے دن ان پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔(بقرہ......۲۷۴)

واحدی نے اپنی تفسیر میں مرفوعاً اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے پاس صرف چار درہم تھے اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ پس آپؑ نے ایک درہم رات کے وقت صدقہ کر دیا۔ دوسرا دن کے وقت اور ایک درہم چھپا کر اور ایک اعلانیہ طور پر صدقہ کر دیا، تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت نازل فرمائی۔(۷۷)

موفق بن احمد نے حموینی، ثعلبی، مالکی، اور ابو نعیم حافظ سے ان کی اسناد کے ساتھ مجاہد کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس چار درہم تھے آپؑ نے ایک رات کے وقت، ایک دن کے وقت، ایک چھپا کر اور ایک لوگوں کے سامنے صدقہ دیا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔(۷۸)

۲۔ارشاد قدرت ہے:

ترجمہ:''پس تمہارا ولی اللہ ہے، اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں''(مائدہ۔۔۵۵)

سیوطی نے درمنثور میں خطیب کی کتاب المتفق سے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ میں دی تو نبی اکرمؐ نے سائل سے پوچھا کہ یہ انگوٹھی تجھے کس نے دی ہے؟ سائل نے کہا اس رکوع کرنے والے نے۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے خدا کے اس فرمان (انما ولیکم اللہ)

کے بارے میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت علیؑ بن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

طبرانی نے کتاب اوسط میں اور ابن مردویہ نے عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک سائل جا کھڑا ہوا جبکہ آپؑ نماز نافلہ میں رکوع کی حالت میں تھے۔ آپؑ نے انگوٹھی اتار کر سائل کو دے دی۔ پس وہ سائل رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور آپؐ سے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی اکرمؐ پر یہ آیت نازل ہوئی (انما ولیکم اللہ) پس رسولؐ اللہ نے اصحاب کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی اس کے بعد فرمایا۔

ترجمہ: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علیؑ مولا ہے خدایا اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی کرے۔

شیخ اور ابن مرادیہ نے علی ابن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت رسولؐ اللہ پر ان کے گھر میں نازل ہوئی (انما ولیکم اللہ ورسولہ) پس رسولؐ اللہ گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اس وقت لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کوئی رکوع میں تھا تو کوئی سجدہ میں اور کوئی قیام میں اچانک ایک سائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟ کہنے لگا اس راکع (رکوع کرنے والے) علیؑ ابن ابی طالبؑ نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے اور اس کے علاوہ کسی نے کچھ نہیں دیا۔

ابن ابی حاتم ابوالشیخ اور ابن عساکر نے مسلمہ میں کمیل سے روایت کیا ہے حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ میں دی تو یہ آیت (انما ولیکم اللہ ورسولہ) نازل ہوئی۔ طبرانی ابن مردویہ اور ابونعیم نے رافع سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ کھڑے تھے اور آپؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی (یہاں تک کہ) آپؐ ایک ساعت تک کھڑے رہے پھر آپؐ متوجہ ہوئے اور فرما رہے تھے۔ (انما ولیکم اللہ ورسولہ) حمد ہے اس خدا کی جس نے علیؑ کے لیے اپنی نعمتوں کو تمام کیا اور علیؑ کو خدا کی طرف سے یہ فضیلت مبارک ہو۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل آیا۔ اس وقت آپؑ رکوع میں تھے آپ نے اسے اپنی انگوٹھی دیدی۔ تب یہ آیت ایمان والوں کی شان میں نازل ہوئی جن کے سید و سردار حضرت علیؑ ہیں۔

درمنثور اور کشاف میں ہے "وھم راکعون" میں واؤ حال کے لیے ہے۔ یعنی وہ یہ عمل رکوع میں کرتے ہیں جو اللہ کے لیے خشوع وخضوع اور تواضع وانکسار کرتا ہے، اس وقت جب وہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زمانہ حال ہے۔ "یوتون الزکوۃ" کی وجہ سے جس کے معنی ہیں وہ نماز میں حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں اور یہ آیت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس عالم میں کہ آپؑ نماز میں

رکوع میں تھے اور سائل کے سوال پر اس کے سامنے اپنی انگوٹھی پھینک دی۔
وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کہیں یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ یہ آیت علیؑ کے بارے میں ہو جبکہ اس میں الفاظ جمع کے ہیں تو میں کہوں گا کہ اس کے نزول کا سبب ایک ہی ہستی تھی، اگر چہ آیت جمع کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ تاکہ لوگ اس جیسے عمل کے لیے راغب ہوں اور اس سے اس جیسا ثواب حاصل کریں۔(۷۹)

۳۔ ارشاد الٰہی ہے:

ترجمہ: کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس شخص کے ہمسر بنا دیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا؟ خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں۔ خدا ظالموں کی حمایت نہیں کرتا۔(توبہ۔۱۹)

واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں حسن، شعبی اور قرطبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ، عباسؓ اور طلحہ بن شیبہ نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ پس طلحہ نے کہا میں صاحب بیت اللہ ہوں۔ اس کی چابی میرے پاس ہے اور اگر میں چاہوں تو اس میں رہ سکتا ہوں۔ عباسؓ نے کہا میں صاحب سقایہ(حاجیوں کو پانی پلانے والا) ہوں اور اس کا نگران ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا کہ میں نے سب لوگو سے چھ ماہ پہلے نماز پڑھی ہے اور میں صاحب جہاد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اجعلتم سقایہ۔ الخ)

یہاں تک کہ فرمایا:

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عظیم درجہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ فائز و کامیاب ہیں۔(۸۰)

امام علی علیہ السلام احادیث رسولؐ کی روشنی میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعثت سے لے کر وفات تک ہمیشہ ہر مجلس و محفل اور مجمع میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے اور تعارف کراتے رہے۔
امامؑ عالی مقام کی شان میں رسول اعظمؐ کی وارد احادیث کا احصاء و شمار ممکن ہی نہیں۔ حدیث و سیرت کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں فضائل امیر المومنینؑ کی کثیر تعداد نہ ہو۔
ارباب صحاح ستہ اور علماء حدیث نے اپنی کتب میں ان احادیث کے مستقل فصول و ابواب تحریر کئے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں آئی ہیں۔

اہل اسلام کے عظیم علماء میں سے بہت بڑی تعداد نے آپؑ کے فضائل میں مستقل کتابیں لکھی ہیں اور سید المرسلینؐ سے آپؑ کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسے مدون کیا ہے۔

اس مختصر کتابچے میں ہم آپؑ کی فضیلت کی تین احادیث ثبت کرتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔'' (۸۱)

(۲) عمر بن خطاب نے کہا۔

ترجمہ: میں رسول اللہ پر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو علی بن ابی طالبؑ کا ایمان بھاری ہوگا۔'' (۸۲)

(۳) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعد ابن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ میں چھوڑا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ اور جانشین بنا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا۔

ترجمہ: کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔؟'' (۸۳)

امیر المومنینؑ کی سیرت کے چند نمونے

حضرت رسول اکرمؐ کی سیرت و اخلاق کا اسلام کی نشر و اشاعت میں بہت حصہ ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بہت سے عرب آنحضرتؐ کے اخلاق کریمہ سے ہی متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اللہ جل شانہ نے آپؐ کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

(اے رسولؐ) بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

''اگر تم سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے اردگرد سے تتر بتر ہو جاتے۔

اسی طرح آپؐ کی سیرت کے دوسرے پہلو لباس، کھانا، اور آپؐ کی عبادت، اسوہ حسنہ اور سیرت کی اعلیٰ مثال تھی۔ پس رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی امیر المومنینؑ بھی آپؐ ہی کی سیرت و طریقہ پر چلے ہیں حضرت علیؑ کی روشن سیرت رسول اعظمؐ کی سیرت کا دوام و استمرار تھا اور آپؐ کے اخلاق کی نقل بمطابق اصل تھی۔

اس زمانے میں امت مسلمہ میں سیرت پر بنیاد رکھنے اور ان اخلاق کریمہ کے اپنانے کی کس قدر محتاج

ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ سیرت امام کے حوالے سے سب سے زیادہ اہم بات اس اخلاق کریمہ کو اپنانا اور ان کی رہبری میں چلنا ہے تاکہ ہماری سعادت وخوش حالی کی امیدیں پوری ہوسکیں۔ان صفحات میں آپؑ کی سیرت کے چند نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) سوید بن غفلہ سے روایت ہے میں ایک دن حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔اس وقت آپؑ کے گھر میں سوائے ایک پرانی چٹائی کے کچھ نہیں تھا۔آپؑ اس چٹائی پر تشریف فرما تھے۔میں نے عرض کیا ''اے امیرالمومنینؑ! آپ مسلمانوں کے بادشاہ ہیں اور ان پر اور بیت المال پر حاکم ہیں۔آپؑ کے پاس وفود آتے رہتے ہیں جبکہ آپؑ کے گھر میں اس چٹائی کے علاوہ کچھ نہیں'' آپؑ نے فرمایا ''اے سوید! اس منتقل ہونے والے گھر (دنیائے ظاہری) میں (اصلی) گھر کا اثاثہ نہیں رکھا جاتا۔ہمارے قیام کا گھر تو آگے ہیں ہم نے اپنا مال ومتاع اس کی طرف منتقل کر دیا ہے اور خود بھی عنقریب اس میں منتقل ہو رہے ہیں۔'' سوید کہتا ہے کہ آپ کی گفتگو نے مجھے رلا دیا۔(۸۴)

(۳) ہارون بن عنترہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا

''میں خورنق کے مقام پر علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؑ ایک کمبل کے نیچے نظر آ رہے تھے۔میں نے عرض کیا اے امیرالمومنینؑ! خدا نے آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ کے لیے اس مال میں وہ حصہ مقرر کیا ہے جو عام اور وسیع ہے۔اس کے باوجود آپؑ اپنے نفس کے ساتھ کیا کچھ کرتے ہیں؟'' آپؑ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لیتا اور میری یہی چادر ہے جس میں میں مدینہ سے اپنے گھر سے نکلا تھا۔میرے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔''(۸۶)

(۴) سوید بن غفلہ کا بیان ہے میں علی علیہ السلام کی خدمت میں قصر الامارہ میں حاضر ہوا۔میں نے دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک کاسہ رکھا ہوا ہے جس میں ترش دودھ تھا۔اس کی سخت ترشی کی بو مجھے بھی آ رہی تھی آپؑ کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی جس پر جو کے چھلکے نظر آ رہے تھے آپؑ اس روٹی کو اپنے ہاتھ سے توڑتے اور جب وہ ہاتھ سے نہ ٹوٹتی تو اسے اپنے زانوں سے توڑتے اور اسے کاسہ میں ڈالتے۔

پس فرمایا ''نزدیک ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ کھاؤ'' میں نے عرض کیا ''میں روزے سے ہوں'' آپؑ نے فرمایا میں نے رسولؐ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے روزہ اس کے پسندیدہ کھانے سے روک لے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت کے کھانوں سے کھلائے اور بہشت کے مشروبات میں سے پلائے۔

وہ کہتا ہے میں نے آپؑ کی کنیز سے جو آپؑ کے قریب کھڑی تھی کہا ''وائے ہو تم پر اے فضہ! کیا اس ضعیف بزرگ کے بارے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتی ہو اور اس کے کھانے میں سے چوکر بھی نہیں نکال سکتیں؟'' اس کنیز نے کہا ''ہمیں آپؑ نے پہلے سے ہی منع کر رکھا ہے کہ ہم آپؑ کی روٹی کا آٹا نہ چھانیں (۸۷)

(۵) صعصعہ بن صوحان وغیرہ جو آپؑ کے شیعوں اور اصحاب میں سے تھے کہتے ہیں امیرالمومنین علیہ السلام ہمارے درمیان ہماری طرح ہی رہتے تھے اور نرم مزاجی، انتہائی تواضع اور ہماری حاجت براری میں آسانی اور سہولت کا باعث بنتے تھے (۸۸)

(۶) آپؑ نے ہزار غلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے آزاد کرائے تھے (۸۹)

(۷) آپؑ مدینہ میں یہودیوں کے باغ کو پانی دیتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ تھک جاتے اور اس کی مزدوری بطور صدقہ دے کر اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ (۹۰)

(۸) ابوالحسن علی ابن احمد واحدی وغیرہ نے اپنی سند کے ساتھ آئمہ تفسیر سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ علیؑ نے ایک مرتبہ شام سے لے کر صبح تک کھجوروں کو پانی دینے کے بدلے کچھ مقدار جو حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو اجیر بنایا۔ صبح ہوئی اور آپؑ نے وہ جو لیے تو ان میں سے ایک تہائی پیسے گئے اور اس سے حریرہ (دودھ، چینی اور آٹے سے تیار شدہ کھانا) بنایا۔ جب وہ پک گیا تو ایک مسکین آیا۔ آپؑ نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ پھر اس کی دوسری تہائی پکائی گئی۔ جب وہ تیار ہوا تو یتیم آ گیا۔ اس نے سوال کیا تو اس کو دے دیا گیا۔ باقی تہائی سے پھر کھانا تیار ہوا۔ جب وہ پک چکا تو مشرکین میں سے ایک اسیر آیا۔ اس نے سوال کیا تو وہ اسے کھلا دیا۔ اور حضرت علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ بھوکے رہ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے نبیؐ کو دی۔ چونکہ یہ ایثار صرف رضائے خدا، اس کے ثواب کے حصول اور اس کے عتاب سے نجات کے لئے تھا اس لے خدا نے یہ آیت نازل کی۔ (ویطعمون الطعام علی حبه۔۔۔۔الخ)

پس خدا تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اور اس حالت کی جزا و بدلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: پس خدا نے انہیں اس دن کے شر اور برائی سے بچالیا اور انہیں شادابی اور سرور نصیب ہوا اور ان کے صبر کی بناء پر جنت اور ریشمی لباس کا بدلہ دیا۔ وہ اس تکیہ لگا کر مسریوں پر ہوں گے۔ (آخر آیات تک)

پس منقبت کے لحاظ سے شدید ضرورت کے باوجود ان کی یہ عبادت اور کھانا کھلانا کافی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس واقعہ کی شان و عظمت نہ ہوتی اور نہ ہی خدا اس سلسلے میں اپنے رسولؐ پر آیات نازل کرتا۔ (۹۱)

(۹) صالح نامی تھیلے بیچنے والے ایک شخص سے روایت ہے وہ کہتا ہے میری امیرالمومنینؑ سے ملاقات ہوگئی۔ اس وقت آپ کے پاس خشک کھجوریں تھیں آپؑ نے انہیں اٹھا رکھا تھا۔ میں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ! یہ کھجوریں مجھے دے دیں۔ میں آپؑ نے وہ کھجوریں مجھے نہ دیں اور خود انہیں اپنے گھر لے گئے۔ پھر اسی

چادر کے ساتھ واپس لوٹے جس میں وہ کھجوریں تھیں اور ان کے چھلکے لگے ہوئے تھے اور لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی۔(۹۲)

(۱۰) آپ نے ابن ملجم(علیہ اللعن) کی ضرب لگنے کے بعد فرمایا۔

''اے حسنؑ! مجھے ضرب لگانے والے کو دیکھنا(یعنی اس کی خبر گیری کرنا) اسے میرے کھانے میں سے کھلانا میرے پینے کی چیزوں میں سے پلانا۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے حق کے بارے میں زیادہ حقدار ہوں اور اگر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اسے صرف ایک ضرب لگانا اور اس کا مثلہ(کان، ناک، وغیرہ کاٹنا) نہ کرنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ مثلہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔''

پھر آپؑ نے فرمایا:''اے اولادِ عبدالمطلبؑ! میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ مسلمانوں کا خون بہاتے پھرو اور کہو کہ امیرالمومنینؑ قتل ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو میرے بعد میرے قاتل کے علاوہ دوسرا کوئی شخص قتل نہ کیا جائے۔(۹۳)

آپؑ کے ارشادات گرامی

کسی صحابی اور خلیفہ کے خطبات، مواعظ، خطوط، وصیتیں اور حکمت و دانائی کی باتیں اس قدر مدون تحریر نہیں ہوئیں جس قدر حضرت علی علیہ السلام کی۔ یہ نہج البلاغہ ہی ہے جس کی عظمت کے سامنے فصحاء اور مبلغین کی گردنیں جھکتی ہیں اور وہ اس کی جلالت کے سامنے نیچے جاتے ہیں۔ وہ ہر مسلمان کے لیے باعث فخر اور ہر موضع کے لیے باعث عزت ہے۔ ان تمام چیزوں کے بعد خالقؑ کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے۔

ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ امیرالمومنینؑ کے کلام کو دیکھو گے تو اسے قرآن کریم کے الفاظ سے مشتق پاؤ گے اسی کے معانی اور راستوں سے شاخیں لی گئی ہیں اور وہ اس کے قدم بقدم ہے۔ یہ ایسا کلام ہے کہ قرآن کے راستے پر چلا گیا ہے۔ اس کی نظیر اور اس کا مدمقابلہ کوئی نہیں۔ ان کا کلام یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ کہا جائے کہ اس کے بعد کوئی کلام اس سے زیادہ فصیح و بلیغ، جزیل، اعلی و رافع، گراں بہا اور عمدہ نہیں ہے، سوائے آپؑ کے ابن عمؐ کے کلام کے اور اس امر کو کوئی نہیں سمجھ سکتا سوائے اس کے جس کے قدم۔۔۔۔ اس فن کو جاننے میں راسخ ہوں سب لوگ ہوتی چننے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ سونے کے انتخاب کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

اگلے چند صفحات میں آپؑ کے کلام کے چند نمونے تحریر کئے جاتے ہیں۔

(ا) دعوت جہاد اور ترک جہاد کرنے والوں کی مذمت:

جہاد پر ابھارنے والوں کے حق میں اور جہاد سے پہلو تہی کرنے والوں کی مذمت میں آپؑ کے ایک خطبہ کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

امابعد! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے خدا نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھول رکھا ہے۔ پرہیز گاری کا لباس،، اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے۔ پس جو شخص اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس سے پہلو بچاتا ہے خدا اسے ذلت وخواری کا لباس پہناتا اور مصیبت وابتلاء کی رداا وڑھا دیتا ہے اور وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے اور مدہوشی وغفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے جہاد کو ضائع و برباد کرنے کی وجہ سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے ذلت اسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔

میں نے اس قوم سے لڑنے کے لیے رات میں بھی اور دن کو بھی، اعلانیہ بھی پوشیدہ بھی، تمہیں پکارا اور للکارا ہے۔ تم سے کہا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ جنگ کے لیے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم! جن افراد اور قوم پر ان کے گھروں کی حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے وہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان بن عوف) ہی کو دیکھ لو کہ اس فوج کے سوار (شہر) انبار پر پہنچ گئے ہیں اور حسان بن حسان بکری کو قتل کیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا۔ اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمانوں اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا ہے اور ان کے پاؤں سے کڑے، ہاتھوں سے کنگن اور گلوبند اور گوشوارے اتار لیتا ہے اور ان کے پاس اس سے بچنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے صبر سے کام لیں، یا خوشامدیں کر کے اس سے رحم کی التجا کریں۔ وہ لدے پھندے ہوتے پلٹ گئے۔ کسی کے زخم آیا، نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج وملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیے۔ العجب ثم العجب۔ خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر متحد ہونا اور تمہاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اور رنج واندوہ بڑھا دیتا ہے۔ تمہارا برا ہو تم غم وحزن میں مبتلا رہو، تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو۔ تمہیں ہلاک وتاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے قدم حملے کے لیے نہیں اٹھتے۔ وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے اور اگر

سردیوں میں چلنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا ہے اتنا ٹھہر جایئے کہ سردی کا موسم گزر جائے۔ سردی اور گرمی سے بچنے کی یہ سب باتیں ہیں۔ (جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو) تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھا گو گے، او مردوں کی شکل وصورت والے نامردو! تمہاری عقل بچوں کی سی اور تمہاری سمجھ حجلہ نشین عورتوں کی مانند ہے میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا نہ تم سے جان پہچان ہوتی۔ یہ ایسی شناسائی ہے جو ندامت کا باعث اور رنج واندوہ کا سبب بنی ہے اللہ تمہیں مارے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ وغضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم وحزن کے پے در پے چرکے لگائی، نافرمانی کر کے میری تدبیر اور رائے کو تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علیؑ ہیں تو مرد شجاع لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔ اللہ بھلا کرے، کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدان وغا میں مجھ سے کارنمایاں کیئے ہوئے ہو؟ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب وضرب کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور اب تو ساٹھ سے بھی اوپر ہو گیا ہوں۔ لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

(۲) ضرب شہادت کے بعد وصیت

جب آپؑ کو ابن ملجم (علیہ اللعن) ضرب لگا چکا تو آپؑ نے حسن وحسین علیہما السلام سے فرمایا

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ دنیا کے خواہش مند نہ ہونا اگر چہ وہ تمہارے پیچھے لگ جائے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے۔ جو کہنا حق کے لیے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لیے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔ میں تم کو، اپنی اولاد کو اپنے کنبے کو اور جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ آپس میں کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزہ سے افضل ہے۔ یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام ودہن کے لیے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ وبرباد نہ ہو جائیں۔ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبرؐ نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپؐ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم سے سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر عذاب سے بچ نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا۔ تم پر لازم ہے کہ آپس میں بہت میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت

کرنا۔ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا۔نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بد کردار تم پر مسلط ہو جائیں گے پھر دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

(پھر ارشاد فرمایا)

اے عبدالمطلبؑ کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم ،امیر المومنینؑ قتل ہو گئے۔امیر المومنینؑ قتل ہو گئے۔ کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور جب دیکھو! میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس کو ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا۔اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو،اگر چہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو(۹۵)

۳ حارث ہمدانی کے نام مکتوب

قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔اس سے پند و نصیحت حاصل کرو۔اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔گذشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو۔گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخری بھی اپنے اول سے جا ملنے والا ہے۔یہ دنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور بچھڑ جانے والی ہے۔دیکھو اللہ کی عظمت کے پیش نظر حق بات کے علاوہ اس کے نام کی قسم نہ کھاؤ۔موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد کرو۔قابل اطمینان شرائط کے بغیر موت کی تمنا نہ کرو۔ہر اس کام سے بچو جو آدمی اپنے لیے پسند کرتا ہو اور عام مسلمانوں کے لیے اسے ناپسند کرتا ہو ہر اس کام سے دور رہو جو چوری چھپے کیا جا سکتا ہو مگر اعلانیہ کرنے میں شرم دامنگیر ہوتی ہو۔ہر اس فعل سے کنارہ کش رہو کہ جب اس کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے تو وہ خود بھی اسے برقرار دے یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔اپنی عزت وآبرو کو چہ مگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔جو سنو اسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے پھرو کہ جھوٹا قرار پانے کے لیے اتنا کافی ہوگا لوگوں کو ان کی ہر بات پر جھٹلانے نہ لگو کہ یہ پوری پوری جہالت ہے غصے کو ضبط کرو اور اختیار اور دولت واقتدار کے ہوتے ہوئے معاف کرو تو انجام کی کامیابی تمہارے ہاتھ رہے گی۔اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں (ان پر شکر بجالاتے رہو) ان سے بہبودی چاہو۔اس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو اور اللہ نے جو انعامات تمہیں بخشے ہیں ان کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے مال سے خیرات کرے کیونکہ تم آخرت کے لیے جو کچھ بھی بھیج دو گے وہ ذخیرہ بن کر تمہارے لیے محفوظ رہے گا اور جو کچھ پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں گے۔

اس آدمی کی صحبت سے بچو جس کی رائے کمزور اور افعال برے ہوں کیونکہ ہر آدمی اپنے ساتھی جیسا سمجھا جاتا ہے بڑے بڑے شہروں میں رہائش رکھو کیونکہ وہ مسلمانوں کا اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بے وفائی کی جگہوں سے بچو اور ان مقامات سے پرہیز کرو جہاں اللہ کی اطاعت میں مددگاروں کی کمی ہو۔ صرف مطلب کی باتوں میں اپنی فکر پیمائی کو محدود رکھو۔ بازاری جگہوں میں اٹھنے بیٹھنے سے گریز کرو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں اور فتنوں کی آماجگاہیں ہوتی ہیں۔ جو لوگ تم سے پست حیثیت کے ہیں ان کو زیادہ دیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے لیے شکر کا ایک راستہ ہے۔

جمعہ کے دن نماز میں حاضر ہوئے بغیر سفر نہ کرنا۔ مگر یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے جانا ہو یا کوئی معذوری درپیش ہو۔ اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ اللہ کی اطاعت دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔

اپنے نفس کو بہانے بنا کر عبادت کی راہ پر لاؤ اور اس کے ساتھ نرم رویہ رکھو۔ دباؤ سے کام نہ لو۔ جب وہ دوسری فکروں سے فارغ البال اور آزاد ہو اس وقت اس سے عبادت کا کام لو، مگر جو واجب عبادتیں ہیں ان کی بات دوسری ہے انہیں تو بہر حال ادا کرنا ہے اور وقت پر بجالانا ہے۔

دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر اس حال میں آئے کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دنیا طلبی میں لگے ہو۔ فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا کیونکہ برائی برائی کی طرف بڑھا کرتی ہے اللہ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھو اللہ کے دوستوں سے دوستی کرو اور غصے سے ڈرو کیونکہ یہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے (۹۶)

آپؑ کے چند مختصر ارشادات

آپؑ کے جو مختصر اور مفید جملے ہم تک پہنچے ہیں ان کا احصار و شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے نہج البلاغہ میں تقریباً پانچ سو جملے ہیں اور لبنانی ادیب امین نے آپؑ کے ایک سو جملوں کا ایک باغیچہ مستقل کتاب میں لگایا ہے آپؑ کے ایک ہزار فقرے ایک الگ کتاب میں چھپے ہیں اور کچھ لوگوں نے آپ دو ہزار ارشادات لے کر شائع کئے ہیں۔

یہ مختصر ارشادات اخلاق و عرفان اور آداب و علوم کے ان مطالب پر محیط ہیں جن پر دوسرے لوگوں کے طویل مقالے پورے نہیں اترے۔ ان میں ہماری اخلاقی بیماریوں کا مفید علاج اور اجتماعی مشکلات کا مجرب حل ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

(۱)　جب تجھے اپنے دشمن پر قدرت حاصل ہو تو اس قدرت پانے کا شکرانہ اس کو معاف کرنا قرار دو۔

(۲)　جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

(۴) اے ابن آدم! جب تم اپنے پروردگار کو دیکھو کہ تم پر پے در پے انعامات کی بارش کر رہا ہے جبکہ تم اس کی نافرمانی کر رہے ہو، تو اس کی گرفت سے ڈرو۔

(۵) جب تم پیچھے کی طرف جا رہے ہو اور موت تمہاری طرف بڑھ رہی ہو، تو پھر بہت جلد ملاقات ہونے والی ہے۔

(۶) زبان ایک درندہ ہے۔ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

(۷) مجھے اس پر تعجب ہے جو ناامید ہے جبکہ وہ استغفار اور طلب بخشش کر سکتا ہے۔

(۸) جو اپنے اور خدا کے درمیان اصلاح کر لے تو خدا اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات کو درست کر دے گا، جو اپنی آخرت کے معاملے کو درست کر لے خدا اس کی دنیا کے معاملات کو صحیح کر دے گا اور جس شخص کے لیے اس کے نفس میں واعظ موجود ہو، خدا اس کی طرف سے اس پر ایک حافظ و نگہبان ہے۔

(۹) اگر تجھے خالق کی عظمت کا احساس ہو جائے تو مخلوق تیری نگاہ میں حقیر ہو جائے گی۔

(۱۰) مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ سخت ہو گا جب ظالم، مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

(۱۱) مخلوق کی اطاعت، خالق کی نافرمانی میں جائز نہیں۔

(۱۲) لوگ اپنی دنیا درست کرنے کے لیے امور دین میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے مگر یہ کہ خدا ان پر ایسی چیز کو کھول دے گا جو ان کے لیے اس سے زیادہ مضر ہو گی۔

(۱۳) جو شخص اپنے نفس کو تہمت کی جگہوں پر رکھے، پھر جو اس کے بارے میں بدگمانی کرے اسے ہرگز ملامت نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جو شخص خدا کی خاطر غضب کے نیزے کی دھار کو تیز کرے وہ باطل کے سخت ترین افراد کو قتل کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

(۱۵) معاد و قیامت کے لیے بدترین زاد راہ بندگان خدا پر تجاوز اور ظلم و عدوان ہے۔

(۱۶) خدا سے ڈرو چاہے یہ ڈر قلیل ہی کیوں نہ ہو اور اسے اپنے اور خدا کے درمیان پردہ قرار دو، چاہے باریک ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۷) اللہ کا ہر نعمت میں ایک حق ہے، جو اسے ادا کرے اس نے اس نعمت میں اضافہ کیا اور جو اس میں کوتاہی کرے وہ زوال نعمت کے خطرے سے دوچار ہو گا۔

(۱۸) اعمال میں سب سے افضل وہ ہے جس کے لیے تم اپنے نفس کو مجبور کرو۔

(۱۹) دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے اور دنیا کی مٹھاس آخرت کے لیے کڑواہٹ ہے۔

(۲۰) اے فرزند آدم! اپنے مال میں اپنے نفس کا وصی بن جا اور اس میں وہ کچھ (اضافہ یا کمی) کر جس کو ترجیح دیتا ہے کہ تیرے (مرنے کے) بعد اس میں کیا جائے۔

(۲۱) جب تم فقیر ہو جاؤ تو صدقہ دے کر اللہ سے تجارت کرو۔

(۲۲) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

(۲۳) تنہائیوں میں خدا کی نافرمانی سے بچو کیونکہ جو گواہ ہے وہی منصف ہے۔

(۲۴) سخت ترین گناہ وہ ہے جسے اس کا مرتکب معمولی اور حقیر سمجھے۔

(۲۵) پاکدامنی فقر اور شکرانہ تونگری کی زینت ہے۔(۹۷)

امیر المومنینؑ کی طرف سے جوابات کے چند نمونے

اکثر اوقات امام علیہ السلام کی خدمت میں مشکل سوالات پیش کئے جاتے جن کا تفصیلی جواب آپ فی البدیہ اور ایک ہی لحظے میں دے دیتے۔ بعض اوقات علماء نصاریٰ اور اہل کتاب کے بزرگ، جو نسل در نسل علماء کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سوالات اٹھاتے۔ یہ سوالات ان لوگوں کے سامنے پیش کئے جاتے جو حضرت امیر المومنینؑ کو نظر انداز کر کے اہل اسلام کے قائد بن بیٹھے تھے۔ لیکن وہ جواب سے عاجز رہتے۔ آخر کار آپ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا۔ پس آپ ہی ایسے اہم امور میں جائے پناہ تھے اور شدائد و مشکلات میں آپ ہی ملجا و ماویٰ تھے۔

۱۔ ایک عرب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے کتے کو دیکھا کہ جس نے بکری سے (جنسی) ملاپ کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کے بارے میں کیا حکم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کو کھانے میں آزماؤ۔ اگر وہ گوشت کھائے تو کتا ہے اور اگر گھاس کھائے تو بکری ہے۔

عرب نے کہا: میں نے اسے دیکھا کہ کبھی وہ گھاس کھاتا ہے اور کبھی گوشت۔

آپؑ نے فرمایا: پانی پینے میں اس کا امتحان کرو۔ اگر گھونٹ گھونٹ کر کے پئے تو بکری ہے اور اگر زبان سے چاٹ کر پئے تو کتا ہے۔

عرب نے کہا: میں نے کبھی اسے گھونٹ بھر کے پیتے دیکھا ہے اور کبھی چاٹ کر۔

آپؑ نے فرمایا: پھر چوپایوں کے ساتھ چلنے میں اس کی پہچان کرو۔ اگر وہ ان کے پیچھے پیچھے رہتا ہے تو کتا ہے اور اگر آگے آگے یا درمیان میں رہتا ہے تو بکری ہے۔

اس نے کہا: کبھی اسے اس طرح دیکھتا ہوں اور کبھی اس طرح۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹھنے میں اس کا امتحان کرو۔ اگر گھٹنے ٹیک کر بیٹھتا ہے تو بکری ہے اور اگر وہ پچھلے پاؤں پر بیٹھتا ہے تو کتا ہے۔

اس عرب نے کہا: کبھی اس طرح بیٹھتا ہے کبھی اس طرح۔

آپؑ نے فرمایا: اسے ذبح کرو۔ اگر اس میں اوجھڑی ہے تو بکری ہے اور اگر صرف انتڑیاں ہیں تو کتا ہے۔

امام عالی مقامؑ کے اس فیصلے سے عرب مبہوت ہو کر رہ گیا (۹۸)

۲۔ روایت ہے کہ ایک شخص کو حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس لایا گیا۔ ہوا یہ تھا کہ ایک جماعت نے اس سے پوچھا: تم نے کس حال میں صبح کی۔ اس نے جواب دیا: ''میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں اور حق کو ناپسند کرتا ہوں اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ جسے نہیں دیکھا اس پر ایمان رکھتا ہوں اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی اس کا اقرار کرتا ہوں۔''

پس حضرت عمرؓ نے کسی کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے اس عرب کی گفتگو بتائی۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ وہ فتنہ سے محبت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں۔''

اور حق کو ناپسند کرتا ہے، یعنی موت کو ناپسند کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اور موت کی غشی حق کے ساتھ آئی۔''

یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ حق پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔''

اور اس پر ایمان رکھتا ہے کہ جسے دیکھا نہیں۔ اس سے مراد ہے کہ اللہ عز و جل پر ایمان رکھتا ہے۔

اس کا اقرار کرتا ہے جو پیدا نہیں ہوئی، یعنی قیامت۔

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا:

میں اللہ سے ہر اس مشکل کے لیے پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے علیؑ نہ ہوں (۹۹)

۳۔ کعب بن الاحبار نے آپ سے سوال کیا۔ اے ابوالحسنؑ! مجھے اس کی خبر دیجئے جس کا باپ نہیں اور اس کی جس کا قوم و قبیلہ نہیں فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جس کا قبلہ نہیں وہ مسجد الحرام ہے، وہ خود قبلہ ہے جبکہ اس کا کوئی قبلہ نہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا۔ اور سوال لاؤ اے کعب''!

اس نے کہا: ''مجھے ان تین چیزوں کے بارے میں خبر دیجئے جنہوں نے رحم مادر میں ایڑیاں نہیں رگڑیں۔''

آپؑ نے فرمایا: ''وہ عصائے موسیٰ، ناقہ ثمودؑ اور ابراہیمؑ کا مینڈھا ہے'' فرمایا، پوچھو اے کعب''!
اس نے کہا: ''اے ابوالحسنؑ! ایک بات رہ گئی ہے اگر آپؑ نے وہ بتادی تو آپ کو مانوں''۔ آپؑ نے فرمایا: کعب وہ بھی لے آؤ۔
وہ کہنے لگا: ''وہ قبر جو اپنے صاحب کو لے کر چلتی رہی، کیا ہے؟'' آپؑ نے فرمایا: ''وہ مچھلی ہے جس کے شکم میں اللہ نے حضرت یونسؑ کو قید رکھا۔'' (۱۰۰)

امیرالمومنینؑ کے فیصلے

بارہا آپؑ کے سامنے مشکل معاملات پیش کئے گئے جن کا فیصلہ کرنے والے عاجز رہے، فکر حیران رہی اور عقل کی رسائی ممکن نہ ہوئی۔ ایسے معاملات میں جب بھی آپؑ کی طرف رجوع کیا گیا تو آپؑ ان کے ملجا و ماویٰ قرار پائے۔ فصل خطاب (ایسا خطاب جو حق و باطل کے درمیان فاصلہ ہو) اور حکم فصل (ایسا حکم جو معاملہ کو چکا دے) آپؑ ہی کے پاس ہے۔
ایسا ہونے میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آپؑ ہی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں رسول اعظمؐ کا ارشاد ہے ''اقضاکم علی'' یعنی تم میں سب سے بڑے قاضی اور فیصلے کرنے والے علیؑ ہیں۔
ابن سعد اور باقی علماء جمہور نے حضرت علیؑ سے ذکر کیا ہے۔ آپؑ کہتے ہیں کہ مجھے رسولؐ اللہ نے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسولؐ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نوجوان ہوں اور نہیں جانتا کہ ان کے درمیان قضاوت کیسے کروں۔'' آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور اس کے بعد فرمایا ''خدایا اس کے دل کو ہدایت کی راہ پر گامزن رکھ اور اس کی زبان کو ثبات دے۔
''قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے دانے کو چیرا میں نے دو افراد کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی بھی شک نہیں کیا''۔ (۱۰۱)
ہمارے سامنے بہت سی ایسی کتب ہیں جو آنجنابؑ کے فیصلوں کے بارے میں لکھی گی ہیں۔ ہم نے ان میں سے کچھ فیصلے اخذ کئے ہیں۔
۱۔ شریح کہتا ہے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں فیصلے کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا اے ابوامیہ! میرے پاس ایک شخص نے دو عورتیں بطور امانت چھوڑیں جن میں سے ایک آزاد اور حق مہر والی تھی اور دوسری کنیز پس میں نے ان کو ایک ہی گھر میں رکھا۔ آج صبح ہوئی تو ان دونوں نے ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو جنم دیا ہے اور دونوں لڑکے کی مدعی اور لڑکی سے انکاری ہیں ان کے درمیان فیصلہ کرو۔

میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں تھا پس میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کے سامنے یہ قصہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا تو نے کیا فیصلہ دیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے اگر اس کا فیصلہ معلوم ہوتا تو آپ کے پاس نہ آتا۔ پس حضرت عمرؓ نے ان تمام اصحاب پیغمبرؐ کو جو موجود تھے، بلایا اور مجھے حکم دیا کہ انہیں وہ قصہ سناؤں۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اسے میری اور ان کی رائے کی طرف پلٹا دیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اس کے حل کا مقام کہاں ہے اور کہاں سے یہ فیصلہ لیا جا سکتا ہے اصحاب نے کہا گویا آپ کی مراد ابو طالبؑ کے فرزند ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں اور انہیں (حضرت علیؑ کو) چھوڑ کر اور کہاں جا سکتے ہیں۔ اصحاب کہنے لگے کہ کسی کو بھیجو کہ وہ علیؑ کو بلا لائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں! ان کے لیے ہاشم کی بلندی اور علم کی ترجیح وفضیلت ہے جس کی وجہ سے ان کے پاس جانا ہو گا نہ کہ انہیں بلایا جائے۔ فیصلے کے لیے ان کے گھر ہی جانا پڑے گا۔ لہٰذا ہمارے ساتھ ان کے گھر چلو۔

پس ہم امیر المومنینؑ کی خدمت میں ایک باغ میں حاضر ہوئے جہاں آپؑ زمین کو ہموار کر رہے تھے اور اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔

ترجمہ: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے باطل اور فضول چھوڑ دیا جائے گا۔ اور رو رہے تھے۔ ہم نے اتنی دیر آپؑ کو مہلت دی کہ آپ سکون میں آئے۔ پھر ہم نے آپؑ سے اجازت طلب کی پس آپؑ باغ سے نکل کر ہمارے پاس آئے اس وقت آپؑ کے جسم پر ایک قمیض تھی جس کی آستین نصفا نصف ہو چکی تھی۔

پس حضرت علیؑ، حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تجھے کونسی چیز ادھر لے آئی۔ انہوں نے کہا ایک عرض ہے اور مجھے حکم دیا تو میں نے آپؑ کے سامنے وہ قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تو نے کیا فیصلہ کیا ہے میں نے عرض کیا مجھے اس کا حکم معلوم نہیں ہے۔ آپؑ نے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی اور فرمایا اس معاملے میں فیصلہ کرنا تو اس (مٹی) سے بھی زیادہ معمولی ہے۔

پھر آپؑ نے دونوں عورتوں کو اپنے سامنے بلوایا اور ایک پیالہ منگوایا۔ پھر وہ پیالہ ان میں سے ایک کو دیا اور فرمایا کہ اس میں اپنا دودھ دوہنے کو کہا تو اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اسے وزن کیا اور جس عورت کا دودھ وزن میں کم تھا اسے کہا اپنی بیٹی لے جاؤ اور جس کا دودھ ثقیل اور وزن میں زیادہ تھا اس سے فرمایا کہ اپنا بیٹا لے لو۔

پھر آپ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا نے عورت کو مرد سے کم سطح پر رکھا ہے اور اس کی عقل اور میراث مرد کی عقل ومیراث سے کم رکھی ہے اور اسی طرح اس کا دودھ بھی اس کے دودھ سے کم ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالحسنؑ! حق نے تو آپؑ کو چاہا لیکن آپؑ کی قوم نے انکار کیا۔

آپؑ نے فرمایا۔ابوحفص! چھوڑو اس بات کو۔
"فیصلے کا دن ہی وعدہ گاہ ہے۔(۱۰۲)

۲۔ امیرالمومنینؑ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص کے سر پر ضرب لگائی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کا کہنا ہے کہ وہ نہ کچھ دیکھ سکتا ہے، نہ سونگھ سکتا ہے اور نہ ہی بول سکتا ہے۔
آپؑ نے فرمایا اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اس کے لیے تین دیات (۱۰۳) ثابت ہیں۔عرض کیا گیا یہ کیسے معلوم کیا جائے تا کہ اس کا سچ یا جھوٹ ثابت ہو سکے۔
آپؑ نے فرمایا اس کا آنکھوں کے بارے میں دعویٰ کرنا کہ وہ ان میں سے کچھ نہیں دیکھ سکتا تو اس کا ثبوت و عدم ثبوت ممکن ہے وہ اس طرح کہ اس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنی آنکھیں سورج کی طرف بلند کرے اگر وہ صحیح و سالم ہوا تو اپنی آنکھیں جھپکنے سے نہیں روک سکے گا اور اگر اس کا دعویٰ سچا ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتا تو اس کی آنکھیں کھلی رہیں گی۔
رہا اس کا یہ دعویٰ کہ سونگھنے کی قدرت اس سے سلب ہوگئی ہے تو ضروری ہے کہ کوئی جلتی ہوئی چیز اس کی ناک کے قریب لائی جائے اگر وہ صحیح ہوا تو جلنے والی چیز کی بو اس کے دماغ کی طرف جائے گی اور اس کی آنکھوں سے آنسو اور پانی نکلے گا اور سر میں درد محسوس کرے گا۔
رہی یہ بات کہ وہ بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کے صحیح یا غلط ہونے کی پہچان سوئی کے ساتھ کی جائے۔ وہ اس کی زبان میں چبھوئی جائے اگر وہ بول سکتا ہے تو سرخ رنگ کا خون نکلے گا اور اگر معاملہ ویسا ہی ہے جیسے دعویٰ کرتا ہے تو خون سیاہ رنگ کا خارج ہوگا(۱۰۴)

۳۔ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانے میں ایک شخص مقام جبل سے حج کے لیے آیا۔اس کے ساتھ اس کا ایک غلام بھی تھا غلام سے کوئی غلطی ہوئی تو اس کے آقا نے ایسے پیٹا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ کہنے لگا تو میرا مولا اور سردار نہیں بلکہ میں تیرا آقا ہوں۔اب مالک غلام کو دھمکیاں دیتا اور غلام مالک کو۔آخر مالک نے کہا اے اللہ کے دشمن! جس طرح چاہو رہو یہاں تک کہ ہم کوفہ پہنچیں اور میں تجھے امیرالمومنین کے پاس پہنچاؤں گا۔
جب وہ امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جس شخص نے غلام کو مارا تھا کہا کہ یہ میرا غلام ہے اس سے غلطی اور گناہ ہوا تو میں نے اسے مارا۔اب یہ میرے خلاف کود پڑا ہے۔
دوسرا کہنے لگا خدا کی قسم! یہ میرا غلام ہے میرے باپ نے مجھے اس کے ساتھ بھیجا تھا تا کہ یہ مجھے پڑھائے لکھائے اور اب یہ میرے خلاف ہو گیا اور میرے غلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تا کہ میرا مال لے لے۔
آپؑ نے دیکھا کہ یہ بھی قسمیں کھاتا ہے اور وہ بھی قسمیں کھاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تکذیب

کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا اس وقت چلے جاؤ اور آج رات آپس میں تصفیہ کر لو اور میرے پاس صرف حق کے ساتھ ہی آنا جب صبح ہوئی تو آپ نے قنبر سے فرمایا، دیوار میں دو سوراخ کر دو۔ آپ کا دستور تھا کہ صبح اٹھتے تو تعقیبات پڑھتے رہتے یہاں تک کہ سورج نیزے برابر چڑھ آتا۔

پس وہ دونوں شخص آئے اور دوسرے لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ان پر ایسا قضیہ وارد ہوا ہے جیسا پہلے کسی پر نہیں ہوا اور وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے۔

پھر آپؑ نے ان دونوں سے کہا اب کیا رائے ہے؟ دونوں نے ایک دوسرے پر غلام ہونے کی قسم کھائی۔ لہٰذا آپؑ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم سچ بولو گے۔ چنانچہ آپؑ نے دونوں سے کہا کہ ایک ایک سوراخ (دیوار) میں سر داخل کرو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے قنبر! جلدی سے رسولؐ اللہ کی تلوار میرے پاس لے آؤ۔ میں ان میں سے اس تلوار کے ساتھ غلام کی گردن اڑانا چاہتا ہوں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ غلام نے جلدی سے اپنا سر باہر نکال لیا لیکن دوسرا شخص اس سوراخ میں سر داخل کئے رہا۔ حضرت علیؑ نے غلام سے کہا کیا تو نے یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ تو غلام نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں! لیکن اس نے مجھے مارا تھا اور مجھ پر زیادتی کی تھی پس اس لیے امیر المومنینؑ نے (زیادتی نہ کرنے کا) پختہ وعدہ لے کر غلام کو اس کے سپرد کر دیا۔(۱۰۵)

۴۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے ایک انصاری نوجوان کا دامن پکڑا ہوا تھا۔ وہ عورت اس پر عاشق تھی۔ جب اس نوجوان نے اس کا ساتھ نہ دیا تو اس کے خلاف حیلہ بنایا۔ اس عورت نے انڈا لیا، اس کی زردی پھینک دی اور سفیدی اپنے کپڑوں اور رانوں پر ڈال دی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس چیختی چلاتی ہوئی آئی اور کہنے لگی اس شخص نے مجھ پر زیادتی کی اور مجھے میرے خاندان میں رسوا کیا اور اس کے فعل کا یہ ثبوت ہے۔

حضرت عمرؓ نے عورتوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کے بدن اور کپڑوں پر منی کا اثر تو ہے۔ حضرت عمرؓ نے نوجوان کو سزا دینا چاہی تو وہ فریاد کرنے لگا اور کہنے لگا میرے بارے میں تحقیق کرو۔ خدا کی قسم! میں نے برا کام نہیں کیا اور نہ ہی میں نے اس کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے مجھے ورغلایا ہے مگر میں نے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھا اور بچایا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالحسنؑ! آپ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس چیز کو دیکھا جو کپڑے پر لگی تھی آپؑ نے سخت کھولتا ہوا گرم پانی منگوایا اور کپڑے پر ڈالا تو وہ سفیدی جم گئی۔ پھر اس کو اٹھا کر آپ نے سونگھا اور اس کا ذائقہ معلوم کیا۔ پھر عورت کو سختی سے جھڑکا تو اس نے (اپنے جھوٹ) کا اعتراف کر لیا(۱۰۶)

۵۔ آپؑ نے ایک نوجوان کو روتے ہوئے دیکھا۔ اس کے گرد کچھ لوگ تھے جو اسے چپ کرانے کی کوشش کررہے تھے اس کا قصہ یوں تھا کہ اس کا باپ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر پر گیا تھا۔ واپسی پر انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ وفات پا گیا ہے اور اس کے مال وثروت کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا جبکہ اس کے پاس بہت سارا مال تھا۔ قاضی شریح نے ان کے حق میں فیصلہ دے کر انہیں بری کردیا۔

آپؑ نے ان اشخاص کو بلایا اور ایک مخصوص فوجی دستہ منگوا کر ان میں سے ہر شخص پر دو فوجی متعین کردیئے۔ پھر انہیں بلایا اور ان کی چیزوں پر نظر ڈالی اور ان سے کہا یہ تم کیا کہتے ہو، گویا مجھے معلوم نہیں کہ تم نے اس جوان کے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ پھر ان کے بارے میں حکم دیا اور انہیں الگ الگ کردیا اور ان میں سے ہر ایک کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ کھڑا کردیا پھر آپؑ نے اپنے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کو بلایا اور فرمایا جو کچھ میں لکھواؤں اسے لکھ لو۔ پھر آپؑ نے لوگوں سے کہا جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا۔

پھر ان میں سے ایک کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم لوگ کس دن اپنے گھروں سے نکلے تھے اور کس مہینے، کس سال کس دن اور کس جگہ اس نوجوان کا باپ فوت ہوا تھا اور اسے کیا بیماری تھی۔ کتنی مدت بیمار رہا اس کی تیمارداری کون کرتا تھا۔ وہ کس دن مرا تھا۔ اسے کفن کس نے پہنایا تھا اور کن کپڑوں میں تم نے اسے کفن دیا تھا۔ کس نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور کس نے اسے قبر میں اتارا تھا۔

وہ شخص آپؑ کے سوالات کے جوابات دیتا رہا۔ جب آپؑ نے سوالات ختم کر لیے تو تکبیر کہی.......... آپؑ کے سب صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔

وہ جو باقی لوگ تھے شک میں پڑ گئے اور انہیں اس بات کا یقین سا ہو گیا کہ ان کے ساتھی نے ان کے اور اپنے خلاف اقرار کر لیا ہے۔

آپؑ نے حکم دیا اس شخص کو قید خانے میں بند کر دیا جائے۔ پھر آپؑ نے دوسرے کو بلایا اور اس سے فرمایا گویا تو نے گمان کر لیا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ تم نے اس جوان کے باپ کے ساتھ کیا کیا ہے؟''

وہ شخص کہنے لگا کہ میں تو ان جیسا ہی ایک ہوں۔ میں اس کے قتل کو ناپسند کرتا تھا۔ جب اس شخص نے اقرار کر لیا تو آپؑ نے باقیوں کو یکے بعد دیگرے بلانا شروع کیا اور سب نے اقرار کر لیا۔ پھر آپؑ نے اسے بلایا جسے قید کرنے کا حکم دیا تھا اس نے بھی اسی طرح اقرار کر لیا۔

پس آپؑ نے اس شخص کا مال اور خون ان لوگوں کے ذمے قرار دیا (۱۰۷)

۶۔ حنش بن معتمر سے روایت ہے کہ وہ مردوں نے نے قریش کی ایک عورت کے پاس سو دینار امانت رکھے اور اس سے کہا کہ جب تک ہم دونوں نہ ہوں کسی ایک کو واپس نہ کرنا۔ ایک سال تک وہ رکھے رہے۔ پھر ان میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے لہٰذا دینار مجھے دے دو۔ اس

عورت نے انکار کیا۔ اس شخص نے اس کے خاندان کے لوگوں سے اس پر دباؤ ڈلوایا اور وہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے وہ دینار اس شخص کو دے دیے۔ پھر ایک سال گزر گیا تو دوسرا شخص آیا اور دینار کا مطالبہ کیا۔ اس عورت نے بتایا کہ وہ تیرا ساتھی آ کر کے گیا ہے اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ تم مر گئے ہو۔ لہٰذا میں نے وہ دینار اس کو دے دیے۔ پس وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس یہ جھگڑا لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس عورت کے خلاف فیصلہ دیں کیونکہ وہ ضامن ہے۔ عورت کہنے لگی کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ تم ہمارے درمیان فیصلہ نہ کرو اور ہمارا مقدمہ علی بن ابن طالب کے پاس پیش کرو۔ پس حضرت عمرؓ نے ان کا مقدمہ حضرت علیؑ کی طرف منتقل کر دیا اور وہ تو جانتے تھے کہ ان دو مردوں نے اس عورت کے ساتھ مکر وفریب کیا ہے۔

لہٰذا آپؑ نے اس شخص سے کہا کہ کیا تم دونوں نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے دونوں کے بغیر ایک کو مال واپس نہ کرنا۔ اس شخص نے کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا تمہارا مال ہمارے پاس موجود ہے جاؤ اور اپنے ساتھی کو لے کر آؤ تا کہ ہم تم دونوں کو تمہارا مال واپس کر دیں۔

یہ خبر جب حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا خدا مجھے فرزند ابوطالب کے بعد زندہ نہ رکھے۔ (۱۰۸)

۷۔ روایت ہے کہ دو عورتوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بچے کے بارے میں جھگڑا کیا۔ ہر ایک اس کے متعلق اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ بغیر کسی دلیل اور گواہ کے۔ اور اس معاملے میں ان دونوں کے لیے کوئی گواہی دینے والا بھی نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس بارے میں فیصلہ کرنے میں اشتباہ ہوا اور انہوں نے امیر المؤمنین کی طرف رجوع کیا۔ تب آپؑ نے ان دونوں عورتوں کو بلایا اور انہیں وعظ و نصیحت کیا اور ڈرایا دھمکایا لیکن وہ دونوں اختلاف پر قائم رہیں۔

جب ان کا جھگڑا طول پکڑ گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے آری لا دو۔ وہ دونوں عورتیں کہنے لگیں اس کو آپ کیا کریں گے؟ فرمایا میں اس بچے کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو آدھا آدھا دے دوں گا۔ پس ان میں سے ایک تو خاموش رہی لیکن دوسری کہنے لگی اللہ کو یاد کریں اے ابوالحسن! اگر اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تو میں اس بچے کی سخاوت کرتی ہوں اور دوسری عورت کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تیرا ہی بیٹا ہے نہ کہ اس کا۔ اگر اس کا بیٹا ہوتا تو اس پر بھی رقت طاری ہوتی اور وہ بھی اس پر شفقت کرتی۔ دوسری عورت نے یہی اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے۔ پس حضرت عمرؓ کے سر سے مشکل بلا ٹل گئی اور آپ نے امیر المؤمنین کے حق میں دعا کی کیونکہ انہوں نے اس فیصلے کے ذریعے سے انہیں ایک مشکل سے نجات دلا دی تھی۔ (۱۰۹)

۸۔ ایک عورت کو لایا گیا جس نے شادی سے چھ ماہ بعد بچہ جنا تھا۔ حضرت عثمان نے چاہا کہ اسے سنگسار کریں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا اگر وہ عورت کتاب خدا سے تم سے جھگڑا کرے تو تم پر غالب آئے گی۔ خدا کہتا ہے:

''اسکا حمل اور دودھ بڑھائی تیس ماہ ہیں''

پھر فرمایا:

اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں۔ اگر کوئی رضاعت کو تمام کرنا چاہتا ہے تو دو سال دودھ پلانے کی مدت ہے اور چھ ماہ حمل کی مدت ہے پس حضرت عثمان نے کہا اسے واپس لے جاؤ۔(۱۱۰)

۹۔حضرت عمر کے پاس ایک غلام کا مقدمہ لایا گیا کہ ایک غلام نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔حضرت علی نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کیا تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟ غلام نے کہا جی ہاں۔فرمایا کیوں قتل کیا ہے؟ کہنے لگا وہ مجھ پر غالب آ گیا اور مجھ سے بدفعلی کی۔

حضرت علی نے مقتول کے وارثوں سے کہا کیا تم نے اپنے مقتول کو دفن کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا: کب دفن کیا ہے؟ کہنے لگے ابھی ابھی۔آپ نے حضرت عمر سے کہا اس غلام کو قید میں رکھو اور اس کے بارے میں کوئی کارروائی نہ کرو جب تک تین دن نہ گزر جائیں۔ پھر آپ نے مقتول کے ورثاء سے کہا کہ جب تین دن گزر جائیں تو ہمارے پاس آنا۔ جب تین دن گزر گئے تو وہ لوگ آئے۔ پس حضرت علی نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور اس شخص کی قبر تک پہنچے۔امیرالمؤمنین نے مقتول کے وارثوں سے پوچھا کیا اس کی قبر یہی ہے؟ انہوں نے تصدیق کی۔آپ نے فرمایا اسے کھودو! جب وہ لحد تک پہنچے تو فرمایا میت نکالو۔انہوں نے لحد میں اس کے کفن کے ٹکڑے دیکھے مگر اسے نہ پایا تو حضرت علی کو بتایا۔پس آپ نے فرمایا! اللہ اکبر! خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر دی گئی۔ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ میری امت میں سے جو شخص قوم لوط والا عمل کرے گا، پھر اسی حالت میں مرے گا تو اسے اتنی مہلت دی جاتی ہے۔کہ قبر میں رکھا جائے۔ جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو تین دن سے زیادہ اس میں نہیں رہتا۔یہاں تک کہ اسے قوم لوط کے ہلاک ہونے والے لوگوں میں پھینک دیا جاتا ہے اور انہی کے ساتھ محشور ہوتا ہے۔(۱۱۱)

عاصم بن حمزہ سے روایت ہے کہ ایک لڑکا اور عورت حضرت عمر کے پاس آئے۔لڑکے نے کہا خدا کی قسم یہ میری ماں ہے جس نے نو ماہ مجھے اپنے شکم میں رکھا اور پورے دو سال مجھے دودھ پلایا ہے۔اب اس نے میرے بیٹا ہونے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے اپنے سے دھتکار دیا ہے اور یہ گمان کرتی ہے کہ مجھے پہچانتی ہی نہیں۔پس اس عورت کے ساتھ اس کے چار بھائی اور چالیس قسم کھانے والے اس کے حق میں گواہی دینے لگے کہ یہ لڑکا ظالمانہ دعوی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس عورت کو اس کے قبیلے میں ذلیل و رسوا کرے اور یہ عورت تو باکرہ ہے اور اس سے کسی نے شادی نہیں کی۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس لڑکے پر حد جاری کی جائے۔اس لڑکے نے حضرت علی کی طرف دیکھا اور کہا یا امیرالمؤمنین! میرے اور میری ماں کے درمیان فیصلہ کیجئے۔پس حیدر کرار نبی اکرم کی جگہ پر جا بیٹھے اور فرمایا:

اے عورت تیرا کوئی ولی یا سرپرست ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! میرے چار بھائی ہیں۔ آپ نے ان جوانوں سے کہا کیا تمہیں اور تمہاری بہن کو میرا فیصلہ قبول ہے؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا میں اللہ کو اور حاضرین کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس عورت کی چار سو درہم مہر پر اس لڑکے سے شادی کرتا ہوں اور مہر کی ادائیگی میرے مال میں سے ہوگی۔ اے قنبر! درہم لے آؤ۔ وہ درہم لے آیا تو آپ اس لڑکے سے فرمایا نے یہ درہم لے کر اپنی بیوی کی گود میں ڈال دے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے گھر لے جا۔ وہ عورت چیخ اٹھی۔ الامان! اے ابن عم رسول اللہ۔ خدا کی قسم یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے بھائیوں نے ایک پست شخص سے میری شادی کی تھی جس سے میں نے یہ لڑکا جنا۔ جب یہ بالغ ہوگیا اور عالم شباب کو پہنچا تو انہوں نے ناک چڑھایا اور اسے برا سمجھا اور مجھ سے کہا کہ اس کو بیٹا ماننے سے انکار کرو اور میں نے ان کے خوف کی وجہ سے ایسا کیا۔

پس اس عورت نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر چلی گئی حضرت عمر نے پکار کر کہا:

''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا'' (۱۱۲)

آپؑ کی مختصر دعاؤں کے چند نمونے

منجملہ ان چیزوں کے جن سے ہمارے آئمہ علیہم السلام مخصوص تھے، ایک دعا ہے اور یہ ایسی خوبی ہے کہ جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ اور ایسی کرامت و بزرگی ہے جو ان کا خاصہ ہے۔

سید الاہل استاد عبدالعزیز کہتا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی شخص بھی اس ''صفت دعا'' میں فضیلت نہیں رکھتا تھا۔ (۱۱۳)

اور ان کیلئے صحیفہ سجادیہ ہی کافی ہے جو کہ زبور آل محمد، دائرہ علم کبریٰ، معارف و اخلاق کا مجموعہ اور الہیات میں واحد وسیع میدان کی حیثیت رکھتا ہے۔

سینکڑوں علماء ان کی دعاؤں کو جمع کرنے کے درپہ ہیں اور ان پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ ان کتب کے علاوہ ہیں جو سوانح اور سیر پر مشتمل ہیں۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام کی بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ اگر انہی کو ہم جمع کرلیں تو اس کتاب سے کئی گنا بڑی کتاب بن جائے۔

یہاں آپ کی مختصر دعاؤں پر انحصار کیا جاتا ہے:

۱۔ آپ کی دعا ہے۔

اللهم انی اعوذبك من هيجان الحرص . و سورة الغضب . و غلبة الحسد . و ضعف الصبر . و قله القناعه. و شكاسه الخلق . و الحاح الشوة. و ملكه الحميه اتباع الهوى . و مخالفه الهدى . و سنه الغفله . و تعاطى الكلفه . ايثار الباطل على الحق . و الاصرار على المائم . و الاسكثار من المعصيه . الاقلال من الطاعه . و مباهاة المكثرين . و الازراء على المقلين. و سوء الولايه على من تحت ايدينا . و ترك الشكر لمن اصطنع العارفه عندنا. و ان نضد ظالما . اور نهذل ملهوفاً . اونروم ماليس لنا بحق . اونقول بغير علم . و نعوذبك ان ننطوى على غش لاحد . و ان نعجب باموالنا . و اعمالنا و ان نمد فى امالنا . و نعوذبك من سوء السريره . و احتقار الصغيره . و ان يستحوذ علينا الشيطان . او يستندلنا الزمان . او يتهضمنا السلطان . و نعوذبك من حب الاسراف . و فقدان الكفاف . و من شماته الاعداء . و الفقر على الاصدقاء . و من عيشة فى شدة. اوموت على غيره عدة . و نعوذبك اللهم من الحسرة العظمى . و المصبيه الكبرى . و من سوء الماٰب . و حرمان الثواب . و حلول العقاب . اللهم اعذنا من كل ذلك برحمتك . و منك . و جودك انك على كل شىء قدير

ترجمہ:

خدایا! ہم حرص ولالچ کے ہیجان میں آنے، غیظ وغضب کے ابھرنے، حسد کے غلبہ کرنے، صبر کے کمزور ہونے، قناعت کے تھوڑا ہونے، خلق کی شکستگی سے، خواہش وشہوت کے اصرار سے، بے موقع غیرت وحمیت کے غلبہ سے، ہواوہوس کی پیروی سے، ہدایت کی مخالفت سے، غفلت کی اونگھ سے، مشقت وزحمت میں پڑنے سے، باطل کو حق پر ترجیح دینے سے، گناہوں پر اصرار کرنے سے، گناہ زیادہ کرنے اور اطاعت کم کرنے سے، مالداروں سے فخر ومباہات کرنے سے اور فقراء پر عیب لگانے سے، اپنے محکوموں پر سخت گیری سے اور جو ہمارے ساتھ نیکی کرتے ہیں ان کا شکریہ ترک کرنے سے، تیری پناہ مانگتے ہیں۔ ہم اس سے بھی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ظالم کا کندھا مضبوط کریں یا مصیبت زدہ کی مدد چھوڑ دیں، یا ہم ایسی چیز کا ارادہ کریں جو ہمارا حق نہیں ہے، یا علم کے بغیر بات کریں۔ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کسی کو دھوکا دینے کی نیت کریں، اپنے مال اور اعمال پر اترائیں، طول طویل امیدیں باندھیں، بد باطنی کی وجہ سے چھوٹے گناہوں کو حقیر سمجھنے سے، یہ کہ ہم پر شیطان کا غلبہ ہو، یا زمانہ

ہمارا سہارا بنے ، یا بادشاہ ہم پر ظلم کرے ، ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اسراف اور فضول خرچی کی محبت سے ، قدر و کفایت کے فقدان سے ، دشمنوں کی طعن و تشنیع سے ، دوستوں کے فقر و فاقہ سے اور تختی کی زندگی سے ، یا وعدہ گاہ کے بغیر موت سے ۔ اے اللہ ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں حسرت عظمی سے ، مصیبت کبری سے ، بری بازگشت سے ، ثواب کی محرومیت سے اور عتاب کے نازل ہونے سے ۔ خدایا ! ہمیں ان تمام حالتوں سے اپنی رحمت ، احسان اور جود وسخا کی وجہ سے پناہ دے ۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔

۲ ۔ جب آپ چاند کی طرف دیکھتے تو یہ دعا مانگتے

اللهم انی اسئلك هذا الشهر . و نوره . و نصره . و بر كته . و طهره . ورزقه . و اسئلك خير مافيه . و خيرما بعده . و اعوذبك من شر ما فيه و شر ما بعده . اللهم ادخله علينا باالا من والايمان . والسلام و الاسلام . والبركه و التقوى . والتوفيق لما تحب و ترضى .

ترجمہ:

خدایا ! میں تجھ سے اس ماہ کی خیر و اچھائی ، نور و روشنی کا طلبگار ہوں ۔ اس کی برکت و پاکیزگی اور اس کا رزق چاہتا ہوں اور تجھ سے اس ماہ میں اور اس کے بعد بھی خیر چاہتا ہوں ۔ اس میں یا اس کے بعد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں ۔ خدایا ! اس ماہ کو امن و امان ، سلامتی ، برکت و تقوی اور جو تجھے محبوب اور پسندیدہ فعل ہے اس کی توفیق کے ساتھ ہم پر داخل کر ۔ (۱۱۴)

۳ ۔ آپ کی ایک دعا ہے

لا اله الا الله عدد الشوك والشجر . لا اله الا الله عدد الشعر و الوبر لا اله الا الله عدد القطر والمطر . لا اله الا الله عدد الحجر والمدر . لا اله الا الله عدد لمح العيون . لا اله الا الله فى الليل اذا عسعس و فى الصبح اذا تنفس . لا اله الا الله عدد الرياح فى البرارى والصخور . لا اله الا الله من اليوم الى يوم ينفخ فى الصور

ترجمہ:

لا الہ الا اللہ کانٹے اور درخت کی تعداد کے برابر ، لا الہ الا اللہ بالوں اور ریشوں کی تعداد کے مساوی ، لا الہ الا اللہ بارش کے قطروں کے برابر ، لا الہ الا اللہ پتھر اور ڈھیلوں کی تعداد کے مساوی ۔ لا الہ الا اللہ آنکھوں کی نگاہوں کی تعداد کے برابر ، لا الہ الا اللہ رات کی تاریکی میں اور صبح کی روشنی میں ۔ لا الہ الا اللہ چٹیل میدانوں میں

اور پتھروں کی تعداد میں، لا الہ الا اللہ آج کے دن سے لے کر اس دن تک جب صور پھونکا جائے گا۔ (۱۱۵)

۴۔آنجناب کی ایک دعا جو آپ واجب نماز کے بعد مانگتے تھے

اللهم انی اسئلك بأسمك المكنون. المخزون. الطاهر. الطهر. المبارك. واسئلك باسمك العظيم. وسلطانك القديم. یا واهب العطایا. ویا مطلق الاساری ویا فكاك الرقاب من النار. اسئلك ان تصلی علی محمد وآل محمد. وان تعتق رقبتی من النار. وان تخرجنی من الدنیا سالما. وان تدخلنی الجنه آمنا. وان تجعل دعائی اوله فلاحا. واوسطه نجاحا. وآخره صلاحا. انك انت علام الغیوب.

ترجمہ:

خدایا! میں تجھ سے تیرے پوشیدہ، خزانہ صفت، پاک وپاکیزہ، اور مبارک نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ تیرے اسم اعظم اور سلطنت قدیم کے نام پر سوال کرتا ہوں، اے عطیات کے بخشنے والے، اے قیدیوں کو رہا کرنے والے، اے جہنم کی آگ سے گردنوں کو چھڑانے والے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، میری گردن جہنم کی آگ سے آزاد کردے، مجھے دنیا سے صحیح وسالم اٹھالے، جنت میں امن و امان کے ساتھ داخل کردے اور میری دعا کی ابتداء فلاح، اس کا وسط کامیابی اور اس کا آخر صلاح ودرستی قرار دے، بے شک تو ہر طرح کے غائب کا جاننے والا ہے۔ (۱۱۶)

۵۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین سجدہ شکر میں کہا کرتے تھے:

عن الصادق علیه السلام. كان امیر المؤمنین علیه السلام یقول فی سجدة الشكر: یامن لا یزیده الحاح الملحین الا جودا و كرماء یامن له خزائن السموات والارض. یامن له خزائن مادق و ماجل. ولا تمنعك اساتی من احسانك. اسئلك ان تفعل بی ما انت اهله و انت اهل اجود. و الكرم. والعفو. یارب و انت القادر علی العقوبه یا رب و قد استحققتها. لا حجه لی ولا عذر لی عندك. الیك الجات اموی كلها. اعترفت بها كی تعفو عنی و نات اعلم بها منی. بؤت الیك من كل ذنب اذنبه م. وكل خطیئه اخطأتها. و بكل سیئه عملتها فاغفر. وارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعزام الركرم.

ترجمہ:

اے وہ کہ جو اصرار کرنے والوں کے اصرار پر جود و کرم کے علاوہ کچھ زیادتی نہیں کرتا، اے وہ کہ جس کیلئے آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں، اے وہ کہ جس کے پاس دقیق و جلیل خزانے ہیں اور میری برائی تیرے لئے مجھ سے حسن سلوک کرنے میں مانع نہیں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے وہ سلوک کر جس کا تو اہل ہے اور تو یقیناً جود و کرم اور عفو کا اہل ہے۔ اے رب! تو سزا دینے پر قادر ہے اور اے پروردگار! میں اس کا مستحق ہو چکا ہوں۔ تیرے سامنے نہ میری کوئی حجت ہے اور نہ کوئی عذر۔ میں اپنے تمام امور میں تیرے پاس مجبور ہو کر آیا ہوں۔ میں ان کا اعتراف کرتا ہوں تا کہ تو مجھے معاف فرما دے۔ تو ان (گناہوں) کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے خدا! ہر اس گناہ سے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں، ہر اس خطا سے جو مجھ سے سرزد ہوئی ہے اور ہر برائی سے جس کو میں نے کیا ہے، میں نے تیری ہی طرف سکون و قرار پایا ہے۔ پس تو بخش دے اور رحمت نازل فرما اور اس سے درگذر فرما جسے تو جانتا ہے۔ بے شک تو زیادہ عزیز و غالب اور کریم ہے۔ (۱۱۷)

۶۔ آپ کی ایک دعا ہے:

اللهم طهر لسانی من الكذب. و قلبی من النفاق. و عملی من الرياء. و بصری من الخيانة. فانك تعلم خائنه الاعين وما تخفى الصدور.

ترجمہ:

خدایا! میری زبان کو جھوٹ سے، دل کو نفاق سے، عمل کو ریاء اور دکھاوے سے، اور میری نگاہوں کو خیانت سے پاک رکھ، بے شک تو ہی خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینوں کے اندر چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔ (۱۱۸)

۷۔ آپ کی دعا ہے جو آپ صبح کے وقت پڑھتے تھے:

الحمد الله الذی عرفنی نفسه و لم يتركنی عميان القلب. الحمد لله الذی جعلنی من امه محمد. الحمد الله الذی جعل رزقی فی يده ولم يجعله ايدی الناس. الحمد الله الذی ستر عورتی ولم يضحنی بين الناس.

ترجمہ:

حمد ہے اس اللہ کی جس نے مجھے اپنا نفس پہچنوایا اور مجھے دل کا اندھا بنا کے نہیں چھوڑا۔

تعریف ہے اس خدا کی جس نے مجھے امت محمد میں سے قرار دیا۔ حمد ہے اس اللہ کی جس نے میرا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اسے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں رکھا۔

حمد ہے اس اللہ کی جس نے میری پردہ پوشی کی اور لوگوں کے درمیان مجھے رسوا نہیں کیا۔ (۱۱۹)

۸-آپ کی ایک اور دعا ہے:

سبحان من لا تبيد معالمه. سبحان من لا تنقص خزائنه. سبحان من لا اضمحلال لفخره. سبحان من لا ينفد ما عنده. سبحان من لا انقطع لمدته. سبحان من لا يشارك احد في امره. سبحانه من لا اله غيره.

ترجمہ:

پاک ومنزہ ہے وہ ذات جس کے نشان نہیں مٹتے، منزہ ہے وہ جس کے خزانے ختم نہیں ہوتے۔ منزہ ہے وہ جس کے فخر کیلئے مضمحل ہونا نہیں، پاک ہے وہ کہ جس کے پاس جو کچھ ہے ختم نہیں ہوتا۔ منزہ ہے کہ جس کی مدت ختم ہونے والی نہیں۔ پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس کے امر میں کوئی شریک نہیں اور پاک ومنزہ ہے وہ کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ (۱۲۰)

۹-آپ کی دعا ہے:

اللهم اغفرلی ما انت اعلم به منی. فان عدت فعدلی بالمغفرة. اللهم اغفرلی ما اليت به على نفسي ولم تجد له عندي وفاء. اللهم اغفرلی ما تقربت به اليك ثم خالفه قلبي اللهم اغفرلی زمرات الالحاظ. وسقطات الالفاظ. و شهوات الجنان. و هفوات اللسان.

ترجمہ:

خدایا! میرے ان گناہوں کو بخش دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اگر میں ان کی طرف دوبارہ لوٹوں تو تو میری طرف مغفرت کیلئے لوٹ۔ خدایا! میرے وہ گناہ بخش دے جن کے بارے میں میں نے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور اس کے باوجود تو نے مجھ سے اس عہد کی وفا نہیں پائی۔

خدایا! میرے وہ اعمال بخش دے جن کے ذریعے میں تیرا قرب حاصل کرنا چاہا، پھر میرے دل نے اس

کی مخالفت کی۔

خدایا! نگاہوں کے اشارے، الفاظ کی کاٹ، دلوں کی شہوات اور زبان کی بے ہودہ باتیں بخش دے۔ (۱۲۱)

۱۰۔ آپ کی ایک دعا جو آپ ختم قرآن کریم کے بعد پڑھا کرتے تھے یہ ہے:

اللهم اشرح لی بالقرآن صدری . واستعمل بالقرآن بدنی و نور بالقرآن بصری . واطلق بالقرآن لسانی. واعنی علیه ما ابقیتنی. فانه لا حول ولا قوة الا بك .

ترجمہ:

خدایا! قرآن کے ذریعے میرے سینے کو کھول دے اور قرآن کے ساتھ میرے بدن کو عمل میں لے آ۔ قرآن ہی سے میری نگاہوں کو روشن کر دے، قرآن کے ساتھ میری زبان کو کھول دے اور جب تک مجھے باقی رکھے اس پر میری مدد و اعانت فرما کیونکہ تیرے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ (۱۲۲)

آپ کی مقبولیت دعا

یہ کرامت و بزرگی اور استجابت دعا صرف آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے لئے ہی وارد ہوئی ہے۔ پس وہ علماء کرام جنہوں نے ان کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں اور وہ حوادث و واقعات لکھے ہیں جن میں آئمہ علیہم السلام نے اللہ سے دعا کی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ خدا اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا ضامن ہے۔ پس فرمایا:

''مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا''

جب عام مومنین کیلئے یہ ہے تو پھر آئمہ اور مسلمانوں کے سرداروں کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

یہاں ہم ایسے چند واقعات تحریر کرتے ہیں جو ان کی قبولیت دعا کے بارے میں منقول ہیں۔

۱۔ جب آپ نے ان اصحاب رسول کو قسم دی جو غدیر کے دن حاضر تھے تو تیس صحابی کھڑے ہوئے جنہوں نے آپ کیلئے اس کی گواہی دی۔ لیکن انس بن مالک کھڑا نہ ہوا آنجناب نے اس سے فرمایا ''تجھے کیا ہو گیا ہے کہ اصحاب رسول کیساتھ کھڑے ہو کر اس چیز کی گواہی نہیں دیتا جسے تو نے اس دن سنا تھا، تو وہ کہنے لگا'' اے امیر المؤمنین!'' میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بھول گیا ہوں۔''

حضرت علی نے فرمایا! ''اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ایسی سفیدی میں مبتلا کرے گا جسے تیرا عمامہ نہیں چھپا سکے گا۔''

انس بن مالک اس جگہ سے ابھی اٹھا بھی نہیں تھا کہ اس کا منہ برص سے سفید ہو گیا۔ پس وہ اس کے بعد کہا کرتا تھا کہ مجھے عبد صالح کی بددعا لگ گئی۔ (۱۲۳)

۲۔ جب معاویہ کے سپہ سالار بسر بن ارطاۃ کے یمن پر اچانک حملہ کر کے بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کی خبر امیر المؤمنین تک پہنچی تو آپ نے اس کو بددعا دی اور عرض کیا۔ "خدایا! بسر نے اپنا دین بیچ ڈالا ہے۔ تیرے محرمات کی ہتک حرمت کی ہے اور فاسق و فاجر مخلوق کی اطاعت اس کے نزدیک تیری اطاعت سے زیادہ اہم تھی۔ خدایا! اس کو نہ مارنا جب تک اس کی عقل نہ چھین لینا۔ اور اس کیلئے ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی رحمت ضروری قرار نہ دینا۔ خدایا! بسر، عمرو اور معاویہ پر لعنت بھیج اوران پر اپنا غضب و عذاب نازل فرما۔ انہیں تیرا اعتاب پکڑ لے جسے تو مجرم قوم سے نہیں پلٹاتا۔"

اس کے بعد بسر نے چند دن ہی گزارے تھے کہ وسواس کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس کا دماغ چل گیا اور وہ پاگل ہو گیا۔ وہ تلوار کے بارے فضول باتیں کرتا اور کہتا: مجھے تلوار دو کہ میں اس کے ساتھ قتل کروں۔ بار بار یہی کہتا رہتا۔ یہاں تک کہ اسے لکڑی کی ایک تلوار بنا کر دی گئی اور بعض چیزیں اس کے سامنے جاتیں اور وہ ان پر لکڑی کی تلوار مارتا رہتا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتا۔ آخر وہ اسی حالت میں مر گیا۔ (۱۲۴)

۳۔ حسن بصری نے وضو کرتے ہوئے آپ سے کہا تھا کہ کل کی بات ہے کہ آپ نے ایسے مردوں کو قتل کیا جو مکمل وضو کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

کیا تو ان پر محزون و ممنون ہے؟ وہ کہنے لگا "جی ہاں" آپ نے فرمایا: "خدا تیرے حزن و ملال کو طول دے۔"

ایوب سجستانی کہتا ہے، پس ہم نے کبھی کبھی حسن بصری کو غم و اندوہ کی حالت سے باہر نہیں دیکھا، گویا وہ کسی گہرے دوست کو دفن کر کے آ رہا ہو، یا وہ ایسا کمہار ہے کہ جس کا گدھا گم ہو گیا ہو۔ میں نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اسنے کہا ایک نیک و پاک مرد کی دعا مجھ پر اپنا عمل کر گئی ہے۔ (۱۲۵)

آپ کے اشعار کا نمونہ

شعبی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ شعر کہا کرتے تھے، مگر حضرت علی ان سے بہتر اشعار کہا کرتے تھے۔ (۱۲۶)

ہمارے سامنے آپ کے بہت سے دیوان ہیں، جو کئی اصناف کے عمدہ اشعار، بہترین نظم اور پروئے ہوئے موتیوں کے حامل ہیں۔ اگر ان دیوانوں کی ورق گردانی کریں تو ان میں زیادہ تر آداب و اخلاق اور کمال و عرفان کے اشعار ملیں گے۔

آپ کی کتنی ہی نظمیں ہیں جو سچائی کی مدح اور جھوٹ کی مذمت، حسن کی تحسین اور قبح کی مذمت، عدل و احسان کا حکم اور ظلم وعدوان سے نہی، برائی کرنے والے سے چشم پوشی اور قدرت رکھتے ہوئے معاف کرنے اور اسی طرح کے دیگر مکارم اخلاق کے بارے میں ہیں۔

ان صفحات میں آپ کے اشعار کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔آپ علم کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

لوگ شکل وصورت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔اگر ان کی اصل میں کوئی شرف ہوسکتا ہے جس پر وہ فخر کریں تو وہ گیلی مٹی اور پانی ہے۔

اہل علم کے علاوہ کسی کیلئے کوئی فضیلت نہیں۔

جو ہدایت حاصل کرنا چاہیں وہی ہدایت کی رہبری کرتے ہیں۔

احسان کی قدروقیمت وہی چیز ہے جو اس کو تحسین بنائے اور جاہل لوگ صاحبان علم کے دشمن ہوتے ہیں۔

ہم علم پر قائم ہیں اور اس کا بدل نہیں چاہتے کیونکہ سب لوگ مردہ اور اہل علم زندہ ہیں۔

۲۔دنیا کے بارے میں آپکا ارشاد ہے:

تم دنیا سے بچو کیونکہ اسکی ڈیوڑھی فنا کی جگہ ہے محل بقا نہیں۔

جس دنیا کی صاف اور شفاف چیزیں بھی گندگی سے ملی ہوئی ہیں اور اس کی راحت وآرام تختی کا ساتھی ہے۔

۳۔جودوسخا پر شوق دلانے کیلئے فرمایا:

جب تمہارے پاس مال دنیا آئے تو تمام لوگوں پر اس کی سخاوت کرو کیونکہ دنیا ادلتی بدلتی رہتی ہے اور جب یہ کسی طرف بڑھ رہی ہو تو اسے سخاوت فنا نہیں کرسکتی اور اسے بخل باقی نہیں رکھ سکتا جب یہ ہاتھ سے جارہی ہو۔

۴۔آپ کے عقل کے بارے میں فرمایا:

خدا نے انسان کیلئے جو چیزیں تقسیم کی ہیں ان میں سے افضل عقل ہے۔اچھائیوں میں سے کوئی چیز اس کے مقابل نہیں آسکتی۔

جب خدائے رحمان کسی کی عقل کو مکمل کردے تو اس کی اخلاق واطوار اور حاجات وضروریات کامل کی بھی تکمیل ہوجاتی ہے۔

عقل صحیح ہو تو انسان کو لوگوں کے درمیان زینت ملتی ہے،اگرچہ اس پر کسب کے راستے بند ہوں۔

لوگوں میں عقل کی کمی کسی کو عیب دار بنادیتی ہے اگرچہ اس کی اصل ونسل اور منصب ومقام بلند ہی کیوں نہ ہو۔

اور جو شخص عقل وشجاعت میں غالب ہو تو کوشش کرنے والا امر معاش میں اس پر غالب آ جاتا ہے۔

۵۔آداب کی تشویق کیلئے فرمایا:

چاہے تو کسی کا بیٹا بھی ہو اکتساب آداب کر، کیونکہ قابل تعریف آداب تجھے نسب سے مستغنی کر دیں گے۔
کسی بھی صاحب حسب کو اس کا نسب بے پرواہ نہیں کر سکتا، جب تک اس کی زبان اور ادب اسے ایسا کرنے پر مجبور نہ کریں۔

جوانمرد وہ ہے جو کہے کہ میں یہ کچھ ہوں، نہ وہ جو کہے میرا باپ ایسا تھا۔

۶۔آپ سے پہلے جن لوگوں کی بیعت کی گئی ان کیلئے فرمایا:

اگر تو شوری کے ذریعے ان عوام کے امور کا مالک ہوا تو یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مشورہ دینے والے ہی وہاں موجود نہ تھے۔

اور اگر قرابت و رشتہ داری سے تو نے اپنے مد مقابل سے حجت قائم کی ہے تو تیرا مقابل نبی کے ساتھ تقرب میں تجھ سے اولی ہے۔

۷۔موت کے بارے میں فرمایا:

موت نہ باپ کو رہنے دیتی ہے نہ بیٹے کو اور یہی وہ راستہ ہے، یہاں تک کہ تجھے کوئی بھی نظر نہیں آئے گا۔
نبی اکرم بھی اپنی امت کیلئے ہمیشہ نہ رہے۔ اگر خدا نے آپ سے پہلے کسی کو ہمیشہ رکھا ہوتا تو آنحضرت کو باقی رکھتا۔
موت کے تیر ایسے ہوتے ہیں جو کسی پر خطا نہیں ہوتے اور کسی سے آج کوئی تیر چوک جائے تو کل نہیں چوکے گا۔

۸۔ابو نوار سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کہنے لگا کہ رات کو بھی زحمت و تھکن اور دن کو بھی؟ جب آپ نے سلام نماز ختم کیا تو فرمایا:

وقت سحر کے عمل کی سختیوں پر صبر کر اور صبح سویرے صاحب حاجات کی طرح چلنے پر عاجز نہ بن اور حاجات کے طلب کرنے سے کبیدہ خاطر نہ ہو کیونکہ ہلاکت عجز و غم اور اضطراب میں ہے۔

زمانے کے تجربات سے میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ صبر کا انجام قابل تعریف آثار رکھتا ہے۔
ایسے لوگ بہت کم ہیں جنہوں نے صبر وتحمل کو شعار بناتے ہوئے ان چیزوں کو حاضر کرنے کی کوشش کی ہو جن کی وہ خواہش رکھتے ہیں اور وہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتے ہوں۔

۹۔نفس کو تسلی دینے کے بارے میں فرمایا:

میں اپنے نفس سے کہتا ہوں جبکہ یہ بڑا تنگ ہے اور زمانے نے اس کے مقدر میں عجیب وغریب چیزیں کر رکھی ہیں کہ زمانہ کی سختی و شدت پر صبر کرو کیونکہ اس کا ایک انجام ہے اور صبر سوائے صاحب حسب کے کسی کے پاس

نہیں ہوتا۔

عنقریب خدا نفع پہنچانے والی چیز کا دروازہ کھول دے گا اس میں تجھ جیسے کے لیے زحمتوں اور تھکان کے بدلے راحتیں ہیں۔

۱۰۔غم دنیا کے بارے میں فرمایا:

چاہے خوش حالی میں زندگی بسر کر یا تنگدستی میں، دنیا میں غم کو ہونا ضروری ہے۔

تیری دنیا غم واندوہ سے ملی ہوئی ہے اور یہ غم واندوہ کے بغیر کٹ ہی نہیں سکتی۔

۱۱۔جنگ صفین میں میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے فرمایا:

میں علی ہوں۔ پس میرے متعلق سوال کرو تاکہ تمہیں پتہ چلے۔ اس کے بعد جنگ کے لیے سامنے آؤ یا پیٹھ پھیر لو۔

میری تلوار زیادہ کاٹنے والی ہے اور میرا نیزہ چلنے والا ہے۔ ہم میں سے ہی ہیں نبی طاہر وطیب اور حضرت حمزہ جناب جعفر۔

اور اللہ کا شیر (بھی ہم میں سے ہے)۔ اس میں فخر ومباہات کے کئی مقامات ہیں اور یہ (علی) اس (معاویہ) کے مقابلے میں ہے اور ہندہ کے بیٹے کو روکا جائے گا۔ وہ تذبذب میں ہے۔ اسے دھتکارا گیا ہے اور اسے پسپا ہونا ہوگا۔

آپ کے صدقات واوقاف

امام عالی مقام کی زندگی کے ہر پہلو میں عظمت ہمیں انتہائی درجے پر ملے گی اور آپ کی رفعت و بلندی اپنے آخری درجے کو چھوتی ہے۔ عبادت، دعا، خلوص، جہاد، اخلاق، کرم، کثرت صدقات اور دیگر فضائل ومناقب جن کا احاطہ وشمار ممکن نہیں، ہر ایک میں آپ اعلیٰ ترین مثال ہیں۔

اس باب مین خدا کی راہ میں آپ کے صدقات واوقاف کے بارے میں کچھ گفتگو ہو گی اگرچہ آپ کی بلندی مقام اور رفعت کی مناسبت سے یہ فہرست بہت طویل ہے۔

آپ کے پاس جب چار درہم تھے تو ان میں سے ایک رات کو صدقہ دیا۔ ایک دن کو ایک چھپا کر اور ایک اعلانیہ طور پر، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وہ لوگ جو اپنا مال (خدا کی راہ میں) رات کے وقت اور دن میں اور پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں صدقہ کی تو آپ کی شان میں خدا کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

ترجمہ: وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔ (۱۲۷)

مورخین نے آپ کی بہت سے جاگیروں کا ذکر کیا ہے جو آپ کی ملکیت تھیں۔ مثلاً عین ابی نیزر اور بغیفات وغیرہ۔ آپ نے انہیں صدقہ قرار دیا تھا اور آپ ہی کا ارشاد ہے۔

تم مجھے دیکھ رہے ہو کہ میں نے بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے حالانکہ میرے صدقات کی قیمت اس وقت چالیس ہزار دینار ہے۔(۱۲۸)

محمد بن ہشام کہتا ہے کہ حسین علیہ السلام مقروض ہو گئے تھے۔ معاویہ نے عین ابو نیزر کے دو لاکھ دینار آپ کی خدمت میں بھیجے مگر آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "میرے والد نے اسے صدقہ قرار دیا تھا تا کہ وہ اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ سکیں۔ لہٰذا میں اسے نہیں لوں گا"۔(۱۲۹)

آپ کے صدقات کے بارے میں ایک مثال بطور نمونہ ہم پیش کرتے ہیں۔

ابو نیزر بیان کرتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میں بغیفات کا نگران تھا۔ مجھ سے فرمایا: تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ میں نے کہا کہ ایسا کھانا ہے جو میں امیر المؤمنین کے لیے پسند نہیں کرتا۔ اسی زمین کا کدو ہے جس میں ساگ ڈال کر پکایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس آپ ربیع (ایک نہر کا نام) کے کنارے گئے۔ اس میں اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کدو میں سے کچھ کھایا۔ پھر نہر کی طرف گئے اور ریت سے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور انہیں خوب صاف کیا۔ پھر اپنے شکم پر مسح کیا اور فرمایا:

جو شخص اپنے شکم میں آگ داخل کرے تو خدا اسے اپنے سے دور رکھے گا۔ پھر آپ نے کدال اٹھایا اور چشمہ میں اتر گئے اور کھودنا شروع کر دیا۔ مگر پانی نکلنے میں دیر ہوگئی تو آپ باہر نکل آئے۔ اس وقت آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا جسے آپ نے اپنی آستین سے صاف کیا۔ پھر دوبارہ چشمے میں اترے۔ جب آپ (کھود کھود کر) ہانپنے لگے تو چشمہ سے پانی اس طرح پھوٹا جیسے اونٹنی کی گردن ہوتی ہے۔

پس آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ صدقہ ہے اور جو عبارت آپ نے اس وقف نامے میں لکھی یہ تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جسے علی امیر المؤمنین نے صدقہ قرار دیا ہے۔ یہ دو مشہور جاگیریں عین ابی نیزر اور بغیبغات اہل مدینہ کے فقرا۔ اور مسافروں کے لیے صدقہ ہیں تا کہ اللہ ان دونوں (جاگیروں) کے ذریعے سے قیامت کے دن اس کیس چہرے کو آگ کی گرمی سے بچائے۔ ان کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا وارث ہو اور وہی بہترین وارث ہے مگر یہ کہ حسن و حسین کو ان کی ضرورت ہو تو یہ جاگیریں ان کی ملکیت ہیں اور ان دونوں کی علاوہ اور کوئی ان میں حق نہیں رکھتا۔(۱۳۰)

اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام ہو۔ آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر درس اور مقامات عبرت چھوڑے

ہیں۔ اگر ہم ان سے فیض حاصل کریں تو ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں اور ہم اس خطہ ارض پر سب سے زیادہ سعید اور نیک بخت امت قرار پائیں۔ لیکن ہمارے نفس ہمیں وسواس میں ڈالتے ہیں اور ہماری بدبختی ہم پر غالب آجاتی ہے اور اللہ ہی سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

امام علیہ السلام صحابہ اور تابعین کی نظر میں

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے اقوال سے استدلال کرنا کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ اگر آنجناب کے آثار و جہاد نہ ہوتے تو یہ لوگ طاق نسیان اور عالم غفلت میں ہوتے اور جو کچھ ان لوگوں نے ذکر کیا ہے اس کی قدر و قیمت رسول اعظم کے اس ارشاد کے بعد کیا ہوسکتی ہے کہ "اے علی! تجھے کسی نے نہیں پہچانا سوائے اللہ کے اور میرے"۔ اور آپ کے شرف و فخر کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

آپ کے بارے میں صحابہ کے اقوال

۱۔ حضرت ابوبکرؓ نے امیر المؤمنینؑ سے کہا: "اے فرزند ابوطالب! آپ ہر مومن مرد اور عورت کے مولا ہو گئے"۔ (۱۳۱)

۲۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ (۱۳۲)
نیز کہا: "میں کسی مشکل مسئلہ کے لیے زندہ نہ رہوں کہ جس کے حل کے لیے ابوالحسن نہ ہوں"۔ (۱۳۳)
مزید کہا: "جب علی مسجد میں موجود ہوں تو کوئی شخص فتویٰ نہ دے"۔ (۱۳۴)
نیز کہا: "خدا مجھے فرزند ابوطالب کے بعد زندہ نہ رکھے"۔ (۱۳۵)
پھر کہا: "علی ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں"۔ (۱۳۶)

۳۔ حضرت عثمان بن عفان نے کہا:
"اگر علی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا"۔ (۱۳۸)

۴۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا: "ہم یہ باتیں کیا کرتے تھے کہ مدینے میں سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب ہیں"۔ (۱۳۹)

۵۔ سعید بن مسیب نے کہا: "لوگوں میں سے علی بن ابی طالب کے علاوہ کوئی نہیں تھا جو سلونی کا دعویٰ کرے۔ (۱۴۰)

۶۔ سعد بن ابی وقاص سے جب معاویہ نے پوچھا کہ تجھے ابوتراب کو سب و شتم کرنے سے کون سے چیز مانع ہے؟ تو اس نے کہا جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ نے کہی تھیں تو میں ہرگز انہیں سب و

شتم نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ کو علی سے اس وقت یہ کہتے سنا جب آپ انہیں ایک جنگ کے موقع پر مدینہ میں چھوڑے جا رہے تھے۔ آپ سے علی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

میں نے خیبر کے دن آنحضرت کو کہتے سنا: ''کل میں علم ایسے جوانمرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اللہ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں''۔

پس ہم نے اس علم کی طرف گردنیں لمبی کیں لیکن آپ نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ۔ علی آئے درآنحالیکہ انہیں آشوب چشم تھا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور انہیں علم دیا اور اللہ نے انہیں فتح نصیب کی۔

نیز جب یہ آیت نازل ہوئی کہ: (ترجمہ) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں تم اپنی جانوں کو بلاؤ'' تو رسول اللہ نے علی و فاطمہ اور حسن وحسین کو بلایا اور فرمایا: خدایا! یہ ہیں میرے اہل بیت''۔ (۱۴۱)

۷۔ زید بن ارقم نے کہا: ''پہلا شخص جس نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی علی بن ابی طالب تھے''۔ (۱۴۲)

۸۔ امیر المؤمنینؑ کی وفات کے بعد امام حسن بن علی نے خطبہ پڑھا اور فرمایا آج رات اس شخص کی رحلت ہوئی ہے کہ عمل میں جس سے نہ پہلے لوگ سبقت لے سکے اور نہ ہی بعد والے اس کے عمل کو پا سکیں گے۔ وہ رسول اللہ کی معیت میں جہاد کرتے اور انہیں اپنی جان پر زخم کھا کے بچاتے تھے۔ آنحضرت انہیں اپنا علم دے کر بھیجتے۔ پس جبریل انہیں دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف سے گھیر لیتے اور جب تک خدا ان کے ہاتھ پر فتح نہ دیتا لوٹ کر واپس نہ آتے۔ (۱۴۳)

۹۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے کوئی مرد نہیں دیکھا جو رسول اللہ کو علی سے زیادہ محبوب ہو۔ (۱۴۴)

۱۰۔ ابو سعید خدری نے کہا: ہم منافقین کو علی سے بغض کے ذریعے پہچانتے تھے۔ (۱۴۶)

۱۱۔ قیس بن سعد عبادہ نے معاویہ بن ابوسفیان سے کہا: خدا نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور انہیں ہر جن وانس، گورے کالے اور سرخ کے لیے مبعوث فرمایا۔ اپنی نبوت کے لیے منتخب کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مخصوص کیا۔ پس جنہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی اور ایمان لائے وہ اس کے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اور حضرت ابوطالب ان کے دشمنوں کو دور رکھتے اور کفار وقریش کے درمیان ان کی حفاظت فرماتے تاکہ وہ آنحضرتؐ کو تکلیف نہ

پہنچائیں اور آنحضرت سے کہا کہ آپ اپنے پروردگار کا پیغام و رسالت پہنچائیں۔
پس آنحضرت ظلم و اذیت سے محفوظ رہے یہاں تک کہ آپ کے چچا ابو طالب فوت ہو گئے اور اپنے بیٹے (علی) کو ہاتھ بٹانے اور ان کی مدد کرنے کا حکم دے گئے۔ پس علی نے آنحضرت کا ہاتھ بٹایا اور آپ کی نصرت کی اور ہر سختی و شدت اور تنگی و خوف میں اپنی جان اور نفس کو آنحضرت کے سپرد بنایا۔ اس وجہ سے خدا نے علی کو قریش اور تمام عرب و عجم میں سے مخصوص کیا اور انہیں ہر عزت و اکرام بخشا۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد عبدالمطلب کے چالیس افراد جن میں ابو طالب اور ابولہب بھی تھے، کو اکٹھا کیا اور فرمایا: تم میں سے کون اس بات کو قبول کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی، میرا وزیر اور میری امت میں میرا خلیفہ ہو اور میرے بعد ہر مومن کا ولی اور حاکم بنے؟ پوری قوم خاموش رہی۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کا تین مرتبہ اعادہ کیا۔ پس علی نے کہا: ''میں ہوں اے اللہ کے رسول! آپ پر خدا کی رحمت اور درود ہو اس وقت رسول اللہ نے اپنا سر علی کی گود میں رکھ دیا علی کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: ''خدایا اس کے سینے کو علم و فہم اور حکمت سے معمور کر دے''۔ پھر حضرت ابو طالب سے فرمایا: ''آج سے اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو کیونکہ خدا نے اسے اپنے نبی کے لیے موسیٰ سے ہارون کی نسبت قرار دیا ہے''۔
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور علی کے درمیان عقد مواخات اور بھائی چارہ باندھا۔ (۱۴۷)

۱۲۔ عبداللہ بن عباس نے اس گروہ سے جو حضرت علی کی برائی کر رہا تھا کہا: ''وائے ہو تم پر کیا تم اس جوانمرد کو برائی سے یاد کرتے ہو جو جبرائیل کے پاؤں کی چاپ اپنے حجرے کے اوپر سنتا تھا اور خدا نے رسول اللہ کے اصحاب کو قرآن میں عتاب و سرزنش کی لیکن علی کا ذکر خیر اور اچھائی کے ساتھ ہی کیا''۔ (۱۴۸)
نیز ابن عباس نے کہا حضرت علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دیے گئے اور خدا کی قسم وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ باقی دسویں حصہ میں بھی شریک تھے۔ (۱۴۹)
ابن عباس کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ میں چار ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ان کے علاوہ کسی میں بھی نہیں ہیں۔ وہ عرب و عجم میں پہلے ہیں جنہوں نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی، وہی ہیں کہ ہر جنگ میں آنحضرت کا علم ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا، یہ علی ہیں جنہوں نے آنحضرت کو غسل دیا اور انہیں قبر میں داخل کیا۔ (۱۵۰)

۱۳۔ عبداللہ بن عمر نے نافع بن ارزق سے اس وقت کہا جب اس نے علیؑ سے بغض کا اظہار کیا کہ خدا تجھ سے بغض رکھے کیا تو اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس کے تمام کارہائے نمایاں میں سے ایک ہی کارنامہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (۱۵۱)
ابن عمر ہی کا کہنا ہے کہ مجھے سوائے اس کے کسی چیز پر افسوس نہیں کہ میں نے علیؑ کی معیت میں اور ان کا

ساتھ دیتے ہوئے باغی گروہ سے جنگ کیوں نہیں کی۔(۱۵۲)

۱۴۔ سعید بن عاص نے کہا: مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرے باپ کا قاتل اس کے چچازاد علی ابن ابی طالب کے علاوہ کوئی اور ہو۔(۱۵۳)

۱۵۔ معاویہ کے پاس جو مسئلہ آتا وہ لکھ بھیجتا کہ اس کے بارے میں علی بن ابی طالب سے سوال کیا جائے۔ جب اسے آپ کی شہادت کی خبر ملی تو کہا: فرزند ابو طالب کی موت سے فقہ وعلم ختم ہو گیا۔ اس پر اس کے بھائی عتبہ نے کہا تجھ سے یہ بات اہل شام نہ سن لیں تو اس نے کہا: چھوڑو اس بات کو۔(۱۵۴)

۱۶۔ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا: ہم منافقین کو فقط علی بن ابی طالب کے بغض کے حوالے سے پہچانا کرتے تھے۔(۱۵۵)

۱۷۔ ضرار بن کنان سے جب معاویہ نے خواہش کی کہ میرے سامنے علی کے اوصاف بیان کرو تو اس نے کہا: خدا کی قسم! ان کی انتہا بہت دور ہے اور وہ قوت وطاقت میں نہایت شدید تھے۔ اٹل بات کہتے اور عادلانہ فیصلہ کرتے۔ علم ان کے اطراف سے پھوٹتا اور حکمت ان کے پہلوؤں سے بولتی تھی۔ وہ دنیا کی چمک دمک سے وحشت ناک ہوتے اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس رہتے۔ وہ موٹی آنکھوں والے تھے اور گہری فکر رکھتے تھے۔ اپنی ہتھیلی الٹ پلٹ کرتے اور اپنے ہی نفس کو خطاب کرتے۔ انہیں موٹا لباس اور سخت کھانا اچھا لگتا تھا۔ وہ ہم میں اس طرح رہتے گویا ہم میں سے ایک ہیں۔ جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں قریب کرتے اور جب ہم سوال کرتے تو جواب دیتے۔ جب ہم بولتے تو وہ ہمارے پاس آجاتے اور جب ہم ان سے کوئی چیز معلوم کرنا چاہتے تو ہمیں خبر دیتے۔

خدا کی قسم اس کے باوجود کہ وہ ہمیں قریب کرتے اور خود ہمارے قریب رہتے ہم ان کی ہیبت اور دبدبہ سے ان سے بات نہیں کر پاتے تھے۔ جب وہ مسکراتے تو پروئے ہوئے موتیوں کی لڑی ہوتا۔ وہ اہل علم کی تعظیم کرتے اور فقراء ومساکین کو اپنے قریب کرتے۔ قوی اپنے باطل کے لیے ان سے طمع ولالچ نہ رکھ سکتا تھا اور کمزور ان کے عدل وانصاف سے مایوس نہ ہوتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو ایسے اوقات میں دیکھا جب رات اپنے پردے ڈال چکی ہوتی اور اس کے ستارے ڈوب جاتے اور وہ اپنی ریش مبارک کو ہاتھ میں پکڑے سانپ کے ڈسے انسان کی طرح تڑپتے اور محزون ومغموم کی طرح روتے رہتے تھے۔ گویا اس وقت میں ان کی آواز سن رہا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں یاربنا یاربنا! اے ہمارے پروردگار اے ہمارے پروردگار اور بارگاہ خداوندی میں تضرع وزاری کر رہے ہیں۔

پھر کہتے ہیں: اے دنیا! جا میرے غیر کو دھوکا دے۔ کیا تو میرے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے اور

میری طرف بڑھنے کا اشتیاق رکھتی ہے؟ دور ہو جا دور ہو جا۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد پھر رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ تیری عمر تھوڑی ہے۔ تیرا خطرہ بڑا ہے اور تیری زندگی حقیر ہے۔ آہ! آہ! ہائے افسوس! ہائے افسوس! زادِ راہ کی کمی ہے، سفر کی دوری ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔

پس معاویہ رو پڑا اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہنے لگے جنہیں وہ روک نہ سکتا تھا اور اپنی آستین سے پونچھنے لگا اور سب لوگ خوب رونے لگے۔ معاویہ نے کہا! خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار! ان کی جدائی پر تیرا حزن وملال کیسا ہے؟ اس نے کہا: اس ماں جیسا حزن ہے جس کی بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے تو نہ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ اس کے حزن وملال کو سکون آتا ہے۔(۱۵۶)

۱۸۔ قعقاع بن زرارہ آپ کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور کہا اے امیر المومنین! اللہ کی رضائیں آپ پر ہوں۔ خدا کی قسم! آپ کی زندگی خیر وخوبی کی مفتاح اور کلید تھی۔ اگر لوگ آپ کو قبول کر لیتے تو وہ عالم بالا اور عالم علیا کا رزق کھاتے۔ لیکن انہوں نے آپ کو ٹھکرا دیا اور دنیا کو ترجیح دی۔(۱۵۷)

۱۹۔ حسن بصری نے کہا: خدا کی قسم وہ اللہ کے دشمنوں پر اللہ کا تیر بہدف ہوتے اور امت کے عالم ربانی تھی۔ صاحب فضل اور صاحب سبقت تھے۔ وہ رسول اللہ کے ایسے قرابت دار تھے کہ اللہ کے حکم سے بستر پر سو گئے اور غافل نہیں ہوئے۔ اللہ کے دین میں انہیں ملامت نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی وہ اللہ کے مال میں خیانت کرنے والے تھے۔ قرآن میں انہیں عظمتوں سے نوازا گیا ہے اور وہ پر رونق گلستان کا درجہ رکھتے تھے اور وہ علی ابن ابی طالب تھے۔(۱۵۸)

۲۰۔ عطا سے سوال کیا گیا کہ کیا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی حضرت علیؓ سے زیادہ علم رکھتا تھا؟ کہنے لگا: نہیں! خدا کی قسم میں کسی کو نہیں جانتا جو ان سے بڑھ کر عالم ہو۔(۱۵۹)

۲۱۔ عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ نے سعید بن عمرو بن سعید بن عاص کے اس سوال کے جواب میں کہ اے چچا! منتخب لوگ کیوں علیؓ کے حامی تھے؟ کہا: اے میرے بھتیجے! علی کے پاس جتنا چاہو علم محکم ہے اور قبیلہ کے لحاظ سے بھی وہ بہتر تھے۔ اسلام میں ان کے عظیم کارنامے تھے۔ وہ رسول اللہ کے داماد تھے۔ سنت میں فقیہہ ودانا تھے اور جنگ میں بہادر اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا اس کی سخاوت کرتے۔(۱۶۰)

۲۲۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے سے جو حضرت علی کی تنقیص کرتا تھا کہ اے میرے بیٹے! تم اس کام کو دوبارہ کرنے سے بچو کیونکہ بنی مروان نے ساٹھ سال انہیں گالیاں دی ہیں مگر خدا نے ان میں رفعت وبلندی کو زیادہ کیا ہے۔ دین جس چیز کی بنیاد رکھے دنیا اسے منہدم نہیں کر سکتی اور دنیا جس چیز کی بھی بنیاد رکھتی ہے وہ اس کی طرف لوٹتی ہے اور اسے دین اسے مٹا دیتی ہے۔(۱۶۱)

۲۳۔ محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ نے معاویہ بن ابوسفیان کو خط لکھا: پس پہلے شخص جنہوں نے دعوت حق پر لبیک کہا اللہ کی طرف آئے، ایمان لائے، تصدیق کی اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم کیا وہ آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب تھے۔ جنہوں نے غیب کی تصدیق کی، ہر دوست پر آنحضرتؐ کو ترجیح دی، ہر خطرہ میں انہیں جان کی بازی لگا کر بچایا۔ آپ کی جنگ پر جنگ اور صلح پر صلح کی۔ شب و روز اور خوف و ہراس کے لمحات میں وہ ہمیشہ اپنی جان ان پر قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ میدان میں سبقت لے گئے جس کی نظیر ملنا آپ کے پیروکاروں میں ناممکن ہے اور نہ ہی ان کے کارناموں میں کوئی ان کے قریب ہے۔ ہم تجھے (اے معاویہ) دیکھ رہے ہیں کہ تُو ان کا مقابلہ کرتا ہے، حالانکہ کہاں تو اور کہاں وہ علی، جن کی نیت سب لوگوں سے اچھی، جن کی ذریت سب لوگوں سے افضل، جن کی زوجہ سب لوگوں کی ازواج سے بہتر اور جن کا چچازاد بھائی سب انسانوں سے برتر ہے، جن کے بھائی نے جنگ موتہ کے دن اپنا نفس بیچا تھا، جن کا چچا میدان احد میں سید الشہداء تھا، جن کا والد رسول اللہ اور ان کے دین کا محافظ تھا۔ پس خرابی و ہلاکت ہو تمہارے لیے کس طرح تم اپنے آپ کو علی کے مقابلے میں شمار کرتے ہو حالانکہ وہ رسول اللہ کے وارث، وصی اور ان کی اولاد کے باپ ہیں، سب سے پہلے ان کی اتباع و پیروی کرنے والے ہیں اور انہیں سب سے زیادہ آنحضرتؐ کا قرب حاصل رہا ہے۔ آنحضرتؐ آپ کو اپنے راز و اسرار سے باخبر اور اپنے معاملات سے آگاہ رکھتے تھے۔ (۱۶۲)

۲۴۔ شعبی کہتے ہیں: اس امت میں علی بن ابی طالب کی مثال ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں مسیح بن مریم۔ ایک قوم نے ان سے (حد سے بڑھ کر) محبت کی تو کافر ہو گئی اور اس سے ایک قوم نے بغض رکھا تو وہ اس بغض میں کافر ہو گئی۔ (۱۶۳)

نیز شعبی کہتے ہیں: وہ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور وہ اس مخلوق میں سے تھے جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ ان کے جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے کبھی بھی کسی سائل سے "لا" نہیں کہا۔ (۱۶۳)

۲۵۔ عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں: ہمارے علم میں نہیں ہے کہ رسول اللہ کے بعد اس امت میں حضرت علی بن ابی طالب سے بڑھ کر کوئی زاہد و پرہیزگار ہو۔ انہوں نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور نہ بانس پر بانس۔ (۱۶۵)

۲۶۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا:

آگاہ رہو میرے دادا معاویہ نے امر خلافت و حکومت میں اس شخص سے نزاع اور جھگڑا کیا جو اس سے اور اس کے علاوہ دوسروں سے رسول اللہ سے قرابت، عظمت و فضل اور (اسلام میں) سابق کارناموں کی وجہ سے اس خلافت کا زیادہ حقدار تھا۔ وہ قدر و منزلت میں مہاجرین میں سب سے زیادہ عظیم، دل کا بہادر

وشجاع، علم میں سب سے آگے، ایمان میں سب سے اول اور مقام ومنزلت میں سب سے اشرف تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ الزہرا کی ان سے شادی کی اور سیدہ کو علی کی زوجہ قرار دیا۔ وہ رسول اکرمؐ کے نواسوں کے باپ تھے، جو جوانان جنت کے سردار ہیں، جو شہزادے اس امت میں افضل اور رسول اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔ فاطمہ بتول کے دونوں فرزند طیب وطاہر اور پاک وپاکیزہ شجرہ نسب سے تھے۔ ان کے بارے میں میرے داد اس فعل کا مرتکب ہوا جو تمہارے علم میں ہے اور تم بھی اس کے ساتھ مل کر اسی فعل کے مرتکب ہوئے کہ جس سے تم جاہل نہیں ہو۔ (۱۶۶)

۲۷۔ ابو قیس اودی نے کہا: میں نے لوگوں کو تین طبقوں میں بٹے پایا۔ ایک طبقہ اہل دین کا ہے جو حضرت علیؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ دوسرا اہل دنیا کا جو معاویہ کو دوست رکھتے ہیں اور تیسرا طبقہ خوارج کا ہے۔ (۱۶۷)

۲۸۔ ابن شبرمہ کہتے ہیں: سوائے علی بن ابی طالب کے لوگوں میں سے کسی میں یہ سکت نہیں کہ وہ منبر پر سلونی (مجھ سے سوال کرو) کا دعویٰ کرے۔ (۱۶۸)

۲۹۔ ابن اسحاق نے کہا ہے: سب سے پہلا شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی وہ علی بن ابی طالب ہیں۔ (۱۶۹و۸)

۳۰۔ صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں: علی وہ ہے جو ولی، تقی، جوادحی، حلیم ونی، کریم حنفی، اپنی تلوار سے حفاظت کرنے والا، ہاتھ سے سخاوت کرنے والا، اوشن چقماق والا، مہمان نواز اشراف وامجاد کی اصل، بیٹھ نہ جانے والا، دیر میں نہ آنے والا اور طیش میں آ کر جلد بازی نہ کرنے والا ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ بوسیدہ کپڑوں کی طرح اس سے بے اعتنائی کی جائے۔ وہ کریم اولاد والا اور شریف آباء واجداد والا ہے۔ مصیبت کے وقت وہ بہترن دوست ہے۔ وہ روشن بلندی والا، تجربہ کار اور شہرت یافتہ ہے۔ وہ ایسا شجاع وبہادر ہے جس کی جوانمردی کے تذکرے زندہ ہیں۔ وہ دنیا سے پرہیز کرنے والا زاہد ہے اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے والا ہے۔ (۱۷۰)

۳۱۔ سفیان بن عینیہ نے کہا: حضرت علیؓ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور نہ بانس پر بانس۔ (۱۷۱)

۳۲۔ احنف بن قیس نے معاویہ سے کہا: خدا فرزند ابو طالب کا بھلا کرے انہوں نے اپنے نفس کی وہ سخاوت کی جو تو اور کسی اور نے نہیں کی۔ (۱۷۲)

۳۳۔ جب معاویہ نے خالد بن معمر سے سوال کیا کہ تم کس بنا پر علی سے محبت کرتے ہو تو اس نے کہا: تین صفات کی وجہ سے:

اول:...... جب وہ غصہ میں ہوں تو اپنے حلم وبردباری کی وجہ سے۔

دوم:...... جب گفتگو کرتے ہوں تو اپنی صدق وصفائی کی وجہ سے۔

سوم:......فیصلہ کرنے میں اپنے عدل وانصاف کی وجہ سے۔(۱۷۳)

۳۴۔ جب آپ کی بیعت خلافت ہوچکی تو ثابت بن قیس بن شماس انصاری نے کہا: اے امیرالمؤمنین! وہ حکومت وسلطنت میں آپ سے آگے بڑھ گئے مگر خدا کی قسم! وہ دین میں آپ سے آگے نہیں بڑھ سکے اور اگر وہ کل آپ سے سبقت لے گئے تو آج آپ ان سے مل گئے اور ملحق ہو گئے ہیں۔ وہ بھی موجود تھے اور آپ بھی۔ تاہم آپ کا مقام مخفی نہیں تھا نہ آپ کی قدرومنزلت سے کوئی جاہل تھا۔ ان امور میں جنہیں وہ نہیں جانتے تھے وہ آپ ہی کے محتاج تھے اور آپ اپنے علم کی وجہ سے کسی کے بھی محتاج نہیں تھے۔

۳۵۔ آپ کی بیعت خلافت ہوچکی تو خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین نے کہا:

اے امیرالمؤمنین! ہم اپنے امر خلافت کے لیے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں پا سکے اور نہ ہی ہمارے لیے آپ کے علاوہ بازگشت کی کوئی جگہ تھی۔ اگر ہم اپنے آپ سے آپ کے بارے میں سچی بات کریں تو آپ ایمان میں سب لوگوں سے مقدم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ کا علم سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ کے ساتھ دیگر مومنین کی نسبت آپ اولیت رکھتے ہیں۔ آپ کے لیے وہ سب کچھ ہے جو لوگوں کے لیے ہے لیکن ان کے پاس وہ کچھ نہیں جو آپ کے پاس ہے۔(۱۷۱)

۳۶۔ آپ کی بیعت خلافت کے بعد مالک اشتر نے کہا: اے لوگو! آپ اوصیاء کے وصی، انبیاء کے وارث، مصائب کے وقت عظیم وقوی اور سختی کے وقت عمدہ کارکردگی والے ہیں اور جن کے ایمان کی گواہی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول نے دی ہے۔ الخ (۱۷۲)

۳۷۔ انس بن مالک سے سوال کیا گیا: آپ کی رائے میں رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ ترجیح کسے دیتے تھے؟ تو انس نے کہا: میں نے علی بن ابی طالب کی منزلت کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے دوران میں کسی کو ان کی طرف بھیجتے اور پھر صبح تک ان سے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

انس کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ سے سنا۔ وہ فرما رہے تھے: اے انس! علی سے محبت کرو تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم بے شک میں ان سے محبت کرتا ہوں، جس طرح کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یاد رکھو! اگر تم نے علی کو دوست رکھا تو خدا تجھے دوست رکھے گا اور اگر تم نے ان سے بغض رکھا تو اللہ تم سے بغض رکھے گا اور اگر تم خدا سے مبغوض ہوئے تو پھر وہ تمہیں جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔(۱۷۳)

۳۸۔ جناب ام سلمہ کہتی ہیں: خدا کی قسم! بے شک علی بن ابی طالب ساری قوم سے پہلے حق پر ہیں۔ یہ عہد

معاہدہ فیصلہ شدہ ہے۔(۱۷۴)

اختتامیہ

امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات شریف کے یہ چند پہلو تھے۔لیکن ان سے آپ کی پوری زندگی کی نسبت ایسے ہی ہے جیسے چند قطرے کو بحر محیط سے یا دنیا کے پھولوں کے مقابلے ایک گلدستہ کی سی ہے۔

یہ آپ کے پیش خدمت ہے تا کہ آپ ان سے ولایت ومحبت آل محمد علیہم السلام کی خوشبو حاصل کریں اور مودت اہل بیت علیہم السلام کی خوشبو سے اپنے دماغ معطر کریں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ یہ کتابچہ امام امیر المؤمنین کے مقصد وموقف پر استقامت کی ایک دعوت ہے اور ان کی حمایت کرنے، ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے راستہ کی دعوت دینے کی ایک سبیل ہے۔

''کہہ دو یہی میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں میں اور جو میری پیروی کرتے ہیں اور منزہ و پاک ہے وہ خدا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔''

اختتام ترجمہ

ہفتہ ۴ فروری ۱۹۸۴ء مطابق کیم جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ ۷ بجے شام بر مکان الحاج سیٹھ نوازش علی صاحب ۸۱۔ماڈل ٹاؤن لاہور۔

حرف آخر

از مترجم محترم

بسم اللہ الرحمان الرحیم

جناب محمد علی دخیل معروف عالم اور ممتاز شخصیت ہیں۔''آئمتنا'' بارہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام پر ان کی تالیفات کا ایک مقدس سلسلہ ہے۔جدید اور سادہ عربی اسلوب میں لکھی گئی یہ کتب بہت مقبول ہوئیں۔عام وخاص سب نے انہیں سراہا اور داد دی۔

آج کل مدارس کے امور کے ساتھ ساتھ تفسیر نمونہ کا ترجمہ میرے مشاغل روز وشب میں اولیت رکھتا ہے۔تفسیر نمونہ کے ترجمے اور اشاعت کا پروگرام بلا مبالغہ نہایت کٹھن ،طویل اور صبر آزما ہے۔لیکن الحمد للہ ترجمے کا کام نصف سے زیادہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔مجھے یقین ہے کہ تفسیر نمونہ اردو دان طبقے کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کیساتھ ساتھ قرآن حکیم سے وابستگی ،معرفت اور محبت میں اضافہ کا

باعث بنے گی۔اس کام کے دوران ''آئمتنا'' کے سلسلہ کتب پر نظر پڑی تو مجھے شدید خواہش ہوئی کہ قرآن حکیم کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اہل بیت رسالت علیہم السلام کی معرفت سے معموران کتب کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور اہل بیت رسالت کو توام اور اکٹھا نوع انسانی کی ہدایت اور رہبری کیلئے چھوڑ کر گئے ہیں۔ بارہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کا یہ سلسلہ ''امام امیر المؤمنین علیہ السلام'' سے شروع ہوتا ہے۔ہاں وہی امیر المؤمنین جن کے بارے میں پیغمبر اعظمؐ کا فرمان ہے۔

''قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں۔''

''امام امیر المؤمنین علیہ السلام'' چونکہ ''آئمتنا'' کے سلسلے کی پہلی کڑی ہیں۔اس لئے اس میں خود نظریہ امامت کی وضاحت اور بارہ آئمہ علیہم السلام کی امامت کے بارے میں شیعہ سنی روایت بھی پیش کی گئی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کے فضائل وکمالات اور شخصیت وسیرت پر یہ مختصری کتاب نہایت جامع ہے۔پڑھنے والے کا مقصد خلوص سے تحقیق وجستجو ہو یا معرفت وعقیدت، یہ کتاب بہرحال ولائے علی سے سرشار کر دیتی ہے۔

خداوند کرم نوع بشر کو قرآن و اہل بیت کی معرفت سے نوازے کیونکہ اس کے بغیر دنیا و آخرت میں خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ناشرین اس سلسلہ کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔خدائے تعالیٰ انہیں اس پر موفق فرمائے اور اس راہ میں زحمت اٹھانے والوں کی مساعی کو قبول فرمائے۔آمین

اللھم صل علی محمد و آلہ الطاھرین و عجل فرجھم

صفدر حسین نجفی

باب نمبر 2

امام حسن علیہ السلام

مختصر تعارف

آپ کا نام حسنؑ
آپ کے والد کا نام علی امیر المومنینؑ
آپکی والدہ فاطمہ زہراؑ
آپ کے نانا رسول اللہؐ
آپ کے دادا ابوطالب بن عبدالمطلب سردار قریش
آپ کی نانی خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد
آپ کی دادی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم
آپ کے سگے بھائی حسینؑ
آپ کی سگی بہنیں زینب وام کلثوم

مختصر تعارف :

آپ مدینے میں شب پندرہ ماہ رمضان، سن ۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اللھم اعیذبك وولدہ من الشیطان الرجیم ''خدایا میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔'' ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ ان کا ''حسن'' نام رکھا اور ایک مینڈھے سے ان کا عقیقہ کیا۔

آپؑ کا حلیہ:

آپ کا رنگ سرخی مائل سفید، سیاہ اور موٹی آنکھیں، رخسار کتابی، پانی پینے کی نالیں باریک، گھنی ڈاڑھی اور سر کے بال لمبے تھے۔ آپ کی گردن سفید، گویا چاندی کی تھی۔ چست اور گھٹا ہوا جسم، دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی تھی۔ موزوں جسم، قد وقامت میانہ، حسین وملیح چہرہ، گھنگریالے بال تھے۔ خضاب لگاتے تھے، جسامت نہایت بہترین وموزوں تھی۔ امیر المومنین کی زندگی میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ جمل، صفین اور نہروان تینوں جنگوں میں شرکت کی۔

کنیت: ابو محمد تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ نے تجویز فرمائی تھی۔

القاب: تقی، زکی اور سبط تھے۔

انگوٹھی کا نقش: العزۃ للہ وحدہ تھا۔

معروف ازواج: خولہ بنت منظور فزاریہ، ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، ام بشیر بنت ابی مسعود انصاری ، جعدہ بنت اشعث، ہند بنت عبد الرحمان بن ابوبکر۔

آپ کے بیٹے: زید، حسن، عمر، قاسم، عبداللہ، عبدالرحمان الحسن، طلحہ۔

آپ کی بیٹیاں: ام الحسن، ام الحسین، فاطمہ، ام عبداللہ فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔

آپ کی بیعت: اکیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری میں آپ کے دست مبارک پر بیعت خلافت کی گئی۔

آپ کا دربان: سفینہ رسول اللہ کا غلام تھا۔

آپ کا کاتب: عبداللہ بن ابی رافع تھا۔

آپ کی صلح: آپ کو اپنے اصحاب کی کمزوری کا احساس ہوا تو پندرہ جمادی الاولیٰ، ۴۱ ہجری کو آپ نے معاویہ سے صلح کر لی۔

آپ کی وفات: ۸ صفر ۵۰ ہجری بمقام مدینہ منورہ۔(۱)

آپ کی قبر مطہر: امام حسین علیہ السلام نے آپ کو جنت البقیع میں آپ کی وصیت کے مطابق اپنی دادی فاطمہ بنت اسد کے ساتھ دفن کیا۔

آپ کی مدت امامت: دس سال۔

انہدام قبر: آٹھ شوال ۱۳۴۴ھ میں وہابیوں نے آپ کی قبر اور بقیع میں مدفون دیگر آئمہ اور بزرگوں کی قبروں کو مسمار کر دیا۔

آپ قرآن کریم کی نظر میں۔

اہلبیت علیہم السلام اصحاب کساء پنجتن پاک کی شان میں بہت سی آیات وارد ہوئیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ رسول اللہ نے انہیں قرین قرآن اور اسکا عدیل و مثیل قرار دیا ہے۔ رسول پاک نے فرمایا:

انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلو بعدی ابدا۔

میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی عترت، جو میرے اہل بیت ہیں۔ جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔

درج ذیل تین آیات امام حسن کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

فمن حاجك فيه من بعد ما جائك من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء كم و نساء نا و نساء كم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكذبين۔

ترجمہ:

آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد جو شخص اس بارے میں آپ سے بحث کرے تو فرما دیجئے کہ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ، ہم اپنی عورتوں کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو لاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تجھے ابوتراب پر سب کرنے سے کون سی چیز مانع ہے۔ سعد نے کہا جب تک مجھے رسول اللہ کی فرمائی ہوئی تین باتیں یاد ہیں میں ہرگز سب نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پھر اس نے دو کو شمار کرنے کے بعد کہا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی فقل تعالو ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ، تو رسول اللہ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا ''خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔'' (۲)

شیخ سلمان نے اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے ''پس نبی کریم علی، طاطمہ، حسن، حسین کو باہر لے کر گئے، انفسنا کے قول میں نفس سے علی کو مراد لیا۔ منجملہ ان چیزوں کے جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ بنی ولیعہ اپنی شرارتوں سے باز آئیں ورنہ میں ایسے مرد کو ان کی طرف بھیجوں گا جو میرے نفس کی مانند ہے اور اس سے آپ کی مراد علی ابن ابی طالب تھے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس میں کوئی بشر ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ (۳)

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا ۔ (احزاب آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ:

پس اللہ کا یہ ارادہ ہے اے اہل بیت کہ ہر قسم کے رجس کو تم سے دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

واثلہ بن اسقع کہتا ہے میں نے ایک روز دیکھا جبکہ میں ام سلمہ کے گھر میں نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ امام حسن تشریف لائے تو آپ نے ان کا بوسہ لیا اور دائیں زانو پر بٹھالیا۔ پھر امام حسین آئے ان کا بھی بوسہ

لے کر بائیں زانو پر بٹھالیا۔ پھر فاطمہ تشریف لائیں انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر علی کو بلا کر قریب بٹھایا، پھر فرمایا: ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا ''(۴)

احمد وطبرانی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: یہ آیت میری، علی، حسن، حسین اور فاطمہ پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ احمد اور ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس روایت کو حسن قرار دیا۔ ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔ انس نے کہا کہ رسول اللہ جب نماز صبح کیلئے گھر سے برآمد ہوتے تو فاطمہ کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے فرماتے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔

ابن مردویہ کی روایت میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ نبی کریم چالیس صبح حضرت فاطمہ کے دروازے پر آتے رہے اور فرماتے تھے۔ تم پر سلام ہو اے اہل بیت اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم فرمائے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

ابن عباس سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ سات ماہ تک اور ابن جریر سے، ابن منذر وطبرانی کی روایت ہے کہ آٹھ ماہ تک آنحضرت نے یہ عمل فرمایا۔(۵)

ابن عباس نے ایک طویل حدیث میں کہا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی ردالی اور علی، فاطمہ، حسن وحسین پر ڈال دی اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔(۶)

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

اس آیت مبارکہ کو اصحاب معاجم وسنن مسلم، ترمذی، احمد بن حنبل، دولابی، غسانی حاکم، ابوحاتم، طبرانی اور عبد بن حمید نے روایت کیا اور بیان کیا کہ یہ آیت اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اسے درج ذیل کتب مؤلفین نے درج کیا ہے۔

الشرف المؤید آل محمدؐ ۶۸

تذکرۃ الخواص ۲۲۴

الصابۃ ج ۲ ص ۵۰۹

کمال الدین ج ۱ ص ۲۹۴

سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۹۷

اہل البیت ص ۳۳

حق تعالیٰ کا یہ ارشاد

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (سورہ شوریٰ آیہ ۲۳)

فرما دیجئے کہ میں اس کی اجرت قربیٰ کی مودت کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ یہ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ علی و فاطمہ اور ان کے دو بیٹے۔ (۷)

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیہ ''قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ'' نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کہ کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: علی و فاطمہ و حسن و حسین۔ (۸)

ابوالحسن کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے، ان سے ان کے آباؤ اجداد نے اور انہوں نے امیر المؤمنین علی سے روایت کی ہے کہ مہاجرین رسول اللہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول یہ آپ کیلئے نفقہ کی مؤنت و خرچ ہے اور ان کیلئے جو وفود آپ کے پاس آتے ہیں۔ یہ ہمارے اموال ہماری جانوں کے ساتھ حاضر ہیں۔ ان میں اپنا حکم جاری کیجئے۔ یہ آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔ آپ جو چاہیں عطا فرمائیں اور جو چاہیں روک رکھیں۔ آپ پر کوئی مانع نہیں۔ پس اسی وقت اللہ نے روح الامین کو آپ پر نازل فرمایا اور اس نے کہا اے محمد ''قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ'' پس وہ لوگ آپ کی بارگاہ سے نکلے تو منافقین کہنے لگے کہ رسول اللہ کو جو کچھ ہم نے پیش کیا اس کے ترک کرنے پر کسی چیز نے نہیں ابھارا سوائے اس کے کہ وہ ہمیں اپنے قرابت داروں کی محبت پر آمادہ کریں۔ یہ کوئی شک نہیں ہے مگر افتراء جو انہوں نے اپنی مجلس میں گھڑ لیا ہے۔ یہ تو ایک عظیم بہتان ہے پس خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ام یقولون افتری علی اللہ کذبا فان یشاء اللہ یختم علی قلبك و یمح اللہ الباطل و یحق الحق بکلمتہ انہ علیم بذات الصدور۔

کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹا افترا باندھا ہے؟ پس اگر خدا چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور خدا باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے محقق کرتا ہے • وہ سینوں کے راز سے باخبر ہے۔ (شوریٰ ۲۴)

پس رسول اللہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا۔ جب وہ آئے تو فرمایا: کیا کوئی بات تمہارے درمیان ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے بعض نے سخت قسم کی گفتگو کی ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ تو آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو وہ رونے لگے۔ جب ان کا گریہ شدید ہوا تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

وھو الذی یقبل...... عبادہ ویعفو عن السیات ویعلم ما تفعلون۔

وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے۔(۹)

آپ احادیث رسولؐ کی روشنی میں

کتب صحاح اور مسانید حدیث، ان احادیث نبویہ سے بھری پڑی ہیں جو اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ بہت سے علمانے ان میں سے بعض احادیث اپنی مخصوص تصانیف میں جمع کی ہیں اور ان کے علاوہ بعض نے اپنی تصانیف میں مستقل فصول علیحدہ رکھی ہیں۔

ان احادیث میں سے جو خامس اہل کساء اور سید الشباب اہل جنت امام حسن کے ساتھ مخصوص ہیں بعض کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ احمد بن حنبل امام مذہب، امام مذہب اہل سنت نے اپنی سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ تشریف لائے اور فاطمہ کے صحن خانہ میں بیٹھ گئے۔ پس حسن تیزی سے آئے۔ آنحضرتؐ نے انہیں گلے لگا لیا اور ان کے بوسے لیے اور فرمایا: خدایا! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور ہر اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرے۔(۱۰)

۲۔ بخاری میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو منبر پر دیکھا۔ حسن بن علی ان کے ساتھ تھے۔ آپؐ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حسن کی طرف رخ کرتے اور فرماتے: یقیناً میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے اور شاید خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔(۱۱)

۳۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حسن اسباط میں سے ایک سبط ہے۔(۱۲)

۴۔ شیخین (مسلم و بخاری) نے براء سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے رسول اللہ کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن آپ کے کندھے پر تھے اور آنحضرتؐ فرما رہے تھے: خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔(۱۳)

آپ کی خلافت کے نصوص

ہم پہلے باب، امام امیرالمومنین میں رسول اعظم کے بارے میں آئمہ اثناعشر کے نصوص پیش کر چکے ہیں اور اس امر پر رسول اللہ کی چوالیس احادیث بیان کی ہیں۔ یہاں کچھ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو خصوصیت سے حسنین علیہما السلام کی امامت پر نص ہیں، جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

ابنای هذان امامان قاما او قعدا

میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں کھڑے ہوں یا بیٹھ جائیں۔(۱۴)

رسول اکرمؐ کے نصوص کے علاوہ آئمہ نے بھی بعض دوسرے آئمہ پر نص کی ہے۔ یہاں امام حسن پر امام امیرالمؤمنین کے چند نصوص پیش کرتے ہیں:

۱۔ سلیم بن قیس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امیرالمؤمنین علی کو دیکھا جب آپ اپنے بیٹے کو وصیت فرما رہے تھے۔ انہوں نے اپنی وصیت پر حسین، محمد...... اپنی تمام اولاد، رؤسا، شیعہ اور اپنے اہل بیت کو گواہ بنایا۔ پھر امام حسن کو کتب اور ہتھیار دیے اور فرمایا: بیٹا! مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اسی طرح وصیت کروں اور اپنی کتب و ہتھیار تمہارے سپرد کروں جیسے کہ آپ نے مجھے وصیت کی اور اپنی کتب و ہتھیار میرے سپرد کیے اور مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں امر کروں کہ جس وقت تمہیں موت آئے تو تم یہ چیزیں اپنے بھائی حسین کے سپرد کرنا۔ پھر آپ اپنے بیٹے حسین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہیں رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم یہ چیزیں اپنے اس بیٹے کے سپرد کرنا۔ پھر آپ نے علی بن الحسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور تمہیں رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم یہ چیزیں محمد بن علی کے سپرد کرنا اور اسے میری اور رسول اللہ کی طرف سے سلام کہنا۔(۱۵-۱۶)

۲۔ اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے جب حضرت علی کو ابن ملجم ملعون نے ضرب لگائی تو آپ نے حسن و حسین کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ یقیناً آج ہی کی رات میری روح قبض ہوگی۔ پس میری بات سنو اور اے حسن تم میرے وصی ہو(۱۷) اور میرے بعد امر خلافت کے ساتھ قیام کرنے والے ہو اور اے حسین تم اس کے ساتھ وصیت میں شریک ہو۔ پس خاموش رہنا اور جب تک یہ زندہ ہے اس کے امر کا اتباع و پیروی کرنا اور جب یہ دنیا سے رحلت کر جائے تو تم ناطق ہو اور اس کے بعد اس کی طرف سے قائم بالامر ہو۔ ان کے لیے آپ نے وصیت کا ایک عہد و منشور لکھوایا جسے جمہور علما نے نقل کیا ہے۔(۱۷)

۳۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ آپ نے اپنی موت کے وقت عہد خلافت حسن کے سپرد فرمایا۔(۱۸)

آپ کی عبادت کا ایک شمہ

جس وقت آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر ہو تو ذہن مسلسل عبادت، اوراذکار کثیرہ، کرم واحسان، مثالی سیرت اخلاق فاضلہ اور صفات کریمہ کی طرف مبادرت وسبقت کرتا ہے۔ پس وہ ذوات مقدسہ مجموعہ فضائل اور منتہائے مکارم ہیں ان کے بعد امجد رسول اللہ نے اپنی صفات واخلاق کا انہیں وارث بنایا، اپنی عادات واطوار کے تحفظ بخشے۔ ان ہی اسباب سے وہ افضل خلائق اور اکرم واشرف کائنات قرار پائے۔ اس فصل میں ہم امام ابومحمد حسن کی عبادت کا ذکر کریں گے۔ مقام تعجب نہیں ہے کہ آپ عبادت میں تکان، جدوجہد اور خشوع وخضوع کی انتہا پر پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کی عبادت میں یہ ہے کہ:

۱۔ آپ نے پچیس حج پاپیادہ کیے، جب کہ سواری کی اونٹنیاں آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ (۱۹)

۲۔ جب آپ وضو کرتے تو آپ کے بدن کا جوڑ جوڑ ہلنے لگتا، رنگ زرد ہو جاتا۔ اس بارے میں آپ سے استفسار کیا گیا تو فرمایا: جو شخص: رب العرش کی بارگاہ میں حاضر ہو تو ضروری ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اس کے مفاصل اور جوڑ کانپنے لگیں۔ مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سر اٹھا کر عرض کرتے:

الهی ضیفك بابك یا محسن قد اتاك المسیئی فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندك یا کریم

اے معبود تیرا مہمان تیرے دروازہ پر کھڑا ہے: اے محسن خطا کار تیرے پاس آیا ہے۔
پس اے کریم میرے قبیح سے اپنے جمیل کے صدقہ درگزر فرما۔ (۲۰)

۳۔ جس وقت بھی دیکھا آپ کی زبان ذکر خدا میں مشغول تھی۔ (۲۱)

۴۔ آپ جب موت یا قبر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے۔ قبر سے اٹھنے اور حشر ونشر کو یاد فرماتے تو رونے لگتے اور جب پل صراط سے گزرنے کا ذکر فرماتے تو بے اختیار رو دیتے اور جب بارگاہ احدیث میں پیش ہونے کا ذکر کرتے تو ایک چیخ آپ کے دہن مبارک سے نکلتی اور آپ پر غشی طاری ہو جاتی۔ نماز کے لیے رب عزو جل کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے تو آپ کے کندھے کانپنے لگتے۔ جب جنت وجہنم کا ذکر کرتے تو سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کی طرح ہو جاتے اور اللہ سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے۔ جب قرآن پاک سے یا ایہا الذین امنوا کی تلاوت فرماتے تو بلافصل فرماتے لبیک اللھم لبیک اے معبود میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اور ہر حال میں اللہ سبحانہ کا ذکر فرماتے رہتے۔

آپ کی سیرت کا گوشہ

آپ کی سیرت اپنے نانا اور اپنے باپ کی سیرت تھی۔ خطا کار سے چشم پوشی کرنا، قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا، تواضع کرنا اور دیگر اسی قسم کی قابل تعریف خوبیاں اور صفات کریمہ تھیں۔

موجودہ زمانہ میں ایسی سیرت کو بنیاد بنانے اور راہ پر چلنے کی امت کس قدر محتاج ہے کہ اس کا عظیم ماضی اور قدیم عزت لوٹ آئے۔

یہاں ہم آپ کی سیرت کے بعض امور بیان کرتے ہیں:

۱۔ آپ نے فرمایا کہ دنیائے عرب کے سر اور دماغ میرے ہاتھ میں تھے۔ وہ صلح کرتے جس سے میں صلح کرتا اور جنگ کرتے جس سے میں جنگ کرتا۔ مگر میں نے خدا کی رضا کے حصول اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے پیش نظر اس حکومت کو ترک کر دیا۔ (۲۲)

۲۔ مبرد اور ابن عائشہ نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے آپ کو سواری کی حالت میں دیکھا تو سب وشتم اور لعن طعن کرنے لگا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب کہہ چکا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کر فرمایا: اے شیخ! میں گمان کرتا ہوں کہ تو مسافر ہے اور شاید تجھے اشتباہ ہوا ہے۔ اگر تو رضایت چاہے تو ہم تجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ اگر کچھ سوال کرے تو عطا کریں گے، ہدایت چاہے تو رہبری کریں گے، سواری چاہے تو سواری کا جانور دیں گے، اگر محتاج ہے تو حاجت روائی کریں گے، پناہ چاہے تو پناہ دیں گے۔ اگر اور کوئی حاجت رکھتا ہے تو وہ بھی پوری کریں گے۔ پس اگر تو اپنا سامان سفر ہمارے یہاں لے چلے اور اپنی روانگی تک ہمارا مہمان رہے تو تیرے لیے زیادہ مفید ہوگا کیونکہ ہمارے پاس وسیع جگہ، کشادہ جاہ وجلال اور وافر مال ہے۔ اس شخص نے یہ گفتگو سنی تو رو دیا اور کہا اشہد انک خلیفۃ اللہ فی ارضہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں اس زمین پر۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔ آپ اور آپ کے والد میرے نزدیک سب مخلوق خدا سے زیادہ مبغوض تھے اور اب تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس نے اپنا سامان آپ کے یہاں منتقل کر لیا اور کوچ کرنے تک آپ ہی کا مہمان رہا اور آپ کی محبت کا معتقد ہو گیا۔ (۲۳)

۳۔ آپ فقراء کے قریب سے گزرے جو چن کر لائے ہوئے روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو زمین پر بکھیرے ہوئے تھے اور کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے قبول فرمائی اور فرمایا: ان اللہ لا یحب المتکبرین (اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے انہیں اپنی مہمانی کی دعوت دی۔ انہیں کھانا بھی کھلایا اور لباس بھی پہنایا۔ (۲۴)

۴۔ امام حسن علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ فقر و فاقہ میں ہونے کے باوجود سائل کو کبھی رد نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا سائل ہوں، مجھے یہی پسند ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ خود سائل ہوتے ہوئے کسی سائل کو رد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عادی بنا دیا ہے۔ وہ مجھ پر اپنی نعمتوں کا فیضان کرتا ہے۔ میں نے اسے عادت بنایا ہوا ہے کہ لوگوں پر اس کی نعمتوں کا فیض کروں۔ پس مجھے خوف ہے کہ اگر میں اپنی عادت چھوڑ دوں تو وہ بھی اپنی عادت مجھ سے روک دے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

اذا ما اتانی سائل قلت مرحبا
بمن فضله فرض علی معجل
و من فضله فضل علی کل فاضل
و افضل ایام الفتی حین یسئل

جب کوئی سائل آتا ہے تو میں کہتا ہوں: مرحبا اے وہ شخص کہ جس پر جلدی فضل و بخشش کرنا مجھ پر فرض ہے اور اس پر فضل کرنے ہی سے ہر فضل کرنے والے پر فضل ہوتا ہے اور جواں مرد کی زندگی کے افضل دن وہی ہوتے ہیں جب اس سے سوال کیا جاتا ہے۔(۲۵)

آپ کا احسان وکرم

جس شخص نے بھی آپ کے حالات زندگی بیان کیے ہیں اس نے آپ کے جود و کرم اور امت پر آپ کے احسانات کا بھی ذکر کیا ہے۔ مورخین، اہل سیر اور اہل تراجم کے ان تمام اذکار کو اگر ہم جمع کرنا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے، البتہ ان تذکروں میں سے بعض کو یہاں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ آپ نے اپنا مال راہ خدا میں تین بار تقسیم کیا، یہاں تک کہ پاؤں کے جوتے میں سے ایک رکھ لیتے اور دوسرا دے دیتے تھے۔ دو بار آپ نے اپنا مال اس طرح تقسیم کیا کہ کل کا کل مال راہ خدا میں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔(۲۶)

۲۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنی حاجت بیان کی۔ آپ نے فرمایا اس سوال سے تیرا مجھ پر عظیم حق ہے۔ میری معرفت اس حق کو اور بڑھ رہی ہے۔ تیری آرزو کہ جس کا تو اہل ہے پورا کرنے سے میرا ہاتھ عاجز ہے۔ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ دینا بھی کم ہے۔ میرا ملک تیرے شکر کے لیے ناکافی ہے۔ تیرے واجب حق کے لیے مجھے جو کچھ کرنا چاہیے تھا اس سے قطع نظر جو کچھ اس وقت میسر ہے اسے قبول کرے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ اس نے کہا فرزند رسول! میں قلیل کو قبول کرتا ہوں اور جو

کچھ آپ عطا فرمائیں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مزید نہ دینے کا عذر قبول کرتا ہوں۔ امام حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس کے ساتھ اپنے مخارج کا حساب کیا۔ حساب مکمل کر کے فرمایا: تین لاکھ درہم سے جو زائد ہے وہ لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لے آیا۔ فرمایا کہ پانچ سو دینار کا کیا کیا؟ عرض کیا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ وکیل انہیں لے آیا تو وہ درہم و دینار آپ نے اس شخص کو دیے اور فرمایا کوئی مزدور لے آؤ جو انہیں اٹھا لے جائے۔ وہ دو مزدور لے آیا۔ امام نے ان کو مزدوری میں اپنی ردا عنایت فرمائی۔ آپ کے موالی غلاموں نے عرض کیا خدا کی قسم ہمارے پاس تو ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ کے یہاں میرے لیے اجر عظیم ہوگا۔ (۲۷)

۳۔ آپ نے انصار کی ایک جماعت سے ایک باغ چار لاکھ میں خریدا۔ پھر آپ کو خبر ملی کہ وہ لوگوں کے محتاج ہو گئے تو آپ نے وہ باغ بلا قیمت انہیں واپس کر دیا۔ (۲۸)

۴۔ آپ کے پاس ایک دیہاتی عرب آیا۔ آپ نے فرمایا خزانے میں جو کچھ ہے اسے دیدو۔ اس میں ہزار درہم تھے۔ آپ نے وہ سب اسے دیدیے۔ اعرابی نے عرض کیا: میرے آقا و مولا! آپ نے نہ تو مجھے اپنی حاجت و ضرورت ظاہر کرنے دی اور نہ ہی مدح و ثنا کا موقع دیا۔ امام نے حسب ذیل اشعار پڑھے:

نحن الناس نوالنا فضل
یرتع فیه الرجاء والامل

ہم ایسے لوگ ہیں جن کی بخشش تر و تازہ ہے جس میں رجاء و امید پرورش پاتی ہے۔

تجود قبل السؤال انفسنا
خوفا علی ماء اوجه من یسئل

سوال کرنے سے پہلے ہمارے نفوس سخاوت کرتے ہیں، اس خوف سے کہ کسی کے چہرے کا پانی نہ بہہ جائے۔

لو علم البحر فضل نائلنا
لغاض من بعد فیضه خجل

اگر سمندر کو ہماری فراواں بخشش معلوم ہو جائے تو وہ خجالت سے زمین میں دھنس جائے۔ (۲۹)

۵۔ امام حسن، امام حسین اور عبداللہ بن جعفر حج کے لیے نکلے تو ان کا سامان سفر پس و پیش ہو گیا۔ وہ بھوکے پیاسے رہ گئے۔ انہوں نے ایک بڑھی کو ایک خیمہ میں دیکھا۔ اس سے پانی مانگا۔ اس نے عرض کیا اس بکری کا دودھ دوہ کر پی لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس سے کھانا مانگا۔ اس نے کہا میرے پاس تو صرف یہی بکری ہے۔ آپ میں سے کوئی ایک اس کو ذبح کر لے۔ ایک نے ذبح کیا اور اس کی کھال

اتاری۔ضعیفہ نے اس کا گوشت بھونا اور ان حضرات نے کھایا۔ پھر قیلولہ کیا۔ جب چلنے لگے تو فرمایا ہم قبیلہ قریش کے افراد ہیں۔ ہم اس طرف جا رہے ہیں جب ہم واپس آئیں تو ہم سے مل لینا۔ ہم تجھ سے نیکی و احسان کریں گے۔ پھر رخصت ہو گئے۔ جب بڑھیا کا شوہر آیا تو اسے مطلع کیا۔ وہ کہنے لگا وائے ہو تجھ پر تو نے بکری ایسے لوگوں کے لیے ذبح کی جنہیں جانتی تک نہیں اور کہتی ہے کہ قبیلہ قریش کے کچھ افراد تھے۔ پھر کچھ دن گزر گئے اور اس عورت کے حالات خراب ہو گئے تو اس نے کوچ کیا۔ یہاں تک کہ مدینے سے گزری۔ امام حسن نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ فرمایا مجھے پہچانتی ہو۔ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا میں فلاں فلاں دن کا تمہارا مہمان ہوں۔ پھر آپ نے اس کے لیے ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار دینے کا حکم صادر فرمایا اور اسے ایک قاصد کے ساتھ امام حسین کے پاس بھیجا۔ آپ نے بھی اتنا ہی مال اسے دیا۔ پھر عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیجا اور انہوں نے اسی قدر مال اس بڑھیا کو دیا(۳۰)

۶۔ آپ نے ایک شخص کو اپنے پروردگار سے دس ہزار درہم رزق دینے کا سوال کرتے سنا۔ آپ اپنے گھر کی طرف پلٹے اور مطلوبہ رقم اس کو بھیج دی۔(۳۱)

آپ کے خطبات کا ایک گوشہ

امام حسن کے بہت سے خطبات ہیں۔ زمانہ امیرالمومنین کے بھی اور ان کی شہادت کے بعد کی بھی، صلح سے پیشتر کے اور صلح کے بعد کے بھی۔ اگر ان سب کو جمع کریں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے گی۔ یہ خطبات خدا کی حمد و ثنا، رسول اللہ پر درود و سلام، اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت و برتری اور حق کی طرف دعوت دینے پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

۱۔ آپ کا ایک خطبہ جس میں آپ کوفہ کے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرتے ہیں:

حمد ہے اس خدا کے لیے جو غالب و جبار اور واحد و قہار اور کبیر المتعال ہے۔ چاہے تم میں سے کوئی اپنی بات کو پوشیدہ رکھے یا ظاہر کرے، رات کو چھپنا چاہے یا دن کو چلے، سب کو جانتا ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں احسان اور پے در پے نعمات پر اور ان چیزوں پر کہ جنہیں ہم دوست رکھتے یا ناپسند کرتے ہیں شدت و آسانی میں سے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے ان کی نبوت سے ہم پر احسان کیا اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مخصوص کیا۔ ان پر اپنی وحی نازل کی۔ انہیں اپنی تمام مخلوق پر مصطفیٰ قرار دیا اور انہیں جن و انس کی ہدایت کے لیے اس وقت بھیجا جبکہ بتوں کی عبادت اور شیطان کی اطاعت ہو رہی تھی اور خدائے رحمان کا انکار کیا جا رہا تھا۔ پس اللہ کی رحمت نازل ہو آپ اور آپ کی آل پر۔ انہیں افضل جزا دے جو مرسلین کو جزا دی ہے۔ اما بعد میں تم سے ایسی بات نہیں

کہہ رہا کہ جسے تم نہ جانتے ہو۔ یقیناً امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کو اللہ نے اپنے امر کی رہبری اور نصرت سے عزت بخشی ہے اور آنجناب نے مجھے بھیجا ہے کہ تمہیں راہ نیک اختیار کرنے، کتاب خدا پر عمل کرنے اور راہ خدا میں جہاد کرنے کی دعوت دوں۔ اگر چہ اس دنیا میں وہ کچھ ہے جسے تم پسند نہیں کرتے لیکن اس کی آخرت میں وہ کچھ ہے جسے تم ان شاء اللہ دوست رکھتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ حضرت علی نے اکیلے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس وقت رسالت کی تصدیق کی ہے جب کہ ان کی عمر صرف دس سال تھی۔ وہ رسول پاک کے ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ ان کی رضا الٰہی اور اطاعت رسول میں جدوجہد اور اسلام کے لیے ان کے اچھے آثار وہ ہیں جو تم تک پہنچ چکے ہیں۔ رسول اللہ ان سے ہمیشہ راضی رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی آنکھیں بند کیں اور انہیں اکیلے ہی غسل دیا جبکہ ملائکہ ان کی اعانت و مدد کر رہے تھے اور ان کا چچازاد بھائی فضل پانی لا رہا تھا۔ پھر آپ نے آنحضرت کو قبر میں اتارا۔ حضور پاک نے اپنا قرض ادا کرنے اور وعدوں کو پورا کرنے اور دوسرے بہت سے امور انجام دینے کا انہیں حکم دیا تھا۔ یہ سب کچھ ان پر اللہ کا احسان تھا۔ پھر خدا کی قسم! لوگوں کو انہوں نے اپنی طرف نہیں بلایا بلکہ لوگوں نے ان پر اس طرح ہجوم کیا جیسے پیاسے اونٹ پانی کے گھاٹ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پس انہوں نے خوشی سے اطاعت کرتے ہوئے آپ کی بیعت کی۔ پھر آپ کی طرف سے بغیر کسی حادثہ و غلطی سرزد ہونے کے محض حسد و بغاوت کی بنا پر بیعت توڑنے والوں نے بیعت توڑ دی۔ پس اے بندگان خدا! اللہ سے ڈرنا، اس کی اطاعت کرنا، جدوجہد اور صبر کرنا اور اس طرف جلدی کرنا جس طرف امیر المؤمنین تمہیں بلائیں۔ یہ تم پر لازم و فرض ہے۔ خدا ہمیں اور تمہیں اسی طرح محفوظ رکھے جیسے اس نے اپنے اولیا اور اطاعت گزاروں کو محفوظ رکھا۔ ہمیں اور تمہیں اپنے تقویٰ کا الہام کرے اور دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں مدد فرمائے اور میں اپنے اور تمہارے لیے خدائے عظیم سے استغفار کرتا ہوں۔ (۲۲)

۲۔ امام حسن بن علی نے امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد خطبہ دیا۔ فرمایا: بے شک اس رات ایسے شخص کی رحلت ہوئی جس پر پہلے لوگ عمل میں سبقت نہیں کر سکے اور نہ بعد والے لوگ عمل میں اس کے مقام کو پا سکیں گے۔ یقیناً وہ رسول اللہ کی معیت میں جہاد کرتے تھے۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر انہیں بچاتے تھے اور جب آنحضرتؐ اپنا علم دے کر انہیں بھیجتے تو دائیں اور بائیں جبرائیل و میکائیل ان کے محافظ و معاون ہوتے۔ پس وہ خدا کی نصرت و فتح کے ساتھ واپس لوٹتے تھے۔ بے شک انہوں نے اس رات میں وفات پائی جس میں عیسیٰ ابن مریم کو اٹھا لیا گیا تھا اور اسی شب میں یوشع بن نون وصی موسیٰ نے وفات پائی تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑا سوائے سات سو درہم کے جو ان کی عطا سے باقی رہ گئے تھے اور اس سے اہل خانہ کے لیے غلام خریدنا چاہتے تھے۔ پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہو گیا۔ آپ رونے لگے اور لوگوں نے بھی گریہ کیا۔

پھر آپ نے فرمایا: لوگو! جو مجھے جانتا پہچانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن محمد کا

بیٹا ہوں۔ میں بشیر ونذیر کا فرزند ہوں۔ میں اس کا لخت جگر ہوں جو اللہ عز وجل کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا تھا۔ میں سراج منیر کا پارہ دل ہوں۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے خدا نے ہر قسم کے رجس و پلیدگی کو دور رکھا ہے اور جنہیں اس طرح پاک رکھا ہے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے اور ان میں سے ہوں جن کی مودت اللہ نے قرآن میں فرض کی ہے جہاں اس نے فرمایا: ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا (جو حسنہ و نیکی کسب کرے تو ہم اس میں مزید حسن بھر دیتے ہیں) نیکی کسب کرنے سے مراد ہم اہل بیت کی مودت ہے۔ (۳۳)

۳۔ ابن اثیر نے کامل میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت معاویہ نے حسن کی طرف مراسلہ بھیجا کہ امر حکومت میرے سپرد کر دیجیے تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم ہمیں اہل شام سے شک یا ندامت نے نہیں پلٹایا بلکہ ہم سلامتی وصبر کے ساتھ ان سے جنگ کرتے تھے۔ پس سلامتی عداوت کے ساتھ مل گئی ہے اور صبر جزع وفزع کے ساتھ۔ تم جنگ صفین میں جب لڑ رہے تھے تو تمہیں دنیا کے مقابلے میں دین عزیز تھا اور آج تمہیں دین سے زیادہ دنیا پیاری ہے۔ یاد رکھو تم دو قسم کے مقتولوں کے درمیان ہو، ایک صفین کے مقتول کہ جن پر تم روتے ہو اور دوسرے نہروان کے مقتول جن کا انتقام چاہتے ہو۔ جو رونے والا ہے وہ ساتھ چھوڑ بیٹھا ہے اور جو طالب ہے وہ انتقام چاہتا ہے۔ آگاہ ہو کہ معاویہ کی دعوت میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف۔ اگر تم عزت کے ساتھ مرنا چاہتے ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیتے ہیں اور اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں اور تمہاری خوشی پوری کر دیتے ہیں۔ پس ہر طرف سے آوازیں آئیں (ہم چاہتے ہیں) زندہ رہنا۔ (۳۴)

۴۔ معاویہ جب کوفہ میں داخل ہوا تو عمرو بن عاص نے مشورہ دیا: حسن سے کہو کہ وہ خطبہ دیں تا کہ ان کا عجز وانکسار ظاہر ہو جائے۔ پس معاویہ نے آپ سے کہا: لوگوں سے خطاب فرمائیں۔ پس امام کھڑے ہو گئے اور فرمایا: لوگو! بے شک اللہ نے ہماری اول شخصیت کے ذریعہ تمہاری ہدایت فرمائی اور آخری کے ذریعہ تمہارے خون کو محفوظ رکھا۔ ہم تمہارے نبی کے اہل بیت ہیں۔ خدا نے ہم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھا ہے اور ہمیں پاک رکھا ہے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔ امر حکومت کے لیے ایک مدت ہے اور دنیا ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے والی چیز ہے۔ بے شک خدا نے اپنے نبی سے فرمایا: وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین (میں نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہارے لیے فتنہ وامتحان ہے اور ایک وقت تک کے لیے متاع اور لذت حاصل کرنے کی چیز ہے)۔ پس لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے تو معاویہ، عمرو کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یہ ہے تیری رائے۔ (۳۶)

آپؑ کی چند وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنے محبوں اور شیعوں کو جو وصیتیں کی ہیں ان سے کتب سیر و تواریخ پُر ہیں۔

یہ وصایا معارف، اخلاق، اور دعوت الی الحق کے خزانوں پر مشتمل ہیں۔ یہ وصایا جو ہم تک پہنچی ہیں اگر ہم انہیں یکجا کریں تو بہت زیادہ اور وزنی ہیں۔ دور حاضر کی دینی تحریکوں میں امت اسلامی ان کی حاجت مند ہے۔ ہم اپنے آقا ابو محمد حسن علیہ السلام کے وصایا میں سے بعض کو یہاں پیش کرتے ہیں:

۱۔ آنجناب نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرمایا: اے میرے اور میرے بھائی کے بیٹو! تم آج قوم کے بچے ہو مگر کل قوم کے بڑے بن جاؤ گے۔ پس علم حاصل کرو۔ تم میں سے جو اسے بیان نہیں کرسکتا، یاد نہیں رکھ سکتا وہ اسے لکھ لے اور بحفاظت گھر میں رکھ لے۔ (۳۶)

۲۔ آنجناب نے فرمایا: آدم کے بیٹو! اللہ کے محرمات سے پاک دامن رہو تو عابد ہو جاؤ گے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر راضی رہنے سے غنی ہو جاؤ گے۔ پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے سے حفظ و سلامتی میں رہو گے۔ تمہارے سامنے ایسے لوگ تھے جو بہت سے مال جمع کرتے، مضبوط عمارتیں بناتے اور دنیا سے بے شمار امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ ان کا جمع شدہ مال برباد ہو گیا عمل دھوکہ بن گیا اور ان کے گھر قبروں میں بدل گئے۔

اے ابن آدم! تو جس دن سے ماں کے پیٹ سے باہر آیا اپنی عمر کو کم کرنے میں لگا ہوا ہے۔ پس جو کچھ تیرے پاس پونجی ہے اس میں سے آگے کے لے محفوظ کر لے کیونکہ مومن اپنے مال سے زادراہ تیار کرتا ہے اور کافر لذت حاصل کرتا ہے۔

۳۔ آپ کی بیماری کے دوران جس میں آپ نے انتقال فرمایا، جنادہ بن امیہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: فرزند رسول! مجھے وعظ و نصیحت کیجیے۔ فرمایا: ہاں اپنے سفر کے لیے تیار کر اور اجل آنے سے پہلے زادراہ حاصل کر لے اور جان لے کہ تو دنیا کو طلب کرتا ہے اور موت تجھے طلب کرتی ہے۔ کل کی آرزوؤں کے غم و ہم کا بوجھ آج پر نہ ڈال اور جان لے کہ جو کچھ تو کسب کرتا ہے اس میں تیری ضرورت و مصرف سے زائد مال دوسروں کا ہے اور وہ تیرے پاس ان کی امانت ہے۔ اور یہ بھی جان لے کہ دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے اور شبہات میں عتاب و سرزنش ہے۔ پس دنیا کو مردار کے مثل سمجھ اور اس میں سے صرف اتنا حاصل کر جو تیرے لیے کفایت کرے۔ اگر تو وہ حلال ہوا تو تو نے اس میں زہد و تقویٰ سے کام لیا اور اگر حرام ہوا تو تجھ پر اس کا بوجھ اور عذاب نہیں ہوگا۔ پس تو نے اس سے ایسے لیا ہے جیسے کوئی بحالت مجبوری مردار سے لیتا ہے۔ اب اگر اس پر عتاب و سرزنش ہوئی بھی تو تھوڑی ہوگی۔ کار دنیا میں مشغول ہو، ایسے کہ گویا ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اور کار آخرت کو یوں انجام دے گویا کل ہی مر جانا ہے اور جب تو قوم و قبیلہ کے بغیر عزت اور سلطنت و حکومت کے بغیر ہیبت و دبدبہ چاہے تو اللہ کی معصیت کی ذات سے نکل کر خدائے عزوجل کی اطاعت سے عزت حاصل کر۔ اور جب تو کسی کی مصاحبت کی ضرورت محسوس کرے تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جس کا ساتھ تجھے زیب دیتا ہو تو اس کی خدمت کرے تو وہ شخص دیانت و حفاظت کرے۔ جب تجھے اس کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ مدد کرے۔ تو بات کرے تو وہ

تصدیق کرے تو کسی پر حملہ آور ہو تو وہ تیرا بھرپور ساتھ دے اور تو کسی فضیلت کی طرف ہاتھ بڑھائے تو وہ بھی بڑھائے، اگر تجھ میں کسی طرح کی کمزوری پیدا ہو تو وہ اسے رفع کرے۔ اگر تو کوئی نیکی واحسان کرے تو وہ اسے شمار کرے۔ اگر تو اس سے سوال کرے تو وہ عطا کرے۔ اگر تو خاموش رہے تو وہ ابتدا کرے۔ اگر تجھ پر مصیبت نازل ہو تو وہ تیرا شریک غم ہو نہ کہ اس کی طرف سے تجھے ہلاکت ومصائب پہنچیں۔ تجھ پر کوئی دقت پڑے تو وہ تیرا ساتھ نہ چھوڑے اور جب تم دونوں کسی تقسیم شدہ چیز میں نزاع کرو تو وہ تجھے ترجیح دے۔ (۳۸)

آپؑ کے بعض خطوط

اس فصل میں ہم آپؑ کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں جو آپ نے معاویہ کو لکھے۔ یہ خطوط ایک حربی صلح اور زمانہ توقف میں تاریخی اہمیت رکھنے کے باوصف اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف دعوت اور اس دین کی حمایت و دفاع میں بھی بہت ہی اہم ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ آپ نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسے جندب بن عبداللہ ازدی کے ہاتھ روانہ کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے بندے حسن بن علی امیرالمؤمنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔ سلام علیک۔ میں اس اللہ کی حمد وتعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد بے شک اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ عالمین کے لیے رحمت اور مومنین کے لیے سنت واحسان اور سبھی لوگوں کے لیے رسول بنایا۔ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر عذاب محقق ہو جائے۔ پس آپ نے اللہ کی رسالت و پیغامات پہنچائے، نہ اس میں کوتاہی کی نہ سستی اور امر خدا پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کی وفات فرمائی۔ خدا نے ان کے ذریعہ حق کو غلبہ دیا اور شرک کو مٹایا اور مومنین کی مدد کی۔ عرب کو عزت دی اور قریش کو شرف خصوصی بخشا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وانہ لذکر لک ولقومک اور بے شک یہ قرآن تیرے اور تیری قوم کے لیے ذکر ہے۔ پس جب آپ وفات پا گئے تو عربوں نے آپ کی سلطنت میں نزاع کیا۔ قریش نے کہا ہم ان کی قوم وقبیلہ میں ان کے اولیا اور رشتہ دار ہیں۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ لوگوں میں محمد کی سلطنت اور ان کے حق میں ہم سے نزاع کرو۔ پس عربوں نے سمجھا کہ بات یہی ہے جو قریش کہہ رہے ہیں اور ان کی حجت ودلیل اس بارے میں ان کے خلاف قائم ہے جو قریش سے امر محمد میں نزاع کر رہے ہیں۔ پس عربوں نے قریش کی بات مان لی اور ان کے سامنے سرتسلیم خم کر لیا۔

لیکن قریش نے ہم سے انصاف نہ کیا جس طرح عربوں نے ان سے انصاف کیا تھا۔ انہوں نے عربوں کو چھوڑ کر یہ امر انصاف واحتجاج کر کے لیا تھا لیکن جب ہم اہل بیت محمد اولیائے محمد نے احتجاج کیا اور انصاف طلب کیا تو انہوں نے ہمیں دور دھکیل دیا اور ہمیں نیچا دکھانے اور ہم پر ظلم وسختی کرنے پر مجتمع ہو گئے۔ پس ہماری وعدہ گاہ

اللہ ہے اور وہی ولی ونصیر ہے۔ ہم نے تعجب کیا محمد کی حکومت اور اپنے حق پر اپنے خلاف کود پڑنے والوں کی جسارت پر۔ اگرچہ وہ اسلام قبول کرنے اور دین کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت رکھتے تھے۔ پس ان سے نزاع کرنے سے اس لیے رک گئے کہ اس سے منافقین واحزاب، دین میں رخنہ اندازی کا کوئی بہانہ تلاش کر کے اس کی خرابی کے درپے نہ ہو جائیں اور یہ نزاع خلافت ہی اس فساد کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ جو وہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔

اے معاویہ! آج اس امر خلافت کو اچک لینے کی تیری تدبیروں پر حیرت وتعجب ہے جس کا تو اہل نہیں ہے، نہ دینی فضیلت کے لحاظ سے اور نہ ہی اسلام میں کسی قابل تعریف اثر کی وجہ سے۔ تو احزاب میں سے ایک حزب کا فرزند اور قریش میں سے رسول اللہ کے سب سے بڑے دشمن کا بیٹا ہے۔ لیکن خدا تجھے نا امید کرے گا اور عنقریب تو وارد ہوگا اور جان لے گا کہ عاقبت کا گھر کس کے لیے ہے۔ خدا کی قسم تو عنقریب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور پھر وہ تجھے اس کی سزا دے گا جو کچھ تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

یقیناً حضرت علی علیہ السلام جب اپنی راہ پر روانہ ہو گئے (خدا کی رحمت ہو ان پر جس دن وہ زندہ مبعوث ہوں گے) ان کے بعد مسلمانوں نے مجھے اپنا ولی امر انتخاب کیا۔ پس میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ فانی دنیا میں ہمارے لیے کوئی ایسی زیادتی نہ کرے جس سے آخرت میں اس کی کرامت میں ہمارا حصہ کم ہو جائے۔ اس امر خلافت کا جو عذر میرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اس نے مجھے تیری طرف خط لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اگر تو اس امر (میری خلافت) کو تسلیم کرے تو تیرے لیے بہت بڑا اجر و حصہ ہے اور مسلمانوں کے لیے صلاح و درستی ہے۔ پس باطل میں طول دینے کو چھوڑ دے اور میری بیعت میں داخل ہو جا جس میں باقی لوگ داخل ہو چکے ہیں چونکہ تو جانتا ہے کہ اللہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کے حکم کی حفاظت کرنے والے اور قلب منیب رکھنے، اسے مالک وآقا سمجھنے والے کے نزدیک تیری نسبت میں اس امر خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس اللہ سے ڈر، بغاوت کو چھوڑ اور مسلمانوں کے خون کو محفوظ رہنے دے۔ خدا کی قسم! تیرے لیے اس میں خیر و بھلائی نہیں ہے کہ تو اس خون کے علاوہ، جو اب تک بہا چکا ہے، مزید خون ناحق کا بوجھ اپنی گردن پر لیے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے۔ پس اطاعت وسلامتی میں داخل ہو جا اور امر خلافت میں اس کے اہل کے ساتھ جو تجھ سے زیادہ حق دار ہے، نزاع نہ کرتا کہ خدا شعلہ کو بجھا دے اور کلمہ کو مجتمع کر دے اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ اور اگر تو نے اپنی گمراہی کو طول دیتے ہوئے انکار کیا تو میں مسلمانوں کو ساتھ لے کر تجھ سے فیصلہ کن جنگ کروں گا یہاں تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۳۹)

۲۔ جب معاویہ بن ابی سفیان کو امیر المومنین کی وفات اور لوگوں کا امام حسن کی بیعت کرنا معلوم ہوا تو اس نے قبیلہ حمیر کا ایک شخص کوفہ اور بنی قین کا ایک آدمی بصرہ بطور جاسوس روانہ کیا تا کہ امام حسن کی حکومت کے خلاف

فساد پیدا کریں اور ہر صورت حال سے معاویہ کو مطلع کرتے رہیں۔ پس حمیری، جو اک قصاب کے پاس تھا، آپ کے حکم سے نکالا اور قتل کیا گیا اور قینی کو نکالنے کے لیے بصرہ کے حاکم کو لکھا۔ اسے بھی تلاش کر کے قتل کر دیا اور امام نے معاویہ کو خط لکھا: امابعد۔ بے شک تو نے حیلہ بازی اور چھپ کر فتنہ وفساد اور قتل و غارت کے لیے جاسوس بھیجے گویا کہ تو جنگ کرنا چاہتا ہے اور کس قدر قریب ہے جنگ۔ پس تو انتظار کر ان شاء اللہ اور مجھے معلوم ہوا کہ تو نے خوشی کا اظہار کیا جہاں کوئی عقلمند خوشی نہیں مناتا۔ تجھ جیسے لوگ اس معاملہ میں ایسے ہیں جیسے کہ شاعر نے کہا ہے ؎

فقل للذی یبقی خلاف الذی مضی
تجهز لا خری مثلها فکان قد
فانا و قد مات منا لکالذی
بروح فیمسی فی المیت لیغتدی

(ترجمہ) پس کہہ دے اس شخص کو جو اس کے خلاف چاہتا ہے جو ہو چکا ہے اسے اس کے مثل و مانند کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ گویا اس کا مثل ہو چکا ہے۔ میں اور ہم میں سے جو فوت ہو گیا اس کے مثل ہے کہ جو شام کے وقت چلے تا کہ رات کہیں گزارے اور صبح کو پھر چل پڑے۔(۴۰)

۳۔اہل بصرہ نے آپ کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور مسئلہ جبر پر آپ کی رائے طلب کی۔ آپ نے جواب لکھا:

جو شخص اللہ اور اس کی قضا وقدر پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے اور جو اپنے گناہ کا بوجھ اپنے رب پر ڈالتا ہے، وہ فاسق و فاجر ہے۔ خدا کی اطاعت، جبرو اکراہ سے نہیں کی جاتی، نہ ہی غلبہ سے اس کی نافرمانی ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے جن چیزوں کا لوگوں کو مالک بنایا ہے اصل میں وہ خود ان کا مالک ہے اور جن پر لوگوں کو قدرت دی ہے ان پر زیادہ قادر وہ خود ہے۔ پس اگر لوگ اطاعت کریں تو ان کے اور ان کے عمل کے درمیان وہ خلل نہیں ڈالتا اور اگر اطاعت نہ کریں تو مجبور نہیں کرتا۔ اگر خدا نے مخلوق کو اطاعت پر مجبور کیا ہوتا تو ان کو اطاعت کا ثواب نہ ملتا اور نافرمانی اور گناہ پر مجبور کرتا تو عقاب وسزا کو ساقط کر دیتا۔ اور اگر مہمل چھوڑ دیتا تو یہ قدرت میں عجز ہوتا۔ لیکن ان میں اس کی مشیت ہے جسے اس نے ان سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اب اگر اس کی اطاعت کریں تب بھی اللہ کا ان پر احسان ہے اور اگر عمل معصیت انجام دیں تو ان پر حجت ہوگی۔(۴۱)

آپؑ کے مختصر کلمات کا انتخاب

مسلمانوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے، اس کی طرف راغب کرنے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرنے میں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی زندگی مزین و آراستہ ہے اور وہ اس راہ میں مختلف ذرائع سے وسیلہ ہیں۔ ان کے ثقافتی پروگرام صرف اسباق تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کے خطبات، وصیتوں اور خطوط سے بھی یہی افادہ ہوتا ہے۔ تاریخ نے ان کے مختصر کلمات اور چھوٹے چھوٹے جملوں کو محفوظ کیا ہے۔ خدا کی قسم! ان کلمات سے عیاں ہے کہ دوسروں کے طویل خطبات ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ یہ مختصر کلمات ہمارے اجتماعی امراض کا علاج، حق و فضیلت کی طرف دعوت اور ہدایت و معرفت کے بیش بہا خزانے ہیں۔ ان میں سے بعض کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

۱۔ گناہ کی سزا میں جلدی نہ کر۔ ان کے درمیان عذر پیش کرنے کا راستہ قرار دے۔

۲۔ آپ نے فرمایا: مزاح ہیبت و دبدبہ کو کھا جاتی ہے۔ سنجیدگی میں زیادہ ہیبت ہوتی ہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا: فرصت ہاتھ سے جلدی نکل جاتی ہے اور دیر میں لوٹتی ہے۔

۴۔ آپ نے فرمایا: نعمتیں جب تک قائم رہتی ہیں تو مجہول ہوتی ہیں اور جب پشت پھیرتی ہیں تو پہچانی جاتی ہیں۔

۵۔ آپ نے فرمایا: جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ ضرور رشد و ہدایت کو پالیتی ہے۔

۶۔ آپ نے فرمایا: نعمت و احسان کا شکریہ ادا نہ کرنا کمینگی ہے۔

۷۔ آپ نے فرمایا: وہ خیر جس میں شر کا کوئی پہلو نہیں، نعمت کے ساتھ شکر کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا ہے۔

۸۔ آپ نے فرمایا: ننگ و عار (جہنم کی) آگ سے آسان ہے۔

۹۔ آپ نے فرمایا: انسان کی تباہی تین چیزوں میں ہے، تکبر، حرص و لالچ اور حسد۔

تکبر میں دین کی تباہی ہے اور اسی کی وجہ سے ابلیس ملعون قرار پایا۔ حرص نفس کی دشمن ہے۔ اسی کی بنا پر آدم جنت سے نکالے گئے اور حسد برائی کا پیشہ خیمہ و تمہید ہے۔ اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔

۱۰۔ آپ نے فرمایا: جس میں عقل نہیں اس میں ادب بھی نہیں۔ جس میں ہمت نہیں اس میں مروت بھی نہیں۔ لوگوں سے اچھے طریقہ سے معاشرت کرنا عقل کی سربلندی ہے۔ عقل کے ذریعہ دونوں گھروں (دنیا و آخرت) کی پہچان ہوتی ہے۔ جو عقل سے محروم ہے وہ دونوں گھروں سے محروم رہا۔ (۴۲)

۱۱۔ آپ نے فرمایا مکارم اخلاق دس چیزوں کا مجموعہ ہے۔ زبان کی سچائی، میدان کا سچا ہونا، سائل کو دینا، حسن خلق، اچھا بدلہ دینا، صلہ رحمی کرنا، پڑوسی پر مہربانی کرنا، حق دار کا حق پہچاننا، مہمان کی تواضع کرنا اور حیا ان سب میں سربلند ہے۔

۱۲۔ آپ نے فرمایا: حاجت کا فوت ہونا اس سے بہتر ہے کہ اسے غیر اہل سے طلب کیا جائے۔ (۴۳)

۱۳۔ آپ نے فرمایا: میں نے کوئی حاسد سے زیادہ مظلوم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (۴۴)

۱۴۔ آپ نے فرمایا: اپنا علم دوسروں کو سکھاؤ اور دوسرے کا خود سیکھو۔ اس سے تم اپنے علم کو پختہ بھی کر لو گے اور جو نہیں جانتے اسے بھی جان لو گے۔ (۴۵)

۱۵۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا جو بیماری سے شفایاب ہوا تھا خدا نے تجھے یاد رکھا ہے تو بھی اسے یاد رکھ تجھے معاف کر دیا ہے پس اس کا شکر ادا کر۔

۱۶۔ آپ نے فرمایا: جس وقت نوافل فریضہ کے لیے مضر ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔

۱۷۔ آپ نے فرمایا: جو سفر کی دوری کو یاد رکھے وہ تیاری کرتا ہے۔

۱۸۔ آپ نے فرمایا: تمہارے اور موعظہ کے درمیان عزت کا حجاب ہے۔

۱۹۔ آپ نے فرمایا جو عبادت کو طلب کرتا ہے وہ اس کے لیے اپنے آپ کو پاک صاف کرتا ہے۔

۲۰۔ آپ نے فرمایا: علم نے طالب علموں کے عذر کو منقطع کر دیا ہے۔ (۴۶)

آپؑ کے بعض جوابات

اس فصل میں ہم اخلاق، عرفان اور آداب کے مختلف مسائل پر آپؑ سے کیے گئے سوالات کے جوابات پیش کرتے ہیں جو اختصار کے باوجود علم اخلاق اور حکماء کی طویل کتب میں نہیں ملیں گے۔ ان میں سے بعض سوال امیرالمؤمنین نے آپ سے اس لیے کیے کہ آپ کے مقام و منزلت کا حسن اور فضیلت کا اظہار ہو سکے۔ ان میں بعض مسائل تو بہت ہی گہرے ہیں جیسا کہ بادشاہ روم کے سوالات جن کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان تک عام انسان کی ذہنی رسائی ہے لیکن یہ تو اہل بیت ہیں جن کا علم ان کے جد امجد سے بذریعہ جبریل خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم آپ کے بعض جوابات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ آپ سے آپ کے والد گرامی امیرالمؤمنین نے سوال کیا فرمایا اے بیٹا سداد و درستی کیا ہے؟ عرض کیا بابا جان سداد و درستی معروف کے ذریعہ منکر کو دفع کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا شرف کیا ہے؟ جواب عرض کیا: قوم وقبیلہ سے نیکی کرنا اور ان کی غلطیوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا۔ پھر فرمایا مروت کیا ہے؟ جواب عرض کیا پاک دامنی اور انسان کا اپنے مال کی اصلاح و درستی کرنا۔ آپ نے فرمایا: پستی کیا ہے؟ عرض کیا: تھوڑی سی چیز پر نظر رکھنا اور معمولی اور حقیر چیز بھی دوسرے کو نہ دینا۔ آپ نے فرمایا: کمینگی کیا ہے؟ عرض کیا احسان کا اپنے آپ کو بچا لینا اور دینی ناموس دشمن کے سپرد کر دینا۔ آپ نے فرمایا: سخاوت کیا ہے؟ عرض کیا تنگی و فراخی میں خرچ کرنا۔

آپ نے فرمایا: بخل کیا ہے؟ عرض کیا: جو کچھ انسان کے ہاتھ میں ہو اس کو عظیم سمجھنا اور جسے خرچ کر دے اسے تلف سمجھنا۔

آپ نے فرمایا: بھائی چارہ کیا ہے؟ عرض کیا: شدت ورخا، سختی ونرمی میں وفاداری کرنا۔

آپ نے فرمایا: بزدلی کیا ہے؟ عرض کیا: دوست کے ساتھ جرات کرنا اور دشمن سے پیچھے ہٹنا۔

آپ نے فرمایا: غنیمت کیا ہے؟ عرض کیا: تقویٰ میں رغبت کرنا اور دنیا سے پرہیز کرنا۔

آپ نے فرمایا: حلم وبردباری کیا ہے؟ عرض کیا: غصہ کو پی جانا اور نفس کو قابو میں رکھنا۔

آپ نے فرمایا: غنی وتونگری کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ کے دیے ہوئے رزق پر نفس کا راضی رہنا، خواہ وہ رزق بہت ہی کم ہو

کیونکہ غنی وتونگری تو نفس کی تونگری ہے۔

آپ نے فرمایا: فقر وفاقہ کیا ہے؟ عرض کیا: نفس کا ہر چیز کی طرف راغب ومائل ہونا۔

آپ نے فرمایا: عزت وقوت کیا ہے؟ عرض کیا: شدت سے جنگ کرنا اور سخت ترین لوگوں کا مقابلہ کرنا۔

آپ نے فرمایا: ذلت کیا ہے؟ عرض کیا: جنگ اور حملہ کے وقت جزع وفزع کرنا اور گھبرا جانا۔

آپ نے فرمایا: رات کیا ہے؟ عرض کیا: مدمقابل کے مقابلہ کو جانا۔

آپ نے فرمایا: کلفت کیا ہے؟ عرض کیا: بے مقصد گفتگو کرنا۔

آپ نے فرمایا: مجد وبزرگی کیا ہے؟ عرض کیا: نقصان میں عطا کرنا اور مجرم کو معاف کرنا۔

آپ نے فرمایا: عقل کیا ہے؟ عرض کیا: دل کا ہر اس چیز کو محفوظ رکھنا جس کی حفاظت ورعایت اس سے چاہی جائے۔

آپ نے فرمایا: بے عقلی کیا ہے؟ عرض کیا: اپنے امام سے دوری اختیار کرنا اور اس کے سامنے اونچا بولنا۔

آپ نے فرمایا: ثنا کیا ہے؟ عرض کیا: نیک عمل انجام دینا اور بدعملی ترک کرنا۔

آپ نے فرمایا: ہوشیاری کیا ہے؟ عرض کیا: سوچ سمجھ کر عطا کرنا، حکمرانوں سے نرمی کرنا اور سوئی ظن کی بنا پر لوگوں سے محفوظ رہنا۔

آپ نے فرمایا: شرف کیا ہے؟ عرض کیا: بھائیوں کا ساتھ دینا اور پڑوسیوں کی دیکھ بھال کرنا۔

آپ نے فرمایا: سفاہت وبیوقوفی کیا ہے؟ عرض کیا: پست لوگوں کی پیروی کرنا اور گمراہوں کے ساتھ رہنا۔

آپ نے فرمایا: غفلت کیا ہے؟ عرض کیا: مسجد کو چھوڑ دینا، مفسدوں کی اطاعت کرنا۔

آپ نے فرمایا: محرومی کیا ہے؟ عرض کیا: اپنے حصہ کو چھوڑ دینا جبکہ وہ انسان کو پیش کیا جا رہا ہو۔ (۴۷)

۲۔ آپ سے دس ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو بتدریج ایک دوسری سے سخت ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے زیادہ سخت پتھر ہے، اس سے زیادہ سخت لوہا ہے کہ جس سے پتھر کو توڑا جاتا

ہے، اور لوہے سے زیادہ سخت آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت پانی ہے اور پانی سے زیادہ سخت بادل ہے اور بادل سے زیادہ سخت ہوا ہے جو بادل کو اٹھائے ہوئے ہے اور ہوا سے زیادہ سخت وہ فرشتہ ہے جو ہوا کو روکے ہوئے ہے اور اس فرشتے سے زیادہ سخت ملک الموت ہے جو اس فرشتے کو مار دے گا اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار دے گی اور موت سے زیادہ سخت حکم ہے جو موت کو ٹال دیتا ہے۔(۴۸)

۳۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں بہترین زندگی و معیشت کس کی ہے؟ فرمایا: جو لوگوں کو اپنی معیشت میں شریک کرے۔

۴۔ معاویہ نے آپ سے سوال کیا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مجھے کوئی بتانے والا نہیں مل سکا۔ فرمایا: کون سی؟ معاویہ نے کہا مروت، کرم اور نجدہ۔ آپ نے فرمایا: مروت یہ ہے کہ انسان امور دینی کی اصلاح کرے اور مال کے سلسلہ میں اچھا قیام کرے۔ ہتھیلی نرم ہو (کشادہ دست ہو) سلام زیادہ کیا جائے اور لوگوں کو گرویدہ کیا جائے۔ کرم یہ ہے کہ سوال کرنے سے پہلے عطا کرے۔ بے غرض نیکی کرنا اور حلال طریقہ سے کھانا کھلانا۔ نجدہ یہ ہے کہ پڑوسی سے دفاع کرنا، میدان جنگ میں ایک دوسرے کی حمایت کرنا اور شدائد و مصائب پر صبر کرنا۔(۴۹)

۵۔ آپ سے خاموشی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: وہ عجز و کمزری کے لیے پردہ پوشی اور غیرت و ناموس کی زینت ہے۔ خاموش رہنے والا خود راحت و آرام میں ہے۔ اس کے پاس بیٹھنے والا مامون و محفوظ ہے۔(۵۰)

۶۔ بادشاہ روم نے معاویہ کی طرف خط لکھ کر تین چیزوں کا سوال کیا: ایسی جگہ جو وسط آسمان کی مقدار میں ہے۔ پہلے خون کا قطرہ جو زمین پر گرا اور وہ جگہ جہاں صرف ایک مرتبہ سورج چمکا۔ معاویہ جواب سے عاجز ہوا۔ پس امام سے استغاثہ کیا تو آپ نے فرمایا: کعبہ کی پشت، حوا کا خون، دریائے نیل کی وہ زمین جس پر موسیٰ نے عصا مارا تھا۔(۵۱)

۷۔ بادشاہ روم ہی کی جواب میں آپ کا ارشاد ہے: جس کا کوئی قبلہ نہیں وہ خود کعبہ ہے، جس کا کوئی رشتہ دار نہیں وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔

۸۔ ایک شامی نے امام حسن بن علی علیہم السلام سے سوال کیا کہ حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ فرمایا: چار انگلیوں کا۔ جسے تو اپنی آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور اپنے کانوں سے تو بہت سی باطل باتیں سنتا ہے۔ اس نے کہا: ایمان و یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ فرمایا: چار انگلیوں کا۔ ایمان وہ ہے جسے ہم نے سنا ہے اور یقین وہ ہے جسے آنکھ سے دیکھا ہے۔ اس نے عرض کیا: زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ

ہے؟ فرمایا مظلوم کی پکار اور حد نگاہ کا۔ اس نے کہا: مغرب و مشرق کے درمیان کتنا فاصلہ ہے: فرمایا سورج کی ایک دن کی سیر۔ (۵۳)

۹۔ امام حسن، خدا ان سے خوشنود ہوا، رسول پاکؐ کی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ لوگ آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ ایک مرد مسجد میں آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص احادیث رسول بیان کر رہا ہے، لوگ اس کے گرد جمع ہیں۔ وہ مرد اس کے پاس آیا اور کہا: بتایئے کہ شاہد و مشہود کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا۔ وہ مرد اس سے آگے بڑھا اور ایک دوسرے شخص (جو حدیث بیان کر رہا تھا) کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا تو اس نے کہا: شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود قربانی کا دن۔ دس ذی الحجہ ہے۔ وہ ان دونوں سے گزر کر تیسرے شخص کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا تو اس نے کہا کہ: شاہد رسول اللہ ہیں اور مشہود قیامت کا دن ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ہے: یاایہا النبی انا ارسلنا ک شاہدا ومبشرا ونذیرا (اے نبی ہم نے تمہیں شاہد اور بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے) اور اللہ نے یہ فرمایا: زلک یوم مجموع لہ الناس وذلک یوم مشہود (یہ وہ دن ہے جس کے لیے لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ یوم مشہود ہے) اس نے پہلے کے بارے میں معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا یہ ابن عباس ہے۔ دوسرے عبداللہ بن عمر اور تیسرے حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام ہیں۔ (۵۴)

۱۰۔ آپ سے سیاست کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: سیاست یہ ہے کہ تم اللہ کے حقوق اور زندوں اور مردوں کے حقوق کی رعایت کرو۔ اللہ کے حقوق یہ ہیں کہ جو وہ طلب کرے اسے ادا کرو۔ جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

زندوں کے حقوق یہ ہیں کہ تو اپنے واجب کو لے کر اپنے بھائیوں کی طرف جائے۔ اپنی کنیز کی خدمت کرنے سے بھی گریز نہ کرے اور ولی امر کے ساتھ اس وقت تک خلوص سے پیش آئے جب تک وہ امت کا مخلص رہے۔ اور جس وقت سیدھے رستے سے منحرف ہو تو اپنی آواز اس کے سامنے بلند کرے اور مردوں کے حقوق یہ ہیں کہ ان کی خوبیوں کو بیان کر مگر خامیوں کو چھپائے رکھ، کیونکہ ان کا رب ان سے حساب لے گا۔ (۵۵)

۱۱۔ آپ سے معاویہ نے سوال کیا کہ ہماری سلطنت وحکومت میں ہم پر کیا کچھ واجب ہے؟ فرمایا: جو کچھ سلیمان بن داؤد نے کہا تھا۔ معاویہ نے کہا سلیمان نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا تھا: کیا تم جانتے ہو کہ بادشاہ پر اس کے ملک و بادشاہی میں کیا لازم و واجب ہے اور کیا ہے جسے ادا کرنے پر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا؟ جب وہ اللہ سے تنہائی میں اور اعلانیہ ڈرے اور غصہ اور خوشی دونوں حالتوں میں انصاف کرے، فقر و غنا میں میانہ روی اختیار کرے، لوگوں کے مال

غصب نہ کرے اور انہیں اسراف وتبذیر کے طور پر نہ کھائے۔ پس اس کے بعد ضرورت کے مطابق مال دنیا سے لذت وفائدہ اٹھائے تو کوئی حرج نہیں۔(۵۶)

۱۲۔ آپ طواف بیت اللہ الحرام میں مصروف تھے کہ ایک شخص نے آپ سے جواد کے معنی دریافت کیے۔ آپ نے اس سے فرمایا: تیری گفتگو کے دو رخ و وجوہ ہیں۔ اگر تو مخلوق کے بارے میں سوال کرتا ہے تو جواد وہ شخص ہے جو اپنے فرائض کو ادا کرے اور جو اپنے فرائض کی ادائیگی سے غافل ہے وہ بخیل ہے۔ اور اگر تو خالق کے بارے میں پوچھتا ہے تو وہ کچھ دیتا ہے جو اس بندے کا نہیں ہے اور اگر روکتا ہے تو وہ کچھ روکتا ہے جو اس کا نہیں ہے۔(۵۷)

آپؑ کی بعض مختصر دعائیں

دعا آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ بلاشبہ ہر امام سے اتنی زیادہ دعائیں وارد ہوئی ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ علما نے ان دعاؤں کو جمع کیا تو وہ بہت سی تصنیفات میں جمع ہو سکیں۔

اس کے علاوہ کہ یہ دعائیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس، اس کے سامنے خشوع وخضوع اور تذلل کی حامل ہیں، یہ معارف، آداب، اخلاق اور عرفان وکمال کا بھی مجموعہ ہیں۔ اس فصل میں آپ کی بعض مختصر دعائیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ یہ آپؑ کی ایک دعا ہے جس وقت معاویہ نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کے پاس قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تے جو آپ سے کچھ چاہتے تھے، تو آپ نے فرمایا:

اللهم انی اعوذبك من شرورهم و ادرابك فی نحورهم واستعین بك علیهم فا کفیهم کیف شئت و انی اشئت بحول منك و قوة یاارحم الراحمین

خداوندا میں تیری بارگاہ میں ان کے شرور سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ذریعہ ان کی گردنوں کو نشانہ بناتا ہوں اور ان کے برخلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ پس خداوندا! تو جس طرح چاہے اور جب چاہے اپنے حول وقوت سے میری کفایت فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔(۵۸)

۲۔ جب آپ مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو اپنا سر بلند کر کے یہ دعا کرتے تھے:

الهی ضیفك ببابك. یا محسن قد اتاك المسیئ فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندك یا کریم

خدایا! تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے خطا کار تیرے پاس آیا ہے، پس اے کریم! میرے قبیح سے صرف نظر فرما۔ اپنے جمیل (کرم واحسان) کے ذریعہ۔(۵۹)

۳۔ آپ کی ایک دعا جو آپ نے مظلوم کو ظالم کے خلاف دعا کرنے کی تعلیم فرمائی اس کے بعد قبولیت دعا کے لیے دو رکعت نماز بھی پڑھے:

یا شدید المحال یا عزیز اذللت بعزتك جمیع ما خلقت. اکفنی شر فلان بما شئت

اے شدید طاقت کے مالک! اے عزیز و غالب تو نے اپنی عزت و غلبہ کے ذریعہ تمام مخلوق کو ذلیل و سرنگوں کیا۔ جس طرح تو چاہے فلاں .... کے شر اور بدی سے میری کفایت کر۔(۶۰)

۴۔ آپ کی اس وقت کی دعا جب آپ معاویہ کے پاس آئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. بسم الله العظیم الا کبر. اللهم سبحانك یا قیوم. سبحان الحیی الذی لا یموت اسئلك کما امسکت عن دانیال افواه الاسد و هو فی الجب. فلا یستطیعون الیه سبیلا الا باذنك. اسئلك ان تمسك عنی امر هذا الرجل. و کل عدولی فی مشارق الارض و مغاربها من الانس والجن. خذ باذانهم واسماعهم. ابصارهم. و قلوبهم و جوارحهم واکفنی کیدهم. بحول منك و قوة و کن لی جارا منهم. و من کل جبار عنید. و من کل شیطان مرید لا یؤمن بیوم الحساب. ان ولی الله الذی نزل الکتاب و هو یتولی الصالحین فان تولوا فقل حسبی الله لا اله الا هو علیه توکلت و هو رب العرش العظیم۔ (۶۱)

خدائے رحمن ورحیم کے نام سے۔ خدا عظیم و اکبر کے نام سے۔ منزہ ہے تو اے قیوم۔ منزہ ہے وہ زندہ کہ جس کے لیے موت نہیں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے شیروں کے منہ دانیال سے روک دیے جبکہ وہ کنویں میں تھے۔ پس وہ ان تک تیرے اذن کے بغیر راستہ نہیں پا سکتے تھے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس شخص کے حکم کو مجھ سے روک دے اور زمین کے مشرق و مغرب میں رہنے والے جن و انس میں سے میرے ہر

دشمن سے بھی۔ ان کے کانوں آنکھوں، دلوں اور اعضاء وجوارح کو اپنے حول وقوت سے پکڑ لے اور تو ان سے اور ہر جبار عنید اور ہر سرکش شیطان سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا میری پناہ بن جا۔ بے شک میرا ولی وسرپرست تو وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور جو صالحین کو دوست رکھتا ہے۔ پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو کہہ دے میرے لیے وہ خدا کافی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں توکل کرتا ہوں۔ وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

۵۔ آپ کی ایک دعا یہ ہے:

یا من الیہ یغر الھاربون. و بہ یستانس المستوحشون. صل علی محمد و آلہ. اجعل انسی بک فقد ضاقت عنی بلادك. واجعل توکلی علیك فقد مال علی اعداؤك. اللھم صل علی محمد و آلہ واجعلنی بك اصول و بك اجول و علیك اتوکل. و الیك انیب. اللھم وما وصفتك من صفہ. او دعوتك من دعاء یوافق ذلك محبتك و رضوانك فاحینی علی ذلك وامتنی علیہ وما کرھت من ذلك فخذبنا صیتی الی ماتحب. و ترضی. یؤت الیك ربی من ذنوبی. واستغفرك من جرمی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا ھو الحلیم اکریم وصلی اللہ علی محمد وٓ آلہ و اکفنا من الدنیا والاخرۃ ص فی عافیہ یارب العالمین. (۶۲)

اے وہ کہ جس کی طرف بھاگنے والے بھاگ کر آتے ہیں اور جس سے وحشت زدہ مانوس ہوتے ہیں، محمد اور ان کی آل پر رحمت فرما۔ مجھے اپنی محبت عطا کر دے۔ بے شک تیرے شہر میرے لیے تنگ ہو گئے ہیں۔ مجھے اپنے اوپر توکل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ بے شک تیرے دشمن میری مخالفت پر آمادہ ہیں۔ خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے توفیق دے کہ تیرے ذریعہ میں حملہ کروں اور تیرے ساتھ ہی جولان لگاؤں اور تجھ پر ہی بھروسہ کروں اور تیری ہی طرف رجوع کروں۔ خدایا! میں جو تیری صفت بیان کروں اور جو دعا تجھ سے مانگوں، جو تیری محبت اور رضا کے موافق ومطابق ہو تو اسی پر مجھے زیادہ رکھ اور اسی پر مجھے موت دے اور اس میں سے جو تجھے ناپسند ہو تو مجھے میری پیشانی سے پکڑ کر

اس طرف لے جا جسے تو دوست رکھتا ہے اور جس پر تو راضی ہے۔ میری اللہ میں اپنے گناہوں سے تیری طرف ہی استقرار پکڑتا ہوں اور تجھی سے اپنے جرم کی معافی طلب کرتا ہوں۔ حول وقوت نہیں مگر اللہ کی طرف سے اور کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ کہ جو حلیم وکریم ہے۔ خدایا! رحمت نازل فرما، محمد وآل محمد پر اور اے عالمین کے پروردگار دنیا و آخرت میں عافیت کے ساتھ ہماری کفایت کر۔

۶۔ آپؑ کی ایک دعا یہ ہے::

اللهم انك الخلف من جميع خلقك و ليس خلقك خلف مثلك. الهى من احسن فبرحمتك. الهى بك عرفت و بك اهتديت الى امرك. ولو لا انت لم ادر ما انت. فيامن هو هكذا ولا هكذا غيره صلِّ على محمد و آل محمد وارزقنى الا خلاص فى عملى. والسعه فى رزقى اللهم اجعل خير عملى اخره و خير عملى خواتمه. و خير ايامى يوم القاك. الهى اطعتك و لك المنه على فى إحبِّ الاشياء اليك الايمان بك والتصديق برسولك و لم اعصِلك فى ابغض الإشياء إليك الشرك بك والتكذيب برسولك فاغفرلى مابينهما يا ارحم الراحمين. (۶۳)

(ترجمہ) خدایا! تو تمام مخلوق کا جانشین ہے لیکن تیری مخلوق میں تجھ جیسا جانشین نہیں ہے۔ خدایا جو اچھے کام کرتا ہے تو تیری رحمت کی وجہ سے اور جو برائی کرتا ہے تو اس کی اپنی خطا ہے۔ پس جو نیکی کرتا ہے وہ تیری بخشش وعطا سے مستغنی نہیں اور جو برائی کرتا ہے وہ تیرا بدل نہیں چاہتا اور نہ ہی تیری قدرت سے خارج ہوسکتا ہے۔ خدایا میں نے تیرے امر کو تیری ذات اور تیری ہدایت سے پہچانا ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں نہ جان سکتا کہ تو کیا ہے۔ پس اے وہ ذات جو اس طرح ہے کہ تیرا غیر ایسا نہیں ہے محمد وآل محمد پر رحمت بھیج اور میرے عمل میں خلوص اور رزق میں وسعت عطا کر۔ خدایا میرا آخری عمل، عمل خیر ہو اور بہترین عمل پر میرا خاتمہ ہو اور وہ دن میرے لیے بہترین قرار دے جس میں تجھ سے ملاقات کروں۔ خدایا میں نے تیری اطاعت کی۔ تیرے ہی احسان کی وجہ سے، محبوب چیزوں میں سے تجھ پر ایمان لانے اور تیرے رسول کی تصدیق کرنے میں۔ تیرے

نزدیک مبغوض ترین چیز تیرا شریک قرار دینا اور تیرے رسول کی تکذیب کرنا ہے۔ میں نے تیری یہ نافرمانی نہیں کی۔ پس ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اسے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اسے بخش دے۔

آپؑ کی قبولیت دعا

قبولیت دعا کے مواقع میں سے ایک ظالم کے خلاف مظلوم کا دعا کرنا ہے۔ آئمہ علیہم السلام مظلوم و مقہور (زمانہ) رہے ہیں۔ انہوں نے اذیتیں برداشت کیں، غصہ کے گھونٹ پیئے، یہاں تک کہ وہ سب (سلام اللہ علیہم) قتل و مسموم ہوئے۔ اگرچہ غصہ کو پی جانا اور برائی کرنے والے سے درگزر و چشم پوشی کرنا ان حضرات سے منقول و ماثور ہے لیکن جب ان پر ظلم کرنے والے انتہا کو پہنچے تو ان سے انتقام لینے کی خدا سے گڑگڑا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور عذاب آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی ظالموں کو عذاب کا مزہ چکھایا۔ یہاں ہم ان کی دعا قبول ہونے کے بعض مواقع پیش کرتے ہیں۔

۱۔ لوگوں نے حسن بن علی سے زیاد بن ابیہ کے خلاف استغاثہ کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: خداوندا! ہمارے لیے اور ہمارے شیعوں کے لیے زیاد کا مواخذہ کر۔ اس کا مبتلائے عذاب و سزا ہونا ہمیں جلدی دکھا۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پس ایک دانہ اس کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں نکلا جسے سلعہ (رسولی) کہتے ہیں اس کی گردن تک ورم آ گیا اور اس کی شدت میں وہ مر گیا۔ (۶۴)

۲۔ معاویہ نے امام حسن سے کہا کہ آپ خطبہ دیں۔ آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ اس محفل میں بنی امیہ سے ایک نوجوان تھا۔ اس نے امام سے سخت کلامی کی۔ آپ اور آپ کے والد گرامی قدر کو سب و شتم کرنے میں حد سے بڑھ گیا۔ امام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: خدایا! جو نعمت تو نے اسے دی ہے اس میں تغیر فرما دے۔ پس وہ شخص مسخ ہو گیا۔ (۶۵)

آپؑ کے بعض اشعار

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو اشعار منسوب ہیں ان میں سے اکثر حکم و نصائح اور عرفان و کمال ہیں۔ وہ ہستیاں (خدا کی رحمت ان پر ہر وقت نازل ہوتی رہے) امت اسلامی کو ہر طریقہ سے راہ حق پر آمادہ کرنے اور مکارم اخلاق کی تعلیم دینے کے لیے متوسل ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے مختلف ذرائع استعمال میں لاتے۔ لہٰذا کوئی تعجب نہیں کہ ان کے اشعار حکم و مواعظ اور مکارم اخلاق اور بہترین صفات کی تعلیم دینے پر مشتمل ہوں۔

اس فصل میں امام حسن کے بعض واردشدہ اشعار پیش خدمت ہیں:

۱۔ آپؑ نے گردش ایام سے ڈرتے رہنے کے بارے میں فرمایا:

ذری کدر الایمان ان صفاء ھا

تولی بایام السرور الذواھب

گندے ایام کا ذکر چھوڑ دے کیونکہ ان میں سے پاک وصاف دن گذشتہ خوشیوں کو لے کر پشت پھیر گئے۔

و کیف یغر الدھر من کان بینه

و بین اللیالی محکمات التجارب

وہ شخص کس طرح زمانہ سے دھوکہ کھاتا ہے جس کے اور زمانہ کے درمیان محکم تجربات موجود ہیں۔

۲۔ موت کو یادرکھنے کے سلسلے میں آپؑ نے فرمایا:

قل للمقیم بغیر دار اقامه

حان الرحیل فودع الا حبابا

اس سے کہہ دے جو اس گھر میں مقیم ہے کہ جو اقامت کا گھر نہیں، وقت سفر آ گیا ہے، احباب سے رخصت ہولے۔

ان الذین لقیتھم و صحبتھم

صار وا جمیعا فی القبور ترابا

وہ لوگ جن سے تو نے ملاقات کی اور صحبت میں رہا، وہ سب کے سب قبروں میں مٹی بن چکے ہیں۔

۳۔ آپؑ نے تذکر کے طور پر فرمایا:

یا اھل لذات دنیا لا بقاء لھا

ان المقام بظل زائل حمق (۶۶)

اے دنیا کی لذات پر فریفتہ لوگو اس میں بقا نہیں ہے۔ زائل ہونے والے سائے میں قیام کرنا حماقت ہے۔

۴۔ دنیا میں زہد اختیار کرنے کے بارے میں آپؑ نے فرمایا:

لکسرۃ من خسیس الخبز تشبعنی

و شر به من قراح الماء تکفینی

روٹی کا ایک ٹکڑا مجھے سیر کر دیتا ہے اور خالص پانی کا ایک گھونٹ میرے لیے کافی ہے۔

و طمرة من رقيق الثوب تسترني
حيا و ان مت تكفيني لتكفيني(٦٧)

(باریک، گھٹیا) کپڑے کی پرانی چادر زندگی میں مجھے ڈھانپنے کو اور مر جاؤں تو کفن کو کافی ہے۔

۵۔ سخاوت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ان السخاء على العباد فريضة
لله يقرء في الكتاب محكم

بے شک سخاوت اللہ کی طرف سے بندوں پر فرض ہے۔ کتاب محکم میں پڑھا جا سکتا ہے۔

وعد العباد الا سخياء جنانه
واعد للبخلاء نار جهنم

سخی بندوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور بخیلوں کے لیے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔

من كان لا تندى يداه بنائل
للراغبين فليس ذلك بمسلم(٦٨)

جس کے ہاتھ رغبت کرنے والوں کے لیے سخاوت نہیں کرتے، وہ مسلمان نہیں ہے۔

۶۔ آپؑ کو خبر ملی کہ معاویہ کی مجلس میں ابن عاص نے آپؑ پر سب و شتم کیا ہے۔ آپ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے، مجلس میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اتأمر يا معاويه عبد سهم
بشتمي والملا منا شهود

اے معاویہ! کیا تو عبد سہم کو مجھے سب و شتم کرنے کا حکم دیتا ہے، جبکہ ہماری جماعت بھی حاضر ہوتی ہے۔

و اذا اخذت مجالسها قريش
فقد علمت قريش ما تريد

جب قریش اپنی مجالس منعقد کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ تیرا کیا مقصد ہے۔

انت تظل تشتمني سفاها
لفغن ما يزول وما يبيد

کیا تو سفاہت وحماقت کی بنا پر مجھے گالیاں بکتا رہتا ہے، ختم نہ ہونے والے کینہ وبغض کی وجہ سے۔

فهل لك من اب كابى تسامى
به من قد تسامى او تكيد

کیا تیرا باپ میرے باپ جیسا ہے کہ جس کا موازنہ جس سے چاہے تو کرے مگر یہ کہ تو فریب سے کام لے۔

ولا جد كجدى يا بن حرب
رسول الله ان ذكر الجدود

اے حرب کے بیٹے۔ اگر اجداد کا ذکر ہو تو کسی کا جد میرے جد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں۔

ولا ام كامى فى قريش
اذا ما حصل الحسب التليد

اور نہ ہی قریش میں کسی کی ماں میری ماں جیسی ہے، چاہے کسی کو قدیمی حسب ونسب بھی حاصل ہو۔

فما مثلى تهكم يا ابن حرب
ولا مثلى ينهنه الوعيد

اے ابن حرب کے بیٹے! مجھ جیسے انسان کا مذاق نہ اڑا اور میرے جیسے شخص کو دھمکیاں نہیں روک سکتیں۔

فمهلا لا تهيج بنا امورا
يشيب لهو لها الطفل لوحيد(۶۹)

ٹھہر جا ہماری وجہ سے ایسے امور کو ہیجان میں نہ لا جن کی ہولنا کی سے نومولود بچے بوڑھے ہو جائیں۔

۷۔علی بن عقبہ کی اپنے باپ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حسن بن علی ابن ابی طالب علیہما السلام معاویہ کے پاس تشریف لے گئے جبکہ اس کے پاس قریش کے کچھ نوجوان ایک دوسرے پر فخر کر رہے تھے اور امام خاموش بیٹھے تھے۔ معاویہ نے آپ سے کہا: اے حسن خدا کی قسم آپ بولنے سے عاجز نہیں، نہ ہی آپ کے حسب ونسب میں کوئی ملاوٹ ہے۔ آپ اپنے قدیمی مفاخر کیوں نہیں بیان فرماتے، آپ نے یہ اشعار انشاء فرمائے۔

فيم الكلام وقد سبقت مبرزا
سبق الجوادمن المدى المتباعد

کس چیز میں گفتگو کی جائے جبکہ دور دراز کی راہ میں عمدہ گھوڑے کی طرح سبقت کر کے آگے نکل چکا ہوں۔

نحن الذین اذا القروم تخاطروا
طبنا علی رغم العدو الحاسد(۴۰)

ہم وہ ہیں کہ جب بہادر خطرہ محسوس کرتے ہیں تو ہم بطیب خاطر وحسد کرنے والے دشمن کی ناک رگڑتے ہیں۔

۸۔عطاو بخش پر آمادہ کرنے کیلئے آپ کا کلام

اذا ماااتانی سائل قلت مرحبا
بمن فضله فرض علی معجل

جب میرے پاس کوئی سائل آتا ہے تو میں اس کو مرحبا کہتا ہوں کہ اس پر فضل وکرم کرنا مجھ پر فوراً واجب ہوجاتا ہے۔

ومن فضله فضل علی کل فاضل
و افضل ایام الفتی حین یسئل(۴۱)

فضل کرنے ہی سے انسان کو ہر صاحب فضل پر فضیلت ہے اور مرد جوان کی زندگی کے افضل ایام وہ ہیں جن میں اس سے سوال کیا جائے۔

۹۔سخاوت کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔

خلقت خلائق من قدره
فمنهم سخی ومنهم بخیل

مخلوق کو قدرت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، بعض ان سے سخی ہیں اور بعض بخیل۔

فا ما السخی ففی راحه
فاما البخیل فحزن طویل (۴۲)

سخی تو راحت وآرام میں ہیں اور بخیل ہمیشہ رنج وغم میں ہیں۔

۱۰۔ آپ ہی کا ارشاد ہے:

قدم لنفسك ماستطعت من التقی
ان المنیه نازل بك یافتی

جتنا ہو سکے اپنے لیے تقویٰ آگے بھیج دے، کیونکہ اے جوان موت تجھ پر نازل ہو کر رہے گی۔

اصبحت ذا فرح كأنك لا ترى
احباب قلبك فى المقابر والبلى(۴۲)

توخوشی میں صبح کرتا ہے گویا تو اپنے دل کے پیاروں کو قبروں میں اور بوسیدہ حالت میں نہیں دیکھتا۔

۱۱۔ لوگوں سے استغنیٰ کے بارے میں آپ کا ارشاد:

اغن عن المخلوق بالخالق
تغن عن الكاذب والصادق

خالق کے بھروسے پر مخلوق سے بے پرواہ ہوجا اور جھوٹے سچے سے مستغنی ہوجا۔

واسترزق الرحمن من فضله
فليس غير الله بالرازق

خدائے رحمان کے فضل سے رزق طلب کر، کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی رازق نہیں۔

من ظن ان الناس يغنونه
فليس بالرحمن بالواثق

جو شخص یہ گمان کرے کہ لوگ اسے تونگر کردیں گے، اسے خدائے رحمن پر وثوق و بھروسہ نہیں ہے۔

من ظن ان الرزق من كسبه
ذلت به النعلان من حالق

اور جو یہ گمان کرے کہ رزق اس کے کسب و محنت میں ہے تو اس کا جوتا بلندی سے پھسلے گا۔

آپؑ کی صلح

ا۔ تمہید

امیرالمؤمنین کی شہادت کے بعد آپ کے دل پر بہت سے غم و آلام کا ہجوم تھا، جیسے اصحاب کا ساتھ نہ دینا، آپ کی نصرت سے ان کا منہ موڑ لینا وغیرہ۔ نہج البلاغہ ہمارے سامنے ہے جو ان کی کارکردگی پر ان کی ملامت و شکات سے پر ہے۔ کبھی آپ ان سے خطاب فرماتے ہیں تم نے میرے دل کو پیپ سے بھردیا ہے۔ میرے سینہ کو غیض وغضب سے پر کردیا ہے۔ تم نے مجھے ہم وغم کے گھونٹ پلائے ہیں۔ عدم تعاون اور نافرمانی سے میری رائے کو فاسد و خراب کردیا ہے"۔ کبھی فرماتے ہیں: "تف ہے تم پر میں تمہیں سرزنش کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی پر راضی ہوگئے ہو اور ذلت کو عزت کی جانشینی دیدی ہے"۔

اور کبھی ملامت و سرزنش کرتے ہوئے یوں خطاب کرتے ہیں: ''میں تم میں فریاد کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، تم سے استغاثہ کرتا ہوں لیکن تم میری بات سنتے ہی نہیں، نہ ہی میرے حکم کی اطاعت کرتے ہو۔ یہاں تک کہ برے انجام پر امور منکشف ہوتے ہیں۔ نہ تمہاری مدد سے کوئی انتقام لیا جا سکتا ہے، نہ کسی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے۔ میں تمہیں تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کے لیے پکارتا ہوں۔ تم زخمی پشت اونٹ کی طرح چیخنے لگتے اور کمزور اونٹ کی طرح نڈھال ہو جاتے ہو۔ پھر تم میں سے ایک کمزور سا لشکر نکلتا ہے (گویا انہیں موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں)۔

کبھی آپ انتہائی مایوس ہو کر فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! وہ ذلیل ہے جس کے تم مددگار ہو اور جو تمہارے ذریعہ تیر چلائے تو اس نے گویا پھل ٹوٹا تیر چلایا''۔ ان کی اس طرح توصیف کرتے ہیں: ''اس کی دعوت میں عزت نہیں جو تمہیں پکارے اور نہ ہی اس کے دل کو راحت و آرام مل سکتا ہے جس نے تمہیں سخت دل بنا دیا۔ ٹال مٹول کرنے والے مقروض کی طرح گمراہی کی تعلیلیں ہیں''۔ پھر آپؑ انہیں دھمکی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! میرا یہ گمان ہے کہ یہ قوم عنقریب تم سے یہ سلطنت و حکومت چھین لے گی، بسبب تمہارے باطل پر اجتماع کرنے اور اپنے حق سے متفرق ہو جانے کے اور تمہارے اپنے امام حق کی اطاعت نہ کرنے اور ان کا امام باطل کی اطاعت کرنے سے''۔ جس وقت امام کا لشکر اس کیفیت میں تھا کہ جو گزر چکی ہے، آپؑ نے دشمنوں کا لشکر اپنے قائد و کماں دار کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا کہ تمہارا صاحب اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ اور اہل شام کا ساتھی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میری خواہش ہے کہ معاویہ مجھ سے تبادلہ کر لے جیسے دینار کو درہم کے ساتھ تبدیل کرتے ہیں۔ مجھ سے دس دس آدمی لے لے اور ان میں سے ایک ایک دے دے۔

معاویہ کو امام کے لشکر کی حالت اور سرکشی معلوم تھی۔ وہ خود کہتا تھا کہ میرے پاس زیادہ اطاعت گزار اور تربیت یافتہ لشکر تھا اور وہ خبیث و نافرمان لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ (۴۷)

۲۔ امام حسنؑ کا لشکر

امام ابو محمد حسن علیہ السلام کے زمانہ میں معاملہ بہت زیادہ مشکل ہو گیا تھا۔ آپؑ کے ساتھیوں نے آپؑ سے تعاون ختم کر دیا تھا۔ وہ بہت سے حیلے بہانوں کے بعد عدی بن حاتم اور ان جیسے دوسرے بابصیرت افراد کے سخت ترین کلام اور سرزنش و ملامت کے بعد جنگ کے لیے نکلے۔

شیخ مفید نے امام حسنؑ کے لشکر کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے کہ آپؑ نے لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کیا تو بہت ہی لیت و لعل کے بعد اٹھے۔ آپؑ کے ساتھ مختلف الخیال لوگ تھے۔ ان میں سے بعض آپ اور آپ کے

والد گرامی کے شیعہ تھے۔ بعض تحکیم کے مخالف تھے۔ جو ہر حیلہ و بہانے سے معاویہ سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ بعض غنائم کے لالچی اور فتنہ پرداز تھے۔ بعض تردد و شک میں مبتلا تھے اور بعض قبائلی تعصب کا شکار تھے جو اپنے قبیلوں کے سرداروں کے تابع تھے۔ ان کا مرجع و ماویٰ دین نہیں تھا۔ (۷۵)

۳۔ عبید اللہ بن العباس

امام حسنؑ نے اس مختلف الخیال لشکر کا نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا۔ بارہ ہزار کا ہراول دستہ عبید اللہ ابن عباس کی قیادت و کمان میں بھیجا۔ عبید اس منصب کے لائق اس وجہ سے بھی تا کہ وہ امیر المومنین کے دور میں ان کی طرف سے عامل و گورنر بھی رہ چکا تھا۔ وہ معاویہ سے زخم خوردہ بھی تھا کیونکہ بسر بن ارطاۃ نے یمن پر غارت گری کرتے وقت اس کے دو کم سن بچوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ کئی دوسری وجوہ کی بنا پر اسے امیر لشکر بنایا گیا تھا۔

یہ لشکر روانہ ہوا اور مقام عیوضہ میں مسکن کے قریب جا پہنچا۔ شام کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈالا تو معاویہ نے اس کے ساتھ رسل و رسائل کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دس لاکھ درہم پر اس شرط کے ساتھ معاملہ طے ہو گیا کہ آدھی رقم فوراً دی جائے گی اور باقی نصف کوفہ میں داخل ہونے پر۔ عبید مال پر ریجھ گیا اور رات کی تاریکی میں معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔ صبح کو لشکر اپنے قائد کا منتظر تھا کہ وہ انہیں نماز پڑھائے۔ اچانک وہ معاویہ کی صفوں میں تھا اور اہل شام کا منادی پکار رہا تھا کہ تمہارا امیر ہمارے پاس ہے جو بیعت کر چکا ہے اور تمہارے امام حسن نے صلح کر لی ہے۔ تو اب تم کس وجہ سے اپنے قتل پر آمادہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس بری خبر کے بعد لشکر آہستہ آہستہ معاویہ کی طرف بڑھنے لگا۔ یعقوبی کہتا ہے کہ عبید اللہ آٹھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ (۷۶)

۴۔ اہل کوفہ اور معاویہ کے درمیان خط و کتابت

معاویہ نے سبط رسول امام حسنؑ کے لشکر کی قوت کو منتشر کرنے کے لیے رشوت، امارت اور عہدوں کے وعدے اور تمام وہ راستے جو دین اور کرامت نفس سے دور ہیں استعمال کیے تا آنکہ بعض قائدین اور وجوہ و سردار اس سے مل گئے۔ (۷۷) معاویہ اپنی نشاط و خوشی میں آگے بڑھتا گیا۔ چنانچہ اس نے بعض زعمائے کوفہ کو خط لکھا جس میں مال و دولت کا وعدہ کیا۔ شام کی جاگیریں دینے کا لالچ دیا، کسی کو قتل امام کے بدلے میں اپنی بیٹی سے شادی کرنے کی پیش کش کی۔ آپ کو بھی ان باتوں کا علم ہو گیا۔ پس آپ نماز پڑھتے تو زرہ پہن کر پڑھتے۔ ایک دفعہ اثنائے نماز میں آپ پر تیر بھی چلایا گیا۔ (۷۸)

دوسرے رؤسا و قبائل خود بخود اس کی طرف جھک گئے۔ خفیہ طور پر اس کی بات ماننے اور اطاعت کرنے کا دم بھر لیا اور اسے ان کی طرف آنے پر ابھارا اور اس سے وعدہ کر لیا کہ جب وہ اس کے لشکر کے قریب پہنچیں گے تو امام حسن کو قتل کر دیں گے یا گرفتار کر کے اس کے سپرد کر دیں گے۔ (۷۹)

اب اگر امام حسن صلح میں تاخیر کرتے تو اہل کوفہ آپ کو معاویہ کے سپرد کر دیتے اور یہ انتہائی چیز تھی جس کا امام کو خوف تھا۔

۵۔امام حسنؑ کی لشکر گاہ

اس قسم کے کمزور و پست اور مختلف الخیال لوگوں کے مجموعے سے آپؑ لشکر ترتیب دیتے ہیں اور معاویہ مسلسل اپنی گمراہی اور مکر و فریب میں مصروف عمل رہتا ہے۔ پس وہ آپ کی خدمت میں مغیرہ بن شعبہ عبداللہ بن عامر کریز اور عبدالرحمن بن ام الحکم کو بھیجتا ہے اور وہ لوگ آپ کے پاس مدائن میں آتے ہیں جہاں آپؑ خیمے میں مقیم تھے۔ کچھ دیر بعد یہ لوگ عوام کو منانے کے لیے کہتے ہیں۔ خدا نے فرزند رسول کی وجہ سے خون محفوظ کر لیے اور آپ کی وجہ سے فتنہ رک گیا۔ آپ نے صلح کر لی ہے۔ پس لشکر میں بے چینی پھیل گی۔ انہوں نے ان کی بات کا یقین کر لیا اور امام پر حملہ آور ہوئے۔ خیمہ اور جو کچھ اس میں تھا لوٹ لیا اور امام حسن گھوڑے پر سوار ہو کر ساباط کے تاریک راستہ پر چل پڑے۔ جراح بن سنان اسدی، کمین گاہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کی ران میں چھرا گھونپ دیا۔ آپ نے جراح کی داڑھی پکڑ کر مروڑی اور گردن پر مارا۔ لوگ امام حسن کو مدائن کی طرف لے گئے۔ بہت سا خون شدت کے ساتھ بہہ نکلا۔ آپ شدید بیمار ہو گئے اور لوگ آپ سے الگ ہو گئے۔ (۸۰)

۶۔اگر آپؑ جنگ کرتے تو شہید ہو جاتے

ان واقعات کے بعد دو میں سے ایک امر ضروری تھا۔ یا تو آپ اپنی، اپنے اہل بیت اور اہل بصیرت اصحاب کی موت گوارا کرتے یعنی چند گھنٹے شامی لشکروں کا مقابلہ کر کے شہید ہو جاتے۔ اس کے بعد معاویہ کے لیے میدان خالی رہ جاتا۔ وہ مسلمانوں کا پیچھا کرتے اسلام کو مٹانے اور زمین میں فساد پھیلانے کی جدوجہد شروع کر دیتا۔ بلکہ شاید وہ لوگوں کو نئے سرے سے زمانہ جاہلیت کی طرف پلٹا لیتا اور یا آپ اپنے اہل بیت اور شیعوں کی بقا کے لیے صلح کر لیتے اور پھر اپنے مکتب اور تعلیمات کے ذریعہ اسلام کو پھیلانے پر متوجہ ہوتے۔ جیسا کہ آپ کے والد گرامی امیر المومنین علیہ السلام نے پچیس سال کیا۔

۷۔اگر آپ شہید ہو جاتے تو نور حق خاموش ہو جاتا

امام حسن شہید ہوتے تو حسین ان سے پہلے شہید ہو جاتے اور حسین کی شہادت سے قبل بنی ہاشم کی شہادت یقینی تھی اور ہاشمی شہید نہیں ہو سکتے تھے جب تک صحابہ اور تابعین شہید نہ ہو جاتے اور فضا معاویہ کے لیے ہموار ہو جاتی کہ وہ بنی امیہ کی جاہلیت کو لوٹا کر اسلام کو ختم کر دیتا اور اگر ایسا نہ بھی کر سکتا تو اس کے لیے ممکن تھا کہ ایسے مسخ و قبیح، مناظر قائم کر دے۔

سید شباب اہل الجنۃ اس بات کو سمجھتے تھے، تبھی تو مالک بن ضمرہ کی صلح پر نکتہ چینی کے جواب میں آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ معاویہ اسلام کی جڑیں روئے زمین سے اکھاڑ پھینکے گا۔ پس میں نے چاہا کہ کوئی تو خبر دینے والا باقی رہ جائے۔(۸۱)۔ جب سفیان بن یالیل نے کہا اسلام علیک یا مذل المومنین (اے مومنین کو ذلیل کرنے والے) تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں ذلیل نہیں کیا، لیکن میں نے یہ پسند نہیں کی اکہ انہیں فنا و تباہ کرادوں اور ان کی اصل و بنیاد کو ختم کرادوں۔(۸۲)

اور جب ابو سعید صلح کی وجہ پوچھتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں صلح نہ کرتا تو روئے زمین پر ہمارے کسی شیعہ کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑا جاتا۔

۸۔معاویہ بن ابوسفیان

ابوسفیان جو اللہ اور رسول کا سب سے بڑا دشمن تھا اس نے ارادہ کیا کہ اسلام میں داخل ہو جائے لیکن معاویہ نے اسے خط لکھا:

یا صخر لا تسلمن یوما فتفضحنا
بعد الذین ببدر اصبحوا مزقا

اے صخر میدان بدر میں جن بزرگوں کے بدن پارہ پارہ ہو گئے ان کے بعد اسلام قبول کر کے کسی دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔

معاویہ کا اسلام اور اہل اسلام کے خلاف یہ بغض و کینہ اس وقت بھی باقی رہا جب وہ امیر المومنین کہلوانے لگا۔ وہ ایک دن ابن عباس سے ملاقی ہوا تو کہنے لگا: اس میں شک نہیں اے بنی ہاشم! کہ میرے نفس میں تمہارے لیے دلی غصہ کی وجہ سے دکھ درد بھرے ہوئے ہیں۔ مجھ پر لازم ہے کہ تم سے انتقام لوں اور ننگ و عار کو دور کروں کیونکہ ہمارے خون تمہارے ذمہ ہیں اور ہم پر تمہارے مظالم ہیں۔(۸۳)

میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی مسلمان جس کے دل میں اسلام داخل ہو چکا ہو، وہ ایسا کہے زمانہ جاہلیت کے مقتولین، اسلام اور رسول اسلام کے دشمنوں کی حمایت و نصرت چاہے۔

اس سے بھی زیادہ سخت چیز وہ ہے جسے مطرف بن مغیرہ بن شعبہ معاویہ کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے، میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ معاویہ کو ملنے کے لیے شام گیا ہوا تھا۔ میرا باپ اس کے پاس جاتا اور اس سے باتیں کرتا۔ پھر جب گھر آتا تو معاویہ کی عقل و فکر کا مجھ سے ذکر کرتا اور جو کچھ اس کے یہاں دیکھتا، سنتا سب پر تعجب کرتا۔ اچانک ایک رات آیا تو رات کا کھانا بھی نہ کھایا۔ اس رات اسے مغموم و محزون پایا۔ میں نے ایک گھنٹہ تک انتظار کیا اور میں نے گمان کیا کہ ان کی یہ حالت ہم سے یا ہمارے کسی عمل کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

میں نے پوچھ لیا کہ میں آج کی رات آپ کو مغموم ومہموم دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ اے بیٹا! میں سب سے زیادہ خبیث شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ میں نے کہا: کہاں سے؟ تو کہا میں اس (معاویہ) کے پاس اکیلا تھا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں کاش عدل وانصاف کا اظہار کرتے، اچھے کاموں کو پھیلاتے، اپنے بھائیوں بنی ہاشم کی طرف نظر شفقت اور صلہ رحمی کرتے۔ خدا کی قسم! اب تو ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کا ہمیں خوف ہو۔ تو اس نے کہا: ہیہات ہیہات (یہ نہیں ہو سکتا) بنی تمیم سے بھائی ابوبکر بادشاہ ہوا، اس نے عدل وانصاف کیا، یہ کیا اور وہ کیا۔ خدا کی قسم! اس سے آگے نہ بڑھ سکا کہ وہ مر گیا اور اس کے ساتھ اس کا ذکر بھی ختم ہو گیا۔ اب ابوبکر کہنے والا کوئی ہے؟ اس کے بعد بنی عدی سے بھائی عمرؓ بادشاہ ہوا۔ اس نے بڑی جدوجہد کی اور مسلسل دس سال کوشش کرتا رہا۔ خدا کی قسم! اس سے آگے تجاوز نہ کر سکا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی یاد ختم ہو گئی۔ اب کون ہے جو عمر کو یاد کرے۔ پھر عثمان بادشاہ بنا تو وہ ایسا شخص تھا کہ نسب میں اس کا کوئی مثل نہ تھا۔ اس نے کیا جو کچھ کیا اور اس کے ساتھ ہوا جو کچھ ہوا۔ لیکن وہ بھی خدا کی قسم! اس سے آگے نہ نکل سکا کہ اس کے مرنے سے اس کا ذکر بھی مر گیا اور جو اس کے ساتھ سلوک ہوا اس کی یاد بھی ختم ہوئی۔ بنی ہاشم سے بھائی (رسول اللہ) کا نام ہر روز پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے۔ اشہدان محمد رسول اللہ تو کون سا عمل اور کام اس کے بعد باقی رہ سکتا ہے۔ تیری ماں مرے، نہیں خدا کی قسم مگر یہ کہ اسے دفن کیا جائے، دفن کیا جائے۔

جب یہ ذکر مامون کے قصہ گویوں نے اس تک پہنچایا تو اس نے تمام علاقوں میں حکم بھیجا معاویہ پر لعنت کرنے اور جو اس کا ذکر خیر کرے اس سے برائت الذمہ کا، کیونکہ اس نے معاویہ کے قول میں بت پرستی، جاہلیت ذات خدا کے لیے الحاد، کفر اور رسول اللہ اور آپ کے خلفاء سے کفر وانکار کو مطالعہ کیا۔

معاویہ کا امیر المومنین پر سب وشتم کرنے پر اصرار نہیں تھا مگر اسلام اور رسول اسلام سے اس کی چھپی ہوئی دشمنی کی ایک چھوٹی سی شکل تھی کیونکہ آنحضرت نے فرمایا: من سبنی فقد سب اللہ ومن سب علیا فقد سبنی جو مجھ پر سب کرے اس نے خدا پر سب کیا اور جو علی پر سب وشتم کرے اس نے مجھ پر سب کیا۔

معاویہ ہمیشہ اسلام اور احکام اسلام سے دور رہا۔ اپنی سابقہ جاہلیت کے طریق پر زندگی بسر کرتا رہا۔ اس نے مقام نخیلہ میں خطبہ دیا اس کے بعد لوگوں کو دن کی نماز پڑھائی۔ اس نے اپنے خطبہ میں کہا: خدا کی قسم! میں نے تم سے اس لیے جنگ نہیں کی کہ تم نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو اور زکوۃ دو۔ یہ کام تو تم کرتے ہی رہتے ہو۔ میں نے تو تم سے جنگ اس لیے کی ہے کہ تم مجھے اپنا امیر اور بادشاہ تسلیم کرو اور خدا نے میرا یہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ اگرچہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ یاد رکھو! میں نے حسن بن علی کو کچھ شرائط طے کر کے امید دلائی تھی جو سب کی سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ میں ان میں سے کسی بات، کسی شرط کو پورا نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ قریش کے چند افراد کے درمیان کھڑا ہوا اور کہا کہ میں تم پر اس لیے حاکم اور بادشاہ نہیں بنا کہ

تمہیں میری ذات سے محبت اور دوستی ہو اور نہ ہی تمہیں میری ولایت سے کوئی خوشی تھی۔ لیکن میں نے اس تلوار کے ذریعہ تمہیں زیر کیا۔ میں نے تمہارے لیے اپنے نفس کو ابوقحافہ کے بیٹے اور عمر کی سیرت وعمل اختیار کرنے پر رضامند کرنا چاہا، لیکن اس نے سختی سے نفرت کی۔ پھر میں نے عثمان کی ترجیحات واستثنائات کو عمل میں لانا چاہا۔ تو میرے نفس نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر میں نے اسے ایک ایسے رستے پر ڈالا کہ جس میں میرا اور تمہارا دونوں کا فائدہ ہے۔ یعنی اچھا کھانا کھلانا، اچھا پینا پلانا۔ اگر تم مجھے اپنے خیالات سے اچھا نہ پاؤ تو حکومت کرنے کے لحاظ سے تمہارے لیے اچھا ہوں۔

ابودرداء نے دیکھا کہ معاویہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پیتا ہے تو اس نے کہا: میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان برتنوں میں کھانے پینے والے کے پیٹ سے جہنم کی آگ نکلے گی۔ معاویہ نے کہا: میں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ابودرداء نے کہا: کون ہے جو معاویہ کے سامنے میرا عذر پیش کرے۔ میں اسے رسول اللہ کا قول یاد دلاتا ہوں۔ وہ مجھے اپنی رائے بتاتا ہے۔ اے معاویہ! میں اس زمین پر کبھی بھی تیرے ساتھ اکٹھا نہ رہوں گا۔ (۸۴)

اگر ہم معاویہ کے خلاف ورزیوں اور بدکاریوں کو بیان کرنا چاہیں تو کئی جلدیں تیار کرنی پڑیں گی۔ اس شخص کی حقیقت پر مطلع ہونے کے لیے بہت سی کتب، تراجم وسوانح مطالعہ کرنے کے بجائے انسان کے لیے صرف کتاب النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ، تالیف السید محمد بن عقیل کی طرف رجوع کرنا کافی ہے۔

میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو کچھ آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں یہی امور اسلام کی حفاظت اور باقی ماندہ مسلمانوں کی بقا کے پیش نظر سبط زکی امام حسن کے لیے معاویہ سے صلح کرنے کا سبب تھے۔ تا کہ معاویہ پر کفر و الحاد اور مزید قتل وغارت کا راستہ بند کر دیں۔

معاویہ اور اس کے ساتھیوں سے آپؑ کے مناظرے

جو شخص بھی اس فصل پر مطلع اور باخبر ہوا اسے اموی خاندان کی کمینگی، حقارت وذلت اور ان کے خبیث نفسیات معلوم ہو جائیں گے، جبکہ امام حسن ان سے صلح کر چکے تھے اور میدان ان کے لیے خالی چھوڑ دیا تھا۔ پھر بھی وہ اپنی پستی وکمینگی سے باز نہ آئے کہ امام علیہ السلام کو سکھ وچین کی زندگی بسر کرنے دیتے مگر وہ آپ کی طرف آدمی بھیجتے رہے کہ وہ آپ اور آپ کے والد گرامی پر سب وشتم کریں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے: کتاب المفاخرات میں زبیر بن بکار نے روایت کی ہے

کہ معاویہ کے پاس عمرو بن عاص، ولید بن عقبہ بن ابی معط، عتبہ بن ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ جمع ہوئے۔ انہیں امام حسن بن علی سے کچھ تکلیف دہ باتیں پہنچیں اور آپ کو بھی ان سے ایسی ہی تکالیف واذیتیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین حسن نے اپنے باپ اور اس کے ذکر کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ بات کرتا ہے تو اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ حکم دیتا ہے تو اطاعت کی جاتی ہے۔ لوگ ہر وقت اس کے پاس آتے جاتے ہیں۔ یہ صورت حال اسے اس کے موجودہ مقام سے بہت عظیم و بلند مقام پر اٹھا لے جائے گی۔ ہمیں ہمیشہ اس کے بارے میں ایسی ہی خبریں ملتی ہیں جو ہمارے لیے تکلیف دہ ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کہا اسے بلا بھیجو تا کہ ہم اس پر اور اس کے باپ پر سب وشتم کریں اور ہم اسے عار دلا سکیں، سرزنش کریں اور اسے بتائیں کہ اس کا باپ عثمان کا قاتل ہے اور اس سے اقرار کرائیں۔ اس میں اب یہ طاقت نہیں کہ ان میں سے کسی چیز کو ہماری طرف پلٹا سکے۔ معاویہ نے کہا کہ میری یہ رائے نہیں ہے اور نہ ہی میں ایسا کروں گا۔ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین ایسا ضرور کیجیے ہم آپ کو قسم دیتے ہیں۔

معاویہ نے کہا: وائے ہو تم پر۔ تم ایسا نہ کرو۔ خدا کی قسم میں نے ان کو اپنے پاس بیٹھے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ میں ان کے مقام منزلت کی بلندی اور اپنی ذات پر عیب لگنے سے خوف زدہ ہوا ہوں۔ وہ کہنے لگے ہر حالت میں کسی کو اس کے پاس بھیجو۔ معاویہ نے جواب دیا: اگر میں نے اس کی طرف کسی کو بھیجا تو پھر میں اس کے بارے میں تم سے انصاف لوں گا۔

عمرو بن عاص نے کہا: کیا آپ کو یہ خوف ہے کہ اس کا باطل ہمارے حق پر غالب آ جائے گا؟ یا اس کا قول اور بات ہماری بات سے اونچی ہوگی؟ معاویہ نے کہا: یاد رکھو میں نے اسے بلایا تو پھر میں اس سے یہ کہوں گا کہ کھل کر بات کرو۔ وہ کہنے لگے ہاں ضرور کہہ دیجیے۔

وہ کہنے لگا تم نے میری بات نہیں مانی اور اس کو بلا رہے ہو تو پھر اس کے سامنے کوئی کمزور اور ہلکی بات نہ کرنا اور یہ یقین جانو کہ وہ ایسے اہل بیت ہیں جنہیں عیب لگانے والا عیب نہیں لگا سکتا اور نہ ہی ننگ و عار ان سے وابستہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس پر یہ الزام لگاؤ کہ تیرے باپ نے عثمان کو قتل کیا اور وہ اپنے سے پہلے خلفاء کی خلافت کو ناپسند کرتا تھا۔

پس معاویہ نے کسی کو آنجنابؑ کے پاس بھیجا۔ آپؑ کے پاس اس کا قاصد آیا۔ کہا کہ امیر المومنین آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ اس کے پاس اور کون کون ہیں؟ تو اس نے نام لیے۔

امام حسن نے فرمایا: انہیں کیا ہو گیا ہے؟ ان پر اوپر سے چھت گرنے والی ہے یا ان پر ایسی جگہ سے عذاب نازل ہونے والا ہے جس کا وہ شعور نہیں رکھتے۔ پھر ایک کنیز سے فرمایا: اے لڑکی میرا لباس لے آؤ۔ خدایا! میں ان کے شرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور تیری مدد سے ان کے شر کو ان کی گردن پر مارتا ہوں۔ اے ارحم

الراحمین! میں تجھ سے اور تیرے ہی حول وقوت سے ان کے خلاف تیری اعانت طلب کرتا ہوں۔ پس تو جہاں چاہے اور جس طرح چاہے ان سے میری کفایت فرما۔

پھر آپ کھڑے ہوئے اور معاویہ کے دربار میں داخل ہوئے تو اس نے آپ کی تعظیم وتکریم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر ان لوگوں نے اپنے نفسوں کی بغاوت اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو حملہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ پھر معاویہ نے کہا کہ اے ابا محمد! انہوں نے آپ کی طرف قاصد بھیجا اور میری نافرمانی کی۔

امام حسن نے فرمایا: سبحان اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے اور اس میں تیرا حکم چلا ہے۔ خدا کی قسم اگر تو نے ان کی وہ بات قبول کی ہے جو وہ چاہتے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو مجھے تیری برائی پر شرم آتی ہے اور اگر وہ تیری رائے پر غالب آ گئے ہیں تو مجھے تیری کمزوری پر شرم آتی ہے۔ تو کس بات کا اقرار کرتا ہے اور کس کا انکار۔ اگر مجھے ان کا یہاں ہونا معلوم ہوتا تو پھر میں بھی ان کی مثل بن عبدالمطلب کو لے کر آتا جبکہ میں نہ تجھ سے خوف زدہ ہوں اور نہ ہی ان سے کیونکہ میرا ولی وسرپرست خدا ہے اور وہ صالح اور نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

معاویہ نے کہا اے فلاں میں تو ناپسند کرتا تھا کہ آپ کو بلاؤں لیکن میرے ناپسند کرنے کے باوجود ان لوگوں نے مجبور کیا۔ آپ کو ان کے مقابلے میں انصاف ملے گا اور میرے مقابلہ میں بھی۔ ہم نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ پر ثابت کریں کہ عثمان مظلوم ہو کر مارا گیا اور آپ کے والد نے اسے قتل کیا۔ پس ان کی بات سنو پھر انہیں جواب دو اور آپ کے لیے آپ کی تنہائی اور ان کا گٹھ جوڑ اور اجتماع اس سے مانع نہ ہو کہ آپ کھل کر بات کریں۔

پس عمرو بن عاص نے گفتگو شروع کی۔ اللہ کی حمد اور رسول اللہ پر درود بھیجنے کے بعد حضرت علی کا ذکر کیا۔ کوئی برائی اور عیب ایسا نہ چھوڑا جو ان پر نہ لگایا ہو۔ اس نے کہا حضرت علی نے ابوبکر پر سب وشتم اور اس کی خلافت کو ناپسند اور بیعت سے انکار کیا۔ پھر مجبور ہو کر بیعت کر لی۔ عمر کے خون میں شریک ہوا۔ عثمان کو مظلوم قتل کر دیا اور خلافت کا دعویٰ کیا، جس کا وہ اہل نہ تھا۔ پھر اس نے آپ کی ذات پر عیب وعار لگائے۔ دوسری برائیوں کا اضافہ کیا اور کہا اے اولاد عبدالمطلب خلفاء کو قتل کرنے، خدا کے حرام کیے ہوئے خون کو حلال سمجھنے، غیر حلال امور کو بجالانے اور ملک وسلطنت پر حریص ہونے کی وجہ سے خدا تمہیں ملک وسلطنت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس پر بھی اے حسن تم کہتے ہو کہ خلافت تمہاری طرف لوٹنے والی ہے، حالانکہ تمہارے پاس تو اس کی عقل وفہم ہی نہیں اور تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے باپ کے برے کردار کی وجہ سے خدا نے تمہاری عقل سلب کر لی کہ تم احمق قریش بن کر رہ گئے ہو۔ تم سے استہزا کیا جاتا اور تمہارا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

ہم نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تم پر اور تمہارے باپ پر سب وشتم کریں۔ تمہارے باپ کو تو خدا نے

اٹھالیا اور اس سے ہماری کفایت کی لیکن تم ہمارے قبضہ میں ہو۔ تمہارے متعلق فیصلہ کریں گے۔ اگر ہم تمہیں قتل کر دیں تو خدا کی طرف سے ہم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی لوگوں کی طرف سے کوئی عیب ہے۔ کیا تم میں یہ جرات ہے کہ ہماری بات کو رد کر سکو اور ہمیں جھٹلا سکو، اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نے جھوٹ کہا تو اس کی تردید کرو ورنہ جان لو کہ تم اور تمہارا باپ دونوں ظالم تھے۔

پھر ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے بات شروع کی اور کہا: اے بنی ہاشم تم عثمان کے ماموں تھے اور وہ تمہارے لیے اچھی اولاد تھا۔ اس نے تمہارا حق پہچانا۔ تم اس کے سسرال تھے وہ تمہارا داماد تھا۔ تمہاری عزت و تکریم کرتا تھا۔ لیکن تم نے اس پر حسد کیا۔ تمہارے باپ نے اسے ظلم سے قتل کر دیا۔ اس کے لیے نہ کوئی عذر ہے اور نہ حجت۔ تم نے دیکھا کہ خدا نے اس کے خون کا مطالبہ کیا اور تمہیں تمہارے مقام پر لا کھڑا کیا۔ خدا کی قسم! بنی امیہ بہتر ہیں بنی ہاشم کے لیے، نسبتاً بنی ہاشم سے بنی امیہ کے لیے۔ معاویہ تمہارے لیے تمہارے نفس سے بہتر ہے۔

پھر عتبہ بن ابی سفیان نے بات کی اور کہا: اے حسن! تمہارا باپ قریش میں سے قریش کے لیے برا تھا کیونکہ اس نے ان کے خون بہائے قطع رحمی کی۔ اس کی تلوار اور زبان لمبی تھی۔ زندوں کو قتل کرتا اور مردوں پر عیب لگاتا۔ اور تم خود ان میں سے ہو جنہوں نے عثمان کو قتل کیا۔ ہم تمہیں اس کے بدلے قتل کریں گے۔ رہا تمہارا خلافت کی آرزو کرنا تو نہ تم اس کے چقماق سے آگ نکال سکتے ہو اور نہ ہی اس کے وارث بننے کی لیاقت رکھتے ہو۔ اے بنی ہاشم! تم نے عثمان کو قتل کیا۔ پس ہم حق رکھتے ہیں کہ اس کے بدلے تمہیں اور تمہارے بھائی کو قتل کر دیں۔ رہا تمہارا باپ تو اس معاملہ میں خدا نے کفایت کر دی اور اس سے قصاص لے لیا۔ مگر تم کو عثمان کے بدلے قتل کرنے میں قسم بخدا نہ ہم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی تجاوز وعدوان۔

پھر مغیرہ بن شعبہ بولا: اس نے حضرت علی کو برا بھلا کہا اور کہا خدا کی قسم میں اس کا ایسا کوئی عیب بیان نہیں کرتا کہ اس نے خیانت کی ہو، یا کسی امر میں حق سے انحراف کیا ہو۔ لیکن اس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ پھر وہ چپ ہو گئے۔ اس کے بعد امام حسن نے اللہ کی حمد اور رسول اور ان کی آل پاک پر صلوۃ بھیجنے سے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا: اما بعد اے معاویہ! ان لوگوں نے مجھے گالیاں نہیں دیں، بلکہ تو نے وہ فحش گالیاں دیں جو تیری دلی خواہش تھی اور وہ میری رائے جسے تو جانتا ہے اور وہ بد خلقی جس پر تو ثابت قدم ہے اور وہ بغاوت جو ہمارے خلاف ہے اور تیری وہ عداوت و دشمنی جو تجھے محمد و آل محمد سے ہے۔ لیکن اے معاویہ! سن اور تم بھی سنو جو کچھ کہوں گا وہ اس سے بہت کم ہے جس کے تم اہل ہو۔ اے قوم! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس پر تم آج سب وشتم کر رہے ہو اس نے دو قبلوں کی طرف اس وقت نماز پڑھی ہے جبکہ اے معاویہ! تو دونوں کا منکر و کافر تھا اور اسے ضلالت اور گمراہی سمجھتا تھا اور ضلالت وغوایت کی وجہ سے لات وعزیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ اس نے دو

بیعتیں کی ہیں، بیعت فتح اور بیعت رضوان۔ اے معاویہ! تو ان میں سے ایک کا منکر و کافر تھا اور دوسری کو تو نے توڑا تھا۔ تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ وہ سب لوگوں سے پہلے ایمان لایا؟ اے معاویہ! تو اور تیرا باپ مولفۃ القلوب میں سے ہو، تم کفر کو چھپائے ہوئے تھے اور اسلام کا اظہار کرتے تھے اور مال سے انہیں مائل کیا جاتا تھا اور میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ جنگ بدر میں رسول اللہ کے علم بردار تھے اور مشرکین کا جھنڈا معاویہ اور اس کے باپ کے پاس تھا۔ پھر تم احد و احزاب میں اس کے مقابل ہوئے تو اس کے پاس رسول اللہ کا علم تھا۔ تیرے اور تیرے باپ کے ہاتھ میں شرک کا علم تھا اور ان تمام مواقع پر خدا نے اسے فتح دی۔ حجت کو کامیابی بخشی، دعوت میں مدد دی اور اس کی بات کی تصدیق کی اور رسول پاک ان سب مقامات میں ان سے راضی تھے۔ تجھ پر اور تیرے باپ پر ناراض و غضبناک تھے۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں اے معاویہ! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا باپ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر آیا جسے تو ہانک رہا تھا اور یہ تیرا بھائی عتبہ اسے آگے سے کھینچ رہا تھا تو رسول اللہ نے تم لوگوں کو دیکھ کر فرمایا: اللھم العن الراکب والقائد والسائق (خدایا! سوار، آگے سے کھینچنے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر لعنت کر۔ اے معاویہ! کیا تو وہ اشعار بھول گیا جو تو نے اپنے باپ کی طرف اس وقت لکھے تھے جب وہ مسلمان ہونے کا ارادہ کر چکا تھا تو اس ذریعہ سے اسے روک رہا تھا۔

یا صخر لاتسلمنا یوما فتفضحنا
بعد الذین ببدر اصبحو مزقا

اے صخر کسی دن اسلام قبول کر کے ہمیں رسوا نہ کرنا، ان لوگوں کے بعد جو میدان بدر میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔

خالی و عمی و اعم الام ثالثھم
و حنظل الخیر قد اھدی لنا الارقا

میرا ماموں، میرا چچا اور ان میں تیسرا میری ماں کا چچا تھا اور حنظل خیر کہ جس نے ہماری راتوں کی نیند اڑا دی۔

لا ترکنن الی امر تکلفنا
والراقصات بہ فی مکہ الخرقا

ایسے امر کی طرف نہ جھکنا جس سے ہمیں تکلیف پہنچے اور اس کی وجہ سے مکہ میں رقص کرنے والیاں مدہوش ہو جائیں۔

فالموت اھون من قول العداۃ لقد

حاد ابن حرب العزی اذا مزقا

پس دشمنوں کے اس قول سے کہ ابن حرب نے عزیٰ بت سے اس کے ٹکڑے ہونے کے بعد منہ موڑ لیا، موت اس سے زیادہ آسان ہے۔

خدا کی قسم تیرے کرتوت، جو کچھ میں نے بیان کیا، اس سے بہت زیادہ ہیں جنہیں میں نے ابھی بیان نہیں کیا۔ اے لوگو! میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ اصحاب رسول میں سے علی علیہ السلام نے شہوات وخواہشات اپنے نفس پر حرام کر دیں تو ان کی شان میں نازل ہوا۔ یا ایہا الذین امنوا لاتحرموا طیبات ما احل لکم۔ (اے ایمان والوان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو جو خدا نے تمہارے لیے حلال کر رکھی ہیں) رسول اللہ نے اپنے اکابر اصحاب بنی قریظہ کی طرف بھیجے تو انہوں نے اپنے قلعوں سے اتر کر انہیں شکست دی۔ پس علی کو علم دے کے بھیجا تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کے کے حکم پر مطیع کر لیا اور خیبر میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا: اے معاویہ! میں گمان کرتا ہوں کہ تو نہیں جانتا جو کچھ رسول اللہ نے تجھے بددعا دی تھی جب اپ بنی خزیمہ کی طرف خط لکھنا چاہتے تو آپ نے تیری طرف کسی کو بھیجا اور تجھے مرتے دم تک سیر نہ ہونے کی بددعا دی۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ سات مواقع پر رسول نے ابوسفیان پر لعنت کی تم جس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اول اس وقت کہ جب رسول اللہ مکہ اس طائف جا رہے تھے تاکہ قبیلہ ثقیف کو دین کی تبلیغ کریں۔ پس ابوسفیان حائل ہوا، حملہ کرنا چاہا، برا بھلا کہا، سفیہ قرار دیا، گالیاں دیں، آپ کو جھوٹا کہا اور دھمکی دی۔ اس وقت اللہ اور اس کے رسول نے اس پر لعنت کی اور اسے آپ نے منصرف کیا۔

دوسرا موقع قافلہ والا دن تھا کہ وہ شام سے آ رہا تھا۔ رسول اللہ معترض ہوئے۔ ابوسفیان اسے سمندر کے کنارے سے دھکیل کر لے گیا۔ مسلمان اس پر کامیاب نہ ہوئے۔ پس رسول نے لعنت کی اور بددعا دی اور جنگ بدر کا واقعہ اسی بنا پر ہوا۔

تیسرا موقع یوم احد ہے جب ابوسفیان پہاڑی کے نیچے تھا اور رسول اس کے اوپر کی جانب تھے اور وہ بار بار کہہ رہا تھا: ہبل بلند ہوا تو رسول پاک نے دس بار لعنت کی اور مسلمانوں نے بھی لعنت کی۔

چوتھے، جس وقت وہ احزاب، غطفان اور یہودیوں کو لے کر آیا تو رسول اللہ نے اس پر لعنت کی اور گڑگڑا کر بددعا کی۔

پانچویں جب ابوسفیان قریش کے ساتھ آیا، انہوں نے رسول اکرم کو مسجد الحرام میں داخل ہونے اور ہدی وقربانی کو اپنے مقام پر لے جانے سے روک دیا۔ یہ حدیبیہ کا دن تھا۔ رسول اللہ نے ابوسفیان پر لعنت کی۔ قیادت کرنے والوں اور اتباع وپیروی کرنے والوں پر لعنت کی اور فرمایا یہ سب معلون ہیں۔ ان میں کوئی نہیں جو ایمان لائے۔ تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول کیا ان میں سے کسی کے بارے میں بھی اسلام کی امید نہیں کی جا

سکتی پھر کیسے لعنت ہو رہی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اتباع و پیروی کرنے والوں میں سے کسی کو بھی لعنت نہیں پہنچے گی، لیکن قائدین میں سے کوئی بھی فلاح و نجات نہیں پائے گا۔

چھٹا سرخ اونٹ والا دن ہے اور ساتواں وہ دن ہے جس میں رسول اللہ کے لیے عقبہ اور گھاٹی میں ٹھہرے تا کہ آپ کے نقاہ کو بھڑکائیں اور بھگائیں۔ وہ بارہ آدمی تھے جن میں ایک ابوسفیان تھا۔ اے معاویہ یہ روداد تو تیرے لیے ہے۔

اور اے عاص کے بیٹے تیرا باپ کھڑا ہوا اس نے کہا میں محمد ابتر (بے نسل) کا دشمن اور اس سے بغض رکھنے والا ہوں۔ خدا نے اس کے بارے میں نازل کیا جو کچھ نازل کیا۔ تو نے تمام جنگوں میں رسول اللہ سے جنگ کی اور آپ کی ہجو کی اور مکہ میں آپ کو اذیت و تکلیف پہنچائی اور تو نے آپ سے پورا مکر و فریب کیا۔ تو آپ کی عداوت اور تکذیب کرنے میں سب سے زیادہ شدید تھا۔ پھر نجاسی کے پاس جانے کے لیے کشتی والوں کے ساتھ نکلا تا کہ جعفر اور ان کے ساتھیوں کو مکہ واپس لے آئے۔ جب وہ کام نہ ہو سکا جس کی تجھے امید تھی، خدا نے تجھے کائب و خاسر پلٹا دیا اور تیری چغل خوری کی تکذیب کر دی۔ تو اپنے ساتھ عمارہ بن ولید کے درپے ہو گیا اور حسد کرتے ہوئے جس کا وہ اپنی بیوی سے مرتکب ہوا تھا، نجاشی کے پاس اس کی چغل خوری کی۔ پس خدا نے تجھے اور تیرے ساتھیوں کو رسوا کیا۔ پس تو بنی ہاشم کا زمانہ جاہلیت اور دور اسلام میں دشمن تھا اور ہے۔ تو جانتا ہے اور یہ سب بھی جانتے ہیں کہ تو نے رسول اللہ کی ہجو میں ستر بیت نظم کیے۔ رسول اللہ نے فرمایا خدایا میں شعر نہیں کہتا اور نہ ہی مجھے کہنے چاہئیں۔ خدایا اس پر ہر حرف کے عوض ہزار مرتبہ لعنت کر۔ پس اس وقت خدا نے تجھ پر لعنتوں کا اتنا احسان کیا جسے شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو کچھ تو نے عثمان کے بارے میں کہا ہے اس کے خلاف دنیا بھر میں تو نے ہی آگ بھڑکائی۔ پھر تو فلسطین چلا گیا۔ جب تجھے اس کے قتل کی خبر ملی تو تو نے فخریہ کہا کہ میں ابوعبداللہ جب کسی پھوڑے کو چھیڑتا ہوں تو اس میں سے خون نکال کر چھوڑتا ہوں۔ پھر تو نے اپنی ذات کو معاویہ کے لیے وقف کر دیا اور دنیا کے بدلے دین کو بیچ ڈالا۔ ہم تجھے کسی کے بغض پر ملامت نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کی محبت پر عتاب کرتے ہیں۔ خدا کی قسم عثمان کی زندگی میں تو نے اس کی مدد نہیں کی اور نہ اس کے قتل پر غضبناک ہوا۔ وائے ہو تجھ پر اے ابن عاص جب تو مکہ سے نجاشی کے پاس حبشہ جا رہا تھا تو بنی ہاشم کے بارے میں تو نے یہ شعر نہیں کہے تھے؟

تقول ابنتی این هذا الرحیل
وما السیر منی بمستنکر
فقلت ذرینی فانی امرؤ
ارید النجاشی فی جعفر

لا کویه ندہ کیسه

اقیم بهانخوة الا صعر

و شانی احمد من بینهم

و اقو لهم فیه بالمنکر

و اجری الی عتبة جاهدا

ولو کان کالذهب الاحمر

ولا انثنی عن بنی هاسم

وما استطعت فی الغیب والمحضر

فان قبل العتب منی له

و الا لویت له مشفری

(ترجمہ) میری بیٹی کہتی ہے کہاں جا رہے ہو حالانکہ میرا سیر وسیاحت کو جانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھے نہ ٹوک میں نجاشی کے پاس جعفر کے بارے میں جا رہا ہوں تا کہ اس میں ایسے عیب لگاؤں جس سے نجاشی نفرت کے ساتھ اس سے منہ پھیر لے اور میں احمد کا دشمن ہوں اس پر ہر طرح کا عیب والزام لگانے اور اس پر عتاب وسرزنش کرنے میں سب سے زیادہ جری ہوں، اگر چہ وہ کندن کی طرح بے عیب ہے۔ اور میں اپنی ہمت واستطاعت بھر بنی ہاشم کے روبرو اور پس پشت ان کی شدید مخالفت سے ہر گز دست بردار نہ ہوں گا۔ اگر ان کے بارے میں میری سرزنش قبول نہ ہوئی تو میں ان پر زبان طعن دراز رکھوں گا۔

یہ تو تیری گفتگو کا جواب ہے جو تو نے سن لیا ہے۔

اور اے ولید! خدا کی قسم میں تجھے علی کے ساتھ بغض رکھنے پر ملامت نہیں کرتا جبکہ انہوں نے تجھے شراب پینے پر اسی کوڑے لگائے تھے اور تیرے باپ کو رسول اللہ کے سامنے سختی سے قتل کیا تھا۔ تو وہی ہے خدا نے جس کا نام فاسق رکھا ہے اور علی کا نام مومن رکھا ہے۔ جہاں تم دونوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو نے کہا تھا کہ اے علی! خاموش! میں آپ سے زیادہ بہادر دل رکھتا ہوں اور زیادہ تیز گفتار ہوں۔ پس علی نے تجھ سے فرمایا: ولید! خاموش رہ میں مومن ہوں تو فاسق ہے اور خدا نے ان کے قول کو پسند کیا اور آیۃ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون

نازل فرمائی اور تیرے لیے ان کے قول کی موافقت میں نازل فرمایا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینو ادائے ہو تجھ پر اے ولید! جو کچھ تو بھول جائے کوئی حرج نہیں لیکن اپنے علی کے بارے میں شاعر کے اس قول کو نہ بھول جانا

انزل الله والكتاب العزيز
فی علی و فی ولید قرانا
فنبوا الوليد اذ ذاك فسقا
ف علی مبوء ايمان
ليس من كان مؤمنا عمر ك الله
كمن كان فاسقا خوانا
سوف يدعى الوليد بعد قليل
و علی الی الحساب عيانا
فعلی يجزی باك جنانا
و وليد يجزی بذاك هوانا
رب جد لعقبة بن ابان
لابس فی بلادنا تبانا

(ترجمہ:) خدا نے علی و ولید کے بارے میں اپنی کتاب عزیز قرآن میں نازل کیا۔ ولید کو فسق میں اور علی کو ایمان کی منزل میں بٹھایا جو مومن ہو خدا عمر دراز کرے۔ وہ فاسق خباثت کار جیسا نہیں ہوسکتا۔ عنقریب ولید اور علی ایک دوسرے کے مقابل حساب کے لیے بلائے جائیں گے۔ علی کو ایمان کے سبب جزا میں جنت ملے گی اور ولید کو فسق کی بنا پر ذلت وخواری کی سزا نصیب ہوگی۔ عقبہ بن ابان کے کتنے دادے ہیں کہ جنہوں نے جو جدا تھا اسے ہمارے حصہ میں ملا دیا۔

تجھے قریش سے کیا واسطہ تو اہل صفوریہ کا...... اور میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تو اس سے عمر میں بڑا ہے جس کا تو بیٹا کہلاتا ہے۔

اور اے عتبہ! خدا کی قسم تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے جواب دوں اور نہ عقل مند ہے کہ تجھ سے گفتگو کروں اور تجھے سرزنش کروں اور نہ خیر وبھلائی جس کی امید رکھی جائے اور نہ ہی شر وبرائی ہے کہ جس سے بچا جائے۔ تیری

عقل تیری کنیز کے برابر ہے۔ حضرت علی کا اس میں کچھ نقصان نہیں کہ تیرے جیسا شخص لوگوں کے سامنے انہیں گالیاں دے۔ اور تیرا مجھے قتل کی دھمکی دینا اگر تو اتنا ہی بہادر ہے تو پھر تو نے اپنے بستر پر پائے جانے والے لحیانی کو کیوں نہ قتل کر دیا اور تجھے نصر بن حجاج کے اس قول سے شرم نہیں آتی

یا للرجال و حادث الازمان
و لسبه تخزی ابا سفیان
نبت عتبة خانه فی عرسه
جنس لئیم الاصل من لحیان

اے لوگو! حوادثات زمانہ اور اس بری چیز پر جس نے ابوسفیان کو رسوا کیا تعجب کرو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ قبیلہ لحیان کے ایک کمینی اصل کے شخص نے عتبہ سے اس کی بیوی کے بارے میں خیانت کی ہے۔

میں اپنے نفس کے لیے پسند نہیں کرتا کہ اس برائی کا ذکر کروں۔ پس کس طرح کوئی تیری تلوار سے ڈرے گا جبکہ تو اپنے رسوا کرنے والے کو قتل نہ کر سکا۔ میں حضرت کے بغض پر کس طرح تجھے ملامت کروں جبکہ انہوں نے ایک مقام جنگ بدر میں تیرے ماموں ولید اور تیرے بھائی حنظلہ کو قتل کر دیا اور حضرت حمزہ کے ساتھ شریک ہو کر تیرے نانا عتبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

باقی رہا تو اے مغیرہ! تو تو اس قابل نہیں تھا کہ اس قسم کے معاملات میں پڑے۔ تیری مثال مچھر جیسی ہے جب اس نے کھجور کے تنے سے کہا کہ اپنے وجود کو سنبھال میں تجھ پر سے اڑنے لگا ہوں۔ کھجور کے تنے نے کہا مجھے تیرے بیٹھنے کا علم ہوا کہ تیرے اڑ جانے پر دھیان دوں۔ خدا کی قسم ہمیں تیری عداوت کا احسان تک نہیں۔

اور تیری عداوت معلوم بھی ہو تو ہم مغموم نہیں ہوتے اور نہ تیری بات ہم پر شاق گزرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زنا اور بدکاری میں اللہ کی حد تجھ پر ثابت ہو چکی ہے اور عمر نے اللہ کے اس حق کو تجھ سے دور رکھا جس کو خدا کے یہاں اس سے باز پرس ہوگی۔ تو نے رسول سے سوال کیا تھا کہ کیا مرد اس عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہے وہ چونکہ جانتے تھے کہ تو تو زنا کار ہے آپ نے فرمایا اے مغیرہ! اگر نیت میں زنا و بدکاری کا خیال نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ رہا تمہارا ہم پر حکومت و امارت کی وجہ سے فخر کرنا تو اللہ نے فرمایا ہے:

و اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنا ها تدميرا

اور جب ہم کسی بستی یا شہر کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو باغی اور سرکش لوگوں کو اس پر

حاکم بنا دیتے ہیں۔ پس وہ اس میں فسق و فجور کرتے ہیں۔ اس پر عذاب محقق ہو جاتا ہے۔

پھر ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

پھر امام حسنؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر چلنے لگے تو عمرو عاص نے آپ کی ردا پکڑ لی اور معاویہ سے کہا آپ اس کی باتوں کے گواہ ہیں اس نے میری ماں پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ میں اس سے حد قذف (تہمت) کا مطالبہ کرتا ہوں۔ معاویہ نے کہا چھوڑ ان کے دامن کو۔ خدا تجھے جزائے خیر نہ دے۔ پس اس نے دامن چھوڑ دیا۔ معاویہ نے ان سے کہا میں نے پہلے ہی تمہیں خبردار کیا تھا کہ ان لوگوں سے معارضہ و مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ میں نے تمہیں ان پر سب و شتم کرنے سے منع کیا تھا۔ تم نے نافرمانی کی۔ خدا کی قسم وہ اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک اس کمرہ کو مجھ پر تاریک نہیں کر دیا۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ خدا نے تمہیں رسوا کیا اور ذلیل کیا۔ مہربان ناصح کی رائے سے اختلاف کرنے اور بے عقلی و نا سمجھی کی وجہ سے "واللہ المستعان" واللہ ہی مددگار ہے جس سے مدد چاہی جائے۔ (۸۵)

آپؑ کی شہادت

شاذ و نادر کے علاوہ تمام شیعہ و سنی مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب معاویہ نے لوگوں سے یزید کی بیعت لینا چاہی تو اس امر میں اس کے لئے امام حسن بن علی کا وجود سب سے بڑا بوجھ اور رکاوٹ تھا۔ بس مکاری سے کام لیتے ہوئے اس نے آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کو آپ کی ہلاکت کیلئے ایک لاکھ درہم کے وعدہ اور یزید سے شادی کے ساتھ زہر بھیجا۔ جعدہ نے آپ کو روزے کے افطاری (۸۶) کے وقت دودھ میں زہر ملا کر پلا دیا۔ آپ چالیس دن تک زہر کے اثر سے تڑپتے رہے یہاں تک کہ واصل بحق ہوئے۔ (۸۷)

دوران علالت عمرو بن اسحاق اور ایک دوسرا آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا اے فلاں و فلاں مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم آپ کی صحت بحال ہونے تک میں آپ سے سوال نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا استفراغ (قے) میں میرے کلیجے کے ٹکڑے نکلے ہیں۔ مجھے کئی دفعہ پہلے بھی زہر دیا گیا مگر اتنا مہلک نہ تھا۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں دوسرے دن حاضر ہوا تو آپ کے سرہانے آپکے بھائی حسینؑ کو دیکھا۔ وہ پوچھ رہے تھے بھائی! اس فعل قبیح کا آپ کو کس پر شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں، تا کہ تم اسے قتل کرو؟ عرض کیا ہاں! فرمایا اگر وہی ہے جس کا مجھے گمان ہے تو خدا زیادہ عذاب و سزا دینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ قتل ہو جائے۔ (۸۸)

پھر آپ نے عہد امامت اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے سپرد کیا، وصیتیں کیں اور مواریث امامت سپرد فرمائے۔ ان میں ایک وصیت یہ تھی، میرے بھائی! میں تم سے جدا اور اپنے رب سے ملحق ہو رہا ہوں۔ مجھے زہر دیا

گیا۔ جس سے میرے جگر کے ٹکڑے نکل پڑے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ زہر کس نے پلایا ہے اور کہاں سے آیا ہے، اللہ کی بارگاہ میں اس سے مخاصمہ کروں گا۔ بس تمہیں میرے حق کی قسم تم اس بارے میں کوئی اقدام نہ کرنا ۔میری وفات ہوجائے تو میری آنکھیں بند کرنا۔ غسل وکفن کے بعد میرا تابوت نانا کی قبر پر لے جانا تاکہ میں تجدید عہد کرلوں۔ اس کے بعد مجھے فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں دفن کرنا۔ اے ماں جائے! تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ یہ قوم گمان کرے گی کہ تم مجھے روزہ رسول میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ پس وہ جمع ہوکر روکیں گے۔ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہے۔ پھر آپ نے انہیں اپنے اہل وعیال اور ترکہ کے بارے میں وصیت کی اور وہ وصایا جو انہیں امیر المومنین نے اپنا جانشین بناتے وقت کی تھیں۔ اور شیعوں کو ان کا خلیفہ بنانے اور مقام ومنزلت کی طرف ہدایت ورہبری اور اپنے بعد کیلئے بطور علم وسردار نصب کیا۔ (۸۹)

پھر آپ نے حکم دیا کہ میرا بستر صحن خانہ میں کردیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اللھم انی احتسب نفسی عندک فانی لم اصب بمثلھا (۹۰)

خدایا میں اپنے آپ کو تیرے پاس خیال کرتا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے اپنی یہ کیفیت نہیں دیکھی۔

پھر آپ مسموم، مظلوم ومقہور اور صابر اس دنیا سے چل بسے اور مدینہ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو وفات رسول کے دن تھی۔ ابو ہریرہ کو خبر ہوئی تو روتا ہوا بدحواس ہوکر دوڑتا ہو مسجد میں آیا اور چلایا لوگو! روؤ اور پیٹو آج مرکز محبت رسول وفات پا گیا۔ (۹۱)

امام حسین علیہ السلام نے غسل دیا کفن پہنایا اور تابوت اٹھا کر روضہ رسول کی طرف چلے تاکہ وصیت کے مطابق تجدید عہد کریں۔ مروان مسلح بنی امیہ کے ساتھ آکر حائل ہوا اور پکارا "یارب ھیجا ھی خیر من دعه"

ترجمہ: بہت سے ہیجان، سکون وآرام سے بہتر ہیں۔

عثمان تو حدود مدینہ کے باہر دفن ہوا اور حسن کو روضہ رسول میں دفنائیں۔ خدا کی قسم! جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہونے دوں گا۔ بس قریب تھا کہ فساد بپا ہوجائے۔ (۹۲)

بی بی عائشہ بھی خچر پر سوار ہوکر اس ہجوم سے آملیں۔ کہہ رہی تھیں میرا تم سے کیا واسطہ؟ میرے گھر میں اسے داخل کرنا چاہتے ہو جسے میں پسند نہیں کرتی۔ ابن عباس عائشہ سے مخاطب ہوئے۔ ہائے بدقسمتی تو کبھی خچر پر اور کبھی اونٹ پر سوار ہوکر چاہتی ہے کہ نور خدا کو بجھائے اور اولیاء خدا سے جنگ کرے۔ واپس چلی جا۔ جس کا تجھے خوف ہے اس کی کفایت کی گئی ہے اور جو چاہتی ہے وہ مقصد پورا ہوگیا ہے۔ اور اللہ ہی اہل بیت کا مددگار ہے۔ اگرچہ ایک زمانہ بعد (۹۳) پھر اس ہجوم نے آپ کے جنازے پر تیر برسائے۔ یہاں تک کہ ستر تیر جنازے سے نکل گئے۔

اس ہنگامے پر بنی ہاشم نے مقابلہ کرنا چاہا تو امام حسین نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ اللہ اللہ اے بنی ہاشم!

میرے بھائی حسن کی وصیت کو ضائع نہ ہونے دینا۔ پھر جنازہ اٹھایا اور بقیع میں اپنی دادی فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں دفن کر دیا۔

وہابیوں کو افسوس تھا اپنے اسلاف کیساتھ امام کے جنازے سے تعرض کرنے میں شریک نہ ہونے اور تیر نہ چلانے کا۔ پس انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے عداوت و دشمنی اور حق سے عناد رکھنے کی بنا پر مسلمانوں کو للکارتے ہوئے آپ کی قبر منور کو منہدم کر دیا۔ اللہ کے نزدیک دنیا کی پستی و ذلت کیلئے یہی کافی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بدکار کو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کا سر مبارک بطور ہدیہ بھیجا گیا اور مسلمانوں کے علم ہوتے ہوئے اور چشم دید آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی قبر منہدم کر دی گئیں۔ اور ابھی تک اسی برباد شدہ حالت میں ہیں۔

آپ کے متعلق علماء اور اکابرین کے اقوال

حضرت امام ابو محمد حسن کے بارے میں کبار صحابہ، تابعین علماء عظماء، دانا روزگار کے کلمات اگر چہ امام کی بزرگی و عظمت اور بلندی مقام کو ظاہر اور بیان کرتے ہیں۔ مگر خدائے قدوس نے جو آپ کی مدح فرمائی ہے اور آپ کو ہر طرح کے رجس سے مطہر و پاک قرار دیا ہے۔ کے مقابلے میں کم تر، پست اور کمزور ہیں اور مدحت رسول اعظم کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں۔ آنحضرت نے انہیں جوانان جنت کا سردار قرار دیا۔ بہر حال ہم ان کے بعض کلمات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام حسین اپنے بھائی کی قبر کے قریب کھڑے ہوئے، ان کی تعریف و توصیف میں فرمایا خدا آپ پر رحم کرے اے ابا محمد، آپ حق کو اس کے مقام سے دیکھتے، شک و شبہ کے موقع پر اللہ کو ترجیح دیتے اور تقیہ کے مقامات پر حسن فکر کے ساتھ عمل پیرا ہوتے۔ دنیا کی بڑی بڑی چیزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے، اچھی چیزیں کھلے ہاتھوں سے لوگوں کو عطا کرتے تھے۔ آپ پاکیزہ باطن تھے، اپنے دشمنوں کی جلد بازیوں کا سہل طریقہ سے دفاع فرماتے تھے۔ یہ مقام تعجب نہیں ہے اس لئے کہ آپ سلالہ نبوت کے بیٹے اور پروردہ شیر حکمت و دانائی تھے۔ پس روح و ریحان اور جنت نعیم کی طرف جائیے۔ خدا ان کو ہمارے اور آپ کیلئے اجر عظیم قرار دے، اور ہمیں اور آپ کو ان سے اچھا صبر عطا فرمائے۔ (۹۴)

۲۔ جس وقت امام حسن (خدا ان سے خوشنود ہوا) کو دفن کیا جا چکا، ان کے بھائی محمد بن حنیفہ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: اگر آپ کی زندگی عزیز تھی تو آپ کی موت نے ہم کو متزلزل کر دیا۔ بہترین تھی روح جسے آپ کے کفن نے اپنے اندر سمو لیا اور بہترین ہے وہ کفن جس نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ ایسا کیوں نہ ہو آپ تو ہدایت کی منزل آخر، اہل تقوی کے خلف اور خمس اصحاب کساء ہیں۔ آپ کو حق کے ہاتھوں نے تقوی کی غذا کھلائی اور ایمان کے پستان نے دودھ پلایا، اسلام کی گود نے پرورش کی۔ پس زندگی اور

موت میں آپ پاک و پاکیزہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے نفوس آپ کی جدائی و فراق سے رنجیدہ و نالاں ہیں۔ اے ابا محمد خدا آپ پر رحم فرمائے۔(۹۵)

۳۔ عبداللہ ابن جعفر نے معاویہ کو جواب دیا جب اس نے کہا تھا کہ آپ بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ آپ نے فرمایا بنی ہاشم کے سردار حسن و حسین ہیں۔(۹۶)

۴۔ انس بن مالک نے کہا: ان میں کوئی ایک بھی امام حسن سے زیادہ رسول اللہ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا تھا۔(۹۷)

۵۔ ابو ہریرہ نے کہا: میں ہمیشہ اس مرد حسن بن علی سے محبت کرتا ہوں۔ اس وقت کے بعد سے جب میں ان سے رسول اللہ کو وہ پیار کرتے دیکھا جو وہ کرتے تھے۔(۹۸) اور یہ بھی کہا کہ کوئی بھی مجھے حسن بن علی سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔(۹۹) جب ابو ہریرہ کو آپ کی موت کی خبر ملی تو پریشان حال، آنسو بہاتا ہوا تیزی سے مسجد رسول اللہ کی طرف آیا اور کہہ رہا تھا: آج کے دن رسول اللہ کی محبت وفات پا گئی۔ پس تم گریہ کرو۔(۱۰۰)

۶۔ ابو جحیفہ کہتا ہے: میں نے رسول اللہ کی زیارت کی تھی اور حسن بن علی ان سے مشابہت رکھتے تھے۔(۱۰۱)

۷۔ ابوبکرہ بن عبید کو امام حسن کی موت کی خبر ملی تو اس نے کہا: وفات حسن سے لوگوں کی خیر کثیر کھو گئی۔ خدا حسن پر رحم کرے۔(۱۰۲)

۸۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے تعرض کرنے کے بارے میں ابوالاسود دوئیلی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا: وہ مہذب شخصیت ہیں۔ شرفا و نجبائے عرب میں سے نجیب و شریف اور کریم الاصل ہیں۔ پاکیزہ عنصر ہیں۔ پس اے امیر المؤمنین ان سے ہرگز تعرض نہ کرنا۔(۱۰۳)

۹۔ عمر بن اسحاق نے کہا: کوئی متکلم مجھے خاموش طبع حسن سے زیادہ محبوب اور پیارا نہیں ہے۔ میں نے ان کے منہ سے کبھی کوئی کلمہ فحش نہیں سنا۔(۱۰۴)

۱۰۔ عبداللہ بن زبیر نے اس شخص سے کہا جو رسول اللہ سے مشابہت رکھنے والے افراد کے متعلق بات کر رہا تھا کہ میں تجھے ان کے اہل بیت ہی میں سے حسن بن علی جو رسول پاک سے بہت زیادہ مشابہ تھے بتاتا ہوں کہ جب رسول پاک سجدہ میں ہوتے تو کبھی کبھی حسن آتے اور آپ کی گردن پر سوار ہو جاتے۔ آپ انہیں نہ اتارتے جب تک وہ خود نہ اتر جاتے۔ الی آخر۔(۱۰۵) اور اس نے یہ بھی کہا کہ عورتیں حسن بن علی جیسے کو لے کر کھڑی نہ ہوئیں (کسی ماں نے ان جیسا فرزند نہیں جنا(۱۰۶)

۱۱۔ آپ کی طرف حسن بصری نے خط لکھا امام بعد بے شک آپ بنی ہاشم کی جماعت چلنے والی کشتیاں، گہری

لہریں، روشن مینار اور مشہور اعلام ہیں۔ یا کشتی نوح کی مانند ہیں جس پر مومن سوار ہوئے اور مسلمانوں نے نجات پائی۔(۱۰۷)

۱۲۔ آپ سے منظور بن ریان نے کہا: آپ زیادہ کریم گھر کے مالک ہیں اور زیادہ کریم النفس ہیں۔(۱۰۸)

۱۳۔ ایک شخص نے امام حسن کی عیب جوئی کی۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے اسے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ اس کی زبان اور ہونٹ چوس رہے تھے اور خدا ہر گز اس زبان اور ہونٹوں کو عذاب نہیں کر سکتا جنہیں رسول اللہ چوسیں۔(۱۰۹)

۱۴۔ محمد بن سیرین کہتا ہے کہ بعض اوقات حسن بن علی ایک ہی شخص کے لیے ایک لاکھ کی اجازت دے دیتے تھے۔(۱۱۰)

۱۵۔ واصل بن عطا نے کہا کہ حسن کے چہرے پر انبیاء کے سیما و نشانیاں اور بادشاہوں کی بہار و رونق تھی۔ (۱۱۱)

۱۶۔ جب معاویہ کو امام حسن کی وفات کی خبر ملی تو اس نے اپنے محل خضراء میں با آواز بلند تکبیر کہی جسے سن کر خضرا میں رہنے والوں نے بھی تکبیر کہی اور اس کے اتباع میں اہل مسجد نے بھی تکبیر بلند کی۔ فاختہ بنت قرضہ بن عمو بن نوفل بن عبد مناف اپنے دروازہ سے نکلی کہا کہ خدا امیر المومنین کو خوش رکھے یہ کون سی خبر آپ کو ملی جس سے آپ خوش ہو رہے ہیں۔ اسنے کہا کہ حسن بن علی کی موت کی خبر۔ اس نے بے ساختہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے) وہ رو پڑی اور کہا مسلمانوں کا سردار اور رسول اللہ کا نواسہ چل بسا۔ معاویہ نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ خدا کی قسم بے شک وہ اس کے اہل تھے کہ ان پر گریہ کیا جائے۔(۱۱۲)

۱۷۔ محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی شخص اس مقام اور شرف کو نہیں پہنچا جس پر حسن پہنچے تھے۔ آپ کے لیے آپ کے گھر کے دروازے کے سامنے فرش بچھایا جاتا تھا۔ جب آپ گھر سے نکل کر وہاں بیٹھتے تو راستہ بند ہو جاتا اور مخلوق خدا میں سے کوئی بھی آپ کے اجلال و دبدبہ کی وجہ سے وہاں سے نہ گذرتا۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوتا تو آپ اٹھ کر گھر میں تشریف لے جاتے اور اس کے بعد لوگ رہ گزار ہوتے۔ میں نے آپ کو مکہ کے راستے میں پیدل سفر کرتے دیکھا۔ مخلوق خدا میں سے جو کوئی بھی آپ کو دیکھتا سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگتا۔ یہاں تک کہ میں نے سعد بن وقاص کو بھی پیدل چلتے دیکھا ہے۔ (۱۱۳)

۱۸۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ خدائے عز و جل نے آپ کے مقصود رشد و ہدایت کے راستوں کو واضح کرنے کے لیے آپ کو روشن فطرت، قواعد دین اور اس کے مبانی کی اصلاح کے لیے نظر صائب عطا کی تھی اور

انہیں ایسی جبلت کے ساتھ مخصوص کیا تھا جس نے اپ کو اس اخلاق سے مالا مال کیا جس کا مادہ علم اور اس کے معانی کی شکل میں تھا۔ (۱۱۴)

۱۹۔ علامہ شمس الدین یوسف بن قزاغلی حنفی سبط ابن جوزی کہتا ہے: آپ بہت سخی و جواد تھے اور روشن دل و دماغ رکھتے تھے اور رسول پاک آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ (۱۱۴)

۲۰۔ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر کہتا ہے، حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمی نواسہ رسول خدا ریحانہ امیر المؤمنین ابو محمد پندرہ ماہ رمضان کو پیدا ہوئے۔ (۱۱۶)

۲۱۔ حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر نے اہل کوفہ کا آپ کی بیعت کرنے کے بارے میں کہا ہے کہ اگر وہ صاحب فہم ہوتے تو اس نعمت کو عظیم سمجھتے کہ جو اللہ نے انہیں نواسہ رسول سید المسلمین وفہیم و حلیم و بردبار اور صحابہ میں سے ایک عالم بزرگ کی بیعت کرنے کی توفیق کی صورت میں بخشی اور اس امر کی دلیل یہ ہے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں الی آخر۔ (۱۱۷)

۲۲۔ حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالقرطبی المالکی نے کہا ہے کہ خدا آپ پر رحمت نازل کرے آپ حلیم و بردبار اور ورع و پرہیزگار اور فاضل نامدار تھے۔ ان کے فضل و ورع نے انہیں خدا کے بہترین اجر کی طرف رغبت کے باعث ملک وسلطنت دنیا کو ٹھکرانے کی دعوت دی۔ (۱۱۸)

۲۳۔ الامام العالم عز الدین ابو الحسن علی جو ابن اثیر کے لقب سے مشہور ہے نے کہا ہے کہ حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف، قرشی، ہاشمی، ابو محمد، نواسہ رسول جن کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ، زنان عالمین کی سردار اور وہ خود جوانان جنت کے سردار ہیں اور ریحانہ نبی اور ان کی شبیہہ ہیں۔ ان کا نام نبی کریم نے حسن رکھا اور ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا، سر مونڈا اور بالوں کے عوض ہم وزن چاندی صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ وہ اہل کساء میں سے پانچویں ہیں۔ (۱۱۹)

۲۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے: حسن بن علی بن ابی طالب (خدا ان سے خوش ہوا) ابو محمد فرزند رسول خدا آپ کے گل و ریحان ہیں اور آپ قرآنی نص سے آخری خلیفہ ہیں۔ (۱۲۰)

۲۵۔ شمس الدین بن طولون کہتا ہے: ان میں سے دوسرے ہیں حسن بن علی بن ابی طالب قرشی، مدنی ابو محمد، نواسہ رسول اللہ اور آپ کی خوشبو رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ سیدہ نسائے عالمین کے فرزند ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ حسن نبی کریم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ نبی پاک نے ہی ان کا نام رکھا تھا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا، سر مونڈا اور حکم دیا کہ بالوں کے ہم وزن چاندی کا صدقہ دیا جائے اور وہ جناب اہل کساء میں سے پانچویں ہیں۔ (۱۲۱)

۲۶۔ خیر الدین الزرکلی کا قول ہے کہ آپ کثیر العیال، بردبار، نیکی و خیر کو دوست رکھنے والے، فصیح وبلیغ اور فی

البدیہہ گفتگو کرنے والے تھے۔ معاویہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتا تھا کہ دو اشخاص حسن بن علی اور عبداللہ بن عباس سے بحث نہ کیا کریں کیونکہ یہ دونوں فی البدیہہ بات میں قوی و بے مثل ہیں۔ سن ۴۰ھ میں آپ کے والد کی شہادت کے بعد اہل عراق نے آپ کی خلافت کی بیعت کی تھی۔ (۱۲۲)

۲۷۔ استاد محمد رضا مصری حضرت امام حسن کی سوانح میں لکھتا ہے کہ جوانان جنت کے سردار ہیں اور نبی کریم کے گل وریحان ہیں اور آپ حضرت کے مشابہہ ہیں۔ الاخر۔ (۱۲۳)

۲۸۔ استاد عبدالقادر احمد یوسف اپنی کتاب الحسن بن علی میں لکھتا ہے کہ ہر قاری کو یہ بات بغور ذہن نشین کرنا چاہیے حسن بن علی نواسہ رسول خدا اور جو آئمہ ان کے بعد ہیں وہ اپنے آپ کو نہ صرف خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں بلکہ رسول اللہ کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت اور متن و شرائع محمدیہ کی حفاظت کا مکلف و زمہ دار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان میں قرابت ورشتہ داری نفس کی پاکیزگی و نقاوت اور تنزیل فہمی کی لیاقت تھی۔ (۱۲۴)

باب ۳

امام حسین علیہ السلام

مختصر تعارف

آپ کے نانا حضرت رسول اللہ ہیں۔

آپ کے دادا حضرت ابوطالب ہیں۔

آپ کی نانی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

آپ کی دادی حضرت فاطمہ بنت اسد ہیں۔

آپ کے والد گرامی حضرت علی امیر المومنین ہیں۔

آپ کے سگے بھائی حضرت حسن علیہ السلام ہیں۔

آپ کی سگی بہنیں حضرت زینب کبریٰ اور جناب ام کلثوم ہیں۔

آپ تین شعبان ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

آپ پیدا ہوئے تو آپ کو اپنے نانا رسول اللہ کی خدمت میں لایا گیا۔ رسول پاکؐ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپؐ کے دائیں کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنے لعاب دہن سے آپ کو تحنیک کیا (تالو پر لعاب دہن لگایا) اور جب ساتواں دن ہوا تو آپ کا حسین نام رکھا اور ان کی طرف سے ایک مینڈھا عقیقہ کیا اور آپ کی والدہ محترمہ کو حکم دیا کہ ان کا سر منڈوا کر بالوں کے ہموزن چاندی صدقہ کریں۔

آپ رسول اللہ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ موزوں جسم، میانہ قد، کشادہ پیشانی، گھنی ڈاڑھی، چوڑا چکلا سینہ، کشادہ کندھے، بڑی ہڈیاں، ہتھیلیاں اور قدم چوڑے تھے۔ گھنگریالے بال، کسرتی بدن، رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ اپنے نانا رسول اعظمؐ کے سائے میں پرورش پائی۔ آنحضرتؐ ہی آپ کی تربیت وتحفظ کے نگراں تھے۔

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کے القاب رشید، وفی، طیب، ذکی، مبارک، تابع المرضات اللہ، ذلیل علی ذات اللہ، سبط، سید شباب اہل الجنۃ ہیں۔

آپ اپنے والد امیر المومنین کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ کے عظیم مدرسہ میں ربع صدی تک حاضر رہے۔ تینوں جنگوں، جمل، صفین اور نہروان میں اپنے والد گرامی کے شانہ بشانہ رہے۔

آپ کی ازواج، لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی، ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبیداللہ تیمی، شاہ زنان بنت

کسریٰ یزدجرد بادشاہ ایران اور رباب بنت امراء القیس بن عدی ہیں۔

آپ کے فرزند امام زین العابدین، علی اکبر، جعفر اور عبداللہ اصغر ہیں۔

آپ کی بیٹیاں: سکینہ، فاطمہ (۲)

آپ کی انگوٹھی کا نقش حسبی اللہ۔

آپ کا شاعر، یحییٰ بن حکم اور ایک جماعت۔

آپ کا دربان: اسعد، ہجری۔

اپنے والد امیر المومنین کی شہادت کے بعد آپ نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی ۴۰ ھ میں بیعت کی اور آپ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مقام امامت اور برادر بزرگ ہونے کے لحاظ سے آپ اس مجلس میں گفتگو نہ فرماتے تھے جہاں جناب امام حسن تشریف فرما ہوں۔ آپ سبط رسول اور ان کے ریحان و پھول اور ثقلین میں سے دوسرے تھے جن دو کو آنحضرت اپنی امت میں چھوڑ گئے تھے۔ کتاب وعترت اور اجماع مسلمین سے شباب اہل الجنہ تھے۔ آپ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا۔ اور ۶۰ ھ میں بروز اتوار جب کہ ماہ رجب کے دو دن باقی تھے اپنے خاندان اور اصحاب کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کیا۔ آپ اس وقت قران پاک کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

فخرج منها خائفا يترقب قال ربي نجني من القوم الظالمين

ترجمہ: وہ اس سے عالم خوف میں نکلا اور درانحالیکہ نگراں تھا۔ اس نے کہا میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔

مکہ میں اس وقت داخل ہوئے جب ۶۰ ھ شعبان کی تین راتیں گذر چکی تھیں اور وہ خدا تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت کر رہے تھے:

ولما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل

ترجمہ: اور جب وہ مدین کے سامنے پہنچ گیا تو اس نے کہا قریب ہے کہ میرا پروردگار سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرے۔

بیعت واطاعت کرنے کے بارے میں اہل کوفہ کے خطوط ووفود آپ کو پہنچنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خط اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے مکہ سے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو اپنا نائب و سفیر بنا کر اہل کوفہ کی طرف بھیجا۔

آپ کو یہ خبر ملی کہ یزید بن معاویہ نے کچھ لوگ آپ کی طرف اس لیے بھیجے ہیں کہ وہ دھوکہ سے آپ کو

شہید کردیں چاہے آپ کعبہ کے پردوں کو پکڑے ہوئے ہوں۔

آپ نے ماہ ذی الحجہ ۶۰ ھ کی آٹھویں تاریخ ترویہ کے دن مکہ میں خطبہ دیا جس میں اپنی دعوت کا اعلان کیا اور پھر اسی دن مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

جب آپ سرزمین عراق میں داخل ہوئے تو کوفہ کے راستے میں ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر کے سردار حر بن یزید ریاحی نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ یہاں تک کہ آپ کو کربلا میں اتارا۔ آپ کربلا میں دوسری محرم ۶۱ ھ کو پہنچے۔

آپ نے کربلا میں اپنا سامان سفر سواریوں سے اتارا ہی تھا کہ ابن زیاد کے لشکر یکے بعد دیگرے کربلا پہنچنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد تیس ہزار ہوگئی۔ آپ اور آپ کے خاندان کے افراد اور آپ کے اصحاب باوفا دسویں محرم ۶۱ ھ کو شہید ہوئے۔ آپ کا سر مبارک گیارہویں محرم کی رات کو کوفہ پہنچا۔

آپ کے اہل وعیال کو کربلا سے کوفہ کی طرف قیدی بنا کر لے گئے۔ پھر وہاں سے انہیں شام کی طرف روانہ کیا گیا۔ آپ کو آپ کے فرزندار جمند زین العابدین علیہ السلام نے تیرہ محرم کو دفنایا۔

سب سے پہلے آپ کی قبر مطہر کی زیارت عظیم صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے بتاریخ بیس صفر ۶۱ ھ کربلا پہنچ کر کی۔ اور اسی روز آپ کے فرزند امام زین العابدین بھی کوفہ وشام کی قیدو بند اور بازاروں میں تشہیر کے بعد رہائی پا کر مدینہ واپسی کے دوران کربلا پہنچے اور قبر مطہر کی زیارت کی۔

آپ قرآن کی نظر میں

اگر ہم اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں نازل شدہ آیات قرآنی کو جمع کریں تو یقیناً ہمیں کئی ایک کتب کی ضرورت ہوگی کیونکہ آئمہ حدیث وحفاظ، مفسرین واہل سیر وتراجم وسوانح نگاران نے سینکڑوں آیات ان کی شان میں بیان کی ہیں، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ہے۔ اس کا ایک چوتھائی حصہ ہماری شان میں ہے اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ ایک چوتھائی سیر وامثال ہیں اور باقی ایک چوتھائی فرائض واحکام ہیں اور ہمارے لئے کرائم قرآن (قرآن کا بہترین حصہ) ہے۔ (۴) ان صفحات میں ہم وہ آیات ذکر کرتے ہیں۔ جو اس کتاب کیساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وھو الذی جعل من الماء بشرا فجعله نسبا و صھرا" (فرقان آیت ۵۴)

"اور وہی خدا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا۔ پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا۔"

ابونعیم حافظ اور ابن مغازلی نے اپنی اسناد کیساتھ سعید بن جبیر اور عبداللہ ابن عباس سے اخراج کیا ہے کہ

انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت پانچویں اہل عباد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر کہا کہ پانی سے مراد نور نبی ہے جو عام مخلوق کی خلقت سے پہلے تھا پھر اسے صلب آدم میں ودیعت کیا پھر ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل کیا، یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا۔ پھر وہ دو جزو ہو گیا ایک جزو ابو طالب کی صلب میں پہنچا اور اس سے علی پیدا ہوئے پس علی کی فاطمہ سے شادی ہوئی تو ان دونوں سے حسن و حسین (اللہ ان دونوں سے خوشنود ہوا) پیدا ہوئے۔

ثعلبی اور موفق بن احمد خوارزمی نے ابو صالح سے ابن عباس سے نیز ابن مسعود، جابر، براء، انس، اور ام سلمہ (خدا ان سے خوشنود ہوا) سے بھی اخراج کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ آیت پانچویں اہل عباد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وجعلها کلمة باقیه فی عقبه لعلهم یرجعون" (زخرف آیه۲۸)

اور اسے کلمہ باقیہ قرار دیا اس کی اولاد میں تا کہ وہ لوٹ آئیں

مناقب میں ثابت ثمالی سے علی ابن الحسین سے، ان کے والد گرامی سے، ان کے جد امیر المؤمنین علیہ السلام سے، آپ نے فرمایا ہماری شان میں نازل ہوا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

"وجعلها کلمة باقیه فی عقبه لعلهم یرجعون"

یعنی قیامت تک کیلیے امامت حسین کی اولاد میں قرار دی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ الا یبغیان فبای آلاء ربکما تکذبان یخرج منهما اللئولئو و المرجان" (سورہ رحمان ایت نمبر ۲۲)

ترجمہ: دو مواج سمندر جو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں ان کے درمیان ایک برزخ ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کر سکتے۔ تم دونوں اپنے خدا کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

انس سے روایت ہے کہ مرج البحرین یلتقیان کے خدائی ارشاد سے علی و فاطمہ اور یخرج منهما اللئولئو المرجان سے حسن و حسین مراد ہیں۔

اور ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ علی فاطمہ بینهما برزخ نبی کریم اور ان دونوں سے حسن و حسین صلوۃ اللہ علیہم نکلتے ہیں۔

اور ثعلبی نے خدا تعالیٰ کے ارشاد مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان کی تاویل میں سفیان ثوری اور سعید بن جبیر سے ذکر کیا کہ بحرین علی و فاطمہ "برزخ" محمد رسول اللہ اور ان دونوں سے لولوء و مرجان نکلتے ہیں یعنی حسن و حسین علیہ السلام۔(۸)

آپؑ احادیث رسول میں

رسول اکرم ہمیشہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت کی عمارت کو مضبوط بناتے رہے۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر ان کی توصیف و تعریف کی کبھی سفینۂ نوح کی مثال دے کر کہ جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹ گیا وہ غرق و ہلاک ہو گیا۔ اور کبھی باب حطہ کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو اس میں داخل ہوا امن میں آ گیا۔ کبھی ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہلِ زمین کیلئے امان ہیں، جیسے ستارے اہل آسمان ان کیلئے امان ہیں۔ بہت سی احادیث میں امام حسین کا انفرادی ذکر فرمایا اور آپ کی فضیلت اور قدر و منزلت کو واضح فرمایا۔ ان میں سے چند ایک ہم یہاں لکھتے ہیں۔

۱۔ حاکم نے اخراج کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ یحییٰ عامری سے نبی اکرم نے فرمایا:

حسین منی وانا من الحسین اللھم احب من احب حسینا ۔ حسین سبط من الاسباط۔

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدایا! اسکو دوست رکھ جو حسین کو دوست رکھے، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔(۹)

۲۔ ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلی اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا آپ فرما رہے تھے۔

"جسے یہ بات خوش آیند ہو کہ وہ جوانان جنت کے سردار کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ حسین بن علی کی طرف دیکھے۔(۱۰)

۳۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ حسین رسول اللہ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے تھے:

تو سید ہے سید کا بیٹا ہے، سادات کا باپ ہے، امام کا بیٹا ہے اور آئمہ کا باپ ہے۔ تو حجت ہے حجت کا بیٹا ہے اور حجج کا باپ ہے۔ جو نو (۹) تیری پشت سے ہونگے جن کے نویں ان کے قائم ہیں۔(۱۱)

۴۔ آپ نے فرمایا:

حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے حسین سے محبت کرنی چاہئے۔(۱۲)

۵۔ عبداللہ بن سعدی سے روایت ہے، اس نے کہا جب لوگوں نے تفضیل (صحابی کی ایک دوسرے پر فضیلت) میں اختلاف کیا تو میں اپنی سواری پر سوار ہوا زاد راہ ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا اور مدینہ جا پہنچا ۔پس میں حذیفہ بن یمان کے گھر گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا: اے شخص کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: عراق سے کہا: عراق کے کون سے شہر سے۔ میں نے کہا کوفہ سے ۔تو اس نے کہا اے اہل کوفہ مرحبا! میں نے کہا: لوگوں نے ہمارے سامنے تفضیل صحابہ میں اختلاف کیا ہے۔ پس میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ اس کے متعلق آپ سے سوال کروں ۔انہوں نے کہا کہ تو باخبر آدمی کے پاس پہنچا ہے، یاد رکھو میں اس کے سوا بیان نہیں کرتا کہ جو کچھ میرے دونوں کانوں نے سنا، دونوں آنکھوں نے دیکھا اور دل نے یاد رکھا رسول اللہ میرے سامنے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے ۔اس وقت میں انہیں بالکل ایسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے کہ اس وقت تمہیں دیکھ رہا ہوں ۔آپ نے حسین بن علی کو کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور ساتھ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اپ نیت اپنی کف طیبہ (پاکیزہ ہتھیلی) حسین کے پاؤں کے نیچے رکھی ہوئی ہے اور انہیں اپنے سینے سے چمٹا رکھا تھا۔ پس آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہیں خیار و بہترین لوگوں سے متعارف کراتا ہوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو کہ یہ حسین بن علی جد اور نانا کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ اس کے نانا محمد رسول اللہ سید النبیین ہیں، اس کی نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں عالمین کی عورتوں پر سبقت لے گئیں ۔ یہ حسین بن علی باپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہترین اور ماں کے لحاظ سے بھی تمام سے بہتر ہیں۔ ان کے باپ علی بن ابی طالب رسول اللہ کے بھائی اور ان کے وزیر ہیں اور عالمین کے مردوں میں ایمان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں، یہ حسین بن علی چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے بھی تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب ہیں جو دو پروں کیساتھ مزین ہیں۔ جن کے ذریعہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہیں پرواز کرتے ہیں۔ ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہیں ۔ یہ حسین بن علی ماموں اور خالہ کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہترین ہیں ۔ ان کے ماموں قاسم بن محمد رسول اللہ ہیں اور ان کی خالہ زینب (۱۳) بنت محمد رسول اللہ ہیں۔

پھر آپ نے انہیں اپنے کندھے سے اتار دیا۔ پس وہ آنحضرت کے سامنے آہستہ آہستہ چلنے لگے اور آپ کے قریب آ گئے، یا آپ کے سینہ سے لگ گئے ۔ پھر آپ نے فرمایا:

اے لوگو! یہ حسین بن علی وہ ہے جس کے جد اور جدہ جنت میں ہیں ۔ اس کے باپ اور ماں جنت میں ہیں اور انبیاء کی ذریت میں سے کسی کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو حسین بن علی کو دیا گیا ہے، سوائے یوسف بن یعقوب کے۔ (۱۴)

آپؑ پر نص

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے ائمہ علیہم السلام پر رسول اعظم کی نصوص جمع کی ہیں جو بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں۔ کبھی تو آپ ان سب کے نام لیکر انہیں معین فرماتے ہیں اور کبھی ان میں سے بعض کے نام لیتے ہیں اور کبھی ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں ہم نے اس کتاب کی پہلی فصل ''الامام امیر المؤمنین'' میں آئمہ کی نصوص پر چالیس حدیثیں ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے بہت سے مصادر سے اخذ کیا ہے۔ اس فصل میں حضرت امام عبداللہ الحسین علیہ السلام پر آپ کے والد گرامی امیر المؤمنین اور آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی طرف وارد ہوئی نصوص کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیت جو آپ نے اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کو کی ہے میں آیا ہے کہ ''اے بیٹا! مجھے رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے وصیت کروں اور اپنی کتب اور ہتھیار تمہیں دوں جس طرح آنحضرت نے مجھے وصیت کی اور مجھے کتب و ہتھیار دیئے۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں حکم دوں کہ تمہاری موت کا وقت آئے تو تم یہ چیزیں اپنے بھائی حسین کو دو'' (۱۵)

۲۔ علی بن یونس عاملی نے اپنی کتاب صراط المستقیم میں روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین نے حسین پر نص کی جیسا کہ حسن کے حالات میں گذر چکا ہے اور اس نے روایت کی ہے۔

حسن نے اپنی وفات کے وقت بھائی کو وصیت کی، مواثیق نبوت اور عہود امامت ان کے سپرد فرمائے، ان کو خلیفہ بنانے پر شیعوں کی رہبری کی اور انہیں اپنے بعد کیلئے ان پر علم اور نشان نصب کیا۔ اور یہ مشہور ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ (۱۶)

۳۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنی وفات پر جو وصیت اپنے بھائی محمد بن حنیفہ کو کی ہے اس میں آیا ہے کہ اے محمد بن علی! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حسین بن علی میری وفات اور جسم سے میری روح کے جدا ہونے کے بعد (میرے بعد کیلئے) امام ہیں اور اللہ کے یہاں کتاب ماضی میں وراثت بنی ہے جسے انہوں نے اپنے باپ اور ماں کی وراثت میں پایا ہے۔ خدا کو علم ہے کہ تم بہترین خلق ہو۔ پس اس نے تم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مصطفی کیا، محمد مصطفی نے حضرت علی کو انتخاب و اختیار کیا اور مجھے حضرت علی نے امامت کے لئے چنا اور میں حسین کو انتخاب و اختیار کرتا ہوں۔ (۱۷)

۴۔ شمس الدین محمد بن طولون نے کہا کہ امام حسن نے اپنے بھائی حسین کو اپنا وصی قرار دیا۔ (۱۸)

آپؑ کی عبادت

ذیل میں ہم سید الشہداء کی عبادت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔آپ کی ساری زندگی ہی عبادت تھی ،سب کی سب اطاعت تھی، آپ کے اوقات اللہ کیلئے اور اللہ کی راہ میں متصل حلقے تھے۔

جب ہم آپکی نماز، آپ کے اوراد اور حج کی گفتگو کرتے ہیں تو صرف یہ بات کافی ہے کہ وہ جواں مرد دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ہر سال پاپیادہ مراسم حج ادا کرتے تھے اور اسی قسم کی دیگر عبادات بھی۔ ہم آپ کی وہ عبادتیں ذکر کرتے ہیں جنہیں مورخین نے بیان کیا ہے۔

۱۔ آپ نے پچیس حج حرمین کے اس طرح کئے کہ آپ کی سواریوں کو آپ کے ساتھ ہنکایا جاتا تھا اور آپ پاپیادہ مشغول سفر ہوتے تھے۔(۱۹)

۲۔ آپ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۳۔ انس بن مالک سے روایت ہے: وہ کہتا ہے کہ میں حسین کیساتھ نکلا تو وہ جناب خدیجہ کی قبر پر تشریف لائے۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اے انس مجھ سے دور چلے جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے مخفی ہوگیا۔ جب آپ کا نماز میں وقوف (ٹھہرنا) طول پکڑ گیا تو میں نے اپ کو کہتے ہوئے سنا۔

یا رب من انت مولاه

فارحم عبيدا اليك ملجاه

يا ذا المعالى عليك معتمدى

طوبى لمن كنت انت مولاه

طوبى لمن كان خادما ارقا

يشكو الى ذى الجلال بلواه

وما به علته ولا سقم

اكثر من حبه لمولاه

فاذا اشتكى ثبه و غصته

اجابه الله ثم لباه

اذا ابتلى بالظلام مبتهلا

اكرمه الله ثم ادناه

و نودی لبیك عبدی و انت فی كنفی
و كلما قلت قد علمناه
صوتك تشتاقه ملائكتی
فحسك المرقد سفرناه
سلنی بلا رغبه ولا رهب
ولا حساب الی انا الله (۲۱)

ترجمہ: اے رب! اے وہ کہ جس کا تو مولیٰ ہے بس رحم فرما اس چھوٹے سے بندہ پر جس کا تو ملجاو ماویٰ ہے۔

اے بلندیوں والے! تجھ پر ہی میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔ طوبیٰ اور خوش خبری اس کے لیے ہے جس کا تو مولا و آقا ہے۔ خوش خبری ہے اس کے لیے جو ایسا خادم ہے کہ جس کی نیند اڑ گئی ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنی تکلیف کی شکایت کرتا ہے۔

اپنے مولا کی محبت سے زیادہ نہ اس میں کوئی علامت ہے نہ بیماری ہے اور جب وہ جلدی میں اٹھ کر شکایت کرتا ہے اور اس کا گلا گھٹنے لگتا ہے تو خدا اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسے لبیک کہتا ہے۔

جب وہ تاریکی میں گڑگڑاتا ہے تو خدا اس کی عزت و اکرام کرتا اور اسے قریب کرتا ہے اس کو ندا آتی ہے لبیک اے میرے بندے! تو میری رحمت و شفقت کے پہلو میں ہے اور جو کچھ تو کہتا ہے ہم نے اسے سن لیا ہے۔

تیری آواز کی طرف میرے ملائکہ مشتاق ہیں پس آواز تیرے لیے کافی ہے ہم نے سن لیا ہے۔

تیری دعا میرے ہاں حجابوں میں گردش کرتی ہے۔ پس تیرے لیے وہ راز کافی ہے جسے ہم نے ظاہر کر دیا ہے۔

اگر اس کے جواب میں ہوا چلے تو دھڑام سے وہ گر پڑے۔ اس چیز کی وجہ سے جس نے اسے ڈھانپ رکھا ہے۔ مجھ سے سوال کر بغیر کسی رغبت، خوف اور حساب و کتاب کے کیونکہ

میں اللہ ہوں۔

۴۔ حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے کہا گیا کہ آپ کے والد گرامی کی اولاد کس قدر کم ہے تو آپ نے فرمایا: تعجب ہے کہ میں ان کے گھر کیسے پیدا ہو گیا کیونکہ وہ رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تو وہ عورتوں کے لیے کب فارغ ہوتے تھے۔(۲۲)

۵۔ جس وقت نویں محرم کی عصر کو ابن سعد امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے ارادہ سے بڑھا تو آپ نے اس کی طرف اپنے بھائی عباس کو بھیجا اور ان سے کہا کہ اگر ہو سکے تو انہیں کل تک کے لیے موخر کر دو اور آج کی رات کے لیے مہلت لے لو تا کہ آج شب کو ہم اپنے پروردگار سے استغفار کریں اور دعا مانگیں اور نمازیں پڑھیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لیے نماز اس کی کتاب کی تلاوت، دعا اور استغفار کی کثرت کو دوست رکھتا ہوں۔(۲۳)

آپؑ کی سیرت

آپ خلق محمدی اور کمال علوی کی مثال اور تصویر تھے۔ اپنے نانا اور بابا کے فضائل اور مکارم اخلاق کے وارث تھے۔ ان دونوں بزرگوں سے بلند فضائل اور کریم صفات اور خوبیاں اخذ کی تھیں اور میں گمان کرتا ہوں کہ سیرت حسینی اختیار کرنے کی ہمیں بڑی سخت ضرورت ہے تا کہ ہم برائیوں سے نجات پا کر اپنی مجد و بزرگی کو واپس لا سکیں۔ ان صفحات میں ہم آپ کی سیرت کے بعض گوشے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انس کہتا ہے:

میں حسین کے پاس تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک کنیز حاضر ہوئی اور آپ کو ایک پھول کا تحفہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ آپ کو ایک پھول تحفہ کے طور پر دیتی ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور آپ اس کو آزاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: خدا نے ہمیں یہی ادب سکھایا ہے۔ خدا فرماتا ہے:

و اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا

جب تمہیں تحیہ دیا جائے تو اس سے بہتر تحیہ دو یا اسے ہی لوٹا دو۔

پس اس کے تحفہ سے بہتر اس کو آزاد کرنا تھا۔(۲۴)

آپ کے ایک غلام نے کوئی ایسی جنایت کی جو اس کی سزا کا موجب تھی۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اسے مارا پیٹا جائے۔ اس غلام نے کہا: اے میرے آقا! والکاظمین الغیظ (اور غصہ کو پینے والے) آپ نے

فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس نے کہا: میرے مولا والعافین عن الناس (اور لوگوں کو معاف کرنے والے)۔ آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔۔ اس نے پھر کہا: واللہ یحب المحسنین (اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپ نے فرمایا تو خدا کی رضا کے لیے آزاد ہے اور تیرے لیے اس سے دگنا ہے جو میں تجھے دیا کرتا تھا۔ (۲۵)

جب معاویہ مکہ میں آیا تو اس نے بہت سا مال بہت سے کپڑے اور وافی مقدار میں ملبوسات آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے وہ سب کچھ واپس کر دیا اور کوئی چیز اس کی قبول نہ فرمائی۔ یہی تقاضا جود وسخا کریم کی طبیعت و مزاج اور سخی کی علامت ہے اور اس کی صفت ہے جو مکارم اخلاق محاسن صفات و عادات کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ (۲۸)

۴۔ آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تو آپ پر حزن و ملال کے آثار نہ دیکھے گئے۔ لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ہم اہل بیت ہیں، جو کچھ اللہ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں وہی عطا کر دیتا ہے اور جب اللہ ہماری ان چیزوں کے بارے میں جو ہمیں محبوب ہیں اور کچھ چاہتا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے تو ہم اس کی چاہت پر ہی راضی ہوتے ہیں۔ (۲۸)

۵۔ مسعدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام حسین مساکین وفقراء کے قریب سے گزرے جنہوں نے چادر بچھائی تھی اور اس پر روٹیوں کے ٹکڑے پھیلائے ہوئے کھا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: فرزند رسول تشریف لایے۔ آپ ان کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور شریک طعام ہوئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ان اللہ لا یحب المستکبرین پھر فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے۔ تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ پس انہوں نے آپ کی دعوت قبول کی۔ آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس کھانا موجود ہے لے آؤ۔ (۲۸)

۶۔ یوم عاشورہ امام حسین نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خیموں کی پشت پر خندق میں آگ روشن کریں تاکہ جنگ کا رخ ایک ہی طرف سے ہو اور خیمے غارت گری اور لوٹ مار سے بچے رہیں۔

اہل کوفہ آگے بڑھے۔ وہ خیموں کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ خندق میں آگ جل رہی ہے۔ شمر نے بلند آواز سے پکار کر کہا: حسین آپ نے قیامت کے دن سے پہلے آگ کی طرف جلدی کی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یہ کون ہے۔ شاید شمر بن ذی الجوشن ہ۔ عرض کیا گیا: جی ہاں آپ نے فرمایا اے بکریاں چرانے والی کے بیٹے تو اس آگ میں جلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تیر چلائیں تو حسین نے منع فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ جنگ کرنے میں ابتداء کروں۔(۲۸)

۷۔ یوم الطف یعنی کربلا کی جنگ کے روز آپ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات پائے گئے۔لوگوں نے ان کے بارے میں امام زین العابدین سے سوال کیا۔آپ نے فرمایا یہ نشان ان تھیلوں کے ہیں جن میں آپ بیواؤں،یتیموں اور مسکینوں کی ضروریات اپنی پشت پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔(۳۰)

آپ علیہ السلام کا احسان وکرم

مورخین،راویان سیر وسوانح،تراجم اور جن لوگوں نے بھی آپ کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں،سید الشہداء کے کرم واحسان کی گفتگو کو بکثرت ذکر کیا ہے،بالخصوص فقراء ومساکین پر عطوفت ومہربانی اور کرم واحسان کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔یہ مقام تعجب نہیں ہے اس لیے کہ آپ امیر المومنین کے فرزند ہیں کہ وہ اگر ایک سونے کے گھر اور ایک بھوسہ کے گھر کے مالک ہوتے تو سونے کو بھوسہ سے پہلے خرچ کرتے۔(۳۱)

ان صفحات میں ہم ان واقعات کو پیش کریں گے جو آپ کے احسان وکرم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن حبیب سلمی نے امام حسین کے ایک بیٹے کو سورۂ الحمد کی تعلیم دی۔جب اس بچہ نے آپ کے سامنے آکر سورہ کو پڑھا تو آپ نے پڑھانے والے کو ہزار دینار اور ہزار حلے دیے اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔جب آپ سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا:یہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس عطاء تعلیم) کا کہاں مقابلہ کرسکتا ہے۔(۳۲)

۲۔ ایک اعرابی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:اے فرزند رسول!میں ایک پوری دیت کا ضامن ہوا ہوں لیکن میں اس کے ادا کرنے سے عاجز ہوگیا ہوں۔میں نے اپنے نفس سے کہا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور میں نے اہل بیت رسول سے زیادہ کریم کسی کو نہیں دیکھا۔امام حسین نے فرمایا:اے بھائی!میں تجھ سے تین سوال پوچھتا ہوں۔اگر تو نے ایک کا جواب دیا تو میں تجھے ایک تہائی مال دوں گا۔اور اگر تو نے دو سوالوں کا جواب دیا تو دو تہائی مال دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیا تو دیت کی کل مالیت تجھے دے دوں گا۔اعرابی نے عرض کیا:فرزند رسول!کیا آپ جیسی بزرگ ہستی مجھ جیسے سے سوال کرے گی جب کہ آپ اہل علم وشرف ہیں؟امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:ہاں!میں نے اپنے جدامجد محمد رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:المعروف بقدر المعرفۃ اعرابی نے عرض کیا:اچھا آپ فرمایے۔اگر میں جواب دے سکا تو فبہا ورنہ آپ سے سیکھ لوں گا۔اور قوت نہیں ہے

مگر اللہ۔

امام حسین نے فرمایا: ای الاعمال افضل؟ (کون سا عمل سب سے افضل و برتر ہے؟)

اعرابی نے عرض کیا: الایمان باللہ (اللہ پر ایمان لانا)

مام حسین نے فرمایا: فما النجاہ من الہلکہ (ہلاکت سے کس طرح نجات مل سکتی ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: والثقتہ باللہ (اللہ پر وثوق اور بھروسہ سے)

امام حسین نے فرمایا: فما یزین المرء (انسان کو کون سے چیز زینت دیتی ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: (علم معہ حلم (علم جس کے ساتھ بردباری ہو۔)

آپ نے فرمایا: اگر یہ اس سے چوک جائے؟

اعرابی نے عرض کیا: مال مع مروۃ (ایسا مال جس کے ساتھ مروت وانسانیت ہو۔

آپ نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے خطا کر جائے؟

عرض کیا: فقر معہ صبر (ایسا فقر جس کے ساتھ صبر ہو۔

امام حسین نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے چوک جائے۔

اعرابی نے عرض کیا: پھر آسمان سے بجلی گرے جو اسے جلادے کیونکہ وہ اب اسی کا اہل ہے۔

بس امام حسین علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اس کی طرف ایک تھیلی پھینک دی جس میں ہزار دینار تھے اور اس کو اپنی ایک انگوٹھی دی جس میں دوسو درہم قیمت کا ایک نگینہ تھا اور فرمایا اے اعرابی سونا (دینار) تو اپنے قرض خواہ کو دیدے اور انگوٹھی اپنے مخارج میں خرچ کر۔ پس اعرابی نے یہ مال لے لیا اور کہا:

واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے) (۳۳)

۳۔ امام حسین علیہ السلام اسامہ بن زید کی بیماری کے دوران اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ کہہ رہا تھا: واغماہ (ہائے میرا غم ودکھ) آپ نے فرمایا: اے بھائی! تجھے کس چیز کا غم ہے؟ اس نے کہا مجھ پر ساٹھ ہزار درہم قرض ہے۔ امام حسین نے فرمایا: وہ مجھ پر ہے۔ اس نے کہا: میں ڈرتا ہوں میں کہیں مرنہ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں مرو گے یہاں تک کہ میں اسے تم سے ادا کردوں گا۔ پس آپ نے اس کے مرنے سے پہلے قرض ادا کردیا۔ (۳۴)

۴۔ آپ کے پاس انصار میں سے ایک حاجت مند آیا۔ آپ نے فرمایا: اے انصاری بھائی! اپنے چہرے کو سوال کرنے کی ندامت سے بچا۔ اپنی حاجت ایک رقعہ میں لکھ کرلے آیا۔ میں ان شاء اللہ اس سلسلہ میں وہ کچھ کروں گا جو تیری خوشی کا سبب ہوگا۔ اس نے لکھا: اے ابا عبداللہ فلاں شخص کے پانچ سو دینار میرے ذمہ ہیں اور اس نے مجھ سے ادائیگی پر اصرار کیا ہے۔ پس آپ اس سے بات کیجیے کہ وہ مجھے خوش

حالی تک مہلت دے دے۔ جب آپ نے وہ رقعہ پڑھا تو گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک تھیلی نکالی۔ جس میں ہزار دینار تھے۔ اس انصاری کو دے کر فرمایا: اس سے اپنا قرض ادا کرو اور بقیہ پانچ سو دینار سے اپنے زمانہ کے خلاف مدد حاصل کرو۔ اور اپنے حاجت نہ لے جاؤ۔ مگر تین میں سے کسی ایک کی طرف۔ صاحب دین و دیانت (۳۵) یا صاحب مودت و انسانیت (۳۶) یا صاحب حسب و کردار۔ صاحب دین کو تو اس کا دین بچائے گا اور صاحب مروت اپنی مروت کی وجہ سے شرم کرے گا۔ اور باقی رہا صاحب حسب و کردار تو وہ جانتا ہے کہ تو نے اپنے چہرے کو اس سے مکرم باعزت نہیں سمجھا کہ تو اس کے سامنے اپنی حاجت کے سلسلہ میں پیش کرے۔ بس وہ اپنے چہرے کو اس سے بچائے گا کہ تیری حاجت پوری کیے بغیر تجھے واپس لوٹا دے۔ (۳۷)

۵۔ ایک اعرابی مدینہ میں زیارت کے لیے آیا۔ اس نے پوچھا کہ یہاں سب سے زیادہ کریم شخص کون ہے؟ اسے امام حسین کی طرف راہبری کی گئی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اشعار پڑھے:

لم یخب الیوم من رجاك و من
حرك من دون بابك الحلقه
و انت جواد و انت معتمد
ابوك قد كان قاتل الفسقه
لولا الذی كان من اوائلكم
كانت علینا لجحیم منطبقه

(ترجمہ) آج وہ شخص ناامید نہیں جو آپ سے امید رکھے اور جو آپ کے دروازہ کی کنڈی ہلائے۔ آپ جواد و سخی ہیں اور آپ قابل اعتماد ہیں۔ آپ ہی کے والد گرامی فاسقین کے قاتل تھے۔ اگر وہ نہ ہوتا جو آپ کے اوائل (پہلے بزرگوں) نے کیا تو جہنم کی آگ ہم پر تہ بہ تہ ہوتی۔

پس امام حسین نے سلام نماز کے بعد فرمایا: اے قنبر کیا مال حجاز میں سے کوئی چیز باقی ہے؟ اس نے عرض کیا: چار ہزار دینار ہیں۔ فرمایا: لے آؤ، کیونکہ ایک ایسا شخص آ گیا ہے جو ہم سے بھی زیادہ حق دار ہے۔ پھر آپ نے اپنی چادر اتاری۔ اس میں دینار لپیٹے، اپنا ہاتھ اعرابی سے شرم کرتے ہوئے دروازے کے سوراخ سے باہر نکالا اور یہ اشعار پڑھے

خذها فانی الیك معتذر
واعلم بانی علیك ذو شفقه
لو كان فی سیرنا الغداة عصا
امست سمانا علیك مندفقه
لكن ریب الزمان ذو غیر
والكف منی قلیله والنفقه

(ترجمہ) یہ لے لو میں تم سے معذرت چاہتا ہوں اور جان لو کہ میں تم پر شفیق و مہربان ہوں۔ اگر دنیا ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہماری سخاوت کو آسمان تجھ پر موسلا دھار بارش برساتا۔ لیکن زمانے کی حالت بدلتی رہتی ہے اور میری ہتھیلی کم خرچ ہے۔

پس اعرابی نے وہ دینار لے لیے اور رونے لگا آپ نے فرمایا: شاید تو نے ہماری عطا کو کم سمجھا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ لیکن آپ کے جود وسخا کو مٹی کس طرح کھا جائے گی۔ (۳۸)

آپؑ کے بعض خطبات

امام حسین علیہ السلام نے ایسے موقف پر خطبے دیے کہ اگر قیس بن ساعدہ ہوتا تو بول ہی نہ سکتا اور پیچھے ہٹ جاتا۔ فصحائے قریش وہاں موجود ہوتے تو زمین بوس ہوکر آپ کو سجدہ کرتے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے وہ ایسا موقف ہے جو بولنے سے عاجز کر دیتا ہے، چہ جائیکہ کوئی خطاب کرے۔ لیکن آپ تو علی بن ابی طالب کے فرزند تھے۔ اگر عمر بن سعد کے قول پر غور کریں وہ اپنے سرداروں سے کہتا ہے:

> ''تمہارے لیے ویل و ہلاکت ہو۔ اس سے گفتگو نہ کرو۔ وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ تم میں اسی طرح کھڑا رہے تو اس کی گفتگو ختم نہ ہوگی اور نہ ہی وہ بولنے سے عاجز ہوگا''۔ (۲۷)

اس دن کے خطبوں کی اہمیت آپ پر واضح ہوجائے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبوں سے کوفہ کے لشکر کو متزلزل کر دیا۔ بہت سے افراد آپ کی طرف جھک گئے۔ مثلاً حر بن یزید ریاحی، انصاریین سعد بن حارث اور اس کا بھائی ابوالحتوف اور ابوشعشا کندی، حارث بن امراء القیس کندی اور بکر بن حی بن تیم اللہ وغیرہ۔

پیدل فوج کے کماں دار شیث بن ربعی سے سنا گیا کہ وہ ابن مرجانہ کو لعنت کر رہا تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ دوسرے لوگ ابن سعد کو جنگ میں تعجیل کرنے پر اکسا رہے تھے۔ اس خوف سے کہ امام حسین علیہ السلام کہیں

پورے لشکر کو ہی منقلب نہ کر دیں۔

یہ امر سید الشہداء کے لیے کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ پس امام کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کی نسبت فضائل و مکارم کا جامع ہو۔ ہم اپنی گفتگو کی ابتداء پر واپس پلٹتے ہیں اور امام حسینؑ کے یوم عاشورہ کے دو خطبے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ اس کے بعد کہ ابن سعد نے جنگ کے لیے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی، امام حسینؑ نے اپنی سواری منگوائی، اس پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے پکارا، جسے اکثر لوگ سن رہے تھے۔

''لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو جب تک میں تمہیں وعظ و نصیحت نہ کر لوں جو مجھ پر تمہارا حق ہے، یہاں تک میں تمہاری طرف آنے کے اسباب بیان کروں اور تم میں عذر کروں۔ اگر تم میرا عذر قبول کرو، میرے قول کی تصدیق کرو اور اپنی طرف سے مجھے انصاف دو تو تم سب سے زیادہ سعید ہو گے اور تمہارے لیے میرے خلاف کوئی راہ نہ ہوگی۔ اگر میرا عذر قبول نہ کرو اور مجھے اپنی ذات سے انصاف نہ دو تو پھر اپنے امر اور اپنے شرکاء کو جمع کرو تا کہ تمہارا امر تم پر پوشیدہ نہ رہے۔ پھر میری موت کا فیصلہ کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میرا ولی و سرپرست وہ خدا ہے جس نے کتاب کو نازل کیا اور وہ صالحین کو دوست رکھتا ہے''۔

جب خواتین اہل بیت نے آپ کا یہ خطبہ سنا تو وہ گریہ و بکا اور بین کرنے لگیں اور ان کی آواز بلند ہوئی۔ پس آپ نے ان کی طرف اپنے بھائی عباسؑ کو بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ خواتین کو خاموش کریں۔ مجھے اپنی جان کی قسم عنقریب انہیں بہت رونا پڑے گا۔

''حمد ہے اس خدا کی جس نے دنیا کو خلق فرمایا اور اسے فنا و زوال کا گھر قرار دیا، جو اپنے اہل کے ساتھ ایک حالت سے دوسری حالت بدلتی اور منقلب ہوتی رہتی ہے۔ پس وہ شخص مغرور و فریب خوردہ ہے۔ جسے دنیا دھوکہ دے اور شقی و بدبخت وہ ہے جس کو یہ مبتلا اور فریفتہ کرے۔ پس تمہیں یہ دنیا دھوکہ نہ دے کیونکہ یہ تو اس کی امید کو توڑ دیتی ہے جو اس کی طرف مائل ہو اور اس کے طمع و لالچ کو یاس و ناامیدی میں بدل دیتی ہے جو اس میں طمع کرے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک ایسی چیز پر مجتمع ہو جس سے تم نے خدا کو اپنے اوپر ناراض کر لیا ہے۔ اس نے اپنے وجہ کریم کو تمہارے لیے اعراض کر لیا ہے۔ تم پر اپنا عذاب نازل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ پس بہترین رب ہے ہمارا پروردگار اور تم بڑے حقیر بندے ہو۔ تم نے اطاعت کا اقرار کیا اور رسول محمدؐ پر ایمان لائے۔ پھر تم ان کی ذریت اور عترت کی طرف چل پڑے اور انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تحقیق شیطان نے تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور تمہیں خدائے عظیم کا ذکر بھلا دیا ہے۔ پس ہلاکت ہے تمہارے لیے اور جو کچھ تم چاہتے ہو۔ ہم اللہ کے ہیں اور

اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔ہولاء قوم کفروا بعد ایمانھم فبعداً لقوم الظالمین (یہ قوم ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئی پس دوری ہے کافر قوم کے لیے)۔

اے قوم! میرا نسب بیان کرو، میں کون ہوں؟ اپنے ضمیر کو بیدار کرو، اپنے فتنوں پر لعنت ملامت کرو اور غور وفکر کرو کہ کیا میرا قتل کرنا اور ہتک حرمت کرنا تمہارے لئے حلال ہے؟ کیا میں تمہاے رسول کی بیٹی کا بیٹا، اس کے وصی کا بیٹا، اس کے چچازاد بھائی، اللہ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور اس کے رسول ورسالت کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا اور جعفر میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ ارشاد تم تک نہیں پہنچا کہ یہ جوانان جنت کے سردار ہیں؟ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اگر اسے تم سچ سمجھتے ہو اور یقینا یہ میرا قول سچ ہے اس لیے کہ خدا کی قسم میں نے کبھی جھوٹ کا ارادہ ہی نہیں کیا، مجھے معلوم ہے کہ خدا جھوٹوں پر غضب ناک ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے جھوٹے کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو تم میں وہ لوگ موجود ہیں کہ اگر تم ان سے پوچھو تو وہ تمہیں یقین دلائیں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے سوال کرو۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے تو کیا اس میں کوئی چیز نہیں ہے جو تمہیں میرا خون بہانے سے روکے؟

شمر کہنے لگا: وہ ایک حرف پر خدا کی عبادت کرتا ہے اگر وہ جان سکا ہو کہ آپ کیا کہتے ہیں؟

جناب حبیب ابن مظاہر نے اس لعین سے کہا:

خدا کی قسم میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو ستر حروف پر خدا کی عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اس بات میں سچا ہے کہ تو نہیں جانتا کہ وہ جناب کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے تو کیا تمہیں اس بات میں بھی شک ہے کہ میں تمہاے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں! خدا کی قسم مشرق ومغرب کے دمیان میرے علاوہ تم میں اور باقی کل دنیا میں کوئی بھی تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے۔ تم پر وائے ہو! کیا مجھ سے کسی مقتول کا بدلہ لینا چاہتے ہو جسے میں نے قتل کیا ہو یا تمہارا کوئی مال میں نے ضائع کر دیا کسی زخم کا قصاص لینا چاہتے ہو؟

اے شیث بن ربعی!، اے حجار بن ابجر!، اے قیس بن اشعث!، اے زید بن حارث! کیا تم نے مجھے خط نہیں لکھا تھا کہ ادھر آؤ، تحقیق پھل پک چکے ہیں، کھیت سبزہ زار بن گئے ہیں اور آپ ایک تیار لشکر کی طرف بڑھیں گے۔

وہ لعین کہنے لگے ہم نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ! ہاں ہاں خدا کی قسم! تم نے ایسا کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو کہ میں زمین میں کسی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اس پر قیس بن اشعث نے کہا کہ کیا آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کے حکم کو نہیں مانیں گے؟ وہ آپ کو کوئی ایسی بات ہرگز نہ کہیں گے جسے آپ پسند نہ کریں اور ان کی طرف سے مکروہ امر ہرگز آپ کو نہیں پہنچے گا۔

آپ نے فرمایا:

تو اپنے بھائی کا بھائی ہے (۲۸)۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے بنی ہاشم مسلم بن عقیل کے خون سے زیادہ کا مطالبہ کریں؟ نہیں خدا کی قسم! میں ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ اور نہ ہی غلاموں کی طرح فرار کروں گا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں۔ میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

پھر آپ نے اونٹنی بٹھا دی جس کا پاؤں عقبہ بن سمعان نے باندھ دیا۔ (۲۹)

۲۔ بریر بن خضیر ہمدانی اور زہیر بن قیس کے خطبوں کے بعد امام حسینؑ قرآن کو سر پر اٹھائے ہوئے رسول اللہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس قوم کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

اے قوم! یقیناً میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا کی سنت ہے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟

وہ کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ کے فرزند اور ان کے نواسے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول خدا ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے باپ علی بن ابی طالب ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ خدیجہ بنت خویلد میری نانی ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا ہیں؟

انہوں نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جنت میں (ملائکہ کے ساتھ) اڑنے والے جعفر میرے چچا ہیں؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میں گلے میں لٹکائے ہوئے ہوں رسول اللہ کی ہے؟۔

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جو میں نے سر پر باندھ رکھا ہے رسول اللہ کا ہے؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علی قوم میں سابق الایمان وسابق الاسلام، ان سب سے زیادہ علم رکھنے والا، سب سے زیادہ حلیم وبردبار اور ہر مومن ومومنہ کے ولی وحاکم ہیں؟

انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ پھر کس بنا پر میرا خون حلال سمجھتے ہو جب کہ میرے پدر بزرگ وار حوض کوثر سے دھکیلنے والے ہوں گے جو کچھ لوگوں کو اس طرح دھکیلیں گے جس طرح باہر جانے والے اونٹ کو پانی سے دھکیلا جاتا ہے۔

وہ کہنے لگے یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں لیکن پھر بھی ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے جب تک آپ پیاسے موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا:

ہلاکت ہو تمہارے لیے اے قوم! اور حزن وغم ہو تمہارے لیے۔ تم نے ہماری پناہ لیتے ہوئے اپنی مدد کے لیے چیخ وپکار کی۔ ہم جلدی سے تمہاری مدد کو آئے تو ہمارے خلاف ہماری ہی وہ تلوار کھینچ لی جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اور ہم پر اس آگ کو بھڑکایا جسے ہم نے اپنے اور تمہارے دشمن کے خلاف روشن کیا تھا۔ بس اب تم اپنے اولیاء کے خلاف اپنے اعداء کے حق میں اکٹھے ہو گئے ہو بغیر کسی عدل و انصاف کے، جو انہوں نے تم میں عام کیا ہو، نہ ہی کسی امید کے سبب جو تمہیں ان سے ہو۔ کیا تمہارے لیے ویلات وہلاکتیں نہ ہوں کہ تم نے ہمیں اس حالت میں چھوڑ دیا کہ تلوار ہمارے خلاف کھچی ہوئی ہے؟ لیکن ہمارا دل مطمئن ہے اور رائے اس کی ہے جو عمدہ رائے رکھتا ہو۔ لیکن تم تو اس کی طرف اس تیزی سے آئے جیسے چغل خوری کی بات پھیلتی ہے۔ اس کی طرف تم نے ایک دوسرے کو اس طرح بلایا جیسے شمع

پر پروانے گرتے ہیں۔ پھر تم نے اس کو توڑ دی۔ پس اے امت کے غلامو اور احزاب کے بچے کھچے لوگو! تمہارے لیے دوری و ہلاکت ہو۔ کتاب کو دور پھینکنے والو اور کلمات خدا کی تحریف کرنے والو! اے گناہ کی جماعت! اے شیطان کی پھونکوں اور سنتوں کو بجھانے والو! تم پر ہلاکت ہو کیا ان کے بازوؤں کو مضبوط کرتے ہو اور ہماری مدد سے منہ موڑتے ہو؟ ہاں ہاں عذر اور دھوکہ بازی تمہاری پرانی عادت ہے۔ اسی پر تمہاری جڑیں مضبوط اور اصول استوار ہوئے اور اسی پر تمہارے تنے شاخیں اور فروع پروان چڑھے۔ پس تم خبیث پھل ہو اور غاصب کا لقمہ ہو۔ یاد رکھو! حرام زادے کا حرام زادہ بیٹا دو چیزوں جنگ کرنے اور ذلت کے درمیان ڈٹ گیا ہے۔ لیکن ذلت ہم سے کہیں دور ہے۔ خدا بھی منع کرتا ہے، اس کا رسول، مومنین پاک و پاکیزہ گودیں غیرت مند ناک اور غیور نفوس مانع ہیں کہ شرفاء کی طرح میدان میں گرنے سے کمینے لوگوں کی اطاعت کو ترجیح دی جائے۔ یاد رکھو مددگاروں اور تعداد کی کمی کے باوجود میں اس تھوڑے سے گروہ کے ساتھ آگے بڑھنے والا ہوں۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

فان فهزم فهزامون قدما
و ان نهزم فغير مهز مينا

اگر ہم ان کو شکست دے دیں تو ہمیشہ ہی شکست دیتے آئے ہیں۔ اگر ہمیں شکست ہو تو ہم شکست خوردہ نہیں ہیں۔

و ما ان طبنا جبن ولكن
منايانا و دول اخرينا

اگر طیب خاطر سے ہم شہید ہو رہے ہیں تو یہ کوئی کمزوری نہیں ہے۔ لیکن ہماری موت اور دوسروں کی حکومت کا وقت آ گیا ہے۔

و اذا ماالموت رفع عن اناس
كلا كله اناخ بآخرينا

اگر موت کچھ لوگوں سے اپنے سینے اٹھا لے تو دوسروں پر بٹھا لے گی۔

فافنى ذلكم سروات قومى
كما افنى القرون الا ولينا

پس اس نے میری قوم کے سرداروں کو تباہ کر دیا، جیسا کہ پہلے زمانے (صدیوں) کے

لوگوں کو فنا کر دیا۔

فلو خلد الملوك اذا خلدنا

ولو بقى الكرام اذن بقينا

اگر بادشاہان زمانہ ہمیشہ رہتے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے۔ اگر کریم و محترم لوگ باقی رہتے تو ہم بھی رہتے۔

فقل للشامتين بنا افيقوا

سيلقى الشامتون كما لقينا

ہماری شماتت کرنے والوں سے کہہ دو کہ وہ افاقہ میں آئیں۔ عنقریب انہیں بھی اس چیز کا سامنا ہوگا جس کا سامنا ہم کر رہے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا:

"یاد رکھو خدا کی قسم اس کے بعد تم نہیں ٹھہرو گے مگر اتنی دیر جتنی دیر میں سوار گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ چکی کے دور اور محور کی حرکت کی طرح تمہیں گردش میں لایا جائے گا۔ یہ ایک عہد و پیمان ہے جو میرے بارے میں میرے پدر بزرگوار نے میرے نانا سے کیا ہے۔

فاجمعو امركم و شركاء كم ثم افضوا الى ولا تنظرون انى توكلت على الله ربى و ربكم ما من دابة الا اخذبنا صيتها ان ربى على صراط مستقيم (بحوالہ قرآن)

(اپنے شرکاء کو جمع کر لو۔ پھر فیصلہ کر کے میری طرف آؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار اللہ پر توکل کرتا ہوں۔ کوئی بھی زمین پر چلنے والا ایسا جاندار نہیں مگر یہ کہ وہ اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے)

پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا:

اللهم احبس عنهم قطر السماء وابعث عليهم سنين كسنى يوسف و سلط عليهم غلام ثقيف يسقيهم كا سا مصبرة فانهم كذبونا و خذلونا و انت ربنا عليك توكلنا و اليك المصير

خداوندا! ان سے بارش کے قطرے روک لے اور ان پر حضرت یوسف کے زمانہ ایسی قحط سالی اور قبیلہ ثقیف کا غلام مسلط کر دے جو انہیں کڑوے گھونٹ پلائے۔ انہوں نے ہماری تکذیب کی ہمیں جھٹلایا اور ہمیں چھوڑ دیا اور تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے تجھ پر توکل کیا ہے اور تیری طرف ہماری بازگشت ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مختار ثقفی ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا، مگر یہ کہ میرا انتقام لے گا۔ قتل کے بدلے قتل اور ضرب کے بدلے ضرب اور وہ میرے اہل بیت اور میرے شیعوں کے لیے مدد طلب کرے گا۔ آپ نے عمر بن سعد کو بلوایا تو اسے بلایا گیا۔ وہ اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ آپ کے سامنے آئے۔ پس آپ نے اس سے فرمایا:

''اے عمر! کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا اور تجھے یہ حرام زادے ''رے'' اور ''جرجان'' کی گورنری دے گا؟ خدا کی قسم تجھے یہ نصیب نہ ہوگی۔ یہ طے شدہ عہد و پیمان ہے جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر لے۔ میرے بعد تو دنیا و آخرت میں کبھی خوشی نہ دیکھے گا۔ گویا میں تیرے سر ایک نیزے پر دیکھ رہا ہوں جسے کوفہ کے بچے پتھر مار رہے ہیں اور اسے آپس میں نشانہ بنا رہے ہیں''۔

پس ابن سعد نے غصہ ہو کر آپ سے منہ پھیر لیا۔ (۴۰)

آپ کی وصیتیں

اب ہم امام ابوعبداللہ الحسینؑ کی کچھ منتخب وصیتیں پیش کرتے ہیں، جو آپؑ کی محترم و کریمانہ زندگی کے دیگر پہلوؤں کی طرح اسلامی معاشرے کو حق کی طرف متوجہ کرنے اور ارشاد و ہدایت کی جامع ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق آپ کے مبارک انقلاب، بلند ہدف و مقصد اور سرکش ظالموں کے خلاف قیام سے ہے۔ پس وہ بعض وصیتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ آپ نے فرمایا:

اس چیز کی ذمہ داری اپنے سر نہ لے جس کی تو طاقت نہیں رکھتا۔ اس چیز کی خواہش نہ کر جسے تو پا نہیں سکتا اور جس شے پر تو قادر نہیں اسے شمار و قطار میں نہ لا۔ آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کر۔ اپنے کام کی مقدار سے زیادہ اجر و جزا کا مطالبہ نہ کر اور خوش نہ ہو مگر اللہ کی اتنی اطاعت پر جسے تو بجالایا ہے۔ کوئی چیز اس مقدار سے زیادہ نہ لے جتنی کا تو اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے۔ (۴۲)

۲۔ جب آپؑ نے مدینہ سے مکہ جانے کا عزم کیا تو اپنے بھائی محمد حنفیہ کو وصیت کی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم (خدائے رحمن ورحیم کے نام سے) یہ وصیت ہے جو حسین بن علی بن ابی طالب نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کو کی ہے۔ بے شک حسین گواہی دیتا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لا شریک ہے اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں۔ جنت و جہنم حق ہے، بے شک و شبہ قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا۔

میرا یہ سفر تفرقہ ڈالنے یا دہشت پھیلانے، ظلم و فساد کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے جا رہا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ نیکی کا حکم دوں اور برائی سے منع کروں اور اپنے نانا اور اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلوں۔ پس جو شخص میری بات کو حق سمجھ کر قبول کرے تو اللہ حق کا زیادہ حق دار ہے اور جو اس کو رد کرے تو اس پر میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان حق کا فیصلہ کرے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے بھائی میری یہ وصیت ہے تمہارے لیے، میری توفیق نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے اور میں اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پھر آپ نے یہ تحریر لپیٹ دی اور اپنی مہر لگا کر اپنے بھائی محمد حنفیہ کے سپرد کر دی، ان سے وداع کیا اور رات کی تاریکی میں مدینہ سے نکل گئے۔ (۴۳)

۳۔ شب عاشورا اپنی بہن عقیلہ بن ہاشم جناب زینبؑ کے نام آپؑ کی ایک وصیت۔

اے بہن! خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کے دیئے ہوئے صبر و اطمینان کو کام میں لاؤ۔ یقین رکھو کہ اہل زمین مر جائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ خدا کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ وہ خدا جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اور وہ رجوع کریں گے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ میرے نانا، میرے باپ اور بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میری ماں مجھ سے بہتر تھیں۔ میرے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول پاکؐ کی ذات میں اسوہ و نمونہ ہے۔ اے میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں میری قسم کو پورا کرنا، مجھ پر گریباں چاک نہ کرنا اور نہ ہی میری مصیبت پر چہرہ نوچنا۔ میری شہادت کے شور و شین کے نالے بلند نہ کرنا۔ (۴۴)

۴۔ اپنے بیٹے علی بن الحسین کے لیے وصیت:

اے بیٹا! اس شخص پر ظلم و زیادتی سے بچنا جو تمہارے خلاف اللہ عز و جل کے سوا کوئی مددگار نہ رکھتا ہو۔

آپؑ کے خطوط

ذیل میں ہم آپ کے تین خط پیش کرتے ہیں۔ ان میں پہلا خط معاویہ بن ابی سفیان کے نام ہے۔ یہ خط بنی امیہ کے وہ مظالم جو امت اسلامی کو ان سے برداشت کرنے پڑے، کا صحیح نقشہ پیش کرتا ہے۔ دوسرے دو خطوط اہل کوفہ کے نام ہیں جو ان کے بہت سے خطوط کا جواب ہیں۔ ان دونوں خطوط سے امام پاکؑ کا دیگر شہروں کی بہ نسبت کوفہ کو منتخب کرنے اور آپ کے اس وقت اقدام کرنے کا راز سمجھ میں آتا ہے۔ کھیت سرسبز اور پھل پک چکے تھے جیسا کہ کوفہ والوں نے آپ کے نام خطوط میں تحریر کیا تھا:

۱۔ آپ کا وہ مکتوب جو معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

اما بعد مجھے تیرا خط ملا جس میں تو نے ذکر کیا ہے کہ میرے متعلق تجھ تک کچھ امور پہنچے ہیں جن کے بارے میں تو مجھ سے اعراض کرتا ہے اور میں تیرے نزدیک ان کے غیر کے لائق ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ نیکیوں کی طرف نہ کوئی ہدایت کرسکتا ہے اور نہ انہیں درست قرار دے سکتا ہے مگر اللہ۔ جو تو نے لکھا کہ کچھ چیزیں تجھ تک پہنچی ہیں تو وہ تجھ تک ان ملاقاتیوں نے پہنچائی ہیں جو صرف چغل خوری کے لیے آمدورفت رکھتے ہیں۔ میں تجھ سے جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ ہی تیرے خلاف قیام کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں اس کام کو ترک کرنے میں خدا سے ڈرتا ہوں اور گمان نہیں کرتا کہ خدا اس کے ترک کرنے پر راضی ہو اور نہ ہی کسی عذر کو قبول کرے گا جب تک تیرے اور تیرے ظلام اور ملحد ساتھیوں، جو ظالموں کا گروہ اور اولیاء شیاطین ہیں، کا بارے میں معذرت کو مکمل نہ کیا جائے۔

کیا تو قبیلہ کندہ کے حجر اور ان عبادت گزار نمازیوں کا جو ظلم کا انکار کرتے، بدعنوانی کو گناہ سمجھتے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے تھے، کا قاتل نہیں ہے؟ تو نے انہیں ظلم وعدوان سے شہید کیا جب کہ تیرے اور ان کے درمیان ہونے والے واقعات پر مواخذہ نہ کرنے کا اور بغض وکینہ سے اپنے نفس میں ان کے خلاف دشمنی نہ رکھنے کا عہد ومیثاق ہو چکا تھا۔ کیا تو عبد صالح صحابی رسول عمرو بن حمق کا قاتل نہیں ہے۔ جس کا جسم کثرت عبادت سے ناتواں و بوسیدہ ہو گیا تھا اور رنگ زرد پڑ گیا تھا؟ اس کے باوجود تو نے انہیں امان دی اور خدا کے نام پر ایسے عہد ومیثاق دیے جو تو کسی پرندے کو دیتا تو وہ بھی پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر تیرے پاس آ جاتا۔ پھر تو نے عہد ومیثاق کو بے حقیقت سمجھتے اور اپنے پروردگار کے خلاف جرأت وجسارت کرتے ہوئے انہیں شہید کر دیا۔

کیا تو زیادہ بن سمیہ کا مدعی نہیں ہے جو قبیلہ ثقیف کے ایک ادنیٰ غلام کے بستر پر پیدا ہوا؟ تو نے دعویٰ کیا کہ وہ تیرے باپ کا بیٹا ہے، حالانکہ فرمان رسولؐ ہے کہ بیٹا صاحب بستر کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر

اور سنگساری ہے۔ پس تو نے جان بوجھ کر رسول اللہ کی سنت کو ترک کیا اور خدا کی ہدایت کے خلاف اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ پھر اسے کوفہ و بصرہ پر مسلط کر دیا۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹتا، ان کی آنکھوں میں آگ میں تپائی ہوئی سلائیاں پھیرتا اور کھجور کے تنوں پر انہیں سولی دیتا ہے۔ گویا تو اس امت سے ہے ہی نہیں اور یہ امت تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

کیا تو قبیلہ حضرم کا قاتل نہیں جن کے بارے میں ابن سمیہ نے تجھے مطلع کیا کہ وہ علی کے دین پر ہیں، اور تو نے اسے لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہو اسے قتل کر دے؟ بس اس نے انہیں شہید کر دیا اور تیرے حکم سے ان کے ناک کان وغیرہ کاٹے (مثلہ کیا) حالانکہ خدا کی قسم! علی کا دین وہی ہے جس کو قبول نہ کرنے پر وہ تجھے اور تیرے باپ کو مارتے تھے اور ظاہراً اسی دین کو قبول کر کے تو مسند نشین بنا بیٹھا ہے۔ اگر وہ دین نہ ہوتا تو تیرا اور تیرے باپ کا شرف تو دو رحلتیں تھیں (تجارت کے لیے گرمیوں اور سردیوں کے دو سفر) تو نے کہا جو کچھ کہا اور ہمیں یہ بھی کہا کہ "آپ نے نفس کے لیے، اپنے دین کے لیے اور امت محمدیہ کے لیے غور و فکر کرو، اس امت میں تفرقہ ڈالنے، فتنہ و فساد کی طرف پلٹانے سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو"۔ میں اس امت پر تیرے والی و بادشاہ ہونے کو سب سے بڑا فتنہ قیاس کرتا ہوں اور میں اپنے لیے اور اپنے دین کے لیے اور امت محمدیہ کے لیے اس سے افضل و بہتر کوئی نظریہ نہیں رکھتا کہ تجھ سے جہاد کروں۔ پس اگر میں ایسا کروں تو اللہ کی طرف قرب و نزدیکی کا ذریعہ ہے اور اعوان و انصار کے فقدان کی وجہ سے اس کو ترک کروں تو میں اس پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اس سے اپنے لیے رشد و ہدایت کی توفیق کا سوال کرتا ہوں۔ تو نے اپنے خط میں لکھا ہے اگر میں نے انکار کیا تو تو بھی انکار کرے گا اور اگر میں نے کوئی تدبیر و سازش کی تو تو بھی سازش کرے گا۔ تو جتنی بھی سازش اور دھوکہ بازی مجھ سے کر سکتا ہے کر۔ مجھے امید ہے کہ تیرا مکر و فریب مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وہ کسی کے لیے اتنا ہی مضر ہوگا جتنا خود تیرے لیے کیونکہ تو اپنی جہالت پر سوار ہے اور اپنے عہد و پیمان کو توڑنے پر آمادہ و حریص ہے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی تو نے کسی شرط کو پورا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے عہد و پیمان کو ان افراد کو قتل کر کے توڑ دیا جن کو صلح، قسم اور عہد و میثاق سے امان کا یقین دلایا تھا۔ ان کو اس کے بغیر شہید کیا کہ وہ بھی جنگ کر کے کسی کو قتل کرتے۔ تو نے یہ صرف اس لیے کیا کہ وہ ہماری فضیلت اور ہمارے حق کی عظمت کے قائل تھے۔ تو نے انہیں اس خوف سے قتل کیا کہ شاید تو ان کے قتل سے پہلے خود قتل ہو جاتا یا تیرے قابو میں آنے سے پیشتر وہ مر جاتے۔

اے معاویہ! تجھے قصاص اور بدلے کی خوشخبری ہو، حساب و کتاب کا یقین کر لے اور جان لے کہ اللہ کے یہاں ایک کتاب ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی جاتی ہے۔ خدا اس بات کو نہیں بھولتا ہے تو نے صرف

گمان کی بنا پر اس کے اولیاء کو پکڑا، تہمت کی بنا پر قتل کیا اور اولیاء اللہ کو ان کے گھروں سے جلا وطن کیا۔ لوگوں کو اپنے نوجواں بیٹے کی بیعت پر مجبور کرتا ہے جو شراب پیتا اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح تو نے اپنا نقصان کیا اپنے دین کو تباہ و برباد کیا عوام کو دھوکہ دیا۔ اپنی امانت کو خراب کیا ہے۔ کمینہ اور جاہلوں کی باتیں سن کر متقی و متورع افراد کو ڈرایا دھمکایا۔ والسلام۔ (۴۵)

۲۔ آپ کا ایک خط اہل کوفہ کے نام:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے گروہ مومنین و مسلمین کے نام!

اما بعد! ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر میرے پاس آئے ہیں۔ تمہارے قاصدوں میں سے یہ دونوں آخری ہیں۔ میں نے تمہارے ذکر کیے ہوئے تمام امور کو سمجھ لیا ہے۔ تم میں سے اکثر کی بات یہی ہے کہ ''ہم پر کوئی امام اور رہبر نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہماری طرف تشریف لائیں۔ شاید خدائے تعالیٰ ہمیں آپ کی وجہ سے حق و ہدایت پر مجتمع کر دے''۔ میں تمہاری طرف اپنے اہل بیت میں سے باوثوق اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے وہاں پہنچ کر لکھا کہ تمہاری جماعت اور تم میں سے صاحبان عقل و خرد اور فضل و رائے اس پر جمع ہیں جو تمہارے قاصد لائے ہیں اور جو کچھ میں نے تمہارے خطوط میں پڑھا ہے تو پھر میں ان شاء اللہ عنقریب تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے، امام نہیں مگر وہ جو کتاب کے مطابق حکم کرے اور عدل و انصاف پر قائم ہے اور دین حق کو اپنائے اور اپنی ذات کو خدائے تعالیٰ کی مرضی کا پابند بنائے۔ والسلام۔ (۴۶)

۳۔ آپ کا خط اہل کوفہ کے نام جو قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے اس کے مومن و مسلم بھائیوں کے نام۔ تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں انہوں نے مجھے تمہاری جماعت کے اجتماع سے مطلع کیا ہے۔ میری اللہ سے یہ دعا ہے کہ وہ ہم پر احسان کرے اور تمہیں اس پر زیادہ عظیم اجر و ثواب عطا کرے۔ میں تمہاری طرف آٹھ ذی الحجہ یوم ترویہ منگل کے دن روانہ ہو رہا ہوں۔ جس وقت میرا قاصد تمہارے یہاں پہنچے تو اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھو اور جدوجہد میں لگے رہو۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ انہی دنوں میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ (۴۷)

آپؑ کے کلمات قصار

آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہر ایک کے کلمات قصار کا ایک مجموعہ وارد ہوا ہے۔ یہ کلمات مختلف

موضوعات، اخلاق و آداب، عرفان و کمال، اور فضائل پر آمادہ کرنے اور رذائل و پستیوں سے بچنے پر مشتمل ہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ ان کلمات پر عمل کرنے اور انہیں اپنے اوپر منطبق کرنے کے بے حد ضرورت مند ہیں کیونکہ یہ ہمارے اخلاقی امراض کی دوا اور ہماری اجتماعی و معاشرتی مشکلات کا بہترین حل ہیں۔ ان صفحات میں ہم امام عالی مقام کے بعض کلمات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

۱۔ بادشاہوں کی بری عادات میں سے دشمنوں کے سامنے بزدلی، ضعیف و ناتواں پر سختی، اور عطا کرنے میں بخل و کنجوسی ہیں۔

۲۔ حاجت مند نے سوال کرنے سے اپنے چہرے کو مکرم و محترم نہیں سمجھا۔ لہٰذا تو اپنے چہرے کو سوال رد نہ کرنے سے مکرم و محترم قرار دے۔

۳۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا جس نے آپ کے سامنے کسی دوسرے کی غیبت کی:
اے فلاں! غیبت کرنے سے رک جا کیونکہ غیبت جہنم کے کتوں کا سالن ہے۔

۴۔ آپ نے فرمایا: ایک گروہ نے جنت کی چاہ میں اللہ کی عبادت کی تو یہ اک تاجرانہ عبادت ہے۔ ایک قوم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی، یہ غلامانہ عبادت ہے۔ ایک گروہ نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کی یہ احرار، آزاد اور اہل فضیلت والی عبادت ہے۔

۵۔ قبول کرنے کی علامات میں سے ایک علامت اہل عقل کے پاس بیٹھنا ہے۔

۶۔ اپنی حدیث اور قول کی تنقید کرنا، اس کو پرکھنا اور فکر و نظر کے فنون کے حقائق کو جاننا، عالم کی نشانیوں اور دلائل میں سے ہے۔

۷۔ سلام میں ستر نیکیاں ہیں جن میں انہتر سلام کی ابتدا کرنے والے کے لیے ہیں اور ایک جواب دینے والے کے لیے۔

۸۔ بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔

۹۔ جو شخص خدا کی معصیت کے کسی امر کا ارادہ کرے تو وہ چیز جس کی وہ امید رکھتا ہے، اسے زیادہ قوت کرنے والا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اس کے آنے میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ (۴۸)

۱۰۔ جو شخص اللہ کی عبادت کرے جیسا کہ حق ہے، خدا اسے امیدوں اور قدر کفائت سے زیادہ عطا کرے گا۔

۱۱۔ جو تیرا مال ہے اگر تو اس کا (گرویدہ و عاشق) نہ ہوا وہ تیرا ہو کر رہے گا اس کو باقی نہ رکھ کیونکہ وہ تجھے باقی نہیں رکھتا۔ اس کو کھالے، اس سے پہلے کہ وہ تجھے کھائے۔

۱۲۔ سچائی عزت ہے اور جھوٹ عجز ہے۔ راز و سر امانت ہے۔ پڑوس قرابت و رشتہ داری ہے، اعانت و مدد صدقہ ہے اور عمل تجربہ ہے۔ اچھا خلق عبادت، خاموشی زینت، بخل فقر و فاقہ، سخاوت تونگری اور نرمی

عقلمندی ہے۔(۴۸)

آپؑ کے بعض جوابات

اہل بیت علیہم السلام چونکہ رسول اعظمؐ کے وارث اور ان کے دین کے محافظ ہیں، ان ہی کے پاس علم کتاب ہے، وہی جائے پناہ ہیں، یہی حقائق کی وضاحت کرنے والے ہیں۔ آئمہ میں سے ہر ایک پر، بہت سے سوالات کیے جاتے تھے جیسا کہ آپ شدائد اور سختیوں میں اس کتاب کی پہلی دو فصلوں ''امیرالمؤمنین'' اور ''امام الحسن'' میں ان دو بزرگواروں کے بعض جوابات آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ اسی طرح امام حسین علیہ السلام پر بھی سوالات کیے گئے جن میں بعض کے جوابات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ خوارج کے ایک سردار نافع بن ارزق نے آپ سے سوال کیا کہ جس خدا کی آپ عبادت کرتے ہیں، مجھ سے اس کی تعریف وتوصیف بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا:

اے نافع! جو اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھے وہ ہمیشہ اشتباہ میں رہتا ہے۔ صحیح راستہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے ٹیڑا چلتا ہے اور ٹیڑھے راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اللہ کے راستے سے گمراہ ہوتا ہے اور بے ڈھنگی و بدوضع باتیں کرتا ہے۔ اے ابن ارزق! میں اپنے معبود کی وہ تعریف کروں جو خود اس نے کی ہے۔ اس کو حواس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی لوگوں پر اس کا قیاس ہوسکتا ہے۔ وہ قریب ہے لیکن چمٹا ہوا نہیں ہے۔ دور ہے لیکن دوری میں انتہا کو پہنچا ہوا نہیں۔ وہ ایسا واحد ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ آیات ونشانیوں کے ذریعہ مشہور ہے۔ علامات کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ جو بلند وعظیم ہے۔ یہ سن کر ابن ارزق رونے لگا اور کہا آپ کی گفتگو کس قدر خوبصورت اور کتنی عمدہ ہے۔(۴۹)

۲۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ خدائے عظیم کا کتنا خوف رکھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: قیامت کے دن مامون نہیں ہوگا مگر وہ شخص کہ جو دنیا میں خدا کا خوف رکھتا ہے۔(۵۰)

۳۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ فرزند رسول! آپ نے کس حالت میں صبح کی آپ نے فرمایا:

میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میرے لئے میرے اوپر میرا رب ہے۔ آگ میرے سامنے ہے۔ موت میری تلاش میں ہے۔ حساب وکتاب نے مجھے گھیر رکھا ہے میں اپنے عمل کے پاس رہن ہوں۔ وہ کچھ نہیں پا سکتا جو مجھے مرغوب و پسند ہے اور نہ ہی ناپسندیدہ کو اپنے سے دور کرسکتا ہوں۔ معاملات میرے غیر کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے عذاب کرے اور چاہے تو معاف کردے پس کون سا فقیر ونادار مجھ سے زیادہ فقیر ہے۔(۵۱)

۴۔ آپ سے ایک شخص نے قران کی اس آیت کے بارے میں پوچھا ''واما بنعمۃ ربک فحدث'' (اور اپنے پروردگار کی نعمت بیان کیا کرو) آپ نے فرمایا:

اس کو حکم دیا ہے کہ وہ بیان کرے تمام ان نعمتوں کو کہ دین کے سلسلہ میں جو اس پر انعام کی ہیں۔(۵۲)

۵۔ امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا نے اپنے بندوں پر روزہ کیوں فرض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:
تا کہ غنی و تونگر بھوک کا ذائقہ چکھے اور جو اضافی مال ہو اسے مساکین پر احسان و بخشش کرے۔(۵۳)

۶۔ بادشاہ روم نے سات چیزوں کا سوال کیا کہ جنہیں خدا نے پیدا کیا مگر وہ شکم مادر میں خلق نہیں ہوئیں۔
آپ نے فرمایا:
ان میں سے پہلے حضرت آدم ہیں۔ پھر حضرت حوا ہیں اور وہ کوا جو قابیل کے سامنے ظاہر ہوا۔ ابراہیم کا مینڈھا جو حضرت اسماعیل کے بدلے ذبح ہوا۔ ناقہ صالح جو بطور معجزہ پہاڑ سے نکلی۔ عصائے موسوی، جو اژدھا بنا) اور وہ پرندہ جسے عیسیٰ ابن مریم نے بنایا۔(۵۴)

۷۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے آپ کو لکھا کہ میرے سید و سردار آقا! مجھے خیر دنیا و آخرت کی خبر دیجیے۔
آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد! جو شخص اللہ کی رضا چاہے لوگوں کی ناراضگی سے تو خدا لوگوں کے امور کی اس کے لیے کفایت کرتا ہے اور جو شخص خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا چاہے تو خدا اسے لوگوں ہی کے سپرد کر دیتا ہے۔ والسلام۔(۵۵)

آپؑ کی بعض دعائیں

جو شخص بھی کتب تاریخ وسیر اور تراجم و سوانح کے مطالعہ کا شائق ہوگا وہ تصدیق کرے گا کہ دعا آئمہ اہل بیت کا امتیاز اور خصوصیت ہے۔ اگر آپ ان دعاؤں کو جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی ہیں آئمہ کی دعاؤں کے مقابل لائیں تو آپ کو بہت بڑا فصل وفرق معلوم ہوگا۔ کیا نسبت ہے مٹی کو آسمان کے ستاروں سے، پتھر کے ٹکڑوں کو الماس سے اور درانتی (دانتری) کو شمشیر صیقل شدہ سے۔ امام حسین علیہ السلام سے بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے یوم عرفہ کی دعائے کبیر ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ ہمارے اسلامی ورثہ وترکہ کے مفاخر میں سے ہے اور الٰہیات کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ جناب مرزا محمد حسین شہرستانی نے آپ کی دعائیں ایک مستقل کتاب میں جمع فرمائی ہیں۔ ہم نے درج ذیل دعائیں اس کتاب اور دیگر کتب سے اخذ کی ہیں۔

۱۔ اللھم ارزقنی الرغبۃ فی الاخرۃ حتی اعرف صدق ذلک فی قلبی بالزھادۃ منی فی دنیای اللھم ارزقنی بصرا فی امر الاخرۃ حتی اطلب الحسنات شوقا والزمن

السیئات خوفا یارب۔ (۵۶)

ترجمہ: خدایا! مجھے آخرت میں رغبت عطا کر یہاں تک کہ اس کی صداقت کو اپنے دل میں پہچان لوں، اپنی دنیا سے اپنے زہد و پرہیز کے ذریعہ۔ خدایا! مجھے آخرت کے بارے میں بصارت عطا فرما تا کہ میں نیکیوں کو ذوق وشوق کے ساتھ طلب کروں اور خوف اور ڈر کے مارے برائیوں سے بھاگ کھڑا ہوں۔

۲۔ آپ کی ایک دعا صبح وشام کے لیے ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم۔ بسم الله و بالله و الى الله و فى سبيل الله و على ملة رسول الله صلى الله عليه و آله و لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم اللهم انى اسلمت نفسى اليك. ووجهت وجهى اليك و فوضت امرى اليك و انا اسئلك العافية من كل سوء الدنيا والآخرة اللهم انك تكفينى من كل احد ولا يكفينى منك احد فاكفينى من كل احد ما اخاف واحذر. واجعل لى من امرى فرجا و مخرجا فانك تعلم ولا اعلم و تقدر ولا اقدر و انت على كل شئى قدير برحمتك يا ارحم الراحمين (۵۷)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے نام سے، اللہ کی طرف سے اور اللہ کی راہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ملت ودین پر اور حول وقوت نہیں ہے مگر علی وعظیم خدا کے ساتھ۔ خدایا! میں نے اپنے نفس کو تیرے سپرد کیا۔ میں نے اپنا رخ تیری طرف کر لیا۔ اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ہر برائی سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ خدایا! تو میری ہر ایک سے کفایت کر سکتا ہے لیکن تجھ سے میری کوئی کفایت نہیں کر سکتا۔ پس میری کفایت فرما ہر اس شے سے جس سے میں خوف اور ڈر رکھتا ہوں اور میرے لیے کشائش اور نکلنے کی جگہ میرے امر سے اقرار دے۔ بے شک تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ تو قدرت رکھتا ہے اور میں کوئی قدرت واختیار نہیں رکھتا اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۴۔ یہ آپ کی دعا طلب توفیق کے لیے ہے:

اللهم انى اسئلك توفيق اهل الهدى و اعمال اهل التقى و مناصحه اهل

التوبة و عزم اهل الصبر و احذر اهل الخشية و طلب اهل العلم و نيت اهل الورع و حذر اهل الجزع حتى اخافكم حتى اخافك اللهم مخافة تمجزلی عن معاصيك حتى اعمل بطاعتك عملا استحق به كرامتك. و حتى انا صحتك فی القوة خوفا لك و حتى اخلص لك فی النصيحه حبالك و حتى اتوكل عليك فی الامور حسن ظن بك سبحانك خالق النور و سبحان الله العظيم و بحمده (۵۸)

ترجمہ: خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اہل ہدایت کی توفیق، اہل تقویٰ کے عمل کرنے، اہل توبہ کے خلوص، اہل صبر کے عزم، اہل خشیت کے خوف و بچاؤ، اہل علم کی طلب، اہل ورع کی نیت اور اہل جزع کے حذر و خوف کا یہاں تک کہ اے اللہ! میں تجھ سے اس طرح ڈروں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روک سکے، تا کہ میں عمل کروں تیری اطاعت کے ساتھ ایسا عمل کہ جس سے میں تیری کرامت و بزرگی کا مستحق ہو جاؤں تا کہ میں تیرے خوف سے قوت میں تجھ سے خلوص برتوں، تا کہ نصیحت میں تیرے لیے تیری محبت کی بنا پر اخلاص کروں اور تا کہ تمام امور میں تجھ پر توکل کروں، تجھ پر حسن ظن رکھتے ہوئے۔ منزہ ہے تو اے نور کے خالق اور منزہ ہے تو اے عظیم خدا اور اس کی حمد کے ساتھ۔

۴۔ آپ کی دعا نماز فریضہ کے بعد:

اللهم انی اسئلك بكلماتك و معاقد عرشك و سكان سوائك و ارضك و انبيائك و رسلك ان تستجيب لی فقدر هقنی من امری عمری عمر فاسئلك ان تصلی علی محمد و آله محمد و ان تجعل لی من عمری يسرئ (۵۹)

ترجمہ: خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے کلمات کے صدقے، تیرے ارکان عرش کے صدقے، تیرے آسمان اور تیری زمین پر رہنے والوں، تیرے نبیوں اور رسولوں کے صدقے کہ تو میری دعا کو قبول فرما کیونکہ میرے امر کی تنگی نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری تنگی کو میرے لیے فراخی میں بدل دے۔

۵۔ کعبہ کے بارے میں آپ کی دعا:

الهی نعمتنی فلم تجدنی شاکرو ابلیتنی فلم تجدنی صابر افلا انت سلبت النعمة لترك الشکر ولا ادمت الشدة لترك الصبر الهی ما یکون من الکریم الا کرام۔ (۶۰)

ترجمہ: خداوندا! تو نے مجھ پر انعام کیا لیکن مجھے شکر گزار نہ پایا، میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا پس نہ تو نے شکر کو ترک کرنے کی وجہ سے نعمت چھینی اور نہ صبر کو چھوڑنے کی وجہ سے شدت و سختی کو دائم رکھا۔ میرے معبود! کریم سے کرم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

۶۔ یوم عاشور جنگ شروع ہونے سے پہلے آپ کی دعا۔

اللهم انت ثقتی فی کل کرب ورجائی فی کل شدة و انت لی فی کل امر نزل بی ثقة و عدة کم من هم یضعف فیه الفواد و تقل فیه الحیلة و یخذل فیه الصدیق و یشمت فیه العدو انزلته بك وشکوته الیك رغبة من الیك عمن سواك فکشفته و فرجته فانت ولی کل نعمة و منتی کل رغبة۔ (۶۱)

ترجمہ: خدایا! تو ہی میرا بھروسہ ہے ہر ایک مصیبت میں، میری امید ہے ہر شدت میں اور تو میرے لیے ہر اس امر میں جو مجھ پر نازل ہو ثقہ اور تیاری ہے۔ کتنے ایسے غم واندوہ ہیں جن سے دل کمزور ہو جاتا ہے۔ اس میں تدبیریں کم ہو جاتی ہیں، دوست و احباب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر دشمن خوش ہوتے ہیں۔ ان کو میں نے تیرے سامنے پیش کیا تیرے غیر کو چھوڑ کر تیری طرف رغبت کرتے ہوئے تجھ سے ان کی شکایت کی۔ پس تو نے انہیں رد کر دیا اور ان سے چھٹکارا دے دیا۔ بس تو ہی ہر نعمت کا ولی اور ہر رغبت کی انتہا ہے۔

۷۔ جب آپ کے بیٹے علی اکبر نے حملہ کیا۔ اس وقت آپ کی دعا:

آپ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں، آنسوؤں بھری آنکھیں جھکالیں اور آپ نے فرمایا:

اللهم کن انت الشهید علیهم فقد برز الیهم غلام اشبه الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولك محمد و کنا اذا اشتقنا الی رؤیه نبیك نظرنا الیه اللهم فامنعهم

برکات الارض وفرقهم تفريقا ومزقهم تمزيقا واجعلهم طرائق قددا ولا ترض الولاء عنهم ابدا فانهم دعونا لينصرونا ثم عدوا علينا يقاتلون ثم تلا قوله تعالیٰ "ان الله اصطفیٰ آدم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران علی العالمين ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم"۔

ترجمہ: خدایا! تو ان پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف وہ نوجوان جا رہا ہے جو خلقت اور اخلاق و گفتار میں تیرے رسول محمدؐ کے مشابہ ہے۔ ہم جب تیرے نبی کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ خدایا! ان سے زمین کی برکتوں کو روک دے، ان میں تفریق ڈال دے، ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور انہیں مختلف مذاہب، راستوں پر تقسیم کر دے۔ والی و حاکم ان سے کبھی راضی نہ ہوں۔ انہوں نے ہمیں اپنی مدد و نصرت کے لیے بلایا تھا۔ پھر ہم پر تجاوز کیا اور جنگ کرنے لگے۔ پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو عالمین میں سے چن لیا جو ایسی ذریت ہیں جن میں بعض دوسرے بعض سے ہیں۔ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر ابن سعد کو پکار کر کہا: خدا تیرے رحم کو قطع کرے جس طرح تو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور تو نے رسول اللہ سے میری قرابت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ خدا تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کر دے۔(۶۲)

۸۔ حرملہ بن کاہل اسدی نے عبداللہ الرضیع (علی اصغر) کے گلوئے مبارک پر تیر مار کر ذبح کر دیا۔ حسینؑ نے اپنی ہتھیلی گلے کے نیچے لگائی۔ جب چلو خون سے بھر گئی تو اسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فرمایا:

هون ما نزل بی انه بعين الله تعالیٰ اللهم لا يكون اهون عليك من فصيل الهی ان كنت حبست عنا النصر فاجعله لما هو خير منه وانتم لنا من الظالمين واجعل ما حل بنا فی العاجل ذخيرة لنا فی الاجل اللهم انت الشاهد علی قومه قتلوا اشبه الناس برسولك محمد(۶۳)

ترجمہ: جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی وہ آسان ہے کیونکہ اللہ کے سامنے ہے۔ خدایا! تیرے نزدیک یہ بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہوگا۔ خدایا اگر تو نے اپنی نصرت کو ہم سے روک

لیا ہے تو اسے اس کے لیے قرار دے جو اس سے بہتر ہے۔ ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور جو کچھ ہم پر دنیا میں نازل ہوا اسے ہمارے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دے۔ خدایا! اس قوم کے خلاف تو ہی گواہ ہے جس نے تیرے رسول محمد سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے کو قتل کیا ہے۔

۹۔ ابوالحتوف نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ آپ نے اسے نکالا خون آپ کی چہرہ پر بہنے لگا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

اللهم انت ترى ما انا فيه من عبادك هؤلاء العصاة اللهم احصهم عددا. واقتلهم بددا. ولا تذر على اجه الارض منهم احداء ولا تغفر لهم ابدا. (۶۴)

ترجمہ: خدایا تو دیکھ رہا ہے کہ میں تیرے ان نافرمان بندوں کے ہاتھ کس حالت میں ہوں۔ خداوند! ان کی تعداد کو شمار کر لے انہیں جدا جدا ایک ایک کر کے قتل کر دے۔ ان میں سے کسی کو بھی روئے زمین پر نہ چھوڑ اور انہیں کبھی نہ بخشنا۔

۱۰۔ جب بحرین کعب نے عبداللہ بن حسن بن امیرالمومنین علیہ السلام کو ضرب لگائی تو وہ بچہ اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کی گود میں آ گرا۔ آپ نے اسے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا:

یابن اخی اصبر علی ما نزل بك و احتسب فی ذلك الخیر فان الله تعالیٰ یلحقك بآبآئك الصالحین برسول الله و علی بن ابی طالب حمزة و جعفر. والحسن بن علی علیه السلام۔

ترجمہ: اے بھتیجے! صبر کرو اس مصیبت پر جو تم پر نازل ہوئی اور اسے خیر و بھلائی کا گمان کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے صالحین آباو اجداد رسول پاک، علی بن ابی طالب، حمزہ جعفر اور حسن بن علی کے ساتھ ملحق فرمائے گا۔

پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور آپ فرما رہے تھے:

اللهم امسك عنهم قطر السماء، وامنعهم بركات الارض اللهم ان متعتهم الى حين ففرقهم تفريقا واجعلهم طرائق قددا ولا ترض ولاة عنهم ابدا. فانهم دعونا الينصرونا ثم عدوا علينا فقتلونا. (۶۵)

خدایا! ان سے آسمان کی بارش ورز مین کی برکات کو روک لے۔ (بقیہ ترجمہ گزر چکا ہے)

آپؑ کی قبولیت دعا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ بادل کے کندھوں پر سوار ہوتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں ضروری تیری مدد کروں گا چاہے کچھ عرصہ بعد ہو''۔ (٦٦)

اس دعا کی کیا کیفیت ہوگی جو رسول اعظمؐ کے مظلوم نواسے، دنیا میں ان کے گل وریحان، سید شباب اہل الجنۃ اور امام مسلمین کے منہ سے نکلے۔ امام حسین کی مظلومیت وہ ہے کہ تمام مظلومین اس کے سامنے کمتر و ہیچ ہیں۔ تیس ہزار کا لشکر آپ کی طرف بڑھ رہا ہے جس کا ہر فرد آپ کو قتل کر کے ظالم حکام کا قرب و انعام حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان میں سے بعض کے قلوب آپ سے بغض وعداوت وکینہ کی وجہ سے کھول رہے ہیں اور جب ان کے خبیث نفوس پر وہ کینے ابھرتے تو وہ آپ پر زیادہ سے زیادہ سب وشتم کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں اپنے مولا جل شانہ، کی بارگاہ میں گڑگڑا کر ان کے لیے بددعا اور ان سے انتقام لینے کا سوال کرتے ہیں۔

یہاں ہم ان دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کرتے ہیں جو آپ نے عاشور کے دن کی ہیں:

١۔ اس سے پیشتر کہ امام حسین علیہ السلام اور اہل کوفہ کے درمیان جنگ شروع ہوتی عبداللہ بن حوزہ تمیمی نے چیخ کر آواز دی، کیا تم میں حسین ہیں کیا تم میں حسین ہیں؟

اے امام حسین کے اصحاب نے جواب دیا: یہ حسین ہیں۔ تو کیا چاہتا ہے؟ اس لعین نے کہا: اے حسین! تجھے آگ کی بشارت ہو۔ آنجناب نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے میں تو غفور، کریم، مطاع، اور شفیع پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں حوزہ کا بیٹا ہوں۔ امام حسین نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''اللھم حزہ الی النار'' (خدایا! اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں پھینک دے)۔ ابن حوزہ سیخ پا ہوا اور اپنا گھوڑا امام حسین کی طرف بڑھایا۔ ان کے درمیان ایک نہر تھی۔ وہ لعین گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور اسے گھوڑے نے گھسیٹا۔ یہاں تک کہ اس کے پاؤں، پنڈلی اور ران کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اس کی دوسری طرف رکاب میں پھنسی رہی۔ گھوڑا اسے ہر پتھر اور درخت کے ساتھ رگڑتا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

مسروق بن وائل حضرمی کہتا ہے کہ میں اس سے پہلے گھوڑ سوار لشکر میں تھا جو حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا کہ شاید میں حسین کا سر لے سکوں اور ابن زیاد سے انعام پا سکوں۔ لیکن جب میں نے وہ کچھ دیکھا جو ابن حوزہ کے ساتھ ہوا تو میں پہچان گیا کہ اس گھرانے کی اللہ کے

یہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔ بس میں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں ان سے جنگ کر کے جہنم میں نہیں جاؤں گا۔(٦٧)

٢۔ ابوذر غفاری کے غلام جون امام حسین کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے جون! تم ہمارے پاس عافیت و آرام کے لیے آئے تھے۔ پس تم ہمارے راستہ اور طریقہ میں مبتلا نہ ہو۔ تمہیں میری طرف سے اجازت ہے جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ جون قدموں پر گر پڑے اور ان کے بوسے لیے اور کہتے تھے: فرزند رسول! میں آسائش و آرام کے دور میں تو آپ کے برتن چاٹتا (کاسہ لیسی کرتا) رہا اور شدت و سختی کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دوں؟ بے شک میری بو گندی اور میرا حسب کمینہ اور میرا رنگ سیاہ ہے۔ بس مجھ پر جنت کی سخاوت کیجیے تو میری بو پاکیزہ، میرا حسب باشرف اور میرا رنگ سفید ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! میں آپ لوگوں سے ہرگز جدا نہ ہوں گا جب تک میرا یہ سیاہ خون آپ کے خونوں کے ساتھ گھل مل نہیں جاتا۔ پس امام حسین نے انہیں جنگ کی اجازت دی۔ جون نے حملہ کیا وہ کہہ رہے تھے:

کیف تری الفجار ضرب الاسود
بالسیف ضربا عن بنی محمد

اے فسق و فجور والو! کالے رنگ والے کی ضرب کیسی ہے جو محمد کی اولاد کی حمایت میں تلوار چلا رہا ہے۔

اذب عنهم باللسان والید
ارجو به الجنة یوم المورد

میں ہاتھ اور زبان دونوں کے ذریعہ ان کا دفاع کرتا ہوں اور قیامت کے دن جنت کی امید رکھتا ہوں۔

پس جون نے پچیس مردوں کو قتل کیا۔ پھر انہوں نے ہر طرف سے گھیر کر انہیں شہید کر دیا۔ امام حسین جون کے سرہانے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

اللهم بیض وجهه و طیب ریحه واحشر مع محمد و عرف بینه و بین آل محمد علیه السلام

خدایا! اس کے چہرہ کو سفید کر دے۔ اس کی بو پاکیزہ بنا دے۔ اسے محمد مصطفی کے ساتھ محشور فرما۔ اس کے اور آل محمد علیہم السلام کے درمیان تعارف پیدا کر دے۔

پس جو بھی میدان جنگ سے گزرتا وہ جون سے پاکیزہ خوشبو سونگھتا جو مشک و کستوری سے زیادہ بہتر تھی۔(٦٨)

٣۔ جس وقت شہزادہ علی اکبر نے اہل کوفہ پر حملہ کیا تو امام حسین نے پکار کر عمر بن سعد سے فرمایا:

خدا تعالیٰ تیری نسل و رحم کو قطع کرے جس طرح تو نے میری نسل و رحم کو قطع کیا اور رسول اللہ سے میری قرابت کی حفاظت نہیں کی اور تجھ پر اس کو مسلط کرے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے۔(۶۹)

اللہ نے امام حسین کی یہ دعا قبول فرمائی۔ پس مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے عمر بن سعد کو اس کے بستر پر قتل کیا اور اسی طرح اس کے بیٹے حفص کو بھی قتل کر دیا۔

۴۔ تمیم بن حصین فزاری نام کا ایک شخص عمر سعد کے لشکر سے نکلا۔ پکار کر کہا: اے حسین! اور اے اصحاب حسین! کیا تم فرات کے پانی کی طرف نہیں دیکھ رہے ہیں وہ اس طرح چمک رہا ہے گویا وہ مچھلیوں کا پیٹ ہے؟ خدا کی قسم! تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھ سکو گے جب تک ذائقہ موت نہ چکھ لو۔ امام حسین نے فرمایا: یہ شخص کون ہے؟ عرض کیا گیا تمیم بن حصین۔ امام حسین نے فرمایا: یہ اور اس کا باپ اہل جہنم سے ہیں۔ خداوندا! اس کو آج ہی پیاس سے قتل کرنا۔ پس پیاس اسے گلوگیر ہوئی یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روندا گیا اور مر گیا۔

۵۔ ابوالحتوف لعین نے آپ کی پیشانی پر تیر امارا۔ آپ نے تیر کھینچا چہرہ پر خون کا فوارہ بہنے لگا۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: خدایا! میں ان نافرمان بندوں کے ہاتھوں جس حالت کو پہنچ گیا ہوں تو اسے دیکھ رہا ہے۔ خدایا! ان کی تعداد کو شمار کر لے اور انہیں متفرق کر کے قتل کر دے۔ انہیں کھر نہ بخشا اور نہ روئے زمین پر کسی ایک کو باقی چھوڑنا۔

آپ نے با آواز بلند پکار کر کہا: اے بدترین امت! تم محمد کے برے جانشین ہوئے ان کی عترت کے بارے میں۔ یاد رکھو میرے بعد تم کسی کو بھی قتل نہ کرو گے، جس کے قتل سے تمہیں کوئی خوف یا ہیبت ہو بلکہ مجھے قتل کرنے کے بعد یہ کام تمہارے لیے اور آسان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے شہادت کی عزت عطا کرے، پھر تم سے میرا انتقام اس طریقے سے لے جس کا تم شعور نہیں رکھتے۔ حصین نے کہا: اے فرزند فاطمہ! ہم سے کس طرح انتقام لے گا؟ آپ نے فرمایا: تمہارے درمیان جنگ ڈال دے گا۔ تمہارے خون بہائے گا اور تم پر عذاب کی موسلا دھار بارش کرے گا۔(۷۰)

خدا نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ پس مختار کو ان پر مسلط کیا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف آیا اور اس نے ان کے خون بہائے۔

۶۔ عبداللہ بن حصین ازدی جو قبیلہ بجیلہ سے تھا اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے حسین! کیا تم اس پانی کی طرف نہیں دیکھتے جو آسمان کے جگر کی مثال ہے؟ تم لوگ اس کا ایک قطرہ نہ چکھ سکو گے اور پیاسے مر جاؤ گے۔ امام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: خداوندا اسے پیاس سے قتل کر دے اور اسے کبھی نہ بخشنا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے اس کے مرض الموت میں اس کی عیادت کی۔ پس قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے دیکھا کہ وہ اتنا پانی پیتا کہ گر پڑتا۔ پھر قے کر دیتا اور چیختا پیاس! پیاس! پھر دوبارہ پانی پیتا۔ پھر تھک کر گر جاتا اور قے کرتا اور پیاس سے تڑپنے لگتا۔ اس کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ جان نکل گئی۔ (۷۱)

۷۔ بنی ابان بن وارم میں سے ایک شخص زرعہ نے آپ کو تیر مارا جو آپ کے گلے میں لگا آپ اس خون کو چلو میں لیتے اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے پھینک دیتے۔ پھر فرمایا: خدایا! اسے سخت و شدید پیاس میں مبتلا کر۔

محمد کوفی کہتا ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے اسے مرتے دیکھا جب کہ وہ اپنے پیٹ میں گرمی اور پشت کی سردی کے بارے میں چیخ پکار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے پنکھے اور برف تھے اور پیچھے انگیٹھی تھی اور وہ کہے جا رہا تھا کہ مجھے پانی پلاؤ، پیاس نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پس اس کے لیے بڑا پیالہ لایا جاتا جس میں اتنے ستو، دودھ یا پانی ہوتا جس سے پانچ آدمی سیر و سراب ہو سکیں۔ پس وہ اسے پی جاتا۔ پھر چیختا مجھے پلاؤ پیاس نے مجھے ختم کر دیا۔ پس اس کا پیٹ پھٹ گیا جیسے اونٹ کا پیٹ پھٹا ہو۔ (۷۲)

آپؑ کے اشعار کا ایک گوشہ

آپ کے قیمتی و عمدہ مجموعہ نظم و اشعار اکثر مواعظ، اخلاق، مکارم و مفاخر میں ہیں۔ ان میں سے بعض اشعار وہ بھی ہیں جو آپ نے بروز عاشورا پڑھے جن سے آپ کا عظیم موقف آشکار ہوتا ہے۔ یہ اشعار کمال فن تمکن اور قدرت و مہارت فن پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم یہاں آپ کے بعض اشعار پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپ نے فرمایا:

اذا جاؤت الدنیا علیك فجدبها
علی الناس طرا قبل ان تنفلت
فلا الجود یفنیها اذا هی اقبلت
ولا البخل یبقیها اذا ما تولت

جس وقت دنیا تجھ پر سخاوت کرے تو تمام لوگوں پر اس کی سخاوت کر اس سے بیشتر کہ وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے۔

کیونکہ نہ تو جود و سخا اس کو فنا کر سکتے ہیں جب وہ کسی کا رخ کرے اور نہ ہی بخل و کنجوسی اس کو

باقی رکھ سکتی ہے جب وہ پشت پھیر لے۔

۲۔ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا امام کے دروازے پر آ گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا:

لم يخب اليوم من رجاك و من
حرك من حلف بابك الحلقه
و انت جواد و انت معدنه
ابوك قد كان قاتل الفسقه

آج تک وہ نا امید نہیں ہوا جس نے آپ پر امید رکھی اور آپ کی کنڈی کو ہلایا۔ آپ سخی ہیں بلکہ سخاوت کی کان ہیں اور آپ کے والد فاسقوں کے قاتل ہیں۔

اس وقت امام حسینؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز کو جلدی ختم کیا، باہر تشریف لائے تو سائل پر تکلیف اور فقر و فاقہ کے آثار دیکھے۔ واپس آ کر قنبر کو پکارا۔ اس نے کہا: لبیک اے فرزند رسول! آپ نے فرمایا: ہمارے مخارج میں سے تمہارے پاس کیا بچا ہوا ہے؟ عرض کیا: دو سو درہم اور ان کے بارے میں آپ نے اپنے اہل بیت پر تقسیم کرنے کو فرمایا تھا۔ فرمایا: لے آؤ۔ ایسا شخص آ گیا ہے جو ان سے بھی زیادہ مستحق ہے۔ پس آپ وہ درہم لے کر باہر تشریف لائے اور یہ اشعار پڑھے:

خذها و انى اليك معتذر
واعلم بانى عليك ذو شفقه
لو كان فى سيرنا الغداة عصا
كانت سمانا عليك مندفقه
لكن ريب الزمان دونكد
والكف منا قليله النفقه

ان کو لے لے اور میں معذرت چاہتا ہوں اور جان لے کہ تجھ پر شفیق و مہربان ہوں۔ اگر زمانہ ہمارے لیے سازگار ہوتا تو ہماری سخاوت کا آسمان تجھ پر موسلادھار بارش برساتا، لیکن حوادث زمانہ بڑے سخت و شدید ہیں اور ہماری ہتھیلی میں تھوڑا مال رہ گیا ہے۔ پھر وہ درہم اعرابی کو دے دیے۔

اعرابی نے وہ درہم لیے اور یہ کہتے ہوئے پلٹ گیا:

مطھرون نقیات جیوبھم
تجزی الصلواۃ علیھم اینما ذکروا
ا انتم انتم الاعلون عندکم
علم الکتاب و ما جاء ت به السور
من لم یکن علویا حین تنسبه
فماله فی جمیع الناس مفتخر

وہ پاک ومنزہ ہیں جن کے دامن پاک وصاف ہیں۔ جب ان کا ذکر آئے تو ان پر درود و صلواۃ پڑھی جاتی ہے اور آپ ہی وہ اعلیٰ ترین افرد ہیں جن کے پاس علم کتاب ہے اور جو کچھ قرآنی سورتوں میں آیا ہے۔ جو شخص اولادِ علی میں سے نہیں جب تو اس کا نسب نامہ بیان کرے تو اس کے لیے تمام لوگوں میں کوئی چیز باعث فخر نہیں ہے۔

آپ ہی کے اشعار ہیں:

کلما زید صاحبا المال مالا
زید فی همه و فی الاشتغال
قد عرفناك یا منغصه العیر
ش و یادار کل فان و بال
لیس یصفوا الزاهد طلب الزهد
سفاذ کان مثقلا بالعیال

مالدار کے مال میں جتنی زیادتی ہوتی ہے اس کے ہم وغم میں بھی اتنی ہی زیادتی ہو جاتی ہے۔ ہم نے تجھے پہچان لیا، ایسی زندگی ہر فنا ہونے اور پرانا ہونے والے کا گھر، کسی زاہد کا زہد کو طلب کرنا صاف وشفاق نہیں ہوسکتا جب کہ اس پر اہل وعیال کا بوجھ ہو۔

جب آپ جنت البقیع میں شہداء کی قبور پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو یہ اشعار پڑھے:

نادیت سکان القبور فاسکتوا
فاجابنی عن صمتھم ندب الحشا

میں نے قبروں میں رہنے والوں کو پکارا تو مجھے ان کی خاموشی کے بدلے اندر سے ندبہ اور

پکار نے جواب دیا۔

قالت اندری ما صنعت بساکنی
مزقت جثمانا و خرقت الکساء

اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے اندر رہنے والوں سے کیا سلوک کیا؟ میں نے جسم پھاڑ دیے اور کفن تار تار کر دیے۔

و حسوت اعینھم ترابا بعد ما
کانت تاذی بالیسیر من القذا

ان کی آنکھوں میں مٹی بھر دی جب کہ ایک تنکے سے بھی ان کو تکلیف ہوتی تھی۔

اما العظام فاننی مزقتھا
حتی تباینت المفاصل واستوی

اور ان کی ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہاں تک کہ جوڑ، مفاصل اور گوشت ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔

قطعت ذا من ذا و من ھذا کذا
فترکتھا مما یطول بھا البلی

میں نے ان کو اس سے منقطع کر دیا ہے اور اس سے بھی، اس طرح میں نے انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا ہے کہنہ پن و بوسیدگی طول پکڑ گئی ہے۔

اور یہ بھی آپ کے اشعار ہیں:

لئن تکن الدنیا تعد نفیسه
فان ثواب اللہ اعلی وانبل

اگر دنیا نفیس و عمدہ شمار ہوتی ہے تو اللہ کا ثواب زیادہ اور زیادہ عمدہ ہے۔

و ان تکن الا بدان للموت انشئت
فقتل امری بالسیف فی اللہ افضل

اگر بدن موت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں تو انسان کا اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہونا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

و ان تكن الاموال للترك جمعت
فقله سعي المرء فی الكسب احمل (۶۳)

اگر مال پیچھے چھوڑ جانے کے لیے جمع کیے جاتے ہیں تو پھر کسب مال میں انسان کے لیے بہتر ہے کہ کم کوشش کرے۔

۴- آپ نے عاشورا کی رات یہ اشعار کہے:

یادھراف لك من خليل
كم لك بالاشراق والاصيل
من صاحب و طالب قتيل
والدهر لا يقنع بالبديل
و كل حی سلك السبيل
ما اقرب الوعد من الرحيل
وانماالامر الی الجليل (۶۴)

اے زمانہ! افسوس ہے تیرے دوست ہونے پر۔ کتنے تیرے ساتھی وطلب گار صبح وشام قتل ہوتے ہیں اور زمانہ کسی عوض پر قناعت نہیں کرتا۔ ہر زندہ اس راستہ پر چل رہا ہے کوچ کا وعدہ کتنا قریب ہے اور معاملہ صاحب جلال خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۵- عاشورہ کے دن آپ نے یہ اشعار پڑھے:

انا ابن علی الخير من آل هاشم
كفانی بهذا مفخرا حين افخر
وجدی رسول الله اكرم من مشی
و نحن سراج الله فی الخلق يزهر
فاطمه امی سلاله احمد
و عمی يدی ذالجناحين جعفر
و فينا كتاب الله انزل صادقا
و فينا الهدی والوحی الخير يذكر

و نحن ولاة الناس نسقی ولاتنا
بکاس رسول الله ما لیس ینکر
و شیعتنا فی الناس اکرم شیعه
و مبغضنا یوم القیامه یخسر

میں آل ہاشم میں بہترین شخص علی کا بیٹا ہوں۔ مقام فخر میں یہ فخر میرے لیے کافی ہے۔

میرے نانا اللہ کے رسول زمین پر بسنے والوں میں سب سے مکرم ہیں اور مخلوق خدا میں ہم اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

میری ماں فاطمہ احمد مجتبیٰ کی بیٹی ہیں اور دو پروں سے اڑنے والے کے نام سے مشہور جعفر میرے چچا ہے۔

ہماری شان میں اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی ہے۔ ہمارے لیے ہدایت، وحی اور خیر کے تذکرے ہیں۔

اور ہم ہی تمام لوگوں کے والیانِ امر ہیں جو اپنے موالیوں کو کاسہ رسول سے سیراب کریں گے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

ہمارے شیعہ لوگوں میں مکرم ہیں اور ہم سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن خسارے میں ہوگا۔

۶۔ عاشور کے دن آپ نے یہ اشعار بھی پڑھے:

غدر القوم و قد ما رغبوا
عن ثواب الله رب الثقلین
قتلوا قد ما علیا و ابنه
حسن الخیر کریم الابوین
حنقا منهم و قالوا اجمعوا
نفتك الان جمیعا بالحسین
یاالقوم لا ناس رذل

جمعوا الجمع لاهل الحرمين

ثم ساروا و تواصوا كلهم

باجتيا حى للرضا بالملحدين

لم يخافوا الله فى سفك دمى

لعبيد الله نسل الفاجرين

و ابن سعد قدر مالى عنوة

بجنود كو كوف الهاطلين

لا لشئى كان منى قبل ذا

غير فخرى بضياء الفرقدين

بعلى الخير من بعد النبى

والنبى القرشى الوالدين

خيرة الله من الخلق ابى

ثم امى فانا ابن الخيرتين

فضه قد خلصت من ذهب

فانا الفضه و ابن الذهبين

من له جد كجدى فى الورى

او كشيخى فانا ابن العلمين

فاطمة الزهراء امى و ابى

قاصم الكفر ببدر و حنين

و له فى يوم احد وقعه

شفت الغل بغض العسكرين

ثم بالاحزاب والفتح معا

كان فيها حتف اهل القبلتين

فى سبيل الله ماذا صنعت

امت السوء معا بالعترتین
عترة البر النبی المصطفی
فعلی الوردبین الجحفلین

اس قوم نے غدر دھوکہ کیا ہے۔ پہلے ہی سے پروردگار جن وانس کے ثواب سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

حضرت علی اور ان کے بیٹے حسن کو جو کریم ماں باپ کا بیٹا ہے، یہ غیض وغضب میں پہلے ہی قتل کر چکے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ سب اکٹھے ہو جاؤ تا کہ اب حسین کو قتل کریں۔

اے قوم تعجب کرو ایسے رذیل اور کمینہ لوگوں پر جنہوں نے حرمین والوں کے لیے جماعتوں کو جمع کیا ہے۔

پھر کمر بستہ ہوئی اور دو ملحد افراد کی رضامندی کے لیے مجھے ختم کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے۔

اور عبید اللہ کے لیے، جو دو بدکاروں کی نسل سے ہے، میرا خون بہانے میں خدا سے نہیں ڈرے۔

اور ابن سعد میں نے سختی کے ساتھ مجھے اپنے لشکروں سے مارا ہے جو دو موسلا دھار بارش کے سیلابوں کی طرح چل پڑے ہیں۔

میرے قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ دو روشن ستاروں کے ساتھ میرے فخر کے باعث۔ نبی کے بعد بہترین علی کے ساتھ اور اس نبی کے ساتھ جس کے ماں باپ دونوں قرشی ہیں۔ خلق خدا میں میرا باپ بہترین اور میری والدہ بھی پس میں دو بہترین افراد کا بیٹا ہوں۔ ایسی چاندی جو سونے سے نکالی گئی ہو اور سونا میں دو سونے کی ڈلیوں کا بیٹا ہوں۔

لوگوں میں سے کس کا نانا میرے نانا جیسا اور کس کا باپ میرے باپ جیسا ہے؟ میں دو چاند کے ٹکڑوں کا بیٹا ہوں۔

میری ماں فاطمۃ الزہرا ہیں اور میرا باپ وہ ہے جس نے بدر وحنین میں کفر کی کمر توڑ دی

تھی۔احد کے دن اس نے ایسا معرکہ سر کیا جس سے دونوں لشکروں کے حلقے ٹوٹنے سے طوق وزنجیر کھل گئے۔

پھر جنگ احزاب اور فتح مکہ میں دونوں قبلوں والوں کی طرف موت تھا۔اللہ کی راہ میں اس بری امت نے دوعترتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

احسان کرنے والے نبی کی عترت اور اس علی کی عترت سے جو دولشکروں کے درمیان گھس جاتا تھا۔(۷۵)

۷۔ اور یہ بھی آپ کے اشعار ہیں:

اذا ما عضك الدهر فلا تجنح الى الخق
ولا تسال سوى الله تعالىٰ قاسم الرزق
فلو عشت و طوفت من الغرب الى الشرق
لما صادفت من يقدران يسعداو يشقى

جب زمانہ تجھے مصائب وآلام پہنچائے تو مخلوق کی طرف نہ جھکنا اور اللہ کے علاوہ جو رازق ہے،کسی سے سوال نہ کرنا۔

اگر تو زندہ رہے غرب سے شرق تک سیر کرے تو تجھے ایسا کوئی نہ ملے گا جو سعید یا شقی بنانے کی قدرت رکھتا ہو۔

۸۔ اور یہ بھی آپ کے شعر ہیں:

اليس رسول الله جدى و والدى
انا البدر ان حل النجوم خفاء
الم ينزل القرآن خلف بيوتنا
صباحا و من بعد صباح مساء
ينازعنى والله بينى و بينه
يزيد و ليس الامر حيث يشاء
فيانصحاء الله انتم ولاته
و انتم على اديانه امناء

بای كتاب ام بایه سنه

تناولها عن اهلها البعدا

جب کیا رسول اللہ میرے نانا اور علی میرے باپ نہیں؟ میں چودہویں کا چاند ہوں جب ستارے ماند پڑ جائیں۔

کیا قرآن ہمارے گھروں میں صبح کو اور صبح کے بعد شام کو نہیں اتر تا رہا؟

خدا کی قسم! یزید میرے اور اپنے درمیان جھگڑتا اور نزاع کرتا، لیکن معاملہ اس طرح نہیں ہے۔

پس اے خدا کے مخلص بندو! تم ہی اس کی طرف سے والی حاکم ہو اور تم ہی اس کے دین اور احکام کے امین ہو۔

یہ لوگ کون سی سنت رسول اور کس کتاب خدا کی بنا پر امر خلافت کو اس کے اہل سے دور لے جا سکتے ہیں۔

۹۔ اور یہ اشعار بھی آپ کے ہیں:

ذب الذين احبهم

و بقيت فيمن لا احبه

فيمن اراء يسبني

ظهر المغيب ولا اسبه

افلا يرى ان فعله

كما يسير اليه غبه

حسبي بربي كافيا

ما اجتني والبغي حسبه

وہ لوگ چل بسے جن سے محبت کرتا تھا اور ان لوگوں میں باقی رہ گیا ہوں جن سے محبت نہیں کرتا۔ ان لوگوں کو میں دیکھتا ہوں جو پس پشت مجھے گالیاں دیتے ہیں، حالانکہ میں انہیں سب وشتم نہیں کرتا۔

کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کا یہ فعل اس کی طرف جائے گا جیسا کہ اس کا انجام اس کی طرف جائے گا؟

میرے لیے میرا پروردگار کافی ہے۔ اس کے مقابل جو یہ جنایت کرتے ہیں اور سرکشی کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے کافی ہے۔ (۷۶)

آپؑ کا قیام

معالم دین سے دور ہونے، قرآن کی ہتک حرمت کرنے اور رسول اعظم کی سیرت کی مخالفت کرنے کے باوجود معاویہ (ظاہراً) فرائض کو قائم کرتا، حج کرتا، صحابہ کا احترام کرتا تھا اور رسول کریم کا منشی و کاتب ہونے پر فخر کرتا تھا اور جو احادیث آپ سے سنی تھیں، نقل کرتا تھا۔ اس کے دور میں یزید کے زمانہ کی نسبت حکومت اسلامی کا ظاہری رنگ تھا اور معاشرے پر دینی ظواہرات کارفرما تھے۔ سن ۶۰ ھ کے وسط میں یزید نے حکومت سنبھالی اور ہر چیز کو بدل دیا۔ عقیدہ و عمل اور فکر و نظر کیلحاظ سے وہ عجیب و غریب دنیا کی مخلوق، بلکہ مسخ شدہ مخلوق تھا۔ اس کے طرز عمل سے دین کی کوئی بات اور سنت کا کوئی تذکرہ نہیں پہچانا جاتا۔ اس کا باپ اس کی بے حیائی اور بے شرمی، شہوات و خواہشات کی پیروی، شراب و کباب کی محفلوں اور سرخ راتوں کی بنا پر جانتا تھا کہ وہ خلافت رسول اور حکومت اسلام کے منصب کا اہل نہیں ہے۔ وہ کہا کرتا تھا اگر یزید سے محبت نہ ہوتی تو میں اپنی رشد و ہدایت کو دیکھ لیتا۔ وہ سچ کہتا تھا۔ اس کی محبت مسلمانوں کے حق میں عظیم ہلاکت کا سبب بن گئی۔ وہ مسلمانوں کو اور اس کو حکومت سے لا پرواہ نہیں کرسکتا تھا۔

میں اس وقت یزید کی رسوائیوں اور کجرویوں کو پیش نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس کے بے اعتدالیوں اور بدکاریوں سے ہر کوئی واقف ہے اور اس کی رسوائی کے لیے اس کا یہ قول کافی ہے۔ **لعبت بنی ھاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحی نزل**۔ بنی ہاشم نے حکومت و ملک حاصل کرنے کا ایک کھیل کھیلا اور نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ وحی نازل ہوئی تھی۔

پہلا کام جو یزید نے حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد کیا یہ تھا کہ اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو لکھا کہ حسین، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابوبکر اور عبداللہ بن زبیر سے بہت سختی کے ساتھ میری بیعت لو جو بھی انکار کرے اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے پاس بھیج دو۔ (۷۷)

یہ سوال سامنے آتا ہے کہ سبط رسول نے یزید کی بیعت کرکے اپنا اور اپنے اصحاب و اہل بیت کا پاکیزہ خون کیوں نہ محفوظ کرلیا جب کہ اس سے پیشتر آپ کے بھائی حسن نے معاویہ سے صلح کرلی تھی۔ اس کا جواب یہ

ہے کہ ہم نے سطور بالا میں معاویہ اور یزید کا فرق بیان کیا ہے۔ سبط رسول کا یزید کی بیعت کر لینا اس کی وضع، کیفیت اور اس کے چلن پر رضا و خوشی کا اظہار ہوتا اور یہ چیز اسلام کی موت کا سبب بن جاتی۔ مسلمانوں کی روح معنویت اور شعور دین ختم ہو جاتا۔ اس کے لیے رسول اعظمؐ کے نواسے، علی کے بیٹے اور جوانان جنت کے سردار حسین کا عمل اور رضا نمونہ و مثال بن جاتا۔ ان کا نصب العین تو ان کے بعد محمد رسول اعظمؐ کا یہ ارشاد تھا کہ من رای سلطانا جائر اً فلم یغیرہ فلیتبوا مقعدہ من النار (جو شخص ظالم بادشاہ کی بادشاہی دیکھے اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کرے تو وہ اپنی جگہ جہنم میں قرار دے)

کون سی سلطنت یزید بن معاویہ کی سلطنت سے بدتر ہوگی اور کون سا شخص محافظ اسلام فرزند رسول سے زیادہ اس کو بدلنے کا حق رکھتا ہے۔ ہر شخص جو یزید کی سیرت اور اس کے عقیدہ و نظریہ کو جانتا تھا اسے یقین تھا کہ اگر اس کی حکومت مستحکم و دیانت دار ہوگئی تو وہ اسلام کو مسخ کرنے کے بجائے ختم ہی کر ڈالے گا کیونکہ اسلامی عقیدے سے بہت دور تھا اور جو کینے اسے وراثت میں ملے تھے وہ ان میں ڈوبا ہوا تھا۔ لہٰذا سید الشہداء کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس کی بیعت نہ کریں۔ پس آپ حاکم مدینہ کے تقابل سے بچتے ہوئے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے کیونکہ حاکم مدینہ کو یزید سے حکم قتل پہنچ چکا تھا اور انکار بیعت پر مروان نے ولید کو اشارہ قتل بھی کیا تھا۔

لہٰذا اپنے اہل و عیال اور بہنوں، بھائیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ مکہ جو خدا کا حرم اور مقام امن تھا۔ لیکن یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو ایک لشکر کے ساتھ امیر حج بنا کر بھیجا۔ موسم حج کے معاملات کا نگران بنایا اور اسے وصیت کی کہ امام حسین جہاں کہیں بھی مل جائیں انہیں حیلے بہانے سے قتل کر دے۔ (۸۷)

اس صورت حال کے پیش نظر، اس خوف سے کہ حرم کی ہتک حرمت نہ ہو، ٹکراؤ سے بچتے اور صلح صفائی میں رغبت رکھتے ہوئے آٹھ ذی الحجہ ترویہ کے دن حج کو عمرہ سے بدل کر احرام سے محل ہوئے اور مکہ سے باہر نکل گئے۔ اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ دیگر شہروں کے بہ نسبت آپ نے کوفہ کا قصد کیوں کیا؟ مدینہ رسول سے مکہ کی طرف لیکن اس کے بعد بصرہ، یمن، مصر اور شام پر کوفہ کو کیوں ترجیح دی؟

بصرہ اگرچہ عراق کی آخری سرحد تھا مگر اس میں رہنے والے لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ شامی وہاں اہل بیت کے دشمن بھی زیادہ تھے۔ اس کے علاوہ حکام اور ان کے اعوان و انصار، موالیان اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں اور بہت زیادہ قوی تھے۔ یمن کی حالت کچھ بہتر تھی مگر وہاں کے لوگ ارادہ کے سست اور دشمن سے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ بسر بن ارطاۃ کی غارت گری کے موقع پر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ اس کے تھوڑے سے لشکر نے وسیع پیمانہ پر فساد کیا۔ جسے چاہا قتل کیا اور جسے چاہا لوٹ لیا۔ مصر جب سے عمرو عاص اس کا گورنر ہوا اور محمد بن ابوبکر وہاں شہید ہوئے مخالفین نے وہاں اپنے قدم مضبوط کر لیے اور شام کے شہروں کے بعد اسے دوسرے درجہ میں سمجھنے لگے اور اس میں ان کے شریک کار تھے۔ وہ اہل بیت

سے بغض وکینہ رکھتے تھے اور شام تو سو فیصد ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہاں ان کے لشکر، گھوڑے اور سرکش ومتکبر لوگ آباد تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حسین کا کوفہ کو منتخب کرنا علاوہ اس کے کہ شیعہ مسلک تھا۔ امیر المومنین اور حسن علیہ السلام کا دارالخلافہ رہ چکا تھا۔ وہاں بہت بڑی اکثریت صالحین، زعما اور نیک لوگوں کی تھی جس کو بنی امیہ نے مصیبت کدہ بنا دیا اور وہاں کے متقی و پارسا لوگوں مثلاً حجر بن عدی کندی اور ان کے ساتھی، نیز عمرو بن حمق خزاعی اور صالحین کی ایک بڑی تعداد کو زیاد بن ابیہ، مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ کے دیگر عمال نے قتل کیا۔

جس وقت تمام راستے سید الشہداء کے سامنے بند ہو گئے تو سوائے کوفہ کے کسی شہر پر آپ کی نظر نہ پڑی۔ یہاں کے لوگوں نے حسین کے ساتھ لگاؤ اور محبت میں سبقت کی۔ انہوں نے معاویہ کے زمانہ میں بھی خط لکھا اور اس کے خلاف قیام کرنے کی آپ سے درخواست کی لیکن آپ نے معذرت چاہی کیونکہ آپ کے اور معاویہ کے درمیان ایک معاہدہ تھا جسے آپ توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ یزید کے حکومت پر قابض ہونے کے بعد ان کے وفود اور خطوط پے در پے آپ کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خطوط جمع ہو گئے۔

بس امام حسین نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا۔ کوفہ نے سید الشہداء کو قبول کیا اور جوق در جوق آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ اٹھارہ ہزار افراد نے مسلم بن عقیل سے آپ کی بیعت کی۔ یزید کا گورنر نعمان بن بشیر اپنے قصر میں محصور ہو کر رہ گیا۔ لوگ اس کے ساتھ جمعہ و جماعت میں شریک نہ ہوتے تھے۔ حضرت مسلم نے اپنی شہادت سے ستائیس روز قبل امام حسین علیہ السلام کو ان الفاظ میں خط لکھا:

ان لرائد لا یکذب اهله و قد بایعنی من اهل الکوفة ثمانیه عشر الفا فعجل الاقبال حین یاتیك کتابی (۶۰)

جسے مناسب مکان وجگہ کی تلاش کے لیے بھیجا جائے وہ اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا۔

اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار افراد نے میری بیعت کر لی ہے۔ خط ملتے ہی جلدی آئیے۔

جب مسلم امام حسین کو کوفہ کے امید افزا حالات کا خط لکھتے ہیں، یزید نے مکہ میں ایسے لوگ بھیجے جو امام حسین کو دھوکہ سے قتل کر دیں، خواہ وہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہوں۔ لہٰذا آپ کے لیے وہاں سے نکلنا ضروری ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب و اہل بیت کے ساتھ کوفہ کے ارادہ سے نکلتے ہیں لیکن راستے میں آپ کو کوفہ کے حالات منقلب ہونے اور مسلم کے اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہونے کی خبریں ملتی ہیں اور آپ اپنے سب ساتھیوں کے سامنے اس خبر کا اعلان فرماتے ہیں تا کہ خطرناک صورت حال سب پر واضح ہو جائے۔

مفید رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کی موجودگی میں ایک خط نکالا اور اسے پڑھنے کے بعد فرمایا ہمارے پاس ایک دردناک خبر آئی ہے۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر شہید ہو چکے ہیں اور ہماری پیروی و محبت کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ پس جو واپس جانا چاہتا ہے اسے چلا جانا چاہیے۔ ہماری طرف سے کوئی رکاوٹ یا گلہ نہیں۔(۸۰) اسی وقت ایسے لوگوں کی ایک تعداد جو اعراب میں سے اس امید پر آئی تھی کہ نئی حکومت کے یار و انصار بن کر نفع یا مال غنیمت حاصل کر سکیں گے۔ آپ سے علیحدہ ہو گئی اور جس وقت آپ کے پاس یہ خبریں پہنچتی ہیں آپ کا راستہ بھی روک لیا جاتا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد نے اپنی فوج کے کمان دار حصین بن نمیر کو راستے بند کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے قادسہ میں پڑاؤ ڈالا۔ قادسیہ سے قطقطانیہ تک پہرہ بٹھا دیا۔ واقصہ سے شام کی راہ تک اور بصرہ کے راستے میں ہر ملنے والے شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

اس وقت حر بن یزید ریاحی ایک بڑے لشکر کے ساتھ آپ کی راہ میں حائل ہوا اور آگے بڑھنے سے روک دیا اور اس شرط کے ساتھ چلنے دیا کہ وہ راہ نہ مدینہ کی طرف اور نہ ہی کوفہ کی طرف جاتی ہو۔ امام نے سفر جاری رکھا۔ حر بھی ساتھ ساتھ آپ کو گھیرے ہوئے تھا یہاں تک کہ آپ زمین کربلا پر وارد ہوئے جو مقام شہادت اور شجاعت کا گہوارہ تھا۔

آپؑ کی شہادت

آپ دو محرم ۶۱ھ بروز بدھ کربلا میں پہنچے۔ آپ یہاں اترے ہی تھے کہ دشمنوں کے لشکر فوج در فوج آنے لگے۔ شمر چار ہزار، یزید بن رکاب دو ہزار، حصین بن نمیر تمیمی چار ہزار، شیث بن ربعی ایک ہزار، کعب بن طلحہ تین ہزار، حجار بن ابجر ایک ہزار، مضایرین، رہینہ مازنی تین ہزار، نصر بن حرشہ دو ہزار کے لشکر لے کر کربلا پہنچ گئے۔ چھ محرم تک عمر بن سعد کے پاس بیس ہزار کا لشکر جمع ہوا۔ پھر بھی مسلسل افواج آتی رہیں یہاں تک کہ تیس ہزار تعداد ہو گئی۔

۱۔ شب عاشور:

جمعرات کے روز نو محرم کو ابن سعد اپنے لشکر کے ساتھ امام حسین کی طرف بڑھا۔ آپ نے عباس کو ابن سعد کی طرف بھیجا اور فرمایا: جان برادر! خود جا کر ان سے پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ عباس زہیر و حبیب سمیت بیس سواروں کے ساتھ پہنچے۔ ان کے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا امیر کا حکم ہے

کہ حسین سے اطاعت کا قرار لیں یا ان سے جنگ کریں۔ حضرت عباس نے خدمت امام میں یہ پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا: واپس جا کر ان سے آج رات کی مہلت مانگو تا کہ ہم اس رات میں اپنے پروردگار کے لیے نمازیں پڑھیں، دعا و استغفار کریں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لیے نماز پڑھنے، کتاب خدا کی تلاوت اور کثرت دعا و استغفار کو دوست رکھتا ہوں۔

جناب عباس ان کی طرف واپس گئے۔ ایک رات کی مہلت مانگی تو ابن سعد نے توقف کیا اور ساتھیوں سے پوچھا۔ عمرو بن حجاج نے کہا سبحان اللہ! اگر یہ لوگ دیلم سے ہوتے اور یہی سوال کرتے تو تجھے سوال قبول کرنا چاہیے تھا۔ قیس بن اشعث نے بھی کہا کہ انہیں مہلت دی جائے۔ مجھے اپنی جان کی قسم! وہ کل تجھ سے جنگ میں سبقت کریں گے۔ ابن سعد نے کہا اگر مجھے معلوم ہو جائے وہ ایسا کریں گے تو میں انہیں مہلت نہ دوں۔ پھر اس نے ایک آدمی کے ذریعہ پیغام دیا کہ تمہیں کل تک کے لیے مہلت ہے۔ اگر تم نے کل اطاعت کر لی تو تمہیں امیر ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اگر انکار کیا تو پھر تمہیں ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

۲۔ نماز:

امام حسین اور آپ کے اصحاب نے یہ رات اس طرح گزاری کہ وہاں سے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز آ رہی تھی۔ کوئی قیام وقعود میں تھا، کوئی رکوع و سجود میں صبح ہوئی تو آپ نے نماز صبح اپنے اصحاب کے ساتھ پڑھی۔ پھر خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس روز تمہارے اور میرے قتل و شہید ہونے کا اذن دیا ہے۔ پس تم پر صبر وقتال لازم ہے۔

پھر آپ نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور ان کی صف بندی کی جو ستر سے کچھ زائد سوار اور پیادہ تھے۔ زہیر بن قین کو میمنہ پر اور حبیب بن مظاہر اسدی کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ آپ خود اور آپ کے اہل بیت قلب لشکر میں تھے اور اپنا علم اپنے بھائی عباس کو دیا۔

ابن سعد نے بھی اپنے تیس ہزار کے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی کو اور میسرہ پر شمر ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ گھوڑ سوار فوج پر عزرہ بن قیس کو، پیدل فوج پر شیث بن ربعی کو اور اپنا علم اپنے غلام زوید کو دیا۔

۳۔ جنگ کی ابتداء کو آپ کا ناپسند فرمانا

آپ نے خیام کی پشت و اطراف پر خندق کھودنے اور اس میں آگ روشن کرنے کا حکم دیا تا کہ خیام محفوظ رہیں اور جنگ صرف ایک طرف سے لڑی جائے۔ دشمن آگے بڑھے، خیام کا ایک چکر لگایا، انہوں نے دیکھا کہ آگ جل رہی ہے تو شمر نے بلند آواز سے کہا: اے حسین! تم نے قیامت سے پہلے ہی آگ کی طرف جلدی کی۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے شاید شمر بن ذی الجوشن ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں آپ نے فرمایا: بکریاں چرانے

والی عورت کے بیٹے آگ میں جلنے کا تو مجھ سے زیادہ حق دار ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے ارادہ کیا کہ اس لعین کو تیر ماریں لیکن امام نے انہیں روک دیا اور فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ ان سے جنگ میں پہل کروں۔

سیدالشہداء آگے بڑھے۔ آپ نے اہل کوفہ کے سامنے خطبہ دیا۔ پھر ان کے بعد بریر بن خضیر ہمدانی اور زہیر بن قیس بجلی نے خطبے دیے۔ پھر آپ نے دوبارہ خطبہ دیا۔(۸۱)

ان خطبوں اور مواعظ کے نتیجہ میں کوفہ کے بعض سرداروں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ مثلاً حر بن یزید ریاحی اور چند دوسرے افراد۔

۴۔ جنگ اور شہادت:

ابن سعد کا نظریہ تھا کہ انتظار و تاخیر میں اس کی مصلحت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے حسین اور آپ کے اصحاب لشکر مخالف کو اپنی تقاریر کے ذریعہ منقلب کر دیں تو لشکر کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور وہ رے کی حکومت اور جرجان کی سلطنت کو اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔ پس وہ لشکر حسین کی طرف بڑھا اور یک تیر رہا کیا اور کہا اے لوگو! امیر کے پاس گواہی دینا کہ لشکر حسینی پر پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ پھر لشکر نے تیر چلانے شروع کر دیتے اور اصحاب حسین میں سے کوئی نہ بچا جسے تیر نہ لگا ہو۔ پس امام نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، اس موت کی طرف جس سے کوئی چارہ نہیں۔ یہ تیر تمہاری طرف اس قوم کے قاصد ہیں۔

اصحاب حسین نے مل کر ایک ہی حملہ کیا اور ایک گھنٹہ تک جنگ لڑی۔ غبار چھٹا تو ان میں سے پچاس افراد زمین پر پچھڑے پڑے تھے۔

۵۔ باقی انصار حسین اور ہاشمیوں کی شہادت

اس اجتماعی حملہ کے بعد اصحاب حسین نے انفرادی حملے کیے۔ ایک فرد ہزاروں سے جنگ کرنے لگا۔ جب تمام اصحاب میدان میں کام آ چکے تو بنی ہاشم آگے بڑھے اور ایک دوسرے سے الوداع کہا۔ سب سے پہلے جو میدان میں آئے وہ علی ابن الحسین اکبر تھے۔ انہوں نے ایسی عظیم جنگ کی کہ لشکر مقتولین کی کثرت سے چیخ اٹھا۔ اہل مقاتل نے روایت کی ہے کہ آپ نے دو سو مردوں کو قتل کیا۔

جب آپ زمین پر گر چکے تو عبداللہ بن مسلم بن عقیل نکلے۔ ان کے تین حملے تھے، جن میں اٹھانوے مرد قتل ہوئے جب وہ شہادت پا گئے تو آل ابوطالب نے مل کر ایک حملہ کیا۔ امام حسین نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا: اے میرے ابنائے عم! موت پر صبر کرو۔ خدا کی قسم! آج کے بعد تمہیں کبھی اہانت نہیں دیکھنی پڑے گی۔

طالبیوں نے اہل کوفہ پر حملہ کیا۔ ان کے بہت سے لوگ قتل کیے۔ اس حملہ میں عون و محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار، عبدالرحمن، عبداللہ و جعفر عقیل بن ابی طالب کے بیٹے، ابوبکر، محمد بن امیر المومنین اور ابوبکر عبداللہ بن

حسن بن امیر المومنین اور محمد بن مسلم بن عقیل نے شہادت پائی۔ حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی کو اٹھارہ زخم لگے۔ دایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن وہ شہید نہیں ہوئے۔

پھر قاسم بن امام حسن نکلے۔ وہ ایسے نوجوان تھے جو حد بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے۔ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ جب امام حسین نے دیکھا تو گلے سے لگا لیا اور رونے لگے۔ پھر جنگ کی اجازت دی۔ انہوں نے اہل کوفہ پر حملہ کر کے بڑی سخت جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

جب حضرت عباس نے اہل بیت کے مقتولین و شہدا کی کثرت دیکھی تو اپنے مادری، پدری بھائیوں عبداللہ، عثمان اور جعفر سے رمایا: اے ماں جاؤ آگے بڑھو تا کہ میں دیکھوں کہ تم اللہ و رسول کے لیے کتنے مخلص ہو۔ پس انہوں نے جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

۶۔ جناب عباس کی شہادت:

امام حسین علیہ السلام کے پاس کوئی باقی نہ رہا تو آپ کے بھائی عباس نے بڑھ کر جنگ کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو میرے لشکر کے علم بردار ہو۔ عباس عرض کرتے ہیں: میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور میں تھک گیا ہوں۔ امام حسین نے عباس کو بچوں کے لیے پانی لانے کی فرمائش کی۔ عباس قوم کی طرف گئے۔ انہیں وعظ و نصیحت کی اور خدائے جبار کے غضب سے ڈرایا۔ لیکن نصیحتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آپ بلند آواز سے پکارے: اے عمر بن سعد یہ حسین رسول اللہ کی بیٹی کے فرزند ہیں، جن کے اصحاب و اہل بیت کو تو قتل کر چکا ہے اور ان کے اہل وعیال اور بچے پیاسے ہیں۔ پیاس نے ان کے دل جلا دیے ہیں۔ انہیں تو پانی پلا دو۔ امام فرماتے ہیں، مجھے چھوڑ دو میں روم یا ہندوستان چلا جاتا ہوں۔ حجاز و عراق تمہارے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔

آپ کی گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ بعض ان میں سے رونے لگے۔ لیکن شمر نے چیخ کر کہا کہ اے ابوتراب کے بیٹے! اگر تمام روئے زمین پانی بن جائے اور وہ ہمارے قبضہ میں ہو تو اس میں سے ایک قطرہ بھی تمہیں نہیں دیں گے جب تک تم یزید کی بیعت نہ کر لو۔ یہ خبر دینے کو جناب عباس واپس آئے تو انہوں نے پیاسے بچوں کی چیخ پکار سنی۔ آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ غیرت ہاشمی نے جوش مارا آپ نے اہل کوفہ پر حملہ کیا اور چار ہزار گھوڑ سوار کو گھاٹ سے بھگا دیا۔ مشک بھر لی، پینے کو چلو میں پانی لیا مگر بھائی حسن کی پیاس یاد آ گئی۔ پانی پھینک دیا۔ آپ فرما رہے تھے:

یا نفس بعد الحسین ھونی
و بعدہ لا کنت ان تکونی
ھذا الحسین و اراد المنون

و تشربين بارد المعين

تالله ما هذا فعال ديني

اے نفس تو حسین کے بعد ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ ان کے بعد تو ہو بھی تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ حسین موت کے گھاٹ پر وارد ہونے والے ہیں اور تو صاف و شفاف پانی پیتا ہے۔ خدا کی قسم یہ دیانت کا کام نہیں۔

پس حضرت عباس مشکیزہ لے کر جلدی سے خیام حسینی کی طرف چلے تو فوج نے آپ کا راستہ روکا اور گھیر لیا۔ آپ ان سے جنگ بھی کرتے اور یہ رجز بھی پڑھتے رہے:

لا ارهب اذا الموت زقا

حتى اوارى فى المصاليت لقى

نفسى لنفس المصطفى الطهر وقى

انى انا العباس اغدو بالسقا

ولا اهاب الموت يوم الملتقى

میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت چیخ مارے، یہاں تک کہ کفن کے کپڑوں میں چھپ جانے پر ملاقات کرے۔

میرا نفس، مصطفیٰ کے پاکیزہ نفس کا صدقہ ہے۔ میں عباس ہوں۔ میں مشک کے ساتھ آگے بڑھوں گا اور جنگ کے دن موت سے نہیں ڈروں گا۔

ابوالفضل العباس پر لشکر کے دستے سختی کرنے لگے۔ آپ تلوار سے دفاع کر رہے تھے۔ آپ کی سخت جنگ اور جہاد کے عذاب کی وجہ سے گھوڑے ایک دوسرے کو پیس رہے تھے۔ اس وقت زید بن الزرقاء جہنی ایک کھجور کے تنے کے پیچھے کمین گاہ میں بیٹھا تھا۔ بس اس نے اچانک تلوار مار کر آپ کا دایاں بازو جدا کر دیا۔ لیکن آپ نے پرواہ نہ کی جب تک مشک صحیح و سالم رہی، جنگ کرتے رہے اور فرماتے تھے۔

والله لو قطعتم يمينى

انى احامى ابدا عن دينى

و عن امام صادق اليقين

نجل النبى الطاهر الامين

خدا کی قسم! اگر چہ تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے، میں ہمیشہ اپنے دین اور پاک دامن نبی کے فرزند اپنے صادق الیقین امام کی حمایت کرتا رہوں گا۔

اعداء نے جنگ میں شدت اس خوف سے کی کہ کہیں خیام امام تک پانی نہ پہنچ جائے لیکن عباس ان کے ہجوم کی پرواہ کیے بغیر جنگ کررہے تھے اور چاہتے تھے کہ پانی بچوں تک پہنچ جائے۔ اس حالت میں حکیم بن طفیل نے کمین گاہ سے نکل کر وار کیا اور آپ کا بائیاں بازو قلم کر دیا۔ عباس نے علم کو سینے سے لگا لیا اور فرما رہے تھے۔

الا ترون معشر النجار

قد قطعوا ببغیہم یساری

کیا فاجر و فاسق جماعت کی طرف نہیں دیکھتے! انہوں نے بغاوت و سرکشی کی بنا پر میرا بایاں بازو قلم کر دیا ہے۔

چاروں طرف سے تیر آنے لگے۔ ایک تیر مشک میں لگا، پانی بہہ گیا۔ ایک تیر آپ کی پیشانی میں لگا۔ ایک تیر آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ ایک سینہ میں لگا۔ ابان بن دارم کی اولاد میں سے ایک نے آپ پر حملہ کیا۔ سر پر ایک گرز مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور بلند آواز سے پکارے علیکم منی السلام ابا عبداللہ۔ اے ابا عبداللہ آپ پر میرا سلام ہو۔ امام حسین بڑی تیزی کے ساتھ ان کی طرف آئے تو دیکھا کہ دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں، پیشانی زخمی ہے، ایک تیر آنکھ میں لگا ہوا ہے، پھٹا ہوا علم آپ کے پہلو میں پڑا ہے۔ حضرت آپ کے پاس بیٹھ کر رونے لگے اور فرماتے تھے:

الان انکسر ظھری و قلت حیاتی (اب میری کمر ٹوٹ گی اور میری تدبیر کم ہوگئی۔)

۷۔ امام حسین علیہ السلام پر حملہ

پھر آپؑ نے اس قوم پر حملہ کیا انہیں دائیں بائیں مارتے تھے پس وہ لوگ آپؑ کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جیسے بھیڑیئے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ آپؑ فرماتے تھے کہاں بھاگے جا رہے ہو تم نے میرے باپ کے بیٹے کو قتل کر دیا کہاں بھاگے ہو۔ تم نے میرا بھائی مار ڈالا کہاںؑ بھاگتے ہو تم نے میرا بازو توڑ دیا۔

۸۔ آپؑ کا استغاثہ:

پھر آپؑ اپنے موقف و قیام کی جگہ واپس آئے آپؑ دل شکستہ، حزن و ملال میں گریہ کر رہے تھے۔ آنسوؤں کو اپنی آستین سے پونچھ رہے تھے اور لوگ ایک دوسرے کو آپؑ کے خیموں کی طرف دھکیل رہے تھے۔ پس آپؑ نے پکارنا شروع کر دیا۔

امامن مغیث یغیثنا. امامن مجیر یجیرنا امامن طالب حق ینصرنا. امامن خائف من النار فیذب عنا۔

کیا کوئی فریاد رس نہیں جو ہمارے فریاد کو پہنچے؟ کیا کوئی پناہ دینے والا نہیں جو ہمیں پناہ دے؟ کیا کوئی حق کا طلب گار نہیں جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی جہنم کی آگ سے ڈرنے والا نہیں جو دشمنوں کو ہم سے روکے؟

جناب سکینہ آپ کے پاس آئیں۔ اپنے چچا کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے بتایا کہ وہ شہید ہو گئے۔ زینبؑ علیہا نے سن لیا تو وہ پکار اُٹھیں "واعباساہ. واضیعتنابعدك" ہائے عباسؑ! ہائے افسوس! تمہارے بعد ہمارا ضائع و برباد ہو جانا۔ بس خواتین اہلبیت نے رونا شروع کیا، ان کے ساتھ امام حسینؑ بھی رونے لگے اور فرما رہے تھے۔ واضیعتنا بعدک ہائے ہماری بربادی تمہارے بعد۔

آپؑ فرد واحد اکیلے و تنہا رہ گئے آپؑ کا کوئی ناصر و مددگار باقی نہ رہا تھا۔ اصحاب ذبح کیئے ہوئے قربانی کے دنبوں کی طرح زمین پر پڑے اور شہداء ہاشمی خاک پر سوئے ہوئے تھے عیال و اطفال چیخ پکار اور واویلا کر رہے تھے۔ آپؑ نے بلند آواز سے فرمایا۔

هل من ذاب یذب عن حرم رسول الله هل من موحد یخاف الله فینا عل من مغیث یرجو الله فی اتمائتنا هل من معین یرجوا ما عند الله باعتنا

کیا کوئی ہے جو حرم رسولؐ اللہ سے دشمنوں کو دور کرے؟ کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کیا کوئی فریاد رس ہے کہ ہماری فریاد میں خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کیا کوئی فریاد رس ہے کہ ہماری فریاد میں خدا سے امید رکھے؟ کیا کوئی معین و مددگار ہے جو ہماری اعانت کا جو خدا کے پاس اجر ہے، اس کی امید رکھے؟

۹۔ امام زین العابدینؑ کا جنگ کے لیے نکلنا:

خواتین کی آواز بلند ہوئی تو امام زین العابدینؑ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بیماری کی وجہ سے عصا کا سہارا لیے ہوئے تھے اور تلوار کھینچ رہے تھے۔ چلنے کی طاقت نہ تھی۔ جناب ام کلثومؑ اُن کے پیچھے پکار رہی تھیں۔ بیٹا واپس آ جاؤ۔ آپؑ فرماتے تھے پھوپھی اماں مجھے چھوڑ دو کہ میں فرزندِ رسولؐ کے سامنے جہاد کروں۔ امام حسینؑ نے اُم کلثوم کو پکار کر فرمایا۔ انہیں پکڑو اور روکو تاکہ زمین آل محمدؐ کی نسل سے خالی نہ رہ جائے۔ پس بی بی آپؑ کو ان کے بستر پر واپس لے گئیں۔

۱۰۔ اہل وعیال سے الوداع:

امام حسینؑ اہل وعیال کی طرف وداع کرنے کے لیے پلٹ آئے اور انہیں صبر وسکون کی تلقین فرمائی پھر آپؑ نے تہ بند باندھا اور رسولؐ اللہ کی ردا پہنی آپؑ کی زرہ زیب تن کی اور تلوار باندھی۔ ان سب کے نیچے پہن لینے کو آپؑ نے ایک بوسیدہ لباس طلب کیا تا کہ آپؑ کو برہنہ نہ کیا جائے کیوں کہ مقتول ومسلوب (لباس اتارا جانا) ہونا تھا۔ جناب زینبؑ نے ایک تنگ شلوار پیش کی آپؑ نے پسند نہ کی۔ پھر یمانی چادر لائی گئی تو آپؑ نے اسے چاک کیا اور اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا اور ایک نئی شلوار پیش کی آپؑ نے پسند نہ کی۔ پھر یمانی چادر لائی گئی تو آپؑ نے اسے چاک کیا اور اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا اور ایک نئی شلوار طلب کی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہنا تا کہ دریدہ سمجھ کر کوئی اسے نہ اتارے۔

۱۱۔ عبداللہ (رضیع (اصغر شیر خوار)

آپؑ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو منگوایا تا کہ اس سے دواع کریں۔ جناب زینبؑ لے کر آئیں ان کی آنکھیں پیاس کی شدت سے اندر دھنس گئی تھیں انہیں اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا۔ اس قوم کے لیے رحمت خدا سے دوری ہو جب کہ تیرے نانا ان کے دشمن ہوں گے۔ پھر آپؑ نے ان کا بوسہ لینا چاہا تو حرملہ بن کاہل اسدی کا تیر آیا تو شہزادے کے گلے میں لگا اور انہیں ذبح کر دیا۔ امامؑ نے اپنا ہاتھ گلے کے نیچے کیا۔ یہاں تک کہ وہ خون سے بھر گیا۔ آپؑ نے اسے آسمان کی طرف پھینک دیا۔ آپؑ فرما رہے تھے کہ یہ مصیبت مجھ پر آسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت کے سامنے مجھ پر نازل ہوئی ہے خدایا! یہ بچہ تیرے یہاں ناقہ صالح کے بچے سے کم نہ ہو خداوندا! اگر تو نے اپنی مدد ہم سے روک رکھی ہے تو یہ مدد اس کے لیے قرار دے جو اس سے بہتر ہے۔ اور ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور جو کچھ ہم پر دنیا میں نازل کیا ہے اسے آخرت میں ہمارا حصہ قرار دے خداوندا! تو شاہد و گواہ ہے اس قوم پر کہ جس نے اسے قتل کیا ہے جو تیرے رسول محمدؐ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ پھر آپؑ نے اپنی تلوار کے غلاف سے بچہ کی قبر کھودی اور اس پر نماز پڑھ کر اسے خون میں غلطاں دفن کر دیا۔

الموت اولی من رکوب العار
والعار اولی من دخول النار

موت ننگ و عار کے ارتکاب سے بہتر ہے۔ اور ننگ و عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔

پھر آپؑ نے ان کے میسرہ پر حملہ کیا اور فرماتے تھے۔

أنا الحسین بن علی

الیت ان لا انثنی
احمی عیالات ابی
امغی علی دینی النبی

میں حسینؑ بن علیؑ ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ پشت نہیں۔ پھیروں گا۔

میں اپنے باپ کے اہل وعیال کی حفاظت کروں اادر دین نبی پر چلتا رہوں گا۔

آپؑ کے سامنے سے لشکر اڑنے لگے۔ اور انہوں نے خیام کا رخ کیا آپؑ اور آپؑ کے اہل حرم کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپؑ گرج دار آواز سے پکارے۔ "ویلکم یا شیعہ آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین وکنتم لا تخافون المعاد وکونوا احرارا فی دنیا کم وار جعوالی احسابکم ان کنتم عربا کما تزعمون" اے آل ابوسفیان کے شیعو! تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تم قیامت کا خوف نہیں رکھتے تو دنیا کے احرار وآزاد تو بنو اور اگر تم عرب ہو اور جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو اپنے حسب ونسب کی طرف تو پلٹ آؤ۔ تو شمر نے آپ کو پکار کر کہا: ماتقول یاابن فاطمہ علیہا السلام اے فاطمہؑ کے بیٹے کیا کہتے ہو۔ آپؑ نے فرمایا میں تم سے جنگ کر رہا ہوں، عورتوں کی تو کوئی خطا نہیں اپنے سرکشوں کو میرے اہل حرم پر حملہ سے منع کرو ابھی تو میں زندہ ہوں۔ تو شمرؒ نے کہا یہ تمہاری خاطر ہے۔ پھر قوم نے ہر طرف سے آپؑ پر حملہ کیا۔ وہ چار گروہوں میں بٹ گئے۔ آپؑ کو گھیرے ہوئے تھے۔ کچھ ٹیلوں پر چڑھ کر پتھر برسا رہے تھے۔ جنگ شدت اختیار کر گئی۔ آپ پر نہایت قوت وشدت اختیار کی گئی۔ آپؑ نہایت قوت اور شدت اور مثالی شجاعت سے جنگ کر رہے تھے۔ عبداللہ بن عمار بن یغوث کہتا ہے۔ میں نے ایسا کثیر دکھوں میں گھرا ہوا شخص جس کے بیٹے۔ اہل بیتؑ اور ساتھی سب مارے گئے ہوں۔ وہ اتنا دل کا مضبوط اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو نہیں دیکھا۔ پیدل فوج آپؑ پر حملہ آور ہوتی تو آپؑ تلوار لے کر ان پر ٹوٹ پڑتے اور وہ بھیڑ بکریوں کی طرح منتشر ہو جاتے۔ وہ تیس ہزار کا لشکر پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح سامنے سے بھاگتا تھا۔ پھر آپؑ مرکز کی طرف لوٹتے اور فرماتے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" پھر آپؑ نے فرات کی طرف رخ کیا۔ عمرو بن حجاج اور ابوالاعور اسلمی دونوں چار ہزار گھوڑ سوار لشکر کے ساتھ گھاٹ کو روکے ہوئے تھے۔ پس آپؑ نے انہوں وہاں سے بھگا دیا اور گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ پانی کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک شخص پکارا کیا آپؑ پانی پی رہے ہیں ادھر آپؑ کی ہتک حرمت ہو رہی ہے آپؑ نے پانی پھینک کر خیموں کا رخ کیا تو انہیں صحیح وسالم پایا۔

۱۳۔ آپؑ کی خیموں کی طرف واپسی:

آپؑ نے دوبارہ اپنے اہل وعیال سے وداع کیا اور تلقین صبر فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا! کہ بلا ومصیبت کے

لیے تیار ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی، مددگار اور محافظ ہے اور وہ عنقریب تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا۔ تمہارا انجام بخیر فرمائے گا۔ تمہارے دشمن کو طرح طرح کے عذاب دے گا اور تمہیں اس مصیبت کے بدلے انواع واقسام کی نعمتیں اور کرامتیں عطا کرے گا۔ پس تم گلہ وشکایت نہ کرنا اور اپنی زبان سے ایسے الفاظ نہ کہنا جو تمہاری قدرومنزلت کو گرا دیں۔

پھر آپؑ اپنی بیٹی سکینہؑ کی طرف ملتفت ہوئے جو باقی خواتین سے علیحدہ آہ وزاری وفریاد کر رہی تھیں۔ آپؑ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور تسلی دی۔

عمر بن سعد لعین نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا: وائے ہو تم پر۔ اسے گھیر لو اس حالت میں کہ وہ اپنے آپؑ اور اپنے اہل حرم میں مشغول ہے۔ اگر وہ فارغ ہو گیا تو خدا کی قسم! وہ تمہارے میمنہ کو میسرہ پر پلٹ دے گا۔ پس لعینوں نے شدید حملہ کیا۔ تیروں کی بارش کر دی۔ ان کے تیر خیموں کی طنابوں سے گزرتے اور مستورات کے لباس چھید رہے تھے۔ آپؑ بھی دہشت میں آ گئے اور عورتیں خوف زدہ ہو کر چلانے لگیں اور خیموں میں داخل ہوئیں۔ وہ امام حسینؑ کی طرف دیکھتی تھیں کہ کیا کرتے ہیں۔ پس آپؑ پھر اپنے مرکز کی طرف لوٹ آئے اور کثرت سے "لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم" کا ورد کر رہے تھے۔

۱۴۔ لشکروں کا طغیان وسرکشی:

امام حسینؑ اپنے مرکز میں آ کر ٹھہر گئے اور آپؑ جنگ کرتے میں کمزور پڑ گئے۔ آپؑ کے جسم سے بہت سا خون بہہ گیا تھا۔ اس حالت میں آپؑ نے پانی کے ایک گھونٹ کی خواہش کی تو شمر لعین نے کہا: تم پانی کا ذائقہ نہ چکھ سکو گے جب تک آگ میں داخل نہ ہو۔ ایک لعین نے پکار کر کہا: کہ اے حسینؑ! کیا تم فرات کو دیکھتے نہیں جس کا پانی سانپوں کے شکم کی طرح چمکدار ہے۔ تم اس سے نہ پی سکو گے۔ یہاں تک کہ پیاسے مر جاؤ گے۔ آپؑ نے فرمایا۔ خداوندا! اسے پیاس سے موت دے۔

ابو مختوف لعین نے تیر مارا جو آپؑ کی پیشانی پر لگا۔ آپؑ نے تیر نکالا۔ خون آپؑ کے چہرے پر بہنے لگا۔ آپؑ نے بارگاہِ خدا میں عرض کیا: تیرے ان نافرمان بندوں نے مجھے جس حال کو پہنچا دیا ہے اسے تو دیکھ رہا ہے۔ میرے اللہ انہیں شمار کر لے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دے اور کسی ایک کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑ اور ہرگز ان کو بخشش نہ فرما۔

آپ نے پکار کر کہا: اے قوم بدکار! تم نے محمدؐ کی عترت واولاد کے بارے میں انؐ کی بری جانشینی کی ہے۔ یاد رکھو! تم میرے بعد کسی شخص کو قتل کرنے سے نہیں ڈرو گے، بلکہ مجھے شہید کرنے کے بعد یہ کام تمہارے لیے آسان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ خدا مجھے شہادت کی عزت بخشے گا اور تم سے میرا انتقام ایسے لے گا

کہ تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا۔ حصین لعین نے کہا: کہ اے فاطمہؑ کے بیٹے: کس طرح اللہ ہم سے تیرا انتقام لے گا۔ آپؑ نے فرمایا: تمہارے درمیان حالات جنگ پیدا کرے گا۔ پس تمہارے خون بہائے گا۔ پس تمہارے خون بہائے گا اور تم پر عذاب نازل کرے گا۔

اسی وقت ایک شخص نے پتھر مارا جو آپؑ کی پیشانی پر لگا اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا "بسم اللہ وباللہ وعلی ملة رسول اللہ" (اللہ کے نام سے، اللہ کے ساتھ، اور رسولؐ اللہ کے دین وملت پر) اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا خدایا! تو جانتا ہے کہ وہ ایسے جواں مرد کو قتل کر رہے ہیں جس کے علاوہ کوئی نبی کا فرزند نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے تیر کو پکڑا پس پشت سے کھینچ لیا تو پرنالے کی طرح خون بہنے لگا۔ امام حسینؑ نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا جب چلو بھر گیا تو آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہے وہ میرے لیے آسان ہے اس لیے کہ وہ خدا کی نگاہ کے سامنے ہے۔

پھر دوبارہ زخم کے نیچے ہاتھ رکھا۔ جب خون بھر گیا تو سر، چہرہ اور ریش مبارک پر مل لیا اور فرما رہے تھے۔ اسی طرح میں اللہ اور اپنے نانا رسولؐ اللہ سے ملاقات کروں گا اور میں عرض کروں گا۔ نانا جان! مجھے فلاں فلاں نے قتل کیا ہے۔ جب آپ زخموں سے نڈھال ہو گئے تو صالح بن وہب نے آپؑ کے پہلو میں تیر مارا جس سے آپ گھوڑے کی زین سے پشت پر دائیں رخسار کے بل گر پڑے اور فرمایا "بسم اللہ وباللہ وعلی ملة رسول اللہ"

پھر آپؑ گردن جھکا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ خون بہنے سے آپؑ مضمحل ہو گئے۔ مالک بن نسر لعین آپؑ کی طرف متوجہ ہوا اور سب وشتم کرنے لگا پھر اس نے آپؑ کے سر پر تلوار ماری۔ ٹوپی خون سے پر ہو گئی۔ آپؑ نے ٹوپی سے خون صاف کیا اور اس کے اوپر عمامہ باندھ لیا اور فرمایا کہ تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھا پی نہ سکے۔ خدا تیرا حشر ظالمین کے ساتھ کرے۔

۱۵۔ محمد و عبداللہ کی شہادت:

اس وقت اچانک محمدؑ بن سعید بن عقیل بن ابی طالب خیمہ سے نکلے، جن کی عمر سات سال تھی۔ ایک چادر اور قمیض پہنے ہوئے کانوں میں دو موتی اور ہاتھ میں خیمے کی لکڑی تھی۔ وہ خوف و دہشت زدہ تھے۔ کبھی دائیں کبھی بائیں دیکھتے۔ ان کی طرف ہانی بن ثبیت حضرمی لعین بڑھا۔ قریب پہنچ کر گھوڑے پر سے جھکا اور تلوار مار کر انہیں دو ٹکڑے کر دیا اور ان کی مادر گرامی مدہوشی کی حالت میں انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

عبداللہ بن حسنؑ بن امیر المومنینؑ، جن کی عمر گیارہ سال تھی، نے اپنے چچا کو دشمن کے نرغے میں دیکھا تو تیزی سے آپؑ کی طرف چلے۔ جناب زینبؑ نے انہیں روکنا چاہا اور امام حسینؑ نے بہن کو پکار کر کہا کہ انہیں روکو۔

مگر وہ نہ رکے اور کہا کہ خدا کی قسم! میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔ بحر بن کعب لعین تلوار لے کر امام حسینؑ کی طرف بڑھا تو عبداللہ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے خبیث عورت کے بیٹے! میرے چچا کو قتل کرے گا۔ لعین نے تلوار کا وار کیا جسے بچہ نے ہاتھ پر روکا ہاتھ کٹ کر کھال کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ بچہ نے پکارا ''یا عما'' پس امام حسینؑ نے بچہ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے جو مصیبت نازل ہوئی ہے صبر کرو اور خیر و بھلائی کا گمان رکھو۔ بے شک اللہ تمہیں اپنے صالح اور نیک آبا و اجداد کے ساتھ ملحق فرمائے گا۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا: خدایا! اگر تو نے انہیں ایک وقت معین تک دنیا سے لطف اندوز ہونے کی مہلت دی ہے۔ تو ان کو گروہوں میں متفرق کر دے۔ مختلف مذاہب اور راستوں میں منقسم کر دے اور ان کے حکام اور والیوں کو ان سے ناخوش کر کیوں کہ انہوں نے ہمیں دعوت دی، نصرت کا وعدہ کیا پھر ہم پر زیادتی کی اور ہمیں قتل کرنے لگے۔ حرملہ نے ایک تیر مار کر اس بچے کو آپؑ کی گود میں ہی ذبح کر دیا۔

۱۶۔ امام حسینؑ پر ہجوم

امام حسینؑ گرم ریت پر پڑے رہے۔ اگر لعین چاہتے تو قتل کر دیتے مگر ہر قبیلہ یہ بوجھ دوسرے پر ڈالنا چاہتا تھا اور اس اقدام کو ناپسند کرتا تھا۔ پس شمر نے چلا کر کہا: کیوں رکے ہوئے ہو اور کس چیز کے منتظر ہو۔ تیروں اور نیزوں کے زخموں سے یہ نڈھال ہیں۔ ان پر حملہ کرو۔ پس زرعہ بن کثیر نے آپؑ کے بائیں بازو پر ضرب لگائی اور حصین لعین نے آپؑ کے گلوئے اقدس پر تیر امارا، ایک اور شخص نے کندھے پر تلوار ماری اور سنان بن انس نے آپؑ کی ہنسلی پر نیزہ مارا اور پھر سینہ پر نیزہ مارا پھر آپؑ کے گلوئے اقدس میں تیر مارا۔ ہلال بن نافع کہتا ہے کہ میں حسینؑ کے پاس کھڑا تھا۔ وہ دم توڑ رہے تھے۔ خدا کی قسم میں نے کوئی ایسا مقتول نہیں دیکھا جو خون میں لت پت ان سے زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل والا ہو۔ مجھے ان کے قتل کی فکر و سوچ کے مقابلے میں ان کے رخ پر نور کی ہیبت و جمال نے محو و مشغول کیا ہوا تھا۔ اس حالت میں آپؑ نے پانی مانگا لیکن ملاعنہ نے پانی دینے سے انکار کیا ایک شخص نے کہا پانی کا ایک قطرہ نہ چکھو گے جب تک حامیہ کا مزہ نہ چکھو اور اس کا گرم پانی نہ پیو۔ آپؑ نے فرمایا: کیا میں حامیہ میں وارد ہوں گا میں تو اپنے نانا رسولؐ اللہ کی خدمت میں وارد ہوں گا اور ان کے گھر میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ ''وفی مقعد الصدق'' (حقیقی اور سچی رہنے کی جگہ) ''عند ملیک المقتدر'' (قدرت والے شہنشاہ کے پاس) اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا اس کی شکایت میں خدا اور خدا کے رسولؐ سے کروں گا۔ اس پر وہ سب کے سب مشتعل و سیخ پا ہو گئے۔ گویا کہ خدا نے ان میں سے کسی کے دل میں ''رحم'' نام کی کوئی چیز قرار نہ دی ہو۔

۱۷۔ دعا:

جب آپؑ کی حالت شدت سے دگرگوں ہو گئی تو آپؑ نے آنکھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''اے بلند مقام خدا، اے عظیم جبروت والے، اے سخت تدبیر والے، اے وعدے کے سچے، اے بے شمار نعمات والے، اے اچھے احسان والے، اے پکار سے قربت والے، اے مخلوقات کے محیط، اے ذاکرین کے قدردان، میں بحالت محتاجی تجھ سے دعا کرتا ہوں، تیرا فقیر بن کر تجھ سے رغبت کرتا ہوں، خوف زدہ ہوکر تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنی مصیبتوں پر تیری بارہ گاہ میں روتا ہوں۔ کمزور حالت میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں، تیری کفایت پر بھروسہ کرتا ہوں، تیری کفایت پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما۔ انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہماری مدد چھوڑی ہم سے غداری کی اور ہمیں قتل کیا ہے۔ حالانکہ ہم تیرے نبیؐ کی عترت اور تیرے حبیب محمدؐ کی اولاد ہیں جنہیں تونے رسالت کے لیے چنا اور اپنی وحی کا امین بنایا ہے۔ ہمارے معاملہ میں کشائش اور نکلنے کی جگہ قرار دے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے جب کہ ہم تیرے حکم پر صبر کر رہے ہیں۔ اے بیکوں کے فریادرس! اے وہ دائم جس کے لیے فنا ہے ہی نہیں! اے مردوں کو زندہ کرنے والے! اے ہر نفس پر قائم جو کچھ اس نے کسب کیا، میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر۔ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

۱۸۔ وامحمداہؐ۔

امام حسینؑ زمین پر مٹی سے تکیہ بنا کر اس پر لیٹ گئے۔ آپؑ کا رہوار آپؑ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ ابن سعد چلا کر کہتا ہے۔ اس گھوڑے کو پکڑ لو۔ یہ رسولؐ اللہ کے عمدہ نسل گھوڑوں سے ہے۔ پس گھوڑ سواروں نے اسے گھیر لیا تو وہ اپنی لاتوں سے انہیں مارنے لگا اور کئی پیادے، سوار مار گرائے۔ ابن سعد نے کہا: اسے چھوڑ دو اور دیکھو یہ کیا کرتا ہے۔ جب وہ ان کی طلب اور پکڑ سے مامون ہوگیا تو امامؑ کی طرف بڑھا۔ اور اپنی پیشانی کو آپؑ کے خون سے رنگین کیا۔ پھر بہت زور سے ہنہنایا اور خیام کی طرف چل پڑا۔ جب اہل حرم نے گھوڑا کی باگیں کٹی ہوئی اور زین ڈھلکی ہوئی دیکھی تو عورتیں سر برہنہ بال کھولے ہوئے منہ پیٹتی ہوئی خیموں سے نکلیں، واویلا پکار رہی تھیں۔ عزت کے بعد ذلت کا سامنا کئے ہوئے تھیں امام حسینؑ کے مقتل کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ جناب ام کلثومؑ نے پکار کر کہا۔

واجداہ وامحمدہ وابتاہ۔ واعلیاہ۔ واجعفراہ واحمرتاہ واحسناہ (ہائے ناناجان، ہائے محمدؐ، ہائے بابا، ہائے علیؑ! ہائے جعفرؑ ہائے حمزہؑ ہائے حسنؑ یہ حسینؑ کربلا کی زمین پر بے گور و کفن پڑے ہیں۔ ان کا سر پس پست سے کاٹا گیا ہے۔ عمامہ و ردا لوٹ لی گئی ہے۔

اور جناب زینبؑ نے چلا کر بین کیا۔

''واأخاہ، وااھل بیتاہ'' (ہائے بھائی، ہائے اہل بیت رسالت) کاش آسمان زمین پر گر پڑتا! کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاتے۔''

پھر وہ امام حسینؑ کے قریب جا پہنچیں۔ آنجناب دم توڑ رہے تھے اور لشکر آپؑ کے گرد ڑدھام کئے ہوئے تھا۔ اور ان میں ابن سعد بھی تھا۔ بی بی نے چلا کر کہا: اے ابن سعد! ابو عبداللہ قتل ہو رہے اور تو دیکھ رہا ہے۔ تو اس لعین نے اس مخدرہ سے منہ پھیر لیا جب کہ اس کے آنسو اس کی ڈاڑھی پر گر رہے تھے۔ پھر آپ نے چلا کر کہا کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں؟ لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ ابن سعد نے لوگوں کو پکارا کہ اتر کر اس کو راحت وسکون دو۔ خولی بن یزید اصبحی نیچے اترا تا کہ آپؑ کا سر جدا کرے تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ پس شمر آگے بڑھا اس نے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور آپؑ کے سینے پر سوار ہو گیا اور آپؑ کی مقدس ریش کو پکڑا، بارہ ضربیں چلائیں اور آپؑ کا سر مبارک جسم سے جدا کر دیا۔ (۸۲)

آپؑ علماء و عظماء کی نظر میں

اگر ان تمام اقوال کو جمع کیا جاتا جو شعر و نثر میں امام حسینؑ کے بارے میں کہے گئے ہیں تو وہ ایک بہت ہی عظیم معلومات کا مجموعہ ہوتا جس سے دنیا روشناس ہوتی اور صرف یہی موضوع ایک بڑی لائبریری بن جاتا۔ ہزاروں کی تعداد میں جلدیں مرتب ہوتیں۔ دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس کے شعراء نے امام حسینؑ اور حسینیت پر کچھ نہ کچھ نہ کہا ہو، اس کے لکھنے والوں نے انقلاب حسینی پر مہر تصدیق ثبت نہ کی ہو اور اس کے مورخین نے امام حسینؑ کے قیام کی تاریخ نہ لکھی۔ وہ جناب نسلاً بعد نسل طویل زمانوں کے لیے ہمیشہ زندہ ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں صحابہ، تابعین اور چند اپنے ہم عصر لکھنے والوں کے اقوال وکلمات پر انحصار کیا ہے۔

۱۔ عمر بن خطاب نے جناب امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا: جو کچھ آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں (یعنی عزت و شرف ہمیں نصیب ہے) اسے اللہ نے اور پھر آپ (خاندان رسالت) نے اگایا ہے۔ (۸۳)

۲۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ حسینؑ عمامہ پہنے ہوئے داخل ہوئے تو میں نے گمان کیا کہ نبی کریمؐ اپنے مرقد سے باہر آ گئے۔ ہیں (۸۵) آپ جنازے کے ساتھ مشایعت کے دوران تھک کر بیٹھ گئے تو ابو ہریرہ آپؑ کے قدموں کی دھول اپنے لباس سے جھاڑنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تم یہ کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا۔ چھوڑیئے! خدا کی قسم اگر لوگ آپؑ کے بارے میں وہ کچھ جان لیں جو میں جانتا ہوں تو وہ آپؑ کو اپنی گردنوں پر سوار کریں۔ (۸۵)

۳۔ عبداللہ ابن عباس نے حسنؑ و حسینؑ کی رکاب تھامی تو انہیں سرزنش کی گئی اور کہا کہ آپ ان سے زیادہ سن رسیدہ ہیں۔ انہوں نے کہا تحقیق یہ دونوں رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں۔ تو کیا میرے لیے یہ موجب سعادت نہیں کہ ان کی رکاب تھاموں (۸۶) ابن عباس سے امام حسنؑ کی وفات کے بعد معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! اب تم اپنی قوم کے سید و سردار ہو گئے۔ انہوں نے کہا نہیں! خدا ابو عبداللہ حسینؑ کو زندہ و سلامت رکھے (۸۷)

۴۔ عبداللہ ابن عباس نے حسنؑ و حسینؑ کو دیکھ کر کہا کہ آنجناب سب لوگوں سے زیادہ رسولؐ اللہ سے

مشابہت رکھتے ہیں(۸۸)

۵۔ زید بن ارقم نے ابن زیاد سے کہا جب کہ وہ لعین آپؑ کے لبوں پر چھڑی مار رہا تھا۔ یہ چھڑی اٹھالے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے رسولؐ اللہ کے دونوں لب انہی لبوں پر دیکھے کہ وہ ان کے بوسے لے رہے تھے۔ پھر زید رو دیئے تو ابن زیاد نے کہا کہ خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے۔ خدا کی قسم اگر بڑھاپے میں تمہاری عقل خراب نہ ہوگئی ہوتی تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا پس زید یہ کہتے ہوئے دربار سے باہر نکلے۔ اے گروہ عرب! اے گروہ عرب! تم آج کے بعد غلام ہوگئے ہو۔ تم نے حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو امیر بنالیا ہے۔ وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا ہے اور تمہارے بروں کو باقی رکھتا ہے۔(۸۹)

۶۔ ابو برزہ اسلمی نے یزید سے اس وقت کہا جب حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی مارتا اور انہیں توڑتا تھا، کیا تو حسینؑ کے دانتوں پر اس جگہ چھڑی مارتا ہے جسے میں نے رسولؐ اللہ کو چوستے اور چومتے دیکھا ہے؟ یاد رکھ تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ ابن زیاد تیرا شفیع و سفارشی ہوگا اور یہ اس حالت میں آئیں گے کہ شفیع و مددگار محمدؐ رسول اللہ ہوں گے۔(۹۰)

۷۔ عبداللہ ابن جعفر سے معاویہ نے کہا: اب تم بنی ہاشم کے سردار ہو تو انہوں نے کہا کہ بنی ہاشم کے سردار صرف حسنؑ و حسینؑ ہیں۔(۹۱) عبداللہ نے امام حسینؑ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر آپ کی شہادت ہوگی تو نور اسلام خاموش ہوجائیگا۔ آپ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے مینار ہدایت اور مومنین کی آرزو ہیں۔(۹۲)

۸۔ ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا جو کپڑے پر لگا ہوا ہو کہ کیا اس کپڑے میں نماز ہوجاتی ہے؟ عبداللہ نے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا میں اہل عراق سے ہوں عبداللہ نے کہا ذرا سے دیکھو یہ مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے، حالانکہ انہوں نے فرزند رسولؐ کو شہید کر دیا جب کہ میں نے رسولؐ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا میں یہ دونوں میرے پھول ہیں(۹۳)

۹۔ محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ حسینؑ ہم سب سے زیادہ صاحب علم و حلم اور بردبار اور رشتہ کے لحاظ سے رسولؐ اللہ کے سب سے زیادہ قریبی ہیں اور آپؑ فقیہ و امام برحق ہیں(۹۴)

۱۰۔ عمرو بن عاص کے قریب سے امام حسینؑ گزرے تو اس نے کہا کہ جو شخص ایسی ہستی کو دیکھنا چاہے جو آسمان والوں کو اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اس گزرنے والے کی طرف دیکھے۔(۹۶)

۱۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کے قریب سے امام حسینؑ گزرے تو اس نے کہا کہ جو شخص ایسی ہستی کو دیکھنا چاہئے جو آسمان والوں کو اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اس گزرنے والے کی طرف دیکھے۔(۹۶)

۱۲۔ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید سے اس وقت کہا جب امام کے ایک خط کے جواب میں آپ کو نیچا کر کے دکھانے کے لیے خط لکھنے کا اس نے اپنے باپ کو مشورہ دیا تھا کہ میں تو حسینؑ پر کوئی عیب نہیں لگا سکتا۔ خدا کی قسم مجھے تو ان میں کوئی عیب کی جگہ نظر نہیں آتی۔ (۹۷)

۱۳۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر نے مروان بن حکم سے کہا جب اس نے امام حسینؑ کے قتل کا مشورہ دیا۔ خدا کی قسم اے مروان میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مجھے مل جائے اور میں حسینؑ کو قتل کردوں۔ سبحان اللہ میں حسینؑ کو اس بات پر قتل کردوں کہ وہ بیعت نہیں کرتے اور خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جو حسینؑ کو قتل کرے روز قیامت اس کا میزان عمل خفیف اور ہلکا ہوگا۔ (۹۸)

۱۴۔ قیس بن مسہر صیداوی نے (کوفہ والوں کی طرف) امام حسینؑ کے قاصد کو گرفتار کرلیا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ منبر پر جا کر حسینؑ اور ان کے والد بزرگوار کو برا بھلا کہو۔ قیس منبر پر گئے اور کہا: اس میں شک نہیں کہ یہ حسینؑ بن علیؑ اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور فاطمہ بنت رسولؐ کے فرزند ہیں۔ میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں۔ میں آپؑ سے بطن ذی الرمہ کے حاجر مقام پر جدا ہوا ہوں۔ ان کی دعوت کو قبول کرو اور ان کی ہر بات کو سنو اور اطاعت کرو۔ پھر انہوں نے عبیداللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علیؑ و حسینؑ کے لیے دعائے۔ استغفار کی پس ابن زیاد کے حکم سے انہیں قصر کے اوپر سے پھینکا گیا جس سے ان کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا (۹۹)

۱۵۔ یزید بن مسعود، نہسلی رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ ہے یہ حسین بن علیؑ، رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں، صاحب شرف اور اصیل اور واضح رائے رکھتے ہیں۔ ان کے فضل و کرم کی تعریف نہیں ہوسکتی اور ان کے علم کی انتہا نہیں اور اس امر خلافت کے اپنے سابق کردار، سن و سال، اقدامات خیر اور قرابت رسولؐ کی وجہ سے زیادہ حق دار ہیں۔ وہ چھوٹوں پر مہربان اور بڑوں کے شفیق ہیں۔ رعیت کے کریم و باوقار نگران اور قوم کے امام و رہبر ہیں۔ پند و نصائح انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور اللہ کی طرف سے ان کے لیے محبت ثابت ہیں (۱۰۰)

۱۶۔ عبداللہ بن حر جعفی نے کہا: میں نے حسینؑ سے زیادہ حسین و جمیل اور خوش منظر کسی کو نہیں دیکھا۔ (۱۰۱)

۱۷۔ ربیع بن خثیم نے بعض ان لوگوں سے کہا جو شہادت حسینؑ کے دوران کربلا میں حاضر و موجود تھے خدا کی قسم! تم نے ایسے منتخب اور نادر روزگار افراد کو شہید کیا ہے کہ اگر رسولؐ اللہ انہیں پاتے تو گود میں بٹھاتے اور ان کی پیشانیاں چومتے (۱۰۲)

۱۸۔ ابراہیم نخعی نے کہا: اگر میں اس فوج میں ہوتا جس نے امام حسینؑ سے جنگ کی اور پھر مجھے جنت میں داخل کیا جاتا تو مجھے رسولؐ اللہ کی زیارت کرنے اور ان کے سامنے آنے میں شرم آتی (۱۰۳)

۱۹۔ ابن سرین نے کہا ہے کہ آسمان نے یحییٰ بن زکریاؑ کے بعد امام حسینؑ کے سوا کسی پر گریہ نہیں کیا۔ جب آپؑ شہید ہو گئے تو آسمان پر سیاہی چھا گئی، دن تک ایسا رہا گویا خون کا لوتھڑا ہے(۱۰۴)

۲۰۔ استاد علی جلا حسینی کہتا ہے سیدذکی امام ابوعبداللہ حسین علیہ السلام جو رسولؐ اللہ کی بیٹی کے فرزند اور آپؐ کے پھول تھے امیر المومنین علیؑ کرم اللہ وجہ کے بیٹے تھے اور بیت نبوت کی شان تھے۔ آپؑ کا نسب زیادہ شریف اور نفس زیادہ کامل تھا جن میں فضائل، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال، علو ہمت، انتہا، شجاعت اور جود و سخا کا آخری درجہ، اسرار علم، فصاحت زبان، نصرت حق، نہی عن المنکر، ظلم کے خلاف جہاد، عزت و وقار کے باوجود تواضع وانکساری، عدل، صبر و حلم عفت و پاکدامنی مروت اور ورع و پرہیز گاری اور دوسرے اسی قسم کے اوصاف کے حامل تھے سلامت فطرت، جمال خلقت، عقل کامل قوت جسم اور قابل تعریف محاد و محاسن کے ساتھ متصف و مختص تھے۔ کثرت عبادت، نیک افعال مثلاً نماز، حج، جہاد فی سبیل اللہ اور احسان و کرم کا انہوں نے اضافہ کیا۔ آپؑ مدینہ میں رہے ہوں یا کسی دوسرے شہر میں لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتے، عمل کے ذریعہ ہدایت اخلاق سے تہذیب نفس، حسن بیان سے تبلیغ، مال سے سخاوت فقراء سے تواضع، یتامیٰ و مساکین کو صدقات کی ادائیگی اور مظلوموں کی حمایت کرنے والے تھے۔ آپؑ بیشتر اوقات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپؑ نے پچیس حج پا پیادہ کیئے۔ الآخر۔

نیز کہتا ہے کہ حسینؑ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے مینار ہدایت اور اس زمین پر روشن نور تھے۔ آپؑ کی زندگانی کے اخبار میں آپ کے محاسن انوار سے ہدایت ملتی ہے۔ پس اقتدار کرنے والوں کے لیے سبب رشد و ہدایت ہیں(۱۰۵)

۲۱۔ استاد محمد رضا مصری کا قول ہے کہ وہ نواسہ رسولؐ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے منار ہدایت اور مومنین کی اُمید تھے(۱۰۶)

۲۲۔ استاد عمر رضا کحالتہ کا کہنا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ باعتبار فقہ، دین فہمی، نمونہ عمل، جود و سخا اور بذل و عطا اہل عراق کے سید و سردار ہیں(۱۰۷)

۲۳۔ استاد کبیر عبداللہ علائلی کہتا ہے حسینؑ کے حالات سے واضح ہے کہ وہ اپنے عظیم نانا کے صوری نقوش سے بنائی ہوئی ایک تصویر تھے۔ رسولؐ پاک نے ان پر اپنی محبت کی گہری شعاع اور اپنے نفس کی چاہتوں کا فیضان کیا تھا تا کہ ان میں حسن جمال کے ساتھ ساتھ حسن سیرت و معنی بھی پیدا ہو جائے۔ آپؑ کے بعد بھی حسن معنوی سے آراستہ رہے، جیسے کہ آپؑ زندگی میں تھے۔ نبوت انسانیت کی طرف جھک آئے (حسین منی) اور انسانیت ترقی کر کے نبوت تک پہنچ جائے۔ پس آپؑ پر سلام ہو اس دن سے جب آپ پیدا ہوئے(۱۰۸)

۲۴۔ استاد عباس محمود عقاد۔ نور کے حلہ میں لوگوں کے سامنے ایک تصویر کھینچی گئی ہے جس کے سامنے

آنکھیں عقیدت سے جھک جاتی ہیں اور انہیں ایسا فخر نصیب ہوا ہے کہ اولاد آدم کی تواریخ میں بغیر کسی استثناء کے کسی عربی کو نہ عجمی کو، قدیم کو نہ حدیث کو، ایسا فخر نصیب ہوا ہے کہ اولاد آدم کی تواریخ میں بغیر کسی استثناء کے کسی عربی کو نہ عجمی کو، قدیم کو نہ حدیث کو، ایسا فخر نہیں ملا۔ پس تمام عالم میں کوئی قبیلہ نہیں جو شہداء سے نجیب و منتخب ہو۔ جن میں سے زیادہ نجیب و منتخب حسینؑ کا قبیلہ ہے باعتبار تعداد، قدرت اور تذکر کے پس حسینؑ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دنیا کی طویل ترین تاریخ میں اکیلا شہید ہے، شہید کا بیٹا ہے اور شہدا کا باپ ہے۔ (۱۰۹)

۲۵۔ استاد عمر ابو النصر کہتا ہے۔ یہ قریش کے ایک قبیلہ کا واقعہ اور قصہ ہے۔ جس نے اس زمین میں شرق سے غرب تک قربانی، شہادت، بطالت و شجاعت کا علم بلند کیا۔ اس واقعہ کی ہزار فصلیں ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو زندہ رہے ہیں مگر دوسروں کی طرح زندہ رہے نہ ہی دوسروں کی طرح مرے ہیں۔ خدا نے اپنی مخلوق میں سے اس جماعت کو یہ شرف دیا کہ نبوت، وحی اور الہام ان ہی کے گھروں ☐ میں قرار دیا اور ان پر مزید سخاوت و بخشش یہ کی ہے کہ ان کے لیے عام شخص ایسا عبادت کا حصہ نہیں چاہا، بلکہ ان کے لیے جلا وطنی اور شہادت چاہی نہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر و مثل علیا (بلند ترین مثال) کے لیے پسند فرمایا" ان کے لیے لکھ دیا ہے اور ان پر فرض کیا ہے کہ ان کی اولاد کا آخری فرد تقویٰ و صلاح و نیکی کا علم اٹھائے رہے گا۔ (۱۱۰)

۲۶۔ استاد عبدالحفیظ ابو السعود کہتا ہے۔ آزادانہ جنگ کا عنوان اور مرنے کے لیے جہاد کرنا مبداء وعقیدہ کی راہ میں شہید ہونا، ظالم حکومت اور باغی حکام کے سامنے نہ جھکنا۔ (۱۱۱)

۲۷۔ استا محمد باقر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ بطل شہید امام حسینؑ بن علیؑ کی سیرت اس لائق ہے جسے ساری عرب دنیا مختلف میلانات مذہب کے باوجود اپنے دلوں کی گہرائیوں میں نقش کر لیں، اس لیے کہ یہ سیرت قربانی وعقیدے اور عزت و کرامت کی سیرت ہے (۱۱۲)

۲۸۔ استاد احمد حسن لطفی اپنی کتاب میں لکھتا ہے تحقیق وہ موت جسے حسین علیہ السلام دنیا میں تلاش کرتے تھے، وہ تھی جس کی تصویر آپ کی نگاہ میں ہر تصویر سے زیادہ حسین و خوبصورت تھی، کیوں کہ موت اس اللہ کی طرف جانے کی راہ ہے جو مبداء ہے اور اسی کی طرف منتہی اور چونکہ وہ نصرت حاصل کرنے اور ہمیشہ رہنے کی سبیل ہے پس حسینؑ سب سے عظیم بہادر ہیں۔ جنہوں نے موت کے خلاف موت سے مدد و نصرت حاصل کی۔

باب ۴

امام زین العابدین علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

آپؑ کے والد: حسینؑ شہید ہیں۔

آپؑ کی والدہ: شاہ زنان بنت یزدجردابن شہر یار بن کسریٰ شاہ ایران ہیں۔ اس خاتون کا نام امیر المومنینؑ نے ''مریم'' رکھا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''فاطمہ'' رکھا تھا اور سیدۃ النساء کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔

آپؑ کے بھائی: علی اکبرؑ اور عبداللہؑ رضیع (شیر خوار) جو دونوں کربلا میں شہید ہو گئے۔

آپؑ کی بہنیں: سکینہؑ و فاطمہؑ ہیں۔

آپؑ کی ولادت: مدینہ میں پانچ شعبان ۳۸ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔

آپؑ کی کنیت ابو محمدؑ

آپؑ کے القاب: زین العابدین، سید الساجدین، سید العابدین، ذکی، امین اور ذوثفنات ہیں۔ آپؑ کربلا کے خونین واقعہ میں موجود تھے۔ اس دردناک واقعہ کے بعد راہ میں کوفہ و شام کے دربار و بازار میں آپؑ خاندان کے اہل وعیال پر نگراں تھے۔

آپؑ کی ازواج میں سے زیادہ معروف فاطمہؑ بنت امام حسنؑ سبط اکبر ہیں۔

آپؑ کے بیٹے: عبداللہ، حسن، حسین، زید، عمر، حسین اصغر، عبدالرحمن، سلیمان، علی اور محمدؑ الاصغر۔

آپؑ کی بیٹیاں: خدیجہ، ام کلثوم، فاطمہ اور علیۃ ہیں۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش ''وما توفیقی الا باللہ'' ہے۔

آپؑ کا شاعر: فرزدق اور کثیر عزہ۔

آپؑ کے دربان: ابو جبلہ ابو خالد کابلی اور یحییٰ مطعمی ہیں۔

آپؑ کا قیام مدینہ میں رہا۔ آپؑ مشکلات و مہمات میں جائے پناہ تھے۔ امت پر علم و سخاوت کا فیض کرتے تھے۔

آپؑ کی امامت آپؑ اپنے والد گرامی امام حسینؑ کے بعد چونتیس سال زندہ رہے۔ یہی آپؑ کی مدت امامت ہے۔

آپؑ کے زمانہ کا بادشاہ: یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان بن حکم، عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدلملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک تھے(۱)

آپؑ کے آثار میں سے صحیفہ سجادیہ اور رسالہ حقوق ہیں۔

آپؑ کی شہادت پچیس محرم ۹۵ھ میں واقع ہوئی۔

آپؑ کی قبر: بقیع میں اپنے چچا امام حسنؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپؑ کی قبر مطہر کا انہدام: آٹھ شوال ۱۳۴۴ھ میں وہابیوں نے آپؑ کی اور دیگر آئمہ علیہم السلام کی قبور کو منہدم کیا۔

آپؑ کی نص خلافت

امام حسینؑ کے بعد امام علی ابن الحسین علیہما السلام میں منحصر تھی کیونکہ اولاً تو آپؑ کے علاوہ کسی نے اس کا دعویٰ نہیں کیا دوسرے علم و عمل اور ورع و تقویٰ اور زہد میں آپؑ سب لوگوں سے افضل تھے اور ان نصوص کے علاوہ جو رسولؐ اللہ کی طرف سے آپؑ پر وارد ہوئی تھیں(۲) آپؑ کے والد گرامی کی طرف سے بھی نص تھی۔ ان میں سے کچھ نصوص ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ایک شخص نے امام حسینؑ سے سوال کیا کہ رسولؐ اللہ کے بعد آئمہ کی تعداد کے بارے میں مجھے مطلع فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا: نقباء بنی اسرائیل کی تعداد میں۔ اس نے عرض کیا: ان کے نام ارشاد فرمایئے آپؑ نے سر جھکا کر چند لمحے توقف کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا: اے عرب بھائی! رسولؐ اللہ کے بعد امام اور خلیفہ علیؑ ابن ابی طالب، بھائی حسنؑ اور میں ہوں، اور میری اولاد میں سے نو ہیں، میرا بیٹا علیؑ، پھر اس کا بیٹا محمدؑ ہیں ......الاخر(۳)

۲۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے حسینؑ بن علیؑ کی انگوٹھی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کس کی طرف گئی۔ میں نے سنا ہے کہ ان دوسری چیزوں کے ساتھ جو آپؑ کے بدن سے لوٹی گئی تھیں وہ انگوٹھی بھی آپؑ کے ہاتھ سے اتاری گئی تھی۔ آپؑ نے فرمایا: واقعہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا تھا، اپنی انگوٹھی ان کی انگلی میں پہنائی تھی اور امامت انہیں تفویض کیا تھا جیسا کہ رسولؐ اللہ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا، امیر المومنین نے حسنؑ کے ساتھ کیا، حسنؑ نے حسینؑ کے ساتھ کیا۔ اسی طرح یہ انگوٹھی میرے والد بزرگوار کی طرف آئی اور ان سے میری طرف منتقل ہوئی۔ وہ میرے پاس موجود ہے اور میں اسے ہر جمعہ کو پہنتا اور اس کے

ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ محمد مسلم کہتے ہیں کہ میں جمعہ کو آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے جب آپؑ فارغ ہوئے تو میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے آپؑ کی انگلی میں ایک انگوٹھی دیکھی۔ جس کا نقش ''لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ'' تھا۔ آپؑ نے فرمایا یہ میرے جد ابو عبد اللہ حسینؑ کی انگوٹھی ہے۔ (۴)

۳۔ زہری سے روایت ہے، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کرتا ہے کہ میں حسینؑ بن علیؑ کے پاس تھا کہ علیؑ بن الحسینؑ اصغر داخل ہوئے۔ انہیں حسینؑ نے بلایا اور سینہ سے لگایا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، پھر فرمایا: میرا باپ تجھ پر صدقے! کس قدر پاکیزہ ہے تیری خوشبو اور کس قدر اچھا ہے۔ تیرا خلق۔

روای کہتا ہے کہ میرے دل میں کچھ خیال آیا تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، اے فرزند رسولؐ! اگر وہ کچھ ہو جائے جسے آپ میں دیکھنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں تو پھر کس کی طرف .... تو آپؑ نے فرمایا کہ میرے اس بیٹے علیؑ کی طرف یہ خود بھی امام ہے اور آئمہ کا باپ بھی ہے (۵)

آپؑ کی عبادت

ہمارے لیے اس ذات مقدس کی عبادت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے القاب عبادت سے لیے گئے ہیں۔ اور وہ زین العابدین، سید الساجدین، سید العابدین، سجاد اور ذوثفنات کے القاب کے ساتھ معروف و مشہور ہیں۔ اگر ہم ان تمام عبادات کو جنہیں مورخین اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے تحریر میں لانا چاہیں تو ضخیم تالیفات مرتب ہوں گی۔ پس ہم ان میں سے چند ایک کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ علیؑ بن الحسینؑ ہر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ہوا آپؑ کو سنبل کی طرح دائیں بائیں جھکاتی تھی۔ کھجور کے پانچ سو درخت آپؑ کی ملکیت تھے۔ آپؑ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ جب آپؑ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ اس طرح جیسے ایک شہنشاہ جلیل القدر کے سامنے ایک کمتر و ادنی غلام کھڑا ہو۔ آپؑ کا تمام جسم خوف اور دبدبہ خداوندی سے کانپنے لگتا اور آپؑ اس طرح نماز ادا فرماتے جیسے یہ زندگی میں آخری نماز ہو۔ (۶)

۲۔ شب بیداریوں سے آپؑ کا رنگ زردہ ہو گیا تھا۔ اور رو رو کر آپ کی آنکھیں ابل گئی تھیں۔ سجدوں کی کثرت سے آپؑ کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی اور ناک پھٹ گئی تھی۔ قیام نماز سے آپؑ کی پنڈلیوں اور پاؤں پر ورم آ گیا تھا۔ نماز کا وقت آتا تو آپؑ کے جسم کی کھال سکڑنے لگتی، رنگ زرد ہو جاتا اور جسم شاخ بید کی طرح کانپنے لگتا۔ (۷)

۳۔ ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ فاطمہؑ بنت ابی طالبؑ نے جب دیکھا کہ ان کے بھتیجے علیؑ

بن الحسینؑ کثرت عبادت سے ہلکان ہو رہے ہیں تو وہ جابر بن عبداللہ انصاری کے یہاں گئیں اور ان سے فرمایا: اے رسول اللہ کے صحابی! تم لوگوں پر ہمارے کچھ حقوق ہیں اور ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ ہم میں سے کوئی سختی و مشقت عبادت سے ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہے تو اسے اللہ کی یاد اور اپنے نفس کی بقا پر توجہ دلاؤ یہ علیؑ بن الحسینؑ اپنے والد بزرگوار کی واحد یادگار باقی ہیں۔ سجدوں سے ان کی ناک پھٹ گئی ہے پیشانی اور ہتھیلیوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں اور اپنے کو ہلکان کر رہے ہیں یہ راوی کہتا ہے کہ جابر آئے تو آپؑ کو نہایت نحیف و نزار محراب عبادت میں پایا۔ علیؑ زین العابدین ان کی تعظیم کے لیے اٹھے اور دریافت احوال کے بعد انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر جابر آپؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو آپؑ اہل بیت رسولؐ اور آپؑ کے محبوں کے لیے خلق فرمایا اور جہنم کو آپؑ کے دشمنوں بغض رکھنے والوں کے لیے پیدا کیا ہے پھر یہ کیا جدوجہد ہے جس کا آپؑ نے اپنے نفس کو مکلف بنا رکھا ہے علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا: اے رسولؐ اللہ کے صحابی! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نانا رسولؐ اللہ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے تھے۔ (۸) لیکن آپ نے عبادت میں جدوجہد کو ترک نہ کیا، میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں آپؑ نے اتنی عبادت کی کہ آپؑ کی پنڈلیاں پھول گئیں اور قدموں پر ورم آ گئے۔ آپؑ سے عرض کیا گیا کہ آپؑ یہ کچھ کرتے ہیں جب کہ آپؑ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

جب جابر نے جان لیا کہ آپؑ کسی طور بھی مشقت عبادت سے میانہ روی کی طرف مائل نہیں ہوتے تو عرض کیا فرزند رسولؐ! اپنے نفس کو باقی رہنے دیجئے۔ آپؑ ایسے خاندان سے ہیں جن کی وجہ سے بلائیں دور کی جاتی ہیں، بارش برسائی جاتی ہے۔ شدت و سختی دور کی جاتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اے جابر! ہمیشہ اپنے دونوں بزرگوار رسولؐ اللہ و امیرالمومنینؑ کی راہ و نہج پر چلوں گا اور ان کی تاسی و اقتداء کرتے ہوئے ان سے جا ملوں گا۔

پھر جابر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: خدا کی قسم اولاد انبیاء میں یوسفؑ بن یعقوبؑ کے علاوہ علیؑ بن الحسینؑ کی مانند کوئی نہیں دیکھا گیا۔ خدا کی قسم علیؑ بن الحسینؑ کی ذریت و اولاد یوسفؑ بن یعقوبؑ کی اولاد سے افضل ہے اور بے شک انہی میں سے وہ ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا جب کہ وہ جور سے بھری ہوگی۔ (۹)

۴۔ استاد عبدالعزیز سید الاہل نے کہا ہے چونکہ زمین پر عبادت اور زہد تقویٰ میں کوئی بھی ان کا مثل نہ ہوا تو لوگوں نے آپؑ کو زین العابدین کا لقب دیا، جب دیکھا آپؑ کا سر سجدے سے نہیں اٹھتا مگر دوسرے سجدے کے لیے تو آپؑ کو سجاد کا نام دیا اور جب سجود کی علامات آپؑ کی پیشانی پر ابھر آئیں تو آپؑ کو ذوثفنات کا لقب دیا۔ (۱۰)

۵۔ جب آپؑ نماز کے لیے وضو فرماتے تو آپؑ کا رنگ زرد ہو جاتا۔ آپؑ سے آپؑ کے گھر والے

کہتے کہ وضو کے وقت آپؑ کی یہ کیا حالت ہوگئی ہے۔ تو آپؑ فرماتے کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں (۱۱)

۶۔ جب آپؑ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ جب اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں اور کس سے مناجات و سرگوشی کر رہا ہوں (۱۲)

۷۔ اس کمرے میں آگ لگ گئی جس میں آپؑ سربسجود تھے۔ لوگوں نے چیخنا شروع کیا۔ فرزند رسول آگ آگ! مگر آپؑ نے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھا دی گئی آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت کیا گیا کہ آپ کو کس چیز نے اس سے مشغول کر رکھا تھا۔ آپؑ نے فرمایا مجھے اس سے بڑی آگ نے مشغول کر رکھا تھا۔

۸۔ آپؑ کا ایک بچہ کنویں میں گر گیا۔ اہل مدینہ گھبرا گئے۔ یہاں تک کہ اس کو کنویں سے نکال لیا گیا آپؑ اس عرصے میں نماز پڑھتے رہے اور اپنے محراب سے نہیں ہٹے۔ جب دریافت کیا گیا تو فرمایا: مجھے محسوس نہیں ہوا کیونکہ میں تو عظیم پروردگار سے مناجات کر رہا تھا۔ (۱۴)

۹۔ اہل سیر و تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام زین العابدینؑ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (۱۵)

۱۰۔ آپؑ کی کنیز سے آپؑ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا تفصیل سے عرض کروں یا مختصر۔ کہا کہ مختصر بات کرو۔ اس نے کہا دن کو بھی آپؑ کے لیے کھانا نہیں لاتی اور رات کو بھی آپ کے لیے بستر نہیں کیا (۱۶)۔

ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار اپنے اوپر اللہ کی کسی نعمت کو یاد نہ فرماتے تھے مگر سجدہ کرتے، کتاب اللہ کی وہ آیات کہ جن میں سجدہ نہ ہوتا، ان کی تلاوت کے دوران بھی سجدہ کرتے خدائے تعالیٰ ہر بلا، جس کا آپؑ کو خوف ہوتا، اسے دور کرتا، یا کسی دھوکہ باز کی مکاری کو دور کرتا تو سجدہ کرتے آپؑ کے تمام مواضع سجود میں سجدہ کا اثر تھا، اسی لیے آپؑ کو سجاد لقب دیا گیا (۱۷)

۱۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر سال سات گھٹے آپؑ کے اعضاء سجدہ سے گرتے۔ آپؑ انہیں جمع فرماتے رہتے تھے۔ جب آپؑ کی وفات ہوئی تو میں نے انہیں آپؑ کے ساتھ دفن کیا۔ (۱۸)

آپؑ کی سیرت کا ایک گوشہ

موجودہ دور میں جب کہ ہم اخلاقی پستی کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں بلند پایہ رہنمائی کے بغیر بھٹک

رہے ہیں۔ نیز انحطاط وابتذال سے دوچار ہیں ہمارے لیے لائق ومناسب ہے کہ ہم اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کی طرف رجوع کریں اپنے گم شدہ وقار کو بحال کرنے کے لیے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اسے مشعل راہ بنائیں تاکہ باقی ماندہ مخلوق کی حفاظت کر سکیں اور کاروان گم کردہ راہ کو پھر سے اسلام کے شہر میں پلٹا سکیں۔

آپ کے سامنے چوتھے امام علی ابن الحسین علیہما السلام کی سیرت کا ایک گوشہ ہے۔ اس کو اپنانے اور عمل کرنے کے لیے اخذ کیجئے۔

۱۔ سفیان نے کہا کہ ایک شخص علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ فلاں شخص نے آپؑ کی بدگوئی کی ہے اور اذیت پہنچائی ہے۔ آپؑ نے فرمایا میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ وہ اس خیال سے آپؑ کے ساتھ چلا کہ آپؑ اس سے بدلہ لیں گے۔ اس کے پاس پہنچے تو امامؑ نے فرمایا: اے فلاں! جو کچھ تو نے ہمارے حق میں کہا ہے اگر سچ ہے تو خدائے تعالیٰ مجھے بخشے اور اگر تیرا قول باطل ہے، تو خدا تجھے بخشے۔ (۱۹)

۲۔ ایک روز آپؑ باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آیا اور آپ کو گالیاں دینے لگا۔ غلام وموالی غضبناک ہو کر اس کی طرف بڑھے۔ آپؑ نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ پھر اس شخص سے متوجہ ہوئے، گفتگو ہوئی تو اسے ندامت ہوئی۔ آپؑ نے اس کی طرف ایک چادر پھینکی جو آپؑ نے پہن رکھی تھی اور اس کے لیے ہزار درہم کا حکم دیا۔ وہ شخص اس کے بعد کہا کرتا تھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اولادِ رسولؐ سے ہیں۔ (۲۰)

۳۔ آپؑ کے پاس کچھ مہمان تھے۔ آپ کا ایک خادم ان کے لیے تنور میں سے گرم گرم کباب بڑی تیزی اور عجلت سے لا رہا تھا کہ اس جلدی میں ایک سیخ اس کے ہاتھ سے گری اور امامؑ کے ایک بچہ کے سر پر پڑی جو سیڑھی کے نیچے تھا جس سے وہ بچہ مر گیا۔ غلام متحیر ومضطرب ہوا، مگر امامؑ نے فرمایا تو راہ خدا میں آزاد ہے۔ تو نے یہ کام جان بوجھ کر نہیں کیا۔ پھر آپؑ نے اپنے بیٹے کو تجہیز وتکفین کے بعد دفن کر دیا (۲۱)

۴۔ مدینہ کا گورنر ہشام بن اسمٰعیل امامؑ کو سخت اذیت پہنچاتا تھا۔ جب وہ معزول ہو گیا تو ولید نے اس کے بارے میں حکم دیا۔ اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے۔ وہ کہتا تھا کہ وہ نہیں ڈرتا مگر علیؑ بن الحسینؑ سے۔ لیکن امامؑ اس کے قریب سے گزرے اس پر سلام کیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ کوئی شخص بھی اس کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے۔ اسے پیغام بھیجا کہ اموال تم سے واپس لیے جا رہے ہیں اور ان میں جس قدر کی ادائیگی سے تم عاجز ہو تو ہمارے پاس اتنا ہے کہ تمہارے لیے کافی ہو۔ پس ہم سے اور ہر اس شخص سے جو ہماری اطاعت کرتا ہے طیب خاطر اور اچھے سلوک کی توقع رکھنا۔ (۲۲)

۵۔ واقعہ حرۃ میں بنی امیہ مدینہ سے شام کی طرف نکلے تو مروان بن حکم کے اہل وعیال اور اس کی بیوی عائشہ بنت عثمانؓ بن عفان نے آپؑ کے یہاں پناہ لی۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے گورنر اور بنی امیہ کو مدینہ سے نکالا تو مروان نے عبداللہ بن عمر سے اپنی اور اہل وعیال کی پناہ کے لیے درخواست کی لیکن ابن عمر نے ایسا

کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر مروان نے علیؑ بن الحسینؑ سے عرض کیا: اے ابوحسینؑ! میری آپ سے عزیز داری ہے۔ میرے اہل حرم آپ کے اہل حرم میں رہیں گے آپؑ نے منظور فرمایا۔ اس لیے اہل وعیال کو آپؑ کے یہاں بھیج دیا پس آپؑ اپنے اہل حرم اور مروان کے بال بچوں کو لے کر مدینہ سے نکلے اور بغیبنہ کے چشمہ پر مقیم ہوئے۔ یہ واقعہ مکارم اخلاق اور برائی کا بدلہ نیکی سے دینے کی انتہا ہے۔(۲۳)

۶۔ آپؑ نے پچیس حج اپنی ناقہ پر کیے مگر کبھی اسے کوڑا نہیں مارا۔ ایک مرتبہ ناقہ نے سرکشی کی تو آپؑ نے چابک اٹھائی اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا: اگر قصاص کا ڈر نہ ہوتا تو مارتا اور پھر ہاتھ واپس کر لیا(۲۴)

۷۔ آپؑ پر ایک کنیز پانی ڈال رہی تھی کہ آپ نماز کے لیے وضو کریں۔ اسے اونگھ آ گئی لوٹا اس کے ہاتھ سے گر گیا اور آپؑ کے سر میں چوٹ لگی۔ آپؑ نے سر اٹھا کر کنیز کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا اللہ کا ارشاد ہے"والکاظمین الغیظ"(اور غصہ کو پینے والے) آپؑ نے فرمایا میں نے غصہ پی لیا پھر اس نے کہا"والعافین عن الناس"(اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں) آپؑ نے فرمایا: خدا تجھے معاف کرے۔ پھر اس نے کہا"واللہ یحب المحسنین"(خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپؑ نے فرمایا: جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو(۲۵)

۸۔ آپؑ نے اپنے ایک غلام کو دو مرتبہ آواز دی۔ اس نے جواب نہ دیا تیسری آواز پر جواب دیا۔ آپؑ نے فرمایا اے بیٹا! کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟ اس نے کہا: سنی تھی فرمایا جواب کیوں نہ دیا؟ اس نے کہا میں آپؑ سے مامون تھا۔ فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے میرے مملوک کو مجھ سے امن میں رکھا ہے۔(۲۶)

۹۔ آپؑ کسی غلام کو مارتے نہیں تھے بلکہ اس کی غلطیاں اور گناہ اپنے ہاں لکھ لیتے تھے۔ جب ماہ کا آخری وقت آتا تو آپؑ انہیں اکٹھا کرتے ان کے گناہ کو ثابت کرتے اور ان سے مطالبہ کرتے کہ وہ آپؑ کے لیے اللہ سے مغفرت چاہیں جیسا کہ آپؑ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ پھر انہیں آزاد کر دیتے اور انہیں مختلف جائزے دیتے۔ آپؑ ایک سال سے زیادہ کسی خادم سے خدمت نہیں لیتے تھے۔(۲۸)

۱۰۔ آپؑ اور آپؑ کے چچیرے بھائی حسن بن حسنؑ کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی۔ آپؑ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ حسن آئے اور جا بیجا باتیں کہیں مگر آپؑ خاموش رہے۔ حسن واپس چلے گئے رات کو آپؑ حسن کے مکان پر گئے دروازہ کھٹکھٹایا حسن باہر آئے۔ آپؑ نے فرمایا بھائی حسن! وہ باتیں جو تم نے کہیں سچ تھیں تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر غلط اور جھوٹ تھیں تو اللہ تمہیں معاف کرے۔ تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں۔ آپؑ واپس ہوئے تو حسن آپؑ کے پیچھے آئے، دامن پکڑ لیا اور رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپؑ ان پر ملتفت ہوئے حسن نے عرض کیا۔ اب میں ایسی بات نہ کروں گا جو آپؑ کو ناپسند ہو۔ آپؑ نے فرمایا: تمہارے لیے

معافی ہے۔

۱۱۔ ابراہیم بن سعد کہتا ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ اندرون خانہ سے چیخ وپکار کی آواز سنی گئی۔ آپؑ گھر میں تشریف لے گئے کچھ دیر بعد پھر باہر آئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کیا کوئی حادثہ ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ لوگوں نے آپؑ سے تعزیت کی اور آپؑ کے صبر وتحمل پر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت واجب چیزوں میں اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور ان امور میں جو ہمیں ناپسند ہوں اُس کی حمد وثنا کرتے ہیں۔(۲۸)

۱۲۔ ایک شخص علیؑ بن الحسینؑ کے خلاف بہت باتیں کرتا رہا مگر آپؑ نے توجہ نہ دی تو اس نے کہا کہ میں یہ سب کچھ آپؑ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں بھی تجھ سے ہی چشم پوشی کرتا ہوں۔(۲۹)

۱۳۔ جناب صادقؑ سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ اکثر ان لوگوں کے ساتھ سفر کرتے تھے جو آپؑ کو جانتے پہنچانتے نہ ہوں۔ ایک مرتبہ دوران سفر ایک شخص نے آپؑ کو قافلہ میں دیکھ کر پہچان لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ علیؑ بن الحسینؑ ہیں۔ پس لوگ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور آپؑ کے ہاتھ، پاؤں چومنے لگے اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا آپؑ نے چاہا کہ ہم واصل جہنم ہوں؟ اگر آپؑ کے بارے میں نادانستہ ہمارے ہاتھ یا زبان سے کچھ ظاہر ہوتا تو کیا ہم رہتی دنیا تک ہلاک نہ ہو جاتے؟ اپنے کو چھپائے رکھنے پر آپؑ کو کس چیز نے آمادہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ میں نے ایک مرتبہ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کیا جو مجھے جانتے پہنچانتے تھے۔ پس رسولؐ اللہ کی وجہ سے انہوں نے مجھے کچھ دیا جس کا میں مستحق نہ تھا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے ان جیسا سلوک کرو۔ لہٰذا اپنے کو چھپائے رکھنا مجھے زیادہ پسند ہے۔(۳۰)

آپؑ کا کرم واحسان

جس کسی نے بھی امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں اس نے آپؑ کے صدقات فقراء ومساکین پر آپؑ کے احسان وکرم، شفقت ومہربانی، آپؑ کا عطف والتفات اور آپؑ کی نیکیوں کا واضح اور نمایاں ذکر کیا ہے۔ آپؑ کے فضائل اور حق کے منکروں کو بھی آپؑ کے فیوض ومہربانیاں شامل تھیں۔ آپؑ اپنے احسان کو اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ ادب سے وابستہ کر دیتے تھے۔ مورخین کی بیان کردہ ایسی ہی چند مثالیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ یتامیٰ ومساکین، تکلیف زدہ، بے آسرا اور محتاجوں کو دسترخوان پر حاضر کرنے اور شریک طعام بنانے پر بہت خوش ہوتے تھے انہیں اپنے ہاتھوں

سے کھلاتے، ان میں اہل وعیال والوں کو ان کے عیال واطفال کے لیے وافر کھانا ساتھ کر دیتے اور آپؑ خود کھانا نہ کھاتے جب تک اس قدر کھانا صدقہ کرتے ۔(۳۱)

۲۔ جب کوئی سائل آپؑ کے پاس آتا تو فرماتے: مرحبا! اے میرا زادِ آخرت اٹھا کر لے جانے والے(۳۲)

۳۔ آپ شکر اور باداموں کا صدقہ کرتے اس بارے میں آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" کی تلاوت فرمائی (تم اس وقت تک ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جسے محبوب رکھتے ہو) آپؑ ان دو چیزوں کو بہت پسند فرماتے تھے(۳۳)

۴۔ جناب ابوجعفر محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ پشت پر تھیلا رکھے ہوئے رات کو تاریکی میں نکلتے ایک ایک دروازہ کھٹکھٹاتے۔ جو نکلتا اسے حسب ضرورت اس میں سے دیتے اور چہرہ چھپائے رکھتے کہ کوئی پہچان نہ لے(۳۴)

۵۔ آپؑ رات کو اپنے چچازاد کے پاس اجنبی صورت میں جاتے اور انہیں کچھ دینار دیتے تو وہ کہتے کہ علیؑ بن الحسینؑ میرے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرتا۔ خدا اسے جزاء خیر نہ دے۔ آپؑ صبر و برداشت کرتے اور اپنا تعارف نہ کراتے۔ جب آپؑ شہید ہو گئے تو اس نے دینار دینے والے کو مفقود پایا۔ پھر اسے آپؑ کے احسان کا علم ہوا۔ پس وہ آپؑ کی قبر پر آیا اور گریہ کرتا رہا۔(۳۵)

۶۔ ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ جس دن روزہ رکھتے تو حکم دیتے کہ بکری ذبح کی جائے۔ اس کے جوڑا الگ کیے جاتے اسے پکایا جاتا۔ شام کے وقت دیگوں پر جھک کر ان کی بو سونگھتے۔ پھر بڑے بڑے پیالے منگا کر فرماتے: اسے فلاں کی اولاد کی خاندان کے لیے نکالو، یہاں تک کہ آپؑ آخری دیگ تک پہنچ جاتے۔ پھر روٹی اور کھجور لائی جاتی وہ آپ کا رات کا کھانا ہوتا۔(۳۶)

۷۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ کو انگور بہت پسند تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بہت اچھے انگور آئے۔ آپؑ کی ام ولد کنیز نے آپؑ کے لیے خریدے اور افطار کے وقت آپؑ کے پاس لائی۔ آپؑ بہت خوش ہوئے۔ آپؑ ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے تھے کہ دروازے پر ایک سائل آ کر رکا۔ آپؑ نے کنیز سے کہا یہ سائل کو دے دو۔ اس نے عرض کیا: میرے مولا! اس میں سے کچھ رکھ لیجئے فرمایا! خدا کی قسم! انہیں اور سب انگور سائل کو دے دیتے۔ کنیز نے دوسرے دن پھر انگور خریدے اور افطاری میں پیش کیے۔ سائل پھر آ کھڑا ہوا۔ سب انگور سائل کو دیئے۔ کنیز نے پھر آپؑ کے لیے انگور منگوائے اور رات کو لے کر آئی۔ سائل نہ آیا۔ تب آپؑ نے انگور کھائے اور فرمایا اس میں کوئی چیز ہم سے فوت نہیں ہوئی۔ الحمدللہ(۳۷)

۸۔ سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ ایک سرد رات میں جب کہ بارش بھی ہو رہی تھی زہری نے

علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا کہ آپؑ پشت پر آٹے کی بوری اٹھائے جا رہے ہیں۔ عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! کیا ارادہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں جس کے لیے زادِ راہ تیار کیا ہے۔ اسے محفوظ جگہ لے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: یہ میرا غلام اٹھا لے گا۔ آپؑ نے انکار کیا: عرض کیا پھر میں اٹھا کر لے چلوں کیوں کہ میں آپ کو اس کام سے اعلیٰ وارفع سمجھتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: لیکن میں تو اپنے آپ کو اس سے بلند وارفع نہیں سمجھتا کہ جو چیز سفر میں میرے لئے نجات کا باعث بنے اور میرے ورود کو اچھا کردے جس پر میں وارد ہونا چاہتا ہوں میں تمہیں اللہ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اپنے کام کو جاؤ اور مجھے چھوڑ دو۔ کچھ دنوں بعد زہری نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! میں اس سفر کے کوئی آثار نہیں دیکھ رہا جس کا آپؑ نے ذکر فرمایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے زہری! وہ سفر نہیں جو تو نے گمان کیا ہے۔ وہ تو وقت کا سفر ہے۔ میں اس کی تیاری کر رہا ہوں۔ موت کے لیے تیاری محرمات سے بچنا اور خیر و نیکی میں مال خرچ کرنا ہے۔ (۳۸)

۹۔ ابن عائشہ کہتا ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کہتے سنا کہ ہم نے پوشیدہ صدقہ کو مفقود نہیں پایا مگر علیؑ ابن الحسینؑ کی وفات کے بعد۔ (۳۹)

۱۰۔ ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام روٹیوں کا تھیلا اپنی پشت پر اٹھا لیتے صدقہ کرتے اور فرماتے پوشیدہ صدقہ پروردگار کے غضب کو خاموش کرتا ہے (۴۰)

۱۱۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں مدینہ میں کچھ ایسے لوگ زندگی بسر کرتے تھے جنہیں معلوم نہ تھا کہ ان کا رزق کہاں سے آتا ہے۔ جب علیؑ بن الحسینؑ کی وفات ہوئی تو اس رزق کو مفقود پایا۔ (۴۱)

۱۲۔ آپؑ نے دو مرتبہ اپنا کل مال راہ خدا میں تقسیم کیا۔ (۴۲)

۱۳۔ جب مسلم بن عقبہ نے مدینہ کا محاصرہ کیا اس وقت امامؑ نے چار سو عورتوں کی ان کی اولاد اور ملازمین کے ساتھ کفالت کی۔ انہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ شامل کر لیا۔ ان کے اخراجات آپؑ برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ابن عقبہ مدینہ چھوڑ کر چلا گیا۔ آپؑ نے جن افراد کی کفالت کی تھی ان میں سے ایک نے قسم کھا کر کہا ہم نے اپنے ماں باپ کے گھر میں وہ راحت و آرام اور خوش گوار زندگی نہیں دیکھی تھی۔ جو علیؑ ابن الحسینؑ کے گھر میں دیکھی۔ (۴۳)

۱۴۔ آپؑ کی وفات کے بعد جب غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپؑ کی پشت پر کچھ آثار دیکھے پوچھا کیسے نشانات ہیں بتایا گیا کہ آپؑ رات کے وقت آٹے کی بوریاں آپ اٹھا کر پوشیدہ طور پر فقراء مدینہ کو پہنچاتے تھے (۴۴)

۱۵۔ جب آپؑ کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپ اہل مدینہ کے سو گھروں کی کفالت کرتے تھے اور اشیاء نوش خود اٹھا کر ان کو پہنچاتے تھے (۴۵)

آپؑ کے آزاد کردہ غلام

اسلام کا ظہور ایسے وقت میں ہوا جب دنیا غلاموں اور عبید سے پر تھی۔ لہٰذا اسلام نے ہر طریقہ سے انسان کو اپنے ہی بھائی انسان کے گلے سے غلامی کے طوق کو ختم کرنے پر متوجہ کیا۔ پہلی چیز جو اسلام نے مقرر کی یہ تھی کہ غلامی کے موارد کا دروازہ بند کرے۔ کسی انسان کو حق نہیں کہ وہ اپنے دوسرے بھائی انسان کو غلام بنائے۔ پھر اسلام نے عبید و غلام کی مشکلات کے حل پر زور دیا اور اس رسم سے چھٹکارے کی سعی کی پس اس نے لوگوں کو ذریعہ بتایا اور انہیں غلام آزاد کرنے کی دعوت دی۔ غلام آزاد کرنے کو بہت بڑی نیکی اور ثواب قرار دیا اللہ تعالیٰ کے قریب و خوشنودی کا ذریعہ بنایا۔ بعض اوقات اسے فرض و واجب کہا۔ بعض گناہوں کا کفارہ قرار دیا مثلاً ماہ رمضان میں افطار کرنا اور دیگر ایسے امور۔

شاہراہ اسلام پر چلتے ہوئے غلاموں کو آزاد کرنے کا علم امام زین العابدینؑ نے اٹھایا اور ہزاروں غلام آزاد کئے۔

۱۔ سید الاہل کہتے ہیں کہ آپؑ اپنی ضرورت کے لیے نہیں بلکہ آزاد کرنے کی نیت سے غلام خریدتے کہا گیا ہے کہ آپؑ نے ایک لاکھ غلام آزاد کئے۔

۲۔ سید امینؒ نے کہا ہے: ہر سال ماہ رمضان کی آخری رات میں آپؑ کم و بیش بیس غلاموں کو آزاد کرتے اور فرماتے کہ ماہ رمضان کی ہر رات افطار کے وقت اللہ کے حکم سے ستر ہزار افراد آگ سے آزاد ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک پر آتش جہنم واجب ہوتی ہے اور پھر خدائے تعالیٰ رمضان کی آخری شب میں اتنے افراد آزاد کرتا ہے جتنے تمام ماہ رمضان میں آزاد کیے جاتے ہیں۔ مجھے پسند آیا کہ دار دنیا میں اس امید پر کہ خدا میری گردن جہنم کی آگ سے آزاد رکھے میں اپنی ملکیت سے کچھ گردنیں آزاد کر کے خدا سے ملاقات کروں۔

سید امین کہتے ہیں کہ آپؑ کسی غلام سے ایک سال سے زیادہ خدمت نہ لیتے تھے۔ آپؑ کسی غلام کے سال کی ابتداء میں مالک ہوتے یا سال کے وسط میں۔ عید فطر کی رات آتی تو آپؑ اسے آزاد کر دیتے پھر اور غلام خریدتے اور اسی طرح آزاد فرماتے۔ یہاں تک کہ آپؑ اللہ کی بارہ گاہ میں جا پہنچے۔ آپؑ سیاہ غلام خریدتے، حالانکہ آپؑ کو ان سے خدمت لینے کی ضرورت نہ ہوتی۔ انہیں میدان عرفات میں لے جاتے وہاں ان سے افراد کی کمی پوری کرتے جب مزدلفہ کی طرف افاضۃ کرتے اور جانے لگتے تو انہیں آزاد کرتے اور اپنے مال سے جائزے دینے کا حکم صادر فرماتے (۴۲)

۴۔ استاد سید الاہل کہتے ہیں جب غلاموں کو یہ بات معلوم ہوگئی تو وہ خود کو آپ تک پہنچانے لگے اور آپؑ کو منتخب کرنے لگے اور اپنے آقاؤں کے ہاتھ سے نکل کر آپؑ کے ہاتھ آنے لگے۔ پس یہ دور چلنے لگا اور زمانہ

گذرتا رہا۔ امام زین العابدینؑ ہر سال، ہر مہینے اور ہر روز ہر لغزش وخطا پر آزادی بخشنے لگے۔ یہاں تک کہ مدینہ میں آزاد غلاموں اور آزاد کنیزوں کا لشکر بن گیا۔ وہ سب امام زین العابدینؑ کے غلام اور آزاد کردہ تھے۔ اور ان کی تعداد پچاس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہوگئی (۴۷)

آپؑ کے بعض خطبات

بنی امیہ و بنی عباس اپنی سرکشی، جبر وتشدد، اہلبیتؑ کو اذیت پہنچانے اور ان پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے گئے۔ ان کا یہ ظالمانہ برتاؤ صرف اہلبیتؑ کی ذوات تک نہ تھا بلکہ حقیقتاً تمام امت اسلامی کے لیے تھا کیونکہ انہوں نے امت کو ان کی تعلیمات اور رشد وہدایت سے محروم رکھا، آئمہ اہل بیتؑ اور ان کے اہداف ومقاصد کے قیام میں حارج ومانع ہوئے جب کہ اللہ تعالیٰ نے رشد وہدایت کے فرائض آئمہ کو تفویض کئے تھے۔ پس یہ بزرگوار اپنی تعلیمات کو پوشیدہ طور پر جاری رکھتے۔ اپنے دروس واسابق سے مخفیانہ فیض پہنچاتے اور اپنے امرامات کو چھپائے رکھتے۔ ان کی تعلیمات لوگوں میں نشر ہونے کے سلسلہ میں ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایت وتائید تھی۔

خطابت کا موضوع تصرف وعمل میں حریت وآزادی کا محتاج ہے اور اسی سے یہ ہستیاں محروم تھیں۔ لیکن ان میں سے بعض کے چند خطبات مقرر ومعین مناسبتوں میں وارد ہوئے ہیں۔ ذیل میں امام زین العابدینؑ کے چند خطبات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ کوفہ میں جناب ام کلثومؑ کے خطبہ کے بعد امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموش ہوگئے۔ آپؑ کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد نبی اکرمؐ کا ذکر فرمایا اور ان پر درود بھیجا۔ پھر آپؑ نے فرمایا جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے فرات کے کنارے بغیر کسی خون کے بدلہ یا انتقام کے مطالبہ کے پیاسا ذبح کردیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک حرمت ہوئی ہے، جس سے نعمت حیات چھین لی گئی ہے، جس کا مال لوٹا گیا، جس کے اہل وعیال کو قید کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے چاروں طرف سے گھیر کر شہید کیا گیا اور یہی فخر کے لیے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ تم نے میرے باپ کو خطوط لکھے انہیں دھوکہ دیا، اپنی طرف سے عہد ومیثاق دیئے اور بیعت کی پیش کش کی۔ پھر تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان سے جنگ کی۔ پس تم پر ہلاکت ہو اس بدظنی اور بداعمالی کی وجہ سے جو تم نے اپنی عاقبت خراب کرنے کے لیے انجام دیئے اور فردائے قیامت تم کس طرح رسول اللہؐ کے سامنے آنکھیں اٹھا سکو گے جب وہ تم سے کہیں گے کہ تم

نے میری عترت واولاد کو مار ڈالا میری ہتک حرمت کی۔ پس تم میری امت سے نہیں ہو۔

پس ہر طرف سے لوگوں کے گریہ کی آواز بلند ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ تم برباد ہو گئے اور تمہیں علم بھی نہ ہوا پھر آپؑ نے فرمایا: خدا اس شخص پر رحم کرے جو میری نصیحت کو سنے اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے بارے میں میری وصیت کو یاد رکھے۔ بے شک ہمارے لیے اللہ کی ذات میں اسوہ حسنہ اور بہترین نمونہ ہے۔

ان سب نے مل کر کہا: اے فرزند رسولؐ! ہم سب آپؑ کی بات سنتے، اطاعت کرتے، آپؑ کے لیے اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور آپؑ سے الگ نہیں ہونگے۔ نہ پہلو تہی کریں گے۔ آپؑ حکم فرمائیں۔ خدا آپؑ پر رحم فرمائے۔ ہماری اس سے جنگ ہے جو آپؑ سے جنگ کرے، اس سے صلح ہے جو آپؑ سے صلح کرے، تاکہ ہم اس سے آپؑ کا اور اپنا انتقام لیں جس نے آپؑ اور ہم پر ظلم کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ھیھات ھیھات۔ یہ تو دور اور بہت دور کی بات ہے۔ اے غدارو اور مکارو! تمہارے اور تمہاری خواہشات نفس کے درمیان مانع پیدا کر دیا گیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میری طرف اسی طرح آ ؤ جس طرح تم میرے آباء اور بزرگوں کی طرف آئے ہو ہرگز نہیں۔ ان اونٹنیوں کی قسم! جو میدان منیٰ کی طرف رقص کرتی ہوئی جاتی ہیں۔ ابھی تک تو میرے زخم مندمل نہیں ہوئے۔ کل میرے والد بزرگوار اور ان کے انصار اہل بیت مارے گئے مجھے رسول اللہ کا رونا اپنے والد محترم اور ان کی اولاد کا رونا نہیں بھولا۔ یہ دیکھ میرے جبڑے کی ہڈیوں میں اور اس کی تلخی نرخروں اور گلے کے درمیان ہے اور اس کے تلخ گھونٹ میرے سینہ کی پتلی ہڈیوں میں اٹکے ہوئے ہیں پس میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ ہمارے ساتھی بنو اور نہ مخالف بنو! پھر آپؑ نے یہ شعر پڑھے۔

لاغرو ان قتل الحسین و شیخه

قد کان خیرا من حسین و اکرما

ولا تفرحوا یا اهل کوفان بالذی

اصیب حسین کان ذلك اعظما

قتیل بشط النهر روحی فدائوہ

جزاء الذی ارادہ نار جهنما

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حسینؑ شہید کر دیئے گئے جب کہ ان کے والدان سے بہتر و محترم تھے۔

اے اہل کوفہ! اس مصیبت پر جو حسینؑ کو پہنچی خوش ہونا، ایک بڑی مصیبت ہے، جو شط فرات پر مارا گیا، اس پر میری جان فدا ہو جس نے انہیں شہید کیا اس کی سزا جہنم کی آگ ہو۔

۲۔ یزید نے منبر لگانے اور خطیب کو بلانے کا حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے۔ حسینؑ اور ان کے والد محترم کی مذمت کرے خطیب منبر پر گیا۔ اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر امیر المومنینؑ اور حسین شہید کی مذمت میں انتہا کر دی۔ معاویہ و یزید کی مدح میں طول دیا۔ اور ہر خوبی کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔ تو علیؑ بن الحسینؑ نے چلا کر کہا: وائے ہو تجھ پر اے خطیب! تو نے خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل کی۔ پس تو نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے یزید! کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ اس لکڑیوں کے ڈھانچہ پر چڑھ کر وہ باتیں کروں جن سے خدا راضی ہو اور ان سامعین کے لیے باعث ثواب ہو یزید نے انکار کر دیا۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''امیر المومنین'' ان کو اجازت دیجئے کہ منبر پر جائیں۔ شاید ہم ان سے کچھ سن سکیں۔ یزید نے کہا اگر یہ منبر پر گیا تو نہیں اترے گا مگر میری اور آل ابوسفیان کی فضیحت و رسوائی کے ساتھ۔ اس سے کہا گیا کہ اس میں کہاں قدرت ہے کہ اچھا خطاب کر سکے۔ یزید نے کہا: یہ ایسے اہل بیت ہیں کہ انہیں علم کی چوگ دی گئی ہے (اس طرح علم دیا گیا ہے جیسے کبوتر اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے) مگر مجمع نے اصرار کیا کہ یزید اجازت دینے پر مجبور ہو گیا۔ پس آپؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ کی حمد وثنا کی پھر ایسا خطبہ دیا جس نے آنکھوں کو رلایا، دل دھڑکنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! ہمیں چھ نعمتیں اور سات فضائل دیئے گئے ہیں۔ ہمیں علم، حلم و بردباری، جود وسخا، فصاحت وبلاغت، شجاعت اور مومنوں کے دلوں کی محبت والفت دی گی ہے۔ ہم میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے شیر ہیں ہم میں سے عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور ہم میں سے اس امت میں دو سبط ہیں۔ جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے، جو نہیں جانتا تو میں اسے اپنے حسب ونسب کی خبر دیتا ہوں۔ اے لوگو! میں مکہ ومنیٰ والے کا بیٹا ہوں۔ میں زمزم وصفا والے کا بیٹا ہوں۔ میں جوتا پہنے والوں اور پاؤں ننگے رکھنے والوں میں سے بہترین کا بیٹا ہوں۔ میں سعی وطواف کرنے والوں میں سے بہترین کا بیٹا ہوں۔ میں حج کرنے والے اور تلبیہ کہنے والوں میں سے بہترین کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جسے براق پر فضا میں اٹھایا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں، جسے مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک سیر کروائی گئی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو قریب ہوا، پھر جھکا تو دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے آسمان کے فرشتوں کو نماز پڑھائی میں اس کا بیٹا ہوں جس سے خدائے جلیل نے وحی کی جو وحی کی، میں محمد مصطفیؐ کا بیٹا ہوں۔ میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے لوگوں کی ناکوں پر ضرب لگائی یہاں تک کہ انہوں نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول اللہؐ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی اور دو نیزوں سے حملہ کیا، دو ہجرتیں کیں، دو بیعتیں کیں اور بدر وحنین میں جہاد کیا اور چشم زدن کی مقدار میں بھی کفر نہیں کیا۔ میں صالح المومنین کا بیٹا ہوں۔ میں ملحدین کا قلع قمع کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ میں مسلمانوں کے سید وسردار کا بیٹا ہوں۔ مجاہدین کی روشنی ونور کا بیٹا ہوں۔ میں عبادت کرنے والوں کی زینت کا بیٹا ہوں میں خوف خدا سے رونے والوں کے سرتاج کا بیٹا ہوں۔ میں

صابرین میں سے زیادہ صابر کا بیٹا ہوں۔ میں خوف خدا سے رونے والوں کے سرتاج کا بیٹا ہوں۔ میں صابرین میں سے زیادہ صابر کا بیٹا ہوں۔ میں آل یسین رسول رب العالمین کے ساتھ قیام کرنے والوں میں سے افضل کا بیٹا ہوں۔ جس کی جبرئیل کے ذریعہ نصرت کی گئی میں حرم مسلمین کی حمایت کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ میں حق سے پھرنے، بیعت توڑنے اور ظلم کرنے والوں کے قاتل کا بیٹا ہوں۔ ناصبی دشمنوں سے جہاد کرنے والے اور قریش میں سے سب سے زیادہ قابل فخر کا بیٹا ہوں جو سابق الاسلام ہے۔ میں تجاوز و زیادتی کرنے والوں کی کمر توڑنے والے، مشرکین کو ہلاک کرنے والے، منافقین کے لیے اللہ کی کمانوں کا تیر، عابدوں کی زبان حکمت دین خدا کے حامی و ناصر، امر خدا کے دلی، حکمت خدا کی زبان، علم خدا کے حامل، صاحب جود وسخا، دانا۔ وذ کی ابطحی رضی بڑھ بڑھ کر ہمہمہ کرنے والے بہت روزہ رکھنے والے اور صابر، مہذب قوم کمر کو توڑنے والے مختلف جماعتوں اور احزاب کو منتشر کرنے والے مربوط رسی والے، ثابت قدم، مضبوط دل، اور صاحب عزم و ارادہ شیر نر کا بیٹا ہوں۔ گرم بازار جنگ میں لوگوں کو چکی کی طرح پینے والے کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو اسلام کے دشمنوں کو یوں اڑا دیتا جیسے ہوا خشک گھاس کو اڑا دیتی ہے۔ میں شیر مجاز، کش (منڈھا) عراق کا بیٹا ہوں میں مکی و مدنی وحنیفی وعقبی کا بیٹا ہوں۔ میں بدر و احد کے بہادر، عرب کے سردار، بیعت شجرہ والے اور مہاجر، شیر جدال، وارث المشعرین، سبطین، حسنؑ وحسینؑ کے بابا کا بیٹا ہوں۔ میرے دادا علیؑ بن ابی طالبؑ ان خوبیوں پر فائز ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں میں سیدہ النساء کا بیٹا ہوں۔ پس آپ مسلسل کہتے رہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ یہاں تک کہ لوگ گریہ وبکا اور حزن وملال سے چیخیں مارنے لگے۔ یزید ڈر گیا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے پس اس نے موذن کو حکم دیا کہ اذان کہو موذن نے آپ کا کلام قطع کر دیا اس نے کہا اللہ اکبر آپ نے فرمایا بے شک اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ جب اس نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ" علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا۔ میرے بال، میرا چمڑا میرا گوشت میرا خون اس کی گواہی دیتا ہے۔ جب موذن نے کہا "واشھد ان محمداً رسول اللہ" تو آپؑ منبر پر سے ہی یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے یزید! یہ محمدؐ تیرے نانا تھے یا میرے نانا؟ اگر تو یہ گمان کرے کہ تیرے نانا تھے تو تو جھوٹا ہے اور تو کافر ہو جائے گا۔ اگر تو یقین کرے کہ وہ میرے نانا تھے تو پھر تو نے ان کی عترت واولاد کو کیوں قتل کیا ہے۔ (۴۸)

۲۔ واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدین "جب مدینہ پہنچے اور اہل مدینہ گریہ وبکا واویلا کرتے ہوئے آپ کے استقبال کے لیے شہر سے برآمد ہوئے تو آپ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور فرمایا حمد وتعریف اس اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جو رحمان ورحیم ہے اور جزا کے دن کا مالک ہے جو ہر مخلوق کا خالق ہے۔ جو بلند ترین آسمانوں میں بلند ہوا۔ اور قریب ہے تو سرگوشی میں بھی شاہد وحاضر ہے اور ہم بڑے بڑے امور، زمانہ کے دردناک حالات مصیبتوں کے دکھ درد میں باعث آزاد گفتگو میں اور عظیم مصائب میں

مبتلا کیا اور اسلام میں جو ایک عظیم رخنہ پڑا ہے اس سے ہمارا امتحان لیا۔ ابوعبداللہ الحسینؑ اور ان کی عترت شہید ہوگئی۔ ان کی خواتین اور بیٹیاں قید ہوگئیں ہیں۔ اور ان کے سر مبارک کو نیزے پر بلند کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس کی مثل کوئی مصیبت نہیں ہے اے لوگو تم میں سے کون سے مرد ہیں جو ان کی شہادت کے بعد خوش رہ سکیں گے کون سا دل ہے۔ جو ان کی وجہ سے مغموم و محزون نہ ہوگا یا تم میں سے کون سی آنکھ ہے جو اپنے آنسوؤں کو روک سکے گی یا آنسو بہانے میں بخل کرے گی۔ تحقیق ساتوں آسمانوں نے ان کی شہادت پر گریہ کیا ہے۔ سمندر اپنی موجوں کے ساتھ روئے ہیں۔ آسمان اپنے ارکان کے ساتھ زمین اپنی اطراف کے ساتھ درخت اپنی ٹہنیوں کے ساتھ مچھلیاں سمندر کی لہروں میں۔ ملائکہ مقربین اور تمام اہل آسمان ان پر گریہ کناں ہوئے ہیں۔

اے لوگو! کون سا دل ان کی شہادت سے پھٹنے نہیں لگتا! کون سا قلب ان کا عاشق و مشتاق نہیں ہے! کون سے کان اس خبر سے گنگ نہیں ہوتے ہم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ ہمیں شہروں سے نکالا، دھکیلا، پراگندہ دور کیا جاتا ہے گویا کہ ہم ترک دیلم کی اولاد ہیں بلا ارتکاب جرم و بلا اقدام فعل شنیع و ناپسندیدہ اور بغیر کسی رخنہ کے جو ہم نے اسلام میں ڈالا ہو ہم سے یہ برتاؤ ہوا ہے۔ ہم نے اس قسم کا کوئی واقعہ اپنے سابق و گذشتہ آباء و اجداد میں نہیں سنا۔ یہ سب کچھ نہیں ہے مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ خدا کی قسم! اگر نبی کریمؐ انہیں پہلے سے ہمارے ساتھ جنگ کا حکم دے جاتے (جیسا کہ وہ ہمارے بارے میں انہیں احترام کی وصیت کر گئے تھے) تو اس سے زیادہ نہ کر سکتے جو انہوں نے کیا ہے۔ پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں کتنی عظیم، کتنی تکلیف دہ، کتنی دردناک، کتنی غضب انگیز اور غضبناک ہیجان کن اور کتنی زیادہ تلخ مصیبت ہم اللہ کے حساب میں ڈالتے ہیں اس مصیبت کو جو ہمیں پہنچی ہے۔ بے شک وہ عزیز و غالب اور صاحب انتقام ہے۔

پس صوحان بن صعصعہ بن صوحان آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ زمین گیر دونوں پاؤں کے لنجا پن کی وجہ سے) آنجنابؑ نے اس کا عذر قبول کیا اور اس کے متعلق حسن ظن کا اظہار فرمایا۔ اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے باپ کے لیے دعا ئے۔ رحمت کی پھر آپؑ اپنے اہل حرم کے ساتھ داخل مدینہ ہوئے۔ (۴۹)

آپؑ کی بعض وصیتیں

معاشرے میں انقلاب پیدا کرنے کے وسائل وذرائع میں سے ہمارے آئمہؑ کے وصایا۔ کثیرہ ہیں جو امت کو دین کی طرف متوجہ کرنے کی دعوت دیتی ہیں اور موجب رشد و ہدایت ہیں۔ اگر ان وصیتوں کو جمع کیا جائے تو علم اخلاق کے کتب خانے کے ایک بہت بڑے حصہ میں سما سکیں کیونکہ وہ پند و نصائح حکم و مصالح اور خیر و فضیلت کی طرف دعوت ہیں۔

ذیل میں امامؑ سے وارد وشدہ بعض وصیتیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو آپؑ کی وصیت۔

پانچ قسم کے لوگوں سے میل جول نہ رکھنا نہ ان سے باتیں کرنا نہ کسی راستے میں ان کے ساتھ رفاقت اختیار کرنا۔ انہوں نے عرض کیا۔ بابا جان! آپ پر قربان جاؤں وہ کون سے پانچ افراد ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: فاسق سے میل جول نہ رکھنا کیونکہ وہ ایک لقمہ یا اس سے بھی کم پر تمہیں بیچ ڈالے گا۔ عرض کیا: بابا جان! لقمہ سے کم کیا ہے؟ فرمایا: طمع ولالچ کرنے والا لقمہ میں طمع کرے۔ لیکن اسے پا نہ سکے۔ عرض کیا: بابا جان! دوسرا کون ہے؟ فرمایا بخیل اور کنجوس سے میل جول نہ رکھنا کیونکہ وہ تمہیں اپنے مال سے اس وقت کاٹ دے گا جب تمہیں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔ عرض کیا: تیسرا کون ہے؟ فرمایا: جھوٹے شخص سے دوستی نہ رکھنا کیوں کہ وہ سراب کے مانند ہے۔ قریب کو بعید اور بعید کو تم سے قریب کر دے گا عرض کیا: اور چوتھا کون ہے؟ فرمایا: قطع رحمی کرنے والے سے میل جول نہ رکھنا کیوں کہ میں نے اسے اللہ کی کتاب میں تین جگہ ملعون پایا ہے۔ (۵۰)

۲۔ ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں علیؑ ابن الحسینؑ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے تم میں سے اللہ کے یہاں زیادہ محبوب زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور اللہ کے نزدیک زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور اللہ کے نزدیک زیادہ اچھے عمل والا وہ ہے جو اس میں زیادہ رغبت رکھے جو اللہ کے پاس ہے اللہ کے عذاب سے نجات پانے والا وہ ہے جو خوف خدا میں زیادہ سخت ہے۔ تم میں سے اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو تم میں زیادہ خلیق ہو تم میں اللہ کے یہاں زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کی بہترین پرورش کرنے والا ہے اور تم میں سے اللہ کے یہاں زیادہ مکرم ومحترم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ تقویٰ رکھتا ہو۔ (۵۱)

۳۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مغموم ومحزون نظر آ رہا تھا فرمایا کیا ہوا تو کیوں مغموم ہے عرض کیا ان امور کی وجہ سے جن کا مجھ سے امتحان لیا گیا ہے۔ رنج وغم ہیں کہ لگاتار مجھے درپیش آ رہے ہیں میری نعمتوں پر حسد کرنے والوں کی طرف سے مجھ میں طمع کرنے والوں کی وجہ سے جن سے میں امید رکھتا ہوں ان کے سبب سے اور جن سے نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے گمان کے خلاف ہوتے ہیں۔

علی ابن الحسینؑ نے اس سے فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کر۔ اس ذریعہ سے تو اپنے بھائیوں کا مالک بن جائے گا۔ زہری نے کہا: میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اس چیز سے کہ میرے جو کلام سے ان کی طرف سبقت کرتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: بہت دور چلا گیا ہے۔ بہت ہی بعید ہے اور ان چیزوں کے ذریعہ اپنے اوپر اترانے سے بچ۔ ایسی بات کرنے سے اپنے آپ کو بچا، دل جس کا انکار کرتے ہوں اگر چہ تیرے پاس اس کی معذرت بھی ہو

کیوں کہ ہر تیری بات جو تو کسی کو سنواتا ہے تیرے لیے ممکن نہیں کہ اتنا عذر بھی وسیع کر سکے۔

اے زہری! جس کی عقل اس کے تمام اجزاء سے اکمل نہ ہو، اس کی ہلاکت اس کے آسان اور کمترین عضو سے ہو گی۔ اے زہری! کیا تجھ پر لازم نہیں ہے کہ تو تمام مسلمانوں کو اپنے گھر کے افراد کی طرح سمجھے، ان میں سے بڑوں کو اپنے باپ کی جگہ، چھوٹوں کو اولاد کی جگہ اور ہم سنوں کو اپنے بھائی کی جگہ رکھے، تو ان میں سے کسی پر تو ظلم کرنا پسند کرتا ہے اور کسی پر بد دعا کرنے کو پسند کرتا ہے۔ کسی کا پردہ فاش ہونے کو دوست رکھتا ہے اور اگر تجھ سے ابلیس لعن اللہ یہ تعرض کرے کہ تجھے اہل قبلہ میں سے کسی پر فضیلت ہے تو غور کر کہ اگر وہ تجھ سے بڑا ہے تو کہہ کر وہ ایمان اور عمل صالح میں مجھ سے سبقت کر چکا ہے۔ لہٰذا وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ تیرا ہم سن ہے تو کہہ کر مجھے اپنے گناہ کا تو یقین ہے اور اس کے معاملے کا شک ہے تو مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنے یقین کو شک کی بنا پر چھوڑ دوں اور اگر تو مسلمانوں کو دیکھے کہ وہ تیری تعظیم و توقیر و تکریم کرتے ہیں تو کہہ کر یہ ان کا فضل ہے جس کو وہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی ظلم و زیادتی اور تکلیف و بے رخی دیکھے تو کہہ کہ یہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے جو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ پس اگر تو انہیں معمول بنا لے تو تیری زندگی تجھ پر آسان ہو جائے گی اور تیرے دوست و احباب میں اضافہ ہوگا۔ تیرے دشمن کم ہو جائیں گے اور جو کچھ وہ نیکی کریں گے تو اس سے خوش ہوگا۔ اور اگر جفا و زیادتی کریں گے تو تجھے افسوس نہیں ہوگا۔

یقین کر لے کہ لوگوں پر بہت مہربان وہ شخص ہے جس کی طرف سے خیر و بھلائی کا ان پر ہمیشہ فیض ہوتا رہے جو ان سے مستغنی ہو اور پاک دامن ہو۔ اس کے بعد ان کے نزدیک زیادہ مکرم و محترم وہ ہے کہ عفیف و پاک دامن ہو چاہے ان کا محتاج ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اہل دنیا مال کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جو شخص ان کی آرزو میں مزاحمت نہ کرے ان کے نزدیک محترم و مکرم ہے اور مزاحمت نہ کرنے کے ساتھ اس میں سے بعض پر انہیں تمکین دیدے تو وہ ان کے نزدیک زیادہ باعزت و مکرم و باوقار ہے۔ (۵۳)

ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ علی ابن الحسین علیہما السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اے میرے بھائیو! میں تمہیں آخرت کے گھر کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کے گھر کے بارے میں وصیت نہیں کرتا کیوں کہ اس پر تو تم حریص ہو اور اس سے تمسک کیے ہوئے ہو۔ کیا تمہیں وہ بات یاد نہیں جو عیسیٰ بن مریمؑ نے اپنے حواریوں سے کہی تھی؟ انہوں نے فرمایا تھا کہ دنیا ایک پل ہے۔ پس اسے عبور کر لو اس کو تعمیر نہ کرو اور فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو دریا کی موج پر گھر بنائے؟ اس دنیا کے گھر کو جائے قرار نہ دو۔ (۵۳)

آپؑ کے بعض خطوط

آئمہ اہل بیت علیہما السلام کی پوری زندگی خدا تعالیٰ اور اس کے کلمہ کی بلندی کی طرف دعوت ہے۔ یہ

حضرات ہر طریقہ اور ہر ذریعہ سے امت کو صحیح سمت پر متوجہ کرے اور رشد و ہدایت کا وسیلہ تھے۔ پس ان کے مخصوص خطوط ورقعات بھی ان ہی وسائل میں سے تھے جن کو ارشاد و تبلیغ کے لیے عمل میں لاتے تھے۔

جو شخص ان خطوط میں غور و خوض کرے گا تو انہیں تعلیمات اسلامی، مواعظ، حکم اور اخلاق کا خزانہ پائے گا ہم یہاں بعض خطوط پیش کرتے ہیں جو امام زین العابدینؑ سے وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ آپؑ کا ایک خط عبدالملک بن مروان کے نام ہے جو اس کے ہی ایک خط کے جواب میں آپؑ نے لکھا تھا۔

امابعد! بے شک مجھے تیرا خط ملا ہے جس میں تو نے مجھ سے اس لیے کراہت و ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ میں نے اپنی کنیز سے شادی کی ہے اور یہ گمان ظاہر کیا ہے کہ زنان قریش میں ایسی عورتیں ہیں جو سسرالی رشتہ کے لیے زیادہ بزرگی رکھتی ہیں اور جن سے زیادہ نجیب اولاد پیدا ہونے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہؐ سے بڑھ کر بزرگی میں کسی کا کوئی مقام نہیں اور کرم و شرافت میں بھی کسی برتری حاصل نہیں میری مملوکہ کنیز میری ملکیت سے کسی ایسے امر کی وجہ سے نکلی تھی جسے خدائے عزوجل نے چاہا تھا جس میں میں اس کے ثواب کو چاہتا تھا۔ پھر میں نے اس کے مقرر شدہ طریقہ پر اسے واپس لے لیا اور جو بھی دین خدا میں ذکی و پاکیزہ ہے اس معاملے کی کوئی چیز اس میں نقص و خلل پیدا نہیں کرسکتی۔ خدا نے اسلام کے ذریعہ پستی کو بلند کیا نقائص کی تکمیل کی اور سرزنش و ملامت کو دور کیا ہے۔ کسی مسلمان مرد پر کوئی لعنت و ملامت نہیں ہے۔ یہ سرزنش جاہلیت کی ملامت و سرزنش ہے۔ والسلام

جب عبدالملک نے یہ خط پڑھا تو اپنے بیٹے سلیمان کی طرف پھینکا۔ اس نے بھی اسے پڑھا۔ پھر کہا: اے امیر المومنین! علی ابن الحسینؑ نے اس تحریر کے ذریعہ کس قدر شدید فخر کیا ہے آپ پر۔

عبدالملک نے کہا: اے بیٹا! یہ بات نہ کہو یہ بنی ہاشم کی زبانیں ہیں۔ اے بیٹا علی بن الحسینؑ وہیں سے بلندی چاہتے ہیں جہاں سے لوگ پستی سمجھتے ہیں۔

پھر وہ حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ کہ جب وہ کوئی ایسا کام کرے جو لوگوں کو پست و ذلیل بنا دیتا ہو مگر حقیقتاً وہی اس کے شرف و بزرگی کی زیادتی کا سبب ہو۔

اس نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! حاضرین نے کہا: ہم تو امیر المومنین کے سوا کسی کو ایسا نہیں سمجھتے۔ عبدالملک نے کہا: خدا کی قسم! یہ ''امیر المومنین'' نہیں ہے۔ یہ علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ (۵۴)

عبدالملک کو کسی نے مطلع کیا کہ رسول اللہؐ کی تلوار علی بن الحسینؑ کے پاس ہے۔ پس اس نے تلوار کو ہبہ کردینے کی خواہش کے ساتھ کسی کو آپؑ کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی آپؑ سے کسی حاجت و ضرورت کو، جسے وہ پورا کرے دریافت کرایا۔ آپؑ نے انکار کردیا۔ پس عبدالملک نے آپؑ کو ایک خط لکھا جس میں آپؑ کو تہدید کی اور دھمکی دی کہ بیت المال سے آپؑ کا حصہ کاٹ دے گا۔ آپؑ نے اسے جواباً تحریر فرمایا۔

امابعد! بے شک خدا متقین کو اس جگہ سے نکلنے کا ضامن ہوا جسے وہ پسند نہیں کرتے اور ایسی جگہ سے رزق دینے کا جس کا انہیں گمان بھی نہیں ہوتا۔ خدائے جل ذکرہ فرماتا ہے۔"وان اللہ لایحب کل خوان فخور" بے شک خدا ہر خیانت کرنے اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ پس غور وفکر کر کہ ہم میں سے کون اس آیت کا زیادہ حق دار ہے۔(۵۵)

آپؑ کا ایک خط اپنے اصحاب کے نام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔"فتجد کل نفس ماعملت من خیر محضرا وماعملت من سوء تودلوان بینھا وبینہ امدبعیدا ویحذرکم اللہ نفسہ" (پس ہر نفس موجود پائیگا وہی کچھ جو اس نے عمل خیر یا عمل بد کیا ہے۔ آرزو کرے گا کہ اس کے اور اس کے درمیان دور کی مدت ہوتی اور خدا تمہیں اپنی ذات خاص سے ڈراتا ہے) اے آدم کے غافل بیٹے! تجھ پر ہزار افسوس کہ جس سے غفلت نہیں برتی گئی۔ تیری اجل تیری طرف سب سے زیادہ تیز ہے۔ وہ بڑی شدت سے تیری طرف متوجہ ہے اور تیری طالب ہے اور قریب ہے کہ وہ تجھ تک پہنچ جائے۔ تیری اجل پوری ہو چکی، فرشتے نے تیری روح قبض کر لی ہے اور تجھے قبر میں تنہا چھوڑ دیا ہے وہ تیری روح کو تیری طرف پلٹائے گا اور تجھ سے پرسش کرنے کو دو فرشتے "منکر ونکیر" آئیں گے جو تیرا سخت امتحان لیں گے۔ پہلا سوال جو تجھ سے کریں گے یہ کہ تیرا رب کون ہے جس کی تو عبادت کرتا تھا نبی کون ہے جو تیری طرف بھیجا گیا تیرا دین کیا ہے جسے تو نے اختیار کیا ہے، کتاب کون سی ہے جسے تلاوت کرتا ہے اور امام کون ہے جسے تو اپنا مولا سمجھتا ہے تیری عمر بھر کی مشغولیت کیا ہے اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے۔ پس غور وفکر کے ساتھ اپنے نفس کے بچاؤ کا سامان کر اور سوالات امتحان سے پہلے ہی ان کے جوابات تیار کر لے۔ اگر تو مومن، عارف دین، صادقین کا پیرو اور اولیائے خدا کا موالی ومحب ہوا تو خدا تیری محبت تجھے تلقین کرے گا اور تیری زبان کو بہترین قوت گویائی عطا کرے گا کہ مناسب جواب دے سکے۔ اللہ کی طرف سے تجھے جنت ورضوان کی بشارت مل جائے گی روح وریحان کے ساتھ فرشتے تیرا استقبال کریں گے اور اگر تو ایسا نہ ہوا تو تیری زبان لڑکھڑا جائے گی تیری حجت باطل ہو جائے گی جواب دینے سے عاجز ہوگا، پھر تجھے نار جہنم کی بشارت ملے گی۔ جہنم، آگ، تپش گرم پانی کے ساتھ عذاب کے فرشتے تیرا استقبال کریں گے۔

اور اے ابن آدم! یہ سمجھ لے کہ اس کے بعد قیامت میں جو کچھ ہے وہ اس سے بہت زیادہ عظیم، تکلیف دہ اور دلوں کو درد پہنچانے والا ہے۔"ذلک یوم مجموع لہ الناس وذلک یوم مشھود" (یہ وہ دن ہے کہ لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور یہی وہ دن ہے کہ جس میں شہادت دی جائے گی) خدا اس روز اولین وآخرین کو جمع کرے گا۔"یوم ینفخ فی الصور ویحشر فیہ القبور ذلک یوم الازفہ اذالقلوب لدی الحناجر کاظمین" (اس روز صور پھونکا جائے گا۔ قبروں کو الٹا پھرایا جائے گا۔ یہ قریب ہونے کا دن ہے جب کہ دل نرخروں کے پاس غصہ کے گھونٹ پی رہے ہوں

گے) یہ وہ دن ہے جس میں لغزش معاف نہ ہوگی، نہ ہی فدیہ لیا جائے گا، نہ ہی معذرت قبول ہوگی اور نہ توبہ۔ یہ دن تو نیکیوں کی جزاء اور برائیوں کی سزا کا دن ہے۔ پس جو مومن ہے وہ اپنی ذرہ برابر نیکی کو یہاں موجود پائے گا اور جس مومن نے دینا میں کوئی ذرہ بھر برائی کی تھی اسے بھی موجود پائے گا۔ پس اے لوگو! بچو ان گناہوں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور اپنی صادق وناطق کتاب میں ڈرایا ہے اللہ کے عذاب اور تباہی سے مامون نہ رہنا جب تمہیں شیطان لعین دنیا کی شہوتوں اور لذتوں کی طرف دعوت دے رہا ہو کیونکہ خدا سورہ اعراف میں فرماتا ہے۔''ان الذین اتقوا اذا مسّھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔''(وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، جب انہیں شیطان کی طرف سے کسی خواب وخیال نے مس کیا، وہ متذکر ہوئے تو وہ اچانک دیکھ لیں گے) پس اپنے دلوں کو خوف خدا کا عادی بنالو اور جس چیز کا اس نے تم سے وعدہ لیا ہے اسے یاد رکھو جیسا کہ اس نے تمہیں اپنے سخت عقاب وعذاب سے ڈرایا ہے۔ تو جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اس سے بچتا ہے اور جس چیز سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے دنیاوی زندگی کے لذائذ پر مائل ہونے والوں کی طرف غافل نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ سورہ نحل میں فرماتا ہے۔''افامن الذین مکروا السیئات ان یخسف اللہ بھم الارض او یاتیھم العذاب من حیث لا یشعرون او یاخذھم فی تقلبھم فما ھم بمعجزین او یاخذھم علی تخوف (کیا مامون ہوگئے ہیں وہ لوگ جنہوں نے مکروفریب سے برائیاں کی ہیں۔ خدا انہیں زمین میں دھنسادے گا یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب بھیجے گا جس کا وہ شعور نہ رکھتے ہوں، یا ان کے لوٹنے پوٹنے میں انہیں پکڑ لے تو وہ عاجز نہیں کر سکتے یا ڈرتے ہوئے انہیں پکڑ لے)

پس اللہ سے ڈرو کہ اس نے اپنی کتاب میں ظالموں کے ساتھ اپنا برتاؤ بیان کر کے تمہیں ڈرایا ہے۔ اس نے تمہارے غیر کے وعظ سے تمہیں نصیحت کی ہے۔ سعادت و نیک بخت وہی ہے جو اپنے غیر سے وعظ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم سے پہلے اہلِ قریٰ کے ظالموں کے ساتھ اپنا سلوک بیان کر کے تمہیں ڈرایا ہے، جہاں اس نے فرمایا''(وانشانا بعدھا قوما آخرین)''ان کے بعد ہم نے دوسری قوم کو پیدا کیا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔''(فلما احسوباسنا اذا ھم منھا یرکضون)''(جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے) اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء میں فرمایا۔''لا ترکضوا وارجعوا الی ما اترفتم فیه ومساکنکم لعلکم تسالو قالوا یویلنا انا کان مثقال حبه من خردل اتینا بها و کفی بنا حاسبین۔'(ہم قیامت میں انصاف کے ترازو رکھ دیں گے۔ پس کسی شخص پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اگر کسی کی نیکی رائی کے دانہ کے برابر ہوگی تو ہم اس کا بدلہ دیں گے اور ہم حساب کرنے میں کافی ہیں) اے اللہ کے بندو! جان لو کہ اہل شرک کے لیے ترازو نہیں رکھے جائیں گے اور نہ ہی ان کے اعمال کے دفتر کھولے جائیں گے بلکہ وہ تو صرف جہنم کے لیے گروہ در گروہ محشور کیے جایں گے دفاتر اعمال کا کھلنا اور انصاف کے ترازو نصب کرنا اہل اسلام کے لیے ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ اپنے اولیاء میں سے کسی ایک کے لیے

بھی دنیا کی چمک دمک اور ظاہری رونق کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ دنیا اور اہل دنیا تو اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ خدا ان کی آزمائش کرے کہ کون ان میں سے آخرت کے لیے اچھا عمل کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہارے لیے مثالیں قائم کی ہیں۔ آیات کو عقل مند قوم کے لیے دہرایا ہے، پس اے مومنو! تم بھی صاحب عقل وفراست قوم بن جاؤ۔ اور نہیں ہے کوئی صاحب قوت مگر خدائے تعالیٰ۔ پرہیز کر رنگ دنیا کے ان امور سے جن سے پرہیز کرنے کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ اللہ کا قول حق ہے جیسا سورہ یونس میں فرمایا ہے۔ "انما مثل الحیوۃ الدنیا کما انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض معا یاکل الناس والا نعام حتیٰ اذا اخذۃ الارض زخرفھا وازینت وظن اھلھا انھم قادرون علیھا اتاھا امرنا لیلا اونھا فجعلنا ھا حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نصرف الایات لقوم یتفکرون" (دنیاوی زندگی کی مثال تو اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا، جس سے ملے جلے نباتات اگ آئے، جسے انسان اور چار پائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زمین اس سبزہ سے مزین وآراستہ ہوجاتی ہے۔ اس میں رہنے والے گمان کرتے ہیں کہ اس زینت پر ہم قابو وقدرت یافتہ ہیں تو اچانک ہی رات کو یا دن میں ہمارا حکم عذاب آپہنچا اور اسے ایسا بنا دیا گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ پس جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں ان کے لیے ہم اپنی آیتیں اسی طرح بیان کرتے ہیں)

رنگینی دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ اللہ نے سورہ ہود میں اپنے رسول محمدؐ کو خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا ہے۔ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" (ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنہوں نے ہماری نافرمانی کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ ورنہ جہنم کی آگ تمہیں بھی لپیٹ لی گی) اس دنیا، اور جو کچھ اس میں ہے، اس کی طرف نہ جھکو، اس شخص کی طرح جو اسے ہمیشہ کا گھر سمجھتا ہے۔ یہ تو اکھڑنے والا خیمہ، مقصد تک پہنچنے کی منزل اور نیک عمل کرنے کی جگہ ہے۔ پس اعمال صالح میں سے زادراہ بناؤ، اسے چھوڑنے سے پہلے اور اس کے آخر پر اللہ کے اذان سے پہلے۔ پس گویا اسے خراب کر دیا اس نے جس نے پہلے اسے آباد کیا تھا اور اس نے اس کی ابتداء کی اور وہی اس کی میراث کا مالک ہے۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے سوال کرتا ہوں زہد وتقویٰ اختیار کرنے میں اس کی معاونت توفیق کا۔ اللہ تم سب کو اس دنیاوی زندگی میں زاہدین میں قرار دے ہمیں اور تمہیں سب کو آخرت کا ثواب حاصل کرنے پر بہت جلد رغبت دلائے۔ بے شک ہم اسی کے لیے ہیں اور اسی کے ساتھ ہیں والسلام (۵۶)

آپؑ کے بعض کلمات قصار

ہمارے آئمہؑ نے لوگوں کی ہدایت وارشاد کے لیے جو وسائل اختیار کیے وہ یہ ہیں کہ اپنے گرد وپیش کے

لوگوں میں مختلف قسم کی حکمتیں، مواعظ، آداب واخلاق، اور زیادہ خوبصورت تعبیریں مختصر عبارتیں جنہیں دل یاد رکھ سکیں، زبانیں بار بار ورد کر سکیں اور ان کے اصحاب انہیں عمل وتطبیق کے لیے اخذ کر سکیں۔ کتابوں میں آئمہؑ کے ہزار ہا کلمات ہیں۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے امیر المومنینؑ کے دو ہزار کلمات ایک مستقل کتاب میں جمع کیے ہیں۔

یہاں ہم امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے حاصل شدہ بعض ارشادات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص امر بمعروف اور نہی از منکر کو چھوڑ دے تو وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہو۔ مگر یہ کہ وہ ڈرے، ڈرنا۔ آپؑ سے عرض کیا گیا۔ اس ڈرے ''ڈرنا'' سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: کسی جبار عناد سے ڈرے کہ کہیں وہ اس پر تفریط وزیادتی یا سرکشی وطغیان نہ کرے (۵۷)

۲۔ آپؑ نے فرمایا: تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل بھی کم رتبہ نہیں ہے اور وہ کس طرح کم ہو سکتا ہے۔ جو درجہ قبولیت پر فائز ہو۔

۳۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک بعض (سب سے زیادہ قابل نفرت) وہ شخص ہے جو کسی امام کی سنت کو اپناتا ہے، مگر اس کے عمل کی پیروی نہیں کرتا۔

۴۔ آپؑ نے فرمایا: کتنے افراد ہیں جو اپنے حسن قول پر فریفتہ ہیں، کتنے ہیں کہ عیوب پر عمدہ پردے پڑے ہونے کے باعث مغرور ہیں اور کتنے ہیں جن کے ساتھ نیکی واحسان کا برتاؤ انہیں آہستہ آہستہ مستحق عذاب بنا رہا ہے۔ (۵۸)

۵۔ آپؑ نے فرمایا: مسلمان کے دین کا کمال یہ ہے کہ اس گفتگو کو ترک کرے جو فضول والایعنی ہو نزاع کم کرے، حلم وبردباری، صبر وتحمل اور حسن خلق کا مظاہرہ کرے۔

۶۔ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں مومن کے لیے باعث نجات ہیں غیبت سے زبان کو روکنا، ایسے امور میں مشغول رہنا جو دنیا وآخرت میں نفع بخش ہوں اور اپنی خطاو گناہ پر بہت رونا۔

۸۔ آپؑ نے فرمایا خدا سے شرم وحیا کرو تاکہ اس کا قرب حاصل ہو۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت میں جو کچھ کسی شخص کی ترازوں میں رکھا جائے گا اس میں حسن اخلاق سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ (۵۹)

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت میں جو کچھ کسی شخص کو ترازو میں رکھا جائے گا اس میں حسن اخلاق سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ (۵۹)

۱۱۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص سیر ہو کر رات گزارے جب کہ اس کے سامنے ایک بھوکا مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرے فرشتو! اس پر گواہ رہو۔ اس نے میرے حکم کی نافرمانی اور میرے غیر کی اطاعت کی ہے۔ پس

میں نے اسے اس کے عمل کے سپرد کر دیا ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے، میں اسے کبھی نہ بخشوں گا۔(۶۰)

۱۲۔ آپؑ نے فرمایا: ناپسندیدہ فیصلہ پر رضا مند ہونا یقین کے بلند ترین درجات میں سے ہے۔(۶۱)

۱۳۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے اس متکبر فخر کرنے والے پر تعجب ہے جو گذشتہ کل ایک نطفہ تھا اور کل مردہ ہوگا مجھے بے حد تعجب اس پر ہے جو ذات خدا میں، خدا کی مخلوق کو دیکھنے کے بعد بھی شک کرتا ہے اور بہت زیادہ تعجب اس پر ہے جو دار فنا کے لیے تو مصروف عمل ہے مگر دار بقا کے لیے عمل کرنا چھوڑ چکا ہے۔

۱۴۔ آپؑ نے فرمایا: توبہ، اس عمل کو چھوڑنا ہے، جس کے لیے توبہ کی ہے۔ صرف توبہ کہنے سے توبہ نہیں ہوتی۔

۱۵۔ آپؑ نے فرمایا: خدا نے چار چیزوں میں چار چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔ اپنی رضا اطاعت میں، پس اس کی اطاعت میں کسی چیز کو کم تر نہ سمجھو۔ ہوسکتا ہے وہی اس کی رضا کے موافق ہو اور تم اسے نہ جانتے ہو۔ اپنی ناراضی اپنی نافرمانی میں۔ لہٰذا اس کی کسی معصیت و نافرمانی کو چھوٹا نہ سمجھو۔ بسا اوقات اس کی حقیر نافرمانی اس کی ناراضی کا سبب ہو اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ اجابت دعا، دعا کرنے میں چھپا رکھی ہے۔ کسی دعا کو چھوٹی نہ سمجھنا۔ ہوسکتا ہے وہی دعا اجابت و مقبولیت سے موافقت رکھتی ہو اور تمہیں اس کی خبر نہ ہو اس نے اپنا دوست ولی، اپنے بندوں میں چھپا رکھا ہے۔ لہٰذا اس کے کسی بندے کو حقیر نہ سمجھنا شاید وہی اس کا ولی ہو اور تم اسے پہنچانتے نہ ہو۔

۱۶۔ آپؑ نے ایک انسان کو دیکھا جو بیماری سے صحت یاب و تندرست ہوا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تجھے گناہوں سے پاک ہونا مبارک ہو۔ خدا نے تجھے یاد رکھا ہے تو بھی اسے یاد رکھ، اس نے تجھے معاف کر دیا ہے، اس کا شکریہ ادا کر۔

۱۷۔ ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ فرماتے تھے جو شخص کسی مومن کو کھانا کھلائے۔ یہاں تک کہ اسے سیر کر دے، تو مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ آخرت میں اس کے لیے کیا اجر ہوگا نہ ملک مقرب، نہ نبی مرسل، سوائے اللہ کے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پھر فرمایا بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا اسباب مغفرت میں سے ہے۔ پھر آپؑ نے اللہ کے اس قول کی تلاوت فرمائی۔ ''اواطعام فی یوم ذی مسغبہ یتیما ذامقربہ اومسکینا ذامتربہ'' بھوک میں قرابت دار یتیم، یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلا)(۶۳)

آپؑ کے بعض جوابات

آئمہ اہل بیتؑ سے وارد ہونے والے بہت سے وصایا، خطب و مواعظ، حکم اور ضرب الامثال کو اہل تاریخ

وسیرت وسوانح نگاروں نے جمع اور محفوظ کیا ہے اور انہوں نے ان گرامی قدر حضرات کے بعض وہ جوابات بھی محفوظ کیئے ہیں جو مسائل کی صورت میں دریافت کیے گئے تھے۔

وہ مسائل مختلف ہیں۔ کچھ قرآن کی بعض آیات کی تفسیر کے بارے میں کچھ فقہ وشریعت کے متعلق ہیں، کچھ توحید وعدل کی گفتگو ہے اور کہیں ان غیبی امور کا بیان ہے جنہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کتاب کے اس سے پہلے ابواب میں ہم نے ان کے بعض جوابات ذکر کیے ہیں۔ یہاں ہم امام زین العابدین علیہ السلام کے بعض جوابات پیش کررہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ ابوحازم نے کہا ہے کہ ایک شخص نے امامؑ سے عرض کیا: کیا آپ نماز کو جانتے ہیں؟ میں (ابوحازم) نے اس پر حملہ کردیا۔ آپ نے فرمایا: ٹھہرو اے ابوحازم علماء ہی حلیم وبردبار ہوتے ہیں۔ پھر آپ سائل کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: ہاں! میں نماز کو جانتا ہوں۔ تو اس نے نماز کے افعال، تروک اور اس کے فرائض ونوافل کے بارے میں سوال کیا اور یہاں تک بات پہنچی کہ نماز کا افتتاح کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تکبیر۔ اس نے عرض کیا۔ اس کی برہان کیا ہے؟ فرمایا۔ تکبیر۔ عرض کیا: اس کی تحلیل کیا ہے؟ فرمایا: تکبیر اس نے عرض کیا اس کی برہان کیا ہے؟ فرمایا قرات عرض کیا: اس کا خشوع کیا ہے؟ فرمایا: سلام پھیرنا۔ عرض کیا: اس کا جوہر کیا ہے؟ فرمایا۔ تسبیح عرض کیا: اس کا شعار کیا ہے؟ فرمایا: تعقیبات۔ عرض کیا: اس کا تمام وکمل ہونا کیا ہے؟ فرمایا: محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجنا۔ عرض کیا: اس کی شرط قبول کیا ہے؟ فرمایا: ہماری ولایت اور ہمارے دشمنوں سے برأت۔ عرض کیا: آپؑ نے کسی کے لیے محبت ودلیل نہیں چھوڑی پھر وہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ خدا زیادہ بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ (۲۴)

۲۔ آپؑ سے عصبیت کے بارے میں سوال کیا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: عصبیت ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کوئی انسان گنہگار رہوتا ہے۔ یہ کہ انسان اپنی قوم کے بدترین آدمی کو دوسری قوم کے بہترین شخص اچھا سمجھے۔ یہ عصبیت نہیں ہے کہ انسان اپنی قوم سے محبت کرے، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ ظلم وجور پر بھی اپنی قوم کی اعانت کرے۔ (۲۵)

۳۔ آپؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا: سب لوگوں میں زیادہ عظیم قدر ومنزلت کون رکھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ جو دنیا کے لیے اپنے نفس کی قدر ومنزلت کو نہ سمجھے۔ (۲۶)

۴۔ سعید بن مسیب کہتا ہے کہ میں نے علی بن الحسینؑ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جس نے ایک عورت کو ٹھوکر ماری تو اس کے شکم سے مردہ بچہ نکل پڑا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ نطفہ تھا، جو رحم میں جائے اور چالیس دن برقرار رہے تو بیس دینار، اگر علقہ اور خون کا لوتھڑا تھا جو رحم میں اسی دن رہے، اس پر چالیس دینار، اگر اس کے رحم سے مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) خارج ہو! جو رحم میں ایک سو بیس دن رہا ہو، تو پھر ساٹھ دینار اور اگر اس حالت میں

اسقاط کرے کہ وہ نسمہ مخلقہ جس میں گوشت اور ہڈی ہو، اعضاء جوارح جڑ چکے ہوں اور اس میں روح حیات و بقا پھونکی جا چکی ہو، تو پھر اس پر پوری دیت ہوگی۔(٦٧)

۵۔ روم کے بادشاہ نے عبدالملک کو لکھا کہ میں نے اس اونٹ کا گوشت کھایا ہے جس پر سوار ہوکر تیرا باپ مدینہ سے بھاگا۔ میں تجھ سے ضرور ایک لاکھ لشکر کے ساتھ اور ایک لاکھ اور لاکھ کے ساتھ جنگ کروں گا۔ پس عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ اپنی طرف سے نیکی کا وعدہ دے کر یہ سوال امام زین العابدینؑ کے پاس بھیج اور جو جواب آئے اس سے مجھے مطلع کر۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا: اللہ کی ایک لوح محفوظ ہے جسے وہ ہر روز تین سو مرتبہ دیکھتا ہے، جن میں سے کوئی لمحہ نہیں مگر یہ کہ وہ مارتا، زندہ کرتا، عزت دیتا اور ذلیل کرتا ہے، جو چاہتا ہے سو مرتبہ دیکھتا ہے جن میں سے کوئی لمحہ نہیں مگر یہ کہ وہ مارتا، زندہ کرتا، عزت دیتا اور ذلیل کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ان میں سے ایک ہی لمحہ میں تیری کفایت کرے گا۔ حجاج نے یہ تحریر عبدالملک کو بھیجی اور عبدالملک نے شاہ روم کو بھیج دی۔ جب شاہ روم نے یہ تحریر پڑھی تو کہنے لگا کہ یہ بات نہیں نکلی مگر نبوت کے کلام میں سے(٦٨)

۶۔ آپؑ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا اولین و آخرین اور ان تمام کو جنہیں خلق کیا ہے ایک ہی جگہ جمع کرے گا۔ پھر نچلے آسمان کے فرشتے اتر کر ان کے گرد صف بستہ ہو جائیں گے۔ اور ان کے گرد آگ کی قناتیں لگا دیں گے۔ پھر دوسرے آسمان کے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ ان قناتوں کو گھیر لیں گے اور ان کے گرد آگ کی قناتیں لگا دیں گے۔ پھر اسی طرح تیسرے آسمان کے فرشتے نازل ہوکر پہلی قناتوں کے گرد آگ کی قناتیں لگائیں گے۔ اسی طرح آپؑ نے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا نزول اور آگ کی سات سرادقات وقناتیں بیان فرمائیں۔ وہ شخص چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو عرض کیا: فرزند رسول اللہؐ! علیؑ اور ان کے شیعہ کہاں ہوں گے؟ فرمایا بیشک مشک وعنبر کے ٹیلوں پر، ان کے لیے کھانے پینے کا سامان لایا جائے گا اور یہ منظر انہیں محزون وغم زدہ نہیں کرے گا۔(٦٩)

۷۔ جب آپؑ نے روز قیامت کا ہولناک منظر اور ظالم سے مظلوم کا قصاص لینا بیان کیا تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: فرزند رسولؐ! جب مومن کا کافر کے ذمہ کوئی ظلم ہوگا تو وہ اس کا بدلہ کیا لے گا جب کہ وہ تو اہل جہنم سے ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مسلمان سے اتنی برائیاں پھینک دی جائیں گی جتنی اس مظلمہ کا بدل ہوں گی اور ان کے ساتھ کافر کو معذب کیا جائے گا۔ علاوہ اس عذاب کے جو کفر کی وجہ سے اس پر ہوگا۔

اب اس نے عرض کیا: اگر مسلمان کا حق کسی مسلمان پر ہوا تو وہ اس سے کیا لے گا؟'' آپؑ نے فرمایا: ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی، اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے ذمہ ڈال دی جائیں گی۔(٧٠)

۸۔ آپؑ سے زہد کے بارے میں سوال کیا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: زہد دس چیزیں ہیں۔ زہد کا درجہ اعلیٰ ورع کا نچلا درجہ ہے، اور ورع کا اعلیٰ درجہ یقین کا نچلا درجہ ہے۔ یقین کا اعلیٰ درجہ رضا کا نچلا درجہ ہے۔ یادرکھو سارا زہد کتاب اللہ کی ایک آیت میں ہے۔ ''لکیلا تاء سوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم ع)'' (جو کچھ تم سے فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہارے پاس آ جائے، اس پر خوش نہ ہو جاؤ)۔ (۷۱)

۹۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے افضل کون سا عمل ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ کی معرفت کے بعد کوئی عمل بھی دنیا کو مبغوض رکھنے سے بہتر نہیں ہے۔ اور اس کے بہت سے شعبے ہیں پس پہلی چیز جس کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کی گئی وہ تکبر ہے۔ وہ ابلیس کا گناہ ہے۔ پس جس وقت اس نے انکار و تکبر کیا وہ کافر ہو گیا۔ پھر حسد ہے اور وہ آدم کے بیٹے کا گناہ ہے جس نے حسد کی بناء پر اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ پس اس کے شعبے بنے، عورتوں کی محبت، دنیا کی محبت، ریاست و امارت کی محبت، راحت و آرام کی محبت، گفتگو کرنے کی محبت، علو (اپنے کو بڑا سمجھنے) کی محبت اور ثروت و دولت کی محبت یہ سات خصال ہیں اور یہ سب کی سب دنیا کی محبت میں جمع ہو گئیں پس علماء و انبیاء نے یہ کچھ جان لینے کے بعد کہا'' (حب الدنیا راس کل خطیۃ) دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرنامہ ہے) دنیا دو قسم کی ہے ایک آخرت تک پہنچانے والی دنیا اور ایک ملعون دنیا ہے (۷۲)

۱۰۔ جب آپؑ سانحہ کربلا سے گذر کر مدینہ واپس آئے تو آپؑ کے سامنے عبداللہ بن طلحہ بن عبداللہ کھڑا ہوا اور شماتت و خوش دلی کے ساتھ کہنے لگا کہ کون غالب آیا، کربلا کی جنگ میں سے کسے فتح ہوئی؟ آپؑ نے فرمایا: جب نماز کا وقت ہو تو اذان و اقامت کہنا تو تجھے غالب و فاتح کا علم ہو جائے گا۔ (۷۳) آپؑ کی مراد یہ تھی کہ وہ حضرات ہی غالب آئے کیوں کہ ان کے ہمیشہ رہنے والے ذکر نے نسلوں، قرنوں اور صدیوں کو عبور کر لیا اور ان کا دشمن ہی شکست خوردہ ہے گناہ و عار اور ہمیشہ کی لعنت کے سبب جو ان پر پڑی اور برے ذکر کی وجہ سے جس کا اثر رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

۱۱۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرمؐ کو کیوں ماں باپ دونوں سے یتیم کر دیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: تا کہ ان پر کسی مخلوق کا حق واجب نہ ہو۔ (۷۴)

۱۲۔ آپؑ سے عرض کیا گیا کہ قریش کو آپؑ کے والد گرامی حضرت علیؑ سے اس قدر شدید بغض کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: آپؑ نے ان میں سے پہلے کو جہنم میں بھیجا اور آخری پر ننگ و عار کو لازم قرار دیا۔ (۷۵)

رسالہ حقوق

بہترین اسلامی میراث اور کتب عربی کا نفیس ترین ذخیرہ امام علی ابن الحسین کا یہ رسالہ حقوق ہے جس میں

حقوق ہیں جو ایک مسلمان پر لازم آتے ہیں۔ جن کی تعداد پچاس ہے۔ کچھ اللہ سبحان وتعالیٰ کے حقوق ہیں، کچھ نفس اور اعضاء جوارح کے حقوق ہیں، کچھ فرائض وواجبات کے حقوق ہیں اور کچھ معاشرے کے حقوق الخ۔

مجھے افسوس ہے کہ میری اس کتاب (ہمارے آئمہ) کے حجم کی اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس میں تمام حقوق کو جمع کیا جاسکے۔ لہٰذا ہم بعض کے ذکر پر اکتفا واقتصاد کرتے ہیں۔ علامہ سید حسن قبانچی نے اس رسالہ کی شرح دو بڑی جلدوں میں کی ہے۔ ان میں سے پہلی جلد کو جہاں سے شروع کیا ہے ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس رسالہ میں آئے ہوئے بعض امور کو یہاں بیان کرتے ہیں۔

اللہ کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ تو صرف اس کی عبادت کرے اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرے جب تو خلوص کے ساتھ یہ کام کرے گا تو وہ دنیا وآخرت میں تیری کفایت کرے گا۔ اور دنیا وآخرت میں تیری تمام پسندیدہ چیزوں کو تیرے لیے محفوظ رکھے گا۔

تیرے نفس کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو اسے بجا طور پر اللہ کی اطاعت میں لگائے۔ پس اپنی زبان، اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنے پاؤں، اپنے شکم اور اپنی شرم گاہ کی طرف اس کے حقوق ادا کرے اور ان سب میں تو اللہ سے مدد طلب کرے۔

زبان کا حق یہ ہے کہ تو اس کو بدزبانی سے بالا اور مکرم رکھے۔ فضول باتیں جن کا فائدہ نہیں انہیں ترک کرائے لوگوں سے نیکی کرنے، ان کے لیے اچھی بات کرنے کا اسے عادی بنائے، آداب سے آراستہ کرے، اسے روکے رکھنا مگر دین یا دنیا کی منفعت کے مواقع پر اور اسے ایسی فضول باتوں سے بچائے رکھنا جن کا فائدہ کم ہو اور جس کے نقصان سے انسان امن میں نہیں ہے جب کہ ان کا فائدہ کم ہے۔ عقلی شاہد اور اس پر دلیل ہونے اور عاقل کا اپنی عقل سے مزین ہونے کے اس کی سیرت کا حسن اس کی زبان میں ہے۔ حول قوت نہیں، مگر اللہ کے ساتھ۔

تیرے کان کا حق یہ ہے کہ تو اسے غیبت اور ایسی چیزوں کے سننے سے جو حلال نہیں ہیں۔ منزہ وپاک رکھے اور اس کو اس سے منزہ رکھے کہ اپنے دل کی طرف طریق بنائے۔ مگر کوئی ایسی اچھی بات جو تیرے دل میں خیر ونیکی پیدا کرے یا اس سے کوئی اچھا حق کسب کرے کیونکہ یہ دل کی طرف کلام کا دروازہ ہے جو اس کی طرف کئی قسم کے معانی پہنچاتا ہے جو اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اور نہیں قوت نہیں مگر اللہ کے ساتھ۔

تیرے کان کا حق یہ ہے کہ تو اسے غیبت اور ایسی چیزوں کے سننے سے جو حلال نہیں۔ اسے تو جس کی طرف پھیلائے گا آخرت میں اس سے عقوبت وعذاب کا ہاتھ پائے گا۔ دنیا میں لوگوں سے جدائی اور دوری مگر اسے اس سے نہ روکنا جو خدا نے اس پر فرض کیا ہے۔ اس کو باوقار رکھ اور بہت سی ان چیزوں سے روک جو اس کے لیے حلال نہیں۔ ایسی چیزوں کی طرف سے باز رکھ جو اس کے ذمہ نہیں ہیں اس طرح وہ مستحکم وباشرف ہوجائے اللہ

کے لیے اور دنیا میں بھی آخرت میں اس کے لیے اچھا ثواب ثابت ہو جائے گا۔

تیرے پاؤں کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو ان قدموں سے اس طرف نہ جا جو تیرے لیے حلال نہیں کیونکہ تو ان ہی کے ساتھ پل صراط پر کھڑا ہوگا۔ اور جان لے کہ وہ پھسل نہ جائیں اور تم جہنم کی آگ میں جا گرے۔

تیرے شکم کا حق یہ ہے کہ کم یا زیادہ حرام کے لیے اسے برتن نہ بنا۔ حلال کو ہی اس کے لیے کافی سمجھ اور اسے تقویت کی حد سے نکال کر مہانت و کمزوری کی حدود میں داخل نہ کر کیونکہ وہ شکم پری جو اپنے صاحب کو نشے تک پہنچادے اسے کم عقلی، جہالت اور مروت کے خاتمے تک پہنچا دیتی ہے۔

تیری شرم گاہ کا حق یہ ہے کہ تو اسے زنا بدکاری سے محفوظ رکھے اور اس سے محفوظ رکھ جو تیرے لیے حلال نہیں۔ ان امور کے خلاف آنکھیں نیچی رکھنے سے مدد لے کیونکہ نگاہ کا جھکا لینا تمام دوسرے اعوان و انصار سے زیادہ معاون ہے۔ جب بھوک اور پیاس اس کی شدت کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اس کو ضبط میں رکھو۔ موت کو زیادہ یاد رکھو اور اپنے نفس کو خدا کی تہدید اور دھمکی سے ڈراؤ اور اللہ ہی سے عصمت بچاؤ اور تائید طلب کرو۔ اور نہیں ہے کوئی حول و قوت مگر اللہ کے ساتھ (۷۷)

آپؑ کی بعض دعائیں یا صحیفہ سجادیہ

امام زین العابدینؑ کی دعائیں معارف و اخلاق کا ثقافتی گلدستہ، بلند ترین سلسلہ حکم و نصائح، توحید و عرفان کا منفرد مجموعہ اور مواعظ و آداب کا دفتر عظیم ہیں۔ قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب خیر و رشاد کے اتنے منابع پر حاوی نہیں جتنے پر یہ مجموعہ محیط ہے اس کے بارے میں ہر بلند ترین گفتگو بھی اس کے مرتبہ سے کم ہے۔ پس زبور آل محمدؐ توحید کے شریں دریافت، فصاحت کے چمن اور بلاغت کے گلشن کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

بصرہ کے ایک فصیح و بلیغ شخص کے سامنے صحیفہ کاملہ کا ذکر ہوا اس نے کہا مجھ سے لو میں لکھواتا ہوں۔ اس نے قلم اٹھایا۔ سر نیچے کیا، پھر اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ مر گیا۔ (۷۸)

اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں نے صحیفہ سجادیہ کے بارے میں اہتمام کیا، پس اسے ایک دوسرے سے بہت سے اسانید اور متعدد اجازوں کے ساتھ نقل کیا ہے، یہاں تک کہ علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ میرے پاس اس کی ہزار ہزار (دس ہزار) سندیں ہیں (۷۹) علماء اس کو یاد کرنے اس کا درس دینے اور اس کی شرح لکھنے میں ہمہ تن مشغول رہے اور انہوں نے کتب تاریخ و سیر و حدیث کی تفتیش کی ہے تاکہ آپؑ کی دعاؤں میں سے کسی چیز پر کامیابی حاصل کریں جو صحیفہ میں موجود نہیں ہیں۔ پس ایک دوسرا صحیفہ آ گیا جسے شیخ محمدؒ بن حسن بن حر عاملی نے جمع کیا ہے اور اس میں صرف ان دعاؤں پر اقتصار کیا ہے جو آپؑ کے صحیفہ جو آپؑ کے صحیفہ میں نہیں ہیں۔ پھر میرزا عبداللہ اصفہانی آئے۔ انہوں نے شیخ عاملی کا استدراک کیا اور تیسرا صحیفہ سجادیہ جمع کیا۔ پھر شیخ نوری

آئے۔انہوں نے جو کچھ میرزا عبداللہ سے رہ گیا تھا۔اس کا استدراک کیا اور چوتھا صحیفہ سجادیہ جمع کیا۔ پھر السید محسن امین نے شیخ نوری کا استدراک کیا اور پانچواں صحیفہ سجادیہ جمع کیا۔ چھٹا صحیفہ محمد باقر بن محمد حسن بیر جندی کا ہے۔ ساتواں شیخ ہادی کاشف الغطا کا ہے۔ آٹھواں مرزا علی مرعشی کا ہے اور ان صحف میں سے اکثر کئی مرتبہ چھپ چکے ہیں اگر ہم اپنے نفوس کے ساتھ انصاف کریں تو ان دعاؤں میں سے بعض کو بزرگی و مجد و عزت کی بلندیوں پر پہنچنے کا زینہ، ارتقاء کمال کا ذریعہ اور اپنی عمومی زندگی کا راستہ مقرر کر لیں، تو یہ دعائیں ہمارے لیے دنیا کی سعادت اور آخرت کی نعمت ہیں۔ یہاں آپؑ کی دعاؤں کے چند ایک نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی یہ ایک دعا ہے جسے مکہ و مدینہ کے درمیان وادی بیداء میں حماد بن صبیب کوفی نے آپؑ سے سنا تھا۔

"یامن قصده الضالون فاصابوه مرشدا. وامه الخائفون فوجدوه معقلا. ولجاء اليه العائذون فوجدوه موئلا. متى راحة من نصب لغيرك بدنه. ومتى فرح من قصد سواك بنيعة الهى قد انقشع الظلام ولم اقض من حياض مناجاتك صدرا. صل على محمد واله وافعل بى اولى الامرين بك یاارحم الرحمين"

اے وہ کہ جس کا قصد کیا گمراہوں نے تو اسے مرشد ہادی پایا، خوف زدہ لوگوں نے اس کا ارادہ کیا تو اسے پناہ پایا اور اس کی طرف لوٹنے والوں نے اس سے پناہ لی تو اسے مرجع پایا۔ جس نے اپنے بدن کو تیرے غیر کے لیے مشقت میں ڈالا اسے کب راحت ملی ہے اور جس نے اپنی نیت میں غیر کا قصد کیا وہ کب خوش ہوا۔ خدایا تاریکی چھٹ گئی اور میں تیری مناجات کے حوضوں سے اپنے دل کی مراد کو نہ پاسکا۔ محمدؐ آل محمدؐ پر صلوٰۃ بھیج اور میرے ساتھ وہ معاملہ کر جو تیرے نزدیک بہتر ہو، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔(۸۰)

۲۔ ابوحمزہ ثمالی کہتا ہے کہ علی ابن الحسین علیہما السلام اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے۔ اے بیٹا! جب تمہیں مصائب دنیا سے کوئی مصیبت پہنچے یا تم پر فقر و فاقہ نازل ہو یا کوئی سخت مرحلہ آ پڑے۔ تو تم میں سے کوئی شخص نماز کا وضو کر کے چار یا دو رکعت نماز پڑھے اور بعد نماز کہے۔

"یاموضع كل شكوى یاسامع كل نجوى یاشافى كل بلوى یاعالم كل خفيه ویاكاشف مایشاء من بليه ویامنجى موسى یامصطفى محمد ویامتخذا ابراهيم خليلا ادعوك دعا من اشتدت فاقته وضعفت قوته و قلت حيله دعا الغريق الغريب الفقير الذى لايجد لكشف ماهو فيه الا انت یاارحم الراحمين. سبحانك انى كنت من الظالمين"

اے ہر شکایت کی جگہ، اے ہر سرگوشی کو سننے والے، اے ہر درد بلا سے شفا بخشنے والے، اے ہر مخفی شے کو جاننے والے، اے ہر مصیبت میں سے جسے چاہے دور کرنے والے، اے موسیٰؑ کو نجات دینے والے، اے محمدؐ کو مصطفیٰ بنانے والے، اے ابراہیمؑ کو خلیل قرار دینے والے میں تجھ سے اس شخص کی دعا کرتا ہوں جس کا فاقہ شدت پکڑ چکا ہو، قوت کمزور پڑ گئی ہو اور تدبیر وحیلہ کم ہو، غرق ہونے والے، مسافر غریب فقیر کی دعا وہ جو اس مصیبت کے منکشف اور دور ہونے میں تیرے سوا کسی کو نہیں پاتا۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، منزہ ہے تو بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

آپؑ فرماتے تھے کہ یہ دعا کوئی مصیبت زدہ نہیں پڑے گا مگر یہ کہ مصیبت دور ہو جائے گی۔ (۸۱)

۳۔ آپؑ کی وقت سحر کی دعا۔

اللھم ان اسغفاری ایاك وانامصر علی مانھیت عنه وقله حیاء وترك الاستغفار مع علمی بسعه رحمتك تضبیع بحق الرجاء اللھم ان کانت ذنوبی تویسنی انا ارجوك وان علمی بسمعه رحمتك یومنئی ان اخشاك فصل علی محمد وال محمد وحقق رجائی لك وکذب خوفی منك وکربی عند حسن ظنی بك یاا کرم الاکرمین.

خدایا! میرا تجھ سے استغفار کرنا باوجودیکہ میں مصر ہوں اس پر جس سے تو نے منع فرمایا ہے، شرم وحیا کی کمی ہے اور استغفار کو چھوڑ دینا باوجود تیری وسعت رحمت کو جان لینے کے رجاء امید کے حق کو ضائع کرنا ہے۔ خدایا! اگر میرے گناہ مجھے مایوس کو دیتے ہیں کہ میں تجھ سے امید رکھوں اور تیری رحمت کی وسعت کو جان لینا مجھے مامون کر دیتا ہے۔ کہ میں تجھ سے ڈروں تو رحمت نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اور تجھ سے میری رجائی۔ وامید محقق کر دے اور تجھ سے میرے خوف، میرے حسن ظن اور اظہار کرب ودرد کے مواقع پر تکذیب کر دے۔ اے تمام مکرم ومحترم ذوات سے زیادہ صاحب کرم۔ (۸۲)

۴۔ آپؑ کی دعا ہے:

اللھم انی اعوذبك ان تحسن فی لوامع العیون علانیتی ویقبح فی ماعندك سریرتی اللھم کما اسات واحسنت الی فاذا عدت فعد علی. (۸۳)

خدایا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ چمکنے والی آنکھوں میں تو میرے ظاہر وعلانیہ کو اچھا بنا دے لیکن میرا باطن تیرے یہاں قبیح وبرا ہو۔ خدایا! جیسا کہ میں نے برا کیا ہے اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا ہے، پس میں اگر برائی کی طرف رجوع کروں تو پھر بھی تو میری طرف اپنے احسان کو رجوع فرما۔

۵۔ علی بن الحسینؑ ایک دن مسجد رسولؐ میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کو اس کی

مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں آپؑ یہ سن کر گھبرائے اور خوف زدہ ہو گئے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبر رسولؐ کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز میں اپنے رب سے مناجات میں عرض کیا۔

"الهی بدت قدرتك ولم تبد هيئه فجهلوك وقدروك بالتقدير علی غير ما انت به شبهوك وانا بری يا الهی من الذين بالتشبيه طلبوك. ليس مثلك شئی الهی ولم يدر كوك. وظاهر مابهم من نعمه دليلهم عليك لو عرفوك فی خلقك ياالهی مندوحه ان يتاولوك. بل سودك بخلقك فمن ثم لم يعرفوك وا تخذوا بعض اياتك ربا فبذلك وصفوك فتعاليت ياالهی عما به المشبهون نعتوك.(۸۴)

خدایا! تیری قدرت تو ظاہر ہوئی مگر کوئی ہیت وشکل ظاہر نہ ہوئی۔ پس وہ تجھ سے جاہل رہے اور انہوں نے تقدیر و اندازے کئے تیرے شان میں اور تجھے تیرے غیرے سے تشبیہ دی۔ اے اللہ! میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جنہوں نے تشبیہ کے ذریعہ تجھے طلب کیا جب کہ تیری مثل کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ خدایا! انہوں نے تجھے نہیں پہچانا، تیری جو نعمتیں ان کے پاس ہیں وہ ان پر تیری ذات کے لیے دلیل ہیں اگر وہ تجھے پہچانیں۔ خدایا! تیری مخلوق کے لیے چارہ کار ہے کہ وہ تیری تغیر اور تجھے بیان کریں، لیکن انہوں نے تو تجھے تیری مخلوق کے برابر قرار دیا۔ اس لیے انہوں نے تجھے نہیں پہچانا اور تیری بعض نشانیوں کو رب بنا لیا اور اس کے ساتھ تیری توصیف کی پس تو بلند ہے اے معبود اس سے کہ جس طرح تشبیہ دینے والوں نے تعریف وتوصیف کی ہے۔

۶۔ آپؑ کی ایک دعا یہ ہے۔

"اللهم من انا حتیٰ تغضب علی. فو عزتك مايزين ملكك احسانی والا يقبحه اساءتی ولا ينقص من خزائنك غنائی ولا يزيد فيها فقری (۸۵)

خدایا! میں کون ہوں کہ تو مجھ پر غضب ناک ہو۔ پس تیری عزت کی قسم! میرے اچھے اعمال تیرے ملک کو زینت نہیں بخش سکتے اور نہ ہی میرے برے کام اسے قبیح و بدصورت بنا سکتے ہیں۔ میری تونگری تیرے خزانوں میں کمی نہیں کر سکتی اور نہ ہی میرا فقر و فاقہ ان میں زیادتی و اضافہ کر سکتا ہے۔

۷۔ آپؑ کی دعا۔ اچھے خاتموں اور نتیجوں کے لیے۔

"يامن ذكره شرف الذاكرين. يامن فوزه شكر للشاكرين يامن طاعته نجاة المطيعين صلی علی محمد وآله واشغل قلوبنا بذكرك عن كل ذكر. والسنتنا بشكرك عن كل شكر. وجوارحنا بطاعتك عن كل طاعه فان قدرت لنا

فراغامن شغل. فاجعله فراغ سلامه لاتدر كنافيه تسعه والا تلحقنا فيه سامه. حتى ينصرف عنا كتاب السيئات بصحيفه خاليه من ذكر سيئاتنا ويتولى كتاب الحسنات عنامسر ورين بما كتبوا من حسناتنا وذا نقضت ايام حياتنا. وتصرمت مدداعمارنا. واسحضر تنا دعوتك التى لابدمنها ومن اجابتها فصل على محمد وآل محمد وجعل ختام ماتحصى علينا كتبه اعمالناتوبه مقبوله. لاتوفقنا بعدها على ذنب اجنر حناه ولا معصيه افزفنا ها. ولا تكشف عنا سترا استرته على رئوس الاشهاد. يوم تبلوا اخبار عبادك. انك رحيم بمن دعاك ومستجيب لمن ناداك. (۶۷)

اے وہ کہ جس کا ذکر موجب شرف وبزرگی ہے ذاکرین کے لیے اے وہ کہ جس کا شکر کامیابی ہے شاکرین کے لیے اور اے وہ کہ جس کی اطاعت نجات ہے طاعت گذاروں کے لیے۔ رحمت بھیج محمدؐ اور ان کی آل پر، ہمارے دلوں کو تمام اذکار کے مقابلہ میں اپنے ذکر میں مشغول رکھ، ہماری زبانوں کو بھی ہر شکر سے اپنے شکر میں، ہمارے اعضاء وجوارح کو اپنی اطاعت کے ذریعہ ہر اطاعت سے مشغول رکھ۔ اگر تو نے ہمارے لیے مشغولیت سے کوئی فراغت مقدر کی ہے تو ایسے سلامتی کی فراغت قرار دے جس میں ہم پر نہ کوئی شبہ ہو اور نہ کوئی تکان لاحق ہو، یہاں تک کہ برائیاں لکھنے والے فرشتے ہماری برائیاں لکھے بغیر اور نیکیاں لکھنے والے فرشتے ہماری نیکیاں خوشی خوشی لکھ کر واپس پلٹ جائیں اور جب ہمارے ایام زندگی ختم ہوں، مدت عمر منقطع ہو، ہمارے پاس تیرا بلاوا آئے جسے قبول کئے بغیر چارہ کار نہیں، پس محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ ہمارے اعمال لکھنے والے جن چیزوں کو لکھتے اور شمار کرتے ہیں مقبول توبہ سے ان کا اختتام فرما۔ اس کے بعد ہمیں نہ ٹھہرا ایسے گناہ پر جو ہم سے سرزد ہوا ہو اور نہ ایسی معصیت پر جسے ہم وجود میں لائے ہوں، ہم پر سے وہ پردہ نہ اٹھا جو تو نے سب حاضرین کی موجودگی میں ہم پر ڈالا ہے اس دن کہ جب تیرے بندوں کی خبروں کی پڑتال ہوگی۔ بیشک تو رحیم ہے ان کے لیے جو تجھ سے دعا کریں اور قبول کرنے والا ہے نداؤں کا۔

۸۔ آپؑ سے جب کوئی بلا دور ہوتی جس سے آپؑ خوف زدہ ہوتے، یا بہت جلد آپؑ کا کوئی مقصد حاصل ہوتا۔ اس وقت کی دعا۔

"اللهم لك الحمد على احسن قضائك وبما صرفت عنى من بلائك فلا تجعل حظى من رحمتك ما عجلت لى من عافيتكت فا كون قد شقيت بما احببت وسعدغيرى بما

کرهت. وان يکن ماظللت فيه اوبت فيه من هذه العافيه بين يدی بلاء لاينقطع ووزر لايرتفع فقدم لی ما احرت واخر عنی ماقدمت فغير كثير ماعاقبهالفنا وغير قليل ماعاقبه البقاء وصل علی محمد واله .(۸۴)

خدایا تیری حمد ہے تیرے اچھے فیصلے پر اور جو تو نے اپنی بلا و مصیبت کا رخ مجھ سے موڑ دیا۔ پس نہ قرار دے اپنی رحمت میں سے میرا وہ حصہ جو جلدی کی مجھے عافیت دی ہے تاکہ میں بد بخت ہو جاؤں اس چیز سے کہ جسے میں پسند کرتا ہوں اور میرا غیر سعید ہو جائے اس سے جسے میں ناپسند کرتا ہوں۔ اگر وہ چیز ہو جس میں عافیت کے ساتھ دن یا رات بسر کروں ایسی بلا و مصیبت کے مقابلہ میں جو منقطع نہیں ہوتی اور ایسے بوجھ اور تکلیف کے مقابلہ میں جو مجھ سے اٹھ نہیں سکتا۔ تو میرے لیے اسے مقدم کر لے جسے موخر کیا ہے، موخر کر دے جسے مقدم کیا ہے اور بہت سی ایسی چیزوں کو بدل جن کا انجام و عاقبت کا رفنا ہے اور ان بہت ہی کم چیزوں کو بدلنا کہ جن کا انجام بقا ہے۔ اور محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت بھیج۔

یہ دعا اس وقت کی ہے جب آپؑ کو کوئی مہم پیش آتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی یا آپؑ کو کوئی دکھ درد پہنچتا۔

"يامن تحل به عقد المكاره ويامن يفثابه حد الشدائد وامن يلتمس منه المخرج الى روح الفرج . ذلت لقدرتك الصعاب وتسببت بلطفك الاسباب وجرى بقدرتك القضاء ومضت على ارادتك الاشياء فهى بمشيتك دون قولك موتمرة وبارادتك دون نهيك منزرجرة وانت المدعوللمهمات وانت المغزع فی العلمات لايندفع منها الا مادفعت ولا يكشف منها الا ما كشفت وقد نزل بی يارب ماقد تكادنی ثقله والم بی ماقد بهظنی حمله وبقدرتك اوردته علی وبسلطانك وجهته الی فلا مصدر لما اوردت ولا صارف لما وجهت ولا فاتح لما اغلقت ولا مغلق لما فتحت . ولا ميسر لما عسرت . لاناصر لمن خذلت فصل على محمد واله وافتح لی يارب باب الفرج بطولك واكسر عنى سلطان الهم بحولك واتلنى حسن النظر فيما شكوت . واذقنی حلاوة الصنع فيما سالت وهب لی من لندك رحمة وفرجا هنيئا واجعل من عندك مخرجا. وحياولا تشغلنى بالاهتمام عن تعاهد فروضك . واستعمال سنتك فقد ضقت لما نزل بی يارب ذرعا. وامتلات بحمل ماحدث علی هماء وانت القادر على كشف مامنيت به. ودفع ماوقعت فيه فافعل بی ذلك وان

لم استوجبه منك یاذالعرش العظیم۔ (۸۸)

اے وہ ذات جس کی وجہ سے مصائب کی گرہیں کھل جاتی ہیں اے وہ کہ جس کی وجہ سے شدائد کی تیزی وتندی کند پڑ جاتی ہے، اے وہ کہ جس سے کشائش کی راحت کا راستہ طلب کیا جاتا ہے۔ تیری قدرت کے سامنے سخت چیزیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ تمام اسباب تیری لطف کا سبب بن جاتے ہیں تیری قدرت سے قضاوقدر جاری ہوتی ہے تیرے ارادے کے ماتحت چیزیں جاری وساری ہیں۔ تیری مشیت سے تیرے کہے بغیر پابندفرمان ہیں اور تیرے صرف ارادے سے تیرے روکے بغیر رک جاتی ہیں۔ تجھے ہی مشکلات میں پکارا جاتا ہے اور تو ہی نازل ہونے والے مصائب وآلام میں مفزع وجائے پناہ ہے ان میں دفع نہیں ہوتیں مگر جنہیں تو دفع کرے اور منکشف دورنہیں ہوتیں مگر جنہیں تو دور کردے۔ اے پروردگار! مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جس کے بوجھ نے مجھے لاچار کردیا ہے مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جس کے اٹھانے نے مجھے بوجھل کردیا ہے تو نے اپنی قدرت سے اسے مجھ پروارد کیا ہے اور تیرے ہی تسلط سے وہ مجھ پر متوجہ ہوئی ہے۔ پس اسے کوئی نہیں صادر کرسکتا جسے تو وارد کرے اور کوئی نہیں پھیر سکتا جسے تو متوجہ کرے، اسے کوئی نہیں کھول سکتا جسے تو باندھے اور اسے کون باندھے جسے تو کھول دے اسے کوئی آسان نہیں کرسکتا۔ جسے تو مشکل بنادے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں جسے تو چھوڑ دے۔ پس محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ اے پروردگار! اپنے فضل وبخشش سے میرے لیے کشائش کا دروازہ کھول دے اور اپنی حول وقوت سے ہم وغم کے تسلط کو مجھ سے توڑ دے۔ مجھے حسن نظر دے ان چیزوں میں جن کی میں شکایت کرتا ہوں۔ پس اپنی طرف سے مجھ پر رحمت اور خوش گوار کشائش کو ہبہ وبخشش فرما اپنی طرف سے میرے لیے جلد اور تیزی سے نکلنے کا راستہ پیدا کر۔ مجھے مشغول نہ رکھ اپنے فرائض کی چھان بین کرنے کے اہتمام اور اپنی سنت کے استعمال سے کیوں کر میرے پروردگار جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس سے میں تنگ آ گیا ہوں اور جو حادثہ مجھے درپیش آیا ہے اس کے ہم وغم سے میں پُر ہو گیا ہوں۔ تو ہی قدرت رکھتا ہے اس کو دور کرنے کی جس میں میں مبتلا ہوں اور اس کو دفع کرنے کی جس میں جا پڑا ہوں۔ پس میرے لیے یہ ضرور کر، اے صاحب عرش عظیم! اگرچہ میں اس فیضان کا مستحق نہیں ہوں۔

آپؑ کی قبولیت دعا

ہمارے آئمہؑ کی خصوصیات میں سے قبولیت دعا بھی ایک خصوصیت ہے۔ ان کے حالات زندگی لکھنے والے علماء نے اس منقبت کا ذکر کیا ہے اور بہت سے شواہد تحریر کئے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں محترم قارئین کے لیے ان موارد کو جمع کیا ہے جہاں آئمہ علیہم السلام نے دعا کی اور مولا جل علا نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشا۔ چنانچہ اس فصل میں ہم امام زین العابدینؑ کی ایسی ہی دعاؤں کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ منہال بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے حج کیا اور علیؑ بن الحسینؑ سے ملاقات کی تو آپؑ نے فرمایا: حرملہ بن کاہل کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے کوفہ میں زندہ چھوڑا ہے۔ آپؑ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: خدایا اسے آگ کی گرمی کا ذائقہ چکھا۔ پس میں مختارؒ کی طرف گیا تو اچانک میں نے کچھ لوگوں کو بھاگ دوڑ کرتے دیکھا جو کہہ رہے تھے۔ اے امیر بشارت ہو حرملہ گرفتار کر لیا گیا۔ وہ مختار کے ڈر سے چھپا ہوا تھا۔ پس مختار نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور اسے آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ (۸۹)

۲۔ امام زین العابدینؑ ہر روز یہ دعا کرتے تھے۔ اللہ میرے باپ کے قاتل کو جلد مقتول دکھا۔ پس جب مختارؒ نے قاتلان حسینؑ کو قتل کیا تو عبیداللہ ابن زیاد اور عمر بن سعد کا سر اپنے ایک قاصد کے ہاتھ امام زین العابدینؑ کے پاس بھیجا اور قاصد سے کہا کہ وہ نماز تہجد پڑھے، صبح صادق کے بعد نماز صبح ادا کرے، پھر سو جائے، پھر اٹھ کر مسواک کرے اور کھانا کھالے۔ پھر آپؑ کے دروازے پر جائے اور آپؑ کے متعلق دریافت کرے۔ جب یہ کہا جائے کہ دستر خوان آپؑ کے سامنے ہے تو اس وقت اجازت لے کر دونوں سر آپؑ کے دستر خوان پر رکھ دینا اور ان سے عرض کرنا مختارؒ آپؑ کی بارگاہ میں سلام عرض کر رہا ہے اور آپؑ سے گذارش کرتا ہے کہ اے فرزند رسول آپؑ کا انتقام لے لیا ہے۔

پس قاصد نے ایسا ہی کیا۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے دونوں سروں کو اپنے دستر خوان پر دیکھا تو آپؑ سجدہ میں گر پڑے اور کہا۔ الحمد لله الذی اجاب دعوتی وبلغنی ثاری من قتله ابی ودعا للمختار وجزاہ خیراً (۹۰) (حمد ہے اس خدا کی جس نے میری دعا قبول فرمائی اور میرے باپ کے قاتلوں سے بدلہ اور انتقام کی خبر مجھے پہنچائی۔ آپؑ نے مختارؒ کے لیے دعا کی اور فرمایا: خدا اسے جزاء خیر دے۔

۳۔ آپؑ کی اس وقت کی دعا۔ جب آپؑ کو خبر ملی کہ مسرف بن عقبہ مدینہ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

رب کم من نعمه انعمت بها علی قل لك عندها شکری و کم من بلیه ابتلیتنی بها قل لك عندها صبری فیامن قل عند نعمه شکری فلم یحرمنی وامن قل عند بلائه صبری فلم یخذلنی یاذالمعروف الذی لاینقطع ابداً. ویاذالنعماء التی لاتحصی اعدداصل محمد وال محمد وادفع عنی شره فانی ادرابك فی نحره واستعیذبك من شره۔

پروردگار! کتنی ایسی نعمتیں ہیں جو تو نے مجھے انعام فرمائی ہیں۔ لیکن ان پر تیرے لیے میرا شکر کم ہوا۔ کتنی مصیبتیں ہیں جن میں مبتلا کیا، جن پر مجھ سے صبر کم ہوا ہے۔ پس اے وہ ذات کہ میرے شکر کی کمی پر اپنی نعمت سے مجھے محروم نہیں کیا اور مصیبت پر صبر کی کمی کے سبب میرا ساتھ نہیں چھوڑا، اے ایسی نیکی کرنے والے جو کسی وقت بھی

منقطع نہیں ہوتی اور ایسی نعمتوں والے جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا، محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور مجھ سے اس (مسرف) کے شر کو دور فرما۔ تیرے ذریعہ اس کی گردن پر گھونسا مارتا ہوں اور اس کے شر سے تیرے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔

پس مسرف بن عقبہ مدینہ میں آیا۔ کہا یہ جاتا تھا کہ اسے علیؑ بن الحسینؑ کے علاوہ کسی سے مخاصمت نہیں ہے۔ لیکن آپؑ اس سے صحیح و سالم رہے اور اس نے آپؑ کی تعظیم و تکریم کی۔ آپؑ کے یہاں حاضر ہوا اور آپؑ سے اچھا سلوک کیا۔ (۹۱)

۴۔ کلینی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے جابر بن یزید سے اور اس نے امام محمدؑ باقرؑ سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار کا ارشاد ہے کہ مرگ مفاجات (اچانک موت) مومن کے لیے تخفیف ہے، اور کافر کے لیے افسوسناک ہے۔ مومن اپنے غسل دینے والے اور اٹھانے والے کو جلدی کرنے کی قسم دیتا ہے اور اگر معاملہ اس کے علاوہ ہو تو پھر قسم دیتا ہے کہ اس کے لئے جانے میں تاخیر کرو۔

ضمرۃ بن سمرہ نے عرض کیا: یا علیؑ اگر معاملہ اسی طرح ہو جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تو اسے تابوت سے کود پڑنا چاہئے یہ کہہ کر ضمرہ خود بھی ہنسا اور لوگوں کو بھی ہنسایا حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے عرض کیا: خدایا اگر ضمرہ بن سمرہ رسول اللہؐ کی حدیث پر خود بھی ہنسا اور لوگوں کو بھی ہنسایا تو اس کی دردناک طریقہ سے گرفت کر۔ پس اس واقعہ کے چالیس دن بعد یکایک اس کی حرکت قلب بند ہوگئی۔ (۹۲)

آپؑ کے کچھ اشعار

اس فصل میں ہم امام علی بن الحسین علیہما السلام کے منتخب اشعار پیش کرتے ہیں۔ آپؑ کے تمام اشعار فخر و مباہات میں ہیں۔ یا مناجات، اخلاق خیر کی دعوت دینے، برائی سے روکنے، اخلاق حمیدہ اور صفات علیا کا حکم دینے میں ہیں۔ جن حضرات کی زندگی کا بنیادی مقصد حق و فضیلت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا ہو ان کے لیے یہ مقام تعجب نہیں ہے۔ ہم یہاں آپؑ کے بعض اشعار پیش کرتے ہیں۔

جن مصائب و بلیات میں اہلبیتؑ مبتلا ہوئے، ان کے بارے میں آپؑ نے فرمایا:

نحن بنو المصطفی ذو وعصص
یجرعها فی الانام کاظمنا

ہم اولاد مصطفی وہ ہیں کہ لوگوں میں ہمارے غصہ پینے والے مصیبت کو ایک ایک گھونٹ کرکے پیتے ہیں

عظیمه فی الانام محنتنا
اولنا مبتلسی واخرنا

ہماری مصیبت وتکلیف لوگوں سے بہت بڑی ہے۔ ہمارا پہلا بھی مصیبت میں مبتلا ہے اور آخری بھی۔

یفرح هذا الوری بعيد هم
ونحن اعیاد ماتمنا

یہ لوگ اپنی عید کے موقع پر خوش ہوتے ہیں اور ہماری عید ماتم کے دن ہیں۔

والناس فی الامن والسرور وما
یأمن طول الزمان خائفنا

لوگ امن وسرور میں ہیں اور ہم میں سے جو خوف زدہ ہے، طویل زمانہ تک اسے امن نصیب نہیں ہوتا۔

وما خصصنا به من الشرف
الطائل بین الانام افتا

جن عظیم شرف وبزرگی کے ساتھ ہم مخصوص ہیں لوگوں کے درمیان وہی ہمارے لیے باعث امتحان وآزمائش بن گئی ہے

یحکم فینا والحکمة فيه لنا
جاهدنا حقنا و غاصبنا(۹۲)

ہم پر حکم چلاتا ہے جبکہ اس پر ہمارا حکم چلنا چاہیے ہمارے حق کا انکار کرنے والا ہمارے حق کو غصب کرنے والا۔

۲۔ زندگی میں تلخی ایام کے جو کڑوے گھونٹ آپ پی رہے تھے ان کے بارے میں آپؑ کے اشعار۔

لباسی للدنیا التجلد والصبر
ولبسی للاخری البشاشه والبشر

میرا لباس دنیا کے لیے سختی اور صبر کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آخرت کے لیے میرا لباس ہشاش بشاش ہونا اور خندہ پیشانی ہے۔

اذا نا بنی امر لجات الی العر ا
لانی من القوم الذين لهم فخر

جب کوئی معاملہ مجھے پیش آتا ہے تو میں کسی گوشہ میں پناہ لیتا ہوں کیونکہ میں ایسی قوم میں سے ہوں جن

کے لیے فخر وامتیاز ہے۔

الم تران العرف قدمات اهله
وان الندی والجود ضمهما قبر

کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ نیکی کے اہل مر چکے ہیں اور جود وسخا قبر میں دفن ہو چکا ہے؟

علی العرف والجود السلام فما بقی
من العرف الاالرسم فی الناس والذکر

نیکی واحسان اور جود وسخا پر سلام ہو۔ نیکی واحسان میں سے باقی نہیں رہا مگر لوگوں میں اس کی رسم ونشانی اور ذکر و یاد

وقائله لمارأتنی مسهدا
کأن الحشا منی یلذ عها الجمر

مجھے بیدار دیکھا تو ایک کہنے والی خاتون نے کہا جب کہ گویا میرے اندر آگ لگی ہوئی تھی جسے انگارے مزید جھلسا رہے تھے

اباطن داء لوحدی منك ظاهرا
لقلت الذی بی ضاق عن وسعه الصدر

بیماری کا باطن تیرے ظاہر کو بھی گھیرے۔ میں نے کہا کہ جو مصیبت وتکلیف مجھے ہے اس کی وسعت سے سینہ تنگ ہے

تغیر احوال و فقد احبه
وموت ذوی الا فضال قالت کذا الدهر(۹۳)

حالات کا بدل جانا، محبوب دوستوں کا جدا ہونا ہے اور صاحبان فضل وکمال کی موت ہے تو اس نے کہا کہ زمانہ ایسا ہی ہے

۳۔ آپؑ نے یہ اشعار یزید بن معاویہ کے سامنے پڑھے

لاتطمعوا ان تهینونا فنکرمکم
وان نکف الاذی عنکم و توذونا

یہ لالچ نہ کرنا کہ تم تو ہماری اہانت کرو اور ہم تمہارا احترام کریں گے اور یہ کہ ہم تم سے اذیت کو روکیں، تم

ہمیں اذیت پہنچاتے ہو۔

والله یعلم انا لا نحبکم
ولا نلومکم ان لا تحبونا

خدا جانتا ہے کہ ہم تمہیں دوست نہیں رکھتے اور نہ ہی تمہیں ملامت کرتے ہیں کہ تم ہم سے محبت نہیں کرتے
اس لعین نے کہا: اے جوان! تم سچ کہتے ہو، لیکن تمہارے باپ اور دادا نے چاہا کہ وہ اس امت کے امیر بنیں حمد ہے اس خدا کی جس نے ان دونوں کو قتل کردیا اور خون بہایا۔ آپؑ نے فرمایا: ہمیشہ نبوت و امارت میرے اجداد میں رہی، اس سے پہلے کہ تو پیدا ہوتا۔ (۹۵)

فضیلت اہل بیتؑ میں آپؑ کے اشعار:

لنحن علی الحوض ذواده
نذوق و نسقی وراده

البتہ ہم بھی حوض کوثر پر لوگوں کو اس سے دور کریں گے، خود اس سے سیراب ہوں گے اور اس پر وارد ہونے والوں کو سیراب کریں گے

وما فاز من فاز الا بنا
وما خاب و من حبنا زاده

کوئی کامیاب ہونے والا کامیاب نہیں ہوا مگر ہماری وجہ سے، اور کوئی نا کام و نامراد نہیں ہوا جس کا زادراہ ہماری محبت ہے۔

ومن سرنا نال منا السرور
ومن ساء نا ساء میلا ده

جو ہمیں خوش رکھے ہم سے خوشی نصیب ہوگی اور جو ہم سے برائی کرے اس کی ولادت ہی بری ہے

ومن کان غصبنا حقنا
فیوم القیامه معیاده

جو ہمارے حق کا غاصب ہے اس کی وعدہ گاہ قیامت کا دن ہے۔ (۹۶)

۵۔ آپؑ کے یہ اشعار تقویٰ کے بارے میں ہیں

من عرف الرب فلم تغنه

معرفه الرب فذاك الشقی

جو اپنے رب کی معرفت رکھے اور اسے یہ معرفت بے نیاز نہ کرے وہ شقی و بد بخت ہے

ماساء ذا الطاعه ما ناله

فی طاعه الله وماذا لقی

اطاعت گزار کے لیے کوئی برائی نہیں اس چیز میں جو اس خدا کی اطاعت سے حاصل ہو۔ اور اسے اس سے سامنا کرنا پڑے۔

مایصنع العبد بغیر التقی

والعز کل العز للمتقی

تقویٰ و پرہیز گاری کے علاوہ بندہ کیا کرے گا، کیونکہ تمام عزت تو متقی کے لیے ہے

۶۔ آپؑ کے اشعار جب آپ کعبہ کے پردوں کو پکڑے ہوئے تھے

یامن یجیب دعا المضطر فی الظلم

یاکاشف الضرو البلوی مع السقم

اے وہ کہ جو مضطر و مجبور کی دعا کا تاریکیوں میں جواب دیتا ہے، اے وہ ضرر و بلا کو دور کرتا ہے، بیماریوں کے ساتھ

قد نام وفدك حول البیت قاطبه

وانت وحدك یا قیوم لم تنم

تیرے سب زائر تیرے گھر کے گرد سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن تو اکیلا ہے اے خدائے قیوم! جو کبھی نہیں سوتا۔

ادعوك رب دعاء قد امرت به

فارحم بکائی بحق البیت والحرم

پروردگار میں تجھ سے وہ دعا مانگتا ہوں جس کا تو نے حکم دیا ہے پس میرے گریہ پر رحم کر، بیت و حرم کے صدقہ میں

ان كان عفوك لا یرجوه ذوسرف

من یجود علی لعاصین بالنعم(۹۸)

اوراسراف کرنے والے تیرے عفو بخشش کی امید نہیں رکھتے تو کون ہے جو نافرمانوں پر نعمتوں کی بخشش کرتا ہے۔

۷۔ اپنے علم کے بارے میں آپؑ کے اشعار:

انی لاکتم من علمی جواھرہ
کی لایری الحق ذوجھل فیفتتنا

میں اپنے علم کے موتی وجواہر چھپائے رکھتا ہوں تا کہ کوئی جاہل حق کو نہ دیکھ لے اور ہمیں کمزور کردے

وقد تقدم فی ھذا ابو حسن
الی الحسین واوصی قبلہ الحسنا

اس میں مجھ سے پہلے ابوالحسنؑ تھے جنہوں نے حسینؑ کو اوران سے پہلے حسنؑ کو وصیت کی

فرب جوھر علم لو ابوح بہ
لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا

بہت سے علم کے جوہر ایسے ہیں کہ اگر میں انہیں ظاہر کروں تو مجھ سے کہا جائے کہ تم بتوں کو پوجنے والوں میں سے ہو۔

ولا ستحل رجال مسلمون دمی
یرون اقبح ما یأتونہ حسنا(۹۹)

اور کئی مسلمان میرے خون کو حلال سمجھیں اور سب سے قبیح فعل جس کو وہ بجالاتے ہیں، اچھا سمجھیں۔

۸۔ آپؑ کے اشعار جن میں ظالم حکام کو مخاطب کیا۔

لکم ماتدعون بغیر حق
اذمیز الصحاح من المراض

کتنی چیزیں ہیں تم جن کے بغیر کسی حق کے مدعی ہو، جس وقت کہ صحیح (تندرست) کو مریض سے تمیز دی جائے۔

عرفتم حقنا فجحدتمونا
کما عرف السواد من البیاض

تم نے ہمارے حق کو پہچاننے کے باوجود اس کا انکار کیا، جس طرح سیاہ کو سفید سے پہچانا جاتا ہے

کتاب اللہ شاھدنا علیکم

وقاضيا الا له فنعم قاض(۱۰۰)

تمہارے خلاف اللہ کی کتاب ہماری شاہد و گواہ ہے اور خدائے منصف، بہترین قاضی وفیصلہ کرنے والا ہے

۹۔ موت کی یاددہانی پر آپؑ کے اشعار:

فهم فی بطون الارض بعد ظهورها

محاسنهم نحو المنايا المقادر

ان کے گھران سے خالی ہوگئے ہیں، ان کے صحن ویران پڑے ہیں اور تقدیر انہیں موت کی طرف لے گئی ہے۔

وخلوا عن الدنيا وما جمعوالها

وضمتم تحت التراب الخائر(۱۰۱)

دنیا اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے جمع کیا تھا اس سے جدا ہو گئے اور انہیں مٹی کے نیچے گڑھوں نے ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔

۱۰۔ آپؑ کے اشعار تذکر ویاددہانی کے سلسلہ میں

فيا عامر الدنيا ويا ساعيالها

ويا آمنا من ان تدو والدوائر

اے دنیا کو آباد کرنے والے اور اس کے لیے سعی وکوشش کرنے والے، اور اے وہ کہ جو اس سے مامون ہے کہ گردشیں کریں۔

ولم تتزودللرحيل وقددنا

وانت على حال و شيك مسافر

تو نے اس کوچ کے لیے جو قریب ہے، زادراہ تیار نہیں کیا جب کہ تو عنقریب سفر کرنے والا ہے

فيا لهف نفسی کم اسوف توبتی

وعمری فان والردى لی ناظر

ہائے افسوس میرے نفس پر کب تک میں اپنی توبہ کو تاخیر میں ڈالوں گا، حالانکہ میری عمر فنا ہونے والی ہے اور موت وہلاکت مجھے دیکھ رہی ہے۔

وكل الذى اسلفت فی الصحف مثبت

مجازى عليه عادل الحكم قادر(۱۰۲)

جو کچھ میں آگے بھیج چکا ہوں وہ نامہ ہائے اعمال میں ثبت کر دیا گیا ہے جن پر حکم میں عدالت کرنے والا صاحب قدرت جزا دے گا۔

آپؑ علماء واکابرین کی نظر میں

امت اسلامی کا اپنے جدگانہ میلانات اور اختلافات مذہب ومسلک کے باوجود آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت، بلندی اخلاق، حسن سیرت، کثرت علم پر اجماع ہے۔ تمام امت اسلامی نے کسی شخص کی افضلیت پر اتفاق واجماع نہیں کیا جیسے آئمہ علیہم السلام کے فضل وبزرگی کو تسلیم کیا ہے۔ بلا مبالغہ جمہور علماء غیر شیعہ نے جو کچھ ان کی عظمت پر لکھا ہے اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کے سوالوں اور شیعوں نے پیش کیا ہے ان کے غیر کے بالمقابل منصب خلافت وحکومت کے مستحق واہل ہونے کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے۔ یہاں ہم امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے بارے میں علماء عظماء بزرگوں کے منتخب کلمات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: خدا کی قسم! اولاد انبیاء میں علیؑ ابن الحسینؑ ایسا نہیں دیکھا گیا مگر یوسف بن یعقوب علیہما السلام اور خدا کی قسم! علیؑ بن الحسینؑ کی اولاد اور ذریت، یوسفؑ بن یعقوبؑ کی ذریت سے افضل ہے ان ہی میں سے وہ ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔ (۱۰۳)

۲۔ ابوحازم کہتے ہیں: میں نے کوئی ہاشمی علیؑ ابن الحسینؑ سے افضل اور زیادہ فقیہ وعالم نہیں دیکھا۔ (۱۰۴)

۳۔ زہری کہتے ہیں: میں نے کوئی شخص امام زین العابدینؑ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا (۱۰۵) جس وقت وہ امام زین العابدینؑ کو یاد کرتے رونے لگتے اور کہتے ہائے زین العابدینؑ کو یاد کرتے رونے لگتے اور کہتے ہائے زین العابدینؑ (۱۰۶)

۴۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں۔ میں نے کبھی بھی علیؑ ابن الحسینؑ جیسا شخص نہیں دیکھا اور میں نے آپؑ کو بھی کبھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ اپنے نفس پر ناراض ہوتے (کہ تو نے حق عبادت ادا نہیں کیا) (۱۰۷) میں نے کوئی علیؑ ابن الحسینؑ سے زیادہ صاحب ورع نہیں دیکھا۔ (۱۰۸)

۵۔ آپؑ سے نافع بن جبیر نے عرض کیا۔ بے شک آپ سب لوگوں کے سید وسردار اور سب سے افضل وبرتر ہیں۔ (۱۰۹)

۶۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا جب کہ علیؑ بن الحسینؑ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ کون سب سے زیادہ باشرف ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ہرگز نہیں! بے شک سب لوگوں سے زیادہ باشرف یہ ابھی میرے پاس

سے اٹھ کر جانے والے ہیں۔ سب لوگ دوست رکھتے ہیں کہ اس میں سے ہوں مگر وہ دوست نہیں رکھتے کہ وہ کسی میں سے ہوں (۱۱۰)

نیز عمر نے کہا کہ دنیا کا چراغ اور اسلام کا جمال زین العابدینؑ ہیں (۱۱۱)

۷۔ عبدالملک بن مروان نے آپؑ سے عرض کیا: اللہ کی طرف سے حسنہ اور نیکی آپ کی طرف سبقت کر چکی آپؑ رسولؐ اللہ کا ٹکڑا ہیں آپؑ کو وہ علم دین اور ورع وتقویٰ عطا ہوا ہے جو آپؑ سے پہلے آپؑ کی طرح کسی کو نہیں دیا گیا، مگر آپؑ کے اسلاف میں سے کہ جو گزر چکے ہیں۔ اس نے آپ کی بڑی تعریف وتوصیف کی (۱۱۲)

۸۔ امام مالک فرماتے ہیں: انہیں کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدینؑ کا لقب دیا گیا۔ (۱۱۳)

۹۔ سفیان بن عینیہ کہتے ہیں۔ میں نے زین العابدینؑ سے افضل اور زیادہ فقیہ کوئی ہاشمی نہیں دیکھا۔ (۱۱۴)

۱۰۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں۔ یہ زین العابدینؑ زاہدین کے مقتداء متقیوں کے آقا اور مومنین کے امام ہیں۔ ان کی نشانی ان کے لیے گواہی دیتی ہے کہ وہ رسولؐ اللہ کی اولاد ہیں۔ ان کا نام اللہ کے یہاں ان کے قریب مقام کو ثابت کرتا ہے۔ ان کے ثفنات (گھٹے) ان کی کثرت نماز اور ادائے تہجد کا دودھ پی کر پروان چھڑے ہیں۔ ان کے یہاں تائید الٰہی کے انوار چمکے ہیں جس سے انہوں نے ہدایت حاصل کی ہے عبادت کے اور ادنے الفت کی تو وہ اس کی صحبت سے مانوس ہوئے کیے بعد دیگرے اطاعت کے وظائف وذمہ داریاں ان کے پاس آئی ہیں تو وہ زیور اطاعت سے آراستہ ہوئے۔ انہوں نے آخرت کی راہ طے کرنے کے لیے رات کو سواری بنایا ہے۔ دوپہروں کو پیاسا رکھا ہے بطور دلیل رہبر کے جس سے مسافرت کے صحراؤں میں رشدوہدایت حاصل کی ہے اور آپ کیلئے ایسے خارق عادات امور ہیں جنہیں دیدبینا نے دیکھا ہے۔ جو میراث میں ملنے والے آثار ثابت ہیں اور جو اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ آخرت کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہیں۔ (۱۱۵)

۱۱۔ علامہ شمس الدین یوسف بن قزاغلی الحنفی، سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ آئمہ کے باپ ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسنؑ اور لقب زین العابدینؑ ہے اور رسولؐ اللہ نے ان کا نام سید العابدینؑ رکھا ہے جیسا کہ ہم ان کے بیٹے محمد علیہ السلام کی سیرت میں بیان کریں گے سجاد ذوثفنات (گھٹوں والا) زکی اور امین بھی ان کے لقب ہیں (ثفنات اونٹ کے ان اعضاء کو کہتے ہیں جو اسے بٹھانے کے وقت زمین پر لگتے ہیں اور وہ سخت ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دونوں گھٹنے وغیرہ (ثفنات کا واحد ثفنہ ہے) آپؑ کے سجدوں کے طول نے آپؑ کے گھٹوں میں اثر کیا تھا۔ (۱۱۶)

۱۲۔ شمس الدین محمد بن طولون اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ان میں سے چوتھے علیؑ (خدا ان سے

خوشنو ہوا) ہیں اور وہ ابوالحسنؒ علیؑ بن الحسینؑ ابن ابی طالبؑ جو زین العابدینؑ کے لقب سے مشہور ہیں اور ایک نام علی اصغر بھی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ تابعین کے سادات آقاؤں میں ہیں۔ زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی قریشی ان سے بہتر نہیں دیکھا۔ زین العابدینؑ کو ابن الخیرتین کہا جاتا تھا کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک بندوں میں دو بہترین خاندان ہیں عربوں سے قریش اور عجم میں سے فارس۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ زین العابدینؑ کے فضائل ومناقب شمار واحصاء سے زیادہ ہیں۔ آپؑ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی (۱۱۷)

۱۳۔ وزیر علی بن عیسیٰ اربلی کہتے ہیں کہ وہ جناب امام ربانی اور ہیکل روحانی، بدل الابدال زاہد الزاہد، قطب الاقطاب، عابد العباد، نور مشکوٰۃ رسالت نقطہ دائرہ امامت اور ابن الخیرتین ہیں۔ دل کا قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک علیؑ بن الحسینؑ ہیں۔ تم کیا جانو کہ علیؑ بن الحسینؑ کیا ہیں۔ خوف خدا سے بہت آہیں بھرنے والے اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرنے والے، سنت وکتاب کے عامل درست وصحیح بات کرنے والے محراب عبادت کی زینت اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینے والے معارف کے درجات میں بلند ہونے والے پس ان کا آج کا دن کل سے بلند وبہتر ہے۔ وہ اپنے معارف میں منفرد ہیں کہ جو تمام خلائق سے اپنے قدیم وحدیث (پرانے اور نئے) میں افضل ہیں، شرف میں ان کی حکمرانی ہے اور وہ اس کی بلندیوں پر ہیں اور بلند قدر ہیں اپنے لباس اور اپنی طیب ولادت سے جو کچھ انہوں نے گھیر رکھا ہے۔

اس سے دوسروں کو عاجز کر دیا ہے۔ کریم الاصل ہیں، روشن وواضح بنیاد والے، اور پاکیزہ اصل والے۔ ان کی تعریف سے توصیف کرنے والے کی زبان عاجز ہے، اپنی تنہائیوں میں مناجات کے ساتھ منفرد ہیں۔ پس ملائکہ تعجب کرتے ہیں ان کے مواقف سے۔ پروردگار کے خوف نے ان کے آنسو بہائے ہیں۔ الخ (۱۱۸)

۱۴۔ علامہ علی ابن محمد مالکی جو صباغ کے لقب سے مشہور ہیں کہتے ہیں: ان کے مناقب پر نظر ڈالیے تو وہ بہت ہیں ان کے امتیازات اور اوصاف مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وضو کرتے تو ان کا رنگ بدل جاتا۔ عرض کیا گیا اس کا کیا سبب ہے۔ آپؑ فرماتے: کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں: (۱۱۹)

ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد ابی بکر بن خلکان نے کہا ہے ابوالحسنؑ علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ (خدا ان سب سے خشنود ہوا) جو زین العابدینؑ کے لقب سے مشہور ہیں علی اصغر کہا جاتا ہے اور امام حسینؑ کی نسل نہیں چلی مگر ان ہی زین العابدینؑ کی اولاد سے آپؑ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں اور تابعین کے سادات میں سے ہیں۔

زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی قرشی ان سے افضل نہیں دیکھا اور یہ بھی کہا ہے کہ زین العابدینؑ کو ابن

الخیرتین'' کہا جاتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے بندوں سے اللہ کو دو خاندان پسند ہیں عرب میں سے قریش اور عجم میں سے فارس انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے فضائل و مناقب اس سے زیادہ ہیں کہ شمار کیے جائیں۔(۱۲۰)

۱۶۔ واقدی کہتے ہیں کہ آنجناب سب لوگوں سے زیادہ اللہ کے زیادہ صاحب ورع زیادہ عابد اور زیادہ متقی تھے۔ آپؑ چلتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو نہیں ہلاتے تھے۔(۱۲۱)

علامہ محمد بن حبان بستی کہتے ہیں علیؑ بن الحسینؑ بن ابی طالب ابوالحسن فقہائے اہل بیت فاضل بن بنی ہاشم اور مدینہ کے زیادہ عبادت گزار اضرار میں سے ہیں۔(۱۲۲)

۱۸۔ علامہ ابن حرج کہتے ہیں کہ علی ۱۱ ابن الحسن ابن علی بن ابی طالب زین العابدین قالب وثوق ثابت عابد فقیہہ اور مشہور فاضل ہیں۔(۱۲۳)

۱۹۔ استاد عبدالعزیز سید الاہل نے کہا ہے کہ زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ، سجادؑ اس کے محتاج نہیں ہیں کہ میں لوگوں سے ان کا تعارف کرواؤں یا جس قدر ان کی پہچان اور معرفت مجھے حاصل ہے وہ میں ان کے جاننے پہچاننے والوں کے سامنے پیش کروں، لیکن وہ شخص جسے ضرورت ہو کہ اس کی تمہید و بزرگی حاصل ہو اور اسے بلندی و فوقیت ملے، وہ میرا قلم، دفتر اور سیاہی ہے، اس لحاظ سے کہ ان آلات کے ذریعہ عظیم بطل جلیل کی سیرت کو نظم میں لے آؤں۔

بعض اوقات ہمارا زمانہ اتراتا ہے اور اپنی موج میں موجزن ہے۔ اگر کسی چیز کو حق پہنچتا ہے کہ وہ فخر و مباہات کرے تو اس قلم کو یہ حق پہنچتا ہے جو علیؑ ابن الحسینؑ کی سیرت کو نظم کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور سیاہی اور دوسرے قلموں پر فخر و مباہات کرے تو اس قلم کو یہ حق پہنچتا ہے جو علیؑ بن الحسینؑ کی سیرت کو نظم کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور سیاہی اور دوسرے قلموں پر فخر کرے(۱۲۴)

۲۰۔ استاد احمد فہمی محمد جو شرعی وکیل ہیں، شہر جیزہ میں، وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ آپؑ اپنے زمانے والوں میں سب سے زیادہ علم و فضل، زیادہ باورع، زیادہ فقیہہ، زیادہ عبادت گزار، زیادہ مکرم و محترم، زیاہ حلیم و بردبار، زیادہ فصیح زبان، زیادہ کریم الاحسان تھے۔ فقراء پر عطوف و مہربان تھے۔ ضعیفوں، ناداروں اور کمزور لوگوں کی مدد و اعانت فرماتے تھے اور ساتھ ہی نفوس میں ہیبت و دبدبہ اور دلوں میں عظمت و جلالت رکھتے تھے۔ الخ(۱۲۵)

فرزدق کا قصیدہ

کتاب حلیہ، اغانی اور دوسری کتب میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے حج کیا اور لوگوں کے ہجوم کی وجہ

سے حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا۔ پس اس کے لیے ایک منبر نصب کیا گیا اور وہ اس پر بیٹھا تھا۔ اور اہل شام نے اسے گھیر رکھا تھا کہ اچانک علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام تشریف لائے۔ آپؑ نے ایک لنگ باندھی ہوئی تھی اور اوپر ایک رداڈال رکھی تھی۔ آپؑ کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت، روشن اور پاکیزہ خوشبو تھا۔ آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا، گویا بکری کا گھٹنا تھا۔ پس آپؑ نے طواف کرنا شروع کیا۔ جب آپؑ حجر اسود کے قریب پہنچے تو لوگ آپؑ کی ہیبت سے چھٹ گئے اور آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔

ایک شامی نے ہشام سے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کون ہے؟ ہشام نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا تا کہ اہل شام آپؑ کی طرف راغب نہ ہوں فرزدق جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: لیکن میں اسے پہچانتا ہوں۔ شامی نے کہا اے ابوفراس یہ کون ہیں؟ فرزدق نے اس وقت ایک قصیدہ انشا کیا۔ جس کا کچھ حصہ اغانی، حلیہ اور حماسہ میں ہے اور پورا قصیدہ یہ ہے۔

یأسائلی این حل الجودوالکرم
عندی بیان اذا طلابه قدموا

اے مجھ سے سوال کرنے والے کہ جودوکرم کہاں اترا ہوا ہے، میرے پاس اس کا بیان ہے جب اس کے طلب گار آگے بڑھیں۔

ھذا الذی تعرف البطحاء وطاته
والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہے کہ بطحا کی وادیاں جس کو جانتی ہیں، خدا کا گھر اور حل وحرم اس کو پہچانتے ہیں۔

ھذا ابن خیر عباداللہ کلھم
ھذا التقی النقی الطاھر العلم

یہ تمام اللہ کے بندوں میں بہترین کا فرزند ہے۔ یہ پاک وصاف و پاکیزہ اور بلند مقام ہے۔

ھذا الذی احمد المختار والدہ
صلی علیه الاھی ماجری القلم

یہ وہ ہے کہ احمد مختار جس کے نانا ہیں جن پر خدا نے درود بھیجا ہے، جب سے قلم جاری ہوا۔

لویعلم الرکن من قد جاء یلثم
لخریلثم منه ماوطی القدم

اگر رکن کو علم ہو جائے کہ کون اسکا بوسہ لینے آیا ہے تو وہ گر کر اس خاک کے بوسے لے جس پر ان کے قدم

آتے ہیں۔

هذا علی رسول الله والده
امست بنور هداه تهتدی الامم

یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں، جو رسول اللہ کی اولاد ہیں، جن کے نور ہدایت سے ساری امتیں ہدایت حاصل کرتی ہیں۔

هذا الذی عمه الطیار جعفر
والمقتول حمزه لیس حبه قسم

یہ وہ ہیں جن کا چچا جعفر طیار ہے اور شہید ہونے والا حمزہ شیر ہے، جس کی محبت کی قسم۔

هذا بن سیدة النسوان فاطمه
وان الوصیٰ الذی فی سفه نقم

یہ سب عورتوں کی سردار فاطمہ کا بیٹا ہے اور اس وصی کا بیٹا ہے جس کی تلوار عذاب خدا ہے۔

اذا راته قریش قال قائلها
الی مکارم هذا ینتهی الکرم

جب قریش اسے دیکھتے ہیں تو کہنے والے نے کہا ہے، اس کے مکارم اخلاق تک کرم کی انتہا ہے۔

یکاد یمسکه عرفان راحه
رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم

قریب ہے کہ رکن حطیم ان کی ہتھیلی کو پہچان کر انہیں روک لے جب کہ اسے مس کرنے آئیں۔

ولیس قولك من هذا بضائره
العرب تعرف من انکرت والعجم

تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے ان کے لیے کوئی ضرررساں نہیں جن کا تو نے انکار کیا ہے۔ اسے عرب وعجم جانتے ہیں۔

ینمی الی ذروه العزالتی قصرت
عن نیلها عرب الاسلام والعجم

وہ عزت کی اس چوٹی (مقام) پر فائز ہیں جس کے حاصل کرنے سے عرب وعجم قاصر ہیں

یغضی حیاء ویغضی من مهابة
فما یکلم الاحین یبستم

وہ تو شرم وحیاء سے آنکھیں نیچی رکھتے ہیں لیکن ان کی ہیبت سے لوگوں کی نگاہیں نیچی رہتی ہیں۔ پس ان

سے کوئی بات نہیں کرسکتا مگر جب وہ تبسم فرماتے ہیں۔

ینجاب نور الدجی عن نور غرته
کالشمس ینجاب عن اشرفاقها الظلم

ان کی پیشانی کے نور سے تاریکی کا ابر چھٹ جاتا ہے جس طرح سورج کے چمکنے سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

بکفه خیزران ریحه عبق
من کف اروع فی عرنینه شم

اس کے ہاتھ میں خیزراں کی چھڑی ہے جس کی خوشبو مہکتی ہے، ایسی ہتھیلی سے کہ جو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے، اس کی بینی میں دوسری خوشبوؤں سے۔

ماقال لاقط الانی تشهده
لولا التشهد کانت لاء ه نعم

رسولؐ اللہ سے مشتق ہے ان کی شاخ جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور عادات وخصائل

حمال اثقال اقوام اذا فدحوا
حلوا الشمائل تحلو عنده نعم

انہوں نے کبھی بھی ''لا'' (نہیں) نہیں کہا مگر تشہد میں۔ اگر تشہد نہ ہوتی تو ان کی لا بھی ''نعم'' (ہاں) ہوتی۔

مشتقه من رسول الله نبعته
طابت عناصره والخیم والشیم

رسولؐ اللہ سے مشتق ہے ان کی شاخ جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور عادت وخصائل

حمال اثقال اقوام اذا فدحوا
حلوالشمائل تحلو عنده نعم

قوموں کے بوجھ اٹھانے والے ہیں، جب وہ مصیبت میں پھنس جائیں شریں شمائل ہیں ان کے پاس نعمتیں خوشگوار ہوتی ہیں۔

ان قال قال بما یهو جمیعهم

وان تکلم یوما زانه الکلم

اگر کوئی بات کرے تو ایسی بات کرے گا کہ سب کو گرویدہ بنا لے گا اور اگر کسی دن گفتگو کریں تو کلمات اسے زینت دیتے ہیں۔

هذا بن فاطمه ان کنت جاهله

بجده انبیاء الله قد ختموا

اگر تو اس سے جاہل ہے تو جان لے کہ وہ فاطمہ زہرا کا بیٹا ہے اور اس کے جد پر انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔

الله فضله قدما وشرفه

جری بذاك له فی لوحه القلم

اللہ نے اسے قدیم زمانے سے فضیلت بخشی اور شرف دیا اور اسی کے ساتھ اس کی لوح میں قلم جاری ہوا ہے۔

من جده دان فضل الانبیاء له

وفضل امته دانت لها الامم

ان کے جد وہ ہیں کہ تمام انبیاء کی فضیلتیں ان سے کم ہیں اور امت کی فضیلت کے مقابلہ میں تمام امتیں پست ہیں۔

عم البریه بالاحسان وانقشعت

عنها العمایه والا ملاق والظلم

ان کا احسان تمام مخلوق پر عام ہے اور ان کی وجہ سے اندھا پن فقر و فاقہ اور تاریکیاں دور ہو گئے ہیں۔

کلتا یدیه غیاث عم نفعهما

یستو کفان ولا یعروهما عدم

ان کے دونوں ہاتھ بادل ہیں جن کا نفع سب کے لیے ہے، وہ مسلسل برستے رہیں اور ان کے لیے رکنا نہیں ہے۔

سهل الخلیقه لاتخشی بوادره

یزینه خصلتان: الحلم والکرم

وہ نرم خو ہیں۔ ان کی جلد بازیوں کا خوف نہیں ہے۔ انہیں دو چیزیں ایک حلم اور دوسرا کرم زینت دیتی ہیں۔

لایخلف الوعد میمونا نقیبه
رحب الفناء اریب حین یعترم

یہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ مبارک ہے ان کی ذات وہ مہمان نواز اور صاحب عقل و خرد ہیں۔

من معشر حبهم دین و بعضهم
کفر وقربهم منجا و معتصم

وہ ایسے گروہ میں سے ہیں جن کی محبت دین ہے اور جن کا بغض کفر ہے، جن کا قرب نجات و حفاظت کا ذریعہ ہے۔

یستدفع السوء والبلوی بحبهم
ویستزاد به الاحسان والنعم

برائی اور مصیبت ان کی محبت کی وجہ سے دفع کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے احسان و نعمتوں میں اضافہ طلب کیا جاتا ہے۔

مقدم بعد ذکر الله ذکر هم
اوقیل من خیراهل الارض قیل هم

اگر متقیوں کو گنا جائے تو یہ ان کے آئمہ ہیں، یا پوچھا جائے کہ اہل زمین سے بہترین کون ہے، تو کہا جائے گا۔ کہ یہی ہیں۔

لایستطیع جواد بعد غایتهم
ولا یدانیهم قوم وان کرموا

ان کی انتہا کے بعد کوئی سخی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی قوم ان کے نزدیک پھٹک سکتی ہے اگرچہ وہ کریم ہو۔

هم الغیوث اذا ما ازمه ازمت
والاسد اسد الشری والباس محتدم

اگر لوگ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوں تو یہ ابر باراں ہیں اور اگر جنگ کی آگ بھڑک اٹھے تو بیشہ کے شیر ہیں۔

یأبی لهم ان یحل الزم ساحتهم
خیم کریم و اید بالندی هم

مذمت ان کی ڈیوڑھی کے قریب آنے سے انکار کرتی ہے۔ کریم عادات ہیں اور ایسے ہاتھ ہیں جو سخاوت سے نہیں رکتے

لایقبض العسر بسطا من اکفهم
سیان ذالك ان اثروا وان عدموا

تنگ دستی ان کی ہتھیلیوں کو کھولے رہنے سے بند نہیں کر سکتی، ان کے لیے برابر ہے کہ ان کے پاس دولت و ثروت ہو یا نہ ہو۔

ای القبائل لیست فی رقابهم
لا ولیه هذا اولیه نعم

کون سا ایسا قبیلہ ہے جن کی گردنوں پر خود ان کے یا ان کے آباؤ اجداد کے احسان نہ ہوں۔

من یعرف الله یعرف اولیه ذا
فالدین من بیت هذا ناله الامم

جو اللہ کو پہچانتا ہے وہ ان کی اولیت کو بھی پہچانتا ہے۔ ان کے گھر سے ہی تمام امتوں کو دین حاصل ہوا ہے۔

بیوتهم فی قریش یستضاء بها
فی النائبات و عند الحکم ان حکموا

ان کے گھر قریش میں ایسے ہیں کہ مصائب و آلام میں ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اگر یہ حکم کریں تو حق و باطل کے فیصلہ کے وقت بھی۔

فجده من قریش فی ارومتها
محمد و علی بعده علم

پس ان کے جد امجد قریش کی اصل اور جڑ ہیں، محمدؐ ہیں اور ان کے بعد بلند مقام علیؑ ہیں۔

بدرله شاهد والشعب من احد
والخندقان ویوم الفتح قد علموا

جنگ بدر اور احد کی گھاٹیاں اور خندق جن کی گواہ ہیں اور فتح مکہ کو سب جانتے ہیں۔

وخیبر و حنین یشهدان له
وفی قریضه یوم صیلم قتم

اور خیبر و حنین بھی ان کے کارناموں کی گواہی دیتے ہیں جنہوں نے سخت غبار جنگ کے فرض کو پورا کیا ہے۔

مواطن علمت فی کل نائبه
علی الصاحبه لم اکتم کما کتموا

یہ ایسے مقامات ہیں جو صحابہ کی ہر ہر مصیبت کے نازل ہونے کے موقع پر معلوم ہیں کہ جنہیں میں نہیں چھپا سکتا جس طرح کہ انہوں نے چھپایا ہے۔

ہشام آگ بگولہ ہو گیا، فرزدق کا وظیفہ بند کر دیا اور کہا کہ ایسے اشعار تو نے ہمارے لیے کیوں نہیں کہے۔

پس ہشام نے عسقان کے مقام پر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے، فرزدق کو قید کر دیا۔

یہ خبر امام علی ابن الحسینؑ کو پہنچی تو آپؑ نے بارہ ہزار درہم بھیجے اور فرمایا اے ابوفراس! ہمیں معذور سمجھیں۔ ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم وہ بطور صلہ تمہیں دیتے۔ فرزدق نے وہ رقم واپس کر دی اور کہلا بھیجا۔ اے فرزندہ رسولؐ اللہ! میں نے نہیں کہا جو کچھ کہا ہے مگر خدا اور اس کے رسولؐ کے لیے غضب ناک ہوتے ہوئے میں اس پر کوئی صلہ اور مال دنیا نہیں چاہتا تھا۔ آپؑ نے دوبارہ اس کے پاس یہ کہلا کر درہم بھیجے کہ تمہیں میرے حق کی قسم ان کو ضرور قبول کرو۔ پس خدا نے تیرا مقام دیکھ لیا ہے اور تیری نیت جان لی ہے۔ فرزدق نے وہ رقم قبول کر لی اور فرزدق نے قید میں رہتے ہوئے ہشام کو ہجو لکھی جس میں سے دو شعر یہ ہیں۔

ایحبسنی بین المدینه والتی
الیها قلوب الناس یهوی منیبها
یقلب راسا لم یکن راس سید
وعینا له حولاء باد عیوبها

کیا مجھے اس مدینہ اور مکہ کے درمیان قید کرتا ہے جس کی طرف لوگوں کے دل جھکتے ہیں۔ اور وہ کہ جو انہیں پھیرنا چاہتا ہے وہ پھیرتا ہے۔ ایسے سر کو جو ایک آقا و سردار کا سر ہے۔ اور اس کی بھینگی آنکھ ہے، جس کا بھینگا پن ظاہر ہے۔

باب ۵

امام محمد باقر علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام حسینؑ سید الشہداء ہیں۔

آپؑ کے والد: امام علیؑ بن الحسینؑ ہیں۔

آپؑ کی والدہ: فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام ہیں جن کی کنیت "ام عبداللہ" ہے۔ آپؑ ایسے ہاشمی ہیں جو ماں باپ سے پیدا ہوئے، ایسے علوی ہیں جو علوی ماں باپ سے پیدا ہوئے، اور آپؑ پہلے وہ فرد ہیں جنہیں امام حسن وامام حسین علیہما السلام کی اولاد ہونے کا شرف ہے۔

آپؑ یکم رجب ۵۷ھ بروز جمعہ یا بروز پیر پیدا ہوئے۔(۱)

آپؑ رسولؐ اللہ سے مشابہت رکھتے تھے۔ اسی بنا پر آپؑ کو شبیہ کا لقب دیا گیا۔ آپؑ مرتفع قامت، باریک جلد، گھنگھریالے بال والے اور گندم گوں تھے۔ جسم پر خال تھے۔ پتلی کمر والے اور خوش آواز تھے۔ سرزمین کی طرف جھکائے رکھتے تھے۔ آپؑ اپنے دادا امام حسینؑ کے ساتھ چار سال رہے اور واقعہ کربلا میں موجود تھے۔

آپؑ کی کنیت: ابوجعفرؑ ہے۔

آپؑ کے القاب: باقر، الشاکر اللہ، ہادی، امین اور شبیہ تھے۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش: العزة جمیعا للہ تھا۔

آپؑ کے بیٹے: امام جعفر صادقؑ، عبداللہ، ابراہیم، عبیداللہ اور علی تھے۔

آپؑ کی بیٹیاں: زینب اور ام سلمہ تھیں۔

آپؑ کے شعراء کثیر غرہ، کمیت، الورد الاسدی (کمیت کے بھائی) اور سید حمیری تھے۔

آپؑ کا دربان: جابر جعفی تھا۔

آپؑ نے اپنے علم اور حدیث سے دنیا کو بھر دیا۔ جابر جعفی کہتے ہیں کہ مجھ سے آپؑ نے ستر ہزار احادیث بیان کیں اور محمد بن مسلم کا قول ہے کہ میں نے آپؑ سے تیس ہزار احادیث کا سوال کیا۔

آپؑ کے مولفات: کتاب تفسیر جسے ابن ندیم نے ذکر کیا ہے۔ایک رسالہ ہے جو آپؑ نے سعد الخیر کو جو بنی امیہ سے تھا۔بھیجا تھا۔

ایک اور رسالہ ''کتاب الہدایہ'' ہے جو آپؑ نے اسی سعد اموی کو بھیجا تھا۔(۲)

آپؑ نے عبدالملک بن مروان کو درہم ودینار کا سکہ بنانے کا مشورہ دیا اور اس کی کیفیت کی تعلیم دی۔

آپؑ کے زمانہ (امامت) کے بادشاہ: ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک۔

آپؑ کی وفات: سات ذی الحجہ ۱۱۴ھ بروز دوشنبہ (پیر) ہوئی۔اس وقت آپؑ کی عمر ستاون (۵۷) سال اور مدت امامت انیس (۱۹) سال تھی۔

آپؑ کی قبر: جنت البقیع میں اپنے والد امام زین العابدین اور بزرگ امام حسن سبط اکبر علیہما السلام کے ساتھ دفن ہوئے۔آپ کی قبر کا انہدام آٹھ شوال ۱۳۴۴ھ وہابیوں کے ہاتھوں دیگر قبور آئمہ علیہم السلام کے ساتھ ہوا۔

آپؑ کی نص خلافت

علاوہ علم، فضل، تقویٰ اور ورع کے، جن کی وجہ سے آئمہ اہل بیتؑ اپنے غیر سے ممتاز ہیں، ایک بڑی وجہ ان کے جد امجد رسول اعظمؐ سے ان پر نص بھی ہے۔آپ کا انہیں ہدایت کے ستاروں، نجات کے نشان اور دین کے ارکان کے طور پر امت کے لیے امام نصب کرنا ہے۔آئمہ علیہم السلام پر متواتر نص موجود ہے۔یہاں تک کہ بعض اعلام نے اس سلسلہ میں مستقل کتب جمع کی ہیں (۳) علاوہ ان کے کتب حدیث، سیر، تراجم اور سوانح موجود ہیں۔

لوگوں کے عذر منقطع کرنے اور حجت قائم کرنے کے لیے آئمہؑ میں سے ہر امام اپنے بعد ہونے والے امام پر نص کرتے تھے اور امام ابوجعفرؑ پر سلف سے نص کے تواتر کی وجہ سے جابر بن یزید جعفی جب آپؑ سے روایت کرتے تو کہتے، مجھ سے وصی الاوصیاء محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ نے حدیث بیان کی ہے۔(۴)

یہاں ہم بعض وہ نصوص بیان کرتے ہیں جو امام محمد باقرؑ کے بارے میں ان کے والد گرامی امام زین العابدینؑ کی جانب سے وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: یاد رکھو یہ امام، آئمہ کے باپ ہیں علم کی کان ہیں اور علم کی گھتیوں کو اس طرح کھولیں گے جیسا کھولنے اور واضح کرنے کا حق ہے۔خدا کی قسم! یہ سب لوگوں کی نسبت رسول اللہؐ سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔(۵)

۲۔ زہری کہتے ہیں: میں علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؑ مبتلاء مرض الموت

تھے۔ میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! اگر ہمارے لیے اس سے کوئی چارہ نہ رہا تو آپؑ کے بعد ہم کس سے رجوع کریں آپؑ نے محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے ابوعبداللہ! یہی میرا بیٹا وصی، میرا وارث اور میرے علم کا ظرف، حلم و بردباری کی کان اور باقر العلم ہے۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسول اللہؐ! باقر العلم کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا عنقریب میرے شیعوں کے اشراف و بزرگ ان سے رجوع کریں گے اور یہ ان کے سامنے علم کو کھول کھول کر بیان کریں گے۔ الخ (۶)

۳۔ مسعودی کہتے ہیں: علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب کہ آپؑ کے خواص کی ایک جماعت بھی اس ظاہری وصیت میں حاضر تھی، اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ کو طلب فرمایا، انہیں اپنا وصی بنایا اور اسم اعظم و مواریث انبیاء ان کے سپرد فرمائے (۷)

آپؑ رسول اعظمؐ کی احادیث میں

وہ تمام احادیث جو اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اگر ان سے سب کو جمع کیا جائے تو وہ احادیث کا ایک بڑا مجموعہ ہوگا۔ رسول پاکؐ اپنے اہل بیتؑ کو ہر مناسبت میں اور ہر فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مستحکم فرماتے تھے۔ کبھی ان کی طرف اشارہ کرتے کبھی ایک ایک کا نام لے کر اور کبھی ان میں سے بعض کو مخصوص کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ان کے امر امامت کے اہتمام اور ان کی شان کی تعظیم اور ان کی سلامتی پر تشریق کے لیے کرتے تھے۔ ہم ان صفحات میں بعض وہ احادیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرتؐ سے امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ ابوزبیر محمد بن اسلام مکی سے روایت ہے کہ ہم جابرؓ بن عبداللہ کے پاس موجود تھے کہ امام علیؑ بن الحسینؑ ان کے یہاں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ان کے کم سن فرزند محمدؑ بھی تھے۔ امام علیؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا بیٹے اپنے چچا کے سر کا بوسہ لو۔ پس محمدؑ قریب ہوئے اور جابر کے سر کا بوسہ لیا۔ جابر نے عرض کیا: یہ کون ہیں؟ (جابرؓ اس وقت نابینا ہو گئے تھے) تو حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے فرمایا میرے بیٹے محمدؑ ہیں پس جابرؓ نے انہیں سینہ سے لگا لیا اور کہا: اے محمدؑ! محمدؐ رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ آپؑ نے جابرؓ سے فرمایا یہ کیسے ہوا! جابرؓ نے عرض کیا: میں رسول اللہ کے پاس تھا۔ حسینؑ ان کی گود میں تھے اور آپؐ ان سے کھیل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جابر! میرے اس حسینؑ بیٹے سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین علیؑ کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔ پس علیؑ بن الحسینؑ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس علیؑ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جسے محمدؑ کہا جائے گا۔ اے جابرؓ! جب تم ان سے ملاقات کرو تو انہیں میرا سلام کہاں اور جان لینا کہ اب تمہاری زندگی تھوڑی باقی ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد جابرؓ فوت ہو گئے۔ (۹)

۲۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا: بیشک تم زندہ ہو گے یہاں تک کہ تم میری اولاد میں سے ایک مرد کو دیکھو گے جو مجھ سے بہت مشابہت رکھتا ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ جب تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں شاق نہیں گزرے گا۔ پس ان سے میرا اسلام کہنا۔ (۱۰)

۳۔ رسول اللہؐ نے جابرؓ سے فرمایا: اے جابر! تم زندہ رہو گے، یہاں تک کہ نسل حسینؑ سے میرے ایک بیٹے سے ملاقات کرو گے جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ وہ انبیاء کے علم کو منکشف اور کھول کھول کر بیان کریں گے جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو میری طرف سے انہیں سلام کہنا (۱۱)

۴۔ آنحضرتؐ نے جابرؓ سے فرمایا: اے جابرؓ! قریب ہے تم اولاد حسینؑ سے ایک بچہ سے ملاقات کرو جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ وہ علوم کو اس طرح واضح کرے گا اور کھولے گا جیسا کہ حق ہے شرح وبسط کا۔ پس جب تم ان سے ملاقات کرو تو میرا اسلام کہنا۔

جابرؓ کہتے ہیں: خدا نے میری موت کو تاخیر میں ڈالا یہاں تک کہ میں نے محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا پس میں نے انہیں ان کے نانا رسول اللہ کا سلام پہنچایا۔ (۱۲)

آپؑ کی عبادت

آئمہؑ کی زندگی عبادت کی متصل کڑیاں ہیں۔ ساری کی ساری زندگی اللہ کی راہ میں اور اللہ کے لیے ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہوتے دعا شروع کر دیتے، اور ورد ختم کرتے تو ذکر میں داخل ہو جاتے اور یہ مقام تعجب نہیں ہے بلکہ تعجب اس پر ہے کہ ان کی عبادت ان کی زندگی کے مختلف جنبوں میں سے ایک جنبہ ہے۔ وہاں ان کے قائم شدہ مدارس اور علمی محافل ہیں ایسے مدارس ومحافل جن کے ذریعہ انہوں نے اسلام کو آگے بڑھایا، اس کی تعلیمات کی نشر واشاعت کی۔ اس کے علاوہ ان کے اور جتنے بھی تھے امت کو صراط مستقیم پر متوجہ کرنے اور معاشرے کی اصلاح کرنے کے۔ یہاں ہم ان عبادات میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: میرے والد گرامی بہت زیادہ ذکر خدا کرتے تھے۔ میں آپؑ کے ساتھ چل رہا ہوتا، تو آپؑ ذکر خدا کرتے جاتے۔ آپؑ کے ساتھ کھانا کھاتا تو آپؑ ذکر جاری رکھتے۔ لوگوں سے ملاقات کے دوران بھی ذکر جاری رہتا۔ میں دیکھتا کہ آپؑ کی زبان تالو سے چمٹی ہوئی ہے۔ اور آپؑ ''لا الٰہ الا اللہ'' فرمارہے ہیں۔ آپؑ ہمیں اکٹھا کر لیتے اور ذکر کرنے کا حکم دیتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ ہم میں سے جو قرات کر سکتا۔ اسے قرات کا حکم دیتے او جو قرات نہ کر سکتا اسے ذکر کا حکم دیتے۔ (۱۳)

۲۔ امامؑ کا خادم افلح کہتا ہے کہ میں محمد بن علیؑ کی ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب آپؑ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور آپؑ کی نگاہ بیت اللہ پر پڑی تو آپؑ نے رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپؑ کی آواز بلند

ہوئی۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں! لوگ آپؑ کی طرف متوجہ ہیں۔ کاش آپؑ آواز دھیمی کر لیتے۔ آپؑ نے فرمایا: وائے ہو اے افلح تجھ پر! میں کیوں گریہ نہ کروں ہوسکتا ہے کہ خدا میری طرف نظر رحمت فرمائے اور میں کل کامیاب ہو جاؤں۔

پھر آپؑ نے بیت اللہ کے گرد طواف کیا اور مقام ابراہیم پر نماز پڑھی۔ جب آپؑ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپؑ کے سجدہ کی جگہ آپؑ کے آنسوؤں سے تر تھی (۱۴)

۳۔ آپؑ کے فرزند حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ میرے بابا رات کی تاریکی میں اپنے رب سے تضرع وزاری کے ساتھ دعا فرماتے۔ ''امرتنی فلم ائتمر ونھیتنی فانجز، فھا انا عبدک بین یدیک والا اعتذر'' (تو نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور تو نے مجھے منع کیا تو میں اس سے باز نہ آیا۔ پس میں تیرا بندہ اب تیرے سامنے ہوں اور کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا) (۱۵)

۴۔ آپؑ دن رات میں ڈیڑھ سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (۱۶)

آپؑ کی سیرت کا ایک گوشہ

اگر مسلمان رسول اعظمؐ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی سیرت کو اپنی ذات پر منطبق کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنائیں تو عظیم ترین راہ حق اور اخلاق کی ہری بھری کھیتی سے فیضیاب ہوسکیں، تمام امتوں کی سرداری حاصل کر سکیں۔ اس معمورہ دنیا کے اطراف میں اسلام کو پھیلا سکیں اور اپنے کو داخلی و خارجی عظیم مددگار ثابت کر سکیں۔ بنی نوع انسان صدیاں بیت جانے اور نسلیں گزر جانے کے باوجود اپنی راہوں کے قائدین اور متوجہ کرنے والے علماء و مفکرین کے ذریعہ ایسی واضح و روشن سیرت سے روشناس نہیں ہوئے (۱۷) وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان واپس لوٹیں، آئمہؑ کی سیرت پر متوجہ ہوں اور صراط مستقیم کے اس صاف و شفاف اور میٹھے چشمے سے سیراب ہوں ان صفحات میں امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی سیرت کے منتخب حصے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپؑ جب کسی شخص کو موذی مرض میں مبتلا دیکھتے تو آہستہ سے اللہ سے پناہ مانگتے اور استعاذہ فرماتے (۱۸)

۲۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے محمدؑ بن علیؑ کو دیکھا تو میں نے چاہا کہ انہیں وعظ و نصیحت کروں لیکن انہوں نے مجھے وعظ و نصیحت کی۔ میرے ساتھی کہنے لگے کہ تم نے انہیں کس چیز میں وعظ کیا تھا۔

میں نے کہا میں گرمی کے وقت مدینہ سے باہر نکلا تو میری ملاقات محمدؑ بن علیؑ سے ہوئی۔ وہ بھاری جسم کے شخص تھے۔ انہوں نے اپنے سیاہ غلاموں کا سہارا لیا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ ہے۔ جو اس وقت اس حالت میں طلب دنیا میں لگا ہوا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اسے

ضرور وعظ ونصیحت کروں گا۔ پس میں قریب گیا اور سلام کیا انہوں نے پھولے ہوئے سانس سے جواب سلام دیا جبکہ وہ پسینہ میں شرابور تھے۔ میں نے کہا "اصلحک اللہ" اللہ آپؑ کی اصلاح کرے۔ آپؑ قریش کے بزرگ ہو کر اس وقت اس حالت میں طلب دنیا میں نکلے ہوئے ہیں۔ اگر آپؑ پر موت آجائے اور آپؑ اس حالت میں ہوں آپؑ نے اپنے ہاتھ سے غلاموں کو ہٹایا۔ ان کا سہارا چھوڑا اور فرمایا: خدا کی قسم اگر مجھے اس حالت میں موت آجائے جب کہ میں اللہ کی ایک اطاعت میں ہوں۔ میں اس کے ذریعہ اپنے آپ کو تجھ سے اور باقی لوگوں سے روکے ہوئے ہوں۔ مجھے موت کا خوف تو تب ہوتا کہ میں خدا کی کسی معصیت میں ہوتا۔ تو میں نے عرض کیا: آپؑ پر خدا کی رحمت ہو میں نے آپؑ کو وعظ کرنا چاہا لیکن آپؑ نے مجھے وعظ ونصیحت کیا۔(۱۹)

۳۔ صدوقؒ نے کتاب ثواب الاعمال میں اپنی سند کے ساتھ ابوعبداللہؑ سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد اہل بیتؑ میں سے کم آمدنی اور زیادہ خرچ والے تھے۔ پھر بھی ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کے دن کا صدقہ کئی گنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمعہ کا دن دسرے دنوں پر فضیلت رکھتا ہے(۲۰)

۴۔ اگر کبھی آپؑ ہنس دیتے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے: خداوندا! مجھ پر ناراض نہ ہونا۔(۲۱)

۵۔ کچھ لوگ ابوجعفرؑ کی خدمت میں آئے جس وقت آپؑ کا بچہ بیمار تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ آپؑ اس کے اہتمام اور غم میں مصروف ہیں اور آپؑ کو قرار نہیں ہے۔ انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اس بچہ کو کچھ ہو گیا تو ہمیں ڈر ہے کہ ہم آپؑ کو اس حالت میں دیکھیں جو ہمیں برداشت نہ ہو۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے چیخ و پکار کی آواز سنی۔ اچانک آپؑ گھر سے نکل کر کشادہ رو اس حالت میں ان کی طرف آئے جو پہلی حالت سے مختلف تھی۔ انہوں نے عرض کیا: ہم آپ پر قربان جائیں، ہمیں خوف تھا کہ اگر کچھ واقع ہو گیا تو جس حالت میں آپ کو دیکھ رہے تھے تو وہ کچھ دیکھیں جو ہمیں غم زدہ کردے آپؑ نے فرمایا: ہم دوست رکھتے ہیں کہ جن سے ہمیں محبت ہے ان کے سلسلہ میں عافیت میں رہیں۔ لیکن جب امر خدا آجائے تو ہم اس کی پسند کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔(۲۲)

ابوعبداللہؑ فرماتے ہیں کہ ابوجعفرؑ نے اپنی موت کے وقت جو بُرے غلام تھے، انہیں آزاد کر دیا اور جو اچھے تھے انہیں رہنے دیا میں نے عرض کیا: بابا جان! آپؑ انہیں آزاد کر رہے ہیں اور انہیں چھوڑ رہے ہیں فرمایا: انہوں نے مجھ سے تکلیف وضرب اٹھائی ہے۔ لہٰذا یہ اس کا بدلہ ہے۔(۲۳)

۷۔ آپؑ کے گھر سے نہیں سنا گیا کہ اے سائل خدا تجھے برکت دے اور نہ ہی یہ سنا کہ اے سائل یہ لے لے۔ بلکہ آنحضرتؑ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اچھے اچھے ناموں کے ساتھ پکارو۔(۲۴)

آپؑ کا احسان وکرم

کرم واحسان میں امر اہم یہ نہیں ہے کہ زیادہ رقم دی جائے بلکہ اہم یہ ہے کہ اس عطا کے ساتھ ایمان وتقویٰ اور بہترین اخلاق ہوں سوال کرنے والے کی عزت محفوظ رہے، جیسا کہ مال دینے والے کی اپنی ضرورت جتنی زیادہ ہو اتنا ہی زیادہ عطیہ و بخشش فضیلت رکھتے ہیں۔

تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ کہ بعض آیات امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئیں۔ تھوڑے سے صدقہ کے زیر اثر آپؑ کی شان میں خدا کا یہ ارشاد نازل ہوا۔ ''والذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیہ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون' (وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن میں چھپا کر اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس اجر ہے۔ ان کے لیے خوف ہے اور نہ وہ محزون ہوں گے) اس کے بعد آپؑ نے چار درہموں کا صدقہ دیا جن کے علاوہ آپؑ کی ملکیت میں کچھ اور نہ تھا۔ ایک درہم کارات کو صدقہ دیا ایک درہم دن کو ایک چھپا کر اور ایک علی الاعلان۔ آپؑ ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوٰۃ یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون۔''

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپؑ نے اپنی انگوٹھی اس سائل کو صدقہ میں دی جس نے مسجد نبوی میں سوال کیا تھا اور اسے کسی نے کچھ نہ دیا تھا۔ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے سائل کی طرف اشارہ کیا اس کی طرف انگلی بڑھائی تو اس نے انگوٹھی لے لی۔ سورہ ہل اتی اہل بیتؑ کے بارے میں نازل ہوئی بعد اس کے کہ انہوں نے جو کی روٹیاں یتیم و مسکین واسیر کو صدقہ میں دیں۔

دراصل عطیہ، ہبہ اور صدقہ میں مقدار سے پہلے کیفیت ملحوظ ہوتی ہے اور وہ چیز خلوص اور مولائے کریم کے تقرب میں اسے گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ پس آئمہ اہل بیتؑ صدقہ، ہبہ اور عطیات میں اس نازل راہ پر چلتے تھے، ان ہی صدقات وعطیات کے ذریعے قرب خداوندی کو حاصل کر کے طویل صدیوں اور یکے بعد دیگرے آنے والے قرنوں کو عبور کر کے شہرت دوام حاصل کر لی۔

ہم بعض وہ امور ذکر کرتے ہیں جو امام ابوجعفر علیہ السلام کے کرم واحسان میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ سلمیٰ ابوجعفرؑ کی کنیز کہتی ہیں کہ آپؑ کی خدمت میں آپؑ کے اصحاب آیا کرتے تھے۔ وہ اس وقت تک نہیں جاتے تھے جب تک آپؑ انہیں عمدہ کھانا نہ کھلاتے، بہترین لباس نہ پہناتے اور انہیں دینار ہبہ نہ کرتے تھے۔

میں آپؑ سے اس سلسلہ میں کچھ کہتی تا کہ آپؑ ان میں کچھ کمی کریں تو آپؑ فرماتے: اے سلمہ! دنیا میں

کوئی اچھائی اور خوبی نہیں ہے سوائے بھائیوں سے صلہ رحمی کرنے نیک اور اچھے کام کرنے کے۔(۲۵)

۲۔ عمرو بن دینار اور عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت ہے وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے بھی کبھی ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ سے ملاقات نہیں کی، مگر یہ کہ آپ ہمارے لیے صلہ کے طور پر کچھ نقدی و کپڑے اٹھالاتے اور فرماتے کہ یہ تمہارے لیے تیار کئے گئے تھے اس سے پہلے کہ تم مجھ سے ملنے آتے۔(۲۶)

۳۔ اسود بن کثیر کہتے ہیں میں نے ابوجعفرؑ کی خدمت میں اپنی ایک حاجت اور بھائیوں کی جفاو زیادتی کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا برا ہے وہ بھائی جو تونگری کی حالت میں تو تیری رعایت کرے۔ مگر تنگ دستی وفقر کی حالت میں تجھے چھوڑ دے۔ پھر آپؑ نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ وہ ایک تھیلی نکال کر لایا جس میں سات سو درہم تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو خرچ کرو جب ختم ہو جائے تو مجھے بتانا۔(۲۸)

۴۔ سلیمان بن قرم سے رویت ہے کہ ابوجعفرؑ ہمیں پانچ چھ سو درہم سے لے کر ایک ہزار درہم تک جائزہ دیا کرتے تھے اور آپؑ اپنے بھائیوں، آنے والوں، امید رکھنے والوں اور آرزومندوں کو صلہ و بخشش کرنے سے ملول نہیں ہوتے تھے۔(۲۸)

۵۔ ابوعبداللہؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں ایک دن والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ جناب مدینہ کے فقراء میں آٹھ ہزار دینار بطور صدقہ تقسیم فرما رہے تھے۔ آپؑ نے ایک خاندان کے غلام آزاد کئے جن کی تعداد گیارہ تھی۔(۲۹)

آپؑ کا مدرسہ

معاویہ نے ایک مضبوط حکومت قائم کر لی تھی جس سے پورے جزیدہ عرب کو گھیر لیا تھا اور جو کئی قریبی علاقوں تک بڑھ گئی تھی۔ بزرگ صحابیوں اور تابعین مثلاً امام حسنؑ سبط اکبر، عمرو بن حمق خزاعی، حجر بن عدی کندی اور اس کے ساتھیوں اور دوسرے بہت سے مسلمانوں کے خون سے اس کی آبیاری کی تھی۔ اور یہ گمان کر لیا تھا کہ بنی امیہ کی حکومت ابدالاباد تک باقی رہے گی۔

لیکن امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سے اس میں دراڑیں پڑنے لگیں اور اسے عبدالملک بن مروان کی ہوشیاری اور طاغی وسرکش حجاج بن یوسف کی گرفت کوئی نفع نہ پہنچا سکی۔

جس وقت سے ایران میں بنی عباس کی دعوت شروع ہوئی ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں بنی امیہ کی حکومت روبہ زوال ہوگئی اپنا مدرسہ کھولنے کے لیے امام ابوجعفرؑ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا تا کہ اس سے کئی سو علماء نکل سکیں۔

اور یہ کام اس کے مطابق تھا جس کی رسول اعظمؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو خبر دی تھی کہ اے جابرؓ! تم

حسین علیہ السلام کی اولاد میں ایک بچہ سے ملو گے جو میرا ہم نام ہوگا اور علم کے خزانوں کو ایسے کھولے گا جیسا کہ کھولنے کا حق ہے، یعنی اسے واضح و ظاہر کرے گا۔ جب تم اسے دیکھو تو اسے میرا سلام کہنا۔

چنانچہ ابوجعفرؑ نے علم کی گھتیوں کو کھولا اور اسے ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ دنیا آپؑ کے علم سے فیض یاب و معمور ہوگئی۔ آپ سے اتنے علم نقل ہوئے جتنے آپؑ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہیں ہوئے۔

جابر جعفی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفرؑ نے ستر ہزار احادیث بیان کیں۔(۳۰)

محمد بن مسلم نے کہا ہے کہ مجھے جس چیز کے بارے میں بھی شک وشبہ ہوا میں نے اس کا ابوجعفرؑ سے سوال کیا یہاں تک کہ میں نے آپؑ سے تیس ہزار احادیث کے بارے میں سوالات کئے۔(۳۱)

بعض ان لوگوں نے نقل کیا ہے جنہوں نے آپؑ کو حج میں دیکھا ہے کہ آپؑ سے مشکل مسائل کے بارے میں استفتاء کرنے والے لوگ آپؑ پر ٹوٹ پڑتے اور مشکلات کے دروازے کھولنے کی خواہش کرتے۔ پس آپؑ نہیں اٹھتے یہاں تک کہ انہیں ایک ہزار مسئلہ میں فتویٰ دیا اور پھر اٹھ کر اپنے سامان کی طرف تشریف لے گئے۔ (۳۲)

شیخ مفیدؒ نے کہا ہے کہ حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام اپنے بھائیوں میں اپنے والد علی ابن الحسین علیہما السلام کے خلیفہ وجانشین تھے، ان کے وصی ان کے بعد حامل عہدہ امامت تھے، اور ان کی جماعت پر فضیلت علمی، زہد اور سرداری میں سبقت لے گئے۔ ذکر خدا میں بیدار (قائم اللیل)، عوام وخواص میں جلیل القدر، اور علم دین، آثار وسنت اور علم قرآن وسیرت وفنون وآداب کے اظہار و تبلیغ فرماتے تھے۔ حضرات حسن وحسین علیہما السلام کی اولاد میں کوئی بھی آپؑ کے ہم پلہ نہ تھا۔

فقہاء مسلمین کے روساء وجوہ تابعین اور باقی رہ جانے والے صحابہ نے آپؑ سے معالم دین کی روایت کی ہے۔ فضائل علمی کے سبب اہل علم کے لیے آپؑ مینار ہدایت تھے۔ آپؑ کے اسم گرامی کو ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا۔ آپؑ کے اوصاف میں آثار واشعار بھی ملے ہیں۔ چنانچہ قرطبی نے آپؑ کی شان میں کہا ہے۔

یاباقر　　العلم　　لاهل　　التقی

وخیر　　من　　لبی　　علی　　الاجبل

اے اہل تقویٰ کے لیے علم کی گھتیاں سلجھانے والے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر لبیک لبیک کہنے والوں کے سردار۔

مالک بن اعین جہنی نے آپؑ کی مدح میں کہا ہے۔

اذا　　طلب　　الناس　　علم　　القرآن

کانت قریش علیه عیالا

وان قیل: ابن این بنت النبی

نلت بذاك فروعا طوالا

نجوم تهلل للمدلجین

جبال تورث علما جبالا(۳۳)

جب لوگ علم قران طلب کریں تو تمام قریش ان کے سامنے طفل مکتب ہیں۔ جب کہا جائے کہ نبیؐ کی دختر کا فرزند کہاں ہے تو اس سے آپ کو بہت طویل شاخیں ملیں گی۔

ابن شہر آشوب نے کہا کہ بقیہ ماندہ صحابہ، وجوہ تابعین اور فقہائے مسلمین کے روساء نے آپؑ سے دین کے معالم کی روایت کی ہے۔ صحابہ میں سے جابر بن عبداللہ انصاری ہیں، تابعین میں سے جابر بن یزید جعفی اور کیسان السختیانی اور صاحب صوفیہ ہیں۔ فقہا میں سے ابن مبارک، زہری، اوزاعی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور زیادہ بن منذر نہدی ہیں۔ مصنفین میں سے طبری، بلاذری، سلامی نے اپنی تواریخ میں اور موطا میں شرف المصطفیٰ، ابانۃ، حلیۃ الاولیاء، سنن ابوداؤد، الکافی، ابوحنیفہ، مروزی کے مسندوں میں اور ترغیب اصفہانی، بسیط واحدی، تفسیر نقاشی اور زمخشری میں اور معرفت اصول الحدیث اور رسالہ سمعانی میں۔ پس کہتے ہیں قال محمد بن علیؑ (محمد بن علی نے کہا) اور بعض اوقات کہتے ہیں (قال محمدؑ الباقرؑ) محمدؑ باقرؑ نے کہا: (۳۴)

نیز کہا کہ آپؑ کے اصحاب میں سے ہیں حمران بن اعین شیبانی اور اس کے دوسرے بھائی بکیر، عبدالملک، عبدالرحمن، محمد بن اسماعیل بن بزیع، عبداللہ بن میمون قداح، محمد بن مروان کوفی، اسمعیل بن فضل ہاشمی، ابوہارون مکنوف، ظریف بن ناصح، سعد بن ظریف سکاف دولی، اسمعیل بن جابر خشعمی، عقبہ بن بشیر اسدی، اسلم مکی، مولیٰ بن الحنفیہ، ابوبصیر، لیث بن بختر یمراوی، کمیت بن زید اسدی، ناجیہ بن عمارہ صیداوی، معاذ بن مسلم ہراء نحوی، بشیر رحال (۳۵) اور ابونعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ آپؑ سے تابعین میں سے عمرو بن دینار، عطاء بن ابی رباح، جابر جعفی، ابان بن تغلب نے روایت کی ہے اور آئمہ واعلام میں سے لیث بن ابی سلیم، ابی جریح، حجاج بن ارطات اور دیگر افراد نے آپؑ سے روایت کی ہے۔ (۳۶)

آج تک اس مدرسہ کی تاسیس کو چودہ صدیاں گزرنے کے بعد ہمیشہ فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر علوم کے علماء اسی دستر خواں کے ریزہ چین ہیں۔ انہی کے میٹھے گھاٹ سے مدد لیتے اور انہی کے چشمہ فیض سے سیر و سیراب ہوتے ہیں۔

بعض تفاسیر جو آپؑ سے وارد ہیں

گزشتہ فصل ''امام کا مدرسہ'' میں عظیم مدرسہ کی تاسیس کے لیے آپؑ کے ظروف اور وہ درس جو اپنے طالب علموں کو آپؑ دیتے تھے، آپؑ پڑھ چکے ہیں۔ان ہی علوم میں سے ایک علم تفسیر بھی تھا۔

اگر زمانہ آئمہؑ سے انصاف کرتا تو تفسیر میں ان ہی سے رجوع کرتا کیونکہ یہ علم دوسروں کو چھوڑ کر صرف ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔یہی حضراتؑ قرآن کے عدیل ومثیل ہیں جیسا کہ حدیث ثقلین میں ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ موجود ہے ''ومایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم'' (اس کی تاول کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ کہ جو علم میں راسخ ہیں) اگر کوئی شخص کتب تفاسیر کا بغور مطالعہ کرے تو وہ انہی آپؑ سے وارد شدہ تفسیر سے معمور پائے گا، یہاں تک کہ بعض تفاسیر کی تالیف میں آپؑ سے وارد شدہ تفاسیر کی روایات کا اقتصار کیا گیا ہے۔(۳۷)

مجھے اس پر افسوس ہے کہ اس کتاب کا حجم گنجائش ووسعت نہیں رکھتا کہ امام ابوجعفرؑ سے وارد شدہ تفسیر کا اضافہ کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک متتبع اور جستجو کرنے والا یہ استعداد رکھتا ہے کہ امامین باقر صادق علیہما السلام سے وارد شدہ تفاسیر آیات پر اقتصار کرتے ہوئے قران پاک کی ایک مکمل تفسیر تالیف کر سکے گا۔

بعض وہ تفاسیر جو آپؑ سے وارد ہوئی ہیں ہم ان کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔''ولا تقربوا الذی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا''

آپؑ نے فرمایا کہ ہر چیز انسان کے علاوہ منہ کے بل پیدا کی گئی ہے۔ انسان ہی سیدھا پیدا کیا گیا ہے۔(۳۹)

۲۔ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔''اولم یر الذین کفروان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنا ھما''(سورہ انبیاء آیت (۳۰)

عمر بن عبید فقیہ بصرہ، محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ سوال کر کے آپؑ کا امتحان لے۔ آپؑ سے کہنے لگا: میں آپؑ پر قربان جاؤں! اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں 'اولم یر الذین کفروان السموات والارض کانتا رتقا۔یہ رتق وفتق کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا آسمان رتق (ملا ہوا) تھا۔اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین رتق (بند) تھی، اس سے انگوری ونباتات نہیں اگتے تھے۔پس عمرو بن عبید کا منہ بند ہو گیا اسے کوئی اور اعتراض نہ مل سکا۔

اس نے سوال کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! مجھے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں مطلع فرمایئے۔

''ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھویٰ'' (جس پر میرا غضب اترے وہ ہلاک ہوا) اللہ کا غضب کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے عمرو! اللہ کا غضب اس کا عقاب ہے، اور جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ میں کوئی چیز تغیر وتبدل پیدا کر دیتی ہے وہ کافر ہے۔(۴۰)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "یجزون الغرفه بما صبروا" (سورہ فرقان آیت ۷۵)

صبر کی بنا پر جزا میں غرفہ دیا جائے گا۔ آپؑ نے فرمایا: غرفہ سے مراد جنت ہے، کیوں کہ انہوں نے دار دنیا کے فتنوں اور ابتلا میں صبر کیا۔(۴۱)

۵۔ ارشاد خدا تعالیٰ ہے۔ "فمتعوهن وسرحوهن سراحا جمیلا" (سورہ احزاب آیت ۴۹)

آپؑ نے فرمایا: ''متعوھن'' جتنے احسان کی تم قدرت رکھتے ہو، اس کا بوجھ ان پر ڈالو کیونکہ وہ حزن وملال کے ساتھ واپس جائیں گی اپنے اعداء ومخالفین سے پس اللہ کریم ہے۔ وہ حیا کرتا ہے اور اہل حیاء کو دوست رکھتا ہے۔ تم میں سے زیادہ کریم وہ ہے جو اپنی بیویوں کے اکرام واحترام کرنے میں زیادہ شدید ہے۔(۴۲)

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وانی لهم التناوش من مکان بعید" (سورہ سبا آیت ۵۲)

آپؑ نے فرمایا: انہوں نے وہاں سے ہدایت کی کہ، جہاں سے مل نہیں سکتی تھی، حالانکہ وہ ادھر سے بذل وپیش ہو رہی تھی جہاں سے اسے حاصل کیا جا سکتا تھا۔(۴۳)

۷۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدیٰ'' (سورہ ص آیت ۷۵)

محمد بن مسلم کہتا ہے: میں نے ابوجعفرؑ سے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد 'ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدی'' (کون سی چیز تجھے مانع ہوئی کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا) آپؑ نے فرمایا: کلام عرب میں الید کا معنی قوت اور نعمت ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''واذکر عبدنا داود ذاالاید'' ''اور آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا۔ ''وایدهم بروح القدس'' ''اور انہیں روح القدس کے ذریعے قوت بخشی نیز کہا جاتا ہے کہ 'لفلان عندی ید بیضا. ای نعمته'' فلاں کے لیے میرے پاس واضح نعمت ہے۔(۴۴)

۸۔ خدا تعالیٰ کا قول۔ ''سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق'' (سورہ فصلت آیت ۵۳) (عنقریب ہم آفاق میں اور ان کے نفسوں میں انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے) آپؑ نے فرمایا: کہ ان کے نفسوں میں انہیں مسخ ہونا اور آفاق میں

آفاق کا ٹوٹ کر ان پر گرنا انہیں دکھائے گا پس وہ خدا کی قدرت کو اپنے نفسوں اور آفاق میں دیکھیں گے اور اس کا ارشاد "حتیٰ یتبین لھم انہ الحق" اس سے مراد قائمؑ کا خروج ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے حق ہے۔ اس کو یہ مخلوق دیکھے گی۔ اس سے کوئی چارہ نہیں۔ (۴۵)

۹۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ "ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین۔" (سورہ فتح آیت ۴)

(وہ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینہ اتارا) ابوحمزہ کہتا ہے میں نے آپؑ سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا "انزل السکینہ فی قلوب المومنین۔" آپؑ نے فرمایا: وہ ایمان ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے آپؑ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ "وایدھم بروح منہ" (اور ان کی تائید کی اپنی طرف سے روح کے ساتھ) آپؑ نے فرمایا: وہ ایمان ہے۔ (۴۶)

۱۰۔ خدائے تعالیٰ کا قول ہے "ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین۔" (سورہ ذاریات آیت ۵۰)

(واپس بھاگ جاؤ اللہ کی طرف، میں اس سے تمہیں واضح ڈرانے والا ہوں) آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف حج کے ارادے سے جاؤ۔ (۴۸)

۱۱۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد "ان من ازواجکم واولادکم عدولکم فاحذروھم" (سورہ تغابن آیت ۱۴)

(اور تمہاری اولاد و ازواج میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں ان سے بچو) آپؑ نے فرمایا: یہ اس طرح تھا کہ جب کوئی شخص رسول اللہؐ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرتا تھا تو اس کا بیٹا اور اس کی بیوی دامن پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم! ہمیں چھوڑ کر نہ جانا۔ ہم تیرے بعد ضائع ہو جائیں گے۔ ان میں سے بعض اپنے اہل خانہ کی اطاعت کرتے ہوئے وہیں خدا نے انہیں ان کے بیٹوں اور بیوں سے ڈریا اور ان کی اطاعت سے منع فرمایا ہے۔

ان میں سے بعض چل کھڑے ہوتے، انہیں ڈراتے اور کہتے خبردار! خدا کی قسم! اگر تم نے میرے ساتھ ہجرت نہ کی اور پھر خدا نے مجھے اور تمہیں دار ہجرت میں اکٹھا کر دیا تو میں تمہیں کبھی بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ لیکن خدا نے اسے اور انہیں اکٹھا کیا تو اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح صلہ رحمی کے ساتھ اپنے آپ کو بچائے۔ پس فرمایا: "وان تعفوا وتصفحوا فان اللہ غفور الرحیم" اگر تم معاف کر دو اور چشم پوشی سے کام لو تو بے شک اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔ (۴۸)

۱۲۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد "وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا" (سورہ ہل اتی آیت ۱۲)

اور انہیں ان کے صبر کی وجہ سے جنت اور ریشم کے لباس سے جزا دی۔ آپؑ نے فرمایا: فقر و فاقہ اور مصائب دنیا پر ان کے صبر کرنے کی بناء پر۔(۴۹)

آپؑ کے بعض خطبات

ابن عباس کو اس کا بہت زیادہ افسوس تھا کہ امام امیر المومنینؑ اپنا خطبہ شقشقیہ مکمل نہ فرما سکے باوجودیکہ انہوں نے آنجنابؑ سے سینکڑوں خطبے، وصایا، ارشادات وکلمات سنے تھے۔ کاش زمانہ ابن عباس کو آگے لے آتا تا کہ وہ آئمہؑ کی زندگی دیکھتے اور جو اذیت اور ظلم و ستم ان پر ہوئے کہ وہ بات کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتے تھے، چہ جائیکہ وہ خطبے پڑھتے، بلکہ بسا اوقات والیان ظلم و جور ان کے نانا کے منبر کے اوپر سے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد پر سب وشتم سنواتے اور یہ مجبور بے بس حضرات ان کے سامنے اس کا جواب یا انکار و مخالفت نہ کر سکتے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ آئمہؑ کی جو احادیث، تعلیمات، سیر اور فضائل محفوظ رہ گئے ہیں یہ بطور معجزہ اللہ تعالی کی عنایت سے ہوا ہے اور جب امیر المومنینؑ کے مناقب ان کے اولیا اور دوستوں نے خوف و ہراس کی بنا پر چھپائے اور دشمنوں نے کینہ وبغض سے پوشیدہ رکھے، تو ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا۔ ان تمام کیفیات کے باوجود امام ابوجعفر علیہ السلام کے بعض خطبات جو ہمیں دستیاب ہو سکے ہیں۔ ہم انہیں یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: جب میرے والد گرامی کو زبردستی دمشق کی طرف لے جایا گیا تو آپؑ نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ ابوتراب کا بیٹا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ آنجنابؑ نے اپنی پشت قبلہ کی دیوار کے ساتھ لگائی پھر اللہ کی حمد وثنا کی اور نبی اکرمؐ پر درود وصلوٰۃ پڑھی۔ پھر فرمایا۔

اجتنبوا اهل الشقاق وذريه النفاق وحشو النار وحصب جهنم عن البدر الزاهر و البحر الزاخر ولشهاب الثاقب. وشهاب المومنين. والصراط المستقم من قبل ان نطمس وجوهاً فردها على ادبار ها اويلعنوا كما لعن اصحاب السبت وكان امر الله مفعولا. ثم قال بعد كلام ابصنوا رسول الله ﷺ تستهزون ام بيعسوب الدين تلمزون واى سبل بعده تسلكون واى حزن بعده تدفعون هيهات هيهات برز الله بالسيف وفاز بالخصل. واستوى على الغايه واحرز على الخطاب وانحسرت عنه الابصار. وخضعت دونه الرقاب. وقرع الذروة العليا فكذب من رام من نفسه السعى واعياه الطلب فانى لهم التناوش من مكان بعيد وقال اقلوا عليهم لا ابالابيك من اللوم. اوسدوا مكان الذى سدوا اولئك قوم ان بنوا احسنو البناء

وان عاهد و اوفوا وان عقد واشدوا فانی یسد ثلمه اخی رسول الله ﷺ و اله وسلم اذشفعوا. وشقیقه اذنسبو. ونديده اذفشلوا. وذی قربی کنزها اذفتحوا و مصلی القبلتین اذتحرفوا. والمشهود له بالایمان اذ کفر ندیهه اذفشلوا وذی قربی کنزها اذفتحوا ومصلی البلتین اذ تحرفوا. والمشهود له بالایمان اذ کفر ووالمدعی لنبل عهد المشرکین اذنکلوا. والخلیفه علی المهاد لیله الحصار اذجزعوا. والمستودع لاسرا زساعه الوداع الی اخر کلامه (۵۰)

اے اہل شقاق ومخالفت اور اے اولا دنفاق! اے جہنم کی آگ کے ایندھن! چودھویں رات کے روشن چاند اور ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر اور چمکنے والے (شہاب الثاقب) ستارے اور مومنین کے تارے! صراط مستقیم کی مخالفت سے اجتناب کرو۔ اس سے پہلے کہ چہروں کے نشانات مٹا کر انہی ان کی پشت کی طرف کر دیں یا انہی لعنت کی جائے جس طرح ہفتہ کے دن والوں (یہودیوں) کولعنت کی گئی اور خدا کا حکم جاری ہو کر رہے گا۔ پھر آپ نے کچھ گفتگو کے بعد فرمایا: کیا رسول اللہؐ کے صنو (ایک ہی قسم کی جڑوں پرا گنے والے درختوں میں سے ایک) اور ہم پلہ کا مذاق اڑاتے ہو یا یعسوب الدین (دین کے سرداروں) پر نکتہ چینی کرتے ہو۔ اس کو چھوڑ کر کن راستوں پر چل رہے ہو۔ اسے چھوڑ کر حزن وملال کو تم دور کر سکتے ہو، دور کی بات ہے، بہت دور کی خدا کی قسم وہ تلوار لے کر نکلا اور اس کی کاٹ سے کامیاب ہوا۔ وہ انتہا پر برقرار ہوا اور خطاب میں سے آگے بڑھ گیا آنکھیں اس سے ورے رہ گئیں گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں وہ بلندی کی انتہائی بلند چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہ جھوٹا ہے جو اپنی طرف سے کوشش کرے اور اس کی خواہش ومطلب اسے عاجز کر دے۔ پس دور کی جگہ سے وہ اس کے مقام کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا: تمہارے باپ کا باپ نہ ہو! ان اہل بیتؑ کی ملامت میں کمی کرو۔ کیا تمہارے بڑوں نے اس مقام کو پر کیا جسے انہوں نے معمور و پر کیا ہے؟ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر کسی چیز کی بنیاد رکھتے ہیں تو بہترین طریقہ پر اسی عمارت کو بناتے ہیں اگر وہ کسی سے عہد کرتے تو اس کو پورا کرتے ہیں اگر کوئی عقد وگرہ لگاتے ہیں تو اسے مضبوط کرتے ہیں۔ پس وہ کس طرح اس رخنے کو بند کر سکتے ہیں جو اس شخص کے چلے جانے سے پڑا جو رسول اللہ کا بھائی ہے۔ جس وقت دو دو افراد میں بھائی چارہ ہوا تو اس کا اپنے سگے چچا زاد بھائی سے جب نسب بیان کریں تو ان کا نظیر ومثیل نہ تھا۔ جب دوسرے پیچھے ہٹ گئے اور وہ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والا جب کہ دوسرے دونوں سے منحرف تھے۔ وہ کہ جس کے ایمان کی گواہی دی گئی جب وہ (دوسرے) کافر تھے اور وہ کہ جسے مشرکین کے معاہدے ختم کرنے کے لیے بلایا گیا جب یہ پیچھے ہٹ گئے۔ رسول کا جانشین وخلیفہ بستر پر جب وہ جزع

وفروع کر رہے تھے اور وہ کہ اسرار و راز داع کے وقت جس کے سپرد ہوئے آپ کے آخر کلام تک۔

جب حضرت ابوجعفرؑ کو زبردستی ہشام بن عبدالملک کے پاس لے جایا گیا اور جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو ہشام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جس وقت محمدؑ بن علیؑ کی توبیخ وسرزنش سے خاموش ہو جاؤں تو پھر تم اسے توبیخ وسرزنش کرنا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ آپ کو آنے کی اجازت دی جائے۔ پس جب ابوجعفرؑ اس کے دربار میں داخل ہوئے تو ابتداء میں آپؑ نے کہا السلام علیکم یعنی ان سب کو عمومی سلام کہا۔ پھر آپؑ بیٹھ گئے تو ہشام آگ بگولہ ہو گیا اس لیے کہ آپؑ نے اسے نہ خلیفہ کہہ کر سلام کیا اور نہ بیٹھنے کی اجازت لی۔ پس اس نے کہا: اے محمدؑ بن علیؑ ہمیشہ تم میں سے کوئی نہ کوئی شخص مسلمانوں کے اتفاق کو پارہ پارہ کرنے اور اپنے نفس کی طرف دعوت دینے میں لگا رہتا ہے۔ بے عقلی اور کم علمی کی وجہ سے گمان کرتا ہے کہ وہ امام و رہبر ہے۔ پھر وہ آپؑ کو سرزنش وتوبیخ رنے لگا۔ جب وہ ساکت وخاموش ہوا۔ تو اس کے دوسرے ساتھی یکے بعد دیگرے آپؑ کو سرزنش کرنے لگے۔ جب وہ سب خاموش ہو گئے تو آپؑ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

ایھا الناس این تذھبو. واین یرادبکم بناھدی اللہ اولکم. وبنا یختم اخر کم. فان یکن لکم ملک معجل فلنا ملکاموجلا ولیس بعد ملکنا ملک لانا اھل العاقبہ. یقول اللہ عزوجل (والعاقبہ للمتقین)

اے لوگو! تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہیں کہاں پلٹایا جا رہا ہے؟ ہماری ہی وجہ سے خدا نے تمہارے اول کو ہدایت کی اور ہمارے ہی ساتھ تمہارے آخری کا اختتام ہوگا۔ اگر تمہیں جلدی میں سلطنت مل گئی ہے تو ہمارے لیے آخرت میں سلطنت ہے اور ہماری سلطنت وحکومت کے بعد کسی کی سلطنت نہیں ہوگی کیونکہ ہم ہی اہل عاقبت ہیں۔ خدائے عزوجل نے فرمایا ہے۔

انجام کار وعاقبت متقیوں کے لیے پس اس نے آپؑ کو قید کر دینے کا حکم جاری کیا۔ مگر قید خانے میں ہر شخص ایسا تھا جو آپ پر جان چھڑکتا اور آپؑ سے نیکی کرتا تھا۔ قید خانہ کا داروغہ ہشام کے پاس آیا اور اس کو آپؑ کے حالات سے آگاہ کیا۔ ہشام نے آپؑ کے لیے حکم دیا کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ڈاک کی سواریوں پر مدینہ بھیج دیا جائے۔ (۵۱)

آپؑ کے بعض وصایا

مسلمانوں کے لیے آئمہ علیہم السلام کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں اہم ترین ان کے پند و نصائح اور وصایا ہیں جو اخلاق وحکم اور معارف وآداب کی ترویج اور خدا کو متوجہ کرنے کے لیے جامع ہیں۔

تاریخ اسلامی ان سے پہلے اور ان کے بعد آنے والے علماء حکمائ۔ فلاسفہ اور مفکرین سے ان جیسی وصایا کو نہیں پہنچاتی۔ یہ سب کچھ اس معاشرے کو حقائق کی طرف متوجہ کرنے امت کی اصلاح اور لوگوں میں حسن اخلاق کو رواج دینے پر حریص ہونے کی وجہ سے تھا اور یہ ان کے لیے کوئی اہم کام نہیں تھا کیونکہ وہ تو اپنے آپ کو بقول استاد احمد الیوسف رسول اللہؐ کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت اور سنن و شرائع محمدیہ کی حفاظت کا ذمہ دار و مکلف سمجھتے ہیں۔ اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے ان نصائح اور پند و وصایا کو جو میں جمع کر سکا ہوں ایک کتابی شکل میں تدوین کی توفیق بخشے کہ جس سے میں اخلاقی مکتبہ اور لائبریری کی فارغ جگہوں کو پر کر سکوں۔

میں آنجنابؑ کی بعض وارد شدہ وصایا کو یہاں ثبت کرتا ہوں۔

۱۔ ابوجعفر محمدؑ بن علی ابن الحسین علیہم السلام عمر بن عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے کہا! اے ابوجعفر! مجھے وصیت کیجئے۔ آپؑ نے فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے چھوٹے کو اپنا بیٹا بنا، درمیانے کو اپنا بھائی سمجھ اور بڑے کو اپنا باپ فرض کر۔ پھر اپنے بیٹے پر رحم کر اور اپنے بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کر اور اپنے باپ کے ساتھ نیکی کر، اور جب کوئی نیکی کرو تو اس کی پرورش بھی کرو (یعنی اسے دوام اور تسلسل بخشو) (۵۲)

۲۔ آپ کی جابر جعفی کو ایک وصیت

جابر جعفی سے روایت ہے کہ مجھ سے محمد بن علی علیہما السلام نے فرمایا: اے جابر! جس کے دل میں صاف ستھرا خدا کا دین داخل ہو وہ اس کو اپنے غیر سے مشغول رکھے گا۔ اے جابر دنیا کیا ہے اور اس سے کس چیز کی توقع ہو سکتی ہے کیا وہ سوائے اس کپڑے کے جسے تو پہن لے اور اس لقمہ کے جسے تو کھا لے، یا اس سواری کے جس پر تو سوار ہو، اور اس عورت کے جس سے تو ہم بستری کرے، کوئی اور چیز ہے۔

اے جابر! مومنین اس میں باقی رہنے پر راضی نہیں ہیں۔ آخرت کے آجانے سے مامون نہیں ہیں، اور انہیں ذکر خدا سے وہ چیزیں جو دنیا کے فتنوں اور آزمائشوں میں سے کانوں سے سنتے ہیں بہرہ نہیں کرتیں۔ خدا کے نور سے وہ چیزیں جو دنیا کی زینت ہیں دیکھتے ہیں وہ انہیں اندھا و نابینا نہیں کرتیں۔ پس وہ ابرار اور نیک لوگوں کے ثواب پر فائز ہوتے ہیں۔ اور اہل تقویٰ مونث اور خرچہ کے لحاظ سے اہل دنیا میں سے زیادہ آسانی میں ہیں اور وہ تیرے ان سے زیادہ معاون و مددگار ہیں۔ اگر تو بھول جائے تو تجھے یاد دلاتے ہیں اور اگر تو یاد رکھے تو تیری مدد کرتے ہیں۔ وہ حقوق اللہ کو بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور وہ اوامر خداوندی کے لیے زیادہ قیام کرتے ہیں۔ (۵۳)

۳۔ جس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینہ میں آیا تو اس کے منادی نے ندا دی کہ جس کسی کا کسی کے ذمہ

حق ہو، جو اس سے کسی نے ظلم سے چھینا ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو تو وہ حاضر ہو۔ پس ابوجعفرؑ اس کے پاس تشریف لائے۔ جب عمر نے انہیں دیکھا تو آپؑ کا استقبال کیا اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا۔ آپؑ نے فرمایا: دنیا بھی دوسرے بازاروں کی طرح ایک بازار ہے اس میں بھی لوگ ایسی چیزیں خریدتے ہیں جو نفع مند ہوتی یا مضر ہوتی ہیں اور وہ کتنی قومیں ہیں جنہوں نے وہ کچھ خریدا جو ان کے لیے مضر تھا۔ پس صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ انہیں موت آ گئی اور وہ دنیا سے اس حالت میں گئے کہ خود اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے، کیونکہ انہوں نے وہ کچھ نہ لیا تھا جو انہیں آخرت میں نفع دیتا، اور جو انہوں نے جمع کیا تھا وہ ان لوگوں پر تقسیم ہوا جو ان کی تعریف تک نہیں کرتے ان کے پاس پہنچا جو انہیں معذور نہیں سمجھتے۔ پس خدا کی قسم ہمیں زیبا ہے کہ ان اعمال پر نظر رکھیں جن کی وجہ سے ہمیں ان پر خوف ہے۔ پس ان سے رک جا، اللہ سے ڈرتا رہ اور اپنے نفس میں دو چیزیں قرار دے۔ ایک اس چیز پر متوجہ ہو جسے تو پسند کرے کہ وہ اس وقت تیرے ساتھ ہو جب تو خدا کی بارگاہ میں جائے اور اسے محفوظ رکھے اور اس چیز کی طرف دیکھ جسے تو پسند نہیں کرتا کہ تیرے ساتھ ہو جب تو پروردگار کے سامنے جائے اسے اپنے پیچھے پھینک دے۔ اور اس پونجی میں رغبت نہ رکھ جو تجھ سے پہلے لوگوں کے لیے گھاٹے اور نقصان کا باعث ہوئی۔ امید رکھ کر وہ تجھ سے گزر جائے گی۔ دروازے کھلے رکھ۔ دربانوں کو سہولت دے۔ مظلوم کے ساتھ انصاف کر اور ظالم کو رد کر دے۔ (۵۴)

۴ آپؑ کی وصیت جابر کے لیے:

اے جابر! دنیا کو ایسی منزل فرض کر جس میں تو اترا اور پھر فوراً کوچ کیا۔ یا اس مال کی طرح سمجھ جو تجھے خواب میں ملا ہو اور جب تو بیدار ہو تو اس میں سے کچھ بھی تیرے پاس نہ ہو۔ یہ دنیا صاحبان عقل اور اللہ تعالیٰ کا علم ویقین رکھنے والوں کے لیے سایہ کی طرح ہے۔ پس اس چیز کو محفوظ رکھو۔ جس کی رعایت وحفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور حکمت میں تجھ سے طلب کی ہے۔ (۵۵)

۵۔ آپؑ کی ایک وصیت:

تم پر ورع اجتہاد (محرمات سے بچنا اور واجبات میں کوشش کرنا) سچ بولنا، امانت اس کو ادا کرنا جس نے تمہیں امین بنایا ہے۔ وہ خواہ نیک ہو یا برا، لازم وضروری ہیں۔ اگر علیؑ ابن ابی طالبؑ کا قاتل مجھے کسی امانت پر امین بنائے تو میں اسے بھی ادا کروں گا۔ (۵۶)

۶ آپؑ ہی کی وصیت ہے:

حق کے ساتھ قیام کرو۔ لایعنی چیزوں سے الگ رہو۔ اپنے دشمن سے اجتناب کرو۔ مختلف قوموں میں

سے اپنے دوستوں سے بھی مگر وہ کہ جو امین ہو اور خوف خدا رکھتا ہو۔ فاسق و فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو نہ ہی اسے اپنے راز میں شریک کرو۔ اپنے معاملات میں ایسے لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ سے ڈرتے ہوں۔(۵۷)

۷۔ جابر کہتے ہیں ہم مناسک حج ادا کرنے کے بعد ایک جماعت کی شکل میں وادع کرنے کے لیے ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمیں وصیت کیجئے۔ فرمایا: تم میں سے قوی کو ضعیف کی مدد کرنا چاہیے اور غنی و تونگر کو فقیر پر مہربانی و عطوفت کرنا چاہیے۔ انسان کو اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح مخلص ہونا چاہیے جس طرح وہ اپنے نفس کے ساتھ مخلص ہے۔ ہمارے اسرار کو پوشیدہ رکھو، اور لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار نہ کرو۔ ہمارے معاملہ میں ہماری طرف سے جو کچھ تمہارے پاس پہنچے اس میں غور و فکر کرو۔ اگر اسے قرآن کے مطابق پاؤ تو اسے لے لو، اگر قرآن کے موافق نہ پاؤ تو رد کر دو۔ اگر کوئی امر تم پر مشتبہ ہو تو اس پر ٹھہر جاؤ اسے ہماری طرف واپس کرو تا کہ ہم اس کی تشریح کریں، جیسے ہمارے لیے اس کی تشریح کی گئی ہے۔ پس جب تم ان امور پر عمل کرو جن کی تمہیں وصیتیں کی ہیں اور ہرگز اس سے تجاوز نہ کرو تو پھر اگر تم میں سے کوئی مر جائے ہمارے قائمؑ کے خروج سے پہلے تو وہ شہید ہوگا اور اگر ہمارے قائمؑ کو پالے اور ان کی معیت میں قتل ہو جائے تو اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ جو ان کے سامنے ہمارے دشمنوں میں سے کسی کو قتل کرے تو اسے بیس شہیدوں کا اجر ملے گا۔(۵۸)

۸۔ آپؑ کے پاس بنی ہشام میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے آپؑ نے فرمایا۔ اے آل محمدؐ کے شیعو! اللہ سے ڈرو اور درمیانی راہ اختیار کرو کہ آگے بڑھ جانے والا تمہاری طرف واپس آ جائے اور پیچھے والا تم سے آن ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ غالی کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جو ہمارے بارے میں وہ کچھ کہے جو ہم اپنے متعلق نہیں کہتے۔ انہوں نے عرض کیا: ''تالی'' کون ہے۔ آپ نے فرمایا: جو خیر و بھلائی کی طلب کرتا ہے پس اس میں خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔ خدا کی قسم ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ ہی اللہ پر ہماری کوئی حجت ہے اور ہم اللہ کا تقرب حاصل نہیں کرتے مگر اطاعت کے ساتھ پس جو شخص تم میں سے اللہ کا مطیع ہے اس کی اطاعت پر عمل کرتا ہے، اسے ہم اہل بیتؑ کی ولایت نفع دے گی اور جو شخص تم میں سے اللہ کا نافرمان ہے اور اس کی نافرمانیاں کرتا ہے۔ اسے ہماری ولایت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ وائے ہو تم پر تم مغرور نہ ہونا۔ تین مرتبہ آپؑ نے یہ جملہ دہرایا۔(۵۹)

۹۔ آپؑ کی وصیت اپنے بیٹے کو:

اے بیٹا! جب خدا تجھ پر کسی نعمت کا احسان کرے تو کہو ''الحمد اللہ'' (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) اور جب تجھے کوئی معاملہ رنجیدہ کرے تو کہو ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' (اگر کوئی قوت و طاقت نہیں مگر اللہ سے) اور جب

رزق تمہارے پاس آنے میں تاخیر کرے تو کہو" استغفر اللہ" (میں خدا سے بخشش چاہتا ہوں)(۶۰)

۱۰ آپؑ کی وصیت طالب علم کے لیے:

علم حاصل کرو، کیونکہ علم حاصل کرنا نیکی ہے۔ اسے طلب کرنا عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ تسبیح ہے اور اس کی بحث وتحیص جہاد ہے۔ اس کی تعلیم دینا صدقہ ہے۔ جو اس کے اہل ہیں اسے ان پر بذل وخرچ کرنا قربت ہے۔ علم ثمرہ جنت سے اور وحشت میں انیس ہے۔ مسافرت میں ساتھی ہے، خلوت میں دوست ہے، آسانیوں کے لیے دلیل اور رہبری ہے۔ تکالیف میں معاون ومددگار ہے، دوست واحباب میں دین ہے، دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔ خدا اس کے ذریعے ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور انہیں اچھائی میں سردار قرار دیتا ہے۔ لوگوں کے لیے امام ورہبر جن کے افعال کی اقتدا کی جاتی ہے، ان کے آثار ونقش قدم کی پیروی کیجاتی ہے۔ ان پر خشک وتر سمندر کی مچھلیاں، اس کے حشرات اور خشکی کے درندے اور چوپائے صلوٰۃ ودرود بھیجتے ہیں۔(۶۱)

آپؑ کے بعض کلمات قصار

میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات میں سے مختصر جملے اور حکمت کی باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر کے امید رکھتا ہوں کہ انہیں غور وفکر، بحث وتحیص سبق حاصل کرنے، اس کے بعد عمل وتطبق کے لیے اپنایا جائے اور ان کلمات میں جو تعلیم دی گئی ہے اس پر لازماً عمل کیا جائے تو ہم ان مقاصد میں جو امامؑ پاک کا ان کلمات کی تعلیم میں ہے کامیاب وکامران ہو جائیں گے۔

ہم یہاں وہ جملے پیش کرتے ہیں جو آپؑ سے وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی آنکھ اپنے پانی میں نہیں ڈبڈبائی مگر یہ کہ اس آنکھ والے کے چہرے کو خدا جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ اگر وہ آنسو دونوں رخساروں پر بہنے لگیں تو قیامت کے دن اس چہرے کی تنگی وسختی اور حرام کر دیتا ہے۔ اگر وہ آنسو دونوں رخساروں پر بہنے لگیں تو قیامت کے دن اس چہرے کو تنگی وسختی اور ذلت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی اجر وثواب مقرر ہے۔ مگر آنسو کہ خدا اسے گناہوں کے سمندروں کا کفارہ قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی رونے والا کسی امت میں رہ کر روئے تو خدا اس امت کو جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا۔

۲۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی عبادت بھی اللہ کے نزدیک شکم اور شرمگاہ کی عفت وپاک دامنی سے افضل نہیں اور کوئی چیز خدا کو اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ اس سے سوال کیا جائے۔ قضا وقدر کو دعاء کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ٹال سکتی۔ ثواب کی طرف زیادہ تیزی سے بڑھنے والی نیکی بھلائی، احسان اور عدل وانصاف ہیں اور بدی،

برائی، شقاوت وسرکشی، عقوبت وسقر کو تیزی سے بڑھنے والی نیکی بھلائی، احسان اور عدل وانصاف ہیں اور بدی، برائی، شقاوت وسرکشی، عقوبت وسقر کو تیزی سے دعوت دیتی ہیں۔ انسان کے لیے عیب ونقص کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ لوگوں میں وہ کچھ دیکھے جسے اپنے نفس میں دیکھنے سے اندھا ہے اور انہیں ایسی چیزوں کا حکم دے جنہیں اپنے نفس سے منتقل کرنے کی ہمت واستطاعت نہیں رکھتا اور اپنے ہم نشیں کو بے ہودہ باتوں سے اذیت وتکلیف پہنچائے۔(۶۲)

۳۔ تین چیزیں دنیاوآخرت کے مکارم ومحترم امور میں سے ہیں: تم اسے معاف کردو جس نے تم پر ظلم کیا ہے، اس سے صلہ رحمی کرو جس نے تم سے قطع رحمی کی ہے اور جاہلانہ سلوک پر تم حلم وبردباری اختیار کرو۔

۴۔ آپؑ نے فرمایا: ظلم تین قسم کے ہیں ایک وہ جسے خدا نہیں بخشے گا۔ دوسرا وہ جسے خدا بخش دے گا۔ تیسرا وہ جسے خدا نہیں چھوڑے گا۔ جسے نہیں بخشے گا وہ اللہ کی ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے، جسے بخش دیگا وہ اپنے نفس پر اپنے اور خدا کے درمیان ظلم کرنا ہے اور جسے نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کے درمیان کالین دین ہے۔

۵۔ آپؑ نے فرمایا: جس کی زبان سچی ہے اس کا عمل پاکیزہ اور بڑھتا رہتا ہے اور جس کی نیت اچھی ہے اس کے رزق میں اضافہ ہوگا۔ جس کا اپنے اہل خانہ سے نیکی واحسان کرنا اچھا ہے، اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔

۶۔ آپؑ نے فرمایا: اہم ترین تین عمل ہیں! مال میں بھائیوں سے ہمدردی ومواسات کرنا، لوگوں کو اپنی ذات سے انصاف دینا اور ہر حالت میں خدا کو یاد رکھنا۔

۷۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت وپشیمانی اس بندے کے لیے ہے جو عدل کی توصیف وتعریف تو بہت کرے مگر عمل سے اس کی مخالفت کرے۔

۸۔ آپ نے فرمایا کسی چیز کا دوسری چیز سے ملنا اتنا اچھا نہیں جتنا حلم کا علم سے ملنا ہے۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا: وہ عالم جس کے علم سے نفع اٹھایا جائے ہزار عابدوں سے افضل ہے۔

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا: خصومت اور جھگڑے سے بچو کیونکہ خصومت دل کو فاسد کر دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔

۱۲۔ آپؑ نے فرمایا: جسے خلق ونرمی دی گئی ہے۔ اسے اچھائی اور راحت وآرام دیا گیا ہے۔ اس کی دنیاوآخرت میں اچھی حالت ہوگی۔ اور جو خلق اور نرمی ورفق سے محروم ہے تو یہ حالت ہر برائی ومصیبت کی راہ ہے مگر جسے خدا بچالے۔

۱۳۔ آپؑ نے فرمایا: کسی دل میں تکبر کا جتنا حصہ داخل ہوتا ہے۔ عقل میں اتنی ہی کمی آجاتی ہے۔

۱۴۔ آپؑ نے فرمایا: اپنے بھائی کے دل میں اپنی محبت کا اندازہ اس سے کرو کہ جو تمہارے دل میں اس کے لیے ہے۔(۶۳)

۱۵۔ آپؑ نے فرمایا: تونگری وعزت مومن کے دل میں چکر لگاتی رہتی ہے۔ جب وہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں توکل ہوتو اسی کو اپنا وطن بنالیتی ہیں۔

۱۶۔ آپؑ نے فرمایا: بجلیاں، مومن وغیر مومن پر پڑتی رہتی ہیں، لیکن خدا کا ذکر کرنے والے پر نہیں پڑتیں۔

۱۷۔ آپؑ نے فرمایا: ہر چیز کے لیے ایک آفت ومصیبت ہے۔ اور علم کی آفت نسیان ہے۔

۱۸۔ آپؑ نے فرمایا: ایک عالم کی موت ابلیس کو ستر عابدوں کی موت سے زیادہ پسند ہے (۶۴)

۱۹۔ آپؑ نے فرمایا: بھائیوں کو تمہاری طرف مائل کرنے میں نیکی واحسان سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ (۶۵)

۲۰۔ آپؑ نے فرمایا: وہ کمال جو کل کمال ہے، دین میں فقیہ بننا مصیبت پر صبر کرنا اور معیشت میں اندازے اور مقدار کا معین کرنا ہے۔

۲۱۔ آپؑ نے فرمایا: مومن کے لیے خدا کے ہر فیصلہ میں خیر وبھلائی ہے۔

۲۲۔ آپؑ نے فرمایا: جس شخص کے لیے اس کے نفس میں خدا واعظ قرار نہ دے۔ اسے لوگوں کے مواعظ کوئی فائدہ نہ دیں گے۔

۲۳۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی عمل معرفت کے بغیر قبول نہیں ہوتا اور معرفت عمل کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ جو معرفت حاصل کرلے تو معرت اسے عمل کی رہبری کرے گی۔ جو معرفت نہیں رکھتا اس کا کوئی عمل نہیں۔

۲۴۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی شخص ہمارا شیعہ نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اللہ سے نہ ڈرتا ہو اور اس کی اطاعت نہ کرتا ہو۔ گذشتہ زمانے میں وہ نہیں پہچانے جاتے تھے مگر تواضع، خشوع وخضوع، ادائے امانت، زیادہ ذکر خدا، روزہ رکھنے، نماز پڑھتے، والدین سے نیکی کرنے اور فقراؤ مساکین، مقروضوں اور یتیم پڑوسیوں کی دیکھ بھال کرنے، سچ بولنے، قران کی تلاوت کرنے اور اچھائی کے علاوہ لوگوں سے اپنی زبانوں کو روکے رکھنے کے ساتھ وہ اپنے عشائر وقبائل کے چیزوں میں امین ہوتے تھے۔

۲۵۔ آپؑ نے فرمایا: صلہ رحمی اعمال کو پاکیزہ کرتی، اموال کو بڑھاتی اور مصیبت کو دور کرتی ہے، حساب کتاب کو آسان کردیتی اور اجل کو تاخیر میں ڈال دیتی ہے۔

۲۶۔ آپؑ نے فرمایا: کسالت وستی دین ودنیا دونوں کے لیے مضر ہے۔

۲۷۔ آپؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ کے شیعہ وہ ہیں جو ہماری ولایت ومحبت میں خرچ کرتے ہیں، محبت کی بنا پر ایک دسرے کو دوست رکھتے ہیں۔ دین کو زندہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں جب وہ غیض وغضب میں ہوں تو ظلم نہیں کرتے اور جب وہ راضی ہوں تو اسراف اور فضول خرچی نہیں کرتے۔ پڑوسی کے

لیے برکت ہیں اور ہر میل جول والے کے لیے سلامتی ہیں۔(۲۶)

۲۸۔ آپؑ نے فرمایا: متکبر اللہ سے اس کی ردائے کبریائی چھینا چاہتا ہے۔

۲۹۔ آپؑ نے فرمایا: خیر اور بھلائی کے ساتھ غلبہ حاصل کرنا فضیلت ہے اور شر اور بدی کے ساتھ قبیح اور برا ہے۔

۳۰۔ آپؑ نے فرمایا: مظلوم ظالم کے دین میں سے نسبتاً اس سے زیادہ لیتا ہے۔ جتنا ظالم مظلوم کی دنیا میں سے لیتا ہے۔

۳۱۔ آپؑ نے فرمایا: جس وقت خدا کسی ذات میں حسن نیت دیکھتا ہے تو اسے عصمت وحفاظت کے ساتھ گھیر لیتا ہے۔

۳۲۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اس چیز پر عمل کرتا ہے جسے وہ جانتا ہے تو خدا اسے اس کی بھی تعلیم دے گا جسے وہ نہیں جانتا۔(۲۷)

کئی سورج اور کئی چاند

ہمارے آئمہؑ اپنے علوم اور معارف میں سابق الزمان ہیں اور اپنے انکشافات میں متاخرین سے بہت زیادہ بلند ہیں۔ جدید وقدیم علوم وفنون پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے اپنے غیر سے ممتاز ہیں۔ ان حضرات نے اپنے شاگردوں میں ایسے کلمات وارشادات پھیلائے ہیں جو موجودہ زمانہ میں جدید علوم کی بنیادیں واصول ہیں اور جن امور تک ماہرین فن آج اپنے حالات وتجربات کی مدد سے پہنچے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی قسم! اگر ماہرین اور انکشافات کرنے والے چودہ سو سال پہلے جب کہ یہ جدید آلات اور ساز وسامان انکشاف موجود نہ تھے، آئمہؑ سے ان کلمات کو جو ان سے صادر ہوئے ہیں مطلع ہو جاتے تو سب سے پہلے ان پر ایمان لے آتے، تمام مخلوق سے زیادہ ان کی محبت کا دم بھرتے اور جب اسلام مسلمانوں میں در پردہ ہے۔ جیسا کہ مغربی ماہرین کا قول ہے، تو آئمہ بھی اپنے شیعوں کے اندر پوشیدہ ہیں، کیونکہ انہوں نے ان کے علوم کی نشر واشاعت نہیں کی۔

میں اس فصل میں امام محمدؑ باقر علیہ السلام کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں جسے سید ہاشم بحرانی المتوفی ۱۱۰۷ھ نے اپنی تفسیر البرہان میں ذکر کیا ہے۔

جابر بن یزید نے ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمہارے سورج کے پیچھے چالیس عین (چشمے) ہیں ایک سورج کے چشمے سے دوسرے سورج کے چشمے تک چالیس سال ہیں جن میں بہت سی مخلوق ہے جو نہیں جانتی کہ خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے، یا انہیں پیدا نہیں کیا۔

تمہارے اس چاند کے پیچھے چالیس چاند کی ٹکیاں ہیں کہ ایک ٹکیہ سے دوسری ٹکیہ تک چالیس سال کی راہ

ہے۔ اس میں بھی بہت سی مخلوق ہے جو نہیں جانتی کہ آدمؑ کو خدا نے پیدا کیا ہے یا انہیں نہیں پیدا کیا۔ انہیں اس طرح الہام کیا گیا ہے جیسے شہد کی مکھی کو الہام کیا گیا ہے۔ (۶۸)

سید ہبۃ اللہ شہرستانی رحمہ اللہ علیہ نے اس خبر اور اس کی مماثل اخبار کو وارد کرنے کے بعد کہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین نے ان آخری زمانوں تک جن میں ہیئت کی تکمیل ہوئی ہے، بالکل یہ خیال نہیں کیا کہ سورج متعدد ہیں اور نہ ان کی کثرت پر اظہار خیال کیا۔ اس کے ماہرین نے نئے مضبوط طریقوں سے روشنی کی تحلیل کرنے والے آلات اور دوربینوں کی مدد سے متعدد سورج دریافت کئے بلکہ ثوابت اور ان میں جو روشنی دینے والے اجزاء اور روشنی پھیلانے والے عناصر ہیں۔ ان کی روشنی کے درجے دریافت کئے ہیں اور ایک دوسرے سے ان کے فاصلہ کی وجہ سے ہم ان کی حد بندی نہیں کر پاتے۔ ان میں کوئی چیز بھی ہمارے عالم سے منوط و متعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ہمارے نظام شمسی سے کوئی ربط ہے، البتہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص نظام اور خاص عالم و کیفیت ہے جو گردش کرنے والی زمینوں اور چکر لگانے والے چاندوں سے مرکب ہے۔ وہ اپنے مرکز نظام میں ہماری دنیا میں ہمارے سورج کی طرف ہے۔ اور یہ آراء بڑھتی اور پھیلتی رہیں، یہاں تک کہ متعدد سورجوں کا ہونا، روز روشن کی طرف عیاں ہو گیا۔ اب رہی شریعت اسلامی تو وہ سب متاخرین سے سبقت کر چکی ہے۔ اور متعدد موارد میں، سورج اور چاند کے تعداد کثرت کو عالم وجود میں کبھی اشارہ کنایہ سے اور کبھی صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

شہرستانی رحمہ اللہ علیہ نے اجرام سماوی کے مسکون ہونے اور ان میں مخلوقات کے سکونت پذیر ہونے کے بارے میں حاشیہ دیا ہے کہ دونوں اساتذہ "ہرشل" جس نے "ارنوس" ستارہ معلوم کیا اور "اراغو" اور ان سے متاخر ایک جماعت نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ تمام اجرام فلکی مسکون (سکونت پذیری کے لائق) ہیں اور مخلوقات کے حامل ہیں حتیٰ کہ چاند سورج بھی البتہ ہر جرم فلکی میں رہنے والی مخلوق کو خدا نے اس جگہ کی استعداد کے مطابق پیدا کیا ہے۔ مثل اس کائنات کے جو آگ میں زندگی گزارتی ہے۔ مثلاً سندل جیسا کہ نقل ہوا ہے۔

مزید لکھا ہے کہ عظیم فلاسفہ متاخرین کی ایک جماعت مشہور ماہرین کی مخالفت کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کرتی ہے کہ خصوصیت کے ساتھ ہمارے چاند میں جاندار حیوان موجود ہیں مثلاً ہوک ہرشل، غوک، کاسی اور اراغو۔ جیسا کہ کتاب حدائق النجوم میں ہے اور کمستوک، بیکریں اور فلامریوں وغیرہ۔ ان کے پاس شواہد و دلائل ہیں جنہیں شاید ہم چاند کی بحث میں نقل کریں گے۔ (۶۹)

اپنی اس بحث کے خاتمہ پر مرحوم نے کہا ہے

"اے میرے بھائیو! زمین کی پیشانی سفید ہو گئی ہے۔ زمانوں اور قرنوں کے گزرنے کے بعد وہ جوان ہو گئی ہے، یہاں تک کہ اس نے مبادی و مبانی اور ادوات و آلات جنے (پیدا کئے) ہیں جن سے یہ نئے افکار نظریات پیدا ہوئے۔ مغربی اقوام ان کے انکشاف پر فخر کر رہی ہیں اور ابناء مشرق ان آراء کو اخذ کرنے اور ان کی

نشر واشاعت پر فخر کرتے ہیں۔"

لیکن دیکھیئے اوصیاء نبی اکرم علیہم الصلوٰۃ السلام نے کس طرح یہ آراء ماضی وگذشتہ زمانوں میں بیان کئے، جس وقت ان مبانی اور اصولوں کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ کسی انسان کے دل میں ان میں سے کسی کا بھی قیاس وگمان نہ تھا۔

اس کے باوجود انہوں نے ان اسرار کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی اور نہ ہی ان میں کسی اضافہ کا سبب بنے بلکہ ان کا اہتمام استعظام (عظیم سمجھنا) معارف الٰہیہ اور نوامیس شرعیہ کی رعایت کرنے میں تھا۔ وہ لوگوں کو مملکت نفس کی اصلاح، اس کے کمالات اور ملکات کی تکمیل اور مابعد موت کے لیے عمل کرنے پر اکساتے اور ترغیب دیتے تھے کیونکہ موت یقیناً ہر نفس کو پیش آنی ہے فوز وکامیابی اس کے لیے ہے جو اپنی عقل کو بیدار کرے اور دائمی نعمتوں کو حاصل کرے۔ (۷۰)

آپؑ کے بعض جوابات

نبی اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ نبوت وامامت کی دلیل اور عقیدہ کو ثابت کرنے اور سچ وجھوٹ میں حد فاصل قائم کرنے کے لیے معجزہ پیش کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اکثر وہ لوگ جنہوں نے رسول پاکؐ اور آئمہ علیہم السلام کے حالات زندگی بیان کئے ہیں ان کے بہت سے معجزات اور کرامات ذکر کی ہیں۔ جن کا مشاہدہ ان کے ساتھ رہنے والے قابل وثوق افراد نے کیا ہے کہ میرا تو یہ ایمان ہے لیکن میں نے اپنی تحریر میں ان سے ظاہر ہونے والے معجزات بیان کرنے سے اس لیے تحریر کیا ہے کہ ان کی تمام زندگی ہی معجزہ ہے اور ان کی ہر گفتگو دلیل وبرہان ہے۔

میرے نزدیک معجزہ اپنے بہترین اشکال اور اپنے بلندترین معانی کے ساتھ ان کے جوابات میں منور وروشن ہوا ہے کیونکہ وہ مختلف علوم وفنون اور معارف پر مشتمل ہیں جن تک ان کے علاوہ کسی دوسرے کو دسترس حاصل نہیں ہے باوجودیکہ وہ ان کا فی البدیہہ اور ایک ہی لحمہ میں فیصل کن جواب دیتے تھے۔

ہم یہاں امام محمد باقرؑ کے وارد شدہ بعض جوابات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ سے ابرش نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا "یوم تبدل الارض غیر الارض" (وہ دن کہ جب یہ زمین دوسری زمین میں تبدیل ہوجائے گی) تو لوگ مقدمات قیامت کے فیصل ہونے تک کیا کھائیں پئیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: لوگ اس زمین کی ٹکیہ جیسی جگہ پر محشور ہوں گے جس میں نہریں پھوٹیں گی۔ وہ کھائیں گے اور پئیں گے یہاں تک کہ حساب سے فارغ ہوں گے۔ اموی خلیفہ ہشام نے اس سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ

وہ کھانے پینے میں کیسے مشغول ہوں گے؟ (یعنی کھانا پینا انہیں یاد ہی نہیں ہوگا)۔
آپؑ نے فرمایا: وہ جہنم کی آگ میں تو اس سے بھی زیادہ مشغول ہوں گے۔ لیکن پھر بھی وہ کھانے پینے میں مشغول ہوں گے، یہاں تک کہ کہیں گے۔ (ہم پر تم پانی یا جو کچھ اور خدا نے تمہیں رزق دیا ہے، کا فیض کرو)"(۷۱)

۲۔ ایک شخص نے کعبہ کے لیے ایک ہزار درہم کی وصیت کی تھی۔ اس کا وصی مکہ آیا اور اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا انہوں نے اسے بنی شیبہ کی طرف بھیج دیا۔ اس نے انہیں وصیت کے بارے میں بتایا۔ وہ کہنے لگے: تم وہ رقم ہمیں دے دو تم بری الذمہ ہو۔ کچھ لوگوں نے اسے امام ابوجعفرؑ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ پس اس نے حاضر خدمت ہو کر مدعا کو بیان کیا۔ آپؑ نے فرمایا: کعبہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا شخص تلاش کرو جو بیت اللہ کی زیارت کو آیا ہوا اور راہ میں اس پر ڈاکہ پڑا ہو یا مال چوری ہوا ہو، یا اس کی سواری گم ہوگئی ہو، یا وہ اپنے اہل وعیال کے پاس جانے سے عاجز ہو، تو اس قسم کے لوگوں کو یہ رقم دے دو(۷۲)

۳۔ محمد بن علی علیہما السلام سے عرض کیا گیا کہ آپؑ نے کس حالت میں صبح کی ہے۔
آپؑ نے فرمایا: ہم نے نعمت میں مستغرق اور گناہوں کی کثرت میں صبح کی، ہمارا معبود نعمتوں کے ساتھ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہوں کے باعث اس کے مغضوب بنتے ہیں۔ حالانکہ ہم اس کے محتاج اور وہ ہم سے غنی ہے(۷۳)

۴۔ آپؑ سے سوال ہوا موت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہی نیند ہے جو تمہیں ہر رات آتی ہے مگر اس کی مدت طویل ہے۔

۵۔ آپؑ سے عرض کیا گیا: قدر و منزلت میں سب سے زیادہ عظیم کون ہے۔
آپؑ نے فرمایا: جو دنیا کو اپنی قدر و قیمت نہ سمجھے۔ دوبارہ پھر آپؑ سے یہی سوال کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: جسے یہ پرواہ نہ ہو کہ دنیا کس کے ہاتھ میں ہے۔

۶۔ آپؑ سے محمد بن مسلم نے سوال کیا: نکاح میں گواہ کیوں مقرر کئے گئے ہیں(۷۴) آپؑ نے فرمایا میراث کی خاطر۔

۷۔ آپؑ سے سوال کیا گیا: آدم کے متعلق کہ جب انہوں نے حج کیا تو کس چیز سے ان کا سر مونڈا گیا اور کس نے مونڈا؟ فرمایا: جبرئیلؑ جنت سے ایک یاقوت لے آئے۔ وہ آپؑ کے سر پر پھرایا تو آپؑ کے بال گر پڑے۔

۸۔ آپؑ سے میت کے غسل، اس کی نماز جنازہ اور غسال کے غسل کے بارے میں سوال کیا گیا۔
آپؑ نے فرمایا: میت کو غسل اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ گندا اور ناپاک ہو جاتا ہے تاکہ اس سے پاک

و پاکیزہ فرشتے ملاقات کرسکیں اسی طرح غسال کا غسل ہے کہ مومنین اس سے ملاقات کرسکیں۔ اس کی اللہ سے سفارش کرنے اور مغفرت طلب کرنے کو نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔

آپؑ سے نماز میت کی تکبیروں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: پانچ تکبیریں پانچ نمازوں سے لی ہیں ہر نماز سے ایک تکبیر۔(۷۵)

۱۰۔ آپؑ سے سوال کیا گیا ایسی عورت کے بارے میں جسے دردزہ کی اتنی شدت ہوئی کہ وہ مرگئی۔ بچہ اس کے شکم میں متحرک ہے۔ آپؑ نے فرمایا: میت کا پیٹ چاک کرکے بچہ کو نکال لیا جائے۔(۷۶)

۱۱۔ آپؑ سے نافع بن ارزق نے خدائے تعالیٰ کے اس قول "**واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون**" کے بارے میں سوال کیا۔

محمدؐ نے کس سے سوال کیا حالانکہ ان کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا؟ ابوجعفرؑ نے "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ" کی تلاوت فرمائی پھر آپؐ کا مرسلین کے ساتھ اکٹھا ہونے اور انہیں نماز پڑھانے کا ذکر کیا۔

۱۲۔ عبداللہ بن نافع بن ازراق کہا کرتا تھا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ دونوں اطراف میں کوئی ہے جس تک اونٹ مجھے پہنچا سکے جو میرے ساتھ بحث و مناظرہ کرے کہ علیؑ اہل نہروان کے قتل کرنے میں ظالم نہیں ہیں۔ تو میں اس کے پاس جانے کو تیار ہوں۔ اس سے کہا گیا کہ امام محمد باقرؑ کے پاس جاؤ۔ وہ آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے گفتگو کرنے کے بعد فرمایا: حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں نبوت کے ساتھ مکرم کیا اور عزت بخشی اپنی ولایت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اے جماعت اولاد مہاجرین وانصار! جس کے پاس امیرالمومنینؑ کی منقبت ہو وہ اٹھ کر اسے بیان کرے۔ پس وہ کھڑے ہو گئے اور اسے بیان کرنے لگے۔ جب وہ آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر پہنچے "لاعطین الرایۃ" الخ البتہ ضرور کل علم اسے دوں گا جو کرار وغیر فرار ہوگا جو اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں تو ابوجعفرؑ نے اس سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا یہ حق ہے لیکن علیؑ (معاذ اللہ) بعد میں کافر ہو گیا۔ ابوجعفرؑ نے فرمایا: مجھے اللہ کے بارے میں بتاؤ کہ اس نے جس دن علی بن ابی طالبؑ سے محبت کی تو کیا وہ جانتا تھا کہ علیؑ اہل نہروان کو قتل کریں گے یا نہیں جانتا تھا۔ اگر تو کہے کہ نہیں جانتا تھا۔ تو تو کافر ہو جائے گا اس نے کہا کہ ہاں خدا جانتا تھا آپؑ نے فرمایا خدا نے اس بنا پر علیؑ سے محبت کی تھی کہ وہ اس کی اطاعت میں عمل کریں یا یہ کہ وہ اس کی نافرمانی میں عمل کریں۔ اس نے کہا اس بنا پر کہ وہ اس کی اطاعت میں عمل کریں۔ ابوجعفرؑ نے فرمایا کھڑا ہو جا۔ تو معتوب و مخصوم ہو گیا ہے۔

پس وہ کھڑا ہو گیا وہ کہہ رہا تھا "**حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود**۔ یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے الگ ہو جائے۔ خدا زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں

رکھ رہا ہے(۷۷)

۱۳۔ آپؑ سے طاؤس یمانی نے سوال کیا جھوٹ کے بارے میں جو کسی جھوٹے کی زبان سے نکلا ہو۔ آپؑ نے فرمایا ابلیس جب اس نے کہا ''انا خیر منه خلقتنی من النار وخلقته من طین'' میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے پھر اس نے کہا مجھے اس قوم سے مطلع فرمایئے جنہوں نے حق کی گواہی دی جب کہ وہ خود جھوٹے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: منافقین جب انہوں نے رسول اللہؐ سے کہا۔ ''نشهد انك الرسول الله'' (ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے) اللہ عزوجل نے قران پاک میں فرمایا: ''اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون'' (جب تیرے پاس منافق آئے تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسولؐ ہے اور اللہ بھی گواہی دیتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں) اس نے کہا مجھے بتایئے اس اڑنے والے کے بارے میں خدا نے جسے قرآن میں ذکر کیا ہے جو صرف ایک مرتبہ اڑا، پھر اس کے قبل و بعد نہیں اڑا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ طور سینا ہے، جسے خدا نے بنی اسرائیل کے اوپر اڑایا یہاں تک کہ ان کے اوپر اپنے پر سے سایہ کیا جس میں مختلف قسم کے عذاب تھے، یہاں تک کہ انہوں نے تورات کو قبول کرلیا اس کو اللہ عزوجل کا قول بیان کرتا ہے۔ ''واذنتقفنا الجبل فوقهم كانه ظله وظنو انه واقع بهم'' ''اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو بلند کیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا۔

اس نے کہا: مجھے اس رسول کے پیغام کے بارے میں بتایئے جسے خدا نے مبعوث کیا اور اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے جو نہ حیوانوں میں ہے نہ انسانوں میں اور نہ ملائکہ میں۔ آپؑ نے فرمایا: یہ وہ کوا ہے جسے اللہ وعزوجل نے بھیجا جو زمین کھودتا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ کس طرح اپنے بھائی کی میت کو چھپائے)

اس نے عرض کیا: مجھے خبر دیجئے اس کے بارے میں جس نے اپنی قوم کو ڈرایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا۔ وہ نہ جنوں میں ہے نہ انسانوں میں ہے اور نہ ہی ملائکہ میں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ چیونٹی ہے جب اس نے کہا۔ ''يا ايها النمل ادخلوا مساكنكم لا يحطمنكم سليمان وجنوده وهم لا يشعرون'' ''اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ تمہیں سلیمانؑ اور ان کا لشکر روند نہ ڈالے، جب کہ انہیں علم وشعور نہیں ہے۔

اس نے عرض کیا: مجھے بتایئے جس پر جھوٹ بولا گیا اور وہ انسانوں جنہوں اور ملائکہ میں نہیں۔ فرمایا: اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ بھیڑیا ہے جس کے خلاف برادران یوسفؑ نے جھوٹ بولا تھا۔

اس نے کہا: مجھے اس چیز سے مطلع فرمایئے جس کا تھوڑا حصہ حلال اور زیادہ حرام ہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں اسے ذکر کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ طالوت کی نہر ہے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ ''لا من غرف غرفه

بیدہ'' مگروہ کہ جوایک چلو اس سے بھر لے۔ اس نے کہا: مجھے واجب وفرض صلوٰۃ کے بارے میں بتایئے جو بغیر وضو پڑھی جاسکتی ہے اور وہ صوم وروزہ کہ کھانا پینا اس میں منع نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ صلوٰۃ نبی کریمؐ اوران کی آل پاکؑ پر صلوٰۃ ودرود ہے۔ باقی رہا روزہ تو اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا'' (میں نے رحمن کے لیے روزہ کی نذر کی ہے کہ آج کے دن کسی انسان سے ہرگز کلام نہیں کروں گی) اس نے کہا: مجھے وہ چیز بتایئے جو زیادہ اور کم ہوتی ہے اور وہ بھی جو زیادہ تو ہوتی ہے مگر کم نہیں ہوتی اور وہ بھی جو کم ہوتی ہے مگر زیادہ نہیں ہوتی۔ آپؑ نے فرمایا: وہ شے جو کم اور زیادہ ہوتی ہے چاند ہے، جو چیز زیادہ ہوتی ہے کم نہیں ہوتی وہ سمندر ہے، اور جو چیز کم ہوتی ہے اور زیادہ نہیں ہوتی وہ عمر ہے (۷۸)

۱۴۔ ابوجعفر مسجد الحرام کی طرف بڑھے تو قریش کے ایک گروہ نے آپؑ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا کہ یہ اہل عراق کے امام ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا: کیا اچھا ہو کہ ان کی طرف کسی کو بھیجو جو ان سے سوالات کرے۔ پس ان میں سے ایک جوان آپؑ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے چچا! سب سے زیادہ کبیرہ گناہ کون سا ہے؟ آپؑ نے اس سے فرمایا کہ اے بھتیجے میں نے تجھ سے کہا نہیں کہ ''شراب پینا'' کیونکہ شراب پینا اپنے صاحب کو زنا میں، چوری میں اور اس نفس کے قتل کرنے میں جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، اور اللہ عزوجل کے شرک میں مبتلا کرتا ہے۔ شراب کی کارکردگیاں تمام گناہوں سے برتر ہیں۔ جیسا کہ اس کا درخت تمام درختوں کے اوپر ہے۔ (۷۹)

۱۵۔ شام میں عیسائیوں کے عالم نے آپؑ سے سوال کیا: تم لوگ کہاں سے دعویٰ کرتے ہو کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے لیکن بول وبراز نہیں کریں گے۔ آپؑ نے فرمایا: بچہ شکم مادر میں کھاتا ہے بول وبراز نہیں کرتا۔

اس نے کہا: تم لوگ کہاں سے دعویٰ کرتے ہو کہ جنت کے پھل تر وتازہ تمام اہل جنت کے پاس موجود ہوں گے؟ آپؑ نے فرمایا: تمام اہل دنیا کے پاس ہماری مٹی ہمیشہ تر وتازہ رہتی ہے۔

اس نے عرض کیا: مجھے ایسے وقت وساعت سے مطلع فرمایئے جو نہ رات کے اوقات میں سے ہے اور نہ دن کے اوقات میں سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ سورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے جس میں بیمار کو سکون آجاتا ہے، بیدار رہنے والا سو جاتا ہے اور جس پر غشی طاری ہوا سے افاقہ ہو جاتا ہے۔

اس نے کہا: میں ایسے دو پیدا ہونے والوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں جو ایک دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن مرے لیکن ان میں سے ایک کی عمر پچاس سال اور دوسرے کی دار دنیا کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ آپؑ نے فرمایا: عزیز وعزیز دونوں ایک دن پیدا ہوئے۔ جب وہ پچیس سال کے ہو گئے تو عزیر اپنے گدھے پر سوار ہو کر انطاکیہ بستی کے قریب سے گزر رہے تھے جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کس طرح اللہ اس

کو موت کے بعد زندہ کرے گا؟ پس ان کو سو سال کے لیے اللہ نے مار دیا۔ پھر ان کو اٹھایا اور وہ چل کر اپنے بھائی عزیز کے گھر پہنچ گئے جب کہ وہ انہیں نہ پہچان سکا۔ عزیز نے اس سے انہیں مہمان بنانے کی خواہش کی تو اس نے انہیں مہمان بنالیا۔ عزیز کی اولاد کی اولاد بھی بوڑھی ہو چکی تھی اور عزیر پچیس سال کے جوان تھے۔ پس وہ اپنے بھائی اور اس کی اولاد سے گذشتہ باتوں کا ذکر کرتے اور وہ بھی ان سے ان باتوں کا ذکر کرتے رہے اور کہنے لگے تجھے یہ باتیں جنہیں برس ہا برس گزر گئے عزیز نے کہا، جو اس وقت ایک سو پچیس سال کا تھا کہ میں نے پچیس سال کا کوئی جوان نہیں دیکھا جو ان باتوں کو تجھ سے زیادہ جانتا ہو جو میرے اور میرے بھائی عزیر کے درمیان جوانی کے دنوں میں ہوئی ہیں۔ تم اہل آسمان سے ہو یا اہل زمین سے۔

عزیر نے اپنے بھائی سے کہا میں عزیر ہوں ایک بات کی وجہ سے جو میں نے کہی تھی خدا مجھ پر ناراض ہوا۔ اس نے مجھے چنا تھا اور میری ہدایت کی تھی پس اس نے مجھے سو سال مارے رکھا۔ پھر مجھے زندہ کیا تاکہ تمہیں اس کا زیادہ یقین آئے بے شک خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ میرا گدھا ہے اور یہ میرا کھانے اور پینے کا سامان ہے جسے لے کر میں تمہارے پاس سے نکلا تھا۔ اسے خدا نے دوبارہ میرے لیے پلٹا دیا ہے جس طرح کا وہ تھا پس اس وقت انہیں یقین آ گیا۔ پھر عزیر کو خدا نے ان کے درمیان پچیس سال زندہ رکھا۔ ان کی اور ان کے بھائی کی ایک ہی دن میں روح قبض کی پس ان کی عمر پچاس سال اور ان کے بھائی کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔

عیسائیوں کے عالم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے تم مجھ سے زیادہ صاحب علم کے پاس لے آئے ہو تاکہ وہ مجھے رسوا و ذلیل کرے۔ خدا کی قسم میں تم سے اب ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔ (۸۰)

۱۶۔ ایک اعرابی ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: آپؑ نے خدا کو دیکھا ہے کہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ میں کسی ایسی شے کی عبادت نہیں کرتا جسے دیکھا نہ ہو۔ اس نے عرض کیا کس طرح آپؑ نے اس کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: آنکھیں اسے عینی مشاہدہ سے نہیں دیکھتیں لیکن دل اسے حقائق ایمانی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اس کا حواس کے ذریعہ ادراک نہیں ہوسکتا۔ اسے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ آیات و نشانیوں کے ساتھ مشہور اور پہچانا جاتا ہے۔ علامات کے ساتھ اس کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔ وہ اپنے فیصلے میں ظلم و جور نہیں کرتا اور وہی خدا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اعرابی نے کہا: اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ (۸۱)

۱۷۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ خدا نے اپنے بندوں پر روزے کیوں فرض کئے آپ نے فرمایا: تاکہ غنی و تونگر بھوک کا ذائقہ چکھ لیں اور کمزور و نادار پر شفقت کریں۔ (۸۲)

۱۸۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ آپؑ حدیث کو مرسل چھوڑ دیتے ہیں اور کسی کی طرف اس کی اسناد نہیں

فرماتے۔آپؑ نے فرمایا: جب میں کوئی حدیث بیان کروں اور اس کی اسناد کسی کی طرف نہ دوں تو میری سند اس میں میرے والد علیؑ زین العابدینؑ ہی اور ان کے والد حسین شہیدؑ سے ان کے والد علیؑ بن ابی طالبؑ سے رسولؐ اللہ سے جبرائیل اللہ عزوجل سے (۸۳)

۱۹۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ کل کو نجات کیسے ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا نجات صرف اس میں ہے کہ تم خدا کو دھوکہ نہ دو جو خدا کو دھوکہ دے، وہ اسے دھوکہ کی سزا دے گا اور ایمان کا زیور اس سے اتار لے گا۔ اگر اس میں شعور ہو تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔

عرض کیا گیا کس طرح خدا کو دھوکہ دیتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا عمل تو وہی کرتا ہے، جس کا خدا نے حکم دیا ہے لیکن اس سے مراد اس کی کوئی اور ہوتا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور ریا کاری نہ کرو۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل سے شرک کرتا ہے ریا کاری کرنے والے کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے کافر، اے فاجر، اے غادر (دھوکہ باز) اور اے خاسر (گھاٹا اٹھانے والے) تیرا عمل حبط اور اجر باطل ہوگیا۔ آج کے لیے تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اپنا اجر اس سے طلب کر جس کے لیے عمل کرتا تھا۔ (۸۴)

۲۰۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں کی تہائی کب ہلاک ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا۔ اے ابوعبدالرحمن! لوگوں کی تہائی کبھی بھی ہلاک نہیں ہوئی۔ اے شیخ! تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ لوگوں کی چوتھائی کب ہلاک ہوئی؟ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اس روز چار افراد تھے آدم وحوا ہابیل وقابیل پس چوتھائی ہلاک ہوگئی۔ طاؤس نے عرض کیا۔ لوگوں کا باپ کون تھا قاتل یا مقتول؟ فرمایا ان میں سے کوئی نہ تھا بلکہ شیث علیہ السلام تھے (۸۵)

آپؑ کی دعائیں

آئمہ معصومین علیہم السلام کے مسنون طریقوں میں ایک طریقہ وہ دعائیں ہیں جنہیں ان حضرات نے اپنے جدامجد رسول اعظمؐ سے سیکھا اور امت کو سکھلایا۔ یہ دعائیں دعوت الی اللہ، عدالت وفضیلت کی طرف متوجہ کرنے اور معاشرے کے لیے خیر وصلاح کے وسیلوں میں سے اہم وسیلہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کی تقدیس وتمجید کے بیان اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے، اسے تشبیہ دینے اور اس کے اوصاف جسمانی کے قائل لوگوں کے وہم وگمان کو دور کرنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ اخلاقی تعلیم، بلند معارف اور آداب عالی کا فیضان کرتی ہیں۔ یہاں ہم امام محمد باقر علیہ السلام کی بعض دعائیں ثبت کرتے ہیں۔

۱۔ گھر سے باہر نکلتے وقت پڑھنے کے لیے آپؑ کی ایک دعا:

"اعوذ بما عاذت به ملائکه الله من شر هذا الیوم الجدید الذی ان غابت شمسه لم تعد من شر نفسی ومن شر غیری، ومن شر الشیطان ومن شر من نصب لاولیاء الله، ومن شر الجن والانس، ومن شر السباع والهوام، ومن شر رکوب المحارم کلها، اجیر نفسی بالله من کل سوء"(۸۶)

میں پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے ساتھ جس کے ذریعے ملائکہ نے پناہ مانگی، اس نئے دن جس کا سورج جب غروب ہوگا تو وہ دن دوبارہ نہ آئے گا، اپنے نفس اور غیر کے شر سے، شیطان کے شر سے، اولیاء اللہ کے دشمن کے شر سے، جن وانس کے شر سے، درندوں اور حشرات الارض کے شر سے، اور تمام محارم کے ارتکاب کے شر سے، میں اپنے نفس کو ہر برائی سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

۲۔ آپؑ کی ایک دعا جس کی آپؑ نے محمد بن مسلم کو تعلیم دی اور تاکید کی کہ اس کی یوں حفاظت کرنا جس طرح تم اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتے ہو۔

"سبحان الله ولا اله الا الله والحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولی من الذل وکبره تکبیرا"(۸۷)

منزہ اور پاک ہے خدا، نہیں کوئی معبود مگر اللہ حمد ہے اس کی جس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا۔ نہ ہی کوئی ملک میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی ذلت سے بچنے کے لیے کوئی اس کا ولی وسرپرست ہے۔ اس کی بزرگی بیان کر جس طرح بزرگی بیان کرنے کا حق ہے۔

۳۔ آپؑ کی ایک دعا، بعد نماز عشاء:

اللهم بحق محمد وآل محمد، صل علی محمد وآل محمد ولا تو مننا مکرك ولا تنسنا ذکرك ولا تکشف عنا سترك، ولا تحرمنا فضلك ولا تحل علینا فضلك، ولا تحل علینا غضبك، ولا تباعدنا من جوارك، ولا تنقصنا من رحمتك، ولا تنزع عنا برکاتك، ولا تمنعنا عافیتك، واصلح لنا مااعطیتنا وزدنا من فضلك من فضلك المبارك الطیب، الحسن الجمیل ولا تغیر ما بنا من نعمتك، ولا تویسنا من

روحك. ولا تهنا بكر امتك. ولا تضلنا بعد اذهديتنا. وهب لنامن لدنك رحمة. انك انت الوهاب. اللهم اجعل قلوبناسالمته. واروحنا طيبه. والسنناصادقه و ايماننا دائما. ويقيننا صادقا وتجارتنا لا تبور ربنا اتنا فى الدنيا حسنة. وفى الاخرة حسنة وقنابرحمتك عذاب النار"(۸۸)

خدایا! محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کی قسم، محمد و آل محمدؐ پر درود نازل فرما۔ ہمیں اپنے عذاب سے بے خوف نہ رکھ اپنا ذکر ہمیں نہ بھلا دے، ہم سے اپنا پردہ نہ ہٹا دے، اپنے فضل و کرم سے ہمیں محروم نہ رکھ، ہم پر اپنا غضب نازل نہ کر، ہمیں اپنے جوار سے دور نہ رکھ، ہم پر اپنی رحمت میں کمی نہ کر، ہم پر اپنی برکات ہم سے نہ چھین لے، اپنی عافیت کو ہم سے نہ روک لے، جو کچھ ہمیں عطا فرمائے اسے ہمارے لیے درست اور صالح قرار دینا، اپنے مبارک اپنے پاکیزہ حسین و جمیل فضل سے ہمارے لیے اپنے فضل کا اضافہ فرما، جو تیری رحمت ہمارے پاس ہے اس میں تبدیلی نہ کرنا، اپنی رحمت کی وسعت سے ہمیں مایوس نہ کرنا، اپنی کرامت و بزرگی کی بنا پر ہماری توہین نہ کرنا ہمیں راہ ہدایت دکھانے کے بعد گمراہ نہ کرنا، اپنی کرامت و بزرگی کی بنا پر ہماری توہین نہ کرنا، ہمیں راہ ہدایت دکھانے کے بعد گمراہ نہ کرنا، ہمیں اپنی طرف سے رحمت ہبہ کرنا، بیشک تو بخشنے اور ہبہ کرنے والا ہے۔ خدایا! ہمارے دل صحیح سالم کر دے، ہماری ارواح پاکیزہ زبانیں سچی، ایمان دائمی اور یقین کو پختہ کر دے اور ہماری تجارت کو نقصان ہلاکت سے بچا۔ دنیا آخرت میں نیکیاں عطا کر۔ اپنی رحمت کے صدقے میں عذاب کی آگ سے بچا لے۔

۴۔ آپؑ کی ایک دعا سوتے وقت:

"بسم الله. اللهم انى اسلمت نفسى اليك ووجهت وجهى اليك وفوضت امرى اليك. والجات ظهرى اليك وتوكلت عليك رهبه منك ورغبه اليك لامنجاولا ملجا منك الااليك. امنت بكتابك الذى انزلت وبرسونك الذى ارسلت ثم يسبح الذهراء عليها السلام"(۸۹)

خدایا! میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں، اپنا رخ تیری طرف کئے ہوئے ہوں، اپنا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں اور تجھے اپنی پشت کا سہارا قرار دیتا ہوں۔ تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ تیری طرف رغبت کرتے ہوئے تجھ پر توکل کرتا ہوں۔ تجھ سے کوئی نجات و پناہ کی جگہ نہیں ہے مگر تیری ہی طرف۔ میں تیری کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے رسولؐ پر جسے تو نے بھیجا ہے۔ اس کے بعد تسبیح زہراؑ پڑھے۔

۵۔ آپؑ کی دعا جسے آپؑ بعد نماز تہجد پڑھتے تھے:

"لا اله الا الله وحده لا شريك له ـ له الملك وله الحمد. يحي ويميت. ويميت ويحي. وهو حي لا موت بيده الخير. وهو على كل شئي قدير. اللهم لك الحمد يارب انت نور السموات والارض فلك الحمد. وانت قوام السموات والارض فلك الحمد. وانت جمال السموات والارض فلك الحمد. وانت الصريخ المستصرخين فلك الحمد. وانت غياث المستغيثين فلك الحمد. وانت تجيب دعوة المضطرين فلك الحمد. وانت ارحم الراحمين فلك الحمد اللهم بك تنزل كل حاجه فلك الحمد ووعدك الحق. وانت ملك الحق. اشهد ان لقائك الحق. وان الساعيه لاتيه لاريب فيها. وانك تبعث من فى القبور اللهم لك اسلمت. وبك امنت وعليك توكلت. وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفرلى ماقدمت واخرت واسررت والنت. انك الحئى وعليك توكلت. وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفرلى ماقدمت واخرت واسررت واعلنت. انك الحى الذى لا اله الا انت"(۹۰)

نہیں معبود مگر اللہ جو ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ سلطنت اور حمد اسی کو زیبا ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ وہ ایسا زندہ ہے کہ مرے گا نہیں۔ اس کے ہاتھ میں خیر و برکت ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے خدایا! تیرے لیے حمد ہے۔ اے پروردگار! تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تیرے لیے حمد ہے۔ تو آسمانوں اور زمینوں کا جمال ہے پس تیرے لئے حمد ہے۔ تو فریاد کرنے والوں کا فریادرس ہے، پس تیرے لئے حمد ہے۔ تو مضطر و مجبور کی دعا قبول کرتا ہے، پس تیرے لیے حمد ہے۔ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پس تیرے لیے حمد ہے۔ خدایا! ہر حاجت تیری بارگاہ میں نازل ہوتی ہے۔ پس تیرے لئے حمد ہے اور اپنی حاجت آج کی رات میں نے تیرے حضور پیش کی ہیں پس انہیں میرے لئے پورا کر دے اے حاجتوں کو پورا کرنے والے۔ خدایا! تو حق ہے۔ تیرا قول حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے اور تو حق بادشاہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری ملاقات حق ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ جو قبروں میں ہیں تو انہیں اٹھائے گا۔ میں تیرے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں، تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ پر ہی توکل کرتا ہوں، تیرے ہی ذریعے کسی سے مخاصمت کرتا ہوں اور تیرے پاس محاکمہ کرتا ہوں۔

پس مجھے بخشش دے وہ گناہ جو میں نے مقدم کئے ہیں یا موخر کئے ہیں۔ چھپا کے کئے ہیں، یا اعلانیہ کئے

ہیں۔ بے شک تو زندہ ہے، نہیں کوئی معبود مگر تو۔

آپؑ کے اشعار کا اقتباس

ہم آئمہ علیہم السلام کی زندگیوں کے بارے میں اس سے قبل بھی گفتگو کر چکے ہیں کہ وہ عامۃ المسلمین کی اصلاح وبہبود کی مسلسل ومتصل کڑیاں ہیں جو ہدایت وارشاد کے لیے پیش ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے رشد وہدایت کو پیش نظر رکھا کبھی خطبوں کے ذریعے کبھی وصایا کی صورت میں، کبھی درس کے وسیلے سے اور کبھی حکم ومعارف کے موتی رول کر۔ شعر عربوں کا دیوان، مجالس کا میوہ اور نفوس کا انیس ہے۔ اسے سن کر انسان راحت وسکون محسوس کرتا اور اس کے بہاؤ کے ساتھ مانوس رہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی اس راہ کے سفر میں آئمہ کے اشعار بھی ملتے ہیں مگر ان توجہات کے ساتھ چلتے ہوئے، خیر واصلاح کی دعوت دینے کے لیے فضیلت ومنقبت پر اکسانے اور مکارم اخلاق کا حکم دینے کے لیے۔

تاریخ ہمارے آئمہ کا اشعار میں یہ رنگ وطرز محفوظ رکھتی ہے اور دوسرے لوگوں کے اشعار بھی پیش کرتی ہے جو غزل، عشق، مزاح، تمسخر، نکتہ چینی اور ہجو پر مشتمل ہیں۔ بس یہی ایک چیز آئمہ اور دوسروں لوگوں کے درمیان ایک فرق عظیم کا واضح اور مبین ثبوت ہے۔ ہم یہاں آپؑ کے بعض اشعار پیش کرتے ہیں۔

ا۔ آپؑ نے اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا:

فنحن علی الحوض ذواده
نذود و یسعد رادہ
فما فاز من فاز الا بنا
وما خاب من جبنا زادہ
فمن سرنانال منا السرور
ومن ساء نا ساء میلادہ
ومن کان غاصبنا حقنا
فیوم القیامه میعاده(۹۱)

ہم حوض کوثر پر اس سے دور ہٹانے والے ہوں گے کہ کچھ لوگوں کو اس سے دور ہٹائیں گے۔ سعید ونیک بخت تو وہ ہوں گے جو اس پر وارد ہوں۔ جو بھی کامیاب ہوا ہماری وجہ سے ہوا۔ جس کا زادرہ ہماری محبت ہو وہ کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

جو ہمیں خوش کرے۔ اسے ہماری طرف سے خوشی نصیب ہوگی اور جو ہم سے برائی کرے، اس کی ولادت ہی بری ہے۔

جو شخص ہمارے حقوق کا غاصب ہے اس کی وعدہ گاہ قیامت کا دن ہے۔

۲۔ آپؑ ہی کے اشعار عجب کے بارے میں۔

عجبت من معجب بصورته
وکان من قبل نطفه مذرة
عجبت من معجب بصورته
یصیر فی القبر جیفه قدرة
وهو علی عجبه ونخوته
مابین جنبیه یحمل العذرة(۹۲)

مجھے اس پر تعجب ہے جو اپنی شکل وصورت پر اتراتا ہے حالانکہ اس سے پیشتر وہ ایک گندہ نطفہ تھا۔ کل اس کا چہرہ قبر میں فاسد، مردار اور خراب وسیاہ ہو جائے گا۔

اپنے عجب ونخوت کے باوجود اپنے دونوں پہلوؤں میں پاخانہ اٹھائے پھرتا ہے۔

۳۔ آپؑ کے اشعار نافرمانوں کو خطاب کرتے ہوئے۔

تعصی الالٰه وانت تظهر حبه
هذا لعمرك فی الفعال بدیع
لو کان حبك صادقا لاطعته
ان المحب لمن احب مطیع(۹۳)

تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ اس کی محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ تیری جان کی قسم! یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے۔

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیوں کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

۴۔ آپؑ نے اپنی انگوٹھی پر نقش کرایا تھا۔

ظنی بالله حسن

وبالنبی المؤتمن

وبالوصی ذی المنن

وبالحسین والحسن(۹۴)

مجھے اللہ پر اور اس کے نبیؐ کے بارے میں کہ جسے امین بنایا گیا ہے اور بہت سے احسانات کرنے والے وصی کے بارے میں اور حسینؑ و حسنؑ کے متعلق حسن ظن ہے۔

آپؑ کا عبدالملک بن مروان کو دراہم اور یناروں کے سکے بنانے کی تعلیم دینا

رجال، تاریخ اور سیر کا اجماع ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام اپنے سے پہلے خلفاء کے دور میں ان کی مہمات ومشکلات میں جائے پناہ اور شدائد میں ملجاء وماویٰ تھے۔ کتنی ہی مرتبہ آپ سے پہلوں پر ایسی مشکلات آتی تھیں جن کے مقابلے سے وہ عاجز ہوتے اور تمام مسلمان بھی۔ پس وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان کی مشکلات وشدائد کو دور فرمادیتے۔ اہل سیر واہل تراجم اور سوانح نگاروں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے اس بارے میں اقوال بیان کئے ہیں مثلاً ان کا قول۔ ''ولا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب'' مجھے فرزند ابو طالبؑ کے بعد خدا باقی نہ رکھے اور ''لولا علی لهلك عمر'' ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا۔'' ''لا بقيت لمعضلة ليس لها ابو الحسن'' ''میں اس مشکل کے لیے باقی نہ رہوں کہ جس کی مشکل کشائی کے لیے ابوالحسنؑ نہ ہوں۔''

چنانچہ وہ مشکلات جو آپ سے پہلے افراد پر وارد ہوئیں ان کے حل اور جوابات اور فیصلوں کے بارے میں علماء کی ایک جماعت نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کی اولاد بھی ایسے سخت ترین مسائل ومشکلات میں، جو ان کے زمانے کے حکام اور بادشاہوں کو درپیش آئے اور ان کے حل سے عاجز ولاچار ہوئے، ملجاو ماویٰ بنے رہے۔ ان صفحات میں ہم وہ واقعہ پیش کرتے ہیں جو عبدالملک بن مروان کو پیش آیا۔ اس نے امام علیہ السلام سے رجوع کیا اور اسے جو حضرتؑ نے مشورہ دیا اس پر عمل پیرا ہو کر اس سے استفادہ کیا۔

کسائی کہتے ہیں میں ایک دن رشید کے پاس گیا۔ وہ اپنے ایوان میں بیٹھا تھا اور اس کے سامنے بہت سامال رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک تھیلی کو اس نے توڑا اور حکم دیا کہ اسے اس کے مخصوص خادموں میں تقسیم کیا جائے۔ اس کے ہاتھ میں ایک درہم تھا جس کی کتابت واضح وظاہر تھی۔ وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اکثر اوقات مجھ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ سب سے پہلے کس نے سونے اور چاندی میں

اس کتاب کی بنیاد کی رکھی اور اس سنت کو جاری کیا؟ میں نے کہا میرے آقا یہ عبدالملک بن مروان تھا۔ اس نے کہا اس کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں سوائے اس کے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کتابت ایجاد کی۔ ہارون رشید نے کہا میں تجھے عنقریب بتاتا ہوں۔ کاغذ روم کے استعمال ہوتے تھے۔ اور مصر میں زیادہ آبادی عیسائیوں کی تھی۔ عوام بادشاہ روم کے دین کے پیروکار تھے۔ ان پر رومی زبان میں (ٹریڈ مارک) ضرب لگی ہوئی تھی اور وہ چھاپ باپ، بیٹا اور روح القدس تھی۔ پس یہ علامت سارے صدر اسلام میں اسی طرح چلتی رہی۔ یہاں تک عبدالملک بادشاہ ہوا۔ وہ متنبہ ہوا۔ زیرک آدمی تھا ایک دن بیٹھا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک کاغذ گزرا۔ اس نے اسے اس کی ضرب کی طرف دیکھا اور حکم دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔ جب ترجمہ کیا گیا تو اس نے اسے بڑا محسوس کیا اور کہا کہ دین اور اسلام کے بارے میں یہ کتنی سخت چیز ہے کہ کاغذوں کی یہ چھاپ ہو۔ یہی چھاپ برتنوں اور کپڑوں پر لگتی تھی اور یہ دونوں کام مصر میں ہوتے۔ اس کے علاوہ پردوں پر بھی، جو بڑی مقدار میں شہر میں بنتے جہاں بہت زیادہ ساز و سامان اور بہت بڑی آبادی ہے، جس کے ہاتھوں سے یہ سامان تمام دنیا کے ملکوں اور شہروں میں جا کر خرید و فروخت ہوتا، ان سب پر یہی شرک کی چھاپ ہے۔ پس اس نے عبدالعزیز بن مروان حاکم مصر کے حکم نامہ بھیجا کہ اس چھاپ کو کاغذ، برتنوں، کپڑوں اور پردوں پر سے اور جس شے پر بھی یہ چھاپ لگتی ہو، ختم کر دیا جائے اور کاغذ پر سورہ توحید اور ''شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو'' تحریر کیا جائے۔ یہی چھاپ اب تک ہے جس میں کوئی کی زیادتی نہیں ہوئی اور نہ ہی اسے بدلا گیا۔ اپنی سلطنت کے تمام گورنروں کو حکم بھیجا، ان کے صوبوں میں جن کاغذوں پر رومی چھاپ ہے، انہیں باطل کیا جائے۔ اس ممانعت کے بعد جس کے پاس اس میں سے کوئی چیز ہوا سے طویل قید، دردناک مار پیٹ اور سخت سزائیں دی جائیں۔ جس وقت کاغذ نئی اور توحید کی چھاپ کے ساتھ بنائے گئے اور وہ روم کے شہروں میں پہنچے تو تمام جگہ پر خبر پھیل گئی اور بادشاہ مطلع ہوا۔ اس کے سامنے اس چھاپ کا ترجمہ کیا گیا تو اس نے اس کا بہت زیادہ بڑا منایا اور آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے عبدالملک کو لکھا کہ مصر میں کاغذ کا کارخانہ اور باقی چیزیں جن پر یہ ٹھپہ لگتا ہے وہ روم کی ہیں۔ اور ہمیشہ سے روم کا ہی ٹھپہ اور چھاپ لگتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ تو نے اسے باطل کیا اگر تجھ سے پہلے خلفاء کا عمل درست تھا تو تو نے غلطی کی ہے اور اگر تو نے ٹھیک کام کیا ہے تو انہوں نے غلطی کی ہے۔ ان دو صورتوں میں سے جسے چاہو پسند و اختیار کر دو۔ میں نے تمہارے مقام و مرتبہ کے لائق ایک ہدیہ بھیجا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس چھاپ اور ٹھپہ کو پھر سے بحال کر دو۔ میری خواہش ہے جس کیلئے میں شکر گزار ہوں گا اور اس ہدیہ کو قبول کر لو۔ یہ ہدیہ بہت زیادہ قیمتی تھا لیکن عبدالملک نے خط پڑھا تو قاصد کو واپس کر دیا اور اسے متنبہ کیا کہ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور اس کا ہدیہ بھی واپس کر دیا۔ قاصد نے ہدیہ و پیغام پہنچایا تو شاہ روم نے ہدیہ دگنا کر کے دوبار بھیجا اور لکھا کہ شاید تم نے اس ہدیہ کو کم سمجھا ہے اس لئے قبول نہ کیا اور خط کا جواب دیا پس میں نے دو چند کر دیا ہے

اوراس کے ساتھ اپنی سابقہ خواہش کو دہراتا ہوں ۔عبدالملک نے خط پڑھا،ہدیہ واپس کر دیا اور کچھ خواب نہ دیا اس دفعہ بادشاہ روم نے ہدیہ کومزید دگنا کیا،خطوط کے جوبا کا تقاضا کیا ٹھپا اور چھاپ کی بحالی پر بہت زیادہ اصرار کیا اورلکھا کہ میں مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے اگر میری خواہش کو رد کیا تو میں درہموں اور دیناروں پر نقش کرنے کا حکم دوں گا اور وہ نقش میرے ملک کے رسم ورواج کے مطابق ہوگا۔(اس وقت تک درہم ودینار اسلامی حکومت نے نقش نہیں کئے تھے)اورتمہارے نبی پر سب وشتم کے ساتھ یہ نقش کئے جائیں گے۔جب تو انہیں پڑھے گا تو تیری پیشانی پر پسینہ آجائے گا۔لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تو میرا ہدیہ قبول کرلے اور ٹھپہ اور چھاپ کو اپنی سابقہ حالت پرلانے کا حکم دے، اپنے اس نیک عمل کو میرے لئے ہدیہ قرار دے،میرے اور تیرے درمیان کے تعلق وحالات جو پہلے تھے انہیں باقی رکھ۔

جب عبدالملک نے خط پڑھا تو سخت پریشانی میں مبتلا ہوا۔زمین اس کے لیے تنگ ہوگئی اوراس نے کہا اولاً میں اپنی ذات کو منحوس گمان کرتا ہوں کہ میں وہ بچہ اسلام میں پیدا ہوا ہوں جس نے رسول اللہؐ کے حق میں خیانت کی یہ کافر آپ کو رہتی دنیا تک سب وشتم کرے گا کیونکہ رومی درہم ودینار عرب ممالک میں رائج ہیں،انہیں نہیں ہٹایا جاسکتا۔

اس نے اکابرین وعقلاءِ اسلام کو جمع کیا لیکن ان میں کوئی ایسی رائے نہ دے سکا جو قابل عمل ہو۔اس سے روح بن زنباع نے کہا تو اس معاملہ سے نکلنے کا راستہ جانتا ہے مگر جان بوجھ کراسے چھوڑے ہوئے ہے۔

عبدالملک نے کہا وائے ہو تجھ پر کون ہے وہ؟

اس نے کہا اہل بیت نبیؐ کے باقر علیہ السلام۔

اس نے کہا: تونے سچ کہا میں ان سے رائے لیتا ہوں بس مدینہ میں اپنے گورنر کو لکھا کہ محمدؑ بن علیؑ کو احترام و اکرام کے ساتھ میرے پاس بھیجو انہیں دو لاکھ درہم سامان سفر کے لیے اور تین لاکھ گھریلو اخراجات کے لیے دے دو ان کی تیاریٔ سفر،ان کے ساتھ آنے والے ان کے اصحاب کی تیاریٔ سفر کی تمام رکاٹوں اور دشواریوں کو دور کرو، قاصد کو ان کی روانگی تک اپنے پاس روکے رکھ۔اسی طرح خود بھی عبدالملک نے شاہ روم کے قاصد کو روک رکھا تھا۔یہاں تک کہ آپؑ عبدالملک کے پاس پہنچ گئے۔اس نے تمام واقعہ آپؑ سے عرض کیا۔آپؑ نے فرمایا: یہ معاملہ تمہارے نزدیک کوئی عظیم معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔کیونکہ یہ دو وجوہات کی بنا پر کچھ بھی نہیں۔ایک یہ کہ اللہ عزوجل اس کو نہیں چھوڑے گا اس چیز میں کہ جس کی بادشاہ روم دھمکی دیتا ہے۔دوسرا یہ کہ اس کے لیے چارہ کار موجود ہے۔عبدالملک نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم اسی وقت کاریگروں کو بلاؤ جو درہم ودینار ڈھالیں اوران پر سورہ توحید ایک طرف اوررسول اللہؐ کے ذکر کی دوسری طرف چھاپ لگائیں دائرہ میں اس شہر کے نام کا ٹھپہ لگائیں جہاں وہ سکہ اورڈھالا گیا ہو اور تیاری کا سال وسن تحریر کیا جائے۔

تیس درہم لو جو تین اقسام پر بنائے گئے ہیں۔ جن میں سے دس، دس مثقال کے دوسرے دس چھ مثقال کے اور تیرے دس پانچ مثقال کے۔ ان کے اوزان اکیس مثقال ہوئے۔ پھر ان کو تین پر تقسیم کرو تو حاصل تقسیم سات مثقال ہوں گے۔ انہیں شیشے کے سانچے بنا کر، جو زیادتی ونقصان میں نہ بدلیں ڈھالو۔ پس درہم دس کے وزن پر اور دینار سات کے وزن پر بنالے۔

اس زمانے میں درہم کسروی تھے۔ جنہیں موجودہ زمانہ میں بغلیہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ راس البغل عمر بن خطاب نے کسروی سکے اسلام میں ڈھالے تھے کہ جن پر بادشاہ کی تصویر ہوتی تھی اور کرسی کے نیچے فارسی زبان میں (نوش خر) لکھا ہوتا تھا، یعنی خوش گواری کے ساتھ کھاؤ۔ اسلام سے پہلے ایک درہم کا وزن ایک مثقال اور وہ درہم جن کے دس درہموں کا وزن چھ مثقال تھا اور دوسرے وہ جن میں سے دس کا وزن پانچ مثقال تھا، وہ سمیری خفاف وثقال کہلاتے تھے۔ ان کا نقش فارسی نقش تھا۔

پس عبدالملک نے ایسا ہی کیا اور اس کو محمدؑ بن علیؑ نے حکم دیا کہ ان سکوں کو بلاد اسلامی میں رواج دیا جائے، لوگوں کو پیش کش کی جائے کہ وہ ان سکوں سے لین دین کریں اور تہدید کی جائے کہ جو دوسرے سکوں سے معاملہ کرے گا اسے قتل کر دیا جائیگا۔ اس کے علاوہ جو سکے ہیں انہیں باطل کیا جائے اور ٹکسال میں واپس لایا جائے تاکہ انہیں اسلامی سکوں میں تبدیل کیا جا سکے۔ پس عبدالملک نے ایسا ہی کیا۔ روم کے سفیر کو واپس کر دیا کہ بادشاہ کو یہ سب کچھ بتادے اور یہ بھی کہلوایا کہ خدائے عز وجل نے تجھے روک دیا ہے جس کا تو نے خیال کیا تھا اور میں نے اپنی سلطنت کے اطراف میں حکم جاری کر دیا ہے کہ وہ تعمیل کریں۔ سابقہ سکے اور رومی چھاپ کو باطل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

پس بادشاہ روم سے کہا گیا کہ وہ کچھ کرو جس کی عربوں کے بادشاہ کو دھمکی دی تھی اس نے کہا کہ میں نے چاہا تھا کہ اپنی تحریر سے اسے غصہ دلاؤں سب مال کاغذ وغیرہ رومی رسموں کے مطابق تھا۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اس سکہ سے تو اہل اسلام معاملہ نہیں کریں گے۔

وہ اپنے قول پر عمل کرنے سے باز رہا اور جو مشورہ محمدؑ بن علیؑ نے دیا تھا وہ آج تک برقرار ہے۔ کسائی کہتا ہے کہ پھر رشید نے وہ درہم ایک خادم کی طرف پھینکا اور کہا کہ خزانچی کو میرے پاس لے آؤ۔ الخ (۹۵)

آپؑ اور ہشام بن عبدالملک

اللہ اور اس کے رسولؐ نے آئمہ علیہم السلام کو جس مقام کے لیے نصب فرمایا تھا لوگوں نے چاہا کہ انہیں ان مناصب سے ہمیشہ دور رکھا جائے او انہیں گھروں میں مقید کر دیا جائے تاکہ یہ امر ونہی نہ کر سکیں، اور امر و حکم طلقاء کی اولاد اور مروان (چھپکلی) کے پوتوں میں باقی رہے۔ ظالم حکام نے صرف آئمہؑ کے مقام کو غصب کرنے اور

ان کا حق چھیننے پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہیں قتل، قید اور جلاوطن کرنے کے لیے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: اگر نبی اکرم انہیں ہم سے جنگ کرنے اور ہمیں قتل کرنے کا حکم دے جاتے جب کہ انہوں نے ہمارے لیے نیکی وہ احسان اور محبت کرنے کی وصیت فرمائی تھی، تو اس سے زیادہ نہ کر پاتے جو کچھ انہوں نے ہم سے کیا (۹۶)

امام ابوجعفر علیہ السلام نے کئی اموی بادشاہوں کا دور دیکھا۔ ان میں سے زیادہ سخت دور ہشام بن عبدالملک کا تھا جس نے آپؑ کے بھائی زیدؑ کو شہید کر دیا، خود آپؑ کو شام کھینچ لے گیا اور آپؑ کو وہ سنایا جسے آپؑ ناپسند کرتے تھے۔

مورخین نے ان سوالات وحوادث اور گفتگو کو، جو ان کے درمیان ہوئی نقل کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اس کتاب میں صرف ایک حادثہ کا ذکر کرتے ہیں جو امامؑ اور ہشام کے درمیان پیش آیا جس سے اہل بیتؑ کی عظمت اور ان کا دوسرے لوگوں سے ہر فضیلت وکمال میں سبقت لے جانا واضح وثابت ہو جائے گا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہشام نے مدینہ کے گورنر کے پاس والد بزرگوار کو شام روانہ کرنے کی غرض سے ایک قاصد بھیجا۔ چنانچہ ہمیں اس قاصد کے ساتھ شام روانہ کیا گیا۔ ہم شہر دمشق میں داخل ہوئے تو تین دن تک ہم سے ملاقات نہ کی۔ چوتھے دن ہمیں اجازت ملی۔ دربار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ تخت سلطنت پر بیٹھا اس کے محافظ وخواص دورویہ کھڑے ہیں اور اس نے ایک ہدف نصب کیا ہوا تھا۔ اس کی قوم کے اکابر تیر اندازی کر رہے تھے۔ جب ہم داخل ہوئے تو میرے والد آگے اور میں ان کے پیچھے تھا۔ اس نے والد محترم سے پکار کر کہا کہ اے محمدؐ آپ بھی اپنی قوم کے بزرگوں کے ساتھ اس نشانہ پر تیر لگاؤ۔ والد صاحب نے فرمایا میں تیراندازی کی عمر سے تجاوز کر گیا (بوڑھا ہو گیا) ہوں۔ اگر تمہارے رائے ہو تو مجھے معاف رکھو۔ اس نے کہا: اس کے حق کی قسم! جس نے ہمیں اپنے دین اور اپنے نبی محمدؐ کے ساتھ عزت بخشی ہے، میں آپؑ کو معاف نہیں کروں گا۔

پھر اس نے ایک اموی بزرگ کی طرف اشارہ کیا کہ آپؑ کو اپنی کمان دے دے۔ پس اس وقت والد محترم نے کمان لے لی۔ پھر ایک تیر لے کر کمان پر چڑھایا پھر اسے کھینچ کر ہدف کے عین وسط میں مارا پس اسے وہاں نصب کر دیا۔ پھر اس میں دوسرا تیر مارا جو پہلے تیر کے فواق کو چیرتا ہوا اس کے پھل تک پہنچ گیا۔ پھر آپؑ مسلسل تیر مارتے رہے۔ یہاں تک کہ نو تیر چلائے جن میں سے بعض دوسرے کے شکم میں لگے تھے۔ ہشام اپنی جگہ پر مضطرب ہو رہا تھا یہاں تک وہ اپنے اوپر ضبط نہ رکھ سکا اور کہا: بہت عمدہ اے ابوجعفرؑ! آپؑ تو تیراندازی میں عرب وعجم سے زیادہ ماہر ہیں۔ کیا آپؑ نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ آپؑ تیراندازی کے سن سے بڑے ہو گئے ہیں؟ پھر اس کو اپنے قول سے ندامت ہوئی ہشام ایک ایسا شخص تھا کہ اس کی خلافت کے دور میں کوئی بھی میرے

والد سے پہلے اور ان کے بعد اسے سمجھ نہیں سکا۔ اس نے سر نیچے کیا ہوا تھا اور غور وفکر میں غرق تھا۔ میرے والد بزرگوار کو اس کی طرف منہ کئے کھڑے کھڑے دیر ہوگئی تو میرے والد صاحب غضبناک ہوئے اور اسکے بارے میں کچھ ٹھان لیا۔ میرے والد جب غصہ میں آتے تو آسمان کی طرف غصہ سے دیکھتے تو دیکھنے والے آپؑ کے چہرے سے غصہ کے آثار دیکھتے۔ جب ہشام نے میرے والد کی یہ کیفیت دیکھی تو ان سے کہا: اے محمدؑ میری طرف تشریف لائیے۔ پس میرے والد تخت کی طرف بڑھے۔ میں آپؑ کے پیچھے تھا۔ جب آپؑ ہشام کے قریب پہنچے تو وہ تعظیم کے لیے کھڑا ہوا آپؑ سے گلے ملا اور آپؑ کو اپنی دائیں طرف بٹھایا۔ پھر مجھ سے گلے ملا اور مجھے والد صاحب کی دائیں طرف بٹھایا۔ پھر والد محترم کی طرف رخ کر کے کہنے لگا اے محمدؑ ہمیشہ عرب پر قریش سرداری کرتے رہیں گے جب تک ان میں آپؑ جیسی ہستیاں رہیں گی کیا کہنا آپ کا۔ آپؑ کو یہ تیراندازی کس نے سکھائی اور کتنی مدت میں سیکھی؟

والد بزرگوار نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اہل مدینہ تیراندازی کرتے رہتے ہیں۔ میں نے بھی جوانی کے دنوں میں کچھ تیراندازی کی پھر چھوڑ دی جب تو نے مجھ سے اس کی خواہش کی تو میں نے اس کا مظاہرہ کیا۔ اس نے عرض کیا جب سے میں نے ہوش سنبھالا اس قسم کی تیراندازی میں نے کبھی نہیں دیکھی اور میں گمان بھی نہیں کرتا کہ کوئی شخص اس قسم کی تیراندازی کر سکے۔ کیا جعفرؑ بھی آپؑ کی طرح تیراندازی کر سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہم تمام وکمال کے یکے بعد دیگرے وارث ہوتے رہتے ہیں کہ جسے خدا نے اپنے نبیؐ پر اپنے اس قول میں "والیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔" (آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا) نازل کیا اور زمین ایسے شخص سے خالی نہیں رہتی جو ان امور کی تکمیل کرے جن سے دوسرے لوگ قاصر ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں جس وقت اس نے میرے والد محترم سے یہ بات سنی تو اس کی دائیں آنکھ الٹ کر بھینگی ہوگئی اور اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ یہ اس کے غضبناک ہونے کی علامت تھی۔ وہ کچھ دیر تو سر جھکائے رہا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور میرے والد سے کہا: کیا ہم سب عبد مناف کی اولاد نہیں اور ہماری اور آپ کا نسب ایک نہیں؟

میرے والد محترم نے فرمایا: ہم ہیں تو اسی طرح لیکن اللہ جل شانہ نے ہمیں اپنے مکنون، پوشیدہ راز سربستہ اور خالص علم کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس سے ہمارے علاوہ کسی کو مخصوص نہیں کیا۔

اس نے کہا: کیا اللہ جل شانہ، نے محمدؐ کو عبد مناف کے شجرہ سے تمام سفید وسیاہ وسرخ لوگوں کی طرف نہیں بھیجا؟ پھر آپؑ کس طرح اس چیز کے وارث بنے جو آپؑ کے غیر کے لیے نہیں؟ رسولؐ خدا سب کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلیل ہے۔ "اللہ میراث السموات

والارض''(آخر آیت تک) پھر آپ اس علم کے کس طرح وارث ہو گئے جب کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی آپ حضرات نبی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس قول سے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لیے فرمایا: ''لاتحرك به لسانك لتعجل به'' وہ کہ جس کی زبان ہمارے غیر کے لیے حرکت نہیں کرتی تھی اس کو اللہ نے حکم دیا کہ ہمارے غیر کو چھوڑ کر ہمیں اس کے ساتھ مخصوص کردے۔ پس اسی لیے آپؐ تو اپنے بھائی علیؑ کے ساتھ باقی اصحاب کو چھوڑ کر سرگوشی کرتے تھے اور اسی بارے میں اپنے اس ارشاد کے ساتھ قرآن نازل فرمایا: ''وتعیھا اذن واعیہ'' (اور اس کو یادرکھنے والے کان ہی یادرکھتے ہیں) پس رسولؐ اللہ نے اپنے اصحاب کے سامنے فرمایا: اے علیؑ! میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ اسے (یادرکھنے والا) تیرا کان قراردے۔ پس اسی بنیاد پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے کوفہ میں فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی جس کے ہر ایک باب سے میرے لیے ہزار باب کھلتے ہیں۔ جس طرح خدا نے اپنے نبیؐ کو مخصوص کیا تھا اسی طرح اس کے نبیؐ نے اپنے بھائی علیؑ کو اپنے اسرار مکنونہ اور راز ہائے سربستہ کے ساتھ مخصوص فرمایا اور نہ مخصوص کیا کسی دوسری فرد کو یہاں تک کہ وہ رموز ہم تک پہنچے۔ پس باقی خاندان کے علاوہ ہم اس کے وارث ہوئے۔

ہشام بن عبدالملک نے کہا: حضرت علیؑ علم غیب کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ خدا نے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا۔ تو پھر انہوں نے یہ دعویٰ کہاں سے کیا؟ والد بزرگوارؑ نے فرمایا: بیشک اللہ جل ذکرہ، نے اپنے نبیؐ پر ایک کتاب نازل کی ہے۔ جس میں جو کچھ ہو چکا ہے، یا قیامت تک ہونے والا ہے، اس سب کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں۔ ''ونزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شی وهدی وموعظه للمتقین'' (ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت وموعظہ ہے متقیوں کے لیے) اور اللہ کے اس قول میں ''ومافرطنا فی الکتاب من شیٔ'' (ہم نے کتاب میں کوئی چیز بھی چھوڑ نہیں رکھی) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو وحی کی کہ وہ اللہ کے غیب، اسرار، رموز اور مکنون و پوشیدہ علم میں سے کوئی چیز باقی نہ رکھیں، مگر یہ کہ اس بارے میں علیؑ سے سرگوشی کریں حضورؐ پاک نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے بعد قران کو جمع کریں اور باقی قوم کو چھوڑ کر آپؐ کے غسل وکفن وحنوط کے متولی آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے اصحاب اور میرے خاندان کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ میری شرم گاہ کی طرف نہ دیکھیں سوائے میرے بھائی علیؑ کیوں کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

جو چیز میرے فائدے میں ہے ان کے بھی فائدے میں ہے اور جو میرے برخلاف ہے وہ ان کے بھی برخلاف ہے۔ وہی میرے قرض کو ادا کرنے والے اور میرے وعدے کو پورا کرنے والے ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ علیؑ ابن ابی طالب تاویل قرآن پر جنگ کریں گے جیسے کہ میں نے اس کی تنزیل پر

جنگ کی اور کسی کے پاس بھی تمام و مکمل قرآن کی تاویل نہیں تھی مگر حضرت علیؑ کے پاس۔ اسی لیے تو رسولؐ اللہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ''واقضا کم علی'' تم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔ یعنی وہی تمہارے درمیان فیصلے کریں گے۔ عمرؓ بن خطاب نے کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ عمرؓ تو ان کے لیے گواہی دیتا ہے اور دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں۔ پس ہشام کافی دیر تک سر جھکائے رہا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور کہا: آپ اپنی حاجت طلب کریں۔

آپؑ نے فرمایا میں نے اپنے اہل خانہ کو اس سفر کے باعث وحشت زدہ چھوڑا تھا۔ اس نے کہا آپؑ کی واپسی سے خدا ان کی وحشت کو اُنس میں تبدیل کرے گا، لہٰذا آپ یہاں نہ ٹھہریئے۔ آج ہی آپؑ تشریف لے جائیے۔ پس والد بزرگوار نے اس سے معانقہ کیا اور دعا دی اور میں نے بھی والد بزرگوار کی طرح ان امور کو انجام دیا۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ ہم بھی اس کے ساتھ ہی کھڑے ہو گئے اور وہاں سے باہر آ گئے (۹۷)

آپؑ علماء و عظماء کی نظر میں

صدر اول سے آج تک تمام امت مسلمہ آئمہ اہل بیتؑ کے باقی تمام مسلمانوں سے افضل و منصب خلافت کے زیادہ حقدار ہونے پر مجتمع و متفق ہے اور تمام کتب تاریخ، سیر، سوانح اور تراجم آئمہ اہل بیتؑ کی تعریف و توصیف مدح و ثنا، فضائل و مناقب ان کے درجات کی بلندی و رفعت پر علماء و عظماء کے حسین اقوال و کلمات سے معمور ہیں۔ ان اقوال و کلمات کو اگر جمع کیا جائے تو ضخیم جلدیں تیار کرنی پڑیں گی۔ تاہم امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں ہم ان کے بعض اقوال و کلمات ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ سے جابر بن عبداللہ نے عرض کیا آپؑ مخلوق خدا کی بہترین شخصیت کے فرزند ہیں۔ آپؑ کے دادا جنت کے سردار ہیں اور آپ کی دادی نساء عالمین کی سردار ہیں (۹۸)

۲۔ ابن عمرؓ سے کسی شخص نے ایک مسئلہ پوچھا جسے وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا جواب دے۔ اس نے کہا: اس لڑکے کے پاس جا کر اس سے سوال کر اور مجھے بھی آ کر بتانا کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہے، اور محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص آیا اور آپؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے اسے جواب دیا۔ پھر وہ ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اسے جواب بتایا۔ ابن عمرؓ نے کہا: یہ اہل بیتؑ ہیں۔ جنہیں دین سمجھا دیا گیا ہے۔ (۹۹)

۳۔ جابر بن یزید جعفی جب محمد بن علی علیہما السلام سے کوئی روایت کرتے تو کہتے (حدثنی وصی الاوصیاء وارث علم انبیاء محمد بن علی ابن الحسین علیہم السلام) مجھ سے اوصیاء کے وصی، علم انبیاء کے وارث محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ نے روایت کی ہے۔ (۱۰۰)

۴۔ ابرش کلبی نے آپؑ سے کچھ سوالات کئے۔ آپؑ نے مناسب جواب دیئے۔ اس کے بعد اس

نے عرض کیا بیشک آپؑ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں۔ پھر وہ ہشام کے پاس گیا اور کہا اے بنو امیہ ہمیں چھوڑ و۔ یہ اہل زمین میں سے زمین و آسمان کی اشیاء کا دوسروں کے نسبت زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں۔(۱۰۱)

۵۔ ابو اسحق کہتے ہیں: میں نے ان جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا۔(۱۰۲)

۶۔ عبداللہ بن عطا مکی کہتے ہیں: میں نے علماء کو کسی کے سامنے اتنا حقیر و پست نہیں دیکھا۔ جتنا ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ ابن الحسینؑ کے سامنے دیکھا۔ حکم بن عتبہ کو اپنی قوم میں جلالت و بزرگی کے باوجود آپؑ کے سامنے ایسے دیکھا جیسے بچہ استاد کے سامنے ہوتا ہے۔(۱۰۳)

۷۔ حکم بن عتبہ نے خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد ''ان فی ذلک لایات للمتوسمین'' (اس میں ان کے لیے آیات ہیں جن پر علامت و نشانی لگائی گئی ہے) کے بارے میں کہا: خدا کی قسم! محمدؑ بن علیؑ انہی میں سے تھے۔(۱۰۴)

۸۔ مدینہ کے گورنر کو عبدالملک نے لکھا کہ محمدؑ بن علیؑ کو قید کر کے میرے پاس بھیج دو۔ گورنر نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرا یہ خط ''امیر المومنین'' کی مخالفت میں نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کے حکم کو رد کر رہا ہوں میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے ساتھ خلوص اور شفقت کی بنا پر خط ہذا کے ذریعے مراجعہ کروں۔ جس شخص کے بارے میں آپ نے ارادہ کیا ہے روئے زمین پر اس وقت اس سے زیادہ پاک دامن، زاہد، پرہیز گار اور زیادہ صاحب ورع کوئی نہیں ہے۔ وہ سب لوگوں سے زیادہ عالم و سخی و نرم دل ہیں اور عبادت و راہ خدا میں زیادہ سختی سے جدوجہد کرنے والے ہیں۔ میں امیر المومنین کے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ ان سے معترض ہوں۔ بے شک خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ عبدالملک اس جواب سے خوش ہوا اور سمجھ لیا کہ وہ میرے ساتھ فی الواقع مخلص ہے۔(۱۰۵)

۹۔ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آپؑ سے عرض کیا: خدا کی قسم! مجھے آپؑ کی طرف سے کبھی جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں ہوا۔(۱۰۶)

نیز ی بھی کہا کہ ہمیشہ عرب و عجم پر قریش سرداری کرتے رہیں گے جب تک آپؑ جیسا شخص ان میں موجود رہے گا۔(۱۰۷)

۱۰۔ قتادہ بن دعامۃ البصری کہتے ہیں کہ میں اکثر فقہا کے سامنے بیٹھتا رہا ہوں اور ابن عباس کے سامنے بھی لیکن میرا دل کبھی مضطرب نہیں ہوا ان میں سے کسی کے سامنے بھی جیسا کہ باقر علیہ السلام کے سامنے مضطرب ہوتا اور دھڑکتا ہے۔(۱۰۸)

۱۱۔ آپؑ سے عبداللہ بن معمر لیثی نے عرض کیا۔ میں آپؑ کے سینہ کو گمان نہیں کرتا مگر مزرعہ علم (علم

کے درخت اگنے کی جگہ) پس آپؑ کے لیے اس کے پھل ہیں اور لوگوں کے لیے اس کے پتے(۱۰۹)

۱۲۔ ابوزرعہ کہتے ہیں: بے شک ابوجعفر سب علماء سے بڑے ہیں۔(۱۱۰)

۱۳۔ شمس الدین بن طولون نے کہا ہے کہ ان میں سے پانچویں ابوجعفر محمد بن زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں جن کا لقب باقر ہے اور وہ والد ہیں۔ جعفر صادق کے۔ باقرؑ عالم، سید اور بہت بزرگ ہستی تھے اور انہیں باقر اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ بقر کرتے تھے یعنی علم میں وسعت پیدا کرتے تھے۔ تبقیر کے معنی توسیع کرنا ہے۔ اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے۔''یاباقر العلم ااهل التقي وخير من سما علي الاجبل'' اے اہل تقویٰ کے لیے علم کی گھتیاں کھولنے والے اور ان میں سے بہترین شخص جو مکہ کی پہاڑیوں پر بلند ہوتے ہیں(۱۱۱)

۱۴۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں کہ آپؑ علم کی وسعت اور اس کا مجموعہ ہیں، علم کو ظاہر اور بلند کرنے والے ہیں اس کے دودھ کو زیادہ مقدار سے پینے والے ہیں اس کی مکمل رضاعت والے ہیں۔ آپؑ کا دل صاف و شفاف اور عمل پاک و پاکیزہ ہے۔ آپؑ کا نفس طاہر و مطاہر ہے۔ آپؑ کے اخلاق باشرف اور اوقات، اطاعت خدا میں آباد ہیں۔ مقام تقویٰ میں آپؑ کے قدم جمے ہوئے ہیں اور آپؑ پر قرب الٰہی اور اجتباء کی طہارت کے علامات ونشانیاں ظاہر ہیں(۱۱۲)

۱۵۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ حجاز کے فقہا کے سردار تھے اور آپؑ سے اور آپؑ کے بیٹے جعفرؑ سے تمام لوگوں نے فقہ کی تعلیم حاصل کی(۱۱۳)

۱۶۔ ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں ان میں سے سلالہ نبوت ابوجعفر محمد بن علی باقر علیہم السلام نہایت خاشع وخاضع اور صبر کرنے والے ہیں جن میں حسب وابوت ونسب جمع ہیں۔ عوارض وخطرات میں گفتگو کرنے اور خوف سے گریہ کرنے والے ہیں اور انہوں نے جھگڑنے اور خصومات سے منع فرمایا ہے(۱۱۴)

۱۷۔ احمد بن یوسف دمشقی قرمانی کہتے ہیں چوتھی فصل منبع فضائل ومتاخر امام محمد بن علی باقر علیہما السلام کے ذکر میں۔ آپؑ کو باقرؑ کا لقب اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ آپؑ نے علم کو وسعت دی اور بعض نے کہا ہے کہ آپؑ باقر کے لفظ سے اس لیے ملقب ہوئے کہ جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے جابر! قریب ہے کہ تم اولاد حسینؑ میں سے میرے ایک بیٹے سے ملو گے جس کا نام میرے نام پر محمدؑ ہوگا، وہ علم کو وسعت دیں گے اور پھیلائیں گے پس جب تم ان سے ملو تو ان سے میرا سلام کہنا۔ آپؑ اپنے بھائیوں میں اپنے والد کے خلیفہ وجانشین اور ان کے وصی او ان کے بعد امامت کے ساتھ قائم ہوئے۔(۱۱۵)

۱۸۔ علی بن محمد بن احمد مالکی المشہور رصباغ کہتے ہیں۔ محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام باوجود اس علم، فضل سرداری، ریاست اور امامت کے خواص وعام میں جود وسخا، کرم، فضل واحسان میں معروف تھے جب کہ آپ

متوسط الحال اور کثیر العیال بھی تھے۔(۱۱۶)

۱۹۔ شمس الدین احمد بن محمد بن ابوبکر بن خلکان کہتے ہیں: ابوجعفر محمد بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام جو باقرؑ کے لقب سے مشہور تھے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں اور حضرت باقر سید و سردار اور بہت بڑے عالم تھے، علم کو وسعت دینے کی وجہ سے آپؑ کو باقر کا لقب دیا گیا کیونکہ تبقیر کے معنی وسعت دینا ہے اور آپؑ کے بارے میں شاعر نے کہا ہے۔"یاباقر العلم لاھل التقی وخیر من لبی علی الاجبل" اے اہل تقویٰ کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور پہاڑوں پر لبیک کہنے والوں میں سب سے بہتر(۱۱۷)

۲۰۔ احمد بن حجر کہتے ہیں: امام زین العابدینؑ کی اولاد میں سے عبادت، علم اور زہد وتقویٰ کی بنا پر ابوجعفر محمد باقر ان کے وارث ہوئے۔ بقر الارض کے معنی زمین میں شگاف کرنا اور اس میں ڈھکی چھپی چیزوں کو باہر نکالنا ہے۔ آپؑ نے چونکہ علوم کو شگافتہ کیا اس لیے باقر العلوم کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپؑ نے معارف کے چھپے ہوئے خزانوں، احکام کے حقائق اور حکم ولطائف کو ظاہر فرمایا۔ آپؑ کے ان اوصاف سے ہر وہ شخص واقف ہے جس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا نہ ہو یا جس کا ضمیر اور باطن فاسد نہ ہو۔ آپ کا دل صاف وشفاف اور عمل پاکیزہ تھا۔ نفس طاہر، خلق باشرف، اوقات اطاعت خدا سے معمور ہیں۔ عارفین میں جو مقام آپؑ کو حاصل ہے اس میں آپ بلند نشان ہیں کہ آپ کی توصیف میں رہانہیں عاجز ہیں سلوک و معارف میں آپ کے بے شمار ارشادات وکلمات ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے کا یہ جلدی میں لکھا جانے والا رسالہ متحمل نہیں ہے۔ آپؑ کی بزرگی وشرافت کے لیے یہ لکھنا کافی ہوگا کہ ابن مدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ جابرؓ نے آپؑ سے کہا کہ جب آپؑ بچے تھے رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا جابر سے پوچھا گیا یہ واقعہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور حسینؑ ان کی گود میں تھے آپؐ ان سے باتیں کرتے ہوئے دل بہلا رہے تھے۔ فرمایا اے جابرؓ اس کا ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا کرے گا کہ سید العابدینؑ کو کھڑا ہو جانا چاہیے پس وہ کھڑے ہو جائیں گے پھر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا جس وقت تم ان سے ملو تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا۔(۱۱۸)

۲۱۔ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے کہا ہے محمد باقر بن علی زین العابدین بن الحسین علیہم السلام ہمارے سادات وآقا، اہل بیت کرام کے آئمہ اور عظیم علماء میں سے ایک ہیں(۱۱۹)

۲۲۔ محمد بن ابوبکر شبلی کہتے ہیں: امام کبیر، عالم شہیر، صاحب فضل واسع وذکر شاسع (وسیع) مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے۔ آپؑ کے علم کی وسعت کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔ ''یاباقر العلم لاھل التقی وخیر من لبی علی الاجبل'' اور فرمایا کہ آپؑ متوسط الحال اور کثیر العیال ہونے کے باوجود ہزاروں درہم ودینار عطا فرماتے تھے(۱۲۰)

۲۳۔ محمد امین بغدادی سویدی کہتے ہیں: اپنے بھائیوں میں سے آپؑ اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ و وصی اور

ان کے بعد قائم بالامر تھے۔ اولادِ حسینؑ میں سے کسی سے اتنا علم دین، سنن، سیر اور فنون وادب ظاہر نہیں ہوئے جتنے ابوجعفرؑ سے ظاہر ہوئے اور مزید کہا کہ آپؑ کے مناقب بہت زیادہ ہیں جو اس مختصر رسالہ کی گنجائش سے بالاتر ہیں۔

۲۴۔ استاد علی جلال حسینی کہتے ہیں کہ آپؑ وسیع علم اور وافر حلم کے مالک تھے۔

۲۵۔ احمد فہمی محمد کہتے ہیں کہ ابوجعفر محمد باقر عزۃ الدہر (زمانہ کے لیے روشنی) اور درۃ العصر (زمانہ کے نایاب موتی) تھے پہلی صفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ ایسے ہاشمی ہیں جو دو ہاشمیوں سے، ایسے علوی ہیں جو دو علویوں سے، ایسے فاطمی ہیں جو دو فاطمیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور پہلے وہ شخص ہیں کہ جن میں حسنؑ و حسینؑ سے ولادت اور ان کی اولاد ہونا جمع ہے۔ آپؑ کا لقب باقر ہے، علم میں وسعت دینے اور علمی تبحر کی بنا پر۔ کتاب لسان العرب میں ہے کہ آپؑ کا لقب باقر اس لیے ہے کہ آپؑ نے علم وظاہر کو وسیع کیا، اس کی اصل کو پہچانا، اس کی فروعات کو استنباط کیا اور اس میں وسعت دی جب کہ تبقیر کے معنی توسیع و وسعت دینا ہے۔

باب ٦

امام جعفر صادق علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کا نام: جعفرؑ ہے۔

آپؑ کے والد: امام محمدؑ باقر علیہ السلام ہیں۔

آپؑ کے دادا: امام علیؑ زین العابدین ہیں۔

آپؑ کی ولادت: سترہ ربیع الاول ۸۰ھ، بقولے ۸۳ھ جمعہ یا پیر کے دن طلوع فجر کے قریب، مدینہ میں اپنے جدامجد رسول اعظمؐ کی ولادت کے دن پیدا ہوئے۔

آپؑ کا حلیہ مبارک: مربع جسامت، درمیانہ قدوقامت، روشن و نورانی سفید چہرہ، چمک ایسی گویا چراغ روشن ہے، سیاہ گھنگریالے بال، ستواں اور اونچی ناک، پیشانی کشادہ، اوپر کے بال گر گئے تھے، رخسار پر سیاہ خال تھا۔(۱)

آپؑ کی کنیت: زیادہ مشہور پہلی کنیت ہے ابوعبداللہ، ابواسماعیل، ابوموسیٰ۔

آپؑ کے القاب: صادق فاضل، طاہر، قائم، کافل(۲) منجی اور صابر ہیں۔ پہلا لقب سب سے زیادہ مشہور ہے۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش ''ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ''

آپ کی ازواج: زیادہ جانی پہچانی جناب حمیدہ بنت صاعد مغزلی اور فاطمہ بنت حسین بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔

آپؑ کے بیٹے: اسماعیل، عبداللہ، موسیٰ کاظمؑ، اسحاق، محمد دیباج، عباس، علی۔

آپؑ کی بیٹیاں: بنانہ، ام فروہ، اسماء فاطمہ۔

آپؑ کے شاعر: سید حمیری، اشجع سلمی کمیت، ابوہریرہ الابار، عبدی، جعفر بن عفان۔

آپؑ کا دربان: مفضل بن عمر تھا۔

آپؑ کی تالیفات: شیخ مظفری کہتے ہیں کہ جو کتب آپؑ سے بلاواسطہ روایت ہوئیں ان کی تعداد اسی

(۸۰) ہے اور جو بالواسطہ ہیں وہ ستر (۷۰) ہیں۔(۳)

آپؑ کے شاگرد: آپؑ سے علم وحدیث چار ہزار سے زائد افراد نے حاصل کیا۔(۴)

آپؑ کے مصنف شاگرد: آپؑ کے سینکڑوں شاگردوں نے مختلف علوم وفنون پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کی ہیں۔(۵)

آپؑ کا عراق کی طرف آنا: آپؑ کو منصور عباسی نے کئی مرتبہ زبردستی مدینہ سے عراق کی طرف نکالا اور کئی مرتبہ آپؑ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ علم کی نشر واشاعت کے لیے آپؑ عراق میں قیام کو غنیمت سمجھتے تھے، یہاں تک کہ "حسن بن علی وشاء" کہتے ہیں کہ میں نے مسجد کوفہ میں نوسو بزرگ عالم ایسے دیکھے جن میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ "حدثنی جعفر بن محمدؑ" (مجھ سے جعفرؑ بن محمدؑ نے حدیث بیان کی)

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: بنی امیہ میں سے ہشام بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک لقب ناقص، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد لقب حمار، بنی عباس میں سے سفاح اور منصور۔

آپؑ کا عرصہ امامت: چونتیس سال

آپؑ کے اوصیائ: آپؑ نے اپنے دو بیٹوں عبداللہ اور موسیٰ اور اپنی زوجہ جناب حمیدہ، محمد بن سلیمان گورنر مدینہ اور منصور عباسی کو وصی بنایا۔(۶)

آپؑ کی وفات: پچیس شوال ۱۴۸ھ، اس زہر کے اثر سے جو منصور عباسی نے اپنے گورنر مدینہ محمد بن سلیمان کے ذریعہ بھجوایا۔ آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

آپؑ کی قبر: آپؑ جنت البقیع میں اپنے والد امام محمد باقرؑ اور اپنے دادا امام زین العابدینؑ اور اپنے چچا امام حسنؑ سبط اکبر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپؑ کی عمر: آپؑ تمام آئمہ میں سن کے اعتبار سے سب سے بڑے ہیں۔ آپؑ کی عمر شریف پہلی روایت کی بنا پر ۶۸ سال ہے اور دوسری روایت کے مطابق ۶۵ سال ہے۔

آپؑ کی قبر کا انہدام: آٹھ شوال ۱۳۴۴ھ میں وہابیوں نے آپؑ کی اور دوسرے آئمہ اہل بیتؑ کی قبریں منہدم کر دیں۔

آپؑ کی نص خلافت

سلف صالح رضوان اللہ علیہم نے آئمہ اطہارؑ پر رسول اللہؐ کی نصوص کو محفوظ رکھا ہے، یہاں تک کہ ہم نے اپنی کتاب "الامام المہدی علیہ السلام" میں پچاس صحابیوں اور پچاس تابعین کے نام ثبت کئے ہیں جنہوں نے امام مہدی علیہ السلام پر نص روایت کی ہے۔(۷)

آئمہ اپنے دور میں ہر سابق، لاحق پر اور سلف خلف پر اس کے نام کو بلند کرنے، دوسرے بھائیوں میں امام کی تشخیص وانتخاب کرنے، بزرگوں کے سامنے تعین اور امت کے لیے نشان ہدایت نصب کرنے، اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی ہدایت کے لیے نص کرتے تھے۔ ہم نے اس کتاب کتب میں بعض نصوص کو ثبت کیا ہے جو آئمہؑ سے وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس فصل میں ہم وہ نصوص تحریر کرتے ہیں جو امام جعفر صادقؑ پر ان کے والد امام محمد باقرؑ سے وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں کہ ابوجعفرؑ سے ان کے بعد والے قائم کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے ابوعبداللہؑ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: یہ، خدا کی قسم! یہ قائم آل محمدؐ ہیں (۸)

۲۔ طاہر، صحابی ابوجعفر کہتے ہیں: میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جعفر آئے تو ابوجعفرؑ نے فرمایا: یہ بہترین خلائق ہے۔(۹)

۳۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے آئمہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ان کے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں ان کے بعد حسنؑ ہیں ان کے بعد حسینؑ ہیں، حسینؑ کے بعد پھر میں اور میرے بعد یہ ہیں اور آپؑ نے اپنا ہاتھ جعفرؑ کے کندھے پر رکھا۔(۱۰)

۴۔ نافع کہتے ہیں: امام ابوجعفر محمد باقرؑ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا: جب تم مجھے مفقود پاؤ تو پھر اس کی اقتداء کرنا۔ یہی میرے بعد امام اور خلیفہ ہیں (۱۱)

۵۔ ابوصباح کنانی کہتے ہیں کہ ابوجعفرؑ نے اپنے بیٹے ابوعبداللہؑ کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: اسے دیکھو، پھر فرمایا: اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ ان افراد میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم آئمۃ ونجعلھم الوارثین: (اور ہم چاہتے ہیں کہ ان پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا۔ پس انہیں رہبر بنائیں اور انہیں وارث قرار دیں)

آپؑ کی عبادت

اہل بیت علیہما السلام نے کثرت عبادت اپنے نانا رسول اعظم سے میراث پائی ہے۔ آپؑ کے قدم! مبارک پر نماز میں بہت دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے ورم آجاتا تھا۔ یہاں تک کہ خدائے جلیل نے آپؑ سے خطاب فرمایا۔ طہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔" اے پاک وپاکیزہ رسولؐ! ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔"

آپؑ سے سوال کیا گیا۔ کیا آپؑ کی گذشتہ اور آئندہ خطائیں (۱۲) معاف نہیں کی گئیں؟ فرمایا کیوں نہیں لیکن کیا مناسب نہیں کہ میں اس کا شکر گزار بندہ بنوں اور اسی راستے پر امیر المومنینؑ چلتے رہے۔ آپؑ شب

وروز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور مشاہدہ کیا گیا جنگ صفین میں بھی دونوں صفوں کے درمیان آپؑ اپنے ورد کی نمازیں پڑھتے رہے، جب کہ تیر آپؑ کی کنپٹیوں کے قریب سے بارش کے قطروں کی طرح گزرتے رہے، لیکن آپؑ خاطر میں نہ لاتے تھے۔(۱۳)

امام صادقؑ اگرچہ اپنے نانا رسول اعظمؐ اور دادا امیر المومنینؑ کی عبادت بچشم خود نہ دیکھ سکے تھے لیکن اپنے دادا زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ کی عبادت کا مشاہدہ تو کیا تھا، جن کے القاب ہی ان کی عبادت سے لے گئے تھے اور زین العابدین، سجاد سید الساجدین، ذوالثفنات (گھٹوں والے) کے القابات سے ملقب تھے۔ متواتر منقول ہے کہ آپؑ شب وروز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ آپؑ کے پانچ سو کھجور کے درخت تھے۔ ہر ایک کے پاس دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔(۱۴)

امام صادق علیہ السلام اسی شجرہ مبارکہ کی شاخ ہیں اور اس عظیم علوی درخت کی فرع ہیں۔ پھر مقام تعجب نہیں ہے کہ آپؑ کی عبادت بھی ان کی عبادت کی طرح ہو۔ اہل تاریخ وسیر نے آپؑ کی عبادت میں گفتگو کی ہے اور آپؑ کی بہت سی عبادات کو بیان کیا ہے۔

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں کہ آپؑ عظماء اہل بیتؑ اور ان کے سادات میں سے ہیں۔ بہت سے علوم، کثیر عبادات، مسلسل اوراد، واضح زہد وتقویٰ اور بہت زیادہ تلاوت قرآن کے حامل ہیں۔ قرآن کے معانی کی اتباع وپیروی کرتے ہیں۔ ایں جواہر کے سمندر سے موتی رولتے ہیں۔ اس کے عجائبات کے نتائج اخذ فرماتے ہیں اپنے اوقاف کو مختلف اطاعتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے اپنے نفس کا مکمل حساب رکھتے ہیں۔ جو ان کو دیکھتا آخرت کی یاد تازہ کرتا، ان کی گفتگو سننے سے دنیا سے زہد و پرہیز گاری پیدا ہوتی اور ان کی ہدایت کی اقتدا حصول جنت کا سبب بنتی۔(۱۵)

وزیر ابوالفتح اربلی کہتے ہیں آپؑ نے اپنے نفس شریفہ کو عبادت کے لیے وقف کر دیا تھا اور اطاعت وزہد کا پابند بنا رکھا تھا۔ آپؑ اوراد وتہجد اور نماز ودیگر عبادات میں مشغول رہتے تھے۔(۱۶)

ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں: آپ گوشہ نشینی اور خشوع کو ترجیح دیتے اور عبادت وخضوع کی طرف بڑھتے رہتے تھے۔(۱۷)

سبط ابن جوزی کہتے ہیں علماء سیر نے کہا کہ آپؑ عبادت میں ریاست کی طلب کے مقابلہ میں مشغول تھے(۱۸)

استاد سید الاہل نے کہا ہے کہ آپؑ زہد و پرہیز گار تھے اور زہد وتقویٰ کی تعلیم دیتے تھے۔(۱۹)

جو کچھ علماء نے آپؑ کی عبادت کے بارے میں ذکر کیا ہے ہم اسے یہاں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ مالک بن انس، امام مذہب" نے کہا ہے کہ ایک زمانہ تک میری آپؑ کے یہاں آمد و رفت رہی

میں ہمیشہ آپؑ کو تین میں سے کسی ایک حالت میں دیکھتا۔ نماز پڑھتے ہوئے، روزے کی حالت میں، تلاوت وقرات کلام پاک کرتے ہوئے۔(۲۰)

۲۔ منصور صیقل کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہؑ کو سجدہ کی حالت میں دیکھا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ آپؑ نے سجدہ کو اتنا طول دیا تو میں نے چاہا کہ جب تک آپؑ سجدہ میں ہیں میں تسبیح کرتا رہوں۔ بس میں نے ''سبحان ربی وبحمدہ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ'' تین سو ساٹھ اور چند مرتبہ کہا۔ پھر آپؑ نے سر اٹھایا۔(۲۱)

اس امت پر واجب ہے جس میں جعفر صادقؑ بن محمدؑ جیسے صاحب ورع وعبادت ہوں کہ اس کا ہر فرد فرائض وواجبات، اور جو عبادتیں خدا نے فرض کی ہیں، ان کو تو ادا کرے اور اس روشن سیرت کو بطور دلیل مرشد اخذ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے! آمین۔

آپؑ کی سیرت کے کچھ گوشے

جس کسی نے رسول اعظمؐ کی زندگی اور ابتداء اسلام کا درس لیا ہے۔ وہ یقین کامل رکھتا ہے کہ رسول کریمؐ کی سیرت اور صفات حمیدہ وخلق عظیم کا وہ تحفہ جو مولیٰ کریم جل شانہ، نے عطا فرمایا تھا کا پوری دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت ووسعت میں بہت بڑا حصہ تھا۔ پس کتنی ہی مرتبہ آپؐ کسی زعیم وسردار قوم یا کسی محترم شخص سے کسی مجمع میں حسن اخلاق وحسن صفات کے ساتھ پیش آتے تھے کہ ابھی وہ مجمع منتشر نہ ہوتا کہ وہ شخص آپؐ کی سیرت سے متاثر ہوکر اپنے اسلام کا اعلان کردیتا ہے۔

اہل سیر کا اجماع ہے کہ ''عدی بن حاتم'' کا قبول اسلام رہین منت تھا اس کا جو اس نے آپؐ سے اخلاق کا مشاہدہ کیا اور آپؐ نے اس سے احترام واجلال کا اظہار فرمایا تھا۔

پس آئمہ اہل بیتؑ بھی اس سنت میں ہو بہو آپؐ کی تصویر تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں فضیلت کی نشر و اشاعت، اخلاق اعلیٰ کی تعلیم، پاکیزہ عمل اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے میں، ان کی سیرت کا بہت بڑا اثر تھا۔

ہم یہاں امام صادق علیہ السلام کے بعض گوشے پیش کررہے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے اپنے ایک غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ وہ دیر تک واپس نہ آیا۔ آپؑ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے ایک جگہ سویا ہوا پایا۔ آپؑ اس کے سرہانے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگے، یہاں تک کہ وہ بیدار ہوگیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے فلاں! یہ کیا معاملہ ہے کہ تم رات دن سوتے ہو، جب کہ رات تمہارے لیے ہے اور تمہارا دن ہمارے لیے ہے۔(۲۲)

۲۔ آپؑ کا بیٹا اسماعیل آپؑ کی اولاد میں سب سے بڑا تھا اور ایسے افراد سے تھا جس میں فضیلت

وعقل اور عبادت جمع تھے حضرت صادقؑ کو اس سے شدید انس و محبت تھی، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ باپؑ کے بعد امامت انہی میں ہے۔ جب اسمعیل فوت ہو گئے اور حضرت صادقؑ ان کی بیماری میں بہت محزون و مغموم تھے تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو جمع دسترخوان پر فرمایا مگر اب وہ آپؑ میں حزن و ملال کے آثار نہیں دیکھ رہے تھے، حالانکہ ان کا خیال تھا کہ اسمعیل کی موت پر جزع و فزع کریں گے، گریہ وزاری سے متاثر ہوں گے اور دکھ درد کا اظہار فرمائیں گے۔ لہذا ان حضرات نے اس بارے میں آپؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ایسا کیوں نہ کروں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو حالانکہ ''اصدق الصادقین'' کی خبر میں آیا ہے ''انی میت وانھم میتون'' میں بھی مرنے والا ہوں اور تمہیں بھی موت آئے گی۔ (۲۳)

۳۔ ابوعبداللہؑ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا جب کہ آپؑ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ ایک شخص اپنا تسمہ لے کر آیا اور پیش خدمت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تسمہ اپنے پاس رہنے دو۔ جو شخص مبتلائے مصیبت وتکلیف ہو وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس پر صبر کرے۔ (۲۴)

۴۔ جب آپؑ کو منصور عباسی نے حیرہ سے رہا کیا تو رہائی کے فوراً بعد ہی روانہ ہو گئے ابتدائے شب میں آپؑ مسلح فوجیوں کے مستقر میں پہنچ گئے تو آپؑ کو عاشر (چونگی والا) سے جو مسلح فوج کی چھاونی میں تھا، ابتدا سابقہ پڑا۔ اس نے آپؑ سے کہا کہ میں آپؑ کو ہرگز گزرنے نہ دوں گا۔ آپؑ نے اس سے اصرار کیا اور راہداری کی خواہش کی، مگر وہ سختی سے انکاری ہوا۔ آپؑ کے ہمراہ اصحاب میں سے ''مرازم'' اور غلاموں میں سے ''مصادف'' تھا۔ مصادف نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں یہ تو ایک کتا ہے جو آپ کو تکلیف دے رہا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آپ کو واپس نہ کر دے اور میں نہیں جانتا کہ ابوجعفر (منظور) آپؑ سے کیا سلوک کرے۔ میں اور مرازم موجود ہیں ہمیں اجازت دیجیے ہم اس کی گردن اڑا دیں اور نہر میں پھینک دیں۔ آپؑ نے فرمایا: ٹھہر وائے مصادف! آپؑ اس شخص سے گزرنے کی خواہش کرتے رہے۔ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا تو اس نے اجازت دی اور آپؑ اس شخص سے گزرنے کی خواہش کرتے رہے۔ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا تو اس نے اجازت دی اور آپؑ عازم سفر ہوئے۔ پھر فرمایا! یہ بہتر ہے یا وہ کہ جو تم دونوں کہتے تھے میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں یہی بہتر تھا۔ فرمایا اے مرازم! انسان چھوٹی ذلت سے نکلنا چاہتا ہے مگر وہ اسے بہت بڑی ذلت میں داخل کر دیتی ہے۔ (۲۵)

۵۔ سفیان ثوری جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپؑ کا رنگ اڑا ہوا دیکھا۔ اس نے حال دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے اہل خانہ کو چھت پر چڑھنے سے منع کیا ہوا تھا۔ میں گھر میں گیا تو اپنی ایک کنیز کو دیکھا جو میرے ایک بچہ کی تربیت کرتی ہے، وہ سیڑھی پر چڑھی ہوئی تھی اور بچہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو پریشان ہوئی اور کانپ گئی۔ بچہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

میرا رنگ بچہ کی موت پر متغیر نہیں ہوا۔ بلکہ کنیز کے مرعوب ہونے اور کانپنے سے ہوا۔ آپؑ نے اس کنیز سے کہا کہ تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے تجھ پر کوئی حرج نہیں۔ یہ آپؑ نے دو مرتبہ فرمایا: (۲۶)

۶۔ جب آپؑ کی رحلت کا وقت قریب تھا آپؑ نے اپنے اعزاہ کو جمع کرنے کا حکم دیا جب وہ اکٹھے ہوگئے تو آپؑ نے آنکھیں کھول کر انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ہماری شفاعت اسے نہیں پہنچے گی جو نماز کو خفیف سمجھے۔ (۲۷)

آپؑ کا کرم واحسان

جب آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر ہو تو ذہن افزونی علم، بلند اخلاق، مثالی شجاعت، بے مثال کرم واحسان اور بے نظیر جود وسخا کی طرف منعطف ہو جاتا ہے، گویا یہ حضرات ان فضائل کو ساتھ لے کر پیدا ہوئے ہیں۔

امام ابوعبداللہ صادق علیہ السلام کے کرم واحسان نے کتب تاریخ وسیر کے بہت سے صفحات کو متاثر کیا ہے۔ امت پر آپؑ کے واضح احسانات ہیں جن میں سے بعض کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ ابوعبداللہؑ جب نماز عشاء سے فارغ ہوتے اور رات کا حصہ گزر جاتا ہے تو ایک تھیلے میں روٹیاں، گوشت اور درہم بھر کر پشت پر، پس گردن رکھ لیتے، مدینہ کے حاجت مند لوگوں کے یہاں جاتے، حسب ضرورت اشیاء ان میں تقسیم فرماتے اور وہ آپؑ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ جب آپؑ کی وفات ہوگئی اور لوگوں نے اس روزی کو مفقود پایا تو سمجھ گئے کہ وہ ابوعبداللہؑ ہی تھے۔ (۲۸)

۲۔ سعید بن بیان کہتے ہیں کہ مفضل بن عمر ہمارے قریب سے گزرے جب کہ میں اور میرا ایک داماد میراث میں جھگڑا کر رہے تھے مفضل کچھ دیر تک کرے رہے پھر کہا تم لوگ میرے گھر چلو پس ہم وہاں گئے تو انہوں نے چار سو درہم اپنے پاس سے دے کر صلح کرادی۔ جب ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے اعتماد میں لے لیا تو مفضل نے کہا: یہ درہم میرے مال سے نہیں ہیں بلکہ امام صادقؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو آپؑ کے مال میں سے معاوضہ دے کر ان کے درمیان صلح کرادوں پس میں نے ایسا ہی کیا اور یہ ابوعبداللہ کا مال ہے۔ (۲۹)

۳۔ آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں! مجھے خبر ملی ہے کہ آپؑ عین زیاد (اپنی جاگیر) میں کچھ کام کرتے ہیں۔ میں آپؑ سے سننا چاہتا ہوں کہ کیا یہ درست ہے۔ فرمایا: ہاں میں حکم دیا کرتا ہوں کہ جب پھل پک جائے تو اس کے احاطہ کی دیواروں میں کچھ رخنے (گھاٹیاں) ڈال دیئے جائیں تاکہ لوگ اندر داخل ہو کر کھا سکیں اور یہ حکم دیا کرتا ہوں کہ جب پھل پک

جائے تو اس کے احاطہ کی دیواروں میں کچھ رخنے (گھاٹیاں) ڈال دیئے جائیں تاکہ لوگ اندر داخل ہو کر کھا سکیں اور یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ اس میں دس بیٹھنے کی جگہیں بنا دی جائیں جس میں سے ہر ایک پر دس آدمی بیٹھ سکیں۔ جب دس آدمی کھا چکیں تو دس اور آ جائیں اور ہر ایک کے لیے ایک مد تازہ کھجوریں وہاں رکھی جائیں۔ اس جاگیر کے پڑوس میں آباد بوڑھے مرد، عورتیں، بیمار، بچے اور وہ جو کسی وجہ سے یہاں آ نہیں سکتا؟ کو ایک ایک مد پہنچایا جائے۔ جب نگران اور وکلا کو ان کی اجرتیں دے دی جائیں اور باقی پھل اٹھا کر مدینہ لایا جائے تو شرفا و مستحقین میں حسب استحقاق تقسیم کیا جائے۔ اس کے بعد مجھے اس میں سے چار سو دینار حاصل ہوتے اور اس کا غلہ چار ہزار دینار ہوتا تھا (۳۰)

۴۔ وفات کے وقت آپؑ پر غشی سی طاری ہوئی۔ جب اس سے افاقہ ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ حسن افطس کو ستر دینار دے دو اور فلاں کو اتنا۔ آپؑ سے عرض کیا گیا کہ آپؑ اس کو دے رہے ہیں جس نے آپؑ پر چھری سے حملہ کیا تھا اور شہید کرنا چاہتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں ان لوگوں میں شمار نہ ہوں جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے "**والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب**" (وہ جو وصل کرتے ہیں اس کے درمیان جس کے وصل کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے خدا سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوف کھاتے ہیں) خدا نے جنت کو پیدا کیا ہے، اسے پاکیزہ بنایا اور اس کی خوشبو کو پاکیزہ بنایا ہے، ایسی خوشبو جو دو ہزار سال کی راہ سے سونگھی جا سکتی ہے۔ لیکن والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس کی خوشبو نہیں پا سکتا ہے۔ (۳۱)

آپؑ کا علم

امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کی زندگی کے چند سالوں میں دنیا آپؑ کے علوم سے معمور اور احادیث و آرا سے روشن و تابندہ ہو گئی۔ آپؑ نے اپنے طالب علموں میں مختلف علوم القاء کئے اور انہیں معارف کے کئی اصناف کی تعلیم دی۔ ایک حلقہ حدیث کا، دوسرا فقہ کا، تیسرا تفسیر کا، چوتھا فلسفہ اور الہیات کا، پانچواں افلاک اور سورج، چاند، ستاروں کے مدار کا، حتیٰ کہ آپؑ کے گھر کو ایک یونیورسٹی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

استاد محمد صادق نشات جو جامعہ الازہر قاہرہ میں کلیۃ الآداب کے استاد ہیں، کہتے ہیں: خلاصہ یہ کہ صادق کا گھر ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھا جو حکماء و فلاسفہ اور اہل علم کے ہجوم سے چھلک رہا تھا۔ آپؑ ان کے سوالوں کا جواب دیتے۔ ان کے مذاہب و فرق و مکاتب فکر اور مقاصد کی طرف متوجہ کئے بغیر ان کی مشکلات کو حل فرماتے تھے۔ آپؑ کے قریبی اصحاب نے آپؑ کے دروس کو چار سو کتب میں جمع کیا ہے۔ ان کا نام "الاصول الاربع مائۃ" ہے، اور وہ رسالہ جو آپؑ نے مفضل بن عمر کو ایک دہری عالم "ابن ابی العوجا" کی رد میں لکھوایا، وہ

جناب صادقؑ کی عجیب وغریب انواع واقسام کے معارف وفنون پر احاطہ علمی اور آپؑ کی قدرومنزلت پر دلالت کرتا ہے۔(۳۲)

مسلمانوں نے امام جعفر صادقؑ کا تمام اقطار اسلامی سے قصد کیا۔ آپؑ کے صاف وشفاف وفیاض چشمہ علم سے سیراب ہوئے۔ اس میٹھے گھاٹ سے حسب استعداد اپنی طلب کے مشکیزے بھر لئے۔

استاد عبدالعزیز سید الاہل کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، واسط اور حجاز نے تحصیل علم کے لیے ہر قبیلہ سے اپنے جگر کے ٹکڑے جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس بھیجے۔ بنی اسد، مخارق، طے، سلیم، غطفان، غفار، ازد، خزاعیہ، خشعم، مخزوم، بنی ضبہ، قریش، خصوصاً بنی حارث بن عبدالمطلب اور بنی حسنؑ بن علیؑ کے افراد نے اپنی علمی پیاس بجھائی، آزادوں اور غلاموں کی اولاد میں سے جمہور نے جو اس امت کے اعیان وبزرگ تھے، عرب وفارس میں سے اور خصوصاً شہر قم (۳۳) سے آپؑ کی طرف کوچ کیا اور مقام تعجب نہیں ہے کہ آپؑ کے مدرسہ کا معیار فیض علم یہ ہو کہ مسلمان ہر علاقہ ومقام سے اس کا قصد کریں اور آپؑ کے شیریں چشمہ علم سے سیراب ہوں، آپؑ کے خالص عطر سے معطر زادِراہ حاصل کریں۔ کیونکہ بانی مدرسہ وہ ذات والا صفات ہے، جاحظ کے قول کے مطابق، جس کے علم وفقہ نے تمام دنیا کو نور علم سے منور کر دیا ہے۔

امام صادقؑ کے علم کی گفتگو نے مورخین وناقلین آثار کے اہتمام کو متاثر کیا ہے۔ عصر اول سے آج تک جس کسی نے علم کی بات کی ہے اس نے آپؑ کے علم کثیر کا تذکرہ ضرور کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اکابر علماء بانیان مذہب اسلامی میں سے کس کس نے آپؑ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

احمد بن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ سے اتنے علوم نقل ہوئے جنہیں قافلے لے کر چلے، ان کی صدا تمام شہروں میں گونجی اور آپؑ سے بڑے بڑے اماموں نے روایت کی مثلاً یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیانین، ابوحنیفہ، شعبہ اور ایوب سجستانی (۳۴)

اور ابونعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ جعفر بن محمدؑ سے کئی ایک تابعین، یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سجستانی، ابان بن تغلب، ابوعمرو بن علا، یزید بن عبداللہ بن الہاد نے روایت کی ہے اور آئمہ اعلام نے آپؑ سے حدیث لی ہے۔ مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، ابن جریج، عبداللہ بن عمر، روح بن قاسم، سفیان بن عیینہ، سلیمان بن بلال، اسماعیل بن جعفر، حاتم بن اسماعیل، عبدالعزیز بن مختار، وہب بن خالد، ابراہیم بن طہمان اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ مسلم بن حجاج نے صحیح میں آپؑ سے احادیث کا اخراج کیا ہے اور آپؑ کی حدیث کو حجت قرار دیا ہے۔(۳۵)

ابوالعباس احمد بن یوسف دمشقی القرمانی کہتے ہیں کہ آپؑ اپنے بھائیوں میں اپنے باپ کے خلیفہ وجانشین اور وصی تھے۔ آپؑ سے اتنے علوم نقل ہوئے ہیں کہ آپؑ کے علاوہ کسی سے منقول نہیں ہیں۔ آپؑ حدیث کے

راس ورئیس تھے۔ آپؑ سے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک بن انس ثوری، ابن عیینہ، شعبہ، ابوایوب سجستانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔(۳۶)

احمد شہاب الدین خفاجی مصری نے کہا کہ امام جعفر صادقؑ ابوعبداللہ بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام وہ ہیں جن سے بہت سے لوگوں مثلاً مالک بن انس، سفیانیین، ابن جریج اور ابن اسحاق نے روایت کی ہے اور آپؑ کی امامت، جلالت اور سیادت و بزرگی پر اتفاق کیا ہے۔ آپؑ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور ۱۴۸ھ میں آپؑ نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ آپؑ کو زہر دیا گیا۔ آپؑ کو شافعی، ابن معین ابوحاتم اور ذہبی نے روایت میں موثق قرار دیا ہے اور آپؑ اہل بیتؑ کے فضلاء و علماء علیہم السلام میں سے ہیں(۳۷)

جمال الدین ابوالمحاسن بن تعزی اتابکی نے آپؑ کی فضیلت و بزرگی ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ آپؑ سے ابوحنیفہ، ابن جریج، شعبہ، سفیانیان اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ میں نے جعفرؑ بن محمدؑ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا(۳۸)

محمود بن وہیب بغدادی حنفی نے کہا ہے: لوگوں نے آپؑ سے اتنے علوم نقل کئے ہیں۔ جنہیں قافلے لے کر لے اور آپؑ کی شہرت کا آوازہ شہر در شہر پہنچا۔ بڑے بڑے آئمہ فن مثل یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیانیین، ابوحنیفہ، شعبہ، ایوب سختیانی اور ابن عیینہ وغیرہ نے آپؑ سے روایت کی۔(۳۹)

ابوزکریا محیٔ الدین بن شرف نووی نے کہا ہے کہ آپؑ سے محمد بن اسحٰق، یحییٰ انصاری، مالک سفیانیان، ابن جریج، شعبہ، یحییٰ قطان اور دوسرے لوگوں نے روایت لی ہے، جن میں یحییٰ بن سعید بھی ہیں۔(۴۱)

شہرستانی نے کہا ہے کہ آنجنابؑ ادب کامل، زہد بالغ، ورع تام اور علم و حکمت کے حامل ہیں۔ الخ(۴۲)

سید امیر علی کہتے ہیں: اس میں مضایقہ نہیں کہ اس وقت علم کی نشر و اشاعت نے مساعدت کی کہ فکر و نظر کی بیڑیاں کھل گئیں، فلسفی مناقشات دنیائے اسلام کی ہر محفل میں عام ہو گئے۔ لیکن یاد رکھئے کہ جس شخص نے اس تحریک کی قیادت و ریاست کی ہے وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پوتے ہیں جن کا اسم گرامی "جعفرؑ" اور لقب "صادق" ہیں۔ آپؑ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے افق فکر کو بہت گہری وسعت دی۔ آپؑ نہایت عمیق فکر و عقل کے مالک تھے۔ اپنے زمانے کے علوم پر عبور حاصل تھا۔ فی الواقع وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں فلسفہ کے مدارس کی بنیاد رکھی۔ ان کے حلقہ درس میں نہ صرف وہ جو موسس مذاہب فقہیہ ہوئے حاضر ہوتے تھے، بلکہ فلسفہ کے وہ طالب علم جو اپنے آپ کو فلسفہ کے لباس میں دیکھنا چاہتے تھے، اطراف و جوانب اور ممالک دور دراز سے آتے تھے۔(۴۳)

ڈاکٹر احمد امین نے کہا ہے، شیعہ تو ان سے بہت کچھ روایت کرتے ہیں، یہاں تک کہ چار(۴۰۰) سو مسائل کے جوابات میں "الاصول" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ آئمہ اہل بیتؑ میں کسی سے اتنی روایت نہیں

ہوئی۔ جتنی آپؑ سے ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ امام رضاؑ کے صحابی حسن بن علی لوشانے کہا کہ میں نے مسجد کوفہ میں نوسو شیوخ کو دیکھا جن میں ہر ایک کہتا تھا "حدثني جعفر بن محمد" مجھ سے جعفرؑ بن محمدؑ نے حدیث بیان کی اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آپؑ سے روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی ہے۔(۴۴)

ابن ابی الحدید نے تمام آئمہ اہل سنت کی فقہ کو آپؑ سے نسبت دی ہے، ان کے علم کو آپؑ سے اقتباس شدہ بتایا ہے۔ آپؑ ہی ان کے استاد اعظم ہیں جن سے فقہ اور دوسرے علم اقتباس کئے ہیں۔ شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے" رہے ابوحنیفہ کے اصحاب ابو یوسف اور محمد وغیرہ انہوں نے ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور شافعی نے محمد بن حسن سے درس لیا۔ اس کی فقہ بھی ابوحنیفہ کی طرف لوٹتی ہے احمد بن حنبل نے شافعی سے پڑھا ہے۔ اس کی فقہ بھی ابوحنیفہ کے زیر اثر ہے اور ابوحنیفہ نے جعفرؑ بن محمدؑ سے پڑھا ہے"(۴۵)

اور ابوحنیفہ نے خود عبداللہ امام صادق سے تلمذ وشاگردی کا اعزاز حاصل کرنے اور علوم اخذ کرنے کو بیان کیا ہے اور کہا ہے۔"لولا السنتان لهلك النعمان" ان دو سالوں کی طرف اشارہ ہے جن میں آپؑ سے شرف شاگردی حاصل رہا۔(۴۶)

اگر مسلمان امام جعفر صادق سے انصاف کریں تو انہیں شریعت محمدیہ کا نگہبان، ناشر علوم اسلامی اور موسس علوم جدید پائیں گے۔ عنقریب آئندہ فصل میں آپ مطالعہ کریں گے کہ امام جعفر صادقؑ علم کیمیاء کے ملہم (موجد) ہیں۔ یہ علم صرف ان کی طرف ہی منسوب ہے اور ان سے ہی ماخوذ ہے۔ اور بہت سے علوم ہیں جو آپؑ ہی سے لیے گئے ہیں۔" جومانی رح" نے کہا ہے: معلوم کو مجہول سے استخراج کرنا ایک خاص علم ہے۔ جس نے اپنے استاد امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے اس علم کی بنیاد رکھی اور اس نے کہا کہ وہ ذرہ جس کا پورا اور مکمل انکشاف ہمارے زمانہ کا مرہون منت ہے، یہ اس زمانے اور اس کے عقول کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ یہ جبارہ کے عقول کی پیداوار ہے، جن پر بحث کرتے صدیاں گزر گئی ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس پر "الجوهر الفرد" اور "الجزء الذی لا یجزء" کے نام کا اطلاق کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس زمانہ کے علماء و ماہرین کی نگاہ میں عمدہ چیزیں ان کا زیادہ تر اعتماد ذرہ تک پہنچنے کے لیے انہی آراء ونظریات پر تھا جنہیں جابر بن حیان نے اپنے رموز میں جمع کر دیا ہے۔ وہ رموز جنہوں نے مغرب کے علماء کو ان کے استخراج کرنے اور ان پر متمکن ہونے نے حیران کر دیا ہے۔

مزید کہتے ہیں کہ ان سے ڈاکٹر یحییٰ ہاشمی نے کہا کہ جابر بن حیان کی چند قلمی کتب ایسی ہیں جنہوں نے علمائے المان کو ان کے رموز واشارات حل کرنے پر معتکف اور مشغول کر رکھا ہے۔(۴۷)

بعجلت تمام یہ چند اخذ شدہ چیزیں ہیں جن کا آپؑ سے تعلق ہے۔ شاید زمانہ ہمارے لیے امام جعفر صادقؑ کی زندگی کے جدید علمی پہلو منکشف کرے اور آپؑ کی غیر معلومہ ومکنونہ عظمت کی بعض بلندیاں واضح وروشن ہوں۔

امام صادق علیہ السلام کا مدرسہ

تاریخ اسلامی نے کسی ایسے مدرسہ کا مشاہدہ نہیں کیا جو امام جعفر صادق کے مدرسہ سے بڑا ہو، باعتبار طلباء کی کثرت اور انواع علوم کے، جن کی وہاں تدریس ہوتی تھی اور یہ بھی کہ آپؑ اکیلے ہی مدرس واستاد تھے۔ ہزارہا طلباء اور بہت سے علوم وفنون ومعارف کے لیے گذشتہ فصل میں آپ نے جناب امام جعفر صادق کے علم کی کچھ باتیں مطالعہ کی ہیں۔ یہاں آپؑ کے مدرسہ کے بارے میں گفتگو ہے۔

متواتر نقل ہوا ہے کہ ابوعبداللہ صادق سے روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی (۴۸)

طبرسی کہتے ہیں کہ نقل متظافر ہے کہ جن لوگوں نے امام صادق جعفر بن محمدؑ سے روایت کی ہے مشہور اہل علم ہیں۔ ان کی تعداد چار ہزار رہے (۴۹)

محقق نے فرمایا ہے: آپؑ سے قریباً چار ہزار افراد نے روایت کی ہے اور آپؑ کی تعلیم سے فقہا کی ایک بڑی جماعت وجود میں آئی، مثلاً زرارہ بن اعین اور ان کے دو بھائی، بکیر اور حمران، جمیل بن صالح، جمیل بن دراج، محمد بن مسلم، دونو ہشام، ابوبصیر، عبداللہ محمد عمران، علیین، اور ان کے علاوہ اعیان فضلائی (۵۰)

سیدامین کہتے ہیں کہ ان راویوں کے نام جنہوں نے امام صادق سے روایت کی ہے حافظ ابن عقدہ زیدی نے جمع کئے ہیں۔ وہ چار ہزار افراد ہیں اور ابن عظامری نے ابن عقدہ پر استدارک کیا ہے۔ پس ان میں اضافہ کیا ہے۔ (۵۱)

بعض اوقات آپؑ نے اپنے مدرسہ کی بعض اسلامی علاقوں میں شاخیں کھولی ہیں۔ حسن بن علی وشا کہتے ہیں: میں نے مسجد کوفہ میں نوسو شیوخ بزرگ علماء کو پایا، جن میں سے ہر ایک کہتا تھا "حدثنی جعفر بن محمدؑ" حالانکہ آپؑ کوفہ میں مجبور ومقہور ہو کر جاتے اور حکومت کی سخت نگرانی میں آپ کا وہاں قیام ہوتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ آپؑ کے ہم عصر اکثر علماء مسلمین نے آپؑ سے شرف تلمذ حاصل کیا، آپؑ سے علم حاصل کرنے کو اپنی منقبت سمجھا اور اپنی فضیلت شمار کیا۔ (۵۲)

آج قریباً تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہمیشہ علوم اسلامی، فقہ یا حدیث، تفسیر، فلسفہ، اخلاق اور دوسرے علوم آپؑ کے مدرسہ کے پروردہ ہیں جو اس مدرسہ کے موسس کی حکیمانہ آراء اور قیمتی آراء اور قیمتی توجیہات سے مدد لیتے ہیں۔ نہ صرف علوم اسلامیہ ہی امام جعفر صادق کے مدرسہ کے پروردہ ہیں بلکہ بہت سے جدید علوم کی تاسیس اور نشوونما میں بھی اس مدرسہ کے موسس کو ید طولیٰ او کمال حاصل تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کیمیا کے ملہم

امام صادقؑ کا گھر ایک یونیورسٹی کی طرح تھا، جس میں حکماء وفلاسفہ اور اہل علم کا ایک بحرِ عظیم موجیں مار رہا تھا۔ استاد محمد صادق نشات کہتے ہیں کہ آپؑ اپنے طالب علموں پر علاوہ فقہ وحدیث وتفسیر کے مختلف علوم القاء کرتے اور ان کی مختلف معارف سے تربیت فرماتے۔ جس میں قابلیت دیکھتے اسے جدید علوم کے ساتھ مختص کر دیتے۔ آپؑ نے اپنے شاگرد وجابر بن حیان میں استعداد ولیاقت دیکھی تو اسے مخصوص وقت دیا جس میں اسے علم کیمیا، اور دیگر علوم تعلیم فرمائے۔ یہاں تک کہ جابر نے امامؑ کے مختلف دروس اجلاس سے کئی سو رسائل ''تحریر کئے جن میں پانچ سو رسالے آلمانیا میں تین سو سال قبل یا اس سے پہلے چھپ چکے ہیں وہ رسائل برلین'' کی سرکاری لائبریری میں اور پیرس کی لائبریری میں موجود ہیں (۵۳) جابر کی تالیفات ۳۹۰۰ رسالوں تک پہنچ گئی ہیں۔ (۵۴)

ہم نے ان صفحات میں اس علم کی امام جعفر صادقؑ کی طرف نسبت کے سلسلہ میں مشرق مغرب کے بعض اعلام کے اقوال وکلمات کو جمع کیا ہے کہ جابر بن حیان نے آپؑ ہی سے اخذ کیا اور اس سے علمائے یورپ نے تعلیم حاصل کی ہے۔

بعض اقوال ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ شمس الدین احمد بن ابوبکر بن خلکان المتوفی ۲۸۱ھ نے امام جعفر صادق کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد کہا ہے کہ آپؑ کے شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی نے ایک کتاب لکھی جو ہزاروں، اوراق پر مشتمل تھی جس میں امام جعفر صادقؑ سے حاصل کردہ پانچ سو رسالے بھی سموئے ہوئے تھے۔ (۵۵)

۲۔ پطرس بستانی نے کہا ہے: آپؑ سچ بولنے کے باعث صادق کے لقب سے ملقب تھے، بہت عظیم فضل کے مالک تھے اور کیمیا کی حرفت وصنعت میں ان کے متعدد مقالات ہیں۔ (۵۶)

۳۔ جریدہ ''الشورہ'' بغداد یہ نشر ہوا ہے شمارہ نمبر ۱۹ کانون الاول ۱۹۶۱ ''العرب رواد الحضارہ الاوربیتہ ''عنوان کے تحت لکھا ہے۔

امام جعفر صادقؑ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ''خامض التر یک'' اور ''الماء الملکی'' کا انکشاف کیا۔ جریدہ میں مزید کہا ہے کہ مغربی کیمیائی عالم امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ کو ''بریستلی'' اور لافوادیہ'' کے زمانوں کے مساوی سمجھتا ہے عربی عملاق کی کتب (جابر بن حیان) کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہاں پہنچتی ہیں اور ''بریستلی'' انگریز کیمیادان' عربی زبان سیکھ رہا ہے تا کہ وہ خود جابر بن حیان کے مطالب ومقاصد پر مطلع ہو سکے۔ (۵۷)

۴۔ خیر الدین زرکلی امام جعفر صادقؑ کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان

نے ہزار ورق میں ایک کتاب لکھی جو امام صادقؑ کے پانچ سو رسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے(۵۸)

۵۔ ''روناللڈس'' نے کہا ہے کہ جابر بن حیان امام جعفر صادقؑ کا شاگرد ہے جیسے تاریخ الادب میں آپؑ کا شاگرد ''لہوارٹ'' ہے مزید کہا ہے کہ جابر نے اپنے استاد کے عمل سے دو ہزار صفحات تیار کئے اور اسی طرح ''ماکدونالد'' دائرۃ المعارف اسلامیہ میں ذکر کرتا ہے۔(۵۹)

۶۔ عبداللہ بن اسعد یافعی امام صادقؑ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان صوفی نے ایک کتاب تالیف کی ہزاروں ورق پر مشتمل ہے، جو آپؑ کے لکھے ہوئے پانچ سو رسائل کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔(۶۰)

۷۔ فاندیک الہولندی نے کہا کہ جابر ''عرب کیمیا گر'' کے نام سے مشہور ہے، حالانکہ اس نے یہ شرف امام جعفر صادقؑ کی تلمذ و شاگردی سے حاصل کیا ہے۔(۶۱)

۸۔ سید محسن امین نے جابر کے ترجمہ اور حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب، دربانوں اور شیعوں میں سے ہے۔ اس کی متعدد تالیفات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے، کہ دنیا کے عجائبات اور نوادر دہر میں سے تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جو عالم ۳۹۰۰ سے زیادہ کتب تالیف کرے، جن میں اکثر عقلی اور فلسفی ہوں، وہ یقیناً کون کے عجائب میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صنعت کیمیا میں بھی مشغول ہو، یہاں تک کہ زیادہ شہرت یہ ہے کہ یہ علم اس کی طرف منسوب ہے۔ یہ علم طویل زمانہ اور عظیم جدوجہد کا محتاج ہے اور اس شخص کی انفرادیت کے لیے کافی ہے کہ اس کی کتب میں سے بہت سی مغرب و مشرق کے کتب خانوں میں محفوظ رہ گئی ہیں۔ ان میں سے بعض چھپ چکی ہیں اور کئی ایک کا ترجمہ ہو چکا ہے۔(۶۲)

۹۔ محمد ابوزہرہ نے سید ہبۃ الدین شہرستانی کا کلام نقل کیا ہے کہ جابر امام جعفر صادقؑ کا شاگرد ہے اور اس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ سے اتصال رکھتا تھا۔ آپؑ اسے انفرادی طور پر درس دیتے تھے جو بحث و درس ان دونوں کے درمیان ہوتی تھی دوسرے طلبا اس درس کی گہرائی، غور و فکر اور حقائق کی باریکیوں کی صلاحیت و طاقت نہیں رکھتے تھے جس فکر و نظر کا وہ محتاج تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو رسالے جابر نے لکھے ہیں ان میں امام جعفر صادقؑ کی فکری شرکت موجود ہے۔ ان پچاس رسالوں میں سے ہر ایک رسالہ کاتب اور امام جعفر صادقؑ کے درمیان اتصال فکری پر دلالت کرتا ہے۔ قطع نظر اس طویل بحث کے یہ کہنا کافی ہے کہ امام جعفر صادقؑ اس زمانہ کی قوت فکری تھے جنھوں نے دراسات اسلامی، علوم قرآن و سنت اور عقیدہ پر اکتفا نہیں کی بلکہ عالم کون و مکان اور اس کے اسرار کی دراست (تحصیل علم کے لیے توجہ سے مطالعہ کرنے) کی طرف متوجہ ہوئے، پھر اپنی قوی و مستحکم عقل کے ذریعہ سماء الافلاک، مدارات شمس و قمر و نجوم و ستاروں پر کمند ڈالی اور اس ذریعہ سے بندہ پر اللہ کی نازل شدہ نعمات کو پہچانا کہ عالم کون میں جو کچھ ہے وہ انسان کے لیے مسخر ہے۔ پھر خلقت کی

ابداع وعمدگی، تعدادِ اشکال والوان اور حادث اشیاء کی قوت واستعداد سے خالق کی وحدانیت کا ادراک کیا۔(۶۳)

نیز کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ علوم کونیہ اور طبیعہ کو ایک دوسرے کے قریب کر دیتے ہیں کیونکہ آپؑ کبھی تو جابر کے وسائل پر سچ اور درست ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور کبھی مبہم اور گنجلک ہونے کا۔ اور یہ احکام لگانا موضوع پر حاوی ہونے کا تصرف ہے، نہ جاہل موضوع کا۔(۶۴)

۱۰۔ فرید وجدی امامؑ کی مدح میں اپنی گفتگو کے بعد کہتا ہے کہ صناعت کیمیا پر آپؑ کے بہت سے مقالات ہیں اور آپؑ کے شاگرد ابوموسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی نے ہزار کتابیں تالیف کی ہیں جو ہزار اوراق پر مشتمل ہیں اور ان میں امام جعفر صادقؑ کے پانچ سو رسالے اور خطوط سموئے ہوئے ہیں(۶۵)

۱۱۔ سید ہبۃ الدین شہرستانی کہتے ہیں ابوموسیٰ جابر بن حیان صوفی کوفی امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کے مشہور ترین شاگردوں میں ہے۔ وہ خراسان کے شہر طرطوس میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس نے علوم ریاضی ونجوم میں کمال حاصل کیا اور ان پر بہت کچھ لکھا۔ ابوالفرج ابن ندیم نے اپنی فہرست میں جو یورپ کے شہر لندن میں چھپی ہے۔ جابر کے ایک ہزار تین سو رسالے انکے ناموں کے ساتھ شمار کئے ہیں اور یہ کہ جابر کی امام صادقؑ سے شاگردی وتلمذ ثابت ہے۔ اس کا امامؑ سے علوم حاصل کرنے کے لیے مخصوص وقت معین تھا جس میں کوئی دوسرا طالب شریک نہ ہوتا تھا۔ اس میں سے اکثر رسالے اس کے استاد امام جعفرؑ کے نام سے شروع ہوتے ہیں میں نے ان میں سے پچاس رسالے دیکھے ہیں جو قدیم خط میں لکھے ہوئے ہیں جن میں وہ لکھتا ہے "قال لی جعفر علیہ السلام" (مجھ سے جناب جعفرؑ نے فرمایا) "القی علی جعفر" (مجھ پر جناب جعفرؑ نے القاء کیا) یا وحدثنی مولائی جعفر (میرے مولا جعفرؑ نے مجھ سے حدیث بیان کی) اس نے رسالہ "المنفعہ" نامی میں کہا ہے۔ "اخذت ھذا العلم من سیدی جعفر بن محمد سید اھل زمانہ الخ" (میں نے یہ علم اپنے آقا اور سردار زمانہ جعفرؑ بن محمدؑ سے حاصل کیا ہے) ان میں پانچ سو رسالے تین سو سال قبل یا اس سے بھی پہلے المانیا میں چھپ چکے ہیں اور وہ "برلین" کی سرکاری لائبریری میں اور پیرس کی لائبریری میں موجود ہیں۔

جابر کے حالات زندگی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بیان کئے ہیں اور اس کے ان رسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح "المقتطف" والوں نے اپنے مجلہ کے پہلے سال کی تحریر میں ان رسائل کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل یورپ نے اسے حکمت وفلسفہ کے استاد کا نام دیا ہے اور اس کا ذکر جلالت وبزرگی کے ساتھ کرتے ہیں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس نے مادہ کے انیس عناصر منکشف کئے ہیں جن کی تعداد اب سو سے اوپر ہوگئی۔ علم ہیئت ونجوم پر اس کی بہت سی کتابیں ہیں، جو کئی سو سال پیشتر المانیا میں چھپ چکی ہیں۔

یہ بھی کہا ہے کہ ریڈیم کے انکشاف کی نسبت بھی انہوں نے جابر کی طرف دی ہے کیونکہ اس نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ جو شخص چاہے کہ روشن سورج کو تاریک آدھی رات میں دیکھے اسے اس طرح کرنا

جاتا ہے۔ مذکورہ ''ریڈیم'' کو ہمارے زمانہ میں مادام ''البولونیہ'' نے کشف کیا ہے کہ وہ ہمیشہ سفید نور کی شعاع دیتا ہے۔ اور وہ اس کے کرے کو وزن، حجم اور حرارت میں کمی کیے بغیر بیس درجہ حرارت تک گرم کرتا ہے۔ علماء نے وحدت عناصر کے قول کی نسبت بھی اسی کی طرف دی ہے نیز یہ کہ تمام عناصر آگ کے عنصر کی طرف لوٹتے ہیں جو مادہ کے ذرات میں سے کسی ذرہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ یورپ نے ابھی طاقت ور آگ الکٹرونیہ کا ذرہ (ایٹم) کے باطن میں انکشاف کیا ہے اور مجھے خبر ملی ہے کہ علمائے مغرب نے ایک ''مدرسہ جابریہ'' قائم کیا ہے جو اس کے علوم و آراء اور رموز و اسرار کے ساتھ مخصوص ہے۔ الخ۔(۶۶)

۱۲۔ ''ہولمیارڈ'' انگریز نے کہا ہے کہ جابر جو امام جعفر صادقؑ کا صحابی اور شاگرد ہے، اس نے اپنے منفرد امام و رہبر میں سند پائی ہے ''معین و مددگار'' ہادی و امین'' اور ایسا مرکز توجہ کہ جس سے استغنا نہیں ہو سکتا۔ جابر نے کوشش کی کہ وہ اپنے استاد کی ہدایت کے مطابق گذشتہ لوگوں کی کتب سے، جو اس سے تعلق رکھتی تھیں، علم کیمیا کو تحریر میں لائے۔ پس وہ اس راہ میں بے حد کامیاب ہوا۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ دنیا میں جابر کا نام اس فن کے اساطین اور بزرگوں مثلاً ''بویلہ'' بریسلہ'' اور فوازیہ جیسے اعلام کے ساتھ لیا اور لکھا جائے۔(۶۷)

۱۳۔ یوسف یعقوب مسکونی کہتے ہیں کہ یہ امام جو اپنے دین اور تقویٰ کے علاوہ کئی امور کے ساتھ شہرت رکھتے ہیں کیمیا کی صنعت اس امام کے علوم کی ایک مثال ہے۔(۶۸)

بہت سے مفکرین نے جابر کے حالات زندگی اور اس کا کیمیا کے ساتھ مشغول ہونا لکھا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اس کی مولفات کو ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ابن ندیم نے کہا ہے کہ ہم اس کی کچھ کتب کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں خود ہم نے دیکھا، یا ثقہ افراد نے انہیں دیکھا اور ہمارے سامنے ذکر کیا ہے۔ پھر اس نے تین سو کتب کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس نے ۳۰۰ کتب فلسفہ میں، ۱۳۰۰ کتب جبل میں ۱۳۰۰ کتب مختلف صنائع، فنون اور آلات حرب و جنگ میں اور ۵۰۰ کتب طب میں تالیف کی ہیں۔(۶۹)

۲۔ اسماعیل مظہر نے کہا ہے کہ شاید جابر بن حیان بن عبداللہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ تاریخ اسے عصر عربی علماء میں ذکر کرے۔ اس کا نام شہرت اور نفع مند آثار کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ان بڑے لوگوں سے مقرون ہو جو تمدن و عمرانیات کے ماہر ہیں۔

اس کے بارے میں استاد بریتلو (فرانسیسی مولف) مصنف تاریخ الکیمیا فی قرون الوسطیٰ لکھتے ہیں کہ اس کا نام تاریخ کیمیا میں اس مقام پر ہے جیسے ارسطو طالیس کا نام تاریخ منطق میں ہے۔ ''بریتلو'' کے نزدیک جابر وہ پہلا شخص ہے جس نے علم کیمیا کے قواعد علمی وضع کئے ہیں جو اس کے نام کو دنیا کی تاریخ کے ساتھ مقرون کر دیتے ہیں۔

جابر بن حیان لاطینی دنیا میں ''جیبر'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ پھر اس نے اس کی ۹۲ کتب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے طبع شدہ اور ان کی تاریخ طباعت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے (۷۰)

۳۔ خیر الدین زرکلی کہتے ہیں کہ جابر بن حیان بن عبداللہ کوفی ابوموسیٰ جو کیمیائی فیلسوف ہے۔ صوفی کے لقب سے معروف تھا۔ اہل کوفہ میں اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۲۳۲ کتابیں اور بعض کے بقول پانچ سو کتب ہیں جن میں اکثر ضائع ہوگئی ہیں اور جو ان میں سے باقی رہ گئی ہیں ان کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پھر اس نے اس کی بعض مطبوعہ و مخطوطہ کتب کا ذکر کیا ہے۔ (۷۱)

۴۔ جمال الدین علی قفطی نے کہا ہے کہ جابر بن حیان صوفی کوفی علوم طبعی میں آگے بڑھا ہوا تھا اور صناعت کیمیا کا بڑا ماہر تھا۔ اس میں اس کی بہت سی تصنیفات و تالیفات مشہور ہیں اور ساتھ ہی بہت سے علوم فلسفہ کا شغف بھی رکھتا تھا۔

محمد بن سعد سرقسطی جو ابن مشاط اُصطرلابی اندلسی کے نام سے مشہور ہے، اس نے شہر مصر میں جابر بن حیان کی ایک تالیف عمل اصطرلاب میں دیکھی ہے، جو ہزار مسائل پر مشتمل ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ (۷۲)

۵۔ حجی خلیفہ نے کہا ہے کہ جابر بن حیان نے علم کیمیا کو بہت سی کتب میں تقسیم کر دیا ہے لیکن اس نے حق کو اس کے اہل تک پہنچا دیا ہے، ہر چیز کو اس کی جگہ رکھا ہے وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ، نے جسے منزل پر پہنچنے کا سبب قرار دیا وہ پہنچا ہے لیکن اس نے انہیں انواع واقسام کی دہشتوں اور ناممکن ومحال چیزوں میں مشغول کیا ہے۔ کسی حکمت ومصلحت کی وجہ سے جسے زمانہ کے لحاظ سے اس کی عقل ورائے نے پسند کیا۔ اس کے باوجود اس کی کتاب کئی ایک فوائد سے خالی نہیں ہے۔ (۷۳)

۶۔ ''ہلو'' نے کہا ہے کہ جابر کا کیمیا میں وہ مقام ہے جو اس سے پہلے ارسطوطالیس کا منطق میں ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے حامض الکبیر متیک کا استخراج کیا اور اس کا نام زیت الزاج رکھا وہ پہلا شخص ہے جس نے الصودا الکادیہ (سوا کاویہ) دریافت کیا ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے سونے کا پانی مستحضر کیا۔ اس کی طرف اور مرکبات کا استحضار بھی منسوب ہے۔ مثلاً کربونات البوتاسیم ......اور کربونات الصودیم ......اس نے زیبق کے مرکبات کے خصائص کی تدریس کی ہے اور انہیں استحضار کیا ہے۔ (۷۴)

۷۔ ''لویون'' کہتے ہیں کہ جابر کی کتب سے ایک ایسا علمی مجموعہ ترکیب پاتا ہے جو مشتمل ہے ان تمام چیزوں کے خلاصہ پر جو علم کیمیا کے بارے میں اس تک اور اس کے زمانے کے عربوں تک پہنچی ہیں اس کی کتاب ان کیمیاوی مرکبات کے بیان پر مشتمل ہیں جو اس سے پہلے نہ معلوم ومجہول تھے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے تعفیر ......تبلور......تذویب............اور تحویل کو عملی شکل دی ہے۔ الخ (۷۵)

جابر نے امام جعفر صادق سے نہ صرف علم کیمیا کی تعلیم کی بلکہ بعض دوسرے علوم بھی حاصل کئے سید امین

کہتے ہیں اسے امام جعفر صادقؑ نے چمکنے والی سیاہی بنانے کا طریقہ سکھایا جس سے وہ قیمتی کتب کے مخطوطات پڑھنے میں فائدہ اٹھاتا تھا کیوں کہ انہیں تاریکی میں پڑھا جا سکتا تھا۔ نیز آپؑ نے اسے ایسا ورق بنانے کی تعلیم بھی دی جو جل نہیں سکتا تھا۔ جواز بست ہے(۷۶)

رہتی دنیا تک جناب امام صادق علیہ السلام زمانے اور صدیاں گذر جانے کے باوجود فکری شعاعوں کے مصدر و ماخذ انکشافات علوم اور امتوں کے لیے مشعل راہ کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

آپؑ کی بعض وصیتیں

صرف امامؑ کی وصیتوں کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی جا سکتی ہے۔ ہر وہ کتاب جس میں امام ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے اس میں آپؑ کی بہت سی پند و نصائح، وصایا اور توجیہات کو مطالعہ کریں گے یہ وصایا و توجیہات مختلف ہیں۔ کبھی فرد اور کبھی جماعت کو متوجہ کرنے کے لیے اور کبھی وہ وصیتیں جن کو اپنے شیعوں اصحاب اور عوام تک پہچانے کے لیے اپنے خاص اصحاب کو ذمہ دار بنایا ہے؟ جیسا کہ آپ ان کی زید شحام اور مفضل بن عمر کو کی ہوئی وصیتیں ملاحظہ کریں گے۔

اس دور میں ہمیں آپ کی نصائح اور وصایا کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ ہم اسلام کے ذریعہ اپنے بزرگ و عظیم ماضی اور قدیمی عزت کے پیغام کے ساتھ شاندار مستقبل کی طرف راہ سپار ہوں۔ میرے خیال میں ان وصایا کی تلاوت و قرات، یا انہیں زبان زد کر لینا اہم نہیں ہے بلکہ ان پر عمل کرنا اور نفس کو ان کے متعلق ڈھالنا زیادہ اہم ہے۔

ہم یہاں آپؑ کی بعض وصیتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک وصیت اپنے فرزند موسیٰ کاظمؑ کے لیے:

اے بیٹا! میری وصیت کو قبول کر اور میری بات کو یاد رکھ کیونکہ اسے یاد رکھا تو سعادت کی زندگی بسر کرے گا اور حمد و ثنا و تعریف کے ساتھ اس دنیا سے جائے گا۔

اے بیٹا! جو شخص اس رزق پر راضی رہا جو اس کے لیے تقسیم کیا گیا ہے وہ مستغنی و تونگر ہے۔ جو اپنی آنکھ اس چیز کی طرف اٹھائے جو اس کے غیر کے ہاتھ میں ہو، فقیر مرے گا اور جو اس پر راضی نہیں جو کچھ اللہ عز و جل نے اس کے لیے تقسیم کیا ہے تو وہ اللہ کو متہم سمجھتا ہے اس کے فیصلہ میں جو اپنے نفس کی لغزش کو حقیر و کم تر سمجھے گا وہ دوسرے نفس کی لغزش کو عظیم اور بڑی سمجھے گا اور جو دوسرے کی لغزش کو چھوٹا سمجھے وہ اپنے گناہ کو بڑا سمجھے گا۔

اے بیٹا! جو دوسروں کی پردہ دری کرے اس کے گھر کے عیوب منکشف ہوں گے جو بغاوت کی تلوار میان سے نکالے وہ اسی سے قتل ہوگا۔ جو اپنے بھائی کیلئے کنواں کھودے گا وہ خود اس میں گرے گا۔ جو نا سمجھ اور برے

لوگوں کی صحبت میں رہے گا وہ حقیر و ذلیل ہوگا اور جو علماء کے ساتھ میل جول رکھے گا اس کی عزت و توقیر ہوگی اور بدنام جگہوں میں داخل ہوگا، وہ متہم ۲ ہوگا۔

اے بیٹا! لوگوں کی عیب جوئی سے بچو ورنہ تمہاری عیب جوئی ہوگی۔ بے ہودہ امور سے پرہیز کرو ورنہ ان کی وجہ سے ذلیل ہو جاؤ گے۔

اے بیٹا! حق بات کہنے سے وہ چاہے تمہارے نفع میں ہو یا نقصان میں اپنے ہم سنوں میں عزت و وقار سے رہو گے۔

اے بیٹا! کتاب خدا کی تلاوت، سلام کو عام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ جو تم سے خاموش رہے اس سے ابتداء کلام اور جو تم سے سوال کرے اسے عطا کرنے والے بنو اور چغل خوری سے بچو۔ یہ لوگوں کے دلوں میں بغض و کینہ کا بیج بوئے گی لوگوں کے عیوب سے معترض نہ ہو کیونکہ ایسا آدمی ہدف و نشانہ کے بمنزلہ ہے۔

اے بیٹا! جب تم جود و سخا کو طلب کرنا چاہو تو اس کے معاون اور کانیں تلاش کرو، کیونکہ جود و سخا کی کانیں اور معاون ہیں، کانوں کے اصول اور جڑیں ہیں، اصول کی فرعیں، شاخوں کے پھل ہیں اور پھل پاکیزہ نہیں ہو سکتا۔ مگر پاک فرع سے، فرع پاک نہیں ہو سکتی مگر پاکیزہ اصل سے اور کوئی پاک اصل ثابت نہیں ہو سکتی مگر پاک معدن سے۔

اے بیٹا! جب کی کسی زیارت کرنا چاہو تو اخیار اور نیک لوگوں کی زیارت کرو۔ فاجر و فاسق سے ملاقات نہ کرو کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن سے پانی نہیں پھوٹ سکتا، ایسا درخت ہیں جس کے پتے سرسبز نہیں ہو سکتے اور ایسی زمین ہیں جس میں سبزہ نہیں اگتا۔ علی ابن موسیٰ علیہما السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ان وصایا کو مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔ (۷۷)

۲۔ آپؑ کی وصیت حمران بن اعین سے۔

اس کی طرف دیکھو جو تم سے قدرت و طاقت میں کم ہے۔ اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے کیونکہ یہ بات تمہیں زیادہ قانع کرنے والی ہے اور اس چیز پر جو خدا نے تمہارے لیے تقسیم کی ہے۔

یقین رکھو کہ تھوڑا سا دائمی عمل جو یقین کے ساتھ ہو اللہ کے نزدیک افضل ہے اس زیادہ عمل سے جو بغیر یقین کے ہو۔ یقین جانو کہ کوئی ورع و پرہیزگاری خدا کے محرکات سے بچنے مومنین کو اذیت نہ دینے اور ان کی غیبت نہ کرنے سے زیادہ نفع بخش نہیں ہے۔ کوئی زندگی اچھے اخلاق سے زیادہ خوشگوار نہیں اور کوئی دولت تھوڑے سے مجزی مال پر قناعت کرنے سے زیادہ سودمند نہیں ہے۔ کوئی جہالت عجب (غرور و خود بینی) اور اترانے سے زیادہ مضر نہیں ہے (۷۸)

۳۔ آپؑ کی وصیت زید شحام کے لیے جسے تبلیغ کرنے کا آپؑ نے حکم دیا۔

زید شحام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جسے میری اطاعت اور میرے قول کو اخذ کرتے ہوئے دیکھو اسے میرا سلام کہنا۔ میں تمہیں اللہ عزوجل کے تقویٰ، دین میں ورع جہاد فی سبیل اللہ، سچ بولنے، سجدوں کو طول دینے اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہی چیزیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے۔

ان لوگوں کی امانتیں ادا کرو جو تمہیں امین بنائیں خواہ وہ نیک ہوں یا برے کیونکہ رسول اللہؐ دھاگا اور سوئی تک ادا کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اپنے قبائل کے ساتھ صلہ رحمی کرو، ان کے جنازوں میں مشایعت کیا کرو، بیماریوں کی عیادت کیا کرو اور ان کے حقوق ادا کیا کرو کیونکہ تم سے جو شخص اپنے دین کے معاملہ میں باورع ہوا، سچ بولا امانت ادا کی لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا ہوا تو کہا جائے گا کہ یہ جعفری ہے۔ یہ عمل میری خوشی کا باعث ہوگا اور اس کی طرف سے مجھ پر خوشی و سرور وارد ہوگا اور کہا جائے کہ یہ جعفرؑ کے آداب ہیں اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو اس کی بلاء، وعار مجھ پر داخل اور کہا جائے گا کہ یہ جعفرؑ کا ادب ہے خدا کی قسم! مجھ سے میرے والد بزرگوار نے بیان کیا کہ ایک شخص کسی قبیلہ میں حضرت علیؑ کا شیعہ ہوتا تو اس قبیلہ کے لیے زینت بنتا، ان میں سے امانت کو زیادہ ادا کرنے والا، حقوق ادا کرنے والا اور ان میں زیادہ سچا ہوتا، ان کی وصایا اور امانتیں اسی کے پاس ہوتیں۔ جب اس کے بارے میں قبیلہ سے سوال کرتے تو وہ کہتے اس جیسا کون ہے۔ وہ ہم میں زیادہ امانت ادا کرنے والا اور زیادہ سچا ہے (۷۹)

۴۔ آپؑ کی وصیت مفضل بن عمر سے۔

میں تمہیں چھ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں، وہ میرے شیعوں کو پہنچا دو۔ اس کی امانت ادا کرو جو تمہیں امین بنائے اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور یقین جانو کہ معاملات و امور کے انجام و اواخر ہوتے ہیں پس عواقب سے ڈرو۔ کچھ امور اچانک ہوتے ہیں، لہٰذا ڈرتے رہو۔ اس پہاڑ سے ڈرو جس پر چڑھنا تو آسان ہو لیکن اترنا اور ڈھلان سخت ہو۔ اپنے بھائی سے ایسا وعدہ نہ کرو جس کو پورا کرنا تمہارے اختیار میں نہ ہو۔ (۸۰)

۵۔ آپؑ کی وصیت سفیان ثوری سے۔

سفیان ثوری نے کہا ہے کہ میں صادق ابن صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملا۔ میں نے عرض کیا، فرزند رسولؐ خدا! مجھے وصیت کیجئے۔ آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! جھوٹے کے لیے مروت نہیں ملول اور ہر وقت ناراض ہونے والے کا کوئی بھائی نہیں ہے زیادہ حاسد کے لیے راحت و آرام نہیں اور بدخلق کے لیے سرداری نہیں۔

میں نے عرض کیا مزید فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! اللہ پر بھروسہ کرو تو ان میں رہو گے۔ جو

رزق خدا نے تقسیم کیا ہے اس پر راضی رہوتو غنی وتونگر ہو گے۔ پڑوسی سے اچھے ہمسایہ والا سلوک کروتو سلامتی میں رہو گے۔ برے کی صحبت اختیار نہ کرو، وہ تمہیں بھی اپنی برائیاں سکھائے گا۔ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کرو، جو اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں۔

میں نے پھر عرض کیا: اے فرزند رسول اللہؐ! مزید ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: جو قبیلہ بغیر عزت، مال کے بغیر تونگری اور ملک وسلطنت کے بغیر ہیبت ودبدبہ چاہتا ہے، تو وہ اللہ کی معصیت ونافرمانی کی ذلت سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی عزت میں داخل ہو جائے گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسول اللہؐ مزید وصیت فرمایئے فرمایا: اے سفیان! مجھے میرے والد گرامی نے تین چیزوں کا ادب سکھایا اور تین چیزوں سے منع فرمایا۔ وہ تین جن کا ادب سکھایا فرمایا اے بیٹا جو برے ساتھی کا ساتھ دے وہ سالم نہیں رہ سکتا۔ جو اپنی زبان پر ضبط وقابو نہ رکھے وہ پشیمان ہوتا ہے اور جو بری جگہ جاتا ہے وہ متہم ہوتا ہے عرض کیا جن سے منع فرمایا: نعمت پر حسد کرنے۔ مصیبت پر خوش ہونے اور چغل خور کی صحبت سے منع فرمایا۔ پھر آپؑ نے میرے لیے یہ اشعار پڑھے۔

عود لسانك قول الخير تحظ به
ان اللسان لما عودت معتاد
موكل بتقاضى ماسننت له
فى الخير والشر فانظر كيف تعتاد(۸۱)

اپنی زبان کو اچھی بات کا عادی بنا، تو اس سے اپنے نصیب پائے گا کیونکہ زبان کو جس چیز کا عادی بناؤ اس کی عادی بنتی ہے۔ وہ ان چیزوں کو پورا کرنے پر موکل ہے خیر وشر میں لے جو راستے تو نے اس کے لیے مقرر کیے ہیں۔ یہ دیکھو کہ اسے کس چیز کا عادی بنا رہے ہو۔

۶۔ آپؑ کی وصیت ابو اسامہ سے۔

تجھ پر لازمی ہے اللہ کا تقویٰ، ورع، اجتہاد، صدق حدیث، ادائے امانت، حسن خلق حسن جوار (پڑوسی) اپنے نفسوں کی طرف اپنی زبانوں کے علاوہ دعوت اور زینت بنو۔ عیب نہ بنو اور طویل رکوع وسجود تم پر لازم ہے۔ (۸۲)

۷۔ آپؑ کی وصیت منصور عباسی کو:

جس وقت اس نے آپؑ سے عرض کیا کہ کوئی ایسی حدیث بیان فرمایئے جس سے وعظ ونصیحت حاصل کروں اور وہ مجھے ہلاک کرنے والی چیزوں پر زجر وتوبیخ کرے۔ آپؑ نے فرمایا: تجھ پر حلم وبردباری ضروری

ہے کیونکہ وہ علم کا ستون ہے اور قدرت وطاقت کے وقت اپنے نفس پر ضبط و قابو رکھ۔ پس اگر تو وہ کام کرے جس پر قدرت رکھتا ہے تو تو ایسا شخص ہے جو اپنے غیظ و غضب کو شفا دے، یا بغض و کینہ کا علاج کرے، یا صولت و دبدبہ سے اپنے ذکر کو درست رکھے۔ اور جان لے کہ اگر تو کسی مستحق کو سزا دے تو عدل کے ساتھ تیری توصیف ہوگی اور وہ حالت کی جو موجب شکر ہو، اس حالت سے زیادہ افضل ہے جو موجب صبر بنتی ہے۔

منصور نے کہا آپؑ نے مختصر الفاظ میں بہت اچھا وعظ فرمایا۔ (۸۳)

۸۔ آپؑ کی وصیت اپنے اصحاب کے لیے۔

صدقہ کے ذریعہ رزق کا نزول چاہو اور زکوۃ کے ذریعہ مال کی حفاظت کرو فقر سے بچنے کے لیے میانہ روی اختیار کرو۔ تدبیر آدھی معیشت ہے۔ اپنے نفس کو لوگوں کو محبوب بنانا آدھی عقل ہے۔ اہل وعیال میں کمی دو کشائشوں میں سے ایک ضرور ہے۔ جو اپنے والدین کو محزون کرے وہ ان کا عاق و نافرمان ہے۔ جو مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارے تو اس کا اجر حبط و ساقط ہو جائے گا۔ نیکی نیکی نہیں ہوتی مگر صاحب حسب و دین کے نزدیک۔ خدائے تعالیٰ مونت و خرچ کے مطابق رزق نازل کرتا ہے اور صبر مصیبت کی تعداد سے اتارتا ہے جس کو خلف (موجود رزق کی جگہ نئے رزق) کا یقین ہو وہ عطیہ میں سخاوت کرتا ہے جو اپنی معیشت و مخارج کو معین و مقرر کرلے، خدا اس کو رزق دیتا ہے۔ اور جو اپنی معیشت میں اسراف و فضول خرچی کرے، خدا اسے محروم کردے گا۔ (۸۴)

۹۔ آپؑ کی وصیت اپنے بعض اصحاب کو۔

جب تم میں سے کوئی چاہتا ہو کہ وہ چیز جس کا خدا سے سوال کرے، وہ اسے عطا کرے، تو وہ تمام لوگوں سے مایوس ہو جائے گا اور وہ خدا کے سوا کسی سے امید نہ رکھے۔ جب اللہ عزوجل اس سے یہ جان لے تو پھر اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرے گا مگر وہ اسے دے گا۔ پس اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، کیونکہ قیامت کے پچاس موقف ہیں اور ہر موقف کی تعداد ہزار سال ہے۔ پھر آپؑ نے ”فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة مما تعدون“ کی تلاوت فرمائی اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اس میں سے کہ جسے تم شمار کرتے ہو۔

۱۰۔ آپؑ کی وصیت اپنے بعض اصحاب کو جو ایک خط کے جواب میں تحریر فرمائی۔

اما بعد میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کی۔ جو اس کا تقویٰ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کی ناپسندیدہ حالت کی طرف منتقل نہ کرنے کا ضامن ہوا ہے اور اسے اس جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہ رکھتا ہو۔ لوگوں کے گناہوں سے خوف کھانے اور اپنے گناہ سے مامون رہنے کے خیال سے بچو کیونکہ خدا عزوجل کو اس کی جنت کے بارے میں دھوکہ نہیں دیا جاسکتا ہے اور جو اس کے پاس اچھا اجر ہے

اس کی اطاعت حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ انشاء اللہ۔ (۸۶)

آپؑ کے بعض کلمات قصار

آئمہ اہل بیتؑ کے درمیان نشر و اشاعت علم اور کثرت حدیث کے اعتبار سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خصوصیت خاص ہے۔ حالانکہ ان سب کا علم ایک ہی ہے۔ لیکن حالات آپؑ کے سازگار تھے کیونکہ بنی امیہ و بنی عباس ملک و سلطنت کے قواعد و ارکان کو ثابت کرنے میں مشغول تھے لہٰذا آپ نے قواعد علم کو ثابت کرنے اور دین کے جھنڈوں کو پھیلانے کے لیے موقع کو غنیمت سمجھا۔ پس آپؑ نے طالبان علم اور راویان حدیث کی بہت بڑی تعداد کو جمع کر لیا۔

وہ احادیث جو آپؑ سے اخذ کی گئی ہیں وہ بے شمار ہیں۔ اکیلے ابان بن تغلب نے آپؑ سے تیس ہزار اور محمد بن مسلم نے سولہ ہزار احادیث روایت کی ہیں۔

ہم ان صفحات میں آپؑ کے کلمات کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے فرمایا موت کے بعد انسان کے لیے تین چیزیں مفید ہیں، ایک وہ صدقہ جسے خدا نے اس کی زندگی میں اس سے جاری کرایا۔ وہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ دوسرے ہدایت کا وہ راستہ جس پر عمل کیا جا رہا ہو۔ تیسرے نیک اور صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہو۔ (۸۷)

۲۔ فرمایا: جس کی زبان سچی ہے، اس کا عمل پاکیزہ ہے اور نیت اچھی ہے اللہ عز و جل اس کے رزق میں زیادتی کرتا ہے اور جو اپنے اہل خانہ سے نیک سلوک کرتا ہے اور اس کی عمر زیادہ کر دیتا ہے (۸۸)

۳۔ آپؑ نے فرمایا: انسان کے اہل و عیال اس کے قیدی ہیں جس پر خدا نے احسان کیا ہے۔ اسے اپنے قیدیوں پر وسعت دینی چاہیے۔ پس اگر ایسا نہ کرے تو قریب ہے کہ وہ نعمت اس سے زائل ہو جائے۔

۴۔ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان سے تمسک رکھے وہ دنیا و آخرت میں اپنی طلب و خواہش کو پا لے گا۔ جو اللہ کے ذریعہ اپنے آپ کو محفوظ کر لے، جو اللہ کی قضا و فیصلہ پر راضی ہو اور جو اللہ سے حسن ظن رکھے۔

۵۔ آپؑ نے فرمایا: بندہ ایمان کی حقیقت کو مکمل نہیں کر سکتا ہے جب تک اس میں تین چیزیں نہ ہوں دین میں فقہ اور سمجھ، حسن تقدیر اور اچھا انداز اور مصیبتوں پر صبر کرنا۔

۶۔ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں وہ منافق ہے، چاہے وہ روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اسے امین بناؤ تو خیانت کرے۔

۷۔ ایمان کی پاکیزگی میں قابل وثوق یہ ہے کہ تو اللہ کی رضا میں کسی سے محبت کرے اور اللہ کے

لیے کسی سے بغض رکھے۔اسی کی راہ میں عطا کرے اور اسی کی خاطر کسی کو دینے سے ہاتھ کو روکے(۸۹)

۸۔ آپ نے فرمایا: کوئی زادراہ تقویٰ سے بہتر نہیں ہے۔خاموشی سے زیادہ کوئی چیز خوبصورت نہیں ہے۔کوئی دشمن جہالت سے زیادہ نقصان رساں نہیں ہے اور جھوٹ کی بیماری سے کوئی بیماری بڑی نہیں ہے۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے سب لوگوں کے علم کو چار چیزوں میں پایا ہے۔ اول یہ کہ تو اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرے۔ دوسرے یہ کہ تو پہچانے کہ اس نے تیرے ساتھ کیا نیکی کی ہے تیسرے یہ کہ تو یہ معلوم کرے کہ وہ تجھ سے کیا چاہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ تو پہچانے کہ کون سی چیز تجھے دین سے نکال دے گی۔

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا: جب چار چیزیں عام ہو جائیں تو چار چیزیں ظاہر ہوں گی۔ جب زنا اور بدکاری عام ہو تو زلزلے ظاہر ہوں گے۔ جب زکوۃ روک لی جائے گی تو چوپائے ہلاک ہونے لگیں گے۔ جب حاکم، قضاوت وفیصلہ میں ظلم وجور کرے گا تو آسمان سے بارش رک جائے گی اور جب جزیہ وذمہ معاف کر دیا گیا تو مشرک مسلمانوں کے خلاف (کفار کی) مدد کریں گے۔

۱۱۔ آپؑ نے فرمایا: توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ میں مبتلا ہونا ہے۔توبہ میں طویل تاخیر حیرت وپریشانی کا باعث ہے۔اللہ کے خلاف علتیں تلاش کرنا ہلاکت ہے۔دنیا پر اصرار کرنا اللہ کے عذاب سے نڈر ہونا ہے، اور اللہ کے عذاب سے نڈر نہیں ہوتی مگر وہ قوم جو خسارے اور نقصان میں ہو۔

۱۲۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص فتنہ کو جگائے وہی اس کا لقمہ بنتا ہے۔

۱۳۔ آپؑ نے فرمایا: خدا چھ کو چھ چیزوں سے ہلاک کرے گا۔امراء کو ظلم وجور کی وجہ سے، عربوں کو تعصب کی بنا پر، کسانوں کو تکبر کی وجہ سے تاجروں کو خیانت کی بنا پر دیہاتیوں کو جہالت کی وجہ سے فقہا وعلما کو حسد کی بنا پر(۹۰)

۱۴۔ آپؑ نے فرمایا: شراب ہر گناہ کا سر، ہر برائی کی چابی ہے اور خدا کی نافرمانی شدت کے ساتھ نہیں ہوتی مگر نشہ والی چیز پینے کی وجہ سے۔(۹۱)

۱۵۔ آپؑ نے فرمایا: میں کبھی تنگ دست ہو جاتا ہوں تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے تجارت کرتا ہوں۔

۱۶۔ آپؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک مخلوق میں سے جو سب سے زیادہ اس سے دور ہو، اللہ کے لیے اس سے محبت نہ کرے اور سب مخلوق سے اپنے زیادہ قریبی سے اللہ کے لیے بغض نہ رکھے(۹۲)

۱۷۔ آپؑ نے فرمایا: خوف ورجاء میں مومن پر لازم ہے کہ خدا تعالیٰ سے اس طرح ڈرے گویا آگ کے دہانے پر کھڑا ہے اللہ سے اس قدر امید رکھے گویا وہ اہل جنت میں سے ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: خدا اپنے مومن بندے کے ظن وگمان کے پاس ہے۔اگر گمان اچھا ہے تو اچھائی اور برا ہے تو برائی نصیب ہوتی ہے۔

۱۸۔ آپؑ نے فرمایا: جو اللہ سے ڈرے اللہ ہر چیز میں اس کا خوف پیدا کرے گا۔ جو اللہ سے نہیں ڈرتا اسے ہر چیز ڈرائے گی۔

۱۹۔ آپؑ نے فرمایا: جو میانہ روی اختیار کرے تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ وہ کبھی فقیر نہیں ہوگا۔

۲۰۔ آپؑ نے فرمایا: جو دنیا پر حریص ہے وہ ریشم کے کیڑے کی طرح ہے کہ جتنا ریشم اپنے اوپر لپیٹتا ہے اتنا ہی باہر نکلنے سے مجبور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسی رنج وغم میں مر جاتا ہے۔ (۹۳)

۲۱۔ آپؑ نے فرمایا: صلہ رحمی اور نیکی کرنا حساب کو آسان کر دیتے ہیں اور گناہ سے بچاتے ہیں۔ پس اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور اپنے بھائیوں سے نیکی کرو، اگر چہ وہ اچھی گفتگو اور بہتر جواب سلام کے ساتھ ہو۔

۲۲۔ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے آدمی اپنے دین و دنیا کو فاسد کر لیتا ہے۔ جو ہر ایک کے بارے میں سوء ظن رکھے، جو اپنی سماعت ہر چیز کے لیے کھول دے اور اپنی مہار و قیادت اپنی بیوی کے ہاتھ میں دے دے (۹۴)

۲۳۔ آپؑ نے فرمایا: تم پر لازم ہے اللہ کی مخلوق میں اللہ کے لیے خلوص برتو کیونکہ اس کی ملاقات کے لیے اس سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔

۲۴۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے قتل پر ایک لفظ کے کسی جز سے بھی اعانت کرے، تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (۹۵)

۲۵۔ آپؑ نے فرمایا: غصہ وغضب ہر شر اور برائی کی چابی ہے۔ (۹۶)

آپؑ کے بعض جوابات

ہمارے آئمہ مشکل امور میں جائے پناہ اور مصائب میں ملجا و ماویٰ تھے۔ امت مسلمہ طلب علم، معالم دین کی وضاحت، شبہات کے انکشاف، دفاع شکوک اور مجہول امور کی وضاحت چاہنے کے لیے ان کے پاس آتی جاتی تھی اور وہاں ایسے سوالات پیش ہوتے جن کا جواب کسی کے علم میں نہ ہوتا۔ انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے آسمانوں اور ان میں رہنے والوں کا زمین اور اس کی جڑوں کا ستاروں، سیاروں اور ان کے مداروں کا۔

آئمہ علیہم السلام نہایت خنداں پیشانی کشادہ روئی، محبت و مودت اور عالی اخلاق سے طلب علم کے لیے حوصلہ افزائی اور دل بڑھانے کی خاطر سائلین کا استقبال کرتے تھے۔ اس فصل میں امام صادق کے کچھ جوابات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ آپؑ سے سوال کیا گیا: کون سا جہاد افضل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ظالم امام وقائد کے سامنے حق بات کہنا۔(۹۷)

۲۔ آپؑ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں کہ اس میں خوف خدا اس قدر ہو کہ اس نے عورتیں، کھانا، خوشبو، چھوڑ دی ہو اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم وبزرگی کے پیش نظر آسمان کی طرف سر اٹھانے کی مجال نہ رکھتا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: تیرا قول عورتوں کو ترک کرنے میں ہے تو تجھے علم ہے کہ رسول اللہ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ تھا دیگر یہ کہ تیرا قول کھانے اور خوشبو کو ترک کرنے کے بارے میں تو رسول اللہ گوشت اور شہد کھاتے تھے، تیرا یہ قول کہ اس میں اتنا خوف پیدا ہو گیا ہے کہ وہ آسمان کی طرف سر نہیں اٹھا سکتا تو خشوع وخضوع دل میں ہوتا ہے اور کون ہے کہ جس کا خشوع وخضوع اور خوف وحذر رسولؐ اللہ سے زیادہ ہوگا۔ آپ تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر ''اور تمہارے لیے رسول اللہؐ میں بہترین اسوہ اور نمونہ ہے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے۔ (۹۸)

۳۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ لقمان کی وصیت میں کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں عجیب وغریب چیزیں تھیں اور سب سے زیادہ عجیب یہ کہ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اللہ کا خوف تجھے، اس قدر ہونا چاہیے کہ اگر تو جن وانس کی نیکیاں بھی لے کر آئے تو وہ تجھے عذاب کر سکتا ہے، اور اللہ سے اس قدر امید رکھ کہ اگر تو جن وانس کے گناہوں کے ساتھ اس کے پاس آئے تو وہ تجھ پر رحم کرے گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ اس کے دل میں دو نور ہوتے ہیں، ایک خوف کا نور اور ایک رجاء امید کا نور۔ اگر اس کا وزن کیا جائے تو اس سے زیادہ نہ ہوگا، اگر اس کو تولا جائے تو اس سے زیادہ نہ ہوگا۔(۹۹)

۴۔ آپؑ سے سوال کیا: کہ سود کو کیوں حرام کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا تا کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی واحسان کرنا نہ چھوڑ دیں اور روک دیں (۱۰۰)

۵۔ آپؑ سے مکارم کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مکارم دس ہیں۔ سچ بولنا، امانت ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا، مہمان نوازی، سائل کو کھانا کھلانا، نیکیوں کا بدلہ دینا، ساتھی کی ذمہ داری لینا، اور ان سب کا سر شرم وحیا ہے۔(۱۰۱)

۶۔ آپؑ سے آپؑ کے بعض اصحاب نے سوال کیا کہ اے فرزند رسولؐ خدا! آپؑ نے اپنے امر اور معاملہ کی بنیاد کس چیز پر رکھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: چار چیزوں پر۔ پہلی یہ کہ مجھے علم ویقین ہوا کہ میرا عمل میرے

علاوہ کوئی نہیں کرے گا۔ پس میں نے پوری کوشش کی اوراجتہاد کیا۔ دوسری یہ کہ مجھے علم ہے کہ خدا مجھ پر مطلع ہے پس میں نے شرم وحیا کو اپنایا۔ تیسری یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا رزق میرے علاوہ کوئی نہیں کھائے گا۔ پس میں مطمئن ہو گیا۔ چوتھی یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا انجام کار موت ہے۔ پس میں نے اس کے لیے تیاری کی۔(۱۰۲)

۷۔ آپؑ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ ایسی تعلیم دیجئے کہ میں دنیاوآخرت کی بھلائی کرلوں لیکن کلا م میں طول نہ دیجئے۔ فرمایا جھوٹ نہ بولو۔(۱۰۳)

۸۔ آپؑ سے عرض کیا گیا: اللہ کے نزدیک مخلوق میں زیادہ مکرم ومحترم کون ہے فرمایا: جو سب سے زیادہ خدا کا ذکر کرے اور اللہ کی اطاعت میں زیادہ عمل کرے۔

عرض کیا گیا: مخلوق میں سے اللہ کے یہاں زیادہ مبغوض کون ہے۔ فرمایا: جو خدا کو متہم سمجھے تو میں نے عرض کیا کہ کیا کوئی خدا کو متہم سمجھ سکتا ہے؟ فرمایاہاں! جو شخص اللہ سے استخارہ کرے اور استخارہ اس کی امید کے برخلاف آئے تو وہ ناراض ہو۔ ایسا شخص اللہ کو متہم سمجھتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اور کون؟ فرمایا: جو اللہ کی شکایت کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا خدا کی بھی کوئی شکایت کرتا ہے؟ فرمایاہاں! وہ جو جب مبتلا ہو تو اس سے زیادہ شکایت کرے کہ جو مصیبت اس کو پہنچی ہے میں نے عرض کیا: اور کون؟ فرمایا: وہ کہ جسے جب دیا جائے تو شکایت کرے کہ جو مصیبت اس کو پہنچی ہے۔ میں نے عرض کیا: اور کون؟

فرمایا: وہ کہ جسے جب دیا جائے تو شکر ادا نہ کرے اور جب مبتلا ہو تو صبر نہ کرے۔

میں نے عرض کیا کہ اللہ کے یہاں مخلوق میں سے زیادہ مکرم ومحترم کون ہے؟

فرمایا وہ جسے جب دیا جائے تو شکر ادا کرے اور جب مبتلا مصیبت ہو تو صبر کرے(۱۰۴)

۹۔ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ خدا نے زنا وبدکاری کو کیوں حرام کیا؟ فرمایا: چونکہ اس میں فتنہ وفساد، مواریث کا غلط جگہوں میں چلا جانا اور انساب کا منقطع ہونا ہے۔ زنا کی صورت میں عورت نہیں جانتی کہ وہ کس سے حاملہ ہوئی ہے۔ نہ ہی بچہ جان سکتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے، نہ ہی صلہ رحمی ہو سکتی ہے اور نہ ہی قرابت ورشتہ داری متعارف ہو سکتی ہے۔

آپؑ سے عرض کیا گیا کہ لواطت کو کیوں حرام کیا گیا؟ فرمایا اگر لڑکوں سے بدفعلی حلال ہوتی تو مرد عورتوں سے بے نیاز ہو جاتے اور اس میں قطع نسل اور تعطیل فروج ہوتی اور اس کی اجازت دینے میں بہت ہی بڑا فساد اور خرابی ہوتی۔(۱۰۵)

۱۰۔ آپؑ سے ایک شخص نے عرض کیا خدا آپؑ کو صالح اور درست رکھے، کیا شراب پینا زیادہ برا ہے یا نماز ترک کرنا آپؑ نے فرمایا: کہ شراب پینا۔ پھر اس سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟ اس نے عرض

کیا نہیں! فرمایا: کیونکہ شراب پینے والا ایسی حالت میں ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو بھی نہیں پہچانتا (۱۰۶)

آپؑ گناہان کبیرہ کو شمار کرتے ہیں

گناہان کبیرہ وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے شدت اختیار کی اور آگ کی دھمکی دی ہے۔ علماء نے اس کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سات ہیں اور دوسرے انہیں ستر تک شمار کرتے ہیں۔

عمرو بن عبیدہ فقیہ بصرہ امام جعفر صادقؑ کی پناہ میں جاتا ہے تاکہ آپؑ اسے گناہان کبیرہ سے آگاہ فرمائیں اور ان پر کتاب خدا سے شہادت لائیں۔

امامؑ اسے اس کے سوال کا جواب بھی دیتے ہیں جس میں گناہ کبیرہ کو شمار کرتے ہیں کبھی قرآن کریم سے اور کبھی حدیث رسول سے اس پر شاہد لاتے ہیں۔ گویا آنجنابؑ نے ان کو ایک عرصہ سے اس کے لیے تیار کر رکھا تھا اور میرا گمان غالب ہے کہ ان کبائر کو جاننا ہمارے لیے اہم نہیں ہے، بلکہ ان سے اجتناب و گریز کرنا اور ان سے ہمیشہ دور رہنا اہم ہے۔

عمرو بن عبیدہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ''ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ'' (اجتناب کرو ان کبائر سے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے) کی تلاوت کی اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ گناہان کبیرہ کو کتاب خدا سے پہچانوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں! اے عمر پھر آپؑ نے ان کی تفصیل بیان فرمائی۔

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ''ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ'' بے شک اللہ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے

۲۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ ''ولا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون'' اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں مگر کافروں کی قوم۔

۳۔ عقوق والدین''

ماں باپ کی نافرمانی۔ کیونکہ عاق والدین جبار شقی ہے۔ ''برا بوالدی ولم یجعلنی جباراً شقیا'' درآنحالیکہ میں نیکی کرنے والا ہوں اپنی والدہ کے ساتھ اور مجھے جبر کرنے والا اور شقی و بدبخت قرار نہیں دیا۔

۴۔ قتل نفس''

ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاوہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ

واعدله عذابا عظیما ''جوشخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور خدا کی لعنت اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۵۔قذف محصنات''

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا ''ان الذین یرمون المحصنات الغلافات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم۔ جولوگ پاک دامن غافل مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں انہیں دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۶۔ یتیم کا مال کھانا ''ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا '' وہ جو یتیموں کے مال ظلم کر کے کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھرتے ہیں عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔

۸۔میدان جنگ سے بھاگ جانا۔

''ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحر فا لقتال او متحیز الی فئه فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جھنم وبئس المصیر ''اور وہ کہ جو اس دن پشت دے جائے مگر جو جنگ کے لیے کنارہ کشی کرے، یا کسی دستہ کے اندر جانا چاہے، تو اس نے اللہ کے غضب میں اپنی جگہ بنائی اور اس کی پناہ گاہ جہنم ہے اور وہ بری بازگشت ہے۔

۸۔سود کھانا۔

''ولذین یاکلون الربا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ''سود کھاتے ہیں وہ نہیں اٹھ سکیں گے مگر اس طرح کی جنہیں شیطان چھو کر مخبوط الحواس کردے۔

۹۔جادو۔

''وقد علموا لمن اشتراہ ماله فی الاخرۃ من خلاق ''اور وہ جان گئے ہیں کہ جو بھی اسے خریدے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

۱۰۔زنا و بدکاری۔

''ولا تقربو الزنا انه کان فاحشه وساء سبیلا ''اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں مگر کافروں کی قوم۔

۱۱۔ جھوٹی قسم کھانا۔

"الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمناً قلیلا اولئك لاخلاق لهم فی الاخرہ ولا یکلمهم الله ولا ینظر علیهم یوم القیامه ولا یز کیهم ولهم عذاب الیم"

لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑے سے پیسے لے لینے میں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں خدا ان سے بات نہیں کرے گا، نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کی جائے گی، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۲۔ ملاوٹ کرنا۔

"(ومن یغلل یات بما غل یوم القیامه)" اور جو ملاوٹ ودھوکہ بازی کرتے ہیں قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ آئیں گے جس میں ملاوٹ کی تھی۔

۱۳۔ زکوۃ دینا۔

"والذین یکنزون الذهب والفضه ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم . یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوا بها جباههم وجنوبهم وظهور هم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون"

وہ جو سونے چاندی کو خزانہ بناتے ہیں، انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے اس دن جب انہیں آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان کے ساتھ ان کی پیشانیاں اور پہلو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا کہ یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا۔ پس اب انہیں چکھو۔ جنہیں خزانہ بناتے تھے۔

۱۴۔ جھوٹی گواہی۔

"والذین لایشهدون الزور" اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

۱۶۔ شراب پینا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔ "شارب الخمر کعابد الوثن" شراب پینے والا بت کی پوجا کرنے والے کے مانند ہے۔

۱۷۔نماز چھوڑ دینا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔"من ترك الصلوة متعمد أفقد برى من ذمه الله وذمه رسوله" جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ذمہ سے بری ہے۔

۱۸۔معاہدہ توڑنا اور قطع رحمی کرنا۔

"والذين ينقضون عهدالله من بعد ميثاقه ويقطعون ماامرالله به ان يوصل ويفسدون فى الارض اولئك هم الخاسرون"اور وہ لوگ کے عہد و میثاق کو اس کے پختہ ہونے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور قطع کر دیتے ہیں، جس کے وصل کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں تو وہ خسارے میں ہیں۔

۱۹۔جھوٹ بولنا۔

"واجتنبوا اقوال الزور" اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو۔

۲۰۔اللہ کے خلاف جرات کرنا۔

"افامنوا مكر الله ولا يامن مكر الله الا القوم الخاسرون" کیا وہ اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے، حالانکہ اللہ کے عذاب سے خسارے والی قوم کے علاوہ کوئی نڈر نہیں ہوتا۔

کفران نعمت:

"ولئن كفرتم ان عذابى لشديد" اور اگر تم کفران کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔

۲۲ کیل اور وزن میں کمی کرنا۔

ويل لمطففين ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے۔

۲۳۔لواطت۔

"الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش" وہ کہ جو بڑے گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں۔

۲۴۔ بدعت۔

آنحضرت کا ارشاد ہے ''من بتسم فی وجه مبتدع فقد اعان علی هدم دینه'' جو شخص کسی بدعت گھڑنے والے کے منہ کے سامنے ہنسے، تو اس نے اس کے دین کو منہدم کرنے میں تعاون کیا۔

پس عمرو بن عبید آپؑ کی بارگاہ سے نکلا، اس حالت میں کہ وہ چیخ چیخ کر رو رہا تھا کہ ہلاک ہوا وہ جس نے آپ کی میراث چھینی اور آپ لوگوں کے ساتھ علم و فضل میں نزاع کی۔ (۱۰۷)

آپؑ کے بعض مناظرے

امام صادق علیہ السلام کے زمانہ میں ترجمہ کرنے والے شروع ہو گئے جنہوں نے فلسفہ کو اغریق سے ترجمہ کیا اور متکلمین کے درمیان اس کا بازار گرم ہوا۔ مذہبی نزاعین اور جھگڑے بھی اس وقت قوت پکڑ گئے اور تخیل کے پردے پر نئے مذاہب اور فقہی آراء ظاہر ہو گئیں یہ سب چیزیں مسلمانوں کے درمیان کثرت مناظرہ کا باعث ہوئیں۔ اس کے ساتھ زمانہ میں کفر والحاد اور انکار خدا کی قوی و طاقتور لہر دوڑی جو مسلمانوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس شہر کی کمان ''ابن ابی العوجا،'' ابوشا کر دیصانی، عبداللہ بن مقفع عبدالملک بصری، میں سے ہر ایک کر رہا تھا۔ یہ جماعت ایک خاصے عرصہ تک کھیل کھیلتی رہی یہاں تک کہ حکومت نے اہتمام کیا، ان پر پابندی لگا دی، ان کا پیچھا کرنے لگی۔ اور ان میں سے جو مل جاتا اسے قتل کر دیتی۔

متکلمین ارباب مذاہب اور ملحدین اپنے شباب دور کرتے اور اپنے علم و استعداد کے بل پر مناظرہ کرنے کے لیے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے آنجنابؑ ہر ایک کے ساتھ اس کے مسلک کے مطابق گفتگو کرتے، اس کے کلام کے ساتھ اسے پابند کرتے، مسلمانوں کے ساتھ کتاب وسنت سے، فلسفیوں کے ساتھ فلسفہ وحکمت سے، طبیعی و مادہ پرستوں سے طبیعت و مادہ سے طبیب کے ساتھ طب کے ذریعہ گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات اظہار حق، عذر کو منقطع اور حجت کو قائم کرنے کے لیے آپؑ خود کسی سے مناظرہ کی ابتداء فرماتے تھے۔

ڈاکٹر کیالی کہتے ہیں کہ مناظرہ اور جدل میں آپؑ کا موقف ایک مناظر، عالم اور مومن فیلسوف کا ہوتا جو اپنی حجت و برہان میں قوی اور عقل و استدلال میں بھاری تھا آپؑ اپنے علم و آراء کو صراحت کے ساتھ بیان فرماتے اور واضح بلاغت وقطعی ادلہ کے ساتھ اپنے مدمقابل کی رد و تردید کرتے تھے۔ (۱۰۸)

استاد کبیر محمد ابوزہرہ نے کہا ہے کہ امام صادقؑ کے مناظرے مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ آپؑ علماء کے درمیان عرفان کا مصدر تھے زندیقیوں کے سوالات اور توجیہات ہر اس مسئلہ میں کہ جس کا جواب دینا علماء کے لیے مشکل تھا آپؑ ان کے مرجع قرار پا چکے تھے۔ وہ ہر چیز میں شک کو ابھارتے تھے اور بیہودہ و واہی عبارات

سے تمسک پکڑتے تھے تا کہ حقائق اسلامی اور وجدانیات کے گرد کہ جو اسلام کے خواص تھے، غبار کھڑا کردیں۔(۱۰۹)

اگر وہ تمام مناظرے ہم جن کی واقفیت رکھتے ہیں جمع کریں تو ایک مستقل کتاب تیار کرنی پڑے گی، لہٰذا اس کتاب کے حجم کی مناسبت سے اختصار کر کے چند ایک کو بیان کرتے ہیں۔

۱ ڈاکٹر احمد امین کہتے ہیں کہ آپؑ نے رائے (وقیاس) کے بارے میں ابوحنیفہ سے مناظرہ کیا۔ اس سے پوچھا کہ قتل نفس اور زنا میں کون زیادہ برا ہے۔ اس نے کہا کہ قتل نفس، آپؑ نے فرمایا کہ خدا نے قتل نفس میں تو دو گواہ قبول فرمائے ہیں اور زنا میں چار سے کم قبول نہیں کئے۔

پھر سوال کیا، نماز وروزہ میں سے کون زیادہ بڑا ہے۔ اس نے کہا کہ نماز۔ آپؑ نے فرمایا: پھر حائض عورت کو کیا ہوا کہ وہ روزہ کی قضا تو کرتی ہے لیکن نماز کی قضا نہیں کرتی۔ تیرا قیاس کس طرح کھڑا ہوسکتا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور قیاس نہ کیا کرو۔(۱۱۰)

۲۔ ابوحنیفہؒ نے آپؑ سے ''واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین'' (اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے مشرک نہیں ہیں) کے بارے میں سوال کیا آپؑ نے فرمایا: اے ابوحنیفہ! تم کیا کہتے ہو؟ کہا میں کہتا ہوں وہ ہرگز مشرکین سے نہ تھے۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے۔ ''انظر کیف کذبو اعلی انفسھم'' دیکھو انہوں نے کس طرح اپنے آپ کی تکذیب کی۔ اس نے کہا: اے رسول اللہؐ کے فرزند! آپؑ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ اہل قبلہ سے ایک قسم تھی جنہوں نے اس طرح سے شرک کیا کہ انہیں معلوم نہیں ہوا۔(۱۱۱)

۳۔ ابوشاکر دیصانی زندیق و منکر خدا ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: اے جعفر بن محمدؑ! مجھے میرے معبود پر رہبری فرمائیے۔ آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اچانک وہاں ایک چھوٹا بچہ آیا جو ہاتھ میں انڈا لیے ہوئے اس سے کھیل رہا تھا۔ آپؑ نے لڑکے سے فرمایا یہ انڈا مجھے دیدو۔ اس نے دے دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے دیصانی! یہ ایک محفوظ و مکنون قلعہ ہے۔ اس پر سخت چمڑا ہے اور اس چمڑے کے نیچے ایک پتلا چمڑا اور جلد ہے اور اس نیلی جلد کے نیچے بہنے والا سونا اور بہنے والی چاندی ہے۔ نہ تو بہنے والا سونا پگھلی ہوئی چاندی سے ملتا ہے اور نہ پگھلی ہوئی چاندی بہنے والے سونے سے خلط ملط ہوتی ہے۔ پس یہ اپنی حالت پر برقرار ہے اس میں سے کوئی اس کی اصلاح و درستی کرنے والا باہر نہ آیا کہ جو اس کی درست کی خبر دے اور نہ ہی کوئی اسے خراب کرنے والا اس میں داخل ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کے خراب ہونے کی خبر دے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ نر کے لیے پیدا کیا گیا ہے یا مادہ کے لیے یہ طاؤسوں، موروں جیسے رنگوں کے ساتھ پھٹتا ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی مدبر ہے؟ اس نے کچھ دیر سر نیچے جھکائے رکھا پھر کہا۔ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له واشھد ان

محمدًا عبداہ وسولہ واطلك امام و حجۃ من اللہ علی خلقه وانا تائب مما كنت فيه۔'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور آپؑ امام اور اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہیں۔ میں اس سے توبہ کرتا ہوں کہ جس میں میں تھا۔(۱۱۲)

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ ابن ابی العوجاء نے ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے خدائے تعالیٰ کے فرمان۔''كلما نضجت جلودهم بدلناها جلودا غيرها ليذوقوا العذاب۔''(جب ان کے چمڑے پکجاتے تو ہم انہیں دوسرے چمڑوں میں بدل دیتے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں) کے بارے میں سوال کیا کہ اس دوسرے چمڑے کا کیا گناہ ہے۔

۵۔ آپؑ سے ابن ابی العوجاء نے سوال کیا کہ اگر معاملہ یہی ہے کہ جیسے آپؑ نے بیان کیا تو پھر خدا کے لیے کون سی چیز مانع ہے تمام مخلوق کے سامنے اپنے ظہور اور اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے کے لیے تاکہ دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں تو وہ کیوں ان سے چھپا ہوا ہے اور اس کے باوجود اس نے رسول بھیجے ہیں۔ اگر وہ بذاتہ ظاہر ہوجاتا تو اس کے بارے میں اعتقاد رکھنے کے لیے زیادہ سہولت ہوتی۔

حضرت جعفرؑ نے جواب دیا کہ وہ تجھ سے کس طرح چھپا ہوا ہے کہ جس نے اپنی قدرت کا خود تجھ میں اور تیری نشوونما میں اظہار کیا ہے۔ الخ۔ آپؑ کا جواب بہت بلیغ تھا۔ یہاں تک کہ ابن ابی العوجاء نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ مسلسل میرے لیے اللہ کی وہ قدرت شمار کرتے رہے جو میرے نفس میں تھی اور جس کی میں نفی نہیں کرسکتا تھا یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ اللہ آپؑ کے اور میرے درمیان اتر آیا ہے۔(۱۱۴)

۶۔ ربیع کہتا ہے کہ ایک ہندی نے منصور کے پاس طب کی کتاب کی قرات کی۔ جناب صادقؑ بھی منصور کے پاس موجود تھے۔ آپ اس کی قرات کو خاموشی سے سنتے رہے جب وہ فارغ ہوا تو اس نے عرض کیا اے ابا عبداللہؑ کیا آپؑ اس میں سے کچھ چاہتے ہیں جو میرے پاس ہے؟ فرمایا نہیں کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تیرے پاس ہے اس نے کہا وہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ میں گرم کا سرد سے اور سرد کا گرم سے، تر کا خشک سے اور خشک کا تر سے علاج کرتا ہوں اور ہر چیز کو میں خدا کی طرف پلٹاتا ہوں۔ میں اس پر عمل کرتا ہوں جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا جان لے کر معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور احتیاط ہی بہت بڑی دوا ہے اور میں بدن کو جس چیز کا چاہتا ہوں عادی بناتا ہوں۔ اس نے کہا۔ تو کیا طب میں اس کے علاوہ کچھ ہے؟

جناب صادقؑ نے فرمایا: کیا تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ چیزیں کتب طب سے لی ہیں، اس نے کہا ہاں ! فرمایا نہیں! خدا کی قسم! میں نے یہ سب کچھ نہیں لیا مگر خدا سبحانہ وتعالیٰ سے پس مجھے بتاؤ کہ میں طب کو زیادہ جانتا ہوں یا تم اسنے کہا میں زیادہ جانتا ہوں فرمایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اس نے کہا۔ سوال کیجئے۔ آپؑ نے اس

سے بیس مسئلوں کے بارے میں سوال کیا اس نے کہا میں نہیں جانتا صادق علیہ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں اور یہ ان کے جواب ہیں سر میں کئی حالتیں ہیں کیونکہ مجوف (جو اندر سے کھوکھلا ہے) جب اس میں فاصلہ نہ ہوتو اس کی طرف درد و تکلیف جلدی سے آتی ہے۔ جب اس میں فاصلے ہوں تو درد اس سے دور رہتا ہے۔ اس کے اوپر بال اس لیے قرار دیئے تا کہ ان کی جڑوں ذریعہ تیل دماغ تک پہنچ جائے اور اس کے اطراف سے اس سے بخار نکلے، اس پر وارد ہونے والی گرمی سردی اس سے دور ہو سکے۔ پیشانی بالوں سے اس لیے خالی ہے کیونکہ آنکھوں کی طرف روشنی پڑنے کی جگہ ہے اور اس میں خطوط اور شکنیں جھریاں اس لیے قرار دیں تا کہ وہ پسینہ جو سر سے آتا ہے آنکھ میں جانے سے اس قدر رک جائے کہ انسان اس کو اپنے آپ سے دور کر سکے مثل زمین کی نہروں کے کہ جو پانی نیچے جذب کر لیتی ہیں۔ دو ابرو دونوں آنکھوں کے اوپر قرار دیئے ہیں تا کہ وہ دونوں آنکھوں پر بقدر ضرورت روشنی داخل کریں۔

اے ہندی کیا تو نے دیکھا نہیں کہ جس پر روشنی کا غلبہ ہو جائے وہ اپنا ہاتھ دونوں آنکھوں پر رکھ دیتا ہے تا کہ وہ ان میں بقدر کفایت نور جانے دے۔ ان دونوں کے درمیان ناک کو قرار دیا ہے تا کہ وہ روشنی کو دو حصوں میں آنکھوں کے لیے برابر تقسیم کردے۔ آنکھ کو بادام کی طرح بنایا ہے تا کہ دوا کے ساتھ سلائی پھر سکے اور بیماری اس سے نکل جائے۔ اگر وہ مربع یا مدور ہوتی تو نہ اس میں سلائی پھر سکتی، نہ دوا جا سکتی نہ خوشبو مشام میں پہنچ پاتی۔ مونچھیں اور ہونٹ منہ کے اوپر قرار دیئے ہیں تا کہ یہ دونوں دماغ سے نکلنے والی چیز کو منہ میں داخل ہونے سے روکیں اور انسان کے لیے اس کا کھانا پینا ناخوش گوار نہ ہو جائے۔ وہ ایسی چیز کو اپنے سے دور کر سکے۔ مرد کے لیے ڈاڑھی قرار دی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے منظر کو ظاہر کرنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس کے ذریعہ مرد عورت سے پہچانا جاتا ہے۔ اگلے دانت تیز قرار دیئے کیونکہ ان ہی سے کاٹنا پڑتا ہے۔ ڈاڑھی چوڑی بنائیں کیونکہ ان سے غذا کو پیسنا اور چبانا پڑتا ہے ناب (اگلے دانتوں اور داڑھوں کے درمیانی دانت) لمبے بنائے جیسا کسی مکان میں ستون ہوتا ہے۔

دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی رکھیں کیوں کہ ان سے اشیاء کو چھونا ہوتا ہے اگر دونوں میں بال ہوتے تو انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس چیز کو الٹ پلٹ رہا ہے۔ اور کسے چھو رہا ہے۔ بال و ناخن کو حیاۃ و روح سے خالی رکھا ہے کیونکہ دونوں کا لمبا ہونا قبیح ہے اور کاٹنا اچھا ہے۔ اگر ان میں روح وحیاۃ ہوتی تو انہیں کاٹنا تکلیف دہ ہوتا دل صنوبر کے دانہ کی طرح ہے اور الٹا ہے اس کا سر پتلا بنایا گیا کہ وہ پھیپھڑے میں داخل ہو۔ بس اس کی ٹھنڈک سے راحت وسکون ملے تا کہ دماغ اس کی گرمی سے جلنے نہ لگے۔ پھیپھڑے میں داخل ہو بس اس کی ٹھنڈک سے راحت وسکون ملے تا کہ دماغ اس کی گرمی سے جلنے نہ لگے۔ پھیپھڑے دو ٹکڑوں میں بنائے تا کہ دل ان کے درمیان رہے اور اس کی حرکت کے وقت اسے سکون ہو۔ جگر کو محدوب بنایا تا کہ وہ معدہ پر بوجھ ڈالے۔ وہ تمام

کا تمام اسی پر پڑتا ہے اسے نچوڑتا ہے اور اس میں جو بخارات ہوتے ہیں انہیں خارج کرتا ہے۔ گردہ لوبیئے کے دانے کی شکل کا ہے کہ منی (انسانی نطفہ) پشت کی جانب سے اس میں ایک ایک قطرہ بن کر آتی ہے۔ اگر وہ مربع یا مدور ہوتا تو پہلا نطفہ دوسرے سے رک جاتا تو اس کے نکلنے سے لذت حاصل نہ ہوتی کیونکہ منی پشت کے مہروں سے نکلتی ہے وہ مثل کیڑے کے ہے جو سکڑتا اور پھیلتا ہے، وہ تھوڑی تھوڑی مثانے پر پڑتی ہے جیسا کہ گولی اپنے مرکز سے نکلتی ہے۔

گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے جھکتے ہیں کیونکہ انسان آگے کی طرف چلتا ہے پس اس کی حرکات معتدل رہتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتو چلنے میں گر پڑے۔ پیروں کے تلوے درمیان سے اس لے خالی ہیں کہ اگر کوئی چیز ساری کی ساری زمین پر جا پڑے تو اس کا بوجھ چکی کے پتھر کی طرح ہو۔ لیکن اگر بوجھ کنارے پر پڑے تو اسے بچہ بھی اٹھا سکتا ہے اروا گر منہ کے بل پڑے تو پھر مرد کے لیے بھی اس کا اٹھانا مشکل ہو۔

وہ ہندوستانی نے کہا۔ آپؑ نے سچ فرمایا۔ ”وانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وعبدہ وانك اعلم اهل زمانك (۱۱۵) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں آپؑ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے زیادہ صاحب علم ہیں۔

۷۔ ایک زندیق نے ابوعبداللہؑ سے بہت سے مسائل دریافت کئے جن میں سے ایک یہ تھا۔ کس طرح مخلوق اللہ کی عبادت کرے جب کہ اسے دیکھا ہی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اسے دلوں نے نور ایمان کے ساتھ دیکھا ہے اور عقلوں نے اپنی بیداری کے ساتھ ثابت کیا ہے عینی طور پر اثبات کی طرح۔ آنکھوں نے حسن ترکیب اور تالیف محکم کے ذریعہ دیکھا ہے۔ پھر انبیاء نے معجزات کے ذریعہ اور کتب اور ان کے محکمات کے واسطے سے علماء نے اقتصار کیا اس چیز پر جسے انہوں نے اس کی عظمت و بزرگی میں سے دیکھا ہے اس کی ذات کو دیکھے بغیر زندیق نے کہا کہ کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان کے سامنے ظاہر ہوتا کہ وہ دیکھ کر اس کی معرفت حاصل کریں اور یقینی طور پر اس کی عبادت ہو سکے؟

آپؑ نے فرمایا: جو چیز محال ہے اس کا جواب نہیں۔

زندیق نے کہا: تو پھر آپؑ نے انبیاء ورسل کو کس طرح ثابت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہم جب ثابت کر چکے کہ ہمارا ایک خالق اور صانع ہے جو ہم سے اور تمام مخلوق سے بلند وبالا ہے اور یہ صانع حکیم ودانا بھی ہے، مخلوق کے لیے اس کا مشاہدہ ممکن نہیں، نہ ہی وہ اسے لمس کر سکتی ہے نہ وہ ان سے ملاپ رکھ سکتا ہے نہ یہ اس سے مل سکتے ہیں وہ ان سے حجت ودلیل پیش کرے اور وہ اس سے حجت بازی کر سکیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کے کچھ سفیر اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ہیں جو لوگوں کو ان کے مصالح ومنافع پر دلالت کرتے ہیں اور ان چیزوں پر جن میں ان کی بقاء ہے اور اس کے ترک کرنے میں فنا اور تباہی ہے۔

توحکیم وعلیم ذات کی طرف سے اس کی مخلوق میں امرونہی کرنے والے ثابت ہوئے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے لیے خالق کی طرف سے کچھ تعبیر وتفسیر کرنے والے ہیں وہی اللہ کے انبیاء اور مخلوق میں سے اس کے مصطفی بندے اور حکیم ودانا ہیں جن کی حکمت کے ساتھ تادیب کی گئی ہے مردوں کو زندہ کرنے، مادرزاد اندھوں اور مبروص (کوڑھی افراد) کو شفا بخشنے کے ساتھ۔ پس زمین خالی نہیں رہتی ایک حجت سے اور حجت خدا نہیں ہوتا مگر انبیاء کی اولاد میں سے خدا نے کبھی بھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر انبیاء کی نسل سے الخ۔ (۱۱۶)

۸۔ آپؑ سے ایک زندیق نے سوال کیا کہ مجھے خدا کے اس قول سے مطلع کرو۔ ''فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ'' اور سورۃ کے آخر میں یہ قول۔ ''ولن تستطیعوا ان تعدلوا ابین النساء ولو حرصتم فلاتمیلوا کل المیل'' پس نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں دو، تین اور چار سے اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہیں کر پاؤ گے تو پھر ایک ہی سے اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل کرو، چاہے طمع وحرص کرو تو پھر پورے طور پر کسی ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ۔

جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا یہ ارشاد (اگر تم ڈرتے ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک) تو اس سے مراد نفقہ ہے اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول (اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل کر سکو گے چاہے تم حرص بھی کرو۔ تو اس سے مراد محبت ہے۔ کیونکہ کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا کہ دو عورتوں کے درمیان محبت ومودت میں عدل کر سکے۔ (۱۱۷)

آپؑ کی مختصر دعائیں

کسی سے اس قدر دعائیں اور اذکار نقل نہیں ہوئے جتنے آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں۔ یہ ایسی خوبی ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ایسی کرامت وبزرگی ہے جس کے ساتھ یہ حضرات مخصوص ہیں۔

سید الاہل کہتے ہیں کہ کوئی شخص صنعت دعاء میں اہل بیتؑ سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا (۱۱۸) اہل بیتؑ کی دعاؤں کو بہت سے علماء نے کئی سو جلدوں میں جمع کیا ہے۔

کچھ علماء نے ان میں سے بعض دعاؤں کی شرحیں لکھی ہیں اور ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنہیں یہ نفیس آثار (دعائیں) علوم اور معارف الٰہی میں سے اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہیں اور وہ چیزیں کہ موجودہ دور میں ہمیں جن کی بے حد ضرورت ہے، اس لیے کہ وہ اہم عامل ہیں اخلاق اور کمال تہذیب نفس اور اس کی اصلاح کے لیے۔

امام جعفر صادقؑ سے بہت سی دعائیں نقل ہوئی ہیں۔ جناب آقائے مرحوم الشیخ محمد حسین مظفری مولف کتاب الصادق علیہ السلام نے ادعیہ الامام الصادق علیہ السلام کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کی ہیں جو ایک خطی (قلمی) نسخہ میں ابھی تک ہمارے دوسرے بہت سے نفیس میراث علمی کی طرح موجود ہے جیسا کہ شیخ احمد بن صالح بن طعان البحرانی نے امام صادقؑ کی وہ دعائیں جو وہ جمع کر سکے، ایک بڑی کتاب میں الصحیفہ الصادقیہ کے نام سے تحریر کی ہیں۔ یہ کتاب ابھی تک خطی (قلمی) نسخہ کی صورت میں ہے(۱۱۹)

ہم یہاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی مختصر دعاؤں کو ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک دعا جسے محمد بن زید شحام نے روایت کیا ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحیم. یامن ارجوہ لکل خیر وامن سخطه عند کل عثرۃ یا من یعطی الکثیر بالقلیل ویامن یعطی من ساله تحننا منه ورحمة ویامن اعطی من لم یساله. ومن لم یعرفه. وصل علی محمد واهل بیته واعطنی بمسالتی ایاك خیر الدنیا وجمیع خیر الاخرہ فانه غیر منقوص ما اعطیت وزدنی من سعه فضلك یا کریم"۔

اے وہ کہ جس سے میں ہر خیر واچھائی کی امید رکھتا ہوں اور لغزش کے وقت اس کی ناراضگی سے مامون ہوں۔ اے وہ کہ جو تھوڑے کے بدلہ میں زیادہ دیتا ہے، اے وہ کہ جو ہر سوال کرنے والے کو شفقت ورحمت کرتے ہوئے عطا کرتا ہے اور اے وہ کہ جو اس کو دیتا ہے جو اسے سوال نہیں کرتا اور اسے نہیں پہچانتا۔ محمد آل محمد پر رحمت بھیج۔ میرے سوال کرنے پر مجھے دنیا وآخرت کی سب بھلائیاں عطا فرما۔ جو کچھ تو عطا کرتا ہے اس میں کمی واقع نہیں ہوتی اے کریم! اپنے فضل وکرم کی وسعت میں سے مجھے اور عطا فرما۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ بلند فرمایا اور عرض کیا۔ "یا ذالمن والطول یا ذاالجلال والاکرام یاذالنعماء والجود ارحم شیبتی من النار" "احسان وبخشش، اے صاحب جلال واکرام، اے صاحب نعمات وجود وسخا! میری ڈاڑھی پر رحم کر اس سے کہ وہ جہنم کی آگ میں جائے۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر رکھا اور اسے نہیں اٹھایا جب تک آپؑ کی ہتھیلی آنسوؤں سے تر نہ ہوگئی۔

۲۔ آپؑ کی دعا:

"اللهم لك الحمد ان اطعتك ولك الحجه ان عصیتك لا صنع لی. ولا لغیری فی احسان ولا حجه لی ولا لغیری فی اسائة" (۱۲۰)

خدایا! اگر میں تیری اطاعت کروں تو میرے لیے تعریف ہے اور اگر تیری نافرمانی کروں تو تیرے لیے

حجت ودلیل۔ نیکی کرنے میں نہ میری کوئی کارکردگی ہے، نہ میرے غیر کی اور گناہ کرنے کی صورت میں نہ میرے پاس کوئی حجت ودلیل ہے، نہ میرے غیر کے لیے۔

۳۔ آپؑ کی دعا۔واجب نماز کے بعد:

"اللھم صل علی محمد وآل محمد اللھم انی اسئلك من کل خیر احاط به علمك، واعوذبك من کل سوء احاطه به علمك اللھم انی اسئلك العافیه فی اموری کلھا، واعوذبك من خزی الدنیا، وعذاب الاخره، واعوذبوجھك الکریم، وسلطانك القدیم،وعزتك التی لاترام، وبقدرتك التی لایمتنع منھا شیء من شر الدنیاء وعذاب الاخره ومن شر الاوجاع کلھا، ومن شر کل دابه ھو اخذبنا صیتھا۔ ان ربی علی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، توکلت علی الحی الذی لایموت، وقل الحمدللہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولی من الذل و کبرہ تکبیرا۔"(۱۲۱)

خدایا: محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات بھیج خدایا! میں تجھ سے ہراس خیر کا سوال کرتا ہوں جس کو تیرے علم نے گھیرا ہوا ہے اور تجھ سے ہراس برائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں جسے تیرے علم نے گھیرا ہوا ہے۔ خدیا! میں تجھ سے اپنے تمام امور میں عافیت چاہتا ہوں، تجھ سے دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، تیری کریم ذات، قدیم سلطانی اور تیری عزت وغلبہ سے جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا ہے اور تیری ایسی قدرت سے جس سے کوئی چیز امتناع نہیں کرسکتی، پناہ مانگتا ہوں دنیا کے شر اور آخرت کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں تیری کریم ذات، قدیم سلطانی اور تیری عزت وغلبہ سے جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا اور تیری ایسی قدرت سے جس سے کوئی چیز امتناع نہیں کرسکتی، پناہ مانگتا ہوں دنیا کے شر اور آخرت کے عذاب اور ہر درد کی برائی اور ہر جاندار کے شر سے جس کی پیشانی کو وہ پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے اور نہیں حول وقوت مگر اللہ کے ساتھ، جو بلند وعظیم ہے۔ میں توکل کرتا ہوں اس زندہ پر جس کے لیے موت نہیں اور کہو حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے نہ ملک میں کوئی اس کا شریک ہے، نہ ہی اس کا عجز سے کوئی ولی ہے اور اسکی بزرگی بیان کرو جو بزرگی بیان کرنے کا حق ہے۔

۴۔ آپؑ کی دعا جب منصور نے آپؑ کو بلایا اور خدا نے اس کے شر سے کفایت کی:

"اللھم احرسنی بعینك التی لاتنام واکفی برکنك الذی لایرام، واغفرلی

بقدرتك علی، ولا اهلك وانت رجائی۔ اللهم انت اكبر واجل مما اخاف واحذر

اللهم بك ادفع فی نحره واستعيذبك من شره" (۱۲۲)

خدایا! میری حفاظت فرما اس آنکھ سے جس کے لیے نیند نہیں، میرے کفایت فرما اس رکن کے ذریعہ جس کا قصد کیا جا سکتا۔ مجھے بخش دے اس قدرت کی وجہ سے جو تجھے حاصل ہے، میں ہلاک نہ ہونے پاؤں جب کہ تو میری امید ہے۔ خدایا! اس سے بڑا اور اجل ہے جس سے میں خوف کھاتا اور ڈرتا ہوں۔ خدایا! میں تیری ذریعہ اس کی گردن پر ضرب لگاتا ہوں اور تیرے ذریعہ اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

۵۔ منصور کے دربار میں داخل ہونے سے پہلے آپؑ کی دعاء جب اس نے آپؑ کو طلب کیا پس خدا نے اس کے شر سے کفایت کی۔

"حسبی الرب من المربوبين وحسبی الخالق من المخلوقين وحسبی الرازق من المرزوقين وحسبی الله رب العالمين حسبی من هو حسبی من يزل حسبی. حسبی الله لا اله الا هو. عليه توكلت. وهو رب العرش العظيم" (۱۲۳)

پروردگار میرے لیے کافی ہے ان سے جن کا وہ پروردگار ہے، خالق میرے لیے کافی ہے مخلوق کے مقابلہ میں، رازق کافی ہے رزق دیئے جانے والے سے۔ اور میرے لیے کافی ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔ میرے لیے کافی ہے اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہ اسی پر میں توکل کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

۶۔ "الحمدلله ادعوه فيجيبنی وان كنت بطيئاً حين يدعونی، والحمدلله الذی اسئله فيعطينی وان كنت بخيلاً حين يستقرضنی والحمدلله الذی استوجب الشكر علی بفضله. وان كنت قليل شكری. والحمد لله الذی وكلنی الناس اليه فاكرمنی ولم يكلنی اليهم فيهينو لی فرضيت بلطفك يارب لطفاء وبكفايتك خلفا اللهم يارب ما اعطيتنی مما احب فاجعله قوتلی فيما تحب. اللهم ومازويت عنی مما احب. وجعله قواما لی فيما تحب اللهم اعطنی ما احب واجعله خير الی اللهم ماغيبت عنی من الامور فلا تغيبنی عن حفظك وما فقدت فلا افقد عونك وما نيست فلا انسی ذكرك. وما مللت فلا امل شكرك. عليك توكلت. حسبی الله ونعم الوكيل" (۱۲۴)

حمد ہے اس خدا کی جس میں پکارتا ہوں تو وہ جواب دیتا ہے اگرچہ میں سستی کرتا ہوں جب تو مجھے پکارتا ہے حمد ہے

اس خدا کی جو اپنے فضل کی وجہ سے مستوجب شکر ہے اگرچہ بہت کم اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ حمد ہے اس اللہ کے لیے کہ مجھے لوگوں نے اس کے سپرد کر دیا ہے اس نے میری عزت وتکریم کی ہے اور اس نے مجھے ان کے سپرد نہیں کیا کہ وہ میری اہانت کرتے۔ پس میرے اللہ! میں تیرے لطف بالائے لطف ہونے کی وجہ سے راضی ہوں اور تیری کفایت پر (ان کی کفایت کی) جانشینی پر خوش ہوں۔ میرے اللہ! میرے پروردگار! جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے ان چیزوں میں سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں انہیں میرے لیے قوت قرار دے ان چیزوں میں کہ جنہیں تو پسند کرتا ہے۔ خدایا! جنہیں تو نے مجھ سے دور رکھا ہے ان چیزوں سے جو مجھے پسند ہیں۔ انہیں میرے لیے قوام قرار دے، ان چیزوں کے لیے کہ جو تجھے پسند ہیں، خدایا! مجھے وہ کچھ عطا کر جسے میں پسند کرتا ہوں۔ انہیں میرے لیے خیرو، بہتر قرار دے اور خدایا! جن امور کو تو مجھ سے غائب رکھے تو مجھے اپنی حفاظت سے نہ رکھ۔ جو کچھ میں مفقود پاؤں اور جن چیزوں کو میں بھول جاؤں، لیکن تیرے ذکر کو نہ بھولوں اور جس چیز سے میں ملول ورنجیدہ خاطر ہوں تیرے شکر سے ملول نہ ہو جاؤں اور تجھ پر میں توکل کرتا ہوں۔ میرے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔
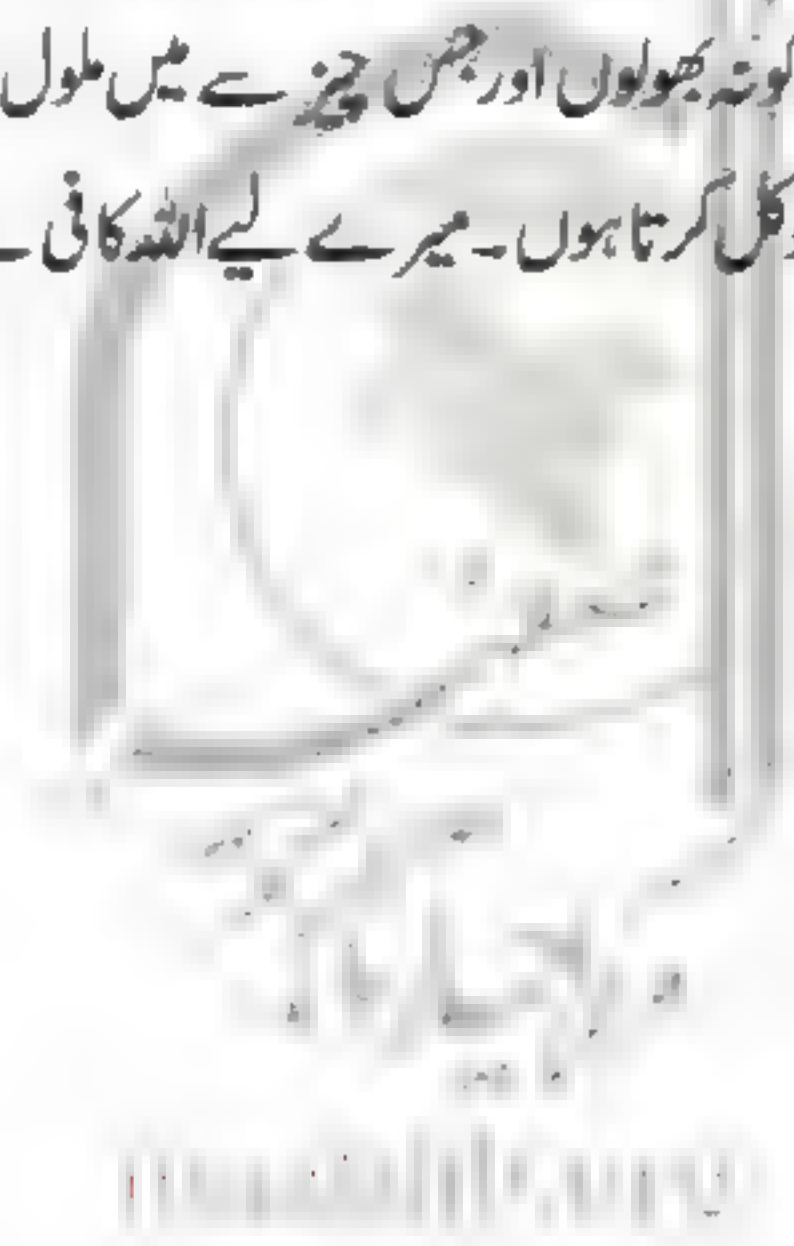
آپؑ کی قبولیت دعاء

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنے مقدس نفوس کو اللہ، اعلائے کلمۃ اللہ اور اس کے بندوں کی ہدایت کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔ اللہ نے انہیں کمال وعصمت ہبہ کی، علم ومعرفت عطا کی، اخلاق اعلیٰ اور صفات علیا کی رہبری فرمائی اور دین کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا، دین کا محافظ اور اس پر قیام کرنے والے قرار دیا غرض کہ ان پر اپنی نعمتیں اور الطاف واکرام تمام کر دیئے جو کچھ انبیاء کو دیا تھا اس میں کمی نہیں کی سوائے نبوت کے۔

اللہ نے اپنے انبیاء کو جو کچھ عطا فرمایا ان میں ایک ''استجابت دعا'' تھی اور یہ امر ہمارے لیے اپنی کتاب عزیز میں بیان فرمایا: ''**ونوحا اذنادی من قبل فاستجبناله فنجیناه واهله من الکرب العظیم** ''اور نوحؑ کہ جس نے پہلے ہمیں پکارا تھا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اسے اور اس کے ساتھیوں کو عظیم مصیبت سے نجات بخشی اللہ کے مزید فرمایا یا نجنی **واهل مایعملون فنجیناه واهله اجمعین** ۔ پروردگار مجھے او میرے ساتھیوں کو نجات دے اس سے کہ جو عمل وہ کرتے ہیں۔ پس ہم نے انہیں اور ان کے سارے خاندان کو نجات دی نیز خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔''**ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون ونجیناه واهله من الکرب العظیم** ''۔(۱۲۵) ہمیں نوحؑ نے پکارا پس ہم بہترین جواب دینے والے ہیں۔ ہم نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو مصیبت عظیم سے نجات بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ صفت آئمہ علیہم السلام کو مرحمت فرمائی۔ جن علماء نے آئمہؑ کے حالات قلمبند کئے ہیں انہوں نے آپؑ کی اس صفت کا بھی ذکر کیا ہے اور بعض ان واقعات کو نقل کیا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے لیے وارد ہوئے ہیں۔

اہل تاریخ وسیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؑ مستجاب الدعواۃ (جن کی دعا قبول ہوئی تھی) تھے۔ پس جس وقت آپؑ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرتے تو آپؑ کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ امر مقبول ہو جاتا۔(۱۲۶)

زید شحام کہتے ہیں میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا اور میرا ہاتھ ابو عبداللہؑ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؑ کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اے اشحام! میں نے دیکھا کہ میرے پروردگار نے میرے ساتھ کیا احسانات کئے ہیں۔ پھر آپؑ رونے لگے اور دعاء کی۔ پھر فرمایا: اشحا میں نے اپنے خدا سے دعا کی ہے زید اور عبدالسلام بن عبدالرحمن کے بارے میں اور وہ دونوں قید میں تھے۔ پس خدا نے وہ مجھے بخش دیئے ہیں اور انہیں چھوڑ دیا ہے(۱۲۸)

ہم ان صفحات میں آپؑ کی مقبول دعاؤں میں سے بعض کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جب حکم بن عباس کلبی بنی امیہ کے شاعر نے کہا:

صلبنا لكم زيدا على جذع نخله
ولم نر مهديا على الجذع يصلب
وقستم بعثمان عليا سفاهه
وعثمان خير من على واطيب

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی پر لٹکایا اور ہم نے کسی مہدی کو نہیں دیکھا کہ وہ کھجور کے تنا پر لٹکایا گیا ہو۔ اور تم نے علیؑ کا عثمانؓ سے بیوقوفی کی بنا پر قیاس کیا ہے۔ حالانکہ عثمانؓ علیؑ سے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ ابوعبداللہؑ تک اس کا یہ قول پہنچا تو آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے جب کہ وہ کانپ رہے تھے اور آپؑ یہ کہہ رہے تھے خدایا! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اس پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے۔ پس اسے بنی امیہ نے کوفہ کی طرف بھیجا تو اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔ یہ خبر حضرت صادق تک پہنچی تو آپؑ سجدہ میں گر پڑے اور فرمایا: حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کیا۔ (۱۲۸)

۲۔ عبداللہ بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ میں ربذہ میں منصور کے ساتھ تھا۔ اس نے کسی کو ابوعبداللہؑ کے پاس بھیجا۔ پس وہ آپؑ کو لے آیا۔ جب آپؑ کو لایا گیا تو منصور بھیجا کہ اسے جلدی لاؤ۔ خدا مجھے قتل کر دے اگر میں اسے قتل نہ کروں۔ پس آپؑ کو اس کے پاس چند شاہی سپاہیوں کے ساتھ لائے۔ جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے۔ جب دروازہ میں داخل ہوئے تو منصور نے آپؑ کو دیکھا اور کہا: مرحبا اے فرزند رسول اللہؐ! اور آپؑ نے منصور کے پاس جاتے وقت کون سی دعا پڑھی تھی۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے کہا تھا "ماشاء اللہ ماشاء اللہ لا یاتی بالخیر الا اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ کل نعمۃ فمن اللہ ماشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (۱۲۹) جو کچھ اللہ چاہے، جو کچھ اللہ چاہے خیر و بھلائی کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں لا سکتا۔ جو کچھ اللہ چاہے۔ ہر نعمت اللہ ہی کی طرف سے ہے، جو کچھ اللہ نے چاہا ہے۔ کوئی طاقت وقدرت نہیں مگر اللہ کے ساتھ۔

۳۔ جس وقت داود بن علی مدینہ کے گورنر نے معلیٰ بن خنیس (۱۳۰) کو شہید کر دیا اور ان کا مال بھی قبضہ میں کر لیا تو آپؑ اس کے پاس گئے۔ آپؑ اپنی ردا کو کھینچ رہے تھے۔ اس سے فرمایا: تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ انسان بیٹے کے مر جانے پر سو جاتا ہے لیکن جنگ کی صورت میں نہیں سوتا؟ یاد رکھ! خدا کی قسم! میں تیرے لیے بددعا کروں گا۔ داؤد نے آپؑ سے آپؑ کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: آپؑ مجھے بددعا کی دھمکی دیتے ہیں۔ پس ابوعبداللہؑ اپنے گھر جانے کے لیے وہاں سے نکلے اور تمام رات قیام وقعود میں گزاری، یہاں تک کہ جب وقت سحر ہوا تو آپؑ اپنی مناجات میں فرما رہے تھے۔

"یاذالقوة القویه . یاذالمحال الشدید. ویاذا العزة التی کل خلقك لها ذلیل اکفنی هذا الطاغیه وانتقم لی منه."

اے قوی قوت والے! اے سخت تدبیر کرنے والے! اے اس عزت کے مالک جس کے سامنے تیری کل مخلوق ذلیل ہے اس سرکش کی میرے لیے کفایت فرما اور اس سے میرا انتقام لے۔

تھوڑی دیر گزری کہ چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی اور کہا گیا کہ داؤد بن علی مر گیا۔(۱۳۱) شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپؑ داؤد بن علی کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرمارہے تھے۔

"اللهم انی اسئلك بنورك الذی لایطفی وبعزائمك التی لاتخفی وبعزك الذی لاینقضی . و بنعمتك التی لاتحصی وبسلطانك الذی کففت به فرعون عن موسی."(۱۳۲)

خدایا! میں تیرے اس نور کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو کبھی بجھتا نہیں تیرے ان عزائم کا واسطہ جو مخفی نہیں رہتے، تیری اس عزت کا واسطہ جو ختم نہیں ہوتی، تیری نعمتوں کا واسطہ جو شمار نہیں ہوسکتیں، تیری سلطنت کا واسطہ جس کے ذریعہ تو نے فرعون کو موسیٰ سے روکا۔

۴۔ آپؑ کے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا جب آپؑ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کے میزاب (پرنالہ) کے نیچے بیٹھے تھے۔ اس نے آپؑ پر سلام کیا پھر کہا: اے فرزند رسولؐ خدا! میں آپؑ اہل بیتؑ سے محبت رکھتا ہوں۔ پھر وہ رونے لگا، حضرت صادقؑ پر گر پڑا اور آپؑ کے سر اور دونوں پاؤں کے بوسے لینے لگا۔ حضرت صادقؑ اس سے پیچھے ہٹ گئے اور اس پر رحم کھاتے ہوئے آبدیدہ ہوئے۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: یہ تمہارا بھائی ہے اور تمہارے پاس تم سے پناہ لینے آیا ہے۔ پس تم اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ ان لوگوں نے ہاتھ بلند کئے پھر آپؑ نے فرمایا:

"اللهم انك خلقت هذه الانفس من طینه اخلصتها وجعلت منها اولیائك واولیاء اولیائك وان شئت ان تنحی عنهم الافات فعلت . اللهم وقد تعوذنا بیتك الحرام الذی یامن به کل شئی وقد تعوذبنا وانا اسئلك یامن احتجب بنوره عن خلقه. واسئلك بحق محمد. وعلی. وفاطمه والحسن. والحسین. یاغایه کل محزون. وملهوف. ومکروب. ومضطر. مبتلی ان تومنه بامننا. مما یجد وان تمحو من طیته مما قدر علیها من البلاء وان تفرج کربته یاارحم الراحمین۔

خدایا: تو نے ان نفوس کو پیدا کیا ایسی طینت سے کہ جسے تو نے خالص کیا اور تو نے اس سے اپنے اولیاء کے اولیاء قرار دیئے۔ اگر تو چاہے ان آفات وبلیات کو دور کردے۔ خدایا! تو ایسا کر سکتا ہے اور ہم نے تیرے بیت الحرام سے پناہ لی، وہ کہ جس سے ہر چیز ماموں ہے اور اس نے ہم سے پناہ لی ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر، اے ہر محزون ومغموم، مصیبت زدہ اور مضطر ومبتلا کی غایت وانتہا یہ کہ ہمارے امن کی وجہ سے اسے امن دے اس مصیبت سے جس میں وہ دکھی ومبتلا ہے، اس کی طینت سے وہ بلا جو مقدر ہو چکی ہے محو کردے اور اس کی مصیبت کو دور کردے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

جب آپؑ دعا سے فارغ ہوئے تو وہ شخص چلا گیا۔ جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو واپس آ گیا اور رونے لگا، اور کہا: خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے رہا ہے۔ خدا کی قسم! میں مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچا کہ اس دکھ درد میں سے تھوڑا یا بہت کچھ بھی مجھ میں باقی نہیں رہا۔ (۱۳۳)

۵۔ آپؑ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں! میرا باپ، میری ماں اور میرا خاندان ہم سب آپؑ کی ولایت کا دم بھرتے ہیں اور آپؑ سے محبت رکھتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: تم سچ کہتی ہو۔ پھر تم کیا چاہتی ہو۔ عرض کیا: اے رسولؐ خدا! کے فرزند میں آپؑ پر قربان جاؤں! میرے کندھے میں شدید درد ہے۔ آپؑ اللہ سے دعا فرمایئے کہ اسے مجھ سے دور کردے آپؑ نے فرمایا:

"اللهم انك تبرى الا كمه والا برص وتحى العظام وهى رميم. البسها عفوك وعافيتك"

خداوندا! تو نابینا اور مبروص (کوڑھی) کو صحت دیتا ہے اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کردیتا ہے اس کو اپنی عفو وعافیت کا لباس پہنا دے۔ پس وہ عورت کہتی ہے کہ خدا کی قسم! میں کھڑی ہوئی تو اس تکلیف میں سے تھوڑا بہت کچھ بھی باقی نہ رہا۔ (۱۳۴)

یونس کے چہرے پر برص پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس کی پریشانی کی طرف دیکھا۔ آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اللہ کی حمد وثنا کی اور نبی پاکؐ اور ان کی آل پر درود بھیجا۔ پھر بارگاہ خدا میں عرض کیا۔

"یاالله یاالله یاالله: یارحمن یارحمن یارحمن : یارحیم یارحیم یارحیم یاارحم الراحمین یا سمیع الدعوات یا معطی الخیرات صل علی محمد وعلی اهل بیته الطاهرین الطیبین واصرف عنی شر الدنیا وشر الاخرة واذهب عنی مابی فقد غاظنی ذلك وحزننی"

اے اللہ، اے اللہ، !اے رحمٰن اے رحمٰن، اے رحمٰن !اے رحیم، اے رحیم اے رحیم !اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے دعاؤں کو سننے والے، اے خیرات اور نیکیاں عطا کرنے والے رحمت نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر ان کے پاک وپاکیزہ اہل بیت پر، مجھ سے دنیا وآخرت کی برائیوں کو دور کردے اور مجھ سے وہ مصیبت جو مجھ پر ہے اور اس نے مجھے غیظ وغضب میں مبتلا کررکھا ہے، دور کردے۔ وہ کہتا ہے خدا قسم! ہم مدینہ سے نہیں نکلے تھے کہ برص کے نشانات وداغ مٹنے لگے، یہاں تک کہ بالکل ختم ہوگئے۔ (۱۳۵)

آپؑ سے حماد بن عیسیٰ نے عرض کیا کہ آپؑ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس قدر مال عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں اور مجھے اچھی جاگیر، اچھا گھر، اچھی بیوی، جو نیک گھرانے سے ہو اور اچھی اولاد عطا کرے۔ پس حضرت امام صادقؑ نے اس کی مطلوبہ تمام چیزوں کے لیے اس کے حق دعا فرمائی۔ البتہ آپؑ نے حج کو مقید کیا پچاس سال کے ساتھ پس خدا نے اسے وہ تمام چیزیں عطا کیں جن کا اس نے سوال کیا تھا اور اس نے پچاس حج کئے۔ جب اکاونویں حج پر جانے لگا اور وادی جحفہ (مکہ ومدینہ کے درمیان) پہنچے تو سیلاب آیا اور وہ اسے بہالے گیا تو اس کے غلاموں نے اسے مردہ حالت میں نکالا۔ پس اس کا نام "حماد غریق الجحفہ" ہوگیا۔ (۱۳۶)

آپؑ کے اشعار

شعر نفس کا آئینہ ہے۔ اس میں تمام وہ چیزیں منعکس ہوتی ہیں جو نفس انسان میں موجود ہوتی ہیں۔ خیر وشر میں سے جسے وہ اپنے اندر لئے ہوتا ہے اور وہ فضیلتیں رذالتیں جو اس کے سینہ میں چھپی ہوتی ہیں بحث وتمحیص کرنے والے حضرات کسی شخصیت کے لیے اس کے اشعار وکلام کا تحلیل وتجزیہ کرکے اس بنیاد پر اس کے حق میں حکم لگاتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ السلام کمال الٰہی اور عرفان محمدی کی تمثیل وتصویر ہیں جن میں فضائل مجسم ہوکر سامنے آئے ہیں ان کے نفوس مقدسہ میں اخلاق اعلیٰ اور صفات حمیدہ کی چھاپ ہوتی ہے۔ ان کے جدامجد نے انہیں اپنے اخلاق ومحاسن کا وارث بنایا ہے۔ پس خیر کثیر ان کی جبلت، خلق عظیم ان کی فطرت، ان کی گفتگو دانائی وحکمت اور ان کا نطق وعظ ونصیحت ہے۔

اسی طرح جو اشعار ان کی طرف منسوب ہیں وہ اخلاق، کمالات وعظ وارشاد، موت کی یاددہانی اور دیگر آداب واخلاق کے آسمانوں میں گردش کرتے ہیں۔

یہاں ہم وہ اشعار پیش کرتے ہیں جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہوکر وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے معصیت ونافرمانی کے بارے میں فرمایا:

تعصی الالہ وانت تظھر حبہ
ھذا العمر ك فی الفعال بدیع

تو اللہ کی نافرمانی کرتا اور اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ تیری جان کی قسم! یہ عمل دنیا میں بڑی عجیب سی بات ہے۔

لو کان حبك صادقا لاطعتہ
ان المحب لمن احب مطیع

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا۔ بے شک محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے(۱۳۷)

۲۔ صبر و تحمل کے بارے میں:

واذا بلیت بعسرۃ فاصبر لھا
صبر الکریم فان ذلك احزم

جب تو تنگی میں مبتلا ہو تو اس کے بارے میں صبر سے کام لے، جس طرح ایک کریم و شریف صبر کرتا ہے۔ یہی زیادہ عقل مندی کی بات ہے۔

لاتشکون الی العباد فانما
تشکو الرحیم الی الذی لایرحم

کبھی بھی مخلوق کی طرف شکایت نہ لے جا کیونکہ تو رحیم کی شکایت کر رہا ہے۔ اس سے کہ جو رحم نہیں کرتا۔

۳۔ تجار میں سے ایک تاجر کی آپؑ کے پاس آمد و رفت تھی اور وہ اپنی بہتر مالی حالت سے اپنا تعارف کراتا تھا۔ مگر حالات بگڑ گئے تو وہ آپؑ کی خدمت میں شکایت کرنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا:

فلاتجزع وان اعسرت یوما
فقد ایسرت فی زمن طویل

اگر تو کسی دن تنگ ہو گیا تو جزع فزع نہ کر کیونکہ تو طویل مدت تک خوش حال رہا ہے۔

ولا تیاس فان الیاس کفر
لعل اللہ یغنی عن قلیل

مایوس نہ ہو۔ مایوسی کفران نعمت ہے ہوسکتا ہے کہ خدا تجھے کچھ مدت بعد پھر غنی و تونگر بنا دے۔

ولاتظنن بربك ظن سوء

فان الله اولی بالجمیل

تو اپنے پروردگار کے بارے میں برا گمان نہ رکھ کیونکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے اچھا گمان رکھا جائے (۱۳۸)

۴۔ وفا کے بارے میں آپؑ کے اشعار:

وفینا یقیننا بعد الوفاء

وفینا تفرخ افراخه

اور ہم میں ہی یقیناً وفا تیار ہوتی ہے اور ہم میں ہی پھلتی پھولتی ہے۔

رایت الوفاء بذین الرجال

کمازین العزق شراخه

میں نے دیکھا کہ وفا مردوں کو زینت بخشتی ہے جس طرح درخت کے تنے کو اس کی شاخیں زینت دیتی ہیں (۱۳۹)

۵۔ آپؑ کے اشعار تحذیر و ترغیب پر۔

اتأمن النفس النفیسه ربها

فلیس لهاق الخلق کلهم ثمن

کیا نفیس نفس اپنے پروردگار کے عذاب سے مامون ہے جب کہ ساری مخلوق میں کوئی چیز اس کی قیمت نہیں بن سکتی؟

بها یشتری الجنات ان انا بعتها

بشئی سواها ان ذالکم غبن

اس کے ساتھ جنتیں خریدی جاتی ہیں اور اگر میں نے کسی اور چیز کے بدلے اسے بیچ دیا تو یہ خسارہ ہے۔

اذا ذهبت نفسی بدنیا اصبعها

قد ذهبت نفسی وقد ذهب الثمن

جب میرا نفس دنیا کے بدلے چلا گیا تو میں سمجھوں گا کہ نفس بھی گیا اور اس کی قیمت بھی گئی (۱۴۰)

۶۔ آپؑ سے ثوری نے کہا: اے فرزند رسول اللہ! آپؑ لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! زمانہ خراب ہو گیا ہے، بھائیوں میں تغیر و تبدیلی آ گئی ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ اکیلا رہنا دل کے زیادہ سکون کا باعث ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

ذهب الوفاء ذهاب امس الذاهب
والناس بين مخاتل وموارب

وفا گزرے ہوئے کل کی طرح چلی گئی۔ لوگ دھوکہ باز یا خودغرض ہیں۔

يفشون بينهم المودة والصفا
وقلوبهم محشوة بعقارب

آپس میں محبت وخلوص کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں بچھو بھرے ہوئے ہیں۔ (۱۴۱)

يفشون بينهم المودة والصفا
وقلوبهم محشوة بعقارب

۷۔ آپؑ کے اشعار موت کی یاد دہانی کے لیے:

اعمل على مهل فانك ميت
واختر لنفسك ايها الانسان

مہلتوں کے بیچ عمل کرلے اور اپنے نفس کے لیے اچھے اعمال کا انتخاب کرلے، اے انسان کیونکہ تو مرنے والا ہے۔

فكان ماقد كان لم يك اذمضى
وكانما هو كائن قد كان

پس گو وہ کہ جو کچھ تھا وہ نہیں تھا۔ جب وہ گزر گیا اور جو ہونے والا ہے گویا وہ پہلے ہی تھا (۱۴۲)

منصور عباسی کے ساتھ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بنی امیہ و بنی عباس دو حکومتوں کے ادوار دیکھے۔ ان سے جو مصائب آپؑ کو پہنچے سو پہنچے لیکن منصور عباسی کے دور میں آپؑ پر بے حد شدائد ومصائب وارد ہوئے۔ منصور نے آپؑ کے بعض اصحاب (۱۴۳) کو قید میں رکھا اور بعض کو شہید کر دیا۔ (۱۴۴) اس کے علاوہ طالبین کو (۱۴۵) شہید کرنا اور امامؑ کو کبھی ربذہ اور کبھی مختلف نوبتوں میں عراق لے جانا شدید مصائب تھے۔

بہر حال منصور کے دور حکومت میں آپؑ پر بہت سختیاں ہوئیں۔ اس نے کئی بار آپؑ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے آپؑ کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ منصور نے ابوعبداللہؑ کو کئی مرتبہ شہید کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب آپؑ کو شہید

کرنے کی غرض سے بلانے کے لیے آپؑ کے پاس کسی کو بھیجتا، آپؑ لائے جاتے اور وہ آپؑ کو دیکھتا تو ڈر جاتا اور آپؑ کو قتل نہ سکتا۔(۱۴۶)

منصور کا امام جعفر صادق پر شدائد کرنے کا سبب اس کا وہ بغض و حسد تھا جو علم اسلام کی علمبرداری اسلام کی نشر و اشاعت اور آپؑ کے علم و فضل کی خبریں سننے اور اپنے مقابلے میں عوام کی نگاہ میں آپؑ کو خلافت کا زیادہ حقدار پانے کی وجہ سے تھا۔ پس وہ اس کینہ وطغیان کی بنا پر آپؑ کے قتل پر آمادہ ہوتا اور طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کرتا، مگر اس کی قساوت وشدت اور قوت وطاقت آپؑ کو مرغوب نہ کرسکتی۔ اس زمانہ کو آپؑ علوم کے پھیلانے اور احادیث بیان کرنے کے لیے غنیمت سمجھتے، جیسا کہ آپؑ نے حسن بن علی وشا کی گفتگو میں مطالعہ کیا کہ اس نے کوفہ میں نوسو اساتذہ وشیوخ میں سے ہر ایک کو جعفرؑ بن محمدؑ سے حدیث کرتے سنا ہے۔

آپؑ کا منصور کے ساتھ ایک خاص نج تھا۔ آپؑ اسے مسلمانوں کے سامنے عریاں کرتے، جسے وہ ناپسند کرتا تھا، اس سے مقابلہ کرتے اور امت اسلامی کو ظالموں سے خواہ وہ جس قدر بھی سرکش وجابر ہوں معارفہ ومبارزہ کرنے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور زبان کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب وتعلیم دیتے۔ آپؑ سے عرض کیا گیا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ظالم امام وقائد کے سامنے کلمہ حق کہنا۔(۱۴۸)

ہم یہاں بعض وہ واقعات بیان کرتے ہیں جو امام علیہ السلام اور منصور کے درمیان پیش آئے۔

۱۔ احمد بن عمرو بن مقدام رازی کہتا ہے کہ منصور کے منہ پر مکھی آ بیٹھی۔ اس نے اسے ہٹایا وہ پھر آ بیٹھی۔ اس نے اسے ہٹایا۔ وہ پھر آ بیٹھی۔ یہاں تک کہ اس نے اسے پریشان کردیا۔ حضرت جعفرؑ بن محمدؑ اس کے دربار میں تشریف لائے۔ منصور نے دریافت کیا۔ اے ابوعبداللہ! اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ آپؑ نے فرمایا! تاکہ جبابرہ (جابر بادشاہوں) کو ذلیل کرے۔(۱۴۹)

۲۔ ابن حمدون نے تذکرہ میں کہا ہے کہ منصور نے جعفرؑ بن محمدؑ کو لکھا کہ آپؑ ہم سے اس طرح کیوں نہیں ڈرتے جس طرح دوسرے لوگ ہم سے ڈرتے ہیں۔ آپؑ نے جواب میں لکھا: ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم تجھ سے ڈریں، نہ ہی تیرے پاس آخرت کے امور میں سے کچھ ہے جس کی تجھ سے امید رکھیں، نہ ہی تو کسی خاص نعمت کا حامل ہے کہ تجھے مبارک باد دیں اور نہ ہی ہم تجھے کس مصیبت میں مبتلا دیکھتے ہیں کہ تجھ سے تعزیت کریں۔ پس ہم تیرے پاس کس لیے آئیں۔ اس نے جواب میں لکھا: آپؑ اس لیے ہمارے ساتھ رہیں کہ ہمیں وعظ ونصیحت کریں۔

آپؑ نے اسے جواب دیا: جو دنیا چاہتا ہے وہ تجھے نصیحت نہیں کرے گا اور جو آخرت چاہتا ہے وہ تیرے ساتھ نہیں رہے گا۔

منصور نے کہا: خدا کی قسم! انہوں نے میرے لیے لوگوں کے درمیان کی منازل میں امتیاز پیدا کردیا کہ

کون دنیا کو چاہتا ہے ان کے مقابلہ میں جو آخرت کو چاہتے ہیں۔(۱۵۰)

۳۔ آپؑ نے اس سے کہا: ہمارے خاندان قریش میں سے کسی نے کوئی خون نہیں بہایا مگر وہ کہ خدا نے اس سے ملک چھین لیا ہے۔(۱۵۲) ہمیشہ امام جعفر صادقؑ کی تصویر منصور کے لیے باعث خوف رہی، یہاں تک کہ اس نے مخفی طور پر انہیں زہر دلوا کر شہید کردیا۔(۱۵۳)

آپؑ علماء عظماء واکابرین کی نظر میں

کوئی مولف اگر چاہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں علماء واکابرین علماء کے کلمات وآراء کو جمع کرکے اور آپؑ کے حالات پر تصنیف وتالیف کی گئی کتب کے اقتصارات کو اکٹھا کرکے ایک نئی تالیف کرے تو وہ یقیناً ایک بہت ضخیم کتاب ہوگی۔ یہ آپؑ جیسی شخصیت کے لیے کچھ زیادہ نہیں ہے جس کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہو، جس نے علوم وفنون کی اتنی نشر واشاعت کی ہو کہ جس سے دنیا معمور ہوگئی ہو، جس نے فقہ، تفسیر، حدیث پہلے سے مروجہ علوم کے علاوہ بہت سے علوم کی بنیاد رکھی ہو اور ان علوم میں قابل قدر وشہرت یافتہ شاگرد پیدا کئے ہوں۔ ہم اپنے ہمیشہ کے طریقہ اختصار کے مطابق یہاں امام جعفر صادقؑ کے بارے میں کچھ کلمات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ زید بن علی بن الحسین علیہما السلام نے کہا ہر زمانہ میں ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی ایسا مرد ہوتا ہے جس کے ذریعہ خدا اپنی مخلوق پر حجت قائم کرتا ہے اور ہمارے زمانہ میں حجت خدا میرے بھائی کے فرزند جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔ جو ان کی اتباع وپیروی کرے گمراہ نہیں ہوگا اور جو ان کی مخالفت کرے ہدایت نہیں پاسکتا۔(۱۵۴)

۲۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جعفرؑ بن محمدؑ ان سب سے زیادہ فقیہ ہیں جنہیں میں نے دیکھا ہے۔ (۱۵۵) مزید کہا کہ میں نے جعفرؑ بن محمدؑ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔(۱۵۶) نیز امام ابوحنیفہ نے کہا۔ ''لولا السنتان لهلك لنعمان'' اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان (ابوحنیفہ) ہلاک ہوجاتا۔ ان کا اشارہ ان دو سالوں کی طرف ہے جن میں وہ تحصیل علم کے لیے امام جعفر صادقؑ کی صحبت میں رہے۔(۱۵۷)

امام ابوحنیفہ نے منصور عباسی کے دربار میں بعض مسائل دریافت کئے تو امامؑ نے یہ فرماتے ہوئے جواب دیا کہ تم (مراد اہل کوفہ) اس طرح کہتے ہو اور اہل مدینہ اس طرح۔ پھر آپؑ اپنی رائے کو بیان فرماتے جو ان میں سے کسی ایک کو موافق ہوتی یا دونوں کے مخالف ہوتی۔ ابوحنیفہ اس کے بعد کہا کرتے تھے کیا: ہمیں یہ روایت نہیں کی گئی (ان اعلم الناس اعلمهم باختلاف الناس) ''سب لوگوں سے زیادہ عالم وہ ہے جو لوگ کے اختلاف کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو۔''(۱۵۸)

ابوحنیفہ سے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابوحنیفہ! ایک شخص اپنا مال امام کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے۔

آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ کون مستحق ہے جس کے نام وقف کرے؟ ابوحنیفہ نعمان نے کہا کہ مستحق جعفرؑ بن محمدؑ ہیں، وہی امام برحق ہیں۔(۱۵۹)

۳۔ مالک بن انس (ایک مذہب کے امام) نے کہا: میں بڑی مدت تک جعفرؑ بن محمدؑ کے یہاں آتا جاتا رہا ہوں۔ پس میں آپؑ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا یا روزے کی حالت میں، قرآن پاک کی قرات میں مشغول پاتا۔(۱۶)

امام مالک نے مزید کہا کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں فتور ہوا ہے کہ کوئی شخص علم، عبادت اور ورع میں جعفرؑ بن محمدؑ صادق سے افضل ہو۔(۱۶۱)

۴۔ عمرو بن مقدام نے کہا ہے کہ جس وقت میں جعفرؑ بن محمدؑ کی طرف دیکھتا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ آپؑ انبیاء کے سلالہ اور اولاد میں سے ہیں (۱۶۲)

۵۔ ایک دن ابوشاکر دیصانی ابوعبداللہ علیہ السلام کی مجلس میں کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپؑ چمکتے ہوئے ستاروں میں سے ایک ہیں، آپؑ کے آباؤ اجداد واضح چودھویں کا چاند تھے، آپؑ کی مائیں عقل مند اور پاکیزہ خوشبو تھیں، آپؑ کی اصل کریم ترین اصل ہے۔ اور جب علماء کا ذکر ہو تو آپؑ کی طرف ہی آنکھیں اٹھتی ہیں۔ پس اے بحر ذخار! ہمیں مطلع کیجئے۔ (۱۶۳)

۶۔ عبداللہ بن مقفع نے کہا ہے: اس مخلوق کو تم دیکھ رہے ہو، اور اس نے اشارہ کیا مقام طواف کی طرف۔ ان میں سے ایک بھی نہیں جس کے لیے انسانیت کے نام کو میں ضروری سمجھوں، سوائے اس بیٹھے ہوئے بزرگ یعنی جناب امام جعفر صادقؑ کے۔ (۱۶۴)

۷۔ منصور عباسی نے ابن مہاجر سے کہا: جان لے کہ کوئی اہل بیتؑ نبوت میں سے نہیں مگر یہ کہ ان میں ایک مورث ہوتا ہے اور اس وقت ہمارے مورث جعفرؑ بن محمدؑ ہیں (۱۶۵)

نیز منصور نے کہا کہ آپؑ ان لوگوں میں ہیں جنہیں اللہ نے مصطفی کیا ہے اور آپؑ خیرات اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہیں (۱۶۶)

اس نے آپؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم ہمیشہ آپؑ کے علم کے سمندر سے چلو بھرتے رہے اور آپؑ کے قریب ہوتے رہے۔ آپؑ اندھے پن سے بصارت بخشتے ہیں اور اپنے نور سے گھٹا ٹوپ تاریکی کو جلا بخشتے ہیں۔ پس ہم آپؑ کے بھرے ہوئے سمندر اور مقدس بادل سے ناز و نعمت میں رہتے ہیں۔ (۱۶۷)

نیز اس نے کہا: آپؑ اہل بیت کے سردار، عالم اور بقیۃ الاخیار (نیک لوگوں کے وارث) ہیں۔ (۱۶۸)

یہ بھی اس نے کہا کہ یہ وہ ہیں جو آخرت کے خواہاں ہیں، نہ کہ دنیا کے (۱۶۹)

اس نے اپنے دربان ربیع سے کہا: یہ بنی فاطمہؑ میں سے وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق سے ناواقف نہیں، مگر

نادان اور جن کا شریعت میں کوئی حصہ نہ ہو۔(۱۷۰)

اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس سے کہا: جعفرؑ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے۔

"ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا۔" پھر ہم نے کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں بندوں میں سے چن لیا اور آپؑ ان میں سے ہیں جنہیں اللہ نے چن لیا ہے آپؑ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہیں(۱۷۱)

۸۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے کہا ہے: آپؑ اہل بیت رسولؐ کے عظماء واکابرین اور سرداروں میں سے ہیں۔(۱۷۲)

۸۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے کہا ہے: آپؑ اہل بیت رسولؐ کے عظماء واکابرین اور سرداروں میں سے ایک ہیں۔ عالم جلیل، قاری قرآن، اوراد متصلہ پر کار بند، زہد وتقویٰ کے حامل اور معنی قرآن کے پیروکار ہیں۔ قرآن کے سمندر سے معنی کے موتی وجواہر چننے والے اور عجائبات قرآن سے نتائج اخذ کرنے والے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اوقات کو مختلف اطاعتوں اور عبادتوں کے لیے تقسیم کیا ہوا ہے۔ آپؑ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے۔ آپؑ کی زیارت کرنا آخرت کو یاد دلاتا۔ آپؑ کا کلام سن کر لوگ دنیا میں متقی وپرہیزگار بنتے اور آپؑ کی ہدایت کی اقتداء جنت کا وارث بناتی ہے۔(۱۷۳)

۹۔ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی کہتے ہیں جعفر بن محمد صادق علیہما السلام دین کے بہت بڑے عالم، حکمت میں ادب کامل کے مالک اور دنیا میں بلند مرتبہ زاہد وپرہیزگار ہیں۔ شہوات وخواہشات سے ورع تام رکھتے ہیں۔ آپؑ ایک مدت تک مدینہ میں مقیم رہے اور موالیوں پر علوم کے اسرار کا فیضان کرتے رہے۔(۱۷۴)

۱۰۔ علی بن محمد بن احمد مالکی ملقب بہ ابن احمد مالکی ملقب بہ ابن الصباغ نے کہا ہے کہ آپؑ اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ ووصی اور ان کے بعد امر امامت کے ساتھ قائم تھے۔ اپنی جماعت میں بلند مرتبہ اور مال وعلم کا بار بار فیضان کرنے میں جلیل القدر تھے۔

پھر مزید کہا کہ لوگوں نے آپؑ سے اس قدر علوم نقل کئے جنہیں قافلہ لے کر چلے۔ ان کی آواز اور تذکرہ تمام شہروں میں پھیلا اور علما نے جتنی احادیث آپؑ سے ہیں اہل بیتؑ میں سے کسی سے بھی اتنی

احادیث نقل نہیں کیں۔

مزید کہا ابوعبداللہ جعفر صادقؑ مناقب وفضائل، صفات وشرف میں کامل ہیں۔ آپؑ کی بزرگی زمانوں کی پیشانی پر پسینہ کی طرح بہ رہی ہے اور مجد و بزرگی، عزت واحترام کی محفلیں آپؑ کے مفاخر و مآثر سے آباد ہیں۔(۱۷۵)

۱۱۔ فریدالدین عطار کہتے ہیں کہ آپؑ ملت مصطفی کے سلطان، حجت نبوی کی برہان عالم باعمل ہیں۔ یہ تحقیق کے عالم، یہ انبیاء کے دلوں کا میوہ، یہ سردار انبیاء کا دل، یہ نافذ علم وحکم، علیؑ و نبیؐ کے وارث، یہ عارف عاشق اور یہ جعفر صادقؑ ہیں۔(۱۷۶)

۱۲۔ احمد شہاب الدین خفاجی نے کہا ہے۔ جعفرؑ بن محمدؑ سے بہت سے لوگوں، مالک بن انس، سفیانین، ابن جریج اور ابن اسحاق نے روایت کی ہے اور ان کی جلالت، سیادت اور امامت پر ان کا اتفاق ہے۔ آپؑ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی کہا گیا ہے۔ کہ انہیں زہر دیا گیا۔ شافعی، ابن معین، ابوحاتم اور ذہبی نے انہیں روایت میں موثق قرار دیا ہے۔ آپؑ فضلاء وعلماء اہل بیتؑ سے تھے۔(۱۷۷)

۱۳۔ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری اتا بکی کہتے ہیں: ابوعبداللہؑ، ہاشمی، علوی، مدنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپؑ اہل مدینہ میں تابعین کے طبقہ سے ہیں۔ آپؑ کا لقب صابر، فاضل، طاہر ہے۔ زیادہ مشہور صادق ہے۔

مزید کہا ہے ان سے ابوحنیفہ، ابن جریج، شعبہ، سفیانیان اور مالک وغیرہ نے حدیث لی ہے۔ ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ میں نے جعفرؑ بن محمدؑ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔(۱۷۸)

۱۴۔ عبداللہ بن اسعد یافعی نے کہا ہے: امام، سید جلیل، سلالہ نبوت، معدن فتوت وجوانمردی، ابوعبداللہ جعفر صادق...... صادق کا لقب آپؑ سے اظہار صداقت کے سبب دیا گیا۔ توحید اور دوسرے موضوعات میں آپؑ کا نفیس کلام ہے۔ آپؑ کے شاگرد جابر بن حیان نے ہزاروں اوراق پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی ہے۔ جس میں آپؑ کے پانچ سو رسائل اور خطوط بھی جمع ہیں۔(۱۷۹)

۱۵۔ عبداللہ شبراوی الشافعی کہتے ہیں: آئمہؑ میں چھٹے جعفر صادقؑ ہیں جو بہت سے مناقب ومشہور فضائل کے حامل ہیں۔ ان سے بہت سے آئمہ مثلاً مالک بن انس، ابوحنیفہ، یحییٰ بن سعد، ابن جریج، ثوری، ابن عیینہ، اور شعبہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے حدیث کی روایت کی ہے۔ آپؑ کی ولادت بمقام مدینہ منورہ ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپؑ کے فضائل اور شرف انوار زمانہ کی پیشانی سے ہویدا ہیں۔ مجد و بزرگی اور عزت واحترام کی محافل آپؑ کے مفاخر و مآثر سے معمور وآباد ہیں۔ آپؑ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی۔(۱۸۰)

۱۶۔ عبدالرحمن بن محمد حنفی بسطامی نے کہا ہے کہ جعفرؑ بن محمدؑ کے دروازہ پر علماء کا اژدحام ہوتا۔ آپؑ

کے فانوس انوار سے اصفیا روشنی حاصل کرتے اور آپؑ اسرار کے غوامض اور حقائق کی بلندی پر اس وقت گفتگو کرتے تھے جب آپؑ کی عمر سات سال تھی (۱۸۱)

۱۷۔ محمد بن حبان بستی کہتے ہیں: جعفرؑ بن محمدؑ جنہیں صادقؑ کہا جاتا ہے اہل بیتؑ کے سادات اور عباد میں سے ہیں اور آپؑ تبع تابعین اور اہل مدینہ کے علماء سے ہیں (۱۸۲)

۱۸۔ محمد امین بغدادی سویدی نے کہا ہے۔ جعفر صادقؑ اپنے بھائیوں میں اپنے والد کے خلیفہ اور وصی تھے۔ ان سے وہ علوم منقول ہوئے ہیں جو کسی دوسرے سے منقول نہیں ہوئے۔ آپؑ حدیث کے امام تھے...... آپؑ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ (۱۸۳)

۱۹۔ ش سامی نے کہا: ہے جعفر صادقؑ کے حلقہ تدریس اور افادات میں امام اعظم ابوحنیفہ مسلسل حاضر ہوتے رہے اور سب سے پہلے آپؑ سے معارف ظاہری باطنی کا استفادہ کیا امام علیہ السلام کی علم جبر اور کیمیا میں ید طولیٰ حاصل تھا اور دوسرے علوم سے بھی واقف تھے۔ جن لوگوں نے امامؑ کی شاگردی کا شرف وفخر حاصل کیا ان میں سے فن کیمیا کا موجد جابر بھی ہے۔ زہد و تقویٰ وقناعت وحسن اخلاق میں کوئی آپؑ کی نظیر نہ تھا۔ آپؑ کے حسب وکردار کی بنا پر آپؑ کا لقب صادقؑ ہو گیا۔

مزید کہا ہے کہ ابتداء میں ابو مسلم خراسانی نے امام جعفر صادقؑ کو خلافت پیش کی، لیکن آپؑ نے قبول نہ فرمایا (۱۸۴)

۲۰۔ محمد خضری کہتے ہیں: ابوعبداللہ جعفر صادقؑ اہل بیتؑ کے سادات میں سے تھے اور آپؑ کو صدق مقال کی بنا پر صادقؑ سے ملقب کیا گیا۔ آپؑ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ سے مالک بن انس، ابوحنیفہ اور بہت علمائے مدینہ نے روایت کی ہے۔ (۱۸۵)

۲۱۔ محمد فرید وجدی نے کہا ہے: آپؑ اہل بیت نبویؐ کے سادات سے تھے۔ اپنے کلام صداقت کے باعث صادق کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپؑ افضل ترین لوگوں سے تھے۔ صنعت کیمیا میں آپؑ کے مقالات ہیں۔ آپؑ کے شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان صوفی طرطوسی نے ہزاروں اوراق پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی جس کے اندر جناب جعفرؑ بن محمدؑ کے پانچ سو رسائل بھی ہیں۔ (۱۸۶)

۲۲۔ ڈاکٹر احمد امین نے آپؑ کے علم، آپؑ کے مدرسہ اور آپؑ سے روایت کرنے والوں کے بارے میں طویل گفتگو کرنے کے بعد کہا ہے: خلاصہ یہ کہ جعفرؑ عظیم ترین شخصیات میں سے ہیں جو اپنے زمانہ میں اور اپنے زمانہ کے بعد صاحب آثار تھے۔ آپؑ کی وفات منصور کی حکومت کے دسویں سال میں ہوئی (۱۸۷)

۲۳۔ عبدالعزیز سید الاہل نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے مفاخرین سے ایک قابل فخر ہستی جس کا فخر بھی ختم نہیں ہوا بلکہ تا قیامت ہر آنے والے کل میں باقی رہے گا، جو زاہدوں کو زہد کی تعلیم دیتے ہیں، علماء ان سے علم

کسب کرتے ہیں، مضطرب و پریشان حال کو سکون واطمینان بخشتے ہیں، بزدل کو شجاع بناتے ہیں، تاریکیوں میں ہدایت کرتے ہیں اور عدل وانصاف کو قائم کرتے ہیں، وہ تمام مسلمانوں کو پکارتے ہیں آؤ متفق ومجتمع ہو جاؤ، وہ امام جعفرؑ ہیں جن کا اپنے پروردگار، اس کی کتاب اور اس کے نبیؐ میں اختلاف نہیں ہے۔ وہ جتنے بھی اختلاف رکھتے ہوں، عنقریب جمع ہو کر رہیں گے۔ (۱۸۸)

۲۴۔ ڈاکٹر عبدالرحمن کیالی نے کہا ہے کہ امام ابوعبداللہ جعفر صادقؑ ایک نمونہ اور ایک کامل وجامع ہستی تھے۔ رسولؐ، ان کے اہل بیتؑ کے مجاہد، اپنی اولاد اور اپنے بعد کے آئمہ اہل بیتؑ کے لیے ایک مصطفی وچنی وہوئی چمکنے والی روشنی کے مینار تھے۔ آپؑ اپنی ذات میں تمام کے تمام ظاہری و باطنی حقائق اسلام کی تصویر تھے (۱۸۹)

۲۵۔ خیرالدین زرکلی نے کہا ہے آپؑ تابعین میں سے جلیل ترین ہستی تھے اور علم میں مقام بلند کے حامل تھے۔ ایک جماعت نے آپؑ سے علم حاصل کیا ہے، جن میں دو آئمہ ابوحنیفہ و مالک ہیں۔ آپؑ کو صادق کا لقب اس لیے دیا گیا کہ آپؑ سے کبھی بھی کذب و جھوٹ پہچانا نہیں گیا۔ خلفائے بنی عباس کے ساتھ آپؑ کے کچھ واقعات ہیں۔ آپؑ ان کے خلاف بہت جری تھے اور حق کو وضاحت سے بیان فرماتے تھے۔ (۱۹۰)

باب ۷

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

مختصر تعارف:

آپؑ کے دادا: امام محمد باقرؑ

آپؑ کے والد گرامی: امام جعفر صادق علیہ السلام

آپؑ کی والدہ: حمیدہؓ بنت صاعد مغربی

آپؑ مقام ابواء: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک جگہ...... اتوار کے دن، ۷ صفر ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ امام جعفر صادق نے ان کے ولادت کے وقت ولیمہ کیا اور تین دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا۔

آپؑ کا حلیہ مبارک: آپؑ کا چمکیلا رنگ، مربع قامت تھی۔ گھنی ڈاڑھی رکھتے تھے۔

آپؑ کی کنیت: ابو ابراہیم، ابوعلی اور ابو اسمٰعیل تھی۔

آپؑ کے القاب: عبداللہ صالح، کاظم صابر، الصالح الامین، باب الحوائج، ذونفس، ذکیہ، زین المجتہدین، الوفی، الزاہر، المامون، طیب، سید۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش: الملک اللہ وحدہ

آپؑ کے صاحبزادے: علی الرضا، ابراہیم، عباس، قاسم، اسماعیل، ہارون، حسن، احمد، حمزہ، عبداللہ، اسحاق، عبیداللہ، زید، فضل اور سلیمان۔

آپؑ کی صاحبزادیاں: فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، رقیہ حکیم، ام ابیہا، رقیہ صغریٰ، کلثوم، ام جعفر لبانہ، زینب، خدیجہ، علیہ، آمنہ، حسنہ۔

آپؑ کے شاعر: سید حمیری

آپؑ کے دربان: محمد بن مفضل

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: منصور، محمد مہدی، موسیٰ ہادی، ہارون الرشید۔

آپؑ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ قید خانوں کی تاریکیوں میں گزارا۔ آپؑ کو مہدی عباسی نے قید کیا، بعد میں چھوڑ دیا۔ ہارون رشید نے آپؑ کو بصرے میں عیسیٰ بن جعفر کے یہاں قید رکھا، وہاں سے بغداد میں فضل بن ربیع کے پاس قید کیا، پھر فضل بن یحییٰ کے پاس اور پھر سندی بن شاہک کے پاس قید رکھا۔ (۱)

آپؑ کی شہادت: ہارون رشید کی طرف سے بھیجے ہوئے زہر سے جمعہ ۲۵ رجب ۱۸۲ھ کو شہید ہوئے۔

آپؑ کی امامت کی مدت: ۳۵ سال

آپؑ کی قبر: آپؑ کرخ کی جانب مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ آج آپؑ کا مزار مبارک بلندی اور نورانیت میں آسمان کا مقابل ہے۔ آپؑ کے مزار کے چوکھٹوں پر سونا تہہ بہ تہہ چڑھا ہوا۔ وہاں ساری دنیا کے مسلمانوں کا ہمہ وقت اژدھام رہتا ہے جو آپؑ کی ضریح اقدس کے گرد طواف کرتے ہیں۔

آپؑ کی خلافت کی نص

جس کا دعویٰ ہمارا غیر کرتا ہے وہ بات عجیب وغریب ہے کہ نبی کریمؐ فوت ہو گئے مگر اپنے بعد کسی کو وصی نہیں بنایا جو آپؐ کا قائم مقام ہو اور آپؐ کی جگہ پر کرے۔ یعنی آپؐ اپنے بعد امت کو بغیر کسی امام کے چھوڑ گئے جو امت کے معاملات کا انتظام کرے، اس کے انتشار کو دور کرے، گمراہ کو ہدایت کرے، حدود الٰہی کو قائم کرے، اس کی کجی کو دور کرے اور سنن اور طریق کو واضح کرے۔

مگر امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اپنی زندگی میں آپؐ مدینے سے کہیں جاتے وقت کسی نہ کسی کو ضرور اپنا جانشین بناتے۔ جب لشکر روانہ کرتے تو اس کا قائد مقرر فرماتے۔ بعض اوقات آپؐ نے ایک لشکر کے لیے ایک سے زیادہ سالار مقرر فرمائے۔(۲)

افسوس اس بات کا ہے کہ جب ہم کسی شخص یا کسی گروہ کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے لیے ایک سے ایک اچھے اعمال اختراع کرتے ہیں، ان کی طرف سے بڑے بڑے عذر پیش کرتے ہیں، ان کے اعمال کو صحیح بنانے کے لیے اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں خوب زور شور سے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ہم ان باتوں کی نسبت اللہ اور رسولؐ کی طرف دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی حجت نازل نہیں ہوئی۔ یہ ساری کوشش اور سعی اس عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے جو گذشتہ لوگوں سے سرزد ہوئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔

"والحق احق ان یتبع"

زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

اگر لوگ امام امیر المومنین علیہ السلام سے انصاف کرتے تو دوسری بہت سی نصوص کو چھوڑ کے صرف غدیر کی نص ان کے لیے کافی ہوتی۔ غدیر کے دن کی بیعت کو اکثر مسلمانوں نے دیکھا تھا۔ ان مراسم کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، جن کو اس دن رسول اعظمؐ نے جاری فرمایا اور پھر جو کچھ اس سلسلے میں قرآن کریم میں نازل ہوا۔

وفات رسولؐ کے بعد امت کا اس دن کو بھول جانا عجیب سی بات ہے۔

مگر ہوا یہی۔ حالانکہ عہد کا وقت قریب تھا۔ رسولؐ ابھی دفن نہیں ہوئے تھے اور سب گواہ بھی موجود تھے۔
یہ گفتگو بہت طویل ہے اور اتنی ہی دردناک بھی کیونکہ مسلمانوں کے سر پر جو کچھ آیا وہ یہیں سے آیا، ان میں جو افتراق اور فرقہ بندی ہوئی وہ اسی اختلاف کی وجہ سے۔

امام امیر المومنینؑ اکیلے ہی رسول اعظمؐ کی طرف سے خلافت کے لیے منصوص علیہ ہیں۔ اس طرح ان کی اولاد علیہم السلام والصلوٰۃ (۳)۔ آئمہ علیہم السلام میں سے بعض نے دوسرے بعض پر نص کی ہے سابق نے اس پر نص کی جو لاحق ہوا باپ نے بیٹے پر نص کی تا کہ حجت کو قائم کرے اور امت کے عذر کو دور کرے۔

اس باب میں ہم بعض وہ نصوص پیش کرتے ہیں جو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے لیے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے آئی ہیں۔

۱۔ محمد بن ولید کہتا ہے کہ میں نے علی بن جعفر بن محمد صادقؑ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد جعفرؑ بن محمدؑ کو اپنے خواص اور اصحاب کی ایک جماعت سے یہ کہتے سنا کہ میرے بیٹے موسیٰؑ کے لیے خیر کی وصیت کرو کیونکہ وہ میری اولاد میں سب سے افضل۔ اس کو میں اپنے بعد اپنا خلیفہ مقرر کئے جارہا ہوں۔ وہی میرا قائم مقام ہے اور میرے بعد اس کی ساری مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ (۴)

عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علیؑ بن ابی طالب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر کچھ ہو گیا، اور خدا مجھے وہ کچھ نہ دکھائے تو میں کس کو امام سمجھوں تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا۔
اس نے آپؑ سے سوال کیا کہ اگر موسیٰ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر کس کو امام مانوں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے بیٹے کو۔ (۵)

۳۔ فیض بن مختار کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہؑ سے عرض کیا کہ جہنم کی آگ سے میرا ہاتھ پکڑیں، آپؑ کے بعد ہمارے لیے کون ہے؟ اتنے میں ابو ابراہیمؑ داخل ہوئے اور وہ اس وقت نوخیز تھے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے صاحب ہیں۔ ان سے تمسک کرو۔ (۶)

نصر بن قاموس کے واسطے سے ابو عبداللہؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: موسیٰؑ بن جعفرؑ میرا بیٹا میرے بعد امام ہے۔ (۷)۔

۵۔ سلیمان بن خالد کہتا ہے کہ ابو عبداللہؑ نے ایک دن ابو الحسنؑ (موسیٰ) کو بلایا۔ ہم لوگ آپؑ کے پاس حاضر تھے۔ ہم سے فرمایا: تم پر لازم ہے اس کا دامن پکڑنا، یہی خدا کی قسم تمہارا میرے بعد صاحب ہے۔ (۸)

آپؑ کی عبادت

جب بھی آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی کا ذکر ہوتا ہے تو ذہن میں بہت ہی زیادہ علم، مسلسل عبادت، بے شمار اوراد و وظائف، صدقات کثیرہ، اخلاق عالیہ، آداب رفیعہ، جو برائی کرے اس سے علم و بردباری اور جو گناہ کرے اس سے چشم پوشی کی تصویر ابھرتی ہے۔ یہ حضرات اور مکارم اخلاق و اعمال لازم و ملزوم ہیں۔ گویا رفعت اور بلندی وہ لباس ہے جو آپ حضرات ہی کے لیے سلا ہے اور وہ اس کو زیب تن کئے ہوئے ہیں۔

ان صفحات میں امام موسیٰؑ بن جعفر کی عبادت کا ذکر ہے جس کے گواہ آپؑ کے القاب ہیں زین المجتہدین، عبد صالح، نفس ذکیہ، صابر اور دیگر القابات جو آپؑ کی صفات مقدسہ اور آپؑ کی ایک دوسرے سے متصل عبادات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تاریخ میں کوئی قیدی سوائے موسیٰؑ بن جعفرؑ کے نہیں ملتا جو قید خانے کی تنگ چہار دیواری کے درمیان اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرتا ہے کہ قید میں آ کر اس کو عبادت کے لیے فارغ ہونے کی نعمت عطا ہوئی۔ آپؑ ہی ہیں کہ اس قید کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرنا واجب اور ضروری خیال کیا۔

ابن صباغ مالکی کہتا ہے کہ قید خانے میں جو جاسوس آپؑ پر متعین تھے ان کے ذریعے عیسیٰ بن جعفر کو یہ اطلاع پہنچی کہ انہوں نے آپ کو یہ دعا کرتے سنا۔

"اللهم انك تعلم انی كنت اسئلك ان تفرغنی لعبادتك وقد فعلت فلك الحمد" (۹)

آپؑ کی عبادت کے سلسلے میں چند واقعات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ہمارے علماء سے روایت ہے کہ آپ مسجد نبوی میں آئے، آپؑ نے ابتدائے شب سے سجدہ کیا اور سنا گیا کہ آپؑ سجدہ میں کہہ رہے تھے۔

"عظم الذنب عندی فليحسن العفو عندك يا اهل التقوىٰ ويا اهل المغفرة"

مجھ سے عظیم لغزش ہوئی ہے۔ تو اپنی طرف سے اچھی عفو و بخشش کر دے، اے اہل تقویٰ اور اے اہل مغفرت۔ آپؑ یہ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی (۱۰)

۲۔ امام ابوحنیفہ، ابوعبداللہؑ کی بارگاہ میں داخل ہوئے اور کہا کہ میں نے آپؑ کے بیٹے موسیٰؑ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ جب کہ لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ ابوعبداللہؑ نے اپنے فرزند کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپؑ نے اس سلسلے میں بات کی۔ انہوں نے کہا جی ہاں، بابا جان! بے شک وہ ذات جس کے لیے میں نماز

پڑھ رہا تھا وہ ان لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ قریب تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ونحن اقرب الیه من حبل الورید"

ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

ابوعبداللہؑ نے یہ سن کران کو اپنے سینے سے لگایا اور پھر فرمایا:

میرے ماں باپ تیرے صدقے، اے وہ کہ اسرار (الٰہی) جس کے سپرد کئے گئے ہیں (۱۱)

آپؑ نماز شب (تہجد) پڑھتے اور ان کو نماز صبح کے ساتھ ملا دیتے۔ پھر تعقیبات پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ پھر آپؑ اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاتے اور دعا اور حمد وثنا کرتے کرتے سر نہ اٹھاتے، جب تک سورج کے زوال کا وقت قریب نہ ہوتا۔ آپؑ بہت دعائیں کرتے اور کہتے:

"اللھم انی اسئلك الرحته عند الموت والعفو عند الحساب"

خدایا! میں تجھ سے موت کے وقت راحت و آرام اور حساب کتاب کے وقت عفوو بخشش کا سوال کرتا ہوں۔ اس کو بار بار دہراتے رہتے (۱۲)

۴۔ ہشام بن احمر کہتا ہے کہ میں ابوالحسنؑ (موسیٰ) کے ساتھ مدینہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا۔ اچانک آپؑ نے اپنا پاؤں اپنی سواری سے نکالا اور سجدے میں گر پڑے۔ سجدے کو طول دیا۔ آپؑ نے فرمایا: ابھی سواری پر بیٹھے ہی مجھے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ایک نعمت یاد آ گئی تو میں نے چاہا کہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کروں۔ (۱۳)

۵۔ آپؑ خوف خدا سے اتنا روتے کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی (۱۴)

۶۔ کثرت سجود کی وجہ سے آپؑ کا ایک غلام آپ کی پیشانی سے گوشت کاٹتا تھا۔ ایک شاعر نے اس نکتے کو اپنے اشعار میں اس طرح نظم کیا۔

طالت لطول سجود منه ثفنة
فقرحت جبهه منه و عرنینا
رای فراغته فی السجن منیة
ونعمته شکرالباری بها حینا(۱۵)

آپؑ کے طویل سجدوں کی وجہ سے آپؑ کے گھٹے پڑ گئے۔ جس سے آپؑ کی پیشانی اور ناک کی بنی زخمی ہوگئی۔ آپؑ نے قید میں اپنی فراغت کو اپنی آرزو سمجھا اور ایک ایسی نعمت سمجھا جس کا باری تعالیٰ کا شکر ایک عرصے تک بجالاتے رہے۔

۷۔ علی بن جعفر کا کہنا ہے کہ ہم لوگ میرے بھائی موسیٰ بن جعفرؑ کے ساتھ چار مرتبہ عمرے کے سفر کے لیے نکلے۔ آپؑ اس کے لیے اپنے اہل وعیال کے ساتھ پیادہ سفر کرتے تھے۔ ان میں سے ایک میں آپؑ ۲۶ دن، دوسرے میں ۲۵ دن، تیسرے سفر میں ۲۴ دن اور چوتھے سفر میں ۲۱ دن، آپؑ پیدل چلتے رہے(۱۶)

۸۔ آپؑ قرآن مجید بہت اچھی آواز میں تلاوت فرماتے۔ قران پڑھتے وقت آپؑ پر حزن وملال طاری ہو جاتا۔ سننے والے آپؑ کی تلاوت سن کر رونے لگتے۔ آپؑ خود خوف خدا سے اتنا روتے کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔(۱۷)

۹۔ ابراہیم بن ابوالبلاد کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے پانچہزار مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔(۱۸)

۱۰۔ موسیٰ بن جعفرؑ دس سال سے اوپر روزانہ سورج کے سفید ہونے سے لے کر زوال تک ایک طولانی سجدہ کرتے رہے۔(۱۹)

۱۱۔ ہارون رشید قید خانے میں جھانک کر دیکھتا جہاں آپؑ کو قید کیا ہوا تھا۔ آپؑ سجدے میں ہوتے۔ ربیع سے کہتا کہ یہ کیسا کپڑا ہے جس کو میں ہر روز اسی جگہ دیکھتا ہوں۔ ربیع نے بتایا کہ یہ کپڑا نہیں پڑا ہے بلکہ موسیٰؑ بن جعفرؑ سجدے کی حالت میں ہیں۔ وہ ہر روز اسی طرح سورج کے طلوع سے لیکر زوال تک سجدے میں رہتے ہیں۔ ہارون کہنے لگا کہ یہ شخص بنی ہاشم کے راہبوں اور عبادت گزاروں میں سے ہے۔(۲۰)

۱۲۔ فضل بن ربیع نے عبداللہ قزوینی سے کہا کہ جب امامؑ میرے پاس قید میں تھے، میں دن رات ان کے حالات کی جستجو میں رہتا۔ میں نے ہمیشہ انہیں اس حال میں دیکھا جو میں تجھ سے بیان کر رہا ہوں۔

وہ صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ تعقیبات پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ سورج نکل آتا ہے وہ پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ پھر اس قدر طول دیتے ہیں کہ زوال کا وقت آجاتا ہے۔

انہوں نے کسی سے کہہ رکھا ہے کہ آپؑ کو زوال کی خبر دے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ لڑکا ان کو کب بتاتا ہے کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور تجدید وضو کئے بغیر نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ آپؑ سجدے کے دوران سوئے نہیں اور نہ ہی اونگھ آئی۔ اس حالت میں نماز عصر سے فارغ ہوتے ہیں نماز عصر کے بعد پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں اور مسلسل سجدے میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ پھر سجدے سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور نماز مغرب ادا کرتے ہیں۔ نماز وتعقیبات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز عشاء پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نماز عشاء پڑھ کر ان بھونی ہوئی چیزوں سے افطار کرتے ہیں جو ان کے لیے لائی جاتی ہیں۔ پھر تجدید وضو کر کے سجدے میں چلے جاتے ہیں اس سے سر اٹھاتے ہیں اور پھر کچھ دیر کے لیے سو جاتے ہیں۔ اٹھ کر تجدید وضو کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر رات کی تاریکی میں مسلسل

نماز پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔ میں نہیں جانتا وہ لڑکا کب کہتا ہے کہ طلوع فجر ہوئی وہ نماز صبح کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جب سے وہ میرے یہاں منتقل ہوئے ہیں ان کا روزمرہ کا یہ معمول ہے۔

عبداللہ قزوینی نے فضل بن ربیع سے یہ سن کر کہا: خدا سے ڈرو اور ان کے معاملے میں کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے تمہاری نعمت میں زوال آ جائے۔ تم یہ تو جانتے ہو کسی نے بھی ان میں سے کسی (امام) کے ساتھ برائی نہیں کی مگر یہ کہ اس کی نعمت اس سے زائل ہو گئی۔

فضل کہنے لگا کہ ان لوگوں نے کئی مرتبہ مجھے پیغام بھیجا جس میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان کو قتل کر دوں میں نے اس حکم کو قبول نہیں کیا۔ ان کو یقین دلا دیا ہے کہ وہ خواہ مجھے خود قتل کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن میں ان کو قتل نہیں کروں گا اور کسی صورت میں اس فرمائش اور ان کی اس خواہش پر عمل درآمد نہیں کروں گا (۲۱)

۱۳۔ سندی کی بہن کہتی ہے کہ جب امام اس کے بھائی کے گھر قید تھے۔ آپؑ نماز عشاء پڑھتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کی مجد و بزرگی بیان کرتے، دعائیں کرتے رہتے، یہاں تک کہ رات ڈھل جاتی۔ آپؑ دوبارہ کھڑے ہو کر نماز شروع کرتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ پھر کچھ دیر آپؑ ذکر کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ آپؑ روشنی کے پھیلنے تک بیٹھے رہتے، پھر اُٹھتے اور مسواک کر کے کچھ کھانا کھاتے۔ پھر آپؑ زوال سے پہلے تک کے لیے لیٹ جاتے، اُٹھتے اور وضو کر کے نماز پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ عصر کی نماز سے فارغ ہوتے، قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر کرتے رہتے، یہاں تک کہ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر عشاء تک نمازیں پڑھتے رہتے۔ یہ آپؑ کا طریقہ تھا۔

سندی کی بہن جب آپؑ کی طرف دیکھتی تو کہتی:

''وہ قوم اللہ کی رحمت سے مایوس ہے جو اس شخص کو ستائے اور دق کرے''

آپؑ کی سیرت کا ایک گوشہ

امام موسیٰ کاظمؑ کی سیرت کے چند پہلو قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپؑ کی بے مثال خوبیوں اور اخلاق حمیدہ پر نظر کرنے اور آپؑ کی نورانی سیرت کی رہنمائی میں زندگی گزارنے اور آپؑ کے خلق کریم کو اپنانے کے آج ہم کس قدر محتاج ہیں کہ اس وسیلے سے خیر و سعادت کے مستحق بن سکیں جس کی ہم آرزو کرتے ہیں۔ یہی وہ ذریعہ ہے کہ ہم اپنے عظیم ماضی کو لوٹا سکیں۔

آپؑ کی سیرت کے سلسلے میں کچھ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ مدینے میں ایک شخص حضرت ابوالحسن موسیٰؑ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ جب آپؑ کو دیکھتا آپؑ کو سب

کرتا اور حضرت علیؑ پر شتم کرتا۔ اس صورت حال پر آپؑ کے اصحاب نے آپؑ سے کہا کہ اگر آپؑ اجازت دیں تو اس فاجر کو ہم قتل کر دیں۔ آپؑ نے سختی سے منع کر دیا۔ آپؑ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ اپنے کھیتوں پر گیا ہوا ہے۔ آپؑ اس طرف روانہ ہوئے اور اپنے گدھے پر سوار اس کے کھیت میں داخل ہو گئے وہ یہ دیکھ کر چیخنے لگا کہ میرے کھیت کو اس طرح نہ روندو۔ مگر ابوالحسنؑ اسی طرح گزرتے ہوئے اس کے قریب پہنچے اور سواری سے اتر کر اس کے پاس بیٹھ گئے، اس سے کشادہ روئی سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔ آپؑ نے اس سے پوچھا کہ تو نے اس کھیت پر کتنا خرچ کیا ہے؟ کہنے لگا۔

ایک سو دینار!

آپؑ نے پوچھا:

''اس سے آمدنی کی تجھ کو کتنی امید ہے''؟

کہنے لگا: ''میں غیب داں نہیں''

آپؑ نے فرمایا: ''میں نے پوچھا تھا کہ تجھے کتنی امید ہے اس کھیت سے کمانے کی؟''

کہنے لگا: ''میں اس سے دو سو دینار کی امید رکھتا ہوں۔''

ابوالحسنؑ نے ایک تھیلی نکالی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا کہ تیرا یہ کھیت اپنی حالت پر برقرار ہے۔ خدا تجھ کو وہ رزق دے جس کی تو امید رکھتا ہے۔ اس نے اٹھ کر آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور آپؑ سے التجا کی جو کچھ وہ زیادتی کرتا رہا ہے۔ اس سے درگزر کریں۔ آپؑ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور وہاں سے اٹھ آئے۔

مسجد کی طرف جب گئے تو وہاں اس شخص کو بیٹھا پایا۔ آپؑ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھ رہا ہے۔ اس کے ساتھی یہ سن کر اس کے پیچھے پڑ گئے کہ تو ان کے بارے میں اس کے برعکس کہا کرتا تھا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے اب کہا ہے وہ بھی تم نے سن لیا۔ یہ کہہ کر ابوالحسنؑ کو دعائیں دینے لگا اس کے ساتھی اس سے جھگڑتے رہے، مگر یہ شخص اپنی بات کو دہراتا رہا۔

ابوالحسنؑ اپنے گھر آئے تو اپنے اصحاب سے جنہوں نے اس شخص کے قتل کا مشورہ دیا تھا کہا کہ تم نے دیکھا کس طرح میں نے اس کی حالت کی اصلاح کر دی اور خود اس کے شر سے بچ گیا؟ (۲۲)

۲۔ آپؑ اہل سواد میں سے ایک بدصورت شخص کے پاس سے گزرے تو اس کو سلام کیا، سواری سے اتر آئے اور دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ کوئی ضرورت ہو تو بتائیے۔ تاکہ آپؑ اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

لوگوں نے آپؑ سے پوچھا کہ اے فرزند رسول اللہؐ! آپؑ اس شخص کے یہاں جاتے ہیں۔ پھر اس سے اس کی احتیاجات کے بارے میں سوال کرتے ہیں، حالانکہ اس کے برعکس ہونا چاہیے کہ وہ آپؑ کے پاس آئے

اور اپنی ضرورت بیان کرے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے کتاب اللہ کے مطابق ہمارا بھائی ہے، اللہ کے شہروں میں ہمسایہ ہے ہم کو اور اس کو بہترین باپ آدمؑ نے اور سب افضل دین اسلام نے یکجا کر دیا ہے۔ شاید زمانہ ایک وقت ہم کو اس کا محتاج کر دے اور اس پر تکبر کرنے کے بعد اس کے سامنے عاجزی کرتا ہوا دیکھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

نواصل من لایستحق وصالنا

مخافه ان نبقی بغیر صدیق(۲۳)

ترجمہ:

ہم اس سے وصل کرتے ہیں جو وصل و پیوند کاری کا مستحق نہیں، اس خوف سے کہ کہیں ہم بے دوست کے نہ رہ جائیں۔

۳۔ ہارون رشید نے حج کیا تو قبر نبیؐ پر زیارت کے لیے آیا۔ اس کے چاروں طرف قریش تھے اور دوسرے قبائل کے سردار بھی تھے۔ وہاں موسیٰؑ بن جعفرؑ بھی تھے۔

جب ہارون رشید قبر رسولؐ پر پہنچا تو کہنے لگا۔

آپؐ پر سلام ہو، اے رسول اللہؐ، اے میرے چچا کے بیٹے!

اور یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کی طرف فخر سے دیکھا۔

حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ بھی قبر مبارک کی طرف بڑھے اور عرض کیا:

السلام علیك یا ابه

اے بابا جان! میرا اسلام

ہارون کا چہرہ سن کر متغیر ہوا۔ کہنے لگا: اے ابوالحسنؑ! حقیقت میں فخر کی یہی بات ہے (۲۴)

۴۔ آپؑ نے ایک ہزار غلام آزاد کئے۔ (۲۵)

۵۔ حسن بن علی بن حمزہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ابوالحسنؑ کو دیکھا کہ وہ زمینوں میں کام کر رہے تھے اور پسینے میں شرابور تھے۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کام کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ فرمایا: اے علی! اس شخص نے زمینوں میں کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر تھا۔ میں نے عرض کیا وہ کون تھا؟ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہؐ اور امیر المومنین۔ میرے سب آباؤ اجداد اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے، یہ انبیاء المرسلینؑ، اوصیاء اور صالحین کا عمل ہے۔ (۲۶)

۶۔ معتب سے روایت ہے کہ ابوالحسنؑ ہم کو حکم دیا کرتے تھے کہ جب پھل پک جائے تو ہم اس کو

نکال کر فروخت کریں اور مسلمانوں کے لیے روزانہ خرید بھی کریں۔(۲۷)

یحییٰ بن خالد نے اپنے کسی قابل اعتماد آدمی سے آل ابو طالب میں سے ایسے شخص کی تفتیش کی جو خوشحال نہ ہو۔ وہ ایسے ضرورت مند شخص کے ذریعے حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا جو اس کا قرابت دار بھی ہو۔

اس کو علی بن اسماعیل بن جعفرؑ بن محمدؑ کا نام بتایا گیا۔ یحییٰ بن خالد نے اس کے پاس خوب مال بھیجا۔

حضرت موسیٰؑ کاظمؑ اس سے صلہ رحمی کرتے اور بعض اوقات اپنے ذاتی معاملات پر بھی اس سے گفتگو کرتے۔ یحییٰ نے خط لکھا کہ اس کو بغداد روانہ کیا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کو اندازہ ہوا تو آپؑ نے اس کو بلا بھیجا۔ پوچھا: کہاں کا قصد ہے۔ کہا کہ بغداد جا رہا ہوں۔ پوچھا وہاں جا کر کیا کرو گے؟ وہ کہنے لگا مجھ پر کچھ قرض ہے اور قرض خواہ مجھ سے اصرار کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا تم سے نیکی سے پیش آؤں گا اور احسان کروں گا۔ مگر اس نے آپؑ کی بات نہ مانی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میری اولاد کو یتیم نہ کرو۔ آپؑ نے اس کے لیے تین سو دینار اور چار ہزار درہم منگوائے۔ جب وہ آپؑ کے سامنے سے اٹھ کر جانے لگا تو ابوالحسنؑ حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگے خدا کی قسم! یہ میرا خون بہانے میں ضرور سعی کرے گا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔

لوگوں نے عرض کیا: خدا ہم کو آپؑ پر قربان کرے۔ آپؑ اس کا یہ کردار جانتے ہوئے بھی اسے روپیہ دیتے اور اس سے صلہ رحمی کرتے ہیں آپ نے فرمایا مجھ سے میری والد نے انہوں نے اپنے آباؤ جداد سے رسولؐ اللہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رحم جب منقطع ہو جائے تو اس کو وصل کیا جائے اور پھر وہ منقطع ہو جائے تو خدا اس کو منقطع کر دیتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس کو وصل کر دوں، اس کے بعد کہ اس (بھتیجے) نے قطع کر دیا ہے تا کہ جب وہ قطع کرے تو خدا بھی اس کو قطع کر دے۔

چنانچہ علی بن اسماعیل یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچ گیا جہاں اس نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے حالات پوچھے اور ہارون تک پہنچائے۔ اس میں کچھ مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا۔

علی کو لے کر ہارون رشید کے پاس گیا جہاں اس کے چچا کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے خوب چغل خوری کی اور بہتان تراشی کی۔

ہارون سے اس نے کہا:

مشرق و مغرب سے حضرت امام جعفرؑ کے پاس اموال لائے جاتے ہیں۔ جس سے انہوں نے ۳۰ ہزار

دینار میں ''یسریا'' نام کی جاگیر خریدی ہے۔ زمین کے مالک نے وہ سکہ لینے سے انکار کیا جو آپؑ نے پیش کیا تھا۔ پھر آپؑ نے تیس ہزار وہی مخصوص سکے ادا کئے جو اس نے مانگے تھے۔

ہارون رشید نے کہا: علی بن اسماعیل کو اس خبر رسانی کے عوض جس علاقے سے یہ پسند کرے وہاں سے دو لاکھ درہم دیئے جائیں۔ اس نے مشرق کے بعض علاقوں کا انتخاب کیا۔ اس کے کارندے وہاں سے مال وصول کرنے کے لیے گئے اور وہ ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا اسی دوران اس کو شدید درد کے ساتھ اسہال شروع ہوئے۔ بیت الخلاء گیا تو اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں اور وہ گر پڑا۔ لوگوں نے پوری کوشش کی کہ انتڑیوں کو واپس شکم میں لوٹا دیں لیکن یہ ممکن نہیں ہوا۔

جب مال اس کے پاس سے وصول ہو کر آیا تو وہ نزع کی حالت میں تھا۔ کہنے لگا اب میں اس مال کا کیا کروں گا۔ میں تو مر رہا ہوں۔

چنانچہ وہ مال ہارون رشید کے خزانے میں جمع کرا دیا گیا اور علی بن اسماعیل کو دنیا اور آخرت دونوں کا خسارا نصیب ہوا۔(۲۸)

عطیات وصدقات

معاشرے کے تمام طبقات خصوصاً ضعیف اور محروم ومجبور لوگوں پر اپنے فضل وعطیات کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیت میں سے ہے۔ رات کو ان کے گھروں پر خورد ونوش اور نقدی لے جا کر پہنچانا ان کا معمول تھا۔ جن کے یہاں یہ سب کچھ پہنچایا جاتا۔ ان کو اس کی خبر نہ ہوتی کہ میرا محسن کون ہے۔

مورخین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سیرت میں بھی ذکر کیا ہے کہ آپؑ رات کی تاریکی میں مدینے کے محروم اور مستضعف لوگوں کو دیکھ بھال کرتے اور ان کے پاس سونا، چاندی، آٹا اور کھجوریں پہنچاتے مگر ان کو خبر نہ ہوتی کہ یہ سب کچھ کہاں سے آتا ہے۔(۲۹)

اس سلسلے کے بعض واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ا

۱۔ ابن صباغ مالکی کہتا ہے کہ موسیٰ کاظمؑ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عالم، زیادہ سخی وجواد اور زیادہ کریم النفس تھے۔ مدینہ کے غرباء کی دیکھ بھال کرتے، ان کے گھروں پر درہم ودینار اور دوسری ضروریات لے جاتے مگر ان کو پتہ نہ چلتا کہ یہ چیزیں ان کو کون دے جاتا ہے۔ اس کا علم ان کو آپؑ کی وفات کے بعد ہی ہو سکا۔(۳۰)

۲۔ خطیب اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ آپ سخی وکریم تھے۔ آپؑ کو کسی شخص کے متعلق معلوم ہوتا کہ

وہ آپؑ کو اذیت دیتا ہے تو آپؑ اس کو ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجتے۔

آپؑ کی تھیلیاں تین سو دینار، چار سو دینار، اور دو سو دینار کی ہوتیں جو آپؑ مدینے میں تقسیم کرتے موسیٰؑ بن جعفرؑ کی تھیلیاں ضرب المثل تھیں۔ جن کے پاس آپؑ کی تھیلی آتی اس کی محتاجی دور ہو جاتی اور وہ مستغنی ہو جاتا۔(۳۱)

۳۔ محمد بن عبداللہ البکری کہتا ہے کہ میں مدینہ قرض لینے آیا مگر ناکام رہا۔ میں نے سوچا کیوں نہ ابوالحسن موسیٰؑ کے پاس چلوں اور ان سے اپنی ضرورت بیان کروں۔ چنانچہ میں آپؑ کی ایک جاگیر میں آیا اور آپؑ سے سارا معاملہ بیان کیا۔ آپؑ گھر میں گئے اور کچھ ہی دیر میں باہر آئے۔ غلام سے فرمایا جاؤ۔ پھر مجھے ایک تھیلی اٹھا کر دی جس میں تین سو دینار تھے۔ پھر آپؑ اندر چلے گئے میں بھی اپنی سواری پر واپس آ گیا۔(۳۲)

۴۔ عیسیٰ بن محمد مغیث قرطبی کہتا ہے کہ میں نے جوانیہ کی ایک جگہ ایک کنوئیں کے قریب جس کو ''ام عظام'' کہا جاتا تھا تربوز، ککڑی اور کدو کی زراعت کی۔ جب خیر و برکت کا وقت آیا تو ٹڈی دل نے حملہ کیا اور ساری زراعت خاک میں ملا دی۔ میں نے اس کھیتی پر اور آبپاشی کے لیے دو اونٹوں پر ایک سو بیس دینار خرچ کئے تھے۔ اب میں پریشان حال بیٹھا تھا۔ اچانک موسیٰؑ بن جعفرؑ آتے دکھائی دیئے۔ قریب آئے تو سلام کیا اور میرا حال پوچھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ ٹڈی دل کے اس حملے نے مجھے فقیر اور مسکین بنا ڈالا ہے۔ میری ساری کھیتی باڑی کھا گئی ہیں۔ آپؑ نے دریافت کیا کہ تیرا اس پر کتنا خرچ آیا تھا۔ میں نے عرض کیا دو اونٹوں کو ملا کر ایک سو بیس دینار۔

آپؑ نے فرمایا اے عرفہ! ابوالمغیث کے لیے ایک سو پچاس دینار گنو۔ تمہارا منافع اس میں تیس دینار اور دو اونٹ ہوئے۔

میں نے عرض کیا اے بابرکت ہستی! آپ اس کھیت میں تشریف لے چلیں اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائیں آپؑ تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ پھر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی۔ آپؑ نے فرمایا:

تمسکوا ببقایا المصائب

باقی ماندہ مصائب سے تمسک کرو!

میں نے ان دو اونٹوں کو اس کھیت پر لگا دیا اور اس کو خوب سیراب کیا۔ خدا نے اس میں برکت دی۔ اس میں خوب افراط غلہ اگا جو میں نے دس ہزار میں فروخت کیا۔(۳۳)

۵۔ آپؑ سو دینار سے لے کر تین سو دینار تک صلہ رحمی فرماتے۔(۳۴)

۶۔ آپؑ کی خدمت میں ایک غریب آدمی آیا اور سوال کیا۔ آپؑ نے اس کو ایک ہزار دینار

دیئے۔(۳۵)

۷۔ ایک حبشی غلام نے ایک قسم کا حلوہ اور لکڑی کا ایک گٹھہ آپؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپؑ نے وہ غلام اس جاگیر کے ساتھ جس میں وہ کام کرتا تھا، اس کے مالک سے خرید لیا، اس غلام کو آزاد کیا وہ جاگیر اس کو بخش دی۔(۳۶)

آپؑ کی وصیتیں

حدیث اور حالات زندگی کی کتابوں میں امام موسیٰؑ کاظم علیہ السلام کی اپنی اولاد اور بعض شیعوں کے لیے بہت سی وصیتیں موجود ہیں۔ یہ نفیس ترین میراث اسلامی ہیں جو ہمیشہ تازہ رہیں گی۔ ان میں اخلاق، مواعظ وآداب اور مختلف قسم کے معارف درج ہیں جن کے زمانے میں مسلمان بے انتہا ضرورت مند ہیں۔ ان کے ذریعہ اور ان ہدایات کی رہبری میں مسلمان اپنا عظیم ماضی لوٹا سکتے ہیں اور اپنی عظمت بحال کر سکتے ہیں۔

یہاں آپؑ کی وصیتوں میں سے کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی اپنے ایک صاحبزادے کو وصیت:

اے فرزند! اس سے بچو کہ خدا تم کو اس معصیت میں دیکھے جس سے اس نے تم کو منع کیا ہے اور اس سے بچو کہ خدا تم کو اس اطاعت میں تیرا نفس کوتاہی نہ کرے کیونکہ اللہ کی عبادت جو عبادت کا حق ہے۔ اس طرح نہیں ہو سکتی۔

مزاح اور تمسخر سے بچو وہ تمہارے ایمان کے نور کو ختم کر دے گا اور تمہاری مروت میں کمی کر دے گا۔ کبیدہ خاطر ہونے اور سستی سے بچو۔ یہ دونوں تمہاری دنیا اور آخرت کے حصے میں رکاوٹ بنیں گے۔(۳۷)

۲۔ ہشام بن حکم کو عقل و اخلاق کے بارے میں وصیت ہے جس کا کچھ حصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

اے ہشام! خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسلؑ کو اپنے بندوں کی طرف اس لیے بھیجا کہ وہ اللہ کی معرفت حاصل کریں۔ چنانچہ ان کی دعوت کو بہتر طور سے انہوں نے قبول کیا جن کو اللہ کی زیادہ معرفت تھی۔ اللہ کے امر و حکم کو زیادہ بہتر طریقے سے جاننے والے وہی تھے جن میں عقل وفہم بہتر تھی۔ جو بہتر فہم و عقل رکھتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں زیادہ بلند درجہ رکھتے ہیں۔

اے ہشام! کوئی بندہ ایسا نہیں جس کی پیشانی ایک فرشتہ نہ پکڑے رہتا ہو وہ بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور وہ بندہ جب اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے تو خدا اس کو پست کر دیتا ہے۔

اے ہشام! لوگوں پر اللہ کی طرف سے دو حجتیں ہیں، ایک حجت ظاہری اور ایک حجت باطنی۔ حجت ظاہری

رسولؐ، انبیاء اور آئمہ علیہم السلام ہیں۔

حجت باطنی: عقول ہیں۔

اے ہشام! عاقل وہ ہے جس کو حلال اس کے شکر سے مشغول نہیں رکھتا اور حرام اس کے صبر پر غالب نہیں آتا۔

اے ہشام: جو شخص تین چیزوں کو تین پر مسلط کر دے گویا اس نے اپنی عقل کو ماؤف کرنے میں خواہش کی مدد کی ہے۔

الف: جس نے اپنی طویل امید باندھ کر اپنے تفکر کی روشنی کو بجھا دیا ہو۔

ب: اپنی فضول گفتگو سے اپنی حکمت کی عمدہ باتوں کو محو کر دیا ہو۔

ج: جس نے اپنی شہوات نفسی سے اپنی عبرت کے نور کو بجھا دیا ہو۔

ایسے شخص نے اپنی عقل کو ماؤف کرنے میں اپنی خواہش کی اعانت کی ہے۔ جو اپنی عقل ماؤف کر دے۔ اس نے اپنے دین و دنیا دونوں خراب کر لیے۔

اے ہشام! اللہ کے یہاں تمہارا عمل کس طرح پاکیزہ شمار ہوگا جب تم نے اپنی عقل کو اپنے پروردگار کے حکم سے مشغول کر رکھا ہے اور تم نے اپنی عقل پر غالب آنے کے لیے اپنی خواہش کی اطاعت کی ہے۔

اے ہشام: تنہائی پر صبر کرنا عقل کی قوت کی علامت ہے۔

جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہنچانتا ہے اور اس کا تعقل رکھتا ہے وہ اہل دنیا اور اس سے رغبت رکھنے والے سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے اور ان چیزوں سے رغبت رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

اللہ وحشت میں اس کا انیس تنہائی میں اس کا ساتھی، فقر و فاقہ میں اس کی تونگری ہوتا ہے۔ اور قبیلے کے بغیر اس کو عزت بخشتا ہے۔

اے ہشام! حق کو اللہ کی اطاعت کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اطاعت کے بغیر نجات نہیں۔ اطاعت علم کے ساتھ ہے۔ علم تعلم کے ساتھ ہے۔ تعلم عقل کے ساتھ ہے۔ علم ہی سے اعتقاد ہوتا ہے، علم حاصل نہیں ہو سکتا بجز عالم ربانی سے۔ علم کی پہچان عقل کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اے ہشام! عاقل حکمت کی وجہ سے تھوڑی سی دنیا پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ مگر دنیا کے ساتھ تھوڑی سی حکمت پر راضی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ تجارت نفع بخش نہیں۔

اے ہشام! اگر جو کچھ تمہارے لیے کافی ہے وہ تم کو تونگر اور غنی کر سکتا ہے۔ تو دنیا میں کم سے کم تمہارے لیے کافی ہے۔ اگر جو تمہارے لیے کافی ہے وہ تم کو غنی نہیں کر سکتا تو پھر دنیا کی کوئی چیز بھی تم کو غنی اور تونگر نہیں کر سکتی۔

اے ہشام! عقلاء نے تو دنیا کی زیادتی کو چھوڑ دیا تو کس طرح گناہ کو (نہیں چھوڑیں گے) جب کہ دنیا کو ترک کرنا فضیلت ہے اور گناہوں کو ترک کرنا فرض اور واجب ہے۔

اے ہشام! عقلاء نے دنیا میں زہد اختیار کیا ہے۔ اور آخرت کی طرف جھکے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔ اس طرح آخرت طالب بھی ہے اور مطلوب بھی۔

جب وہ آخرت کو طلب کرتا ہے تو دنیا اس کو طلب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے اپنا سارا رزق پورا کر لیتا ہے۔ جو دنیا کو طلب کرے اس کو آخرت طلب کرتی ہے اور اس کی موت آ جاتی ہے۔ جو اس کی دنیا اور آخرت دونوں کو ناقص اور خراب کر دیتی ہے۔

اے ہشام! جو شخص مال کے بغیر تونگری چاہتا ہے، حسد سے دل کو راحت وسکون چاہتا ہے اور دین میں سلامتی چاہتا ہے۔ وہ اللہ سے تضرع اور زاری سے سوال کرے کہ وہ اس کی عقل کو کامل کر دے۔

چنانچہ جو عقل رکھتا ہے وہ اس پر قناعت کرتا ہے۔ جو اس کے لئے کافی ہے اور اسی سے تونگری اور غنی حاصل کر لیتا ہے۔ مگر جو اتنے پر قناعت نہ کرے جو اس کے لیے کافی ہے وہ شخص غنی اور تونگری کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔

اے ہشام! اللہ عزوجل نے ایک صالح قوم کی حکایت بیان کی ہے۔ جنہوں نے کہا کہ:

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمہ انک انت الوھاب

ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دینا، بعد اس کے کہ تو ہماری ہدایت کر چکا ہے۔ اپنی طرف سے ہم کو رحمت کا ہبہ کر، بیشک تو ہبہ کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

یعنی اس قوم کو معلوم ہوا کہ دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور اپنی نابینائی اور ہلاکت کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ جو اللہ کی معرفت اور اس کا تعقل نہیں رکھتا وہ اللہ کا خوف نہیں رکھتا۔ اس کا دل ثابت معرفت پر نہیں بندھ سکتا نہ اس سے جڑ سکتا ہے کہ جس کو وہ دیکھ سکے اور جس حقیقت کا اپنے دل میں وجدان بھی ہو۔

وہی شخص ایسا ہو سکتا ہے جس کا قول اس کے فعل کی تصدیق کرے۔ اس کا سر (راز) اور باطن اس کے ظاہر اور اعلانیہ کے مطابق ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ عقل سے انسان کے باطن اور مخفی پر دلیل نہیں بتاتا بلکہ اس کے ظاہر کو اور عقل کے ذریعہ نطق کرنے والے کو۔

اے ہشام! امیر المومنینؑ کہا کرتے تھے کہ:

اللہ کی عبادت عقل سے افضل کسی چیز سے نہیں کی گئی۔ کسی شخص کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس میں مختلف خصلتیں اور عادات حسنہ نہ پائی جائیں۔ کفر، شر اور برائی اس سے مامون ہو اور رشد وہدایت اور خیر اور اچھائی کی اس سے امید ہے۔ جو اس کے مال سے بچ جائے وہ خرچ ہوا، اسکی فضول بات رکی ہوئی ہو، دنیا میں اس کا حصہ قوت لایموت ہو، عمر بھر وہ علم سے سیر نہ ہو، اللہ کے سامنے ذلت اس کو اللہ کے غیر کے ساتھ عزت سے زیادہ محبوب ہو۔ شرف اور بڑائی سے تواضع اور انکساری اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہو

الخ۔(۳۸)

۳۔ ایک شیعہ کو آپؑ کی وصیت:

اللہ سے ڈرو اور حق بات کیا کرو، خواہ اس میں تمہاری ہلاکت ہو کیونکہ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اللہ سے ڈرو اور باطل کو چھوڑ دو جس میں تمہاری ہلاکت ہے۔(۳۹)

۴۔ آپؑ کی وصیت:

جو وہ چاہتے ہیں ان کو دے کر حلال میں سے اپنے نفسوں کے لیے (دنیا میں سے) ایک حصہ قرار دو، ایسا جس سے مروت میں رخنہ نہ پڑے اور اسراف بھی نہ ہو۔ اس دین کے کاموں میں مدد لو کیونکہ روایت میں ہے کہ ہم میں سے نہیں جو اپنی دنیا کو اپنے دین کے لیے چھوڑ دے یا اپنے دین کو اپنی دنیا کے لیے چھوڑ دے۔(۴۰)

۵۔ اپنے ایک فرزند کو وصیت:

مزاح کرنے سے بچوں، کیونکہ یہ تمہارے ایمان کے نور کو کم کر دے گا اور تمہاری مروت میں کمی کا باعث بنے گا۔(۴۱)

۶۔ آپؑ کی ایک وصیت:

دین میں غور و غوض کرو کیونکہ فقہ اور دین کا فہم ہی بصیرت کی کلید ہے۔ یہی فہم عبادت کی تکمیل، بلند درجات اور مقامات اور دنیا اور آخرت کے مراتب جلیلہ کا سبب بنتی ہے۔

فقیہ اور علم دین کے حامل کو عبادت کرنے والے (عابد) پر اتنی فضیلت ہے جتنی سورج کی فضیلت ستاروں پر ہے۔ جو دین کا فہم نہیں رکھتا خدا اس کے کسی عمل پر راضی نہیں ہوتا۔(۴۲)

آپؑ کے چند خطوط

امامؑ کی سیرت کے سارے پہلو ہمارے لیے اعلیٰ مثال بھی ہیں۔ ان سے ہمیں تعلیمات اسلامی میں مدد بھی ملتی ہے اور ہم اپنی عملی زندگی کے لیے فائدہ مند درس بھی حاصل کرتے ہیں۔

یہاں ہم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ آپؑ نے اپنے شیعوں کو بھیجے تھے اور کچھ اپنے دشمنوں کو۔ مگر یہ سب ہی تعلیمات اور نصیحتوں کا خزانہ ہیں۔

۱۔ آپؑ کا خط "رے" کے گورنر کو کسی شخص کو ٹیکس سے معاف رکھنے کے سلسلے میں: جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ایک سایہ ہے جس میں صرف وہی ٹھہر سکے گا جس نے اپنے بھائی سے کوئی نیکی کی ہوگی، یا اس سے کوئی مصیبت دور کی ہوگی، یا اس کے دل کو خوش اور مسرور کیا ہوگا۔ اور یہ شخص تیرا بھائی ہے۔

والسلام

چنانچہ اس افسر نے اس شخص کا مالیہ معاف کر دیا اور اس سے اپنا مال آدھا آدھا کر کے تقسیم کیا۔ (۴۳)

۲۔ ہارون رشید نے خط لکھا کہ آپؑ اس کو مختصر الفاظ میں نصیحت کریں۔ اس کے جواب میں آپؑ نے لکھا:

کسی چیز کو تو نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں موعظہ اور نصیحت ہے۔

۳۔ آپؑ نے قید خانے سے علی بن سوید کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی العظیم

اسی کی عظمت اور نور سے مومنین کے دلوں میں بصیرت آئی۔ اس کی عظمت و نور کی وجہ سے جاہلوں نے اس کی مخالفت کی۔ اس کی عظمت کی بنا پر آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں نے اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کیا مختلف اعمال اور مختلف مذاہب کے ذریعے۔ چنانچہ کوئی مصیبت اور راستباز ہے، کوئی خطا کار ہے۔ کوئی ہدایت یافتہ ہے، اور کوئی گمراہ۔ اور کوئی سننے والا ہے۔ اور کوئی بہرا ہے، کوئی اندھا ہے اور کوئی بینا اور کوئی حیران و پریشان ہے۔

پس حمد ہے اس اللہ کے لیے جو پہچانا گیا اور اس نے اپنا دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیا۔

امابعد! تو ایک ایسا شخص ہے کہ خدا نے تجھے آل محمدؐ کے یہاں ایک مخصوص قدر و منزلت دی ہے اس مودت کی وجہ سے جس سے تیری رشد و ہدایت کا تجھ کو الہام کیا ہے اور ان ہی کے فضل کی وجہ سے تجھ کو تیرے دین کے معاملے میں بابصیرت، تمام امور ان کے پاس لے جانے والا اور جو کچھ وہ کہیں اس پر راضی رہنے والا بنایا ہے۔

ہر اس شخص کو، جس سے تجھ کو قبول کرنے کی امید ہو، اپنے پروردگار کے راستے پر دعوت دے دے۔ ریا اور دکھاوے کے قلعہ میں بند نہ ہو جا۔ آل محمدؐ سے محبت رکھ۔

جو کچھ ہماری طرف سے تجھ کو پہنچے یا ہماری طرف منسوب ہو اس کے بارے میں نہ کہنا کہ یہ باطل ہے، خواہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ہم نے وہ بات کیوں کہی اور کیوں بیان کی ہے۔

جس چیز کی میں تجھے خبر دوں، اس پر ایمان رکھ اور اس چیز کی جستجو نہ کر جس کو ہم نے تجھ سے پوشیدہ رکھا ہے۔ میں تجھے یہ خبر دے رہا ہوں کہ تیرے بھائی کے واجب حقوق میں سے یہ ہے کہ اس سے اس چیز کو نہ چھپانا جو اس کے لیے نفع بخش ہو، خواہ وہ اس کی دنیا کے معاملے میں ہو یا اس کی آخرت کے معاملے میں (سود مند ہو) (۴۴)

۴۔ ہارون رشید کے نام آپؑ کا قید خانے سے خط:

مجھ سے بلا اور مصیبت کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسی کے ساتھ ساتھ تیرا آرام اور خوشحالی کا دن گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب ایک ایسے دن کی طرف جائیں گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہاں باطل کام کرنے والے

خسارے اور نقصان میں ہوں گے۔(۴۵)

حکیمانہ کلمات

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنی ان احادیث سے، جو انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور اپنی نفع بخش تعلیمات اور حکمت عالی سے، دنیا کو پُر کر دیا۔

انہوں نے امت کو خیر اور فلاح کی طرف متوجہ کرنے، اسلام کی نشر و اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے فرصت کو غنیمت سمجھا۔ اللہ کی طرف ہر راستہ سے متوسل ہوئے۔ انہوں نے تعلیم و تعلم کے میدان میں درس دینے، خطبے پڑھنے اور وصیتیں کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے معاشرے کے افراد کو اپنی قیمتی توجیہات اور حکیمانہ کلمات سے بھی نوازا ہے جن میں بہت گہرے معانی سموئے ہیں۔ یہ خیر، اخلاق اور نصیحتوں کے پہلو کو لئے ہوئے ہے۔ ان میں سے ہر ایک حکیمانہ قول کی تفصیل بیان کی جائے تو اپنی جگہ ایک مستقل کتاب بن جائے۔

یہاں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے کچھ حکیمانہ اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے تمام لوگوں کے علم کو چار چیزوں میں پایا:

اول یہ کہ تم اپنے پروردگار کو پہچانو۔

دوم تم یہ پہچانو کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا احسانات کئے ہیں۔

سوم تم پہچانو کہ وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔

چہارم تم پہچانو کہ کیا چیزیں تم کو دین سے خارج کر دیتی ہیں۔

۲۔ ایک قبر پر آئے تو فرمایا:

بیشک وہ چیز جس کا انجام اور آخر یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کے اول اور آغاز میں زہد اور دوری اختیار کی جائے۔ اور وہ چیز جس کی ابتداء یہ ہے اس لائق ہے کہ اس کے آخر سے خوف کیا جائے۔ اچھی ہمسائیگی صرف یہ نہیں کہ ہمسائے کو اذیت اور تکلیف نہ پہنچائی جائے بلکہ یہ اذیت اور تکلیف پر صبر کرنا ہے۔

۴۔ کوشش کرو کہ تم اپنے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرو:

ایک ساعت امر معاش کے لیے۔

ایک ساعت بھائیوں اور قابل لوگوں سے معاشرت اور ملنے جلنے کے لیے، جو تمہارے عیوب تم کو بتائیں اور حقیقت میں تمہارے مخلص ہوں۔

ایک ساعت تمہاری غیر حرام لذتوں کے لیے ہو اور اس ساعت کے ساتھ تم باقی تین اوقات پر قدرت

حاصل کر سکو گے۔

۵۔ علی بن یقطین سے فرمایا: بادشاہ اور حکومت کے لیے کام کرنے کا کفارہ بھائیوں سے احسان اور نیکی کرنا ہے۔

۶۔ آپؑ نے فرمایا قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کا اللہ پر کوئی اجر ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ صرف وہ کھڑا ہو سکے گا جس نے لوگوں کو معاف کیا ہو گا اور ان کی اصلاح کی ہو گی۔ اس کا اجر اللہ پر ہے۔(۴۶)

۷۔ تم وہ نہ بنو جس کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور تم کہو کہ میں لوگوں کے ساتھ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صرف دو راستے ہیں ایک خیر کا اور دوسرا شر کا راستہ۔ خیر اور بھلائی کے راستے کے مقابلے میں تم کو شر اور برائی کا راستہ زیادہ پسند نہیں ہونا چاہیے۔

۸۔ جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے جس کا دو میں سے آخری دن خراب ہو وہ ملعون ہے۔

جو اپنے نفس میں زیادتی کو نہ پہچانے وہ نقصان میں ہے۔ جو نقصان اٹھا رہا ہو اس کے لیے زندگی سے موت بہتر ہے(۴۷)

۹۔ جو شخص خدا کا فہم اور اس کی معرفت رکھتا ہو اس کو خدا کو اس کے رزق میں تاخیر کرنے والا نہیں سمجھنا چاہیے اور اس کو قضا اور فیصلے کا برا نہیں ماننا چاہیے۔

۱۰۔ اس سے بچو کہ تم اطاعت خدا سے منع کرو اور اس سے دگنا خدا کی نافرمانی میں خرچ کرو۔

۱۱۔ اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان حشمت اور وقار کو بالکل ختم نہ ہونے دو۔ اس کا ختم ہونا دراصل حیا اور شرم کا ختم ہونا ہے۔

۱۲۔ سخی جس کا اخلاق اچھا ہو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہے خدا اس کے ساتھ ہے جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کر لے۔ خدا نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ سخی ضرور تھا۔

سخاوت اور حسن خلق کے بارے میں میرے والد مجھے ہمیشہ وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

۱۳۔ آپؑ نے فرمایا تمہارا کسی ضعیف اور کمزور کی مدد کرنا افضل ترین صدقہ ہے۔(۴۸)

۱۴۔ زیادہ اچھائی کرنے کو اچھا نہ سمجھو اور تھوڑے گناہوں کو تھوڑا نہ سمجھو۔ تھوڑے گناہ جمع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔

تنہائی میں بھی خوف خدا رکھو تا کہ اپنے نفس سے انصاف کر سکو۔

۱۵۔ دعا کرنا تمہارے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ سے طلب کرنا بلا اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ وہ تقدیر اور فیصلے تو کر چکا ہوتا ہے صرف امضاء (دستخط) باقی رہتا ہے، چنانچہ جب اللہ عزوجل سے دعا کی جائے اور اس سے سوال کیا جائے تو وہ بلا اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ (۴۹)

۱۶۔ اللہ کی نعمتوں کے بارے میں گفتگو اور ان کا ذکر شکر ہے۔ اس کو ترک کرنا کفران نعمت ہے اپنے پروردگار کی نعمتوں کو شکر کے ذریعے محکم کرلو۔ اپنے مال کی زکوۃ کے ذریعے اور بلا و مصیبت کو دعا کے ذریعے دور کردو۔ دعا ایک نجات دینے والی ڈھال ہے۔ وہ اس بلا کو بھی رد کر دیتی ہے جو محکم ہو چکی ہوتی ہے۔ (۵۰)

۱۷۔ جو اللہ کے بارے میں گفتگو کرے وہ ہلاک ہوا، جو ریاست کا طالب ہے وہ ہلاک ہوا۔ جس میں عجب پیدا ہوا اور وہ اپنے آپ پر اترانے لگا وہ ہلاک ہوا۔

۱۸۔ دنیا اور دین کے حصول کی کوششیں تیز تر ہوگئی ہیں۔

دنیا کے حاصل کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ تم جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاؤ گے تو تم کو پتہ چلے گا کہ ایک فاسق و فاجر پہلے ہی اس کی طرف تم سے سبقت کر چکا ہے۔

دنیا کے حاصل کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ تم کو دوست اور مددگار نہیں ملیں گے جو آخرت کے حصول میں تمہارے ساتھ تعاون کریں۔

۱۹۔ نیکی ایک بیڑی اور طوق ہے جس کو صرف مکافات کے ذریعے ہٹایا جا سکتا ہے۔ نیکی کا نیکی سے بدلہ یا شکر۔

۲۰۔ اگر اجل ظاہر ہو جائے تو امیدیں رسوا ہو جائیں۔

۲۱۔ جس کو فقر نے پیدا کیا ہو اس کو غنی اور تونگری سرکش اور متکبر بنا دے گا۔

۲۲۔ جو شخص برائی کی تکلیف نہ محسوس کرے تو اس کے یہاں احسان اور نیکی کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

۲۳۔ آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا نہیں کہتے مگر یہ کہ ان میں سے بلند تر مرتبے والا پست تر مرتبے کی طرف گر جاتا ہے (۵۱)

۲۴۔ تیرے لیے اعلیٰ اور زیادہ مستحق علم وہ ہے جس کے بغیر تیرے عمل کی اصلاح نہ ہو سکے۔ تجھ پر زیادہ واجب عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے کا تجھ سے سوال کیا جائے گا۔ تیرے لیے لازمی علم وہ ہے جو تیرے دل کی سعی کی طرف تیری رہبری کرے اور اس کی خرابی اور فساد کو تیرے سامنے ظاہر کردے۔ انجام کے لحاظ سے زیادہ قابل تعریف وہ علم ہے جو تیرے فوری علم میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اس عمل میں مشغول نہ ہو جس کی جہالت تیرے لیے نقصان دہ نہ ہو اور اس علم سے غافل نہ ہو جس کا ترک کرنا تیری جہالت میں اضافے کا باعث ہو (۵۲)

۲۵۔ صبر کرنے والے کے لیے ایک ہی مصیبت ہوتی ہے۔ جزع فزع اور فریاد کرنے والے کے لیے کئی ہوتی ہیں۔

۲۶۔ ظلم وجور کی شدت کو وہی جانتا ہے جس کے خلاف حکم کیا گیا ہے۔(۵۳)

آپؑ کے بعض جوابات

یہاں ہم امامؑ کے بعض ان جوابات کو پیش کرتے ہیں جو آپؑ نے مختلف اوقات میں سوال کرنے والوں کو دیئے۔ یہ سوالات مختلف مسائل میں ہیں۔ یہ کبھی عقائد کے بارے میں کئے گئے ہیں۔ کبھی فقہ کے سلسلے میں اور کبھی اخلاق سے متعلق ہیں۔

سوال کی طرح سوال کرنے والے بھی مختلف ہیں۔ کبھی سرکش بادشاہ ہیں، کبھی عناد رکھنے والے دشمن۔ کبھی ایسا شخص سوال کرتا ہے جو سمجھنا چاہتا ہے۔ مگر یہ سب ہی امامؑ کے جوابات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

وہ جوابات یہ ہیں۔

۱۔ ابوحنیفہ مسلمانوں کے مشہور مکتبہ فکر کے امام کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کے زمانے میں حج کیا۔ جب مدینہ آیا تو انجنابؑ کے گھر گیا اور وہاں آپؑ کی اجازت کے انتظار میں دہلیز پر بیٹھ گیا۔ ایک بچہ گھر سے نکلا تو میں نے کہا: اے بچے! یہ مسافر تمہارے شہر میں رفع حاجت کہاں کرے۔ انہوں نے جواب دیا تمہارے طریقہ پر۔ یہ کہا اور دیوار کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے کہ نہروں کے کنارے، پھلوں کے گرنے کی جگہ، مسجدوں کے سامنے کے میدانوں، وسیع راستوں اور شارع عام سے بچ کر دیوار کے پیچھے چھپ کر بیٹھو۔ اپنے کپڑے کو اٹھاؤ۔ قبلہ کی طرف رخ یا پشت نہ کرو۔ پھر جہاں چاہو رفع حاجت کرو۔

جو کچھ میں نے اس بچے سے سنا مجھے بہت تعجب ہوا۔ میں نے ان سے ان کا نام پوچھا تو فرمایا میں موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں۔

میں نے ان سے سوال کیا کہ اے لڑکے گناہ کس کی طرف سے ہے؟

فرمایا: برائیاں تین میں سے کسی ایک صورت میں ممکن ہیں۔

یا تو اللہ کی طرف سے ہیں اور انسان کی طرف سے نہیں تو پروردگار کو بندے کو اس چیز پر عذاب نہیں کرنا چاہیے جس کا وہ مرتکب ہی نہیں ہوا۔

یا پھر پروردگار اور بندے دونوں کی طرف سے ہیں۔ ایسا نہیں کیونکہ قوی شریک کو کمزور شریک پر ظلم نہیں کرنا چاہیے۔

یا پھر بندے کی طرف سے ہیں اور حقیقت میں بندے ہی کی طرف سے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ معاف

کرے تو اس کا کرم ہے اور اگر عذاب دے تو وہ بندے کے گناہ اور جرم کی وجہ سے ہے۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں ابو عبداللہ جعفرؑ سے ملاقات کئے بغیر آ گیا۔ اس بچے سے جو کچھ سنا اسی سے میں مستغنی ہو گیا (۵۴)

۲۔ آپؑ سے ہارون رشید نے پوچھا کہ آپ حضرات نے عوام وخاص کے لیے یہ کیوں جائز قرار دیا ہے کہ وہ آپؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کریں اور آپؑ کو یا ابن رسولؐ اللہ (رسولؐ اللہ کے بیٹے) کہہ کر مخاطب کریں جب کہ آپؑ حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ لوگ اپنے باپ سے منسوب ہوتے ہیں۔ فاطمہ تو ایک ظرف کی حیثیت رکھتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کے نانا ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت قبر سے اٹھیں اور تجھ سے تیری بیٹی کا رشتہ مانگیں تو کیا تو آپؐ کے اس پیغام کو قبول کرے گا۔؟

ہارون رشید کہنے لگا سبحان اللہ میں کیوں نہیں قبول کروں گا۔ بلکہ میں دنیائے عرب وعجم پر فخر کروں گا کہ یہ

آپؑ نے فرمایا مگر آنحضرتؐ مجھ سے خواستگاری نہیں کر سکتے اور نہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ دے سکتا ہوں۔

ہارون نے پوچھا: کیوں؟

تو آپؑ نے فرمایا کہ حضورؐ سے میں پیدا ہوا ہوں تو پیدا نہیں ہوا۔

پھر کہنے لگا کہ آپ لوگ اپنے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کس طرح کہتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی اولاد نرینہ پیچھے نہیں چھوڑی جب کہ ذریت تو اولاد نرینہ سے چلتی ہے اناث سے نہیں آپ لوگ تو ان کی لڑکی کی اولاد ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں تجھے قرابت کا اور قبر کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھ سے یہ سوال نہ کر۔ کہنے لگا کہ اے اولاد علیؑ! مجھے خبر ملی ہے کہ اے موسیٰؑ! آپؑ ان کے (اولاد علیؑ کے) سردار اور ان کے امام زمانہ ہیں۔ چنانچہ جب تک آپؑ مجھے اپنی حجت دلیل کی خبر نہ دیں میں معاف نہیں کروں گا۔ ہر اس مسئلے میں جس کے بارے میں میں آپؑ سے سوال کروں، آپؑ کتاب اللہ سے حجت اور دلیل پیش کریں۔

آپؑ نے فرمایا تو مجھے جواب کی اجازت ہے؟

کہنے لگا کہ پیش کیجئے۔

آپؑ نے فرمایا:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن ذريته دائود وسليمن وايوب ويوسف وموسیٰ وهارون و كذلك نجری المحسنين وزكريا ويحيیٰ وعيسیٰ۔

اے مسلمانوں کے امیر! حضرت عیسیٰ کے باپ کون ہیں؟ ہارون نے کہا کہ عیسیٰؑ کا تو کوئی باپ نہیں۔
آپؑ نے فرمایا: ہم نے عیسیٰ کو انبیاء کی ذریت اور اولاد سے ملحق کیا ہے۔ مریم علیہا السلام کے واسطے سے۔ اس طرح ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت اور اولاد سے ملحق ہوئے ہیں اپنی ماں فاطمہ علیہا السلام کی طرف سے۔

اے مسلمانوں کے امیر! مزید دلیل پیش کروں۔

ہارون کہنے لگا۔ لے آیئے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

فمن حاجك فيه من بعد ما جائك من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء كم ونساء نا ونساء كم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل الله على الكاذبين۔

جو تم سے تمہارے پاس علم آ جانے کے بعد کٹ حجتی کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو بلائیں۔ پھر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت قرار دیتے ہیں۔

کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ پیغمبرؐ نے نصاریٰ سے مباہلے کے وقت اپنی چادر میں کسی کو داخل کیا ہو۔ بجز علیؑ بن ابی طالب فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے۔

خدا عزوجل کے قول "ابناء نا" کی تاویل حسنؑ وحسنؑ ہیں اور "انفسنا" کی علیؑ بن ابی طالب ہیں (۵۷)

۳۔ ابوحنیفہ کے ساتھی محمد بن حسن نے ہارون رشید کی موجودگی میں مکہ میں ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ سے سوال کیا کہ کیا مُحرم کے لیے جائز ہے کہ اپنے اوپر محمل کا سایہ کرے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اختیاری صورت میں جائز نہیں ہے۔

محمد بن حسن پھر کہنے لگا کہ یہ جائز ہے کہ اختیاری صورت میں محمل کے نیچے چلے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ محمد بن حسن سن کر ہنسنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر تعجب کرتا ہے اور اس کا استہزاء کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے احرام میں اپنا سایہ ہٹا دیا تھا اور سائے کے نیچے آپؑ چلے جب کہ آپؑ مُحرِم تھے۔

اے محمد بن حسن دین کے احکام کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص ان میں سے بعض کو بعض پر قیاس کرے تو وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا۔

محمد بن حسن خاموش ہو گیا اور اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔(۵۶)

۴۔ کلینی نے کافی میں روایت کی ہے کہ کسی شخص نے ایک کنیز سے ہم بستری کی جس نے ابھی تک ماہواری نہیں دیکھی تھی۔ اس کا خون جاری ہو گیا جو تقریباً دس دن نہ رکا۔ دائیوں نے اختلاف کیا کہ یہ حیض کا خون ہے یا بکارت کا۔

ابو حنیفہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو اس نے کہا کہ یہ بہت مشکل امر ہے اس کو وضو کرنا چاہیے اور اس کا شوہر اس کے پاس نہ جائے۔ جب تک وہ پاک نہ ہو جائے۔

خلف بن حماد نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے پوچھا، آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی شرمگاہ میں روئی داخل کرے۔ اور کچھ دیر رہنے دے پھر روئی آہستہ سے نکالے اگر خون روئی میں طوق کی طرح گردا گرد ہو تو وہ بکارت کا خون ہے اگر روئی میں ڈوب جائے تو وہ حیض کا ہے۔

خلف فسد یا اور کہنے لگا میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے علاوہ اتنا اچھا جواب اور کون دے سکتا ہے۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: میں بخدا تجھے خبر نہیں دے رہا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔(۵۷)

۵۔ ایک عیسائی راہب نے آپؑ سے سوال کیا کہ شجر طوبیٰ کی جڑ حضرت عیسیٰؑ کے گھر میں ہے اور آپ کے عقیدے کے مطابق حضرت محمدؐ کے گھر میں ہے تو پھر اس کی شاخیں ہر گھر میں کس طرح آپ نے فرمایا یا سورج کی روشنی ہر گھر میں پہنچتی ہے جب کہ وہ خود آسمان میں ہے اس راہب نے کہا کہ جنت کے کھانے ختم نہیں ہوں گے جب کہ جنتی ان سے کھاتے رہیں گے تو استعمال کے بعد بھی اس کی کسی چیز میں کمی نہیں ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا: دنیا میں چراغ سے دوسرے چراغ روشن کیے جاتے ہیں مگر اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

راہب کہنے لگا کہ جنت میں سایہ ہر جگہ پھیلا ہوگا۔ فرمایا: سورج کے نکلنے سے پہلے سایہ ہر جگہ پھیلا رہتا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

الم تر الیٰ ربك کیف مد الظل

کیا تو اپنے پروردگار کی طرف نہیں دیکھتا کہ اس نے سائے کو کس طرح پھیلایا ہے۔

اس نے کہا کہ جنت میں جتنا بھی کھایا پیا جائے گا مگر پیشاب پاخانہ نہیں ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا کہ شکم میں بچے کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔ اس نے کہا: اہل جنت کے خادم ان کے لیے ہر چیز لے آئیں گے جس کی وہ خواہش کریں گے بغیر حکم دیئے۔

آپؑ نے فرمایا: جس وقت انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس کے اعضاء اور جوارح کو یہ معلوم ہوتا ہے اور وہ اس کی خواہش کو برلاتے ہیں کسی حکم کے بغیر۔

اس نے پوچھا۔ جنت کی چابیاں سونے کی ہیں۔ یا چاندی کی۔ آپؑ نے فرمایا: جنت کی چابی بندے کا زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ راہب کہنے لگا: آپؑ نے سچ فرمایا وہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ ایمان لے آیا۔ (۵۸)

۶۔ آپؑ سے یقین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا انسان اللہ پر توکل کرے اور اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، اللہ کی قضاء و فیصلہ پر راضی ہو اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے (۵۹)

۷۔ آپؑ سے اللہ کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ جو ہر چھوٹی بڑی چیز پر کنٹرول اور غلبہ رکھتا ہے (۶۰)

۸۔ آپؑ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا، جس نے قسم کھائی تھی کہ میں مال کثیر صدقہ کروں گا تو وہ کیا صدقہ کرے۔

آپؑ نے فرمایا: قسم کھانے والا اگر بھیڑ بکریوں کا مالک ہے تو چوراسی بکریاں صدقے میں دے، اگر وہ اونٹوں کا مالک ہے تو چوراسی اونٹ صدقہ دے، اگر درہم کا مالک ہے تو چوراسی درہم دے اس پر دلیل خداوند تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

ولقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرہ

ہم نے رسولؐ اللہ کے مدد کئے جانے کے مواقع شمار کئے تو وہ چوراسی نکلے۔ (۶۱)

۹۔ آپؑ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ایک میت کی قبر اکھاڑی اور مردے کا سر کاٹ لیا اور اس کا کفن اتار لیا۔

آپؑ نے فرمایا: چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ اس نے ایک محفوظ جگہ سے کفن چرایا ہے۔ اور سو دینار کا ملزم اس کو قرار دیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے مردے کا سر کاٹا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مردہ بچے کے ماں کے شکم میں ہونے کے مثل ہے اس سے پہلے کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ (۶۲)

۱۰۔ آپؑ سے ابو احمد خراسانی نے سوال کیا کہ کفر پہلے ہے یا شرک؟ آپؑ نے فرمایا: تجھ کو اس سے کیا کام میں نے تجھے لوگوں سے ایسی باتیں کرتے پہلے نہیں دیکھا۔

ابو احمد کہنے لگا مجھے ہشام بن حکم نے حکم دیا ہے کہ یہ سوال آپؑ سے کروں۔ آپؑ نے فرمایا: تو اس سے کہو کہ کفر پہلے ہے۔ سب سے پہلے جس نے کفر اختیار کیا وہ ابلیس ہے۔

ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین

اس نے انکار کیا، تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔

کفر ایک ہی چیز ہے۔ شرک ایک کو ثابت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرتا ہے۔(۶۳)

۱۱۔ ہارون رشید کے پاس انصار میں سے ایک شخص نفیع نامی آیا۔ یہ پچھلی روایات سے واقفیت رکھتا تھا۔ یہ ہارون رشید کے دروازے پر آیا۔ اسی کے ساتھ عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز بھی پہنچا۔ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ بھی اپنی سواری پر تشریف لائے۔ حاجب نے جب آپؑ کا عزت و احترام سے استقبال کیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی بڑھ کر آپؑ کی تعظیم و تکریم کی۔ حاجب نے فوراً آپؑ کے لیے اجازت لی۔

نفیع نے عبدالعزیز سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ اس نے کہا: کیا تم نہیں جانتے، یہ آل ابو طالبؑ کے بزرگ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔

نفیع کہنے لگا کہ میں نے ان لوگوں سے زیادہ عجیب کوئی نہیں دیکھا۔ یہ سلوک وہ ایسے شخص سے کرتے ہیں کہ اگر اس کو ان کو تخت سے اتارنے کی قدرت مل جائے تو اتار دے۔ دیکھنا جب یہ باہر آئیں گے تو میں ان سے کیسا سلوک کرتا ہوں۔

عبدالعزیز کہنے لگا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ ایسے اہل بیت ہیں (یعنی ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں) کہ جب بھی کسی نے ان سے خطاب میں گستاخی کی ہے اور رہتا یا ہے تو یہ جواب میں ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس کی عار رہتی دنیا تک باقی رہتی ہے۔

بہر حال جب حضرت موسیٰؑ باہر تشریف لائے تو نفیع اٹھ کر آگے آیا اور آپؑ کی سواری کی لگام پکڑ کر کہنے لگا کہ تم کون ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اے شخص! اگر تو نسب کے بارے میں پوچھتا ہے تو میں اللہ کے حبیب محمدؐ بن اسماعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں۔

اگر تو شہر کے متعلق سوال کرتا ہے تو وہ وہی شہر ہے جس کی طرف اللہ عزوجل نے حج کے لیے جانا تمام مسلمانوں پر اور تجھ پر، اگر تو ان میں سے ہے فرض کیا ہے۔

اگر تو فخر و مباہات چاہتا ہے تو بخدا میری قوم کے مشرک راضی نہیں ہوئے کہ تیری قوم کے مشرک ان کے کفو اور ہم پلہ قرار پائیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ! قریش میں سے ہمارے کفو اور ہم پلہ افراد کو میدان میں نکالیں، سواری کا راستہ چھوڑ دے۔ اس نے سواری کی باگ چھوڑ دی۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اور ذلیل و رسوا خاموش کھڑا تھا۔ عبدالعزیز نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا۔(۶۴)

۱۲۔ فضل بن ربیع سے روایت ہے کہ ہارون رشید حج کو گیا اور طواف شروع کیا۔ باقی مسلمانوں کو طواف سے روک دیا گیا کہ تنہا با آسانی طواف کر سکے۔ اسی دوران بیت اللہ میں ایک اعرابی آیا اور اس نے بھی

طواف شروع کر دیا۔ حاجب اور محافظ نے کہا کہ اے شخص! خلیفہ کے سامنے سے ہٹ جا۔ اعرابی نے اس کو جھڑک دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ سب کو برابر قرار دیا ہے اور کہا:

سواء العاکف فیہ والباد

یعنی اس میں ٹھہرا ہوا اور دیہاتی سب برابر ہیں۔

ہارون رشید نے حاجب کو روک دیا۔

چنانچہ جب ہارون رشید طواف کرتا تو اعرابی اس کے آگے طواف کرتا۔ ہارون رشید حجر اسود کی طرف بڑھتا تو اس سے پہلے اعرابی بڑھ کر حجر اسود کا بوسہ لیتا۔ ہارون مقام ابراہیمؑ کی طرف نماز کے لیے آیا تو اعرابی نے اس سے پہلے آگے بڑھ کر نماز پڑھی۔

ہارون نماز سے فارغ ہوا۔ اعرابی کو بلا بھیجا۔ جب آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین کے بلاوے کو قبول کرو۔ اعرابی نے کہا: مجھے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ میں اس کے پاس جاؤں۔ ہاں اس کو ضرورت ہو تو وہ میرے پاس آ سکتا ہے۔

ہارون نے کہا اس نے سچ کہا ہے چنانچہ ہارون اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ ہارون نے کہا اے اعرابی! میں یہاں بیٹھ جاؤں۔ اس نے جواب دیا۔ یہ جگہ میری نہیں ہے کہ تو مجھ سے یہاں بیٹھنے کی اجازت مانگے۔ یہ اللہ کا گھر ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے قائم کیا ہے اگر چاہتا ہے تو بیٹھ جا اور واپس جانا چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔

ہارون بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر تو کون ہے جو بادشاہوں سے مزاحم ہوتا ہے اور ان سے ٹکر لیتا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں ہر بات سننے کو تیار ہوں۔

ہارون کہنے لگا: میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اگر تو جواب نہ دے سکا تو میں تجھ کو اذیت دوں گا۔

اس نے پوچھا: تیرا یہ سوال متعلم اور طالب علم کی حیثیت سے ہے یا صرف بحث اور جھگڑے کی خاطر ہے؟

ہارون نے کہا کہ متعلم کی حیثیت سے سوال کرتا ہوں۔

جواب ملا تو پھر اس طرح بیٹھ جس طرح سوال کرنے والا اس کے سامنے بیٹھتا ہے جس سے وہ سوال کرتا ہے اور اس طرح سوال کر جو سوال کرنے کا سلیقہ اور طریقہ ہے۔

ہارون نے کہا کہ تیرے فرائض کون کون سے ہیں۔

جواب دیا: خدا تجھ پر رحم کرے۔ فرض ایک ہے اور پانچ ہیں اور سترہ ہیں اور چونتیس ہیں او چورانوے ہیں اور ایک سو ترپن ہیں۔

اور بارہ میں سے ایک ہے اور چالیس میں سے ایک ہے اور دو میں سے پانچ ہیں، ساری زندگی میں سے ایک ہے۔ ایک کے بدلے ایک ہے۔

فضل کہتا ہے کہ ہارون رشید زور سے ہنسا اور کہنے لگا کہ میں تجھ سے تیرے فرائض کے بارے میں پوچھتا ہوں اور تو میرے سامنے حساب کی گنتی کرنے لگا ہے۔

کہنے لگا کہ تجھ کو اس کا پتہ نہیں کہ دین سارے کا سارا حساب وکتاب ہے اگر سارا دین حساب وکتاب نہ ہوتا تو خدا مخلوق سے حساب لینے کا تعہد نہ لیتا اور تلاوت کی۔

وان كان مثقال حبه من خردل اتينا بها و كفى بنا حاسبين.

اگر رائی کے دانے کے وزن کے برابر بھی ہوا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔

ہارون کہنے لگا جو کچھ تو نے کہا ہے اس کی تفصیل بیان کرو ورنہ میں صفا اور مروہ کے درمیان تیرے قتل کا حکم دوں گا۔

حاجب کہنے لگا۔ اللہ اور اس کے مقام کے صدقے میں اس کو بخش دیجئے۔ اعرابی اس کی اس بات پر ہنس دیا۔

ہارون نے دریافت کیا کہ آخر ہنسا کیوں؟

کہنے لگا تم دونوں پر تعجب کی وجہ سے کہ میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں سے زیادہ جاہل کون ہے وہ جو اس اجل کا حصہ چاہتا ہے جو آن پہنچی ہے یا وہ جو اس اجل میں جلدی چاہتا ہے کہ جس کا وقت ابھی نہیں آیا۔

ہارون نے کہا: جو کچھ تو نے کہا اس کی تفصیل اور تشریح بیان کر۔

اس نے کہا جب میں نے کہا کہ فرض ایک ہے تو دین اسلام سارے کا سارا ایک ہے، اور پانچ نمازیں ہیں، جن مر سترہ رکعتیں ہیں، جن میں ۳۴ سجدے ہیں، چورانوے تکبیریں ہیں اور ایک سو تریپن تسبیحیں ہیں۔

جب میں نے کہا کہ بارہ میں سے ایک ہے تو وہ بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ رمضان کے روزے ہیں۔

چالیس میں سے ایک سے مراد یہ ہے کہ جو چالیس دینار کا مالک ہے اس پر خدا نے ایک دینار زکوۃ کے واجب کئے ہیں دو سو میں سے پانچ ہیں تو جو دو سو درہم کا مالک ہے خدا نے اس پر پانچ درہم واجب کئے ہیں۔

ساری زندگی میں ایک ہے تو وہ حج ہے۔ ایک کے بدلے ایک سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بغیر حق کے کسی کا خون بہائے تو واجب ہے کہ اس کا خون بہایا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

النفس بالنفس

نفس کے بدلے نفس

ہارون نے کہا خدا تیرا بھلا کرے۔ یہ کہہ کر اس اعرابی کو ایک تھیلی دی۔ کہنے لگے کہ میں اس تھیلی کا کس طرح مستحق ہوا ہوں۔ گفتگو کرنے کی وجہ سے یا سوال کے جواب دینے کی وجہ سے؟

اس نے کہا گفتگو کرنے کی وجہ سے۔

آپؑ نے کہا کہ اب میں تجھ سے ایک سوال پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا جواب دیا تو یہ تھیلی تیری ہو جائے گی۔ تو چاہے تو اس مقام شریف میں صدقے میں دے دے۔ اگر اس جواب نہ دے سکا تو پھر اس تھیلی کے ساتھ ایک اور تھیلی کا اضافہ کرنا ہوگا، تا کہ اس رقم کو میں اپنی قوم اور قبیلے کے فقراء اور تصدق کر دوں۔

ہارون رشید نے ایک اور تھیلی لانے کا حکم دیا اور کہا جو چاہو سوال کرو۔

اس نے سوال کیا کہ مجھے چھپکلیوں کے بارے میں بتاؤ کہ وہ اپنے بچوں کو چگاتی ہیں یا دودھ پلاتی ہیں؟

ہارون غصے میں آ گیا، کہنے لگا وائے ہو تجھ پر، اے اعرابی! ایسے مسئلے کون پوچھا کرتا ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے اس سے سنا ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص قوموں کا والی اور حاکم بنے اس کو ان سب کے جتنی عقل دی جاتی ہیں۔ تم اس امت کے حاکم ہو لہٰذا ضروری ہے کہ تم سے تمہارے دین کے بارے میں اور فرائض اور واجبات کے بارے میں سوال ہو تو تم جواب دے سکو، کیا تمہارے پاس اس کا جواب ہے۔

ہارون رشید نے کہا خدا تم پر رحم کرے میرے پاس اس سوال کا جواب نہیں۔ جو کچھ اس کی تفصیل ہے وہ بیان کرو اور یہ دونوں تھیلیاں لے لو۔

اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے زمین ہی سے بغیر گوبر اور خون کے مٹی سے ایسے جانور پیدا کئے۔ ان کا رزق اور ان کی زندگی اسی سے قرار دی۔ جب بچہ شکم مادر سے الگ ہوتا ہے تو ماں نہ اس کو دانہ چگاتی ہے اور نہ ہی دودھ پلاتی ہے۔ ان کی زندگی مٹی میں ہوتی ہے۔

اعرابی نے دونوں تھیلیاں لیں اور چلا گیا۔ لوگ اس کے پیچھے گئے اور نام پوچھا تو پتہ چلا وہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ تھے۔

ہارون کو اس کی خبر دی گئی تو کہنے لگا: خدا کی قسم! اس قسم کا پتہ اسی درخت کا ہونا چاہیے(۶۵)

۱۳۔ آپؑ کے سامنے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر ہوا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نچلے آسمان کی طرف اترتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نہ تو اترتا ہے اور نہ ہی اترنے کا محتاج ہے بلکہ دوسری ساری چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ اس کا منظر قرب و بعد میں برابر ہے۔ کوئی بعید اس سے بعید نہیں نہ ہی کوئی قریب اس سے قریب ہے۔

وہ صاحب احسان و بخشش ہے۔ کوئی معبود نہیں بجز اس کے وہ غالب اور حکیم ہے۔

اس کے اوصاف بیان کرنے والوں کا یہ قول کہ (وہ اترتا ہے) تو یہ بات اللہ کے بارے میں وہ کہتا ہے

جو اس کی طرف نقص یا زیادتی کی نسبت دیتا ہے۔ اس لیے کہ ہر متحرک اس کا محتاج ہے جو اس کو حرکت دے یا جس کی وجہ سے وہ حرکت میں آئے۔

جو اللہ کے بارے میں ایسے گمان کرے وہ یقیناً ہلاک ہوا۔ خدا کی صفات کے بارے میں اس سے بچو کہ تم اس کو کسی حد تک محدود کردو، کسی نقص یا زیادتی کے ساتھ یا متحرک وتحریک اور زوال اور اترنے، اُٹھنے اور بیٹھنے کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اجل اور زیادہ عزیز وغالب ہے وصف کرنے والوں کی صفت اور وہم کرنے والوں کی صفت اور وہم وخیال کرنے والوں کے توہمات سے (٦٦)

۱۴۔ داؤد بن قبضہ کی روایت ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو یہ کہتے سنا کہ میرے والد سے سوال کیا گیا کہ کیا خدا نے اس چیز سے منع کیا ہے جن کا اس نے حکم دیا ہے۔

کیا اس سے نہی کی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔

کیا اس نے اس چیز پر اعانت کی ہے جس کا وہ ارادہ نہیں کرتا۔

آپؑ نے فرمایا کہ تو نے سوال کیا کہ کیا اللہ نے اس چیز سے منع کیا ہے کہ جس کا حکم دیا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اگر جائز ہوتا تو وہ ابلیس کو آدمؑ کے سجدے سے منع کرتا۔ اگر منع کیا ہوتا تو اس کو معذور سمجھتا اور اسے لعنت نہ کرتا۔

یہ سوال کہ کیا اس نے اس چیز سے منع کیا ہے کہ جسے اس نے چاہا ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو پھر جب آدمؑ کو درخت سے کھانے سے منع کیا تھا تو ان سے کھانے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر ان سے کھانے کا ارادہ کیا تھا تو پھر مکتب کے بچے کیوں پکارتے ہیں کہ

وعصی آدم ربه فغوی

خدا تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک چیز کا حکم دے اور اس کے برعکس چاہتا ہو۔

یہ سوال کہ، کیا اس نے اعانت کی ہے اس پر جس کا ارادہ نہیں کیا۔ تو یہ بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے اجل اور ارفع ہے کہ وہ انبیاء کو قتل کرنے اور ان کی تکذیب اور حسین ابن علی علیہما السلام اور ان کی با فضیلت اولاد کے قتل پر اعانت کرے اور وہ کس طرح اس چیز پر اعانت کرسکتا ہے۔ جس کو چاہتا نہیں، حالانکہ اس نے اپنے مخالفین کے لیے جہنم تیار کررکھا ہے۔ اور ان کو اس کی اطاعت کی تکذیب اور جھٹلانے اور اس کی مخالفت کے ارتکاب پر لعنت کی ہے۔ اگر جائز ہوتا کہ وہ اعانت کرے اس چیز پر کہ جس کو نہیں چاہتا تو پھر اس نے فرعون کی اس کے کفر اور اس کا دعویٰ کرنے پر کہ وہ عالمین کا پروردگار ہے، اعانت کی ہوتی۔

کیا تو سمجھتا ہے کہ خدا نے فرعون سے یہ چاہا تھا کہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے؟ ایسی بات کرنے والے کو توبہ کرنی چاہیے پس وہ اگر خدا پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی گردن

اڑا دی جائے (۶۷)

۱۵۔ مہدی عباسی نے حج کیا جب لوگ فتق العبادی کے مقام پر پہنچے تو پیاس سے چیخ اٹھے مہدی نے حکم دیا کہ کنواں کھودا جائے۔ کنوئیں کی کھدائی کے دوران زمین سے ایسی گیس نکلی کہ لوگ کام چھوڑ کر اوپر آ گئے۔ علی بن یقطین نے کام کرنے والوں کو زیادہ رقم کی ترغیب دی۔ وہ دوبارہ اترے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے نکلے کہ ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے علی نے ان سے ماجرا دریافت کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ نیچے ہم نے کچھ آثار قدیمہ اور مال و اسباب اور مرد اور عورتیں دیکھی ہیں۔ جب ہم ان میں سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرتے تو وہ چیز راکھ ہو جاتی۔

مہدی اس بارے میں لوگوں سے دریافت کرنے لگا لیکن کوئی کچھ نہ بتا سکا۔

موسیٰ بن جعفرؑ نے فرمایا کہ یہ اصحاب الاحقاف ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا اور وہ اپنے گھروں سمیت زمین میں دھنس گئے۔ (۶۸)

۱۶۔ آپؑ سے ہارون رشید نے سوال کیا کہ آپؑ حضرات کو ہم پر کیوں فضیلت دی گئی ہے جب کہ ہم اور آپؑ ایک ہی شجرہ سے عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ ہم اور آپ ایک ہیں۔ ہم عباس کی اولاد اور آپؑ ابوطالب کی اولاد۔ وہ دونوں رسولؐ اللہ کے چچا تھے اور دونوں کی آپؐ سے قرابت برابر کی تھی۔

آپؑ نے جواب دیا ہم زیادہ قریبی ہیں۔ ہارون نے پوچھا وہ کیسے؟ آپؑ نے فرمایا کہ عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں باپ کی اولاد تھے۔ جب کہ عباس، عبداللہ اور ابوطالب کی والدہ سے نہیں تھے۔ ہارون نے کہا کہ آپؑ حضرات کس طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ نبیؐ کریم کے وارث ہیں۔ چچا، چچازاد بھائی کے لیے میراث سے مانع ہوتا ہے۔ ابوطالب تو پہلے فوت ہو گئے تھے اور عباسؓ آنحضرتؐ کے چچا زندہ تھے۔

آپؑ نے فرمایا اگر مسلمانوں کے امیر کی رائے ہو تو مجھے اس مسئلے سے معاف رکھے اس کے علاوہ جو چاہے سوال کرے۔ وہ کہنے لگا نہیں آپؑ اس کا جواب ضرور دیں۔

آپؑ نے فرمایا تو پھر مجھے جان کی امان دے ہارون نے کہا گفتگو سے پہلے ہی امان دے چکا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے کہ صلبی اولاد کے ہوتے ہوئے وہ مذکر ہو یا مونث کسی دوسرے کا کوئی حصہ میراث میں سے نہیں ہے، مگر ماں باپ، زوج یا زوجہ اور چچا کے لیے۔

صلبی اولاد کے ہوتے ہوئے کوئی میراث نہیں ہے۔ نہ کتاب عزیز نے یہ کہا ہے اور نہ سنت نے۔

یہ بنی تیم و عدی اور بنی امیہ نے کہا کہ چچا باپ ہوتا ہے۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے بغیر کسی حقیقت یا رسولؐ اللہ کی حدیث کے۔

وہ علماء جو حضرت علیؑ کے قول پر ہیں ان کے فیصلے ان لوگوں کے فیصلے کے خلاف ہیں۔ نوح بن دراج اس

مسئلے میں حضرت علیؑ کے قول کا قائل ہے اور اسی کے مطابق اس نے فیصلہ کیا ہے اس کو حضرت علیؑ نے دوشہروں (کوفہ اور بصرہ) کا حاکم بنایا اور اس نے یہی فیصلہ کیا۔

چنانچہ ہارون نے ان لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جو اس قول کے خلاف تھے۔ مثلاً سفیان ثوری ابراہیم مازنی، اور فضیل بن عیاض۔ انہوں نے گواہی دی کہ اس مسئلے میں حضرت علیؑ کا یہی قول ہے۔

ہارون نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں فتویٰ دیتے جب کہ نوح بن دراج نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

انہوں نے جواب دیا کہ نوح نے جرات کی اور ہم نے بزدلی سے کام لیا۔

قدماء عامہ کے قول کے مطابق امیر المومنینؑ کے اس فیصلے کو امضاء کیا نبی کریمؐ سے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے سب سے بڑا قاضی علیؑ ہیں۔

عمر بن خطاب نے کہا کہ علی اقضانا............ علیؑ ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔

یہ ایک جامع نام اور صفت ہے۔ ساری وہ تعریفیں جو پیغمبرؐ نے اپنے اصحاب کی ہیں، جیسے قرابت، فرائض اور علم، وہ سب قضاوت میں داخل ہیں۔

ہارون نے کہا: مجھے مزید کچھ بتائیں۔ آپؑ نے فرمایا: مجالس امانتیں ہیں، خصوصاً تیری مجلس۔ اس نے کہا: کوئی بات نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: نبی اکرمؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا جب تک اس نے ہجرت نہیں کی۔ نہ ہی اس کے لیے کوئی ولایت ثابت کی ہے جب تک ہجرت نہ کرے۔

ہارون نے کہا کہ اس سلسلے میں آپؑ کی دلیل کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والذین امنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا

ترجمہ:

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ تمہاری ولایت میں سے کچھ نہیں رکھتے جب تک ہجرت نہ کریں۔

اور چچا عباس نے ہجرت نہیں کی۔

ہارون نے کہا: اے موسیٰؑ! کیا آپؑ نے ہمارے دشمنوں میں سے کسی کو یہ فتویٰ دیا ہے یا فقہا میں سے کسی کو اس مسئلہ میں کوئی بات بتائی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا گواہ ہے کہ نہیں مسلمانوں کے امیر کے علاوہ کسی نے مجھ سے یہ سوال کیا بھی نہیں (۶۹)

۱۷۔ علی بن یقطین کہتے ہیں کہ مہدی عباسی نے ابوالحسن علیہ السلام سے شراب کے بارے میں

پوچھا کہ کیا وہ کتاب اللہ عزوجل میں حرام کی گئی ہے۔ کیونکہ لوگ اس کے بارے میں نہی (اور منع کرنے) کو تو جانتے ہیں مگر اس کی حرمت کو نہیں جانتے۔ ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ ہاں یہ کتاب اللہ عزوجل میں حرام کی گئی ہے۔ مہدی عباسی نے پوچھا کس جگہ ذکر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

انما حرم ربی الفواحش ماظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق

میرے پروردگار نے جو فواحش ظاہر ہیں یا چھپے ہیں اور گناہ اور حق کے بغیر بغاوت کرنے کو حرام کیا ہے۔

خدا کا یہ ارشاد کہ ماظہر منہا (جو اس میں سے ظاہر ہے) سے مراد الانیہ زنا اور بدکاری ہے اور ان جھنڈوں کو نصب کرنا ہے جو زمانہ جاہلیت میں فاحشہ عورتیں اپنے گھروں پر لگاتی تھیں۔

اللہ عزوجل کا یہ ارشاد وما بطن (اور جو چھپا ہوا ہے) سے مراد وہ ہیں جن سے باپ دادا نکاح کریں۔ لوگ پیغمبر کے مبعوث ہونے سے پہلے کوئی مرتا تو اس کی بیوی سے بیٹا باپ کے بعد شادی کر لیتا بشرطیکہ وہ اس کی حقیقی ماں نہ ہوتی۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے اس کو حرام کیا۔

اور "الاثم" (گناہ) تو یہی بعینہ شراب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔

یسئالونك عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر

آپؐ سے شراب اور جوئے کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں کہہ دیں کہ ان بہت بڑا گناہ ہے۔

کتاب اللہ میں "الاثم" (گناہ) سے مراد شراب اور جوا ہے۔ ان دونوں کا بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مہدی نے کہا: اے علی بن یقطین! بخدا یہ ہاشمی فتویٰ ہے۔

علی بن یقطین نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! آپ نے سچ کہا۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے یہ علم آپ اہل بیت سے خارج نہیں کیا۔

علی کہتے ہیں مہدی صبر نہ کر سکا اور کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا ہے "اے رافضی" (۷۰)

آپؑ کی دعائیں

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام بہت سی خوبیوں اور محاسن میں منفرد ہیں دوسرے ان خوبیوں میں ان کے ساتھ شریک نہیں۔ وہ مکارم اخلاق وکردار میں ممتاز ہیں اور سب سے الگ ہیں۔

ان کی دعائیں بھی دوسرے مسلمانوں سے ان کے امتیازات میں سے ہیں۔ اس میں صحابہ تابعین اور باقی

اسلاف ان کے ساتھ شریک نہیں۔آپؑ میں سے ہرایک سے بہت سی دعائیں منقول ہیں جن کو ہمارے علماء رضوان اللہ علیہم نے سینکڑوں صفحات میں کتابوں کی شکل میں جمع کیا ہے۔

درحقیقت ان ہی ہستیوں نے سب سے پہلے اس لب ولہجہ کی تعلیم دی ہے۔یہی وہ طریقہ ہے کہ بندہ اپنے مولا سبحانہ، وتعالیٰ سے مخاطب ہو، تذلل اور توسل سے اور اللہ جل شانہ، کی طرف متوجہ ہو۔اسی کتاب میں "عبادت" کے باب میں آپؑ کی کچھ دعائیں گزر چکی ہیں۔بعض دوسری درج کی جارہی ہیں۔

ا۔ آپؑ کی ایک دعا ہے۔

بسم الله اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد اعبده ورسوله. وان الاسلام كما وصف. وان الدين كما شرح. وان الكتاب كما انزل. والقول كما حديث. وان الله هو الحق المبين وصلوات الله وسلامه على محمد واله اصبحت اللهم فى امانك اسلمت اليك نفسى. ووجهت اليك وجهى وفوضت اليك امنت بكتابك الذى انزلت. ورسولك الذى ارسلت اللهم انى فقير اليك فارزقنى بغير حساب انك ترزق من تشاء بغير حساب اللهم انى اسالك الطيبات من الرزق وتركت المنكرات، وان تنوب على اللهم انى اسئلك بكر امتك التى انت اهلها وان تتجاوز عن سوء ماعندى بحسن ماعندك وان تعطينى من جزيل عطائك افضل ما اعطيته احدا من عبادك.

اللهم انى اعوذبك من مال يكون على فتنة، ومن ولد يكون لى عدوا. اللهم قد ترى مكانى. وتسمع دعائى. وكلامى. وتعلم حاجتى. اسئلك بجميع اسمائك ان تقضى لى كل حاجه من حوائج الدنيا والاخرة.

اللهم انى ادعوك دعاء عبد ضعف قوته. واشتدت فاقته وعظم جرمه. وقل عذره وضعف عمله دعاء من لا يجد لفاقته سادا غيرك. ولا لضعفه عونا سواك. اسئلك جوامع الخير. وخواتمه. وسوابقه. وفوايده. وجميع ذلك بدوام فضلك. واحسانك ومنك. ورحمتك فارحمنى. واعتقنى من النار. يامن كبس الارض على الماء ويامن سمك السماء بالهواء. وياواحد اقبل كل واحد. وياواحد بعد

اكل شئى ويامن لايعلم . ولايدرى . كيف هو. الاهو. ويامن لايقدر قوته الاهو. يامن كل يوم هوفى شان يامن لايشغله شان عن شان. وياغوث المستغيثين. ياصريخ المكروبين. ويامجيب دعوة المضطرين. يارحمان الدنيا ولاخرة و رحيمها. رب ارحمنى رحمة لاتضلنى ولا تشقينى بعدها ابدا انك حميد مجيد. وصلى الله على محمد واله وسلم (۰۱)

ترجمہ:

بسم اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں۔ اسلام اسی طرح ہے جس طرح اس نے اس کی توصیف کی ہے۔ دین اسی طرح ہے جیسے اس نے اسے تشریع کیا ہے۔ کتاب ویسی ہی ہے جیسی اس نے نازل کی ہے۔ اس کی گفتگو ویسی ہے جس طرح اس نے بات کی ہے۔ اللہ واضح حقیقت ہے اور اللہ کی صلوات اور سلام ہو محمدؐ اوران کی آلؑ پر۔

خدایا! میں نے تیری امان میں صبح کی ہے (اور) اپنا نفس تیرے سپرد کیا ہے، اپنا چہرہ تیری طرف موڑا ہے، اپنا معاملہ تجھے تفویض کیا ہے، اپنی پشت کا سہارا تجھے قرار دیا ہے، تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیرے طرف مائل ہوتے ہوئے۔

تیرے علاوہ نہ کوئی ملجاء وماویٰ ہے اور نہ تجھ سے نجات حاصل کرنے کی جگہ ہے۔

تیری اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے اس رسولؐ پر جن کو تو نے بھیجا ہے۔ خدایا! میں تیرا محتاج وفقیر ہوں، پس مجھے بغیر حساب کے دے۔ تو ہی جیسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

خدایا! میں تجھ سے طیبات کا رزق اور منکرات کے ترک کرنے کا سوال کرتا ہوں۔

پروردگار! تو میری توبہ قبول فرما۔

خدایا! میں تجھ سے تیری اس کی کرامت کے بدلے سوال کرتا ہوں جس کا تو اہل ہے۔

پروردگار! درگزر کر اس برائی سے جو میرے پاس ہے، اس خوبی کو بنا پر جو تیرے پاس ہے۔ مجھے وہ زائد عطیہ عطا فرمایا جو تو نے اپنے بندوں میں سے ان کو عطا کیا جو افضل ہیں۔

خدایا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس مال سے جو میرے لیے باعث فتنہ اور آزمائش ہو اور اس اولاد سے جو میری دشمن ہو۔

خدایا! تو میری جگہ کو دیکھ رہا ہے، میری دعا اور میری بات کو سن رہا ہے۔ میری حاجت کو تو جانتا ہے۔

میں تجھ سے تیرے تمام اسماء کے صدقے سوال کرتا ہوں کہ دنیا اور آخرت کی میری تمام حاجات کو پورا کردے۔

خدایا! میں تجھ سے اس بندہ جیسی دعا کرتا ہوں جو ضعیف و کمزور ہے اس کی حاجت شدید ہے، اس کا جرم عظیم ہے، اس کے پاس عذر کم ہے، اس کا عمل کمزور ہے، اس شخص کی سی دعا جو تیرے سوا کسی کو اپنے فقر و فاقہ کو ختم کرنے والا اور تیرے سوا اپنی کمزوری پر کسی کو مددگار نہیں پاتا۔

خدایا! میں تجھ سے خیر کے جوامع، اس کے خواتم، اس کے سوابق اور اس کے فوائد کا سوال کرتا ہوں، یہ سب کچھ تیرے فضل، تیرے احسان اور تیری رحمت کے دوام کے ساتھ۔

پس مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو جہنم کی آگ سے آزاد کردے۔ اے وہ ذات جس نے زمین کو پانی پر بچھایا۔ اے وہ جس نے آسمان کو ہوا و فضا میں بلند کیا۔ اے وہ جو ہر ایک سے پہلے ایک ہے۔ اے وہ جو ہر چیز کے بعد ایک ہے۔ اے وہ جس کو کوئی نہیں معلوم کر سکتا ہے کہ وہ کس طرح ہے بجز خود اس کے۔ اے وہ جس کی قدر کا اندازہ خود اس کے علاوہ کوئی نہیں لگا سکتا ہے۔ اے وہ جو ہر دن ایک نئی شان میں ہے۔ اے وہ کہ جس کو ایک شان وحالت دوسری شان وحالت سے مشغول نہیں رکھ سکتی۔

اے فریاد کرنے والوں کے فریادرس، اے مصیبت زدوں کی چیخ وپکار سننے والے، اے مضطر و مجبوروں کی دعا قبول کرنے والے، اے دنیا و آخرت کے رحمٰن و رحیم، اے پروردگار! مجھ پر ایسی رحمت فرما جس میں تو مجھے گمراہ نہ ہونے دے۔ اس کے بعد مجھے کبھی بھی بدبختی کا شکار نہ ہونے دے۔

تو لائق حمد اور لائق مجد و بزرگی ہے

یا اللہ درود و سلام ہو محمدؐ اور ان کی آل پر۔

۲۔ محمد بن سلیمان کے ذریعے اس کے والد سے روایت ہے کہ میں (سلیمان) ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ کے ساتھ ان کے بعض املاک پر گیا۔ آپؑ وہاں نماز ظہر تک رہے۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو آپؑ سجدے میں گر پڑے اور میں نے آپؑ کو آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ غمزدہ آواز میں کہتے سنا۔

رب عصيتك بلسانی ولوشئت وعزتك لاخرستنی . وعصيتك ببصری ولوشئت وعزتك لكمهتنی وعصيتك بسمعی ولو شئت وعزتك لاصمتنی . وعصيتك بيدی ولوشئت وعزتك لكنعتنی وعصيتك برجلی ولوشئت وعزتك لجذمتنی وعصيتك بفرجی ولوشئت وعزتك لعقمتنی . وعصيتك جميع جوارحی التی انعمت بها علی وليس هذا جزاء وك منی .

راوی کہتا ہے: پھر میں نے ایک ہزار مرتبہ شمار کیا کہ آپؑ العفو، العفو کہہ رہے تھے۔ پھر آپؑ نے اپنا دایاں رخسار زمین پر رکھ دیا اور میں نے آپؑ کو غمگین آواز میں کہتے سنا:

بوت الیك بذنبی. عملت سوء وظلمت لفسی فاغفرلی. فانه لایغفر الذہوب غیرك یامولای یامولای.

میں تیری طرف گناہ سے لوٹا۔ میں نے برا کہا اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا

اے میرے مولا، اے میرے مولا! یہ آپؑ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر بایاں رخسار زمین پر رکھ دیا اور کہنے لگے:

ارحم من اساء واقترف. واستکان واعترف

اس پر رحم فرما جس نے برائی کی، اور زیادہ برائی کی، اور جب ذلیل وخوار ہوا تو اعتراف گناہ کیا۔
تین مرتبہ کہا اور پھر سر اٹھایا۔ (۷۳)

۳۔ آپؑ کی دعا ہے:

یاسابق کل فوت. یاسامعا لکل صوت قوی اوخفی یامحی النفوس بعد الموت. لاتغشاك الظلمات الحندسیته. ولا تشابه علیك اللغات المختلفه. ولا یشغلك شئی عن شئی. یامن لا یشغله دعوة داع دعاه من السماء یامن له عند کل شئی من خلقه سمع سامع. وبصر نافذ یامن لا تغلطه کثرة المسائل. ولا یبرمه الحاح الملحین. یاحی حین لاحی فی دیمومته ملکه وبقائه. یامن سکن العلی. واحتجب عن خلقه بنوره. یامن اشرفق لنوره دجا الظلم. اسالك باسمك الواحد الاحد. الفرد الصمد الذی هو من جمیع ارکانك صل علی محمد واهل بیته.

ترجمہ: اے ہر فوت ہو جانے والی اور نکل جانے والی چیز سے پہلے۔ اے ہر آواز کے سننے والے، وہ آواز قوی ہو یا خفی، اے نفسوں کو موت کے بعد زندہ کرنے والے، تجھے تاریک اندھیرے نہیں چھپا سکتے، مختلف زبانیں تجھ پر اشتباہ نہیں کرتیں۔ کوئی چیز تجھ کو دوسری چیز سے مشغول نہیں رکھتی۔ اے وہ جس کو کسی پکارنے والے کی آسمان میں پکار مشغول نہیں رکھتی۔ اے وہ جس کے لیے اپنی مخلوق میں سے ہر چیز کے پاس سننے والی سماعت

اور آر پار دیکھنے والی بصارت ہے۔

اے وہ جس کو مسائل کی کثرت مغالطہ میں نہیں ڈالتی نہ اصرار کرنیوالوں کا اصرار جس کو ملول ورنجیدہ کرتا ہے۔ اے وہ زندہ جس کے ملک کے دوام وبقا میں کوئی زندہ نہیں۔

اے وہ جو بلندیوں میں رہتا ہے اور اپنے نور کی وجہ سے اپنی مخلوق سے پوشیدہ ہے۔

اے وہ جس کے نور سے تاریکیاں جگمگا اٹھتی ہیں، میں تجھ سے واحد اور احد اور فرد اور صمد نام کے ذریعے، جو تیرے تمام ارکان میں سے ہیں سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت وصلوات کا نزول فرما۔ پھر انسان اپنی حاجات کے بارے میں سوال کرے۔(۷۴)

۴۔ آپؑ کی دعائے قنوت:

یامفزع الفازع. ومامن الهالع. ومطبع الطامع وملجاالضارع. یاغوث اللهفان. وماوی الحیوان. ومروی الظمان. ومشبع الجوعان. وکاسی العریان. وحاضر کل مکان. بلادرك ولا عیان. ولا صفه ولا بطان عجزت الافهام وضلت الاوهام عن موافقه صفته دابته من الهوام فضلا عن الاجرام العظامماانشات حجابا لعظمتك وانی یتغلغل الی ماوراء ذلك بما لایرام تقدست یا قدوس عن الظنون والحدوس وانت الملك القدوس باری الاجسام والنفوس. ومنخر العظام. وممیت الانام ومعیدها بعد الفناء والنتطمیس اسئلك یا ذالقدرة والنفوس، ومنخر العظام . وممیت الانام ومعید ها بعد الفناء والنطیس. اسئلك یا ذاالقدرة والعلاوالعزوالشناء ان تصلی علی محمد واله اولی النهی والمحل الاوفی والمقام الاعلی وان تعجل ماقدتاجل وتقدم ماقدتاخر وتانی بماقداوجبت اثباته وتقرب ماقدتاخر فی النفوس الحصرة اوانه. وتکشف الباس وسوء الباس . وعوارض الوسوسواس الخناس فی صدور الناس. صدورالناس. وتکفینا ماقد رهتمنا. وتصرف عنا ماقد رکبناء وتبادر اصطلام الظالمین. ونصر المومنین. ولادالته من المعاندین امین رب العالمین(۷۵)

ترجمہ:

اے گھبرائے ہوئے کی جائے پناہ! اے پریشان کی جائے امن، اے طمع اور لالچ رکھنے والے کی طمع کی جگہ اور تضرع اور زاری کرنے والوں کا ملجاء اے دکھی کے فریادرس اور حیران وسرگرداں کے ماویٰ اے پیاسے کو سیراب کرنے والے، بھوکے کو سیر کرنے والے برہنہ کو لباس پہنانے والے۔

کسی کے ادراک کئے اور دیکھے بغیر اے ہر جگہ حاضر اور کسی صفت اور پوشیدہ ہوئے بغیر۔

کیڑے مکوڑوں میں سے کسی جاندار کی پوری تعریف کرنے سے فہم عاجز ہیں اور ذہن گم ہیں۔ وہ بڑے بڑے اجرام فلکی تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ انہوں نے تیری عظمت کے لیے حجاب پیدا کئے ہیں ان کے آگے کا تو قصد وارادہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تو منزہ اور پاک ہے اور گمانوں اور قیاس آرائیوں سے پاک اور منزہ، تو مقدس شہنشاہ ہے، جسموں اور نفسوں کو پیدا کرنے والا ہڈیوں کو بوسیدہ، لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا، ان کو فنا ہو جانے اور مٹ جانے کے بعد واپس لوٹانے والا۔

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے صاحب قدرت، بلند عزت اور ثناوحمد کے لائق کہ محمدؐ اور ان کی آلؑ پر درود بھیج، جو صاحبان عقل وخرد اور زیادہ صحیح منصب اور اعلیٰ مقام والے ہیں۔

اسے جلدی کردے جو دیر میں ہے، اسے مقدم کردے جو موخر ہے۔ اس کو لے آ جس کو ثابت کرنا تو ضروری سمجھتا ہے۔ اس کو قریب کردے جو ان نفوس میں موخر ہے، جن کا وقت محدود ہے۔ شدت کو دور کردے لوگوں کے سینوں سے خناس کے وسوسوں کو دور کردے۔

ہماری کفایت کر ان باتوں میں جنہوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے ہم سے دور کردے جن کے ہم مرتکب ہوئے ہیں۔

ظالموں کے ظلم کے روکنے اور مومنین کی نصرت کرنے اور معاندین (خودسروں) کی حکومت وسلطنت کو منتقل کرنے میں جلدی فرما۔

آمین یارب العالمین!

۵۔ آپؑ کی دعا۔

توكلت على الحى الذى لايموت وتحصنت بذى العزة والجبروت. واستعنت بذى الكبرياء والملكوت. مولاى استلمنى . وتوكلت عليك فلا تخذلنى . ولجات الى ظلك البسيط فلاتظر حنى. انت المطلب واليك المهرب. تعلم ماخفى وما اعلن . وتعلم خائنته الاعين وما تخفى الصدور. فامسك عنى

اللھم ایدی الظالمین من الجن والانس اجمعین۔ واشفنی یاارحم الراحمین(۴۶)

میں اس زندہ پر توکل کرتا ہوں جو مرتا نہیں۔ اپنے آپ کو صاحب عزت و جبروت کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ صاحب کبریائی وملکوت سے اعانت چاہتا ہوں۔

میرے مولا! میں تیری سپردگی چاہتا ہوں، تو مجھے کسی کے سپرد نہ کرنا۔ میں تجھ پر توکل کرتا ہوں، تو مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔

تیرے وسیع سایہ کی پناہ لیتا ہوں، مجھے دور نہ کر دینا۔ تو ہی مطلوب ہے، تیری ہی طرف بھاگ کر آنا ہے۔

اے وہ جو اس کو جانتا ہے جس کو میں چھپاتا ہوں۔ اور اعلانیہ کرتا ہوں۔ تو خیانت کرنے والی آنکھوں اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے، اس کو جانتا ہے۔ خدایا! مجھ سے ظالموں کے ہاتھ روک لے خواہ جن وانس میں سے ہوں۔ مجھے شفا بخش دے" اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۶۔ آپؑ کی دعا

یاالله یاالله یاالله اسلك بحق من حقه علیك عظیم ان تصلی علی محمد وآل محمد، وان ترزقنی العمل بما علمتنی من معرفته حقك، وان تبسط علی ماحظرت من رزقك(۴۷)

یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ! میں تجھ سے اس کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کا حق تجھ پر بہت بڑا ہے کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود بھیج اور مجھے تو نے جو اپنے حق کی معرفت کا علم دیا ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، جو اپنا رزق تو نے مجھ سے روک رکھا ہے اس میں وسعت دے دے۔

۷۔ آپؑ کی وہ دعا جو آپؑ نے اپنے ایک صحابی کو قرض ادا کرنے کے بارے میں تعلیم فرمائی۔

اللھم اردد علی جمیع خلقك مظالمھم التی قبلی۔ صغیرھا و کبیر ھافی یسر منك وعافیه۔ ومالم تبلغه قوتی ولم تسعه ذات یدی، ولم یقو علیه بدنی ویقینی، ونفسی، فاده عنی من جزیل ما عندك۔ من فضلك ثم لا تخلف علی منه شیئاً۔ تقضیه من حسناتی یا ارحم الرحمین اشھد ان لا اله الا الله۔ وحده لاشریك له واشھد ان محمدا عبده ورسوله۔ (۴۸)

خدایا! تیری تمام مخلوق کے چھوٹے یا بڑے مظالم جو میری طرف ہیں، ان کو اپنی کشائش اور عافیت میں لوٹا دے جن تک میری قوت نہیں پہنچتی میرا مال ان کی وسعت نہیں رکھتا، اس پر میرا بدن، میرا الیقین اور میرا النفس قوت نہیں رکھتا۔ ان کو اپنے عظیم فضل میں سے جو تیرے پاس ہے ادا فرما دے اور اس میں سے کچھ بھی مجھ پر نہ رہنے دے جو تو میری حسنات اور نیکیوں سے پورا کرے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو وحدہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بنی امیہ کی طویل ظالم وغاصب حکومت کے دور میں بڑے مصائب اور سختیوں میں زندگیاں گزاریں۔ ان کے بعد امید ہو چلی تھی کہ عباسی حکومت کے ہاتھوں ان سختیوں اور دشواریوں میں کمی ہوگی اور ظلم وزیادتی اور امیہ دور کی اذیتوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔

یہ خیال بلاوجہ نہیں تھا۔ ان دونوں گھرانوں میں قریبی رشتہ داری تھی اور عباسی علویوں کے نام پر حکومت لے سکے تھے۔ ابومسلم خراسانی کے جھنڈے علویوں ہی کی نصرت کے نام سے آگے آئے تھے اور انہی کے شہداء کے خون کا بدلہ لینے اور ان پر کئے گئے ظلم وستم کا انتقام لینے بڑھے تھے۔

مگر جب عباسی برسر اقتدار آئے اور انہوں نے اپنی حکومت مستحکم تو معاملہ برعکس نکلا۔ یعنی عباسی حکومت تواتر کے ساتھ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو قید کرنے، جلاوطن کرنے اور قتل کرنے پر مستعد ہوگئی۔ ان کی حکمرانی کا زمانہ بنی امیہ کے مقابلے میں آئمہ اہل بیت علیہم السلام پر زیادہ سخت تھا۔

تاللہ ما فعلت علوج امیہ

معشار ما فعلت بنوا العباس

خدا کی قسم! بنی امیہ کے سرکشوں نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا، جو کچھ بنی عباس کے ہاتھوں ہوا۔

آئمہ اطہار علیہم السلام نے ان ظلم وستم کرنے والوں کو کبھی بددعا نہیں دی۔ آپؑ اسی وقت بددعا دینے پر مجبور ہوئے جب ظلم وجور کی انتہا ہوگئی اور اس کی شدت اپنی آخری حدود پر پہنچ گئی۔ آگے کلمات علماء وعظماء کے اب میں وہ خط آپ کی نظر سے گزرے گا جو عیسیٰ بن جعفر نے، جس کے پاس امامؑ قید تھے، ہارون رشید کو لکھا تھا۔ اس خط میں تھا کہ میں نے کچھ لوگ مقرر کئے ہیں جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دعاؤں تک کو سنتے ہیں مگر انہوں نے کبھی تجھ کو یا ہم لوگوں کو بددعا نہیں دی نہ کبھی ہمارا برا تذکرہ کیا۔

اس پس منظر میں اندازہ ہوسکتا ہے کہ پھر وہ کیسے موقع ہوتے ہوں گے جب آپؑ حضرات ان ظالموں کو

بد دعا دینے پر مجبور ہو جاتے ہوں گے۔

ان صفحات میں وہ بعض واقعات ذکر کئے جاتے ہیں جو آپؑ کی دعا کی قبولیت کے سلسلے میں درج کئے گئے ہیں۔

۱۔ کتاب ''نثر الدرر'' کا مصنف لکھتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر کاظمؑ کے سامنے ذکر ہوا کہ ہادی عباسی آپؑ کو شہید کرنے کا قصد رکھتا ہے۔ آپؑ نے اپنے گھر والوں اور عزیزوں سے پوچھا کہ تم لوگ اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپؑ اس سے دور چلے جائیں اور خود کو اس کی دسترس سے غائب کر لیں کیونکہ آپؑ اس کے شر سے مامون نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپؑ نے تبسم فرمایا اور کہا:

زعمت شخينه ان ستغلب

وليغلبن مغالب الخلاب ربها

(بغض وعداوت رکھنے والی) گمان کرتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار پر غالب آ جائے گی، حالانکہ وہ سب پر غالب آنے والوں پر بھی غالب ہے۔

پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا:

الهی كم من عدو شحذلی ظبیه مديته. وداف لی قواتل سمومه. ولم تنم عنی عين حراسته . فلما رايت ضعفی عن احتمال الفوادح وعجزی عن كلمات الجوائح صرفت ذلك عنی بحولك و قوتك لا بحولی وقوتی والقيته فی الحفيرة التی احتفر هالی خائباً مما امله فی دنياه متباعداً عما يرجوه فی اخراه فلك الحمد علی قدر ما عممتنی فيه نعمك. وما توليتنی من جودك و كرمك اللهم فخذه بقوتك . وافلل حده عنی بقدر تك واجعل له شغلا فيما يليه. وعجزابه عما ينتويه. اللهم واعدنی عليه عدوة حاضرة تكون من غيظی شفاء. ومن حنقی عليه وفاء. وصل اللهم دعائی بالاجابه. وانظم شكايتی بالتعبير وعرفه عما قليل ماوعدت به من الاجابه لعبيدك المضطرين انك ذوالفضل العظيم. والمن الجسيم.

ترجمہ:

خدایا! کتنے دشمن ہیں جنہوں نے میرے لیے اپنی چھری کی دھار تیز کی، اور میرے لیے زہر پانی میں

کھولے تو تیری نگران آنکھ میری نگرانی سے غافل نہیں ہوئی۔ جب تو نے مجھ سے مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے کا یارانہ دیکھا اور میری کمزوری، ناتوانی اور میرے اعضاء وجوارح کو زخموں سے چور دیکھا تو اس کو میری طاقت وقوت سے نہیں بلکہ اپنی قدرت وطاقت سے مجھ سے دور کر دیا۔ اس کو گڑھے میں پھینکا جو اس نے میرے لیے کھودا تھا۔ وہ ناامید ہو گیا اس سے جس کی اس نے دنیا میں خواہش کی تھی اور دور ہو گیا اس سے جس کی اس نے آخرت میں آرزو کی تھی۔

تیرے لیے حمد وثنا ہے اسی انداز میں جس انداز میں تو نے اپنی نعمتیں مجھ پر عام کر دی ہیں اور جتنا کچھ کہ تو نے مجھے اپنے جود وکرم سے دیا۔ خدایا! اس شخص کو اپنی قوت سے اپنی گرفت میں لے لے، اپنی قدرت سے اس کی تیز دھار کو کند کر دے، اس کو ایسے شغل میں بجھا دے جو اس کو اس چیز سے روک دے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔

خدایا! مجھے اس پر ایسا غلبہ دے جو میرے غیظ وغضب کے لیے شفا ہو اور میرے غصے کو ٹھنڈا کر دے۔

خدایا! میری دعا کو اجابت سے وصل کر دے اور قبول کر لے۔ میری شکایت کو عبرت میں پرو دے۔

جو تو نے اپنے مضطر بندوں کو دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اس کو جلد ظاہر کر دے۔ تو صاحب فضل عظیم اور بڑے احسان والا۔

آپؑ کے عزیز ورشتہ دار کچھ ہی مدت بعد دوبارہ اس خط کو پڑھنے جمع ہوئے جو امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس ہادی عباسی کی موت کے بارے میں آیا تھا۔

اسی کے متعلق کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ:

وساريه لم تسر في الارض
محلا ولم يقع بها الارض قاطع تبتغي

ترجمہ:

کتنے رات کو چلنے والے ہیں جو زمین میں کوئی جگہ تلاش کرنے کے لیے نہیں چلتے اور نہ زمین ان کے سفر کو منقطع کرتی ہے۔

یہ ان اشعار میں سے ایک ہے جو قبولیت دعا کے بارے میں کہے گئے ہیں۔ (۷۹)

۲۔ عبداللہ بن صالح سے روایت ہے کہ ہم سے فضل بن ربیع کے ساتھی نے یہ واقعہ بیان کیا:

ایک رات میں اپنے بستر پر کنیز کے ساتھ لیٹا تھا۔ آدھی رات کے قریب مسرور کبیر میری خواب گاہ کا دروازہ کھول کر داخل ہوا اور بغیر سلام کے کہنے لگا کہ ہارون رشید نے بلایا ہے۔

میں یہ دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوا کہ بغیر اجازت کمرے میں داخل ہونا اور سلام نہ کرنا کچھ اچھی علامت نہیں۔

یہ تو قتل کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے غسل کی مہلت مانگ لوں۔ کنیز نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ اللہ عزوجل پر توکل کرو اور کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے کپڑے پہنے اور اس کے ساتھ ہارون رشید کے محل پہنچا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں اس کے سامنے گر پڑا۔ وہ کہنے لگا تو خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے حامی بھری۔ کچھ دیر کے لیے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ میں حواس میں آ گیا۔

پھر مجھ سے کہنے لگا کہ قید خانے میں جا کر موسیٰ بن محمدؑ کو رہا کر دو۔ ان کو تین ہزار درہم، پانچ خلعتیں، تین سواریاں دو اور ان سے دریافت کرو کہ وہ ہمارے پاس رہنا چاہتے ہیں یا کسی اور اپنی پسند کے شہر جانا چاہتے ہیں۔

میں نے اس سے پوچھا: اے مسلمانوں کے امیر! کیا تم موسیٰ بن جعفرؑ کو چھوڑنے کا حکم دے رہے ہو؟

کہنے لگا: وائے ہو تجھ پر! کیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے عہد و پیمان کو توڑ دوں۔

میں نے پوچھا، وہ کون سا عہد و پیمان ہے؟

کہنے لگا کہ میں اس خوابگاہ میں لیٹا تھا کہ اچانک مجھ پر ایسے شیر نے حملہ کر دیا جس سے بڑا شیر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ میرے سینے پر سوار ہو گیا اور گلا پکڑ لیا۔ مجھ سے کہا تو نے موسیٰؑ بن جعفرؑ کو ظلم و زبردستی سے قید کر رکھا ہے میں نے کہا میں انہیں ابھی چھوڑ رہا ہوں، ان کو ہبہ کروں گا اور خلعتیں دوں گا۔ اس نے مجھ سے اللہ عزوجل کا عہد لیا، تب میرے سینے سے اترا نہ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں ہارون رشید کے پاس سے اٹھ کر موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس قید خانے میں پہنچا۔ آپؑ نماز ادا فرما رہے تھے۔ سلام پھیر لیا تو میں نے آپؑ کو ہارون رشید کا سلام پہنچایا، رہائی کی خوشخبری دی اور باقی جو کچھ اس نے حکم دیا تھا وہ سب پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا اس کے علاوہ اگر کچھ حکم تجھے ملا ہو تو وہ بھی بیان کر۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؑ کے جد رسولؐ اللہ کے حق کی قسم! مجھے صرف ان ہی چیزوں کا حکم ہوا ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا: مجھے خلعتوں، سواریوں اور مال کی ضرورت نہیں۔ اس میں امت کے حقوق ہیں۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپؑ ان چیزوں کو واپس نہ کریں، ورنہ وہ آگ بگولہ ہو جائے گا۔ آپؑ نے سن کر فرمایا: تو جو چاہو تم عمل کرو۔

میں نے آپ کا دست مبارک تھاما اور قید خانے کے باہر لے آیا۔

پھر عرض کیا: فرزند رسولؐ! اس کرامت کی خبر دیجئے۔ میں ہی آپؑ کے لیے یہ خوشخبری لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ میرے ہاتھوں انجام کو پہنچایا ہے۔ اس لیے میں آپؑ سے پوچھ سکتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے بدھ کی رات رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے موسیٰؑ! تم قید

میں ہو اور مظلوم ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں یارسولؐ اللہ۔ میں قید میں بھی ہوں اور مظلوم بھی ہوں ۔ آپؐ نے اس کا تین مرتبہ تکرار کیا اور فرمایا۔

لعله فتنه لكم ومتاع الى حين

شاید یہ تمہارے لیے فتنہ ہے اور ایک مدت کے لیے متاع ہے۔

کل تم روزے کی حالت میں صبح کرنا، پھر جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھنا، جب افطار کا وقت ہو تو بارہ رکعت نماز پڑھنا، ہر رکعت میں الحمد اور بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھنا۔

یاسابق الفوت یاسامع کل صوت ویامحی العظام وھی رمیم بعدا لموت اسئالك باسمك العظيم الاعظم ان تصلی علی محمد عبدك ورسولك وعلى اهل بيته الطاهرين وان تعجل لی افرج مما انافيه.

ترجمہ:

اے فوت ہونے والے اور ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے سبقت کرنے والے۔ اے ہر آواز کو سننے والے، اے بوسیدہ ہڈیوں کو موت کے بعد زندہ کرنے والے، میں تیرے عظیم واعظم نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ اپنے بندے اور اپنے رسولؐ اور ان کے پاکیزہ اہل بیتؑ پر درود وصلوات بھیج اور میرے لیے اس چیز سے جس میں اس وقت ہوں، جلد کشائش فرما۔

میں نے اس پر عمل کیا۔ باقی جو کچھ ہو وہ تو نے خود دیکھا۔(۸۰)

آپؑ کے چند اشعار

آئمہ طاہرین علیہم السلام سے جو کچھ بھی خطبوں، وصیتوں، خطوط یا اشعار کے طور پر آیا ہے، وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، اس کی اطاعت پر آمادہ کرنے، تعلیمات اسلامی کی نشر واشاعت اور مکارم اخلاق اور بلند انسانی صفات پر راغب کرنے کے لیے ہے۔

یہ حضرات امت مسلمہ کی ہدایت اور تعلیم وتعلم کی جدوجہد اور سعی کرتے رہے، مسلمانوں کی رشد وہدایت میں زندگی بسر کی۔

آپؑ حضرات نے شعر وشاعری بھی اسی کے لیے وقف کی ہوئی تھی جبکہ عام طور سے لہو ولعب، خرافات، عشق ومعاشقہ کے مضامین اشعار میں باندھے جاتے ہیں۔ آپؑ کے اشعار عقائد، اخلاق اور نیکیوں کی طرف دعوت سے پر ہیں۔

یہاں امام موسیٰ کاظمؑ کے کچھ اشعار پیش کئے جارہے ہیں۔

۱۔ آپؑ بچہ تھے کہ جب آپؑ اپنے والد کی خدمت میں آئے۔آپؑ کے ہاتھ میں تختی تھی۔والد نے ان سے لکھنے کو کہا۔

تنح عن القبيح ولا ترده

فعل قبیح سے دور ہو اور اس کا ارادہ تک نہ کرو

اور فرمایا اس پر مصرعہ لگاؤ

آپؑ نے فرمایا:

ومن اوليته حسنا فزده

جس سے نیکی کی ہے۔اس میں اضافہ کرو

فرمایا:

ستلقى من عدوك كل كيد

تجھے دشمن سے ہر قسم کا دھوکہ اور فریب ملے گا

آپؑ نے کہا:

اذا كاد العدو فلا تكده

جب دشمن مکر وفریب کرے تو تو اس سے مکاری نہ کر

آپؑ نے فرمایا:

یہ ایسی ذریت ہے جن میں سے بعض بعض سے ہیں (۸۱)

۲۔ بندوں کے افعال و کردار کے بارے میں آپؑ کے اشعار:

لم تخل افعالنا التي نذم بها

احدى ثلاث حين نبديها

اما تفرد بارينا بصنعتها

فيسقط اللوم عاجين ناتيها

او كان يشركنا فيها فيلحقه

ما كان يلعقنا من لائم فيها

اولم یکن لا لھی فی جنایتھا
ذنب فما الذنب الاذنب جابنھا(۸۲)

ترجمہ:

ہمارے افعال جن کی وجہ سے ہماری مذمت کی جاتی ہے۔ وہ تین حالتیں ہیں، جب ہم سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں تو یا تو ہمارا خالق ہی ان افعال کا بھی اکیلا خالق ہے۔ تو پھر ہماری ملامت نہیں ہونی چاہتے۔ جب ہم ان اعمال کو بجالائیں گے اور ان میں ہمارے ساتھ شریک ہوگا تو پھر جو کچھ ملامت ان اعمال کو بجائیں گے اور وہ ان میں ہمارے ساتھ شریک ہوگا۔ تو پھر جو کچھ ملامت ان اعمال کے لیے ہماری ہوتی ہے وہ اس کی بھی برابر سے ہوگی۔ یا پھر میرے معبود کا بندہ کے غلط کام میں کوئی حصہ نہیں، تو پھر سارا گناہ اس گناہ گار بندے کا ہے۔

۳۔ صبر واور تسلی کے بارے میں آپؑ کے اشعار:

کن للمکاراہ بالعزاء مدافعاً
فلعل یوماً لا تری ماتکرہ
فلربما استنزالفتی فتنا فست
فیہ العیون وانہ لمموہ
ولربھماخزن الادیبُ لسانہ
حذر الجواب وانہ لمفوہ
ولربما ابتسم الوقورمن الاذی
وضمیر من حرہ یتاؤہ(۸۳)

ترجمہ: مصائب کو صبر اور تسلی سے دور کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لینے سے متعلق آپؑ کا شعر:

انت ربی اذا ظمت الی الماء
وقوتی اذا اردت الطعاما

تو میرا پروردگار ہے جب میں پانی کا پیاسا ہو تو میرا رازق ہے جب میں کھانا چاہتا ہوں

۵۔ آپؑ کی سیرت میں ایک شعر:

نواصل من لایستحق وصالنا
مخافه ان نبقی بغیر صدیق

ترجمہ:

ہم اس سے صلہ رحمی کرتے ہیں جو صلہ
رحمی کا مستحق نہیں اس خوف سے کہ ہم
دوست کے بغیر نہ رہ جائیں۔

آپؑ علماء اور عظماء کی نظر میں

مسلمانوں کے سارے مکاتب فکر کا اہل بیت علیہم السلام کی افضلیت، بلندی مقام، ان کی منزلت اور تقدس اور ان کی رسول اکرمؐ سے قربت پر اجماع واتفاق ہے۔

علماء نے ان کے فضائل لکھنے ان کی شان میں رسولؐ اللہ کی احادیث ذکر کرنے، ان کی سیرت واخلاق بیان کرنے اور ان کے ارشادات وتعلیمات پیش کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کی ہے۔

اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کہ رسولؐ اعظم نے ان کو حدیث ثقلین کے مطابق قرآن کریم کا قرین کہا ہے۔ آپؐ نے ان کی سفینہ نوحؑ سے مثال دی ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوا اور تباہ ہوا۔ باب حطہ سے مثال دی ہے جس میں جو داخل ہو گیا وہ امن میں رہا۔ ایسی اور بھی بہت سی احادیث آپؑ حضراتؑ کی فضیلت میں موجود ہیں۔

اس فصل میں ہم امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں بعض علمائے کرام کے کلمات پیش کرتے ہیں:

۱۔ امام صادق نے فرمایا: اس میں حکم کا علم وفہم اور سخاوت ہے، ان امور کی معرفت ہے جن کے لوگ محتاج ہیں۔ وہ ایسے امور دین ہیں جن میں لوگ اختلاف کیا کرتے ہیں۔ اس میں حسن خلق ہے اور حسن جوار۔

وہ اللہ عزوجل کے ابواب میں سے ایک باب اور دروازہ ہیں۔ (۸۴)

۲۔ ہارون رشید نے کہا: یاد رکھو یہ بنی ہاشم کے عابدوں اور زاہدوں میں سے ہیں (۸۵) ہارون نے اپنے بیٹے مامون سے (اس کے آپؑ کے بارے میں سوال کے جواب میں) کہا: یہ لوگوں کے امام ہیں۔ اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں، اس کے بندوں میں اس کے خلیفہ ہیں (۸۶)۔ اور کہا کہ اے بیٹا! یہ انبیاءؑ کے علم کے

وارث موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ اگر صحیح علم چاہتے ہو تو وہ ان کے پاس ہے(۸۷)

۳۔ مامون عباسی نے آپؑ کی تعریف میں کہا: وہ شب زندہ دار بزرگ ہیں جن کو عبادت گزاری نے نحیف کر دیا جیسے وہ پرانی مشک ہو گئے ہیں۔ سجدوں نے ان کے چہرے اور ناک کو زخمی کر دیا ہے۔(۸۸)

۴۔ عیسیٰ بن جعفر نے ہارون رشید کو لکھا تھا کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کا معاملہ طویل ہو گیا ہے۔ وہ کافی عرصے سے میری قید میں ہیں۔ میں نے ان کے حالات کی نگرانی کی، ان پر جاسوس مقرر کئے۔ اس طویل مدت میں میں نے دیکھا کہ وہ عبادت سے تھکتے نہیں۔ میں نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ ان کی دعاؤں پر نظر رکھے۔ پتہ چلا کہ آپؑ نے کبھی تم کو یا مجھے بددعا نہیں دی، نہ ہی کبھی ہمارا بُرا ذکر کیا۔ وہ اپنی مغفرت اور اللہ کی رحمت کے علاوہ کوئی دعا نہیں مانگتے۔

تم کسی کو بھیج دو جو آپؑ کو اپنی تحویل میں لے لے، ورنہ میں ان کو رہا کر دوں گا۔ میں ان کو قید میں رکھنا تکلیف دہ اور باعث ضرر سمجھتا ہوں(۸۹)

۵۔ ابوعلی خلال (شیخ حنبل) کہتا ہے کہ مجھے جب کسی معاملے میں رنج و غم ہوا تو میں نے موسیٰؑ بن جعفرؑ کی قبر کا ارادہ کیا اور ان سے متوسل ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو، جس طرح میں چاہتا تھا۔ سہل و آسان کر دیا۔(۹۰)

۶۔ شافعی کہتا ہے موسیٰؑ بن جعفرؑ کی قبر مجرب تریاق ہے(یعنی حاجات برآتی ہیں۔ مترجم)(۹۱)

۷۔ ابوحاتم کہتا ہے کہ آپؑ ثقہ اور بہت سچے تھے۔ مسلمانوں کے آئمہ میں سے ایک امام اور راہنما ہیں۔(۹۲)

۸۔ عبدالرحمن بن جوزی کہتا ہے کہ آپؑ کو آپؑ کی عبادت، اجتہاد، راتوں میں قیام کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپؑ کریم اور حلیم تھے۔

جب آپؑ کو کسی کے بارے میں خبر ملتی کہ وہ آپؑ کو اذیت پہنچاتا ہے۔ تو آپؑ اس کے پاس مال بھیجتے۔(۹۳)

۹۔ خطیب بغدادی کہتا ہے کہ آپؑ سخی اور کریم تھے۔

جب آپؑ سنتے کہ کوئی شخص آپؑ کو اذیت پہنچاتا ہے تو آپؑ اس کو ہزار دینار کی تھیلی بھیجتے۔ آپؑ دو سو، تین سو اور چار سو دینار کی تھیلیاں تیار کرواتے اور ان کو مدینہ کے لوگوں میں تقسیم کرتے۔

موسیٰؑ بن جعفرؑ کی تھیلیاں ضرب المثل تھیں۔ جب کسی انسان کے پاس آپؑ کی تھیلی آتی تو وہ غنی اور تونگر ہو جاتا۔(۹۴)

۱۰۔ علی بن محمد احمد مالکی، ابن صباغ کہتا ہے کہ آپؑ کے مناقب، آپؑ کی واضح کرامات، آپؑ کے

فضائل اور روشن صفات اس بات کے گواہ ہیں کہ آپؑ شرافت، خوبیوں اور اوج کی بلندیوں پر فائز تھے آپؑ کے سامنے سیادت کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ آپؑ کو مجد و بزرگی کی غنیمتوں میں حاکم مقرر کیا گیا جن میں منتخب غنائم کو آپ نے اختیار کیا (۹۵)

۱۱۔ یوسف بن قزاغلی سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کا لقب کاظم، مامون، طیب اور سید ہے۔ آپؑ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ اپنی عبادت و اجتہاد اور ساری ساری رات عبادت کے لیے قیام کرنے .... کی وجہ سے آپؑ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی تو آپؑ اس کو مال بھیجتے ....(۹۶)

۱۲۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ امامؑ بڑی قدر و منزلت کے مالک، عظیم بزرگ، نیکیوں میں بہت جدوجہد کرنے والے، عبادت کے لیے مشہور اطاعتوں پر برقرار کرامتوں کے لیے معروف، ساری ساری رات سجدوں میں گزارتے۔ بے مثال حلم اور بردباری کے مالک تھے۔ اپنے آپ پر زیادتی کرنے والوں سے چشم پوشی فرماتے۔ اسی بنا پر آپؑ کو کاظمؑ کے لقب سے پکارا جاتا۔ جو برائی کرتا اس کو احسان اور نیکی سے بدلہ دیتے۔ زیادتی کرنے والے کے جواب میں اس کو معاف کر دیتے۔

عبادت کی کثرت کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے پکارے جاتے۔

عراق میں آپؑ "باب الحوائج الی اللہ" کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ آپؑ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوسل ہونے والوں کے مطالب برآتے ہیں۔

آپؑ کی کرامات عقل کو حیران کر دیتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کا ایسا سچا مقام ہے جس میں کمی بیشی کا سوال نہیں۔ (۹۷)

۱۳۔ احمد بن یوسف دمشقی کرمانی کہتا ہے موسیٰؑ وہ امام ہیں جو بڑی قدر و منزلت والے ہیں، منفرد شخصیت کے مالک اور حجت خدا ہیں اپنی رات بیدار رہ کر قیام میں گزارنے والے اور اپنے دن روزے میں کاٹنے والے ہیں۔ بہت زیادہ حلیم و بردباد ہیں۔ زیادتی کرنے والوں سے چشم پوشی کرنے کی وجہ سے آپ کا نام کاظمؑ ہو گیا۔ آپؑ اہل عراق میں "باب الحوائج" کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان سے متوسل ہونے والے کی حاجت ہمیشہ پوری ہوئی، ......ان کی کرامات آشکار اور مناقب واضح ہیں۔ آپؑ نے شرافت کی اوج پائی اور خوبیوں کی رفعت پا کر اعلیٰ مقام تک پہنچے۔ (۹۸)

۱۴۔ محمد بن احمد ذہبی کہتا ہے کہ موسیٰ اعلیٰ ترین حکماء اور عقلاء میں سے تھے۔ پاکیزہ عابد و زاہد تھے۔ آپؑ کو مشہد و مرقد بغداد میں مشہور ہے۔ ۵۵ سال کی عمر میں آپؑ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ (۹۹)

۱۵۔ ابن ساعی کہتا ہے امام کاظمؑ عظیم الشان اور صاحب افتخار تھے۔ کثرت سے نماز تہجد پڑھنے

والے، نیکیوں میں حد سے زیادہ کوشاں، آپؑ کی کرامات کی گواہی دی گئی ہے۔ آپؑ عبادت کے لیے مشہور تھے۔ مسلسل اطاعتوں پر برقرار رہنے والے تھے۔ ساری ساری رات سجدے اور قیام میں گزارنے والے اور دن صدقہ دینے اور روزہ رکھنے میں گزارنے والے تھے۔(۱۰۰)

۱۶۔ مومن شبلنجی کہتا ہے کہ موسیٰ کاظمؑ اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عابد، عالم، سخی اور کریم النفس تھے۔ آنجنابؑ اہل مدینہ کے فقراء کی دیکھ بھال کرتے۔ رات کو ان کے گھروں میں درہم و دینار اور اجناس پہنچاتے۔ خود ان حاجت مندوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ یہ کچھ ان کو کس نے پہنچایا۔ آپؑ کی وفات کے بعد ان کو پتہ چلا کہ ہمارے ساتھ احسان کرنے والا کون تھا؟ آپؑ اکثر یہ دعا مانگتے۔

اللھم انی اسئلك الراحه عند الموت والعفو عند الحساب

خدایا! موت کے وقت راحت و آرام اور حساب کے وقت تجھ سے عفو اور بخشش کا سوال کرتا ہوں(۱۰۱)

۱۷۔ عبدالوہاب شعرانی کہتا ہے کہ موسیٰؑ بارہ اماموں میں سے ایک جو جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کے فرزند ہیں۔ آپؑ عبادت کی کثرت، اجتہاد اور ساری رات عبادت میں قیام کی وجہ سے عبد صالح کے نام سے پکارے جاتے۔

جب آپؑ کو کسی شخص کے بارے میں پتہ چلتا کہ وہ آپؑ کو اذیت اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ تو آپ اس کو مال بھیجتے۔(۱۰۲)

۱۸۔ عبداللہ شبراوی شافعی کہتا ہے کہ آپؑ بزرگوں اور سخی لوگوں میں سے تھے۔ آپؑ کے والد حضرت جعفر آپؑ سے بہت محبت اور پیار کرتے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپؑ کو موسیٰؑ سے کتنی محبت ہے، تو فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ میرا کوئی بیٹا نہ ہوتا تاکہ مجھے ان سے جو محبت ہے اس میں کوئی شریک نہ ہوتا۔ (پھر اس نے امامؑ کے بارے میں کچھ تحریر کیا ہے اور آپؑ کی کچھ گفتگو نقل کی ہے)(۱۰۳)

۱۹۔ محمد خواجہ بخاری کہتا ہے کہ ابوالحسن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہما السلام آئمہ اہل بیت میں سے ہیں۔ آپؑ صالح، جواد، سخی اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں۔ آپؑ کثیر علم کے مالک تھے۔ آپؑ کو عبد صالح کے نام سے پکارا جاتا۔ ہر روز سورج نکلنے سے لے کر زوال تک اللہ کے لئے ایک طویل سجدہ کرتے۔ جس شخص نے آپؑ کو اذیت اور تکلیف پہنچائی تھی اس کو آپؑ نے ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجی۔ مہدی بن منصور عباسی نے مدینہ سے بغداد بلا کر قید کر دیا۔ مہدی نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کہتے سنا کہ اے مہدی "**وفھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم فاطلقه**۔ یعنی کیا قریب ہے کہ اگر تم کو والی اور حاکم بنا دیا جائے تو تم زمین پر فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے؟ چنانچہ اس نے آپؑ کو چھوڑ دیا۔(۱۰۴)

۲۰۔ عبداللہ بن اسد یافعی کہتا ہے کہ آپؑ صالح، عابد، جواد، حلیم الطبع اور بڑی قدر ومنزلت والے تھے۔ آپؑ بارہ اماموںؑ میں سے ایک تھے جو امامیہ کے اعتقاد کے مطابق معصوم ہیں۔

عبادات اور اجتہاد کی بناء پر آپ کو عبد صالح کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

آپ سخی اور کریم تھے آپ کو پتہ چلتا کہ کوئی شخص آپ کو اذیت دیتا ہے تو آپ اس کو ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجتے۔(۱۰۵)

۲۱۔ محمد امین سویدی کہتا ہے کہ امام بہت بڑی قدر ومنزلت والے، کثیر الخیر انسان تھے۔ ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے۔ دن کو روزہ رکھتے، اپنے آپ سے زیادتی کرنے والوں سے چشم پوشی کرتے۔ اسی لیے آپ کا لقب کاظمؑ پڑ گیا...... آپ کی واضح کرامات ہیں۔ آپ کے مناقب ایسی ہیں کہ یہاں ان کا ذکر سما نہیں سکتا۔(۱۰۶)

۲۲۔ محمود وہیب قراغولی بغدادی حنفی کہتا ہے کہ آپ موسیٰؑ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ آپ کی کیفیت ابوالحسن ہے۔ آپ کے چار القاب ہیں.......... کاظم، صابر، صالح اور امین، جن میں زیادہ مشہور لقب کاظمؑ ہے۔

آپ درمیان قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ آپ اپنے والد کے علم ومعرفت، کمال وفضل کے وارث تھے علیہما السلام غیظ وغصے کو پی جانے والے۔ بہت زیادہ چشم پوشی کرنے اور حلم وبردباری کی وجہ سے آپ کا نام ''کاظم'' پڑ گیا۔

اہل عراق میں آپؑ ''باب قضاء الحوائج عند اللہ'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے زیادہ عابد، عالم اور سخی تھے۔(۱۰۷)

۲۳۔ علی جلال حسینی کہتا ہے کہ آپؑ فقہ، دین، عبادات، حلم اور صبر کے اتنے جامع تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔(۱۰۸)

۲۴۔ محمد امین غالب الطویل کہتا ہے کہ علوی ایک عظیم القدر شخص یعنی امام موسیٰ کاظمؑ کی اقتداء کرتے تھے۔ آپؑ تقویٰ اور کثرت عبادت کے لیے مشہور تھے، حتیٰ کہ مسلمانوں نے آپؑ کو عبد الصالح پکارنا شروع کر دیا، کبھی رجل صالح بھی کہتے، یہ تشبیہ ان سے ہوتی جن کا قرآن میں موسیٰ بن عمران کے ساتھی کے طور پر ذکر ہے۔

امام کاظمؑ کریم اور سخی تھے......(۱۰۹)

۲۵۔ یوسف اسماعیل نبہانی کہتا ہے وہ موسیٰ اکابر آئمہ، ہمارے سادات اہل بیت کرام اور ہادیان اسلام رضی اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک تھے۔

خداوند عالم ہمیں ان اہل بیت کی برکات سے مستفید فرمائے اور ان کی محبت ان کے جد اعظمؐ کی محبت پر

ہمیں موت دے......(۱۱۰)

۲۶۔ ڈاکٹر زکی مبارک کہتا ہے کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ سادات بنی ہاشم میں سے سید و سردار تھے۔ علم اور دین میں سب سے آگے تھے۔(۱۱۱)

۲۷۔ ڈاکٹر عبدالجبار جومرد کہتا ہے۔

امام کاظمؑ ہی موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابی طالبؑ ہیں۔ زہد و تقویٰ اور اخلاق کی عمدگی اور نرمی سے آپؑ کی زندگی بھری پڑی ہے۔ آپؑ کو کاظمؑ کا لقب اس لیے ملا کہ آپؑ ہر اس شخص سے حسن سلوک کرتے جو آپؑ کے ساتھ برا سلوک کرتا۔(۱۱۲)

۲۸۔ ڈاکٹر محمد یوسف کہتا ہے کہ ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے فقہ میں کتاب لکھی وہ امام موسیٰؑ کاظمؑ ہیں۔ آپؑ کی وفات (بغداد) قید خانے میں ۱۸۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپؑ سے ''حلال وحرام'' کے عنوان سے جن مسائل کو دریافت کیا گیا تھا' یہ ان کے جوابات تھے جو آپؑ نے تحریر فرمائے تھے۔(۱۱۳)

باب ۸

مختصر تعارف

امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام

آپؑ کے دادا: امام جعفر صادق علیہ السلام

آپؑ کے والد: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپؑ کی والدہ: تکتم یا طاہرہ کنیت، ام البنینؑ

آپؑ کی ولادت: آپؑ مدینہ منورہ میں بروز جمعرات ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ میں تولد ہوئے (۱)

آپؑ کی کنیت: ابوالحسنؑ

آپؑ کے القاب: رضا، صابر، رضی، وفی، صادق اور فاضل

آپؑ کی انگوٹھی پر نقش: "ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ"

آپؑ کی ازواج: سبیکہ نوبیہ، ام حبیبہ بنت مامون عباسی۔

آپؑ کی اولاد: امام محمد جواد (تقی) علیہ السلام

آپؑ کے شعرائی: دعبل خزاعی، ابونواس، ابراہیم بن عباس صولی۔

آپؑ کی تالیفات: سات عدد۔ (۲)

آپؑ کے دربان: محمد بن فرات

ولی عہدی: آپ کی ولی عہد کے عنوان سے ۲۰۱ھ میں بیعت کی گئی۔ (۳)

سکہ رضویہ: امامؑ کی ولی عہدی کی بیعت کے بعد آپؑ کے نام کے درہم و دینار کے سکے ڈھالے گئے تھے (۴)

آپ کے زمانے کے بادشاہ: ہارون رشید، امین اور مامون۔

آپؑ کی شہادت: آپؑ نے منگل کے دن ۱۷ صفر ۲۰۳ھ میں مامون کے دیئے ہوئے زہر کے اثر سے وفات پائی۔

آپؑ کی امامت کی مدت: ۲۰ سال۔

آپؑ کی عمر: ۵۵ سال۔

آپؑ کی قبر مطہر: خراسان میں بلند نورانیت اور روشنی میں آسمان سے باتیں کرتی ہے جس کی چوکھٹوں پر سونے کے ڈھیر لگے ہیں۔ مشرق و مغرب سے مسلمان آپؑ کی زیارت کے لیے، آپؑ کے پاس نماز پڑھنے اور آپؑ کی ضریح اقدس کے گرد طواف کے لیے امڈے چلے آتے ہیں۔

آپؑ کی خلافت پر نص

اپنے بندوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی اول مخلوق کو زمین میں اپنا خلیفہ اور اپنے بندوں کا مرشد اور سبیل رشد و ہدایت کا ہادی خلق کیا' حجت کو قائم کرنے اور عذروں کو قطع کرنے کے لیے۔

"اللہ الحجۃ البالغہ"

پس اللہ کے لیے ہے واضح اور بلیغ حجت

ہمیشہ خداوند تعالیٰ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے انبیاء بھیجتا رہا۔ ان کے خاتم ہمارے نبی محمدؐ تھے۔ چنانچہ اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ آپؐ کے ساتھ انبیاء کو ختم کرے، آپؐ کی شریعت خاتم اور آپؐ کے دین کو ادیان کی تکمیل کرنے والا بنائے۔

رسول اعظمؐ ایک آسان شریعت لے کر اور پختہ اور سیدھا راستہ لے کر تشریف لائے۔ آپؐ نے ایسی اذیتیں برداشت کیں کہ آپؐ کو کہنا پڑا۔

"ما اوذی نبی بمثل ما اوذیت"

کسی نبی کو اس طرح اذیت نہیں دی گئی جس طرح مجھے دی گئی !!!

حتیٰ کہ قریش نے آپؐ کو قتل کرنے پر ایکا کر لیا۔

اپنی آخری بیماری کے دنوں میں آپؐ نے لشکر اسامہ کو تیار کرنے اور اس کے روانہ کرنے کا حکم دیا تاکہ امامؑ کے مخالفین اور ان کے مقابلے میں آنے والوں اور خلافت میں طمع کرنے والوں کو مدینہ سے دور رکھا جائے۔ لشکر سے پیچھے رہ جانے والوں پر آپؐ نے سختی کی اور ان پر لعنت کی۔ سب ہی کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

"جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ"

ترجمہ: تیار کر کے اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ خدا لعنت کرے اس شخص پر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہ جائے۔

مسلمانوں میں سے بعض نے آپؐ کی لشکر اسامہ کی تیاری اور روانگی کے سلسلے میں اس تہدید کی کوئی پروانہ کی۔ جب آپؐ اس سے مایوس ہو گئے تو آپؐ نے ایک نیا طرز عمل اختیار کرنا چاہا جس کے ذریعے امامؑ کا خلافت تک پہنچنا ممکن ہو جاتا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ کتف (چمڑا جس پر تحریر لکھی جاتی تھی) اور دوات حاضر کی جائے تاکہ مسلمانوں کو ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کی وجہ سے وہ آپؐ کے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوں۔

اس وقت اسلام کے فرائض میں سے ایسا کوئی نیا فرض نہیں تھا جس کو آپؐ نہ پہنچا پائے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہو چکا تھا کہ۔

"الیوم اکملت لکم دینکم"

ظاہر ہے کہ آپ مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے کوئی طلسمات یا تعویذ بھی نہیں لکھ کر دینا چاہتے تھے۔

پھر آپ کیا لکھ کر دینا چاہتے تھے؟

یقیناً آپؐ چاہتے تھے کہ عہد خلافت لکھ کر دے جائیں اور اس پر عامۃ المسلمین کو گواہ اور شاہد بنائیں۔ سامنے والے آپؐ کے مقصد کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب پیغمبر سن رہے تھے ان کے سامنے چیخ کر ایک شخص نے کہا کہ یہ تو (معاذ اللہ) ہذیانی بات کر رہے ہیں۔

اور کہا کہ حسبنا کتاب اللہ، اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔ کچھ اور لوگوں نے ساتھ دیا اور اس کے پہلو میں آ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں نے رسول اعظمؐ سے ایسے تعرض کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ جانتے تھے کہ آپؐ کوئی بات اپنی خواہش اور نفس کے تحت نہیں کرتے تھے۔ قرآن کی تصریح اس سلسلے میں موجود تھی اور ہے کہ:

"وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"

جو کچھ رسولؐ تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

مسلمانوں کے درمیان اس سرعت سے غلبہ حاصل کرنے کا مظاہرہ اور ان کے درمیان پہلا اختلاف اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ دیکھ کر ان کو سامنے سے ہٹ جانے اور باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ نبیؐ کے پاس نزاع اور جھگڑا کرنا خود آنحضرتؐ کی تعبیر کے مطابق صحیح نہیں۔

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ اگر ایک بار لکھنے سے روکا گیا تو بعد میں آپؐ نے لکھ کر کیوں نہیں دیا اس لیے پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا چیز تھی جس کو آپؐ چاہتے تھے۔ مگر اعتراض کی وجہ سے آپؐ نے چھوڑ دیا اور پھر معلوم نہ ہو سکا۔ بات یہ ہے کہ آپؐ کے لیے جو کہا گیا اس کے بعد تحریر کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا تھا۔ یہ لوگ اس وثیقہ کی کس طرح تصدیق کرتے جب کہ آپؐ کے متعلق وہ ایسی منحوس بات کہہ چکے تھے۔ اگر آپ تحریر پر اصرار کرتے تو اس کا نتیجہ برعکس نکلتا۔ یعنی جلدی ہی وہ ابتدائے رسالت پر طعن و اعتراض شروع کر دیتے جس طرح انہوں نے

اختتام پر طعن وطنز کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں دین سے فوج در فوج نکل جاتے۔

رسول اعظمؐ کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ امام امیرالمومنینؑ کو ان کی اپنی جگہ پر قائم کریں بلکہ آپؐ چاہتے تھے کہ وہ آسمانی حکومت جو آپؐ نے قائم کی تھی وہ ترقی کرے اور آئمہ یکے بعد دیگرے مستقلاً خلافت کے منصب کے ساتھ قیام کریں۔ خلافت بنوامیہ اور اولاد وزغ (بنی مروان مینڈک کی اولاد ہیں) تک نہ پہنچے کہ وہ کتاب خدا میں دخل اندازی کریں، بیت المال کی دولت کو ایک دوسرے کی دولت بنائیں اللہ کے بندوں کو غلام بنائیں بنی عباس تک خلافت نہ پہنچے تا کہ وہ خدا کی طرف سے نازل شدہ احکام کے خلاف فیصلے کریں، بری باتوں کا حکم دیں اور اچھی چیزوں سے منع کریں۔

یہ بات نظر میں رہے کہ آئمہؑ اس زمانے میں مقہور ومظلوم تھے۔ ظالم حکومتیں ان کو قتل وقید اور جلاوطن کرنے کے لیے ان کے پیچھے لگی ہوئی تھیں۔

مگر آئمہ طاہرینؑ نے اس طویل مدت کے دوران مسلمانوں کی نگرانی، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے کو موقوف نہیں کیا۔

بیشک ''نص'' کے موضوع کو آئمہ نے بہت زیادہ اہمیت دی۔ ان میں سے کچھ بعض دوسروں پر نص کرتے تا کہ لوگوں پر حجت قائم ہو اور اس لیے بھی کہ امام زمانہ کی معرفت مسلمانوں کے لیے سہل اور آسان ہو جائے تا کہ وہ ان سے احکام حاصل کرسکیں۔

اس کتاب میں اس سے پہلے آئمہ کی نصوص گذر چکی ہیں۔ اب ہم بعض ان نصوص کا ذکر کرتے ہیں جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اپنے فرزند امام علی رضا علیہ السلام کے حق میں آئی ہیں۔

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں نے ابوابراہیم (موسیٰؑ کاظم) علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ میری عمر بہت ہوگئی ہے۔ اب میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھے جہنم کی آگ سے نکالیں۔ آپؑ کے بعد ہمارا صاحب (اور امام) کون ہے۔ آپؑ نے اپنے فرزند ابوالحسن (رضاؑ) کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا صاحب ہے۔(۵)

۲۔ محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ شدید بیمار تھے میں نے کہا اگر خدا نہ کرے وہ کچھ ہو گیا جس کے متعلق ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں نہ دکھائے، (یعنی اگر آپؑ کا انتقال ہو گیا) تو پھر کس کی طرف (رجوع کیا جائے؟) آپؑ نے فرمایا میرے فرزند علیؑ کی طرف۔ اس کی تحریر میری تحریر ہے۔ وہی میرا وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔(۶)

۳۔ مخزومی سے روایت ہے، (اس کی والدہ جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھیں) وہ کہتے ہیں کہ ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے کسی کو بھیج کر ہم لوگوں کو بلوایا، ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم

کو کیوں یکجا کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ یقیناً میرا یہ فرزند میرا وصی، میرے امرامات کا قیم، متولی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے (۷)

۳۔ علی بن جعفرؑ کہتے ہیں کہ میں اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس تھا۔ آپؑ میرے والد صلوات اللہ علیہ کے بعد خدا کی حجت تھے، کہ اچانک ان کا فرزند علیؑ آ گیا تو آپؑ نے مجھ سے کہا کہ اے علی یہ تیرا صاحب (امام) ہے۔ اس کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو مجھے میرے والد سے تھی۔ خدا تجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔ (۸)

آنجنابؑ کی عبادت

سیرت اور تراجم کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام عبادت کے عاشق تھے۔ اپنے دن اور رات نماز، روزہ اور قرات قرآن میں صرف کرتے۔ ہم یہاں بعض ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپؑ کی عبادت کے سلسلے میں کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔

۱۔ ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ آپؑ کا کلام، آپؑ کے جواب اور آپؑ جو مثالیں دیتے وہ قرآن سے ماخوذ ہوتی تھیں۔ آپؑ ہر تین دن میں ایک قرآن مکمل کرتے۔ کہا کرتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے پہلے بھی ختم کر سکتا ہوں، مگر میں کبھی کسی آیت سے بغیر غور و تامل کے نہیں گزرتا۔ یہ بھی سوچتا اور فکر کرتا ہوں کہ یہ کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۹)

۲۔ رجاء بن ابی ضحاک کو مامون نے امام رضاؑ کو مدینے سے (خراسان) لانے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس میں آپؑ سے زیادہ خدا کا تقویٰ ہو، نہ ایسا شخص دیکھا جو آپؑ سے زیادہ اپنے تمام اوقات میں ذکر خدا کرتا ہو، اور نہ ہی ایسا شخص دیکھا جو آپؑ سے زیادہ شدید خوف خدا رکھنے والا ہو۔

جب آپؑ صبح کرتے تو نماز فجر پڑھ کر سلام پھیر کر اپنے مصلے پر بیٹھتے اللہ کی تسبیح، اس کی حمد، اس کی تکبیر اور تہلیل اور نبیؐ پر صلوات بھیجتے رہتے، یہاں تک کہ سورج طلوع کرتا۔ پھر آپؑ سجدے میں جاتے اور اسی حالت میں رہتے یہاں تک کہ دن اونچا ہو جاتا۔

پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور زوال کے قریب ہونے تک ان سے باتیں کرتے رہتے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے۔

پھر تجدید وضو کر کے اپنے مصلے کی طرف لوٹ جاتے۔ جب زوال ہوتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعت نماز پڑھتے پھر اذان کہتے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر اقامت کہتے اور نماز ظہر پڑھتے۔ سلام پھیر کر

اللہ کی تسبیح، اس کی حمد اور تکبیر و تہلیل کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر بجالاتے۔ سجدہ سے سر اٹھا کر اٹھ کھڑے ہوتے اور چھ رکعت نوافل پڑھتے۔ دوبارہ اذان کہتے۔ پھر دو رکعت نماز نافلہ پڑھتے۔ سلام پھیر کر کھڑے ہوتے اور نماز عصر پڑھتے۔ سلام پھیر کر اپنے مصلے پر ہی بیٹھ کر خدا کی تسبیح، اس کی حمد و ثنا اور تکبیر و تہلیل کا ورد کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ اس کے بعد سجدہ کرتے۔ جب سورج غروب ہو جاتا تو وضو کر کے نماز مغرب پڑھتے۔ سلام پھیرتے تو اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے اللہ کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کا ورد کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ سلام پھیرتے تو اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے اللہ کی تسبیح، تحمید تکبیر اور تہلیل کا ورد کرتے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر کرتے۔ سر اٹھا کر کسی سے بات کئے بغیر کھڑے ہو جاتے اور چار رکعت نماز نوافل ادا کرتے۔ پھر تعقیب نماز میں بیٹھے رہتے جب تک خدا چاہتا۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی چھا جاتی۔ پھر آپؑ افطار کرتے۔

جب رات کی تقریباً ایک تہائی گزر جاتی تو پھر کھڑے ہو کر نماز عشاء پڑھتے، سلام پھیر کر مصلے پر بیٹھے ہوئے اللہ عزوجل کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہتے، جب تک خدا چاہتا۔ تعقیب کے بعد سجدہ شکر بجالاتے۔ پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ جاتے۔

جب رات کی آخری تہائی ہوتی تو آپؑ تسبیح، تحمید، تہلیل اور استغفار کرتے ہوئے اپنے بستر سے اٹھ کھڑے مسواک کرتے، وضو کرتے، نماز تہجد کے لیے کھڑے ہو جاتے اور جعفر بن ابی طالب کی نماز (نماز جعفر طیار) پڑھتے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت نماز وتر پڑھتے (۱۰) سلام پھیر کر تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا۔ سجدہ شکر بجالاتے یہاں تک کہ دن بلند ہوتا۔

جب آپؑ کسی شہر میں (دوران سفر) دس دن قیام فرماتے تو روزہ رکھتے اور درمیان میں کسی دن افطار نہ کرتے۔ جب رات ہو جاتی تو افطار سے پہلے نماز پڑھتے۔

راستے میں (دوران سفر) تمام فرائض دو دو رکعت پڑھتے، سوائے مغرب کے جو تین رکعت پڑھتے۔ مغرب کے نوافل ترک نہ کرتے اور نہ ہی نماز تہجد، شفع اور وتر اور دو رکعتیں صبح کی نہ سفر میں حضر میں۔

سفر میں دن کے نوافل میں سے کوئی چیز نہ پڑھتے۔ آپؑ کو میں نے چاشت کی نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا، نہ سفر میں نہ حضر میں۔

سفر میں آپؑ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اپنی دعا میں محمدؐ و آل محمد پر صلوات سے ابتداء کرتے۔ نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی صلوات کثرت سے پڑھتے تھے۔

رات کے وقت اپنے بستر پر تلاوت قرآن زیادہ کرتے۔ جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر یا جہنم کی آگ کا ذکر ہوتا، تو گریہ کرتے، خدا سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم کی آگ سے پناہ

مانگتے۔

آپؑ جس شہر میں بھی نزول اجلال فرماتے وہاں کے لوگ آپؑ کے پاس آ کر اپنے معالم دین کے سلسلے میں سوالات کرتے۔ آپؑ ان کو جواب دیتے۔ زیادہ تر ان کے اپنے والد اور اپنے اجداد سے حضرت علی علیہ السلام سے رسولؐ اللہ سے حدیث بیان فرماتے۔

جب میں آپؑ کو لے کر مامون کے پاس پہنچا تو اس نے سفر کے دوران آپؑ کے حالات مجھ سے پوچھے۔ جو کچھ میں نے رات دن اور کوچ واقامت میں مشاہدہ کیا تھا، وہ بیان کیا۔

مامون کہنے لگا کہ ہاں اے ابنِ ''ضحاک'' یہ سارے اہل زمین بہتر، ان سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عابد ہیں۔ (۱۱)

۳۔ آپؑ نے دعبل شاعر کو اون اور ریشم کے کپڑے (خز) کی قمیض بطور خلعت دی اور اس سے کہا: اس قمیض کو محفوظ رکھنا کیوں کہ میں نے اس میں ہزار رات نماز پڑھی ہے۔ ہر رات میں ہزار رکعت پڑھی ہے اور اس میں ایک ہزار ختم قرآن کیا ہے۔ (۱۲)

۴۔ ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ آپؑ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے ہر ماہ کے تین روزے آپؑ سے کبھی نہیں چھوٹے۔ فرماتے تھے کہ یہ روزے پوری عمر کے روزوں کے برابر ہیں۔ (۱۳)

۵۔ روایت ہے کہ بعض اوقات آپؑ دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے۔ آپؑ دن کے ابتدائی حصے میں زوال سے پہلے اور سورج کے زرد ہو جانے کے وقت نماز تو نہیں پڑھتے تھے مگر ان اوقات میں بھی اپنے مصلے پر بیٹھ کر اپنے پروردگار سے مناجات کرتے رہتے۔ (۱۴)

۶۔ میں نے آپؑ کی بعض کنیزوں سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ فجر کی نماز اول وقت پڑھتے۔ نماز ختم کر کے سجدے میں چلے جاتے اور اپنا سر نہ اٹھاتے جب تک کہ سورج نہ بلند ہو جاتا۔

اس کے بعد یا تو لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھ جاتے یا سوار ہو کر کہیں باہر جاتے۔ (۱۵)

۷۔ عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ جب علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام مامون کی طرف جانے کے لیے نکلے ......تو حمید بن قحطبہ طائی کے گھر میں داخل ہوئے۔ قبلہ رو ہو کر کئی رکعت نماز پڑھی اور دعائیں پڑھیں۔

اس سے فارغ ہو کر ایک طویل سجدہ کیا جس میں میں نے پانچ سو تسبیحیں گنیں۔ پھر آپؑ وہاں سے واپس مڑے (۱۶)

آپؑ کی سیرت کا ایک گوشہ

آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ان کے جد امجد رسولؐ اعظم ہی کی سیرت ہے۔ ان کے اخلاق آپؐ کے اخلاق ہیں اوران کے عادات وخصائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات وخصائل ہیں۔

آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کی طرف رجوع کرنے، ان کے اخلاق کے حامل ہونے اوران کے آداب کے اپنانے سے زیادہ آج کے دور میں امت مسلمہ کے لیے کوئی چیز سودمند نہیں۔ اس کے ذریعہ اس کوعزت وسعادت اور بزرگی حاصل ہوگی۔

قارئین کرام کے لیے یہاں ہم امام رضا علیہ السلام کی سیرت کا ایک گوشہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جلودی وہ شخص تھا جو ہارون رشید کے حکم سے مدینہ گیا تھا کہ آل ابوطالبؑ کی عورتوں کو لوٹے اور ان کے پاس ایک کپڑے کے علاوہ کچھ نہ رہنے دے۔ اس نے مامون کے زمانے میں امام رضا کی بیعت بھی نہیں کی تھی۔ مامون نے اس کو قید کردیا تھا۔

آپؑ نے جلودی کے بارے میں مامون سے سفارش کی۔ مامون اس سے پہلے دوافراد کو قتل کرچکا تھا۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اے امیر! اس شیخ کو مجھے بخش دے۔

جلودی نے گمان کیا کہ آپؑ اس کے خلاف کاروائی کریں گے۔ چنانچہ اس نے مامون کو قسم دی کہ اس کے بارے میں آنجنابؑ کی کوئی بات قبول نہ کرے۔

مامون نے کہا: خدا کی قسم! میں تیرے بارے میں ان کی بات قبول نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ جلودی کا سر اڑادیا جائے۔ (۱۷)

۲۔ ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے افضل کوئی شخص دیکھا ہے نہ سنا ہے۔

میں نے آپؑ سے وہ کچھ مشاہدہ کیا ہے جو کسی سے مشاہدہ نہیں کیا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ نے گفتگو میں کسی پر زیادتی کی ہو، یا کسی کی بات کاٹی ہو جب تک اس نے اپنی گفتگو خود ختم نہ کی ہو۔ کسی کی ایسی حاجت کو رد نہیں کیا جس کے پورا کرنے کی آپؑ میں قدرت تھی۔ آپؑ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے کے سامنے کبھی پاؤں نہیں پھیلائے۔ نہ ہی اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کے پاس آپؑ نے کبھی تکیہ لگایا۔ نہ میں نے آپؑ کو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کو برا بھلا کہتے سنا نہ میں نے کبھی آپؑ کو تھوکتے دیکھا، نہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے دیکھا۔ آپؑ کا ہنسنا تبسم تھا۔ جب آپؑ خلوت میں جاتے اور دسترخوان بچھتا تو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کو دستر خوان پر ساتھ بٹھاتے، حتیٰ کہ دربان اور سائیس کو بھی۔ (۱۸)

۳۔ امام رضاؑ حمام تشریف لے گئے۔ آپؑ سے کسی نے کہا کہ مجھے (میل کچیل بدن سے زائل کرنے کے لیے) کیسہ کیجئے۔ آپؑ نے اسے کیسہ کرنا شروع کر دیا۔ بعض لوگوں نے آپؑ کو پہچان لیا تو وہ شخص آپؑ سے شرمندہ ہوا اور معذرت کرنے لگا۔ آپؑ اسے تسلی دیتے اور کیسہ کرتے جاتے تھے (۱۹)

۴۔ ابوالحسنؑ کے یہاں ایک مہمان آیا ہوا تھا۔ وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ چراغ میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی۔ اس شخص نے چراغ درست کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ تو آپؑ نے اسے منع کیا۔ خود چراغ درست کیا اور فرمایا: ہم لوگ وہ ہیں کہ اپنے مہمانوں سے خدمت نہیں لیتے۔ (۲۰)

۵۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ میں مدینہ کی سڑکوں پر اپنے گھوڑے پر سوار گزرتا تو مدینہ کے لوگ اور دوسرے افراد اپنی ضروریات کا ذکر مجھ سے کرتے۔ میں ان کو پورا کرتا تو وہ لوگ میرے چچاؤں کی مانند ہو جاتے۔ (۲۱)

۶۔ آپؑ کا خادم یاسر روایت کرتا ہے کہ جس دن آپؑ نے دنیا سے کوچ کیا آپؑ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ نماز ظہر پڑھ کر مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے یاسر! لوگوں نے کچھ کھانا کھایا؟ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سردار! آپؑ اس حالت میں ہیں، یہاں کون کچھ کھائے گا؟ آپؑ سیدھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا دسترخوان لاؤ۔ اپنے خدم و حشم میں سے سب کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا۔ ایک ایک کے بارے میں پوچھا جب سب کھا چکے تو آپؑ نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس کھانا بھیجو۔ عورتوں کے پاس کھانا بھیجا گیا۔ جب سب کھا چکے تو آپؑ پر غشی کی کیفیت طاری ہوگئی، ضعف بڑھ گیا اور آخرکار داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۲۲)

امام رضا علیؑ بن موسیٰؑ خلوت میں مامون کو بہت وعظ و نصیحت کرتے۔ اس کو خوف خدا دلاتے۔ جو غلط کام اس سے سرزد ہوتے اس کی برائی ظاہر کرتے۔ مامون ظاہر میں تو قبول کرتا لیکن دل میں اسے پسند نہ کرتا۔ اس نصیحت کو اپنے لیے بوجھ سمجھتا۔

ایک دن امام رضاؑ اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ نماز کے لیے وضو کر رہا ہے۔ وضو کے لیے غلام اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ مامون نے غلام کو روک دیا اور خود اپنا وضو تمام کیا۔ لیکن یہ بات اس کے غیظ و غضب میں اضافے کا سبب بن گئی۔ (۲۳)

۸۔ بزنطی سے روایت ہے کہ امام رضاؑ نے میرے پاس ایک سواری بھیجی تو میں "صریا" آیا۔ ساری رات میں آپؑ کے پاس رہا۔ رات کا کھانا میرے لیے لایا گیا۔ کھانے کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اس کے لیے بستر بچھاؤ۔ میرے لیے طبری خوشبودار تکیہ، موٹی چادر اور مرذی لحاف رکھا گیا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا "کیا سونا نہیں چاہتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں آپؑ پر قربان جاؤں۔ آپؑ نے مجھ پر لحاف اور چادر ڈال دی اور دعا

فرمائی کہ خدا تیری رات عافیت میں گزارے۔(۲۴)

۹۔ ابوعباد کا کہنا ہے کہ امام رضا علیہ السلام گرمیوں میں بوریا اور چٹائی پر بیٹھتے، سردیوں میں بالوں سے بنے ہوئے فرش پر۔ آپؑ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے۔ جب لوگوں کے لیے باہر نکلتے تو پھر ان کے لیے زینت کرتے اور اچھا لباس پہن لیتے۔(۲۵)

۱۰۔ آپؑ سے سفیان ثوری نے ملاقات کی۔ اس وقت آپ نے خز (اون اور ریشم ملا ہوا) لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے کہا: اے فرزند رسول اللہؐ! اگر آپؑ اونی لباس پہنتے (تو بہتر تھا) آپؑ نے فرمایا اپنا ہاتھ لاؤ۔ آپؑ نے اس کا ہاتھ اپنی آستین میں داخل کیا تو اس کے نیچے بالوں سے بنا ہوا موٹا جھوٹا لباس تھا۔ آپؑ نے فرمایا اے سفیان خز! مخلوق کے لیے ہے۔ اور "مسح" (بالوں کا لباس) حق کے لیے ہے۔(۲۶)

۱۱۔ مامون کے دربار میں ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ مامون نے چاہا کہ اس کو قتل کروا دے مگر امام رضاؑ وہاں موجود تھے۔ چنانچہ مامون نے دریافت کیا کہ اے ابوالحسنؑ! اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا بے شک خدا حسن عفو سے تجھے عزت کے علاوہ کچھ نہیں دے گا۔ مامون نے اسے معاف کر دیا۔(۲۷)

۱۲۔ معمر بن خلاد سے روایت ہے کہ ابوالحسن رضاؑ کا دستور تھا کہ جب آپؑ کھانا کھانے لگتے تو ایک بڑا پیالہ لایا جاتا۔ جب دسترخوان لگ جاتا ہے تو جو سب سے عمدہ کھانا لایا جاتا ہر ایک کھانے میں سے کچھ حصہ لے کر آپؑ اس پیالے میں ڈالتے اور پھر حکم فرماتے کہ یہ فقراء اور مساکین کو دے دیا جائے۔ پھر یہ آیت پڑھتے۔

فلا اقتحم العقبه

پس وہ گھاٹی پر سے نہیں گزرا

اس کے بعد فرماتے کہ خدائے عزوجل جانتا ہے کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے اس نے اس کے لیے جنت میں جانے کی سبیل قرار دی ہے۔(۲۸)

آپؑ کا اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ رویہ:

آئمہ اہل بیت علیہم السلام مکارم اخلاق میں اپنے جد امجد رسول اعظمؐ کے وارث ہوتے ہیں۔ ان کے اخلاق، ان کی سیرت اور خون کی خوبیاں آنحضرتؐ سے حاصل ہوئی تھیں۔

اب ہم قارئین کے لیے وہ امور تحریر کرتے ہیں جو آپؑ کی اپنے غلاموں اور خادموں سے متعلق سیرت کہی جائے گی۔

۱۔ کلینی کافی میں اپنی سند کے ساتھ بلخ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ

خراسان کے سفر میں امام رضاؑ کے ساتھ تھا۔ ایک دن آپؑ نے دسترخوان منگوایا۔ دسترخوان بچھا تو اس پر آپؑ نے سیاہ فام اور دوسرے غلاموں کو بھی بیٹھایا۔ آپؑ کے بعض اصحاب نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں، ان کے لیے آپ علیحدہ دسترخوان کیوں نہیں لگوا دیتے؟ آپؑ نے فرمایا: پروردگار تبارک تعالیٰ ایک ہے، ماں سب کی ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے۔ جزا اعمال پر ملے گی (۲۹)

۲۔ ابراہم بن عباس امام رضاؑ سے اپنی حدیث وگفتگو میں کہتا ہے کہ جب آپؑ تنہا ہوتے اور دسترخوان بچھایا جاتا تو اپنے غلاموں اور خادموں کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے، یہاں تک کہ دربان اور سائیس کو بھی۔ (۳۰)

۳۔ آپؑ کے خادم یاسر سے روایت ہے کہ امام رضاؑ جب اکیلے ہوتے تو اپنے تمام خدم وحشم چھوٹے اور بڑے کو اکٹھا کرتے، ان سے باتیں کرتے، ان سے مانوس ہوتے اور انہیں مانوس کرتے (۳۱)

۴۔ آپؑ کا نادر نامی خادم کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ کا دستور تھا کہ جب ہم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہوتا تو اس سے کوئی خدمت طلب نہ فرماتے جب تک کہ وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاتا۔ (۳۲)

۵۔ امام رضاؑ کے دو خادموں یاسر اور نادر سے روایت ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالحسن صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر میں تمہارے سروں کے اوپر آ کھڑا ہوں۔ جب کہ تم کھانا کھا رہے ہو تو اس وقت تک نہ کھڑے ہونا جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ بعض اوقات ہم میں سے کسی کو آپؑ بلاتے مگر وہ کھانا کھا رہا ہوتا تو آپؑ فرماتے: رہنے دو جب تک کہ وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں۔ (۳۳)

آپؑ کے عطیات وصدقات

اہل بیت علیہم السلام کی تاریخ ان کے جود وسخا لطف وکرم اور احسان کے واقعات سے بھری پڑی ہے، یہاں تک کہ ان کا فضل وعطا ان کے دشمنوں، ان سے برا سلوک کرنے والوں اور ان کے حقوق کا انکار کرنے والوں کو بھی شامل تھا۔

یہاں ہم بعض ان واقعات کا ذکر کریں گے جو امام رضاؑ کے لطف وکرم عطیات اور بخششوں کے سلسلے میں منقول ہیں۔ دعا ہے کہ امامؑ کی سیرت کی برکت سے یہ باد نسیم محسنین اور اچھا کام کرنے والوں کے لیے محرک بنے تا کہ وہ ان حقوق کو ادا کریں جو اللہ نے کمزور اور محتاج لوگوں کو قوی کرنے اور اس امت کے کمزور طبقے کو نگہبانی کرنے کے لیے واجب کئے ہیں۔ حدیث میں ہے:

"تم ان لوگوں پر رحم کرو جو زمین میں ہیں، تم پر آسمان والا رحم کرے گا"

۱۔ غفاری سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ کے غلام ابو رافع کی آل وذریت میں سے ایک

شخص کا مجھ پر ایک حق تھا۔ اس نے مجھ سے اس کا تقاضا کیا اور اس پر بہت اصرار کیا۔ میں نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز فجر مسجد نبوی میں پڑھ کر میں امام رضاؑ کی طرف گیا۔ آپؑ ان دنوں مقام عریض میں تھے۔ جب میں گھر کے قریب پہنچا تو یکا یک آپؑ ایک سواری پر نمودار ہوئے۔ آپؑ پر قمیص اور رداء تھی۔ جب میری نظر آپؑ پر پڑی تو مجھے خجالت محسوس ہوئی۔ آپؑ میرے قریب آ کر رک گئے اور مجھے دیکھا تو میں نے سلام کیا۔ رمضان کا زمانہ تھا میں نے عرض کیا میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔ آپؑ کے فلاں غلام کا میرے ذمے حق ہے۔ بخدا اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آپؑ اس کو مجھ سے مطالبہ کرنے سے باز رکھیں گے۔

میں نے اس رقم کا ذکر کیا تھا اور نہ کسی اور چیز کا نام لیا تھا۔ آپؑ نے اپنے گھر واپس آنے تک مجھے وہاں انتظار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں وہاں بیٹھا رہا، حتیٰ کہ نماز مغرب پڑھی۔ میرا روزہ بھی تھا۔ وقت کافی ہو چکا تھا تو میں نے سوچا کہ واپس جاؤں کہ اتنے میں آپؑ آتے دکھائی دیئے۔ آپؑ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے کچھ لوگ آپؑ سے سوال کرنے کو آپؑ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ آپؑ نے لوگوں کو صدقات دیئے اور پھر گھر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے اور مجھے بلایا۔ میں آپؑ کے پیچھے پیچھے گھر کے اندر گیا۔ خود بھی بیٹھ گئے اور مجھے بٹھالیا۔ میں آپؑ سے ابن مسیب کی باتیں کرنے لگا۔ میں اکثر آپؑ سے اس کی باتیں کرتا تھا۔ میری گفتگو ختم ہوئی تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ تم نے ابھی تک افطار نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپؑ نے میرے لیے کھانا منگوایا۔ دستر خوان بچھا تو ایک نوجوان کو حکم دیا کہ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔ جب ہم دونوں کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپؑ نے فرمایا کہ تکیہ اُٹھاؤ اور اس کے نیچے جو کچھ ہے لے لو۔ میں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے دینار تھے وہ سب میں نے اٹھا لیے۔

آپؑ نے اپنے چار غلاموں کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ جائیں اور مجھے میرے گھر تک پہنچا آئیں۔ الخ (۳۴)

۲۔ آپؑ نیکی، احسان اور صدقہ بہت کرتے تھے اور یہ عمل زیادہ تر آپؑ تاریک راتوں میں انجام دیتے۔ (۳۵)

۳۔ آپؑ نے عرفہ کے دن خراسان میں اپنا سارا مال (فقراء اور مساکین میں) تقسیم کر دیا۔ اس پر فضل بن سہل نے آپؑ سے کہا کہ یہ تو خسارہ ہے۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا بلکہ یہ غنیمت اور سودمند بات ہے۔ اس چیز کو خسارہ اور تاوان نہ خیال کرو جس سے تم کو اجر و کرم کی امید ہو۔ (۳۶)

۴۔ یسع بن حمزہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! میں آپؑ کا اور آپؑ کے آباؤ اجداد کا محب ہوں۔ میں حج سے واپس آ رہا ہوں۔ اس دوران میرا زادراہ ختم ہو گیا اور میرے پاس اتنا نہیں کہ میں اگلی منزل تک سفر کر سکوں۔ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو اتنا سفر خرچ مہیا کر دیں کہ میں اپنے

وطن پہنچ سکوں۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے (یعنی یہ تنگی سفر کے دوران ہوگئی ہے) اپنے شہر پہنچ کر جو کچھ آپؑ نے مجھے عطا کیا وہ رقم وہاں آپؑ کی طرف سے صدقہ دے دوں گا۔ میں خود صدقے کا مستحق نہیں۔

آپؑ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حجرے میں جا کر کچھ دیر وہاں رہے۔ باہر آئے اور دروازے کے کواڑ کے پیچھے سے اپنا ہاتھ نکال کر فرمایا کہ یہ دو سو دینار لے لو اور زادِ راہ کے طور پر خرچ کر لو۔ اس کو مبارک سمجھو۔ میری طرف سے صدقہ نہ کرنا، اب چلے جاؤ تاکہ نہ میں تم کو دیکھ سکوں اور نہ تم مجھ کو دیکھ سکو۔

اس کے جانے کے بعد کسی نے آپؑ سے اس سلسلے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ اس کی حاجت پوری ہونے میں سوال کرنے کی ذلت میں اس کے چہرے پر نہ دیکھوں۔ کیا تم نے رسولؐ اللہ کی یہ حدیث نہیں سنی۔

''چھپ کر نیکی کرنا ستر حج کے برابر ہے۔ برائی کو ظاہر کرنے والا مخذول ہے (یعنی کوئی اس کا ساتھ نہیں دیتا) چھپا کے صدقہ کرنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

متی انه یوماً اطالب حاجه
رجعت الی اهلی ووجهی بمائه(۳۷)

ترجمہ:

جب میں کوئی حاجت طلب کرنے کبھی اُن کے پاس آتا ہوں تو میں اپنے گھر والوں کی طرف عزت وآبرو کے ساتھ لوٹتا ہوں!

آپؑ کے چند خطبات

افسوس اس بات کا ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ پر ایسا زمانہ گزرا کہ وہ منبر پر نہیں جا سکے۔ جب کہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کو دینی جہات اور ارشادات سے نواز سکتے۔

اگر زمانے نے ان کو اس کی اجازت دی ہوتی تو ان میں سے ہر ایک سے ایک نہج البلاغہ اور فصاحت کا چشمہ آج موجود ہوتا۔ مگر حالات نے مجبور کیا ہوا تھا کہ وہ اپنے گھروں کے گوشوں میں زندگی گزاریں یا ظالموں جابروں کے قید خانوں میں زندگی بسر کریں۔ دوسری طرف امر حکومت عورتوں اور خادموں کی ملکیت سمجھا جائے۔

امام رضاؑ کی ولی عہدی کے زمانے کے بعد کے خطبے ہیں جن سے کچھ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مامون نے آپؑ کی ولی عہدی کی بیعت کے بعد آپؑ سے کہا کہ آپ خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپؑ

نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کہ یقیناً ہمارا تم پر حق ہے رسولؐ اللہ کی وجہ سے اور تمہارا بھی ہم پر حق ہے آنحضرتؐ کی وجہ سے۔ تو جب تم ہمیں ہمارا حق ادا کرو گے تو ہم پر بھی تمہارا حق واجب ہو جائے گا۔ (۳۸)

۲۔ مامون کے دربار میں آپؑ سے بنو ہاشم نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ! آپؑ منبر پر جا کر ہمارے لیے کوئی ایسا علم نصب کیجیے کہ جس بنا پر ہم اللہ کی عبادت کر سکیں۔

آپؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ اور ان کے اہل بیت صلوٰۃ اللہ علیہم پر صلوات درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا:

اللہ کی عبادت کی ابتدا اس کی معرفت ہے اور اللہ کی معرفت کی اصل و بنیاد اس کی توحید ہے۔ اس کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی ہے۔ عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر صفت و موصوف مخلوق ہیں۔ ہر مخلوق گواہی دیتی ہے کہ اس کا ایک خالق ہے۔ جو صفت و موصوف نہیں ہے۔ ہر صفت و موصوف مخلوق ہیں۔ ہر مخلوق گواہی دیتی ہے۔ قرین ہونا حدوث کی گواہی دیتا ہے اور حدوث ازلی امتناع کی گواہی دیتا ہے...... الخ۔ (۳۹)

۳۔ آپؑ نماز استسقاء (بارش کے لیے نماز) کے لیے نکلے۔ لوگ بھی آپؑ کے ساتھ تھے۔ آپؑ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد عرض کیا:

اے اللہ! اے پروردگار! تو نے ہم اہل بیتؑ کے حق کو عظمت بخشی ہے۔ یہ لوگ ہم سے متوسل ہوتے ہیں جیسا کہ تو نے رحم دیا ہے انہوں نے تیرے فضل اور تیری رحمت کی امید رکھی ہے۔ تیرے احسان اور تیری نعمت کی توقع رکھتے ہیں۔ پس ان کو سیراب کر۔ ایسی سیرابی جو نفع بخش اور سب کے لیے عام ہو۔ نہ اس میں تاخیر ہو اور نہ مضر ہو۔ ان کے لیے بارش کی ابتدا یہاں سے ان کے واپس گھروں تک پہنچنے کے بعد ہو۔ (۴۰)

چنانچہ ایسی بارش ہوئی جس نے وادیوں، حوضوں اور گڑھوں تالابوں کو بھر دیا۔

آپؑ کے چند پند ونصائح

آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے معاشرے کی اصلاح کے لیے اور امت کو حق کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہر نوع کی کوششیں کی ہیں۔

آپؑ جو اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے اور اسلامی اجتماعات میں جو تعلیمات پھیلاتے۔ اس کے علاوہ آپؑ اپنے بعض شیعوں اور جو لوگ ان کے اقوال اخذ کرتے، ان کو مفید وصیت کرتے اور ان پر لازم قرار دیتے کہ ان کی قیمتی توجیہات پر عمل کریں۔

آج مسلمان اگر ان تعلیمات کی طرف رجوع کریں جو آئمہ علیہم السلام نے اپنی وصیتوں اور احادیث میں پیش کی ہیں تو اپنی خواہش کے مطابق خیر وسعادت حاصل کر لیں۔

۱۔ آپؑ کی وصیت ہے: اپنے قریبی سے صلہ رحمی کر گرچہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہو۔ اپنے کسی قرابت دار سے صلہ رحمی کا افضل طریقہ اس سے اذیت و تکلیف کو روکنا ہے:

"ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن ولاذیٰ"

اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت و تکلیف دے کر باطل نہ کرو۔ (۴۱)

۲۔ علی بن شعیب کا بیان ہے کہ میں ابوالحسن رضا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے علی! لوگوں میں معاش کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سید! آپؑ اس چیز کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو اپنے غیر کے معاش کو اپنے معاش میں اچھا بنا دے۔

اے علی! لوگوں میں کون زیادہ بری معیشت والا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اے علی!

لوگوں میں معاش کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سید! آپؑ اس چیز کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو اپنے غیر کے معاش کو اپنے معاش میں اچھا بنا دے۔

اے علی! لوگوں میں کون زیادہ بری معیشت والا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جس کی معیشت میں دوسرے کی معیشت نہ ہو۔

اے علی! نعمتوں کے ساتھ اچھی ہمسائیگی کرو کیونکہ یہ وحشی ہوتی ہیں۔ جب ایک قوم سے دور ہو جائیں تو پھر اس کی طرف پلٹ کر نہیں آتیں۔

اے علی! سب سے برا وہ ہے جو اپنی عطا و بخشش کو روکے، اکیلا کھانا کھائے اور اور اپنے غلام پر سختی کرے۔

خدا سے حسن ظن رکھو۔ جو شخص اللہ سے حسن ظن رکھے گا تو خدا اس کے ظن و گمان کے نزدیک ہے۔ جو تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے تو خدا بھی اس کا تھوڑا عمل قبول کر لے گا۔ جو تھوڑے سے حلال پر راضی ہو جائے تو اس کے اخراجات میں تخفیف ہوگی۔ اس کے اہل خانہ خوشحال ہوں گے اور وسعت میں رہیں گے۔ خداوند تعالیٰ اس کو دنیا کی بیماری اور اس کی دوا سے بابصرت کر دے گا۔ اور اس کو صحیح و سالم دنیا سے دارالسلام کی طرف لے جائے گا۔

بخیل کے لیے آرام نہیں۔ زیادہ حسد کرنے والے کے لیے لذت نہیں۔ ملول ورنجیدہ خاطر کے لیے وفا نہیں ہے۔ جھوٹ بولنے والے میں مروت اور انسانیت نہیں ہے۔ (۴۲)

۳۔ آپؑ نے شاہزادے عبدالعظیم کو وصیت فرمائی:

میری طرف سے میرے اولیاء اور دوستوں کو سلام پہنچانا۔ ان سے کہنا کہ اپنے نفسوں پر شیطان کو راہ نہ

دو۔ ان کو گفتگو میں صدق وسچائی اور ادائے امانت کا حکم دو۔ ان کو خاموش رہنے اور لایعنی باتوں میں جنگ وجدال اور جھگڑے سے اجتناب کا حکم دو۔ بعض کو بعض کی طرف جانے اور ایک دوسرے کی زیارت کرنے کا حکم دو۔ یہ بھی میرے قرب کا باعث ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے توڑنے میں مشغول نہ رکھیں کیونکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ جو ایسا کرے گا یا میرے دوستوں میں سے کسی کو ناراض کرے گا تو میں اس کے لیے بدعا کروں گا کہ اللہ اس کو دنیا میں شدید ترین عذاب کرے اور آخرت میں وہ خاسرین وگھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (۴۳)

آپؑ کے بعض خطوط اور تحریریں۔

امام رضاؑ کی زندگی بڑے بڑے اعمال وکردار سے بھری ہوئی ہے۔ آپؑ کی مثالی سیرت، آپؑ کے ہمیشہ باقی رہنے والے آثار اور آپؑ کی کریم زندگی کا ہر پہلو عظمت سے پر ہے۔ آپؑ کے آثار میں سے ہر ایک بلند مثال اور فیضان کی تصویر ہے۔

اب ہم یہاں آپؑ کی وہ نصیحتیں اور وضاحتیں پیش کر رہے ہیں جن کی آج کے زمانے میں بہت زیادہ ضرورت ہے وہ زمانہ ہے جب مادہ پرستی عام ہے اور اچھے اخلاق وبلند آداب کمیاب ہیں۔

ہم آپؑ کے بعض رسائل اور خطوط، جو موجود ہیں، پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ کا وہ خط جو آپؑ نے اپنے فرزند ارجمند ابوجعفر (امام محمد تقی علیہ السلام) کو لکھا:

اے اباجعفر! مجھے اطلاع ملی ہے کہ جب آپؑ سوار ہوتے ہیں تو موالی اور غلام آپؑ کو چھوٹے دروازے سے باہر لے جاتے ہیں۔ یہ ان کے بخیل ہونے کی وجہ سے ہے تا کہ آپؑ کا نکلنا اور واپس آنا بڑے دروازے ہی سے ہونا چاہیے۔ جب آپؑ کے چچاؤں میں سے جو آپؑ سے سوال کرے تو ان کو پچاس دینار سے کم نہ دیں۔ اس سے زیادہ کا آپؑ کو اختیار ہے۔ آپؑ کی پھوپھیوں میں سے جو آپؑ سے سوال کرے تو ان کو پچیس دینار سے کم نہ دینا۔ اس سے زیادہ آپؑ کی مرضی پر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خداوند عالم آپؑ کو رفعت وبلندی عطا کرے۔ صاحب عرش خدا سے فقر وفاقہ کا خوف نہ رکھنا (۴۴)

۲۔ فتح بن یزید جرجانی نے آپؑ سے ایک خط میں توحید کے بعض مسائل کے بارے میں سوال کیا تھا۔ آپؑ نے جواب میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وتعریف ہے اس اللہ کی جس نے بندوں کو حمد وثنا کا الہام کیا ہے۔ ان کو اپنی ربوبیت کی معرفت پر خلق کیا ہے۔ جس نے اپنی مخلوق کے ذریعے اپنے وجود پر دلالت کی ہے۔ اپنی مخلوق کے حدوث سے اپنے ازلی ہونے پر اور ان کو ایک دوسرے کا مشابہ بنا کر اس بات پر کہ اس کے مشابہ کوئی نہیں دلیل دی ہے۔ اس نے اپنی

آیات ونشانیوں سے اپنی قدرت کی شہادت وگواہی چاہی ہے۔ وہ جس کی ذات صفات سے ممتنع ہے اس کی روایت دیکھنا نگاہوں سے اس کا احاطہ کرنا اوہام سے ممکن نہیں۔ اس کے ہونے کی مدت نہیں۔ اس کی بقا کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ مشاعر اس کو شامل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی حجاب اس کے لیے حاجب بن سکتے ہیں۔ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک حاجب ہے کیونکہ وہ ان سے اس کی ذات کا امتناع ہے، اس لیے بھی کہ صانع ومصنوع اور رب ومربوب حد بندی کرنے والے اور محدود میں فرق ہے۔

وہ ایک ہے مگر عدد کی تاویل میں نہیں وہ خالق ہے مگر حرکت کے معنی میں نہیں۔ وہ سننے والا ہے مگر آلے کے ذریعے نہیں۔ وہ دیکھنے والا ہے مگر آلے کی تفریق کے ساتھ نہیں۔ وہ مشاہدہ کرتا ہے مگر اس کرنے کے ذریعے نہیں۔ وہ جدا ہونے والا ہے مگر مسافت طے کر کے نہیں وہ باطن اور چھپا ہوا ہے مگر کسی چیز میں چھپ جانے سے نہیں وہ ظاہر ہے مگر اس کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ اس کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے سے پہلے ناقدانہ نگاہیں تھک جاتی ہیں۔ اس کے وجود نے جولان کرنے والے اوہام وتخیل کو روک دیا ہے۔

دین ودیانت کی ابتدا اس کی معرفت ہے، کمال معرفت اس کی توحید ہے کمال توحید اس سے صفات کی نفی کرنا ہے اس لیے کہ ہر صفت گواہی دیتی ہے۔ کہ وہ موصوف کی غیر ہے۔ اور ہر موصوف گواہی دیتا ہے کہ وہ صفت کا غیر ہے۔ وہ دونوں مل کر خود ایک دوسرے سے جدائی کی گواہی دیتے ہیں۔ ایسی جدائی جس میں ازلیت محال ہے۔

چنانچہ جو خدا کو وصف کرے اس نے اس کی حد بندی کی جس نے حد بندی کی وہ اس کو شمار میں لایا (جو اس کو شمار میں لایا) اس نے اس کی ازلیت کو باطل کر دیا۔

جس نے کہا وہ کیسا ہے تو اس کا وصف کرنا چاہا۔ جس نے کہا وہ کس چیز پر ہے اس نے اس کو محمول قرار دیا۔ جس نے کہا کہاں ہے اس نے کچھ جگہوں کو اس سے خالی قرار دیا ہے۔ جس نے کہا وہ کب تک ہے اس نے اس کا وقت مقرر کیا۔ وہ عالم تھا جب کوئی معلوم نہیں تھا۔ وہ خالق تھا جب کوئی مخلوق نہیں تھی وہ تب تھا جب کوئی مربوب نہیں تھا۔ وہ الہ (پناہ گاہ) تھا جب کوئی پناہ لینے والا نہ تھا۔

اس طور پر ہمارے پروردگار کی تعریف کی جا سکتی ہے۔ جب کہ وہ اس سے بالا ہے جو اس کی تعریف وتوصیف کرنے والے توصیف وتعریف کرتے ہیں (۴۵)

آپؑ کے کلمات اور حکمت کی باتیں

یہاں ہم بعض وہ حکمت کے کلمات پیش کرتے ہیں جو امام رضا سے منقول ہیں۔

یہ مختصر مگر جامع کلمات معرفت، اخلاق، ہدایت اور حق کی دعوت کے خزانے ہیں۔ بڑی سے بڑی کتابیں

ان کی حامل نہیں۔

اس کا امکان ہے کہ ان میں سے ہر کلمہ کی ایک مستقل کتاب میں تشریح کر سکتے ہیں جس میں ان علوم و تعلیمات کو مفصل بیان کیا جائے جو ان جملوں اور کلمات میں چھپے ہوئے ہیں۔

ہم ان سے ایک نہج اور طرز سیکھ کر اور ایک راہ اور طریق معین کر کے اس کا اتباع کر سکتے ہیں، ان سے ایسی دلیل بنائیں جس کی ہدایت پر ہم چلیں۔ اس طرح اہل بیت علیہم السلام کے بتائے ہوئے طرز پر اپنے کردار کو ڈھال سکیں اور اس طرح رخ کریں جس جہت پر انہوں نے ہمیں متوجہ کیا ہے۔

وہ کلمات درج ذیل ہیں:

۱۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے وہ مشرک ہے اور جو اللہ کی طرف اس چیز کی نسبت دے جس سے اس نے منع کیا ہے وہ کافر ہے۔

۲۔ آپ نے فرمایا حلم و علم اور خاموشی فقیہ کی علامات میں سے ہیں خاموش رہنا حکمت و دانائی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے خاموشی بلاشبہ محبت لاتی ہے اور وہ ہر خیر اور اچھائی دلیل ہے۔

۳۔ ہر شخص کا دوست اس کی عقل ہے اور اس کا دشمن اس کی جہالت ہے۔

۴۔ بندہ اللہ عزوجل سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

"واسجد واقترب"

سجدہ کر اور قرب حاصل کر

۵۔ نماز ہر متقی کے لیے قرب الٰہی کا باعث ہے۔

۶۔ سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جہنم کی آگ سے دور ہوتا ہے۔

بخیل جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے اور جہنم کی آگ سے قریب ہوتا ہے۔

۷۔ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، اس کی ٹہنیاں دنیا میں ہیں۔ جو شخص اس کی کسی ٹہنی سے چمٹ جائے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۸۔ خدا نے کوئی نبی معبوث نہیں کیا مگر شراب کی حرمت کے ساتھ۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا: مومن جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو خوشی محسوس کرتا ہے اور جب برا کام کرتا ہے تو استغفار کرتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سالم رہیں۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر اور برائی سے مامون نہیں۔ (۴۲)

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا: ایمان کے چار رکن ہیں۔ اللہ پر توکل کرنا، اللہ کی قضاء اور فیصلے پر راضی رہنا،

اللہ کے امر کو تسلیم کرنا اور اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرنا۔

۱۱۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص دنیا میں (مخلوقات میں سے) اپنے منعم کا شکریہ ادا نہیں کرتا اس نے اللہ عزوجل کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

۱۲۔ آپؑ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں عافیت کے دس جزو ہوں گے جن میں سے نو جز و لوگوں سے الگ تھلگ رہنے میں اور ایک خاموش رہنے میں ہوگا۔

۱۳۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کی تکمیل نہیں کرسکتا جب تک اس میں تین صفات نہ پیدا ہوں۔ دین میں تفقہ (یعنی دینی فہم) معشیت میں حسن تقدیر و اندازہ اور مصائب و آلام پر صبر کرنا۔

۱۴۔ آپؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے تین چیزوں کا ملا کر حکم دیا ہے۔ نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم ہے۔ جو شخص نماز پڑھے اور زکوۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

اپنے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو شخص والدین کا شکر گزار نہیں اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا۔

اللہ سے ڈرنے اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ جو اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہیں کرتا اس میں اللہ عزوجل کا تقویٰ اور خوف نہیں۔

۱۵۔ آپؑ نے فرمایا: جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے وہ فائدے میں رہا اور جو اس سے غافل رہا اور وہ خسارے میں رہا۔ جو خوف رکھے وہ مامون ہے۔ جو عبرت حاصل کرے وہ بابصیرت ہے۔ جو فہم رکھتا ہے وہ علم حاصل کرلے گا۔ جاہل کا دوست تعب اور مشقت میں پڑ جاتا ہے۔

بہترین مال وہ ہے جس سے عزتِ بچائی جاسکے۔ بہترین عقل انسان کا اپنی معرفت حاصل کرنا اور خود شناسی ہے۔

مومن جب غصہ میں ہوتا ہے تو اس کا غصہ اس کو حق سے دور نہیں کردیتا اور وہ جب راضی ہوتا ہے تو اس کی رضا اس کو باطل کے قریب نہیں کرتے۔

جب مومن قدرت اور طاقت رکھتا ہے تو وہ اپنے حق سے زیادہ نہیں لیتا۔ (۴۷)

۱۶۔ آپؑ نے فرمایا: کسی شخص کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس صفات نہ پائی جائیں۔ اس سے خیر و بھلائی کی امید کی جائے اور وہ شر اور برائی کے کام کرنے سے مامون ہو۔ اپنے غیر کی تھوڑی سی خیر و بھلائی کو زیادہ سمجھے۔ اس سے حاجت طلب کی جائی تو اس سے نہ تھکے۔ ساری زندگی طلب علم سے ملول نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں اس کو فقر و فاقہ، غنی اور تونگری سے زیادہ محبوب ہو۔

اللہ کی راہ میں اس کو ذلت و خواری، عزت سے زیادہ پسند ہو۔

وہ شہرت سے زیادہ گمنامی کو چاہتا ہو۔

جب دوسرے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ پرہیز گار ہے۔

۱۷۔ معاش کے لحاظ سے سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کی معاش میں اس کے غیر کی معاش چھپی ہو۔

۱۸۔ دلوں کے لیے اقبال (آگے بڑھنا) اور ادبار (پیچھے ہٹنا) اور کبھی نشاط و خوشی اور کبھی سستی اور کاہلی ہوتی ہے چنانچہ جب وہ آگے بڑھیں تو ان میں بصیرت اور فہم اور سوجھ بوجھ ہوتی ہے، جب وہ پیچھے ہٹیں تو تھکے ماندے اور ملول و رنجیدہ ہوتے ہیں۔

ان کو ان کے اقبال اور آگے بڑھنے اور نشاط کے موقع پر پکڑ لو۔ ان کے ادبار، پیٹھ پھیرنے اور سستی اور کاہلی کے موقع پر چھوڑ دو۔(۴۸)

۱۹۔ آپؑ نے فرمایا: مردوں کا کسی مرد کے پیچھے چلنا اس کا اتباع ہے، جس کے پیچھے وہ چل رہے ہیں اس کے لیے فتنہ اور امتحان ہے۔ تابع اور پیچھے چلنے والے کے لیے ذلت و رسوائی ہے۔(۴۹)

۲۰۔ آپؑ نے فرمایا: اس مخلوق (انسان) کو تین موقعوں پر سب سے زیادہ وحشت ہوتی ہے۔ اول جس دن وہ پیدا ہوتا ہے، نومولود شکم مادر سے باہر دنیا میں آتا ہے اور دنیا کو دیکھتا ہے۔

دوسرے جس دن مرتا ہے اور آخرت اور اس کی حقیقت کو دیکھتا ہے۔

تیسرے جس دن وہ قبر سے اٹھے گا اور ایسے احکام دیکھے گا جو اس نے دار دنیا میں نہیں دیکھے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی تین موقعوں پر حضرت یحییٰ پر سلام بھیجا ہے۔ اور ان مواقع کے خوف کو امن میں بدلا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

"وسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا"

اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مرے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے اپنے اوپر ان ہی تین موقعوں پر سلام بھیجا ہے اور کہا ہے:

"والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"

اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ ہو کر قبر سے نکلوں گا۔(۵۰)

۲۱۔ صاحب نعمت کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کو وسعت و فراخی میں رکھے۔

۲۲۔ عبادت زیادہ روزے رکھنا اور نماز پڑھنا نہیں۔ عبادت تو امر خدا میں زیادہ غور و فکر کرنا ہے۔

۲۳۔ بخیل کے لیے راحت نہیں۔ حاسد کے لیے کسی چیز میں لذت نہیں۔ ملول اور رنجیدہ کے لیے وفا

اور کسی کارخیر کی تکمیل نہیں۔ جھوٹے شخص میں مروت اور انسانیت نہیں۔ (۵۱)

۲۴۔ وہ شخص سزا سے نہیں بچ سکتا جو ظلم اور زیادتی کے ذریعے کھاتا ہے۔

۲۵۔ ایک شخص کا عجب اور اپنے اوپر اترانا یہ بھی ہے کہ اس کے برے عمل کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے تو وہ اس کو اچھا سمجھ کر اس پر اترائے۔ اور خیال کرے کہ اس نے کوئی اچھا عمل کیا ہے۔ وہ اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتائے۔ جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہی اس پر احسان ہے۔

۲۶۔ جو شخص چغل خوری کر کے تجھ کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اس کے لیے وہ حساب وکتاب کافی ہے۔ جو عاقبت میں پائے گا۔ (۵۲)

۲۷۔ خداوندِ تعالیٰ بلاشبہ قیل وقال کو اور مال ومتاع کو ضائع کرنے کو اور زیادہ سوال کرنے کو باعث غضب سمجھتا ہے۔

۲۸۔ شادی بیاہ کے موقع پر کھانا کھلانا سنت ہے۔

۲۹۔ جو شخص فاضل مال اس لیے طلب کرتا ہے کہ اپنے اہلِ وعیال کی عزت وآبرو محفوظ رکھ سکے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے کہیں برتر ہے۔

۳۰۔ آپؑ نے فرمایا: جو شخص میں یہ پانچ چیزیں نہ ہوں اس سے دنیا وآخرت کی کسی چیز کی امید نہ رکھو۔

قابل اطمینان ہونا جس کی اصل اور حسب میں، کرم جس کی طبیعت اور مزاج میں، پختگی جس کے اخلاق میں، عطا اور بخشش کرنا جس کے نفس میں اور اپنے پروردگار کا خوف جس میں پہچانا نہ جائے (۵۳)

آپؑ کے بعض مناظرے

امام رضاؑ کا زمانہ علم کی وسعت اور علم کلام کے سامنے مختلف مذاہب اور ادیان کے علماء کے عقائد اور دوسری علمی مسائل میں غور وخوض میں وسعت کے لیے ممتاز ہے۔

چنانچہ مناظروں میں فلسفیوں اور دوسرے علماء کے لیے امامؑ ہی مرجع اور مادیٰ تھے۔ مامون عباسی مختلف ادیان کے علماء اور متکلمین کو امامؑ کے مقابلے میں کھینچ کر لاتا اور خیال کرتا کہیں کسی سوال وجواب میں امامؑ عاجز رہ جائیں تو جمہور مسلمین کی نظروں سے گر جائیں گے۔ آپؑ پر درود وصلوٰۃ ہو، آپؑ سب کو کاٹ دیتے، ان پر حجت اور دلیل قائم کرتے اور آخر کار ان سے حق کا اقرار کرا لیتے۔ آپؑ سب پر غالب آجاتے ان میں سے بعض افراد آپؑ کے ہاتھ پر اسلام لے آتے، ان حجج اور دلائل کے نتیجے میں جو وہ آپؑ سے سنتے۔

محترم قاری شیخ طبرسی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''الاحتجاج'' میں تفاصیل ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ جہاں شیخ نے ایک

الگ باب میں آپؑ کے جوابات اور مناظروں کی تفصیل پیش کی ہے۔

ا۔ ابوصلت ہروی کہتے ہیں کہ جب مامون نے علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام کے لیے اہل اسلام اور دوسرے ادیان جیسے یہود و نصاریٰ مجوسی اور صابئین کے متکلمین اور دوسرے مناظرہ کرنے والوں کو جمع کیا تو وہاں سے جو بھی اٹھا اس کو آپؑ نے اپنی حجت اور دلیل سے لاجواب کر دیا، اس طرح جیسے اس کے منہ میں پتھر بھر دیا گیا ہو۔

علی بن محمد جہم کھڑا ہوا اور آپؑ سے سوال کیا کہ اے فرزند رسولؐ اللہ! کیا آپؑ انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں؟ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ پھر آپؑ اللہ عزوجل کے اس قول میں کیا کریں گے:

وعصیٰ آدم ربه فغوی

اور عزوجل کے اس قول میں:

واذاالنون اذذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه

اور حضرت یوسفؑ کے بارے میں اس عزوجل کے اس قوم میں:

ولقد همت به وهم بها

اور حضرت داؤدؑ کے بارے میں عزوجل کے اس قوم میں:

وظن دائود انما فتناه

اور اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی محمدؐ کے بارے میں اس قول میں:

"تخفی فی نفسك ما الله مبدیه"

امام رضاؑ نے فرمایا: وائے اور ہلاکت ہو تو تیرے لیے اللہ سے ڈرا اور اللہ کے انبیاء کی طرف فواحش اور برے کاموں کی نسبت نہ دے۔ اپنی رائے سے اللہ کی کتاب کی تاویل نہ کر کیوں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

"ولا یعلم تأویله الا الله والراسخون فی العلم"

اس کی تاویل کو نہیں جانتے بجز اللہ اور راسخین فی العلم کے۔

خداعزوجل کا آدمؑ کے بارے میں یہ ارشاد:

"وعصیٰ آدم ربه فغویٰ"

اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اپنی زمین میں حجت اور اپنے شہروں میں خلیفہ کے طور پر پیدا کیا تھا۔ ان کو جنت کے لیے خلق نہیں فرمایا تھا۔ آدمؑ سے یہ حکم عدولی (ترک اولیٰ) جنت میں ہوئی نہ کہ زمین میں۔ آدمؑ کی عصمت زمین میں ہونی ضروری اور واجب ہے تاکہ اللہ کے امر اور حکم کی تقدیریں تکمیل کو پہنچیں۔ جب ان کو زمین کی

طرف اتارا اور زمین میں حجت اور اپنا خلیفہ قرار دیا تو ان کو معصوم بنایا۔ عزوجل کے اس قول کے مطابق۔

"ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین"

بیشک اللہ نے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ و آل عمران کو سب جہانوں پر مصطفیٰ قرار دیا۔

اللہ عزوجل کا یہ قول:

"واذالنون اذذھب مغاضباً وظن ان لن نقدر علیہ"

یہاں ظن کا معنی ہے یقین پیدا کیا کہ خدا اس پر رزق میں تنگی نہیں کرے گا۔

کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا:

"وما اذا ما ابتلاہ ربہ فقدر علیہ رزقہ"

اور جب اس کے پروردگار نے اس کا امتحان لیا تو اس پر اس کے رزق میں تنگی کر دی۔

یعنی اس کی روزی کو تنگ کر دیا۔ اگر وہ گمان کرتا کہ خدا اس پر قدرت نہیں رکھتا تو کافر ہو جاتا۔

اب اللہ عزوجل کا حضرت یوسفؑ کے بارے میں یہ قول:

"ولقد ھمت بہ وھم بھا"

زلیخا نے معصیت اور نافرمانی کا ارادہ کیا اور یوسف علی السلام نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، یعنی وہ اگر ان کو اس گناہ پر مجبور کرے۔ حضرت یوسفؑ کے دل میں یہ گناہ اس قدر بھیانک اور برا تھا۔ مگر خدا نے یوسفؑ سے اس کے قتل کو اور اس برائی کو ہٹا دیا۔ خدا عزوجل کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ۔

"کذلك لنصرف عنہ السوء والفحشاء"

اس طرح ہوا تا کہ ہم برائی اور قبیح فعل کو اس سے پھیر دیں، یعنی قتل کو بھی اور زنا کو بھی ان سے دور کر دیا۔

امام رضاؑ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام محراب عبادت میں نماز میں مشغول تھے کہ ابلیس ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں ان کے سامنے آیا۔ حضرت داؤدؑ نے نماز توڑ دی اور اس پرندے کو پکڑنے کے لیے بھاگے۔ وہ ایک گھر کی چھت پر جا بیٹھا آپؑ بھی اس کو پکڑنے کے لیے اس گھر کی چھت پر چڑھ گئے۔ وہ پرندہ یابن حنان کے گھر کے اندر جا بیٹھا۔ اس وقت اوریا کی بیوی نہا رہی تھی۔ داؤدؑ اس کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے۔

اس دوران حضرت داؤدؑ نے اوریا کو کسی جنگ پر بھیجا ہوا تھا اس دستے کے کمانڈر کو لکھا کہ اوریا کو تابوت کے آگے رکھا کرو۔ اوریا تابوت کے آگے ہو کر مشرکوں کے خلاف جنگ میں فتحیاب ہوا۔ یہ بات داؤدؑ پر گراں گزری۔ دوبارہ کمانڈر کو لکھا کہ اوریا کو اب بھی تابوت سے آگے رکھے۔ اس دفعہ اوریا مارا گیا۔ اس طور پر داؤدؑ

نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی۔

راوی کہتا ہے کہ امام رضاؑ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور فرمایا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

تم نے اللہ کے ایک نبی کے لیے نماز کو حقیر سمجھنے، پرندے کے پیچھے بھاگنے، ایک برائی، فحشاء اور پھر قتل کی نسبت دی ہے۔

اس نے پوچھا: اے فرزند رسولؐ اللہ! تو پھر ان سے خطا اور غلطی ہوئی تھی۔ آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر دراصل داؤدؑ نے یہ گمان کیا کہ اللہ عزوجل نے کوئی مخلوق ان سے زیادہ صاحب علم پیدا نہیں کی۔ تو خدا عزوجل نے دو فرشتے ان کے پاس بھیجے جو محراب کی دیوار کے اوپر آ گئے اور کہا:

خصمان بغی بعضنا علی بعض فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط واھدنا الیٰ سواء الصراط ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجہ واحدۃ فقال اکفلنیھا وعزنی فی الخطاب۔

ترجمہ:

ہم دونوں ایک مقدمے کے فریق ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپؑ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھاک فیصلہ کر دیجئے اور انصاف سے نہ گزریئے۔ ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کیجئے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں۔ میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ پھر بھی یہ کہتا ہے یہ دنبی مجھ ہی کو دے دو۔ مجھ سے سخت رویہ رکھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے دیا اور کہا کہ اس نے تیری دنبی کا اپنی دنبیوں میں ملانے کی بات کر کے تجھے کیا کہنا ہے۔

چنانچہ فیصلہ کرنے کے بارے میں یہ وہ غلطی تھی نہ کہ وہ جس کا تم نے ابھی ذکر کیا اور تصور کر لیا ہے۔ کیا اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا۔

"یاداود انا جعلناك خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی"

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو۔

پھر اس نے سوال کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اوریا کے ساتھ حضرت داؤدؑ کا کیا واقعہ تھا؟

امام رضاؑ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ کے زمانے میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا، یا قتل ہو جاتا، تو وہ پھر شادی بالکل نہیں کرتی (باقی بیوگی کی زندگی گزار دیتی) تھی۔

سب سے پہلے شخص جن کے لیے خدا نے مباح قرار دیا کہ مقتول کی بیوی سے شادی کرے وہ حضرت داؤدؑ تھے۔ آپؑ نے اوریا کے قتل ہونے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی کی، مدت پوری ہونے کے بعد، یہ وہ بات تھی جو اوریا کے لوگوں پر شاق گزری۔ اب رہے محمدؐ اور خدا عزوجل کا یہ ارشاد:

"و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ و تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ"

اور تو اپنے نفس میں اس چیز کو چھپائے ہوئے ہے جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے۔ تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے۔

اللہ عزوجل نے اپنی نبیؐ کو ان بیویوں کے ناموں سے متعارف کرایا تھا جو دنیا میں تھیں اور ان بیویوں کے ناموں سے بھی جو آخرت میں تھیں۔ وہ مومنوں کی مائیں ہیں۔ ان میں سے ایک جن کا نام آپؐ کو بتایا گیا تھا؟ زینب بن جحش تھیں۔ وہ ان دنوں زید بن حارثہ کی بیوی تھیں۔ آپؐ نے ان کا نام دل میں ہی رکھا۔ کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا تاکہ منافقین میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ آپؐ نے اس عورت کے متعلق، جو ایک شخص کے گھر میں ہے، یہ کہا ہے کہ وہ بھی میری بیوی ہے اور امہات المومنین میں سے ہے۔ آپؐ منافقین کی قیل وقال سے ڈرے تو اللہ عزوجل نے فرمایا: تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرو یعنی اپنے نفس میں ڈریں۔

خدا عزوجل اپنی مخلوق میں سے کسی کی تزویج کا خود نگران اور متولی نہیں بنا مگر حوا کی آدمؑ سے اور زینب کی رسول اللہ سے، اس قول کے مطابق:

"فلما قضیٰ زید منھا وطرا زوجنا کھا"

جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا (یعنی طلاق دے چکا) تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا۔

اور فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے تزویج کا۔

راوی کہتا ہے کہ علی بن محمد بن جہم رو پڑا اور کہنے لگا۔ اے فرزند رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد سے اللہ کے انبیاء کے بارے میں کوئی بات کروں بجز اس کے جو آپؑ نے ذکر فرمایا۔ (۵۴)

۲۔ ایک عیسائی بڑا پادری مسلمان متکلمین سے مناظرہ کرتا تھا کہ ہم سب یعنی عیسائی اور مسلمان حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کتاب (انجیل) پر متفق ہیں، اس پر بھی کہ وہ آسمان میں زندہ اور سلامت ہیں۔ لیکن محمدؐ کی

بعثت میں ہمیں اختلاف ہے اور آپ کی موت پر اتفاق ہے۔اس صورت میں کون سی چیز آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ان باتوں سے مسلمان متکلمین حیران و پریشان ہوتے۔

اسے امام رضا علیہ السلام اور مامون کے پاس حاضر کیا گیا۔

اس نے آ کر سوال کیا کہ آپؑ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور ان کی کتاب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔کیا آپؑ ان دونوں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا: میں اس عیسیٰؑ کی نبوت اور کتاب کا اقرار کرتا ہوں۔جنہوں نے اپنی امت کو محمدؐ کی نبوت کی بشارت دی اور اس کا حواریوں نے اقرار کیا اور اسی عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں جس نے محمدؐ کی نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اس کی بشارت اپنی امت کو نہیں دی۔

وہ پادری یہ سن کر لاجواب ہو گیا۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا: اے نصرانی خدا کی قسم! ہم اس عیسیٰؑ پر ایمان رکھتے ہیں جو محمدؐ پر ایمان لے آئے۔ ہم تمہارے عیسیٰ میں کوئی عیب نہیں لگاتے مگر اس کی کمزوری اور روزے نماز کی کمی کا۔

پادری نے کہا: خدا کی قسم! حضرت عیسیٰؑ ہمیشہ دن کے روزے رکھتے اور رات کو عبادت میں بسر کرتے۔

امامؑ نے سوال کیا کہ کس کی نماز پڑھتے تھے اور کس کے لیے روزے رکھتے تھے؟ یہ سن کر وہ مبہوت ہو گیا۔

پادری کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کردے اور اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کردے وہ اس کا مستحق ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

امام رضاؑ نے جواب میں فرمایا کہ "الیسع" نے بھی وہ کچھ جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا۔وہ بھی پانی پر چلتا تھا۔اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دیتا تھا۔حزقیل نے ۳۵ ہزار افراد کو ان کے مرنے کے ساٹھ سال بعد زندہ کیا۔

بنی اسرائیل کی ایک قوم طاعون کی وبا کے دوران موت کے خوف سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے شہروں سے نکلی۔خدا نے ان کو ایک ہی وقت میں مار دیا۔کئی سالوں کے بعد ایک نبیؑ کا ان کی ہڈیوں کے قریب سے گزر ہوا۔خدا نے اس نبیؑ کی طرف وحی کی کہ وہ ان کو پکاریں۔نبیؑ نے آواز دی! اے بوسیدہ ہڈیو! اذن خدا سے اٹھ کھڑے ہو۔یہ کہنا تھا کہ وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔

آپؑ نے حضرت ابراہیمؑ اور پرندوں والا واقعہ بھی بیان کیا:

"فصرهن اليك"

ان کو اپنے پاس بلا لو۔

اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ

"واختار موسیٰ"

اور انہوں نے کہا:

"لن نومن لك حتیٰ نری الله جهره"

ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک صاف صاف ہم خدا کو دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ وہ سب جل گئے۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے اس قول کے بعد:

"لوشئت اهلكتهم"

اگر تو چاہتا تو پہلے انہیں ہلاک کر دیتا۔

ان سب کو زندہ کر دیا۔

قریش کا رسولؐ اللہ سے سوال کرنا کہ آپؐ مردوں کو زندہ کریں، توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن نے یہ خبریں دی ہیں۔ تو جو مردوں کو زندہ کر دے اور اللہ کے علاوہ اس کو پروردگار بنایا جائے تو پھر ان سب ہی کو ارباب اور پروردگار ماننا پڑے گا۔

یہ دلائل سن کر وہ نصرانی مسلمان ہو گیا۔ (۵۵)

۳۔ جب علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام مامون کے یہاں تشریف لائے تو وہاں عراق اور خراسان کے علماء کا ایک گروہ موجود تھا۔

مامون نے ان سے کہا کہ اس آیت کے معنی بتاؤ:

"ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا"

علماء نے جواب میں کہا کہ خدا نے پوری امت کا ارادہ کیا ہے۔

مامون نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

امام رضاؑ نے فرمایا: میں وہ نہیں کہتا جو یہ کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے عترت طاہرہ علیہم السلام مراد لی ہے۔

مامون نے پوچھا: وہ کس طرح۔ امت نہیں بلکہ عترت مراد لی ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اگر ساری امت کا ارادہ کیا ہوتا تو پھر ساری امت ہی جنت میں جاتی۔ اللہ کے اس قول

"فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق الخيرات باذن الله ذلك هو الفضل الكبير"

پس ان میں سے بعض اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض اللہ کے اذن سے خیرات میں سبقت کرنے والے ہیں، اور یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اس کے بعد ان سب کو جنت میں قرار دیا ہے پس اللہ عزوجل نے کہا ہے:

جنات عدن یدخلونھا

(اس کے مطابق) تو وراثت عترت طاہرہ کے لیے ہوئی نہ کہ ان کے غیر کے لیے۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا کہ وہی ہیں جن کی خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تعریف وتوصیف کی ہے اور کہا ہے کہ

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

اللہ کا یہ ارادہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔

اور وہی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا:

"انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض انظر و کیف تخلفو نی فیھما ایھا الناس لا تعلموھم فانھم اعلم منکم"

ترجمہ: ''میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچیں۔ دیکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ اے لوگو! ان (اہل بیت) کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔''

علماء کہنے لگے کہ اے ابوالحسنؑ! یہ عترت آل ہیں یا غیر آل۔

امام رضاؑ نے فرمایا: وہ آل ہیں۔

علماء جواب میں کہنے لگے کہ رسولؐ اللہ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میری آل ہے اور یہ آپؐ کے اصحاب خبر مستفیض کے ذریعے کہتے ہیں جس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی آل محمد امتہ (آل محمد آپؐ کی امت ہے)

امام رضاؑ نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ کیا صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو آپؑ نے فرمایا پھر اُمت پر بھی حرام ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: یہی فرق ہے آل اور امت میں

۔ وائے ہو تم پر تمہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ کیا تم نے ذکر سے منہ پھیر لیا ہے، یا تم ایک مسرف قوم ہو؟
کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ روایت ظاہر میں صرف مصطفی اور ہدایت یافتہ افراد کے لیے ہے۔ نہ کہ دوسروں کے لیے؟

انہوں نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ نے یہ کہاں سے کہا۔؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کے اس قول کی بنا پر:

"لقد ارسلنا نوحاً وابراهیم وجعلنا فی ذریتهما النبوة والکتاب فمنهم مهتدو کثیر منهم فاسقون"

بیشک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی ذریت میں نبوت اور کتاب قرار دی۔ ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہیں اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔

چنانچہ نبوت اور کتاب کی وراثت ہدایت یافتہ لوگوں میں جاری ہوئی ہے نہ کہ فاسقین میں کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت نوحؑ نے اپنے پروردگار سے سوال کیا اور کہا:

"رب انی ابنی من اهلی وان وعدك الحق"

پروردگار میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے؟

یہ اس لیے (کہا) کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو اور ان کے اہل اور گھر والوں کو نجات دے گا۔ ان سے ان کے رب تبارک وتعالیٰ نے کہا:

"انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح فلاتسئلن مالیس لك به علم انی اعظك ان تکون من الجاهلین"

یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ غیر صالح عمل رکھتا ہے۔ اس چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہونا۔

مامون نے سوال کیا: تو کیا اللہ نے عترت کو باقی لوگوں پر فضیلت دی ہے؟

امام رضاؑ نے فرمایا بے شک اللہ عزیز جبار نے اپنی محکم کتاب میں عترت کو باقی لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

مامون نے پوچھا یہ بات اللہ کی کتاب میں کہاں ہے؟

امام رضاؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول میں:

"ان الله اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراهیم وآل عمران علی العالمین ذریة بعضها

من بعض"

بے شک اللہ نے آدمؑ ونوحؑ کواور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کوعالمین پر چن لیا ہے۔ایسی ذریت ہے جن میں سے بعض دوسرے بعض میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ کہا ہے:

"ام یحسدون الناس علی ماآتاھم اللہ من فضلہ فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمہ واتیناھم ملکاعظیما"

کیاتم ان لوگوں پر حسد کرتے ہوجنہیں خدانے اپنے فضل سے دیا؟ بے شک ہم نے آل ابراہیمؑ کوکتاب اور حکمت دی ہے۔اوران کوعظیم ملک دیا ہے۔

یعنی اطاعت مصطفیٰ اور طاہرین کے لیے ہے۔ اور ملک سے یہاں مراد ان کی اطاعت ہی ہے......الخ (۵۶)

۴۔ محمد بن زیدرازی کہتا ہے کہ میں نے ایک خارجی کے پاس زہرآلود چھری دیکھی اور یہ کہتے سنا کہ میں اس شخص کے پاس جاتا ہوں جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ رسول کا فرزند ہے اوراس سے اس طاغوت کی ولی عہدی کی موافقت کرنے کے بارے میں سوال کرتا ہوں اگراس کے پاس کوئی دلیل ہوئی توٹھیک ہے، ورنہ میں لوگوں کواس سے راحت وآرام بخشوں گا۔

جب وہ امامؑ کی بارگاہ میں آیاتواس کے بات کرنے سے پہلے امامؑ نے کہا کہ میں تیرے مسئلے کا جواب دیتا مگرایک شرط ہے۔خارجی نے پوچھاوہ شرط کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: جب توجواب سے مطمئن ہوجائے تواس چیز کو توڑ دینا جو تیرے پاس ہے۔

خارجی یہ سن کر مبہوت ہوگیا۔اس نے چھری نکالی اورتوڑ کر پھینک دی۔

اب اس نے سوال کیا کہ آپ مجھے اس طاغوت سے موافقت کرنے کے بارے میں بتائیں۔آپ رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں اور یہ لوگ آپؑ کے نزدیک کفار ہیں۔

ابوالحسنؑ نے دریافت فرمایا: تیری کیارائے ہے؟ یہ زیادہ کافر ہیں یاعزیز مصراوراس کے ملک کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں یہ لوگ موحد ہیں جب کہ مصر والے نہ اللہ کی توحید کااقرار کرتے تھے اور نہ ہی اس کی معرفت رکھتے تھے۔اور یوسفؑ بن یعقوبؑ خودنبی اور نبی کے فرزند تھے۔انہوں نے عزیز مصر سے کہا:

"اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم"

مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے۔میں بہتر حفاظت کرنے والا اورزیادہ جاننے والا ہوں۔

چنانچہ حضرت یوسفؑ فراعنہ کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے جب کہ مجھے اس امر پر مجبور کیا گیا اور میں خود اس میں شریک ہونے کو ناپسند کرتا تھا۔ اس صورت میں تجھے کیا اعتراض ہے۔

خارجی نے کہا: آپؑ پر کوئی عیب نہیں۔ آپؑ سچے ہیں اور اللہ کے نبیؐ کے فرزند ہیں۔ (۵۷)

۵۔ مامون نے ایک دفعہ امام رضاؑ سے کہا کہ میں نے ایک مسئلے میں غور فکر کیا ہے اور میں ایک صحیح نتیجے تک پہنچا ہوں۔ میں نے اپنے اور آپؑ کے نسب کے بارے میں سوچا تو ایک جیسی فضیلت پائی۔ میری رائے میں ہمارے شیعوں کا اس میں اختلاف محض ہوا و ہوس اور تعصب پر مبنی ہے۔

ابوالحسنؑ نے اس سے فرمایا کہ اس بات کا ایک جواب ہے۔ اگر تو چاہے تو اس کا ذکر کروں اور اگر تو چاہے تو میں خاموش رہوں اور وہ بات زبان پر نہ لاؤں۔

مامون نے کہا: میں نے یہ بات اسی لیے آپؑ سے کی ہے کہ آپؑ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں اے امیر! اگر خدا محمدؐ کو مبعوث کرتا اور آپؐ ان پہاڑیوں میں سے کسی پہاڑی کے پیچھے سے نکلتے اور تجھ سے تیری بیٹی کی خواستگاری کرتے تو تو اپنی لڑکی کی شادی ان سے کرتا؟

مامون نے کہا: سبحان اللہ۔ کیا کوئی رسول اللہ سے بھی اعراض کر سکتا ہے۔

امام رضاؑ نے اس سے فرمایا: تیری کیا رائے ہے۔ کیا آنحضرتؐ کے لیے یہ حلال اور جائز ہے کہ آپؐ مجھ سے خواستگاری کریں۔

مامون تھوڑی دیر خاموش رہا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم! آپؑ لوگ رسولؐ اللہ سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ (۵۸)

۶۔ ایک دن مامون نے امام رضاؑ سے کہا کہ مجھے امیرالمومنینؑ کی سب سے بڑی فضیلت بتائیں جس پر قرآن بھی دلالت کرتا ہو۔

امام رضاؑ نے فرمایا کہ وہ مباہلہ کی فضیلت ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔

"فمن حاجك فيه من بعد ما جائك من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء كم ونساء نا ونساء كم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين"

پس جو شخص اس سلسلے میں تم سے حجت کرے تمہارے پاس علم آ جانے کے بعد تو کہہ دیں کہ آؤ ہم بلائیں

اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔ پھر گڑگڑا کے دعائیں کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

چنانچہ رسولؐ اللہ نے حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا۔ وہ آپؐ کے دو بیٹے تھے اور فاطمہ علیہا السلام کو بلایا پس وہ آپؐ کے یہاں آپؐ کی نساء کی جگہ تھیں اور امیر المومنین کو بلایا۔ وہ خدا عزوجل کے حکم سے آپؐ کے نفس اور جان تھے۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی رسولؐ اللہ سے اجل و افضل نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کے حکم سے جو رسولؐ اللہ کا نفس ہے اس سے بھی کوئی افضل نہ ہوا۔

مامون نے پھر سوال کیا۔ اللہ نے (الابناء) بیٹے کو جمع کے لفظ سے ذکر کیا اور رسولؐ اللہ نے خصوصیت سے اپنے دو بیٹوں کو بلایا اور ''نسائی'' کو بھی جمع کے لفظ سے ذکر کیا اور رسول اللہؐ نے صرف اپنی اکیلی بیٹی کو بلایا پھر یہ کیوں جائز نہیں کہ ذکر ے دعا اور بلانے کو اس کو جو آپؐ کا نفس ہو اور اس سے مراد آنحضرت کا حقیقتاً نفس ہو نہ کہ آپؐ کا غیر۔ اس صورت میں امیر المومنینؑ کے لیے جو فضیلت آپؐ نے ذکر کی ہے وہ نہ ہو۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جو کچھ تو نے ذکر کیا ہے اے امیر! وہ صحیح نہیں کیونکہ بلانے والا اپنے غیر ہی کو بلاتا ہے جس طرح حکم کرنے والا اپنے غیر کو حکم کرتا ہے۔ صحیح نہیں کہ اپنے نفس حقیقی کو بلائے جیسا کہ حقیقتاً اپنے نفس کے لیے امر و حکم دینے والا خود نہیں ہوتا۔

مباہلہ میں جب رسولؐ اللہ نے امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی مرد کو نہیں بلایا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہی جناب نفس رسول اللہؐ تھے جن کو خدا نے اپنی کتاب میں نفس مراد لیا ہے اور اس کا حکم اپنی تنزیل میں قرار دیا ہے۔

مامون نے کہا کہ جب جواب دیا جا چکا تو سوال ساقط ہو جاتا۔ (۵۹)

۷۔ آنجنابؑ سے صباح بن نصر ہندی اور عمران صابی نے مامون کے دربار میں سوال کیا۔ عمران نے پوچھا کہ آنکھ نور مرکب یا روح چیزوں کو اس کے منظر سے دیکھتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ آنکھ تو چربی اور سفید و سیاہ ہے۔ اور نظر اور دیکھنا روح کا ہی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تو اس میں دیکھے تو تجھے اپنا چہرہ اس کے وسط میں نظر آئے گا۔ انسان اپنا چہرہ یا پانی میں دیکھتا ہے یا آئینہ میں یا اس قسم کی چیز میں۔

صباح نے پوچھا کہ جب آنکھ اندھی ہو جائے تو پھر روح کس طرح قائم ہے جب کہ نظر چلی گئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا طلوع کرنے والے سورج کی طرح جس کی تاریکی نے ڈھانپ رکھا ہو۔

اس نے دریافت کیا کہ پھر روح کہاں چلی جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا وہ روشنی کہاں چلی جاتی ہے جو کمرے کے سوراخ سے جھانک رہی ہوتی ہے، جب وہ سوراخ بند کر دیا جائے۔

اس نے کہا ذرا اس کی وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ روح کا مسکن دماغ میں ہے۔اس کی شعاع اور روشنی سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جو سورج کے بمنزلہ ہے جس کا دائرہ (مدار) آسمان میں ہے اور اس کی شعاع زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔اب اگر دائرہ غائب ہو گیا تو سورج باقی نہیں رہے گا۔اور جب سر کاٹ دیا جائے تو روح باقی نہیں رہتی۔

ان دونوں نے پھر نماز کے سبب کے بارے میں سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ایک اطاعت ہے جس کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے اور ایک شریعت ہے جس پر ان کو راغب کیا ہے۔نماز میں اس کی توقیر، عظمت اور بزرگی ہے اور بندے کی طرف سے خضوع، خشوع اور انکساری ہے۔جب وہ سجدہ کرتا ہے اس بات کا اقرار ہے کہ اس کے اوپر ایک رب اور پروردگار ہے اور یہ اسی کے لیے سجدہ کرتا ہے۔

ان لوگوں نے روزہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ خدا نے اس قسم کی عبادت سے ان کا امتحان لیا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اس کے یہاں درجات حاصل کر سکیں اور جس فضل وکرم کا ان پر اس نے انعام کیا ہے اس کو پہنچوائے پانی کی لذت اور کھانے اسے سیری کی اہمیت کا اندازہ ہو۔جب ان کو روزوں میں پیاس لگے تو وہ آخرت میں پیاس کے سب سے بڑے دن کو بھی یاد کریں۔اس ذریعے سے اطاعت کی طرف میلان اور جھکاؤ اور زیادہ بڑھے۔

ان دونوں اشخاص نے آپؑ سے پھر سوال کیا کہ زنا او بدکاری کو خدا نے کیوں حرام کیا ہے۔آپؑ نے فرمایا اس لیے کہ اس میں فتنہ وفساد ہے۔اس سے وراثت چلی جاتی ہے اور نسب منقطع ہو جاتا ہے۔زنا کی صورت میں عورت کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس سے حاملہ ہوئی۔نہ ہی بچے کو علم ہوتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے۔نہ ارحام موصولہ اور قرابت معروضہ کا کسی کو پتہ ہوتا ہے(٦٠)

٨۔ مامون دل ہی دل میں اس کو خواہشمند تھا کہ مناظروں اور بحثوں میں امام رضاؑ کو شکست ہو اور دوسرا ان پر بحث میں غالب آجائے۔مگر بہر حال اظہار اس کے برعکس کرتا تھا۔

چنانچہ اس کے پاس فقہا اور متکلمین جمع ہوئے تو پوشیدہ طور پر ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپؑ سے امانت کے مسئلے پر مناظرہ کریں۔

امام رضاؑ نے ان کے سوال پر ان سے کہا کہ اپنے میں سے کسی ایک شخص کو منتخب کرو۔جو چیز اس پر لازم آئے گی وہی تم سب پر بھی لازم آئے گی۔ان لوگوں نے اپنی طرف سے بات کرنے کے لیے یحییٰ بن ضحاک سمرقندی کو آگے کیا۔اس وقت خراسان میں اس کا کوئی مثل اور ہم پلہ نہیں تھا۔

امام رضاؑ نے اس سے کہا جس چیز میں تو چاہیے سوال کر۔اس نے کہا کہ آپؑ امامت کے مسئلے میں گفتگو کیجیے۔آپؑ نے کس طرح اس کی امامت کا دعویٰ کیا جس کو امام نہیں بنایا گیا اور اس کو چھوڑ دیا جس کو امام چن لیا گیا

اور جس پر سب لوگ راضی ہو گئے۔

آپؑ نے فرمایا: اے یحییٰ! مجھے اس شخص کے متعلق بتاؤ جو اس کو سچا مانے جو اپنے نفس کے بارے میں جھوٹ بولے اور وہ جھوٹا مانے اس کو جو اپنے بارے میں سچ کہے۔ تو کیا وہ حق پر اور راستی پر ہوگا یا باطل پر اور خطا کار ہوگا؟''

یہ سن کر یحییٰ خاموش ہو گیا۔

مامون نے اس سے کہا کہ جواب دو تو کہنے لگا۔ امیر المومنین مجھے اس کے جواب سے معاف رکھئے پھر مامون آپؑ سے کہنے لگا: اے ابوالحسنؑ! ہمیں اس سوال کا مقصد بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ یحییٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آئمہ کے بارے میں یہ بتائے کہ انہوں نے اپنے بارے میں جھوٹ بولا ہے یا سچ کہا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ تو جھوٹے کے لیے امامت نہیں۔ اگر خیال کرے کہ انہوں نے سچ بولا ہے تو پھر ان میں سے پہلے نے کہا ہے کہ ''تم نے مجھے والی و حاکم تو بنایا لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔''

اس کے بعد آنے والے نے کہا کہ پہلے کی بیعت فلتتاً اور اچانک بے سوچے سمجھے تھی۔ اگر کوئی دوبارہ اس قسم کا کام کرے تو اس کو قتل کر دو۔ یعنی وہ اس کے لیے قتل سے کم پر راضی نہیں تھا جو ان جیسا کام کرے اور وہ باقی لوگوں سے بہتر نہ ہوں''

اس کے بعد آنے والے نے کہا کہ پہلے کی بیعت فلتتاً اور اچانک بے سوچے سمجھے تھی۔ اگر کوئی دوبارہ اس قسم کا کام کرے تو اس کو قتل کر دو۔ یعنی وہ اس کے لیے قتل سے کم پر راضی نہیں تھا جو ان جیسا کام کرے اور وہ باقی لوگوں سے بہتر نہ ہو۔ بہتری صفات سے ہوتی ہے مثلاً علم، جہاد اور ان جیسے دوسرے فضائل۔ اور یہ اس میں نہیں ہیں جس کی بیعت فلتتاً یعنی بغیر سوچے سمجھے ہوئی ہو اور جو اس قسم کا کام کرے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ ایسا شخص اگر دوسرے کو عہد امامت سپرد کرے تو کس طرح اس کو قبول کر لیا جائے پھر وہ منبر پر بیٹھ کر کہے کہ بیشک میرے لیے ایک شیطان ہے جو مجھے گھیرے رہتا ہے۔ جب وہ مجھے ٹیڑھا کر دے تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ اور جب مجھ سے خطا اور غلطی ہو جائے تو تم مجھے ہدایت کرنا۔

چنانچہ وہ خود اپنے قول کی بنا پر آئمہ نہیں ہیں۔ انہوں نے سچ کہا تھا یا جھوٹ بولا تھا۔ اس سوال کا جواب یحییٰ کے پاس نہیں تھا۔

آپؑ کی گفتگو سے مامون بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا۔ اے ابوالحسنؑ! زمین پر آپؑ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جو اس مسئلے کو اس حسن و خوبی سے بیان کرے۔ (۶۱)

بعض جوابات

ہمارے آئمہ علیہم السلام نے گو حکومت اور ریاست سے دور رہ کر زندگی بسر کی اور سلطنت اور قیادت سے الگ رہے مگر مصیبتوں اور عمومی آفات کے وقت وہی جائے پناہ ہوتے تھے اور اہم معاملات میں ملجا و ماویٰ اور تکالیف میں فریادرس بھی آپؑ ہی ہوتے تھے۔

مسلمان حکام ہوں یا رعایا، علماء ہوں یا عوام، دوست ہوں یا دشمن، اپنی مشکلات کے حل میں اور اپنے اہم معاملات کے سلجھانے میں جن چیزوں کا سمجھنا ان کے لیے دشوار ہوتا اور جاننا بھی ضروری ہوتا، ساتھ ساتھ مسائل کا حل نہ کر پاتے۔ خصوصاً دین کے امور اور کتاب وسنت کے احکام میں، تو وہ ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ آئمہؑ تھے بھی ایسے ہی وہ معدن علم اور خزانہ وحی تھے۔ رسول اعظمؐ نے اپنا علم ان ہی کو ودیعت کیا تھا، ان ہی کے پاس امانت رکھا تھا اور ان ہی کو اپنے فہم و ادراک کا وارث بنایا تھا۔ وہ اللہ کی طرف دلیل تھے اور رہبری اور ہدایت کرنے والے تھے اللہ کی طرف مخلوق کی قیادت کرنے والے اور ان کو کھینچ کر لے جانے والے تھے۔

امام رضاؑ کے زمانے کے حالات دوسرے زمانوں کے حالات سے اس معنی میں ممتاز تھے کہ اس وقت علم کی نشر و اشاعت زیادہ ہو رہی تھی اور متکلمین کی کثرت تھی پھر آپؑ کی ولی عہدی بھی اس کی ایک بڑی وجہ تھی۔ چنانچہ آپؑ سے بہت سے سوالات مختلف موضوعات پر اس دور میں کیے گئے۔

محمد بن عیسیٰ یقطینی کہتا ہے کہ جب ابوالحسن رضاؑ کے امر میں لوگوں کا آنا جانا شروع ہوا تو آپؑ نے جن مسائل کے جوابات دیئے ان میں سے اٹھارہ ہزار مسائل کے سوال و جواب میں نے جمع کئے۔ (۲۶)

شیخ صدوق تک جو آپؑ کی احادیث اور مسائل کے سلسلے میں آپؑ کے جوابات پہنچے، وہ انہوں نے بھی جمع کئے اور اس کا نام "عیون اخبار الرضا" رکھا۔

یہاں ان میں سے کچھ جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

حسین بن خالد نے آپؑ سے کہا کہ اے فرزند رسولؐ اللہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق کیا۔

آپؑ نے فرمایا: خدا ان کو قتل کرے۔ انہوں نے اول حدیث کو حذف کر دیا ہے دو آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ رسولؐ اللہ ان کے قریب سے گزرے تو آپؐ نے سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

کہ خدا تیرے چہرے کو اور تیرے جیسے چہرے کو مسخ کرے۔ آپؑ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! اپنے بھائی کو یہ نہ کہو کیوں کہ خدا نے آدمؑ کو اس کی صورت وشکل میں پیدا کیا تھا۔ (۶۳)

۲۔ آپؑ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا تھا کہ ہر وہ غلام جو میرے ملک میں قدیم ہے، وہ آزاد ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جس کو اس کی ملکیت میں چھ ماہ گزر گئے ہیں، وہ آزاد ہو جائے گا اور وہ خداوند تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر:

"والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم"

چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ ہر پھر کر (آخر ماہ میں) کھجور کی پرانی ٹہنی کا سا (پتلا اور کج) ہو جاتا ہے کھجور کی قدیم اور جدید ٹہنی کے درمیان ۶ ماہ کا فاصلہ ہے (۶۴)

۳۔ آپؑ سے سفلہ (اوباش) لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ جس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو خدا سے مشغول رکھے (۶۵)

۴۔ ایک دفعہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ نے کس حالت میں صبح کی۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے صبح کی ہے کم ہونے والی مدت کے محفوظ عمل کے ساتھ۔ موت ہمارے انتظار میں ہے۔ آگ ہمارے پیچھے ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم سے کیا سلوک کیا جائے گا۔ (۶۶)

۵۔ آپؑ سے کسی نے کہا کہ خدا بندوں کو ایسی چیز کی ذمہ داری سونپتا ہے جس کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا اس سے زیادہ عادل ہے۔

اس نے کہا: جو وہ ارادہ کریں اس کے کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اس سے زیادہ عاجز ہیں۔

امین علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اللہ کے قدرت عطا کرنے سے مستغنی اور بے پرواہ ہو کر وہ جو کچھ کرنا چاہیں اس کی وہ استطاعت نہیں رکھتے۔ (۶۷)

۶۔ ابن سکیت نے آپؑ سے سوال کیا کہ خدا نے موسیٰ بن عمران کو ید بیضا اور جادو جیسے معجزے کے ساتھ، حضرت عیسیٰ کو طب کے معجزے کے ساتھ اور محمدؐ کو کلام اور خطبات کے معجزے کے سات کیوں مبعوث فرمایا؟

آپؑ نے فرمایا: جب خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا تو آپؑ کے زمانے والوں میں جادو کا بہت زور تھا۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے پاس اللہ کی طرف سے ایسا معجزہ لے کر آئے جس کا مقابلہ ان کی قوم نہ

کر سکی۔اس کے ذریعے انہوں نے ان کے جادو کو باطل کر دیا اور ان پر حجت ثابت کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے وقت میں مبعوث کیا جب مزمن (CHRONIC) بیماریاں پھیل گئی تھیں اور لوگ علاج کے محتاج تھے۔ چنانچہ اللہ کے یہاں سے وہ ان کے پاس ایسا معجزہ لے کر آئے جس کی مثال ان کے پاس نہیں تھی۔اس سے انہوں نے اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کیا، نابیناؤں کو بینائی دی اور برص کے مریضوں کو شفایاب کیا۔اس طرح ان پر حجت ثابت اور قائم کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو ایسے دور میں مبعوث کیا جب لوگوں میں خطبات اور کلام کا زیادہ غلبہ تھا۔ چنانچہ آپؐ ان کے پاس اللہ کی طرف سے اس کے مواعظ اور احکام لے کر آئے جن کے ذریعے ان کے قول کو باطل کیا اور ان پر حجت ثابت اور قائم کر دی

پھر ابن سکیت نے پوچھا کہ اس وقت مخلوق پر کیا چیز حجت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عقل جس سے اللہ پر سچ بولنے والا پہچانا جاتا ہے۔اور وہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔اللہ پر جھوٹ بولنے والا بھی پہچانا جاتا ہے اور وہ اس کی تکذیب کرتی ہے۔

ابن سکیت کہنے لگا: خدا کی قسم! یہی جواب ہے۔(۶۸)

۷۔ حسین بن فضال نے آپؑ سے سوال کیا کہ خدائے عزوجل نے مخلوقات کو مختلف انواع اور قسموں میں کیوں خلق کیا ہے، ایک ہی نوع کیوں نہیں خلق کی؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ ذہنوں میں یہ بات آئے کہ وہ عاجز ہے۔کسی ملحد کے وہم وگمان میں کوئی شکل نہیں آتی مگر یہ کہ خدائے عزوجل نے اس پر مخلوق پیدا کی ہے۔کوئی کہنے والا کہے کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ قدرت رکھتا ہے اس اس قسم کی صورت وشکل کو پیدا کرنے کی مگر یہ کہ وہ اسے اللہ عزوجل کی مخلوق میں مل جائے گی۔

چنانچہ انواع واقسام کی مخلوق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(۶۹)

۸۔ حسین بن خالد کہتا ہے کہ آپؑ کی بارگاہ میں ایک شخص داخل ہوا اور آپؑ سے کہنے لگا: اے فرزند رسولؐ اللہ! عالم کے حادث ہونے پر کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تو نہیں تھا پھر ہو گیا۔تو جانتا ہے کہ تو نے خود اپنے آپ کو وجود نہیں دیا نہ ہی تجھے کسی تیرے جیسے نے وجود دیا ہے۔(۷۰)

۹۔ ابوصلت ہروی کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ایمان دل کے ساتھ عقد وگرہ لگانا، زبان سے لفظ کہنا اور اعضاء اور جوارح سے عمل کرنا ہے ایمان ممکن نہیں مگر اس طرح (۷۱)

۱۰۔ تاریخ نیشاپور کے مصنف نے لکھا ہے کہ علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد الباقر بن

علی بن الحسین علیہم السلام جب نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپؑ ایک قبہ میں تھے جس پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ آپؑ خاکستری رنگ کے خچر پر سوار تھے۔ وہاں کا بازار اس کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

آپؑ کی خدمت میں دو امام فن اور حافظ حدیث ابوزرعہ اور ابومسلم طوسی پیش ہوئے۔ ان دونوں کے ساتھ بے شمار اہل علم و حدیث تھے ان دونوں نے عرض کیا: اے سید جلیل سادات آئمہ کے فرزند! اپنے اطہر آباء واجداد اور زیادہ مکرم و محترم اسلاف کے صدقے اپنا رخ مبارک و منہ ہم کو دکھائیں اور اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے اپنا نانا سے ہمارے لیے روایت کیجئے کہ ہم اس کے وسیلے سے آپؑ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

آپؑ نے غلاموں کو ٹھہرنے اور پردے کو ہٹانے کا حکم دیا۔ اپنے نورانی چہرے کی زیارت سے خلائق کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔

اچانک لوگوں نے دیکھا آپؑ کی دو زلفیں تھیں جو آپؑ کے کندھوں پر پڑی تھیں اور لوگ اپنے اپنے طبقوں اور درجوں پر کھڑے تھے کچھ گریہ اور چیخ و پکار کر رہے تھے کچھ خاک پر لوٹ پوٹ رہے تھے۔ کچھ آپؑ کے خچر کے کھروں کو بوسہ دے رہے تھے اور چیخ و پکار کی آواز بلند تھی۔

امام رضاؑ نے پکار کر کہا: اے لوگو! خاموش ہو جاؤ۔ وہ کچھ سنو جو تمہارے لیے نفع بخش ہے اپنی چیخ و پکار سے ہم کو اذیت نہ دو اور دکھ نہ پہنچاؤ۔

ابوزرعہ اور محمد بن اسلم طوسی نے حدیث لکھوانے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد موسیٰ الکاظمؑ انہوں نے اپنے والد جعفر الصادقؑ سے (انہوں نے) اپنے والد علی المرتضیٰؑ سے انہوں نے فرمایا مجھ سے مرے حبیب، میری آنکھ کی ٹھنڈک، رسول اللہ نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جبرئیل نے حدیث بیان کی رب العزت سبحانہ وتعالیٰ خداوند عالم نے فرمایا:

كلمه لا الا الله حصنى. فمن قالها دخل حصنى ومن دخل حصنى امن من عذابى

کلمہ لا الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو یہ کہے وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے اور جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے وہ میرے عذاب سے مامون ہو جاتا ہے۔

پھر آپؑ نے سایہ کرنے والے (قبہ یا چھتری) پر پردہ ڈالا اور آگے روانہ ہوئے۔

راوی کہتا ہے کہ اس حدیث کو جو اہل (قلم) دوات اور اہل دفتر اور دواوین لکھ رہے تھے ان کو شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار سے بھی زیادہ نکلے۔

احمد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ بعض سامانیہ امراء تک پہنچی تو انہوں نے اس کو سونے سے لکھوایا اور وصیت کی کہ اس کو اس کی قبر میں اس کے ساتھ دفن کیا جائے۔ اس کی موت کے بعد اس کو خواب میں کسی نے دیکھا اور پوچھا کہ مرنے کے بعد خدا نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس نے کہا کہ خدا نے

مجھے بخش دیا لا الہ الا اللہ سے میرے تلفظ کرنے اور محمد رسول اللہ کی میرے تصدیق کرنے کی وجہ سے (۷۲)

۱۱۔ مامون نے امام رضاؑ سے دریافت کیا کہ مجھے اپنے جدامجد علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں بتائیں کہ وہ قاسم الجنت والنار کس وجہ سے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے امیر! کیا تم اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے، عبداللہ بن عباس سے روایت نہیں کرتے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ اللہ کو کہتے ہوئے سنا:

علیؑ کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض وعداوت کفر ہے۔

مامون نے کہا جی ہاں:

امام رضاؑ نے فرمایا: اس طور انجناب قسیم الجنت والنار ہوئے۔

مامون کہنے لگا کہ اے ابوالحسنؑ خدا مجھے آپؑ کے بعد باقی نہ رکھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ رسول اللہ کے علم کے وارث ہیں۔

ابوصلت ہروی کہتا ہے کہ جب امام رضاؑ اپنے مکان پر واپس آ گئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کہا کہ اے رسول خداؐ کے فرزند کیا ہی عمدہ جواب آپؑ نے امیر کو دیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوصلت! میں نے اس سے گفتگو اسی کے اباواجداد کے حوالے سے کی ہے۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا، انہوں نے اپنے آباواجداد کے واسطے سے حضرت علیؑ سے حدیث بیان کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے رسولؐ اکرم نے فرمایا:

اے علیؑ! تم قسیم الجنت والنار ہو۔ قیامت کے دن تم جہنم کو آگ سے کہو گے کہ یہ میرا ہے اور یہ تیرا ہے۔ (۷۳)

۱۲۔ آپؑ سے فضل بن سہل نے سوال کیا: اے ابوالحسنؑ! (کیا) مخلوق مجبور ہے؟۔ آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے کہ مجبور کرے پھر عذاب بھی کرے۔ پھر پوچھنے لگا کہ وہ آزاد ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قادر ہے کہ وہ اپنے بندے کو فضول چھوڑ دے اور اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دے (۷۴)

۱۳۔ آپؑ سے توکل کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تو خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔

(۷۵)

۱۴۔ احمد بن نجم نے آپؑ سے عجب (اترانے) کے بارے میں سوال کیا جو انسان کے عمل کو فاسد کر دیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: عجب (اپنے اوپر اترانا) کے کئی درجے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی بندے

کے لیے اس کے برے عمل کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے اور وہ اس کو اچھا سمجھ کر اس پر اترائے اور خیال کرے کہ اس نے کوئی اچھا کام کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار پر ایمان رکھے ہوئے ہو اور اس کا احسان اللہ پر جتائے، حالانکہ اس میں اللہ ہی کا اس پر احسان ہے۔(۷۶)

۱۵۔ محمد بن عرفہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے دریافت کیا: اے فرزند رسول اللہؐ! آپؑ کو ولی عہدی میں داخل ہونے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟

آپؑ نے فرمایا: جس چیز نے میرے جد امجد امیر المومنین کو شوریٰ میں داخل ہونے پر آمادہ کیا تھا(۷۷)

۱۶۔ آپؑ سے بندوں کے بااختیار ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا۔

آپؑ نے فرمایا جو لوگ نیک کام کرتے ہیں تو خوشی محسوس کرتے ہیں۔ جب برا کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔

جب ان کو عطا و بخشش ہو تو شکر ادا کرتے ہیں۔

جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو صبر کرتے ہیں۔

اور ان کو غضبناک کیا جائے تو معاف و درگزر کرتے ہیں(۷۸)

آپؑ کی بعض دعائیں

آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں بھی امت مسلمہ کے قیام کرنے کے ان کے دیگر وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔ یہ ان فکری تحریکوں کے راستے میں بھرپور رکاوٹ ہیں جو صحیح عقائد کے خلاف اٹھتی رہتی ہیں۔

یہ دعائیں توحید اور فضیلت، خیر اور بھلائی اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت کا سرچشمہ ہیں۔ یہ دعائیں ایسے بلند پایہ اور اعلیٰ درس ہیں جن سے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

ممکن ہے ایسے لوگ بھی آگے آئیں جو ان پر سیر حاصل بحث اور تحقیق کریں اور ان علوم و تعلیمات کو واضح و عام کریں جو ان دعاؤں میں موجود ہیں۔

ہمیں ان کی بہت ضرورت ہے۔

یہاں ہم آپؑ کی بعض موجود دعائیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک دعا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. سبحان اللہ کما ینبغی للہ. والحمد للہ کما ینبغی للہ ولا الہ الا اللہ کما ینبغی للہ. واللہ اکبر کما ینبغی للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

وصلی الله علی محمد واهل بیته. وصلی الله علی جمیع المرسلین والنبیین حتیٰ یرضی الله"(۷۹)

بسم الله الرحمن الرحیم

ترجمہ:

اللہ کی تسبیح کی جاتی ہے اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔ جس طرح اللہ کے لیے کی جانی چاہیے۔ اس کی حمد کی جاتی ہے ہے۔ جیسی اس کے لیے مناسب ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ، جس طرح کی عبادت اس کے لائق ہے۔ اللہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کی توصیف کی جاسکے جیسا کہ اس کی بڑائی ہونی چاہیے۔ نہیں کوئی طاقت وقدرت مگر اللہ کی جانب سے۔ اللہ رحمت نازل کرے محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر۔ اللہ کی رحمت اور صلواۃ ہو تمام مرسلینؑ اور انبیاءؑ پر جہاں تک وہ راضی ہو۔

۲۔ آپؑ کی ایک دعا ہے:

"اللهم اعطنی الهدی وثبتنی علیه. واحشرنی علیه امنا. امن من لاخوف علیه. ولاحزن ولاجزع. انك اهل التقوی واهل المغفرة"(۸۰)

خدایا! مجھے ہدایت عطا کر اور اس پر مجھے ثابت قدم رکھ، مجھے اسی پر امن وامان کے ساتھ محشور کر، اس شخص ایسا امن جس پر نہ خوف ہو اور نہ حزن وملال، نہ جزع وفزع۔ بیشک تو اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ہے۔

۳۔ آپؑ کی ایک دعا:

"اللهم یاذالقدرة الجامعه. والرحمه الواسعه. والمنن المتتابعه. والا لاء المتوالیه. والایادی الجمیله. والمواهب الجزیله. یامن لا یوصف بتمثیل. ولا یمثل بنظیر ولا یغلب بظهیر. یامن خلق فرزق. والهم فانطق وابتدع فشرع. وعلا فار تقع. وقدر فاحسن. وصور فاتقن واجنع فابلغ. انعم فاسبغ واعطی فاجزل. ومنح فافضل. یامن سمافی العزففاق خواطف الابصار ودنافی الطف فحاز هواجس الافکار. یامن تفرد بالملك فلا تدله فی ملکوت سلطانه وتوحد فی کبریائه فلا ضد له فی جبروت شانه یامن حارث فی کبریاء هیبته دقائق لطائف الاوهام. وانحسرت دون ادراك عظمته خطائف ابصار الانام یا

عالم خطرات قلوب العالمین. وشاهد لحظات ابصار الناظرین یامن عنت الوجوه لهیبته وخضعت الرقاب لعظمته وجلالته وو جلت القلوب من خیفته وارتعدت الفرائص من فرقه یابدی یأبدیع یاقوت. یامنیع. یاعلی ایه رفیع صلی علی من شرفت بالصلوة علیه وانتقم لی ممن ظلمنی واستخفف بی. وطرد الشیعه عن بابی. وازقه مرارة الذل والهوان کما ازز قنیها واجعله طرید الارجاس وشرید الانجاس. (۸۱)

ترجمہ:

خدایا! اے جامع قدرت والے، وسیع رحمت والے، پے در پے احسانات کرنے والے، ایک دوسری کی طرف پیچھے آنے والی نعمتوں کے دینے والے، جمیل احسانات والے، جزیل بخشوں والے، اے وہ کہ جس کی مثال سے توصیف نہیں ہوسکتی جس کی کسی نظیر کی مثال نہیں دی جاسکتی، جو کسی مددگار کی وجہ سے غالب نہیں آتا۔ اے وہ جس نے خلق کیا اور رزق دیا، الہام کیا اور نطق دیا۔ جس نے پہلے خلق کرنا چاہا اور پیدا کرنا شروع کردیا۔ بلند ہوا، پس بہت بلند ہوا اس نے تقدیر اور اندازہ کیا تو اچھا اندازہ کیا۔ اس نے تصویر کشی کی اور پختہ ومحکم بنایا۔ وہ (خلقت اور اس پر شفقت کی طرف) مائل ہوا اور انتہا کردی۔ احسان کیا اور عطا کیا تو بہت دیا اور بخشش کی اور فضل وکرم کیا۔

اے وہ جو عزت میں بلند ہوا تو تیز نگاہ آنکھوں سے بلند ہے۔ لطف میں قریب ہوا تو اس نے دماغ میں کھٹکنے والے افکار کا احاطہ کرلیا۔

اے وہ جو اکیلا ملک کا مالک ہے۔ اس کی سلطنت میں کوئی مالک ہونے میں اس کا شریک نہیں۔

وہ جو اپنی کبریائی میں تنہا ہے۔ اس کی شان جبروتی میں کوئی اس کا مقابل نہیں۔ اے وہ جس کی کبریائی کی ہیبت کے سامنے لطیف اذہان کی باریکیاں حیران ہیں۔ لوگوں کی تیز نگاہیں جس کے ادارک سے پہلے تھک جاتی ہیں۔

اے وہ جو عالمین کے دلوں میں کھٹکنے والی چیزوں کو جانتا ہے اور دیکھنے والی آنکھوں کے دیکھنے کا گواہ ہے۔

اے وہ جس کی ہیبت سے چہرے سرنگوں ہیں، جس کی عظمت وجلالت کے مقابلے میں گردنیں جھکی ہوئی ہیں، جس کے خوف سے دل دھڑکتے ہیں۔ جس کے ڈر سے کندھے لرزتے ہیں۔ اے ابتدا کرنے والے، اے اختراع کرنے والے، اے قوی اور طاقتور، اے حفاظت کرنے والے، اے بلند ترین، اے زیادہ رفعت والے

اس پر رحمت نازل فرما جس پر رحمت بھیج کر اسے شرف بخشا ہے۔ میرا انتقام لے اس سے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مجھے خفیف سمجھا ہے اور شیعوں کو میرے دروازے سے دور دھکیلا ہے۔

ذلت وخواری اس کو چکھا جسطرح اس نے مجھے چکھائی ہے۔ رجس والے افراد کی طرح اور نجس چیزوں کی طرح دور کر دے۔

۴۔

"الفزع الفزع اليك ياذالمحاضر والرغبه اليك يامن به المفاخرة وانت اللهم مشاهد هوا جس النفوس وامراصدحركات القلوب. ومطالع مسرات السرائر من غير تكلف ولاتعسف. وقدرترى اللهم ماليس عنك بمنطوى ولكن حلمك ام اهله عليه جراة وتمرد اوعتواوعنادا ومايعانيه اولياوك من تعفيه آثار الحق ودروس معالمه وتزيد الفواحش، واستمرار اهلها عليها. وظهور الباطل وعموم التغاشم. والتراضى بذلك فى المعاملات والمتصرفات منجرت به العادات وصار كالمفروضات والمسنونات اللهم فبادر الذى من اعتنه به فار ومن ايدته لم يخف لمز لماز وخذ الظالم اخذى عنيفا ولاتكن له راحما. ولا به روفا. اللهم اللهم اللهم بادر هم. اللهم عاجلهم. اللهم لاتمهلهم اللهم غادرهم بكرة وهجيرة. وسحرة وبياتا وهم نائمون و ضحى وهم يلعبون. ومكرا وهم يمكرون. وفجاة وهم آمنون اللهم بددهم وبداعونهم، وافلل اعضاد هم واهزم جنود هم وافلل حدهم واجتث سنامهم. واضعف عزائمهم اللهم امنحنا اكنافهم. وملكنا اكتافهم وبدلهم بالنعم النقم. وبدلنا من محاذرتهم الاسلامه. واغنمناهم اكمل المغنم. اللهم لاتردعنهم باسك الذى اذاحل يقوم فساء صباح المنذرين" (۸۲)

ترجمہ:

تیری ہی طرف پناہ فریاد ہے۔ اے وہ جس کی طرف کھینچ کر آنا اور رغبت کرنا ہے، تیری ہی طرف رغبت ہے۔ اے وہ جس پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ تو ہی اے اللہ دلوں میں آنے والے امور کا مشاہدہ کرتا

ہے اور دلوں کی حرکت کا نگران ہے۔ تو بغیر کسی تکلف وسوچ بچار کے چھپے ہوئے اسرار کو جانتا ہے۔
تو دیکھ رہا ہے اے میرے اللہ، جو تجھ سے مخفی نہیں لیکن تیرے حلم نے اس کو مامون کیا ہوا ہے، جو جرات، سرکشی، تکبر اور عناد کو رہا ہے باوجود یکہ تیرے اولیاء جھیل رہے ہیں حق کے آثار کے مٹ جانے کو اور اس کی نشانیوں کے محو ہو جانے کو، فواحش و برائیوں کے زیادہ عام ہونے کو اور ان کو کرنے والوں کے آزادانہ تسلسل کو، باطل کے ظہور کو، تاریکی اور بے بصیرتی کے عام ہونے کو، لوگوں کے معاملات اور تصرفات میں ان چیزوں پر راضی ہونے کو جب یہ ان کی عادت بن گئی ہے اور یہ معمولات دراصل واجبات اور مستحبات کی طرح ہو گئے ہیں۔
خدایا! جلدی کر اس چیز میں جس کے ذریعے تو نے کسی کی مدد کی تو وہ کامیاب ہوا، جس کو تو نے تائید کی تو وہ کسی عیب لگانے والے کے عیب لگانے سے نہیں ڈرا۔ ظالم کا سختی سے مواخذہ کر۔ اس پر رحم کرنے والا اور اس پر روف ومہربان نہ ہوا۔

خدایا، خدایا، خدایا! ان کے مواخذہ کرنے میں جلدی کر۔ خدایا! ان کو پکڑنے میں عجلت فرما۔ خدایا! ان کو مہلت نہ دے۔

خدایا! ان کو صبح کے وقت، دوپہر کے وقت، سحر کے وقت، رات کو جب وہ سوئے ہوئے ہوں اور دن چڑھے، جب وہ کھیل کود میں مصروف ہوں مکر وحیلہ کرتے ہوئے جب وہ مکر وفریب کر رہے ہوں، اچانک جب کہ وہ امن وامان میں خدا ہوں، خدایا! ان کو اور ان کے دوستوں اور مددگاروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

ان کے دست وبازوں اور ان کے لشکروں کو شکست دے دے۔ ان کے وار کی تیزی کو کند کر دے۔ ان کی بلندی کی بیخ کنی کر دے۔ ان کے عزائم کو کمزور کر دے۔

خدایا! ان کے اطراف وجوانب ہمیں عطا فرما۔ ان کے کندھوں کا ہمیں مالک بنا دے۔ ان کو نعمتوں کے بدلے عذاب دے۔ ہمیں ان کے خوف اور اس سے احتیاط اور ظلم وستم کے بدلے سلامتی عطا فرما۔ انہیں ہمارے لیے مکمل طور پر مال غنیمت بنا دے۔

خدایا! ان سے اپنے عذاب کو نہ لوٹانا، جو جب کسی قوم نازل ہوتا ہے تو ڈرائے جانے والی کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔

۵۔ یہ دعا بھی قنوت سے متعلق ہے۔

رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم. انك انت الاعز الاجل الاکرم۔ (۸۳)

ترجمہ:

پروردگار! بخش دے اور رحم فرما۔ جو کچھ تو جانتا ہے اس سے درگزر کر۔ بے شک تو ہی زیادہ غالب، زیادہ جلیل اور زیادہ کریم ہے۔

۶۔ آپؑ کی سجدے کی دعا ہے:

لك الحمد ان اطعتك. ولا حجه لی ان عصیتك ولا صنع لی ولا لغیری فی احسانك ولا عذر لی ان اسات ما اصابنی من حسنه فمنك. یا کریم اغفرلمن فی مشارق الارض ومغاربها. من المومنین والمومنات"(۸۴)

ترجمہ:

اگر میں تیری اطاعت کروں تو اس میں تیرے ہی لیے حمد وتعریف ہے۔ اگر میں تیری ہے۔ اگر میں تیری نافرمانی کروں تو میرے پاس اس کی کوئی حجت ودلیل نہیں۔ تیرے احسان کرنے میں نہ میری نہ میرے علاوہ کسی دوسرے کی پکار کروگی ہے۔ میرے لیے کوئی عذر نہیں اگر میں نہیں اگر میں عصیان ونافرمانی کروں۔ جو نیکی اور اچھائی مجھ تک پہنچی وہ تیری طرف سے ہے۔ اے کریم! بخش دے ان مومنین ومومنات کو جو زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں ہیں۔

۷۔ آپؑ کی دعا ہے:

"سبحان من خلق الخلق بقدرته. ونقن ماخلق بحكمته. ووضع كل شئی منه موضعه بعلیه سبحان من یعلم خائنه الاعین وما تخفی الصدور. لیس کمثله شئی وهو السمیع البصیر"(۸۵)

ترجمہ: منزہ اور پاک ہے وہ جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے خلق کیا۔ جو کچھ خلق کیا اس کو اپنی حکمت ودانائی سے پختگی عطا کی۔ اس کی ہر چیز کو اپنے علم کے ذریعے اس کی جگہ رکھا۔

منزہ اور پاک ہے وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے۔

اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۸۔ آپؑ کی دعائے قنوت:

"اللهم اهدنا فیمن هدیت وعافنا فیمن وتولنا فیمن تولیت وبارك لنا فیما اعطیت وقنا شر ماقضیت فانك تقضی ولا یقضی علیك انه یذل من ولیت ولا یعز من عادیت. تبارکت وتعالیت"(۸۶)

ترجمہ: خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت اور درود کا نزول فرما۔ جن جن کو تو نے ہدایت کی ہے ان میں ہمیں بھی شامل کرلے۔ جن کی عافیت بخشی ہے ان کی فہرست میں ہمارا بھی اضافہ کردے، جن کو اپنی سرپرستی میں لیا ہے ان میں ہمیں بھی داخل کرلے، جو کچھ تو ہمیں عطا کرے اس میں ہمیں برکت عطا کر۔ ہمیں اپنے فیصلے کی برائی اور عذاب سے بچا کیونکہ تو ہی فیصلہ کرسکتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ذلیل نہیں ہوسکتا جس کو تیری سرپرستی حاصل ہو۔ اسے عزت نہیں مل سکتی جس سے تجھے دشمنی ہو۔ تو برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔

۹۔ طواف کے دوران آپؑ کی دعا:

یاالله یاولی العافیه ، ویاخلق العافیه ,ویارزاق العافیه والمنعم بالعافیه ، والمنان بالعافیه. والمتفضل باالعافیه علی وعلی جمیع خلقك. یارحمن الدنیا ولاخرة ورحیهما صلی علی محمد وآل محمد. وارزقنا العافیه. ودوام العافیه وتمام العافیه. وشکر العافیه فی الدنیا ولاخرة یاارحم الرحمین"(۸۴)

ترجمہ: اے اللہ، اے عافیت کے مالک، اے عافیت کے خالق، اے عافیت کے رازق اور اے عافیت کا انعام کرنے والے، عافیت کا احسان کرنے والے، مجھ پر اور اپنی ساری مخلوق پر عافیت کا فضل وکرم کرنے والے، اے دنیا اور آخرت کے رحمن اور دونوں کے رحیم، محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما۔ ہمیں عافیت عافیت کا دوام، عافیت کی تکمیل اور عافیت کا دنیا وآخرت میں شکر ادا کرنا عطا کرنا، اے رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والے!

آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت

سینکڑوں برس تک مسلم ممالک کے احکام اور بادشاہ اہل بیت علیہم السلام کے خلاف اپنے دلوں میں بغض کو لیے رہے اور ان سے بدترین سلوک کرتے رہے۔

"الناس علی دین ملوکھم" کے مطابق لوگ بھی اپنے بادشاہوں کی روش پر چلتے رہے اور ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اہل بیت علیہم السلام پر دراز ہوتے گئے۔

آئمہ علیہم السلام ہمیشہ برائی کے مقابلے میں نیکی اور احسان ہی کرتے۔ شاذ ونادر کبھی کبھار ایسا ہوا کہ جب دشمنوں نے ان کو زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے اللہ جل شانہ، کی بارگاہ میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے خلاف گڑگڑا کر دعا کی۔ ایسے موقعوں پر اللہ نے فوراً ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے دشمنوں کو عذاب اور ذلت وخواری

میں مبتلا کیا۔

یہاں بعض وہ دعائیں درج کی اور فرمایا: خدا تیرے نور روشنی کو بجھائے دے۔ تیرے گھر میں فقر و فاقہ داخل کرے۔

وہ مرتے دم تک فقیر رہا اس کے پاس ایک رات گزارنے کی جگہ نہ رہی۔ (۸۸)

۲۔ بکار زبیری نے حضرت علیؑ بن موسیٰؑ رضا پر کسی چیز میں ظلم کیا۔ آپؑ نے اس کے لیے بددعا کی۔ آپؑ کے دعا مانگتے ہی قصر سے ایک پتھر اس پر گرا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ (۸۹)

۳۔ آپؑ نے فرمایا کہ برامکہ نے میرے والد پر جو مظالم ڈھائے ہیں اس پر میں خدا تعالیٰ سے برامکہ کے لیے بددعا کرتا تھا۔

خدا نے آج میری دعا ان کے بارے میں قبول کی ہے۔

آپؑ کے چند اشعار

ہم جب ان اشعار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے منسوب ہیں تو ان میں فضیلت، اخلاق، مکارم اور بزرگیوں کی طرف دعوت کے موضوعات اور موت، جنت اور جہنم کے تذکرے ملتے ہیں۔

اس کے برعکس بادشاہوں اور امراء سے جو اشعار منسوب ہیں وہ سب ہی بے حیائی، بے شرمی، عشق و دیوانگی کے تذکروں اور لہو و لعب سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ اشعار کا اسلوب اور انداز بھی آئمہؑ کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔

یہاں آپؑ کے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اعذر اخاك على ذنوبه
واصبر وعظ على عيوبه
واصبر على سفه السفيه
والزمان على خطوبه
ودع الجواب تفضلا
وكل الظلوم الى حسيبه(۹۱)

ترجمہ:

اپنے بھائی سے اس کے گناہوں پر عذر قبول کر لے۔

صبر کر اور اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے۔

کسی نادان کی نادانی پر اور زمانے کے مصائب پر صبر کر۔

فضل وکرم کی بنا پر جواب دینا چھوڑ دے۔

سب ظلم ان کے حساب کرنے والے پر چھوڑ دے۔

۲۔ مامون نے آپؑ کی خدمت میں لکھا کہ مجھے وعظ ونصیحت کیجئے۔ تو آپؑ نے یہ اشعار لکھ بھیجے۔

انك في دنيا لها مدة
يقبل فيهاء عمل العامل
اماترى الموت محيطابها
يسلب منها امل الامل
تعجل الذنب بما تشتهي
وتامل التوبه من قابل
والموت يأتي اهله بغته
ماذاك فعل الحازم العاقل(۹۲)

ترجمہ:

تو ایسی دنیا میں ہے جس کے لیے ایک مدت ہے؛

جس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول ہوسکتا ہے۔

کیا تو دیکھتا نہیں کہ موت اس مدت کے گھیرے ہوئے ہے؟

اس (دنیا) سے امید کرنے والے کی امید کو (یہ موت) چھین لیتی ہے۔

تو جو چاہتا ہے گناہ تو فوراً کر لیتا ہے۔

مگر توبہ کی آئندہ زمانے میں امید رکھتا ہے،

حالانکہ اہل دنیا پر موت اچانک آجاتی ہے۔

یہ کسی عقلمند کا فعل نہیں!!!

۳۔ مامون نے آپؑ کی خدمت میں کنیز بھیجی۔ اس نے آپؑ پر جب بڑھاپے کے آثار دیکھے تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ آپؑ نے اس کو مامون کے پاس واپس بھیج دیا۔ یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

نعی نفسی الیٰ نفسی المشیب
وعند الشیب یتعظ اللبیت
فقد ولی الشباب الی مداہ
فلست اری مواضعه تووب
سابکیه وانه به طویلا
وادعوہ الی عسی یجیب
وهیهات الذی قد فات منه
تمنینی به النفس الکذوب
وارع الغانیات بیاض راسی
ومن مدالبقاء له یشیب
اری البیض الحسان یحدن عنی
وفی هجرا نهن لنا نصیب
فان یکن الشباب مطی حبیا
فان الشیب لی ایضاً حبیب
سا صبه بتقوی الله سی
یفرق بیننا الاجل القریب(۹۳)

ترجمہ:

بڑھاپے نے مجھے موت کی خبر دی ہے۔

بڑھاپے سے عقلمند نصیحت حاصل کرتا ہے۔

شباب اپنی انتہا کی طرف پلٹ گیا،

اب میں نہیں سمجھتا کہ واپس آئے

عنقریب میں طویل زمانے تک اس پر گریہ کروں گا

اور اس کو اپنی طرف بلاؤں گا کہ شاید لوٹ آئے۔

بعید ہے کہ جو چیز ہاتھ سے نکل گئی وہ واپس آئے۔

میرا جھوٹا نفس آرزو دلاتا ہے۔

خوبصورت عورتوں کو میرے سر کے بالوں کی سفیدی نے ڈرایا۔

جو طویل عرصے تک زندہ رہے وہ بوڑھا ہی ہو جاتا ہے

میں خوبصورت اور حسین عورتوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے دور رہنا چاہتی ہے۔

ان کی جدائی میں ہمارا حصہ ہے۔

اگر شباب ہمارا محبوب بن کر گزر گیا ہے تو بڑھاپا بھی ہمارا محبوب ہے۔

عنقریب میں اللہ کے تقویٰ کے ساتھ اس کا ساتھ نبھاؤں گا،

یہاں تک کہ اجل قریب ہمارے درمیان جدائی ڈال دے۔

۴۔ آپؑ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے:

اذا کنت فی خیر فلا تغربه
ولکن قل اللهم سلم وتمم(۹۴)

ترجمہ:

جب تو خیر اور اچھائی میں مشغول ہے تو اس پر مغرور نہ ہو جا،

بلکہ کہہ، خدایا! سلامتی رکھنا اور اس کو تکمیل تک پہنچانا۔

۵۔ آپؑ نے برائی کرنے والے سے چشم پوشی کرنے کے بارے میں فرمایا:

اذا کان من دولی بلیت بجهله
ابیت لنفسی ان اقابل بالجهل
وان کان مثلی فی محل من النهی
عرفت له حق التقدم والفضل(۹۵)
وان کنت ادنی منه فی الفضل والحجی

ترجمہ:

اگر میں اپنے سے پست شخص کی جہالت میں مبتلا ہو جاؤں۔

تو میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا کہ جہالت کا مقابلہ جہالت سے کروں۔

اگر میرے جیسا کسی نہی اور ممنوع مقام پر ہوتا ہے۔

تو میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں۔

تا کہ میں اپنے جیسے سے ارفع ہو جاؤں۔

اگر میں اس سے فضل وعقلمندی میں کم ہوں۔

اس کے حق تقدم اور فضیلت کا میں اعتراف کرتا ہوں۔

۶۔ آپؑ نے اسی معنی ومفہوم کے سلسلے میں کہا:

وذی غیله سالمته فقهرته

فاوقرته منی بعفو التحمل

ولم ارلاشیاء اسرع مهلکا

لخمر قدیم من وداد معجل

ترجمہ:

کتنے دھوکے باز ہیں جن سے میں نے صلح کر کے ان پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس پر اپنا بچا ہوا بوجھ ڈال دیا۔

میں نے چیزوں کو اس سے زیادہ جلدی ہلاک کرنے والا نہیں دیکھا۔

یعنی فوری مودت پرانے بغض اور کینے سے (زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہے)

۷۔ آپؑ نے امید کے سلسلے میں فرمایا:

کلنا یأمل مداً فی الاجل

والمنایاهن آفات الامل

لاتغرنك اباطیل المنی

والزم القصد ودع عنك العلل

انما الدنیا اکظل زائل!

حل فیه راکب ثم ارتحل (۹۲)

ترجمہ:

ہم میں سے ہر شخص اجل اور مدت کے بڑھنے کو چاہتا ہے۔

موتیں ہی امید کے لیے آفتیں ہیں۔

تجھے باطل امیدیں مغرور نہ کر دیں۔

میانہ روزی اختیار کر اور۔

دنیا ڈھلتے سائے کی طرح ہے،

جس میں مسافر تھوڑی دیر اترتا ہے اور پھر وہاں سے کوچ کرتا ہے۔

ولی عہدی

عالم تشیع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مامون کی ولی عہدی ایک سیاسی عمل ہے جس کے ذریعے مامون اپنی حکومت کے خلاف علویوں کا جوش وخروش ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔ اس طور پر وہ اپنے مخالفین سے اپنے تخت وتاج کو محفوظ اور پائیدار کرنا چاہ رہا تھا۔

چنانچہ کوفہ میں محمد بن ابراہیم بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب نے آلؑ محمدؐ کے امام رضاؑ کی طرف بلانے کی تحریک چلا رکھی تھی۔

بصرے میں زید بن امام موسیٰ کاظمؑ نے قیام کیا تھا، بنی عباس کے گھروں کو جلا ڈالا تھا۔

یمن میں ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ نے شورش برپا کر رکھی تھی۔

حرمین میں حسن بن حسین افطس نے حکومت کے خلاف ہنگامہ آرائی کر رکھی تھی۔

خود خراسان بھی ایسی تحریکوں سے محفوظ نہیں تھا۔ یہاں حسین بن ہرش نے تحریک چلائی ہوئی تھی۔ وہ بھی آلؑ محمدؐ کے امام رضاؑ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔

عباسی حکومت کا تخت ان تحریکوں کے سامنے متزلزل تھا۔ یہ تحریکیں محض طاقت سے نہیں دبائی جاسکتی تھیں۔ ان سلسلہ وار اور سلطنت کے مختلف گوشوں میں تحریکوں کے ختم کرنے کے لیے ایک سیاسی عمل کی ضرورت تھی۔

چنانچہ مامون نے اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لیے اس بات کو ترجیح دی کہ امام رضاؑ کے لیے ولی عہدی کا اعلان کرے۔ اس ذریعے سے علوی خود بخود خاموش بیٹھ جائیں گے۔

مامون کے ارادے شروع سے صحیح نہیں تھے۔ اس سلسلے میں اس کا کردار سیاسی تھا دینی نہیں۔ اس کا اصرار تھا کہ امامؑ اس کے پاس (مدینے سے شمالی ایران) آئیں چنانچہ اس نے سفر میں ساتھ رہنے کے لیے اور راستے متعین کرنے کے لیے ایک نگران اور راہنمائی کرنے والوں کو مامون نے حکم دیا تھا کہ وہ آپؑ کو بصرے اور اہواز کے راستے سے لائیں، اور جبل وقم کے راستے سے نہ لائیں کہ وہاں شیعوں کی آبادی زیادہ تھی۔ پھر امامؑ کے ساتھ اہل تشیع کے اجتماعات کے بارے میں بہت ہی زیادہ محتاط رہتا تھا۔

ربیحی کہتا ہے کہ مامون نے اسے لکھا کہ جبل وقم کے راستے نہ آنا بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس کا راستہ اختیار کرنا۔

کوفہ جانے سے بھی اس کو روکا اس کو اندازہ تھا کہ ان شہروں میں شیعوں کی کثرت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے خلاف کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے۔(۹۷)

دوسری بات جو مورخین کی نگاہوں میں مامون کے ارادے کو مشکوک بناتی ہے۔ وہ امامؑ کو ولی عہدی کے لیے اس کا مجبور کرنا ہے۔

ابوالفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سہل کے دونوں بیٹوں فضل اور حسن کو مامون نے بلا کر ولی عہدی کی پیشکش کا ذکر کیا اور اس پیش کش کے ساتھ علیؑ بن موسیٰؑ الرضا کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے جب ولی عہدی پیش کی تو آپؑ نے انکار کر دیا۔ وہ بار بار اصرار کرتے رہے اور آپؑ انکار، یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ آپؑ یہ قبول کریں ورنہ ہم آپؑ کے ساتھ کچھ کر گزریں گے۔ دوسرے نے کہا بخدا! اگر آپؑ نے مخالفت کی تو اس نے مجھے آپؑ کی گردن اڑانے کا حکم دیا ہے۔(۹۸)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی اس سلسلے کے مذاکرات کے کچھ حصول کی روایت کی ہے۔

آپؑ سے مامون نے کہا کہ میں اپنے بعد کے لیے آپؑ کو ولی عہد بنانا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے جواب دیا: اے امیر! مجھے اس سے معاف رکھ۔

جواب میں مامون نے ایک ایسی بات کی کہ انکار کرنے کی صورت میں دھمکی مضمر تھی۔ اس نے اپنی گفتگو کے دوران کہا کہ عمرؓ بن خطاب نے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ مقرر کی تھی جس کے ایک رکن آپؑ کے جدامجد امیر المومنین علی بن ابی طالب بھی تھے۔ اس نے شرط رکھی تھی کہ جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دی جائے۔

جو کچھ میں آپؑ سے چاہتا ہوں اسے آپؑ قبول فرمائیں۔ میں اسکے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں دیکھتا۔

اس گفتگو کے انداز سے محقق کو پتہ چل جاتا ہے کہ مامون کا ارادہ صحیح نہیں تھا اس کے مقاصد ٹھیک ہوتے تو وہ امامؑ کا عذر قبول کر لیتا اور آپؑ کو ولی عہدی پر مجبور نہ کرتا۔

علاوہ ازیں امامؑ نے اس سے یہ بھی کہا کہ مجھے میرے والد نے اپنے آباؤاجداد امیر المومنینؑ کے واسطے سے رسولؐ اللہ سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے ہی اس دنیا سے چلا جاؤں گا۔(۹۹)

اس پس منظر میں اور یہ جانتے ہوئے کہ آنجنابؑ (یعنی ولی عہد) مامون سے پہلے وفات پا جائیں گے مامون کا آپؑ کی ولی عہدی پر اصرار معنی خیز ہے۔

اس نے امامؑ سے کہا کہ آپؑ ہمیشہ مجھ سے ایسا سامنا کرتے ہیں جو مجھے ناپسند ہو۔ آپؑ میرے دبدبہ اور سطوت سے مامون ہیں۔ خدا کی قسم! اگر آپؑ نے ولی عہدی قبول کر لی (تو ٹھیک) ورنہ میں آپؑ کو اس پر مجبور کروں گا۔ آپؑ نے اس پر قبول کر لیا تو ٹھیک ہے ورنہ میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: خدا عزوجل مجھے اپنی پناہ میں رکھے کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں، اگر معاملہ

ایسا ہی ہے جیسا تم نے بیان کیا تو پھر جو تمہارے دل میں ہے وہ کر گزرو۔ میں اس (ولی عہد) کو اس شرط قبول کرتا ہوں کہ نہ تو میں کسی کو والی وحاکم بناؤں گا اور نہ کسی رسم اور طور طریقے کو بدلوں گا۔ میں ان معاملات سے دور ایک مشیر کی حیثیت میں رہوں گا۔

وہ اس پر راضی ہو گیا اور آپؑ کے اس کو ناپسند کرنے کے اپنے ولی عہد بنالیا (۱۰۰) آپؑ نے ریان بن صلت سے فرمایا: خدا میری اس (ولی عہدی) سے ناپسندیدگی کو جانتا ہے۔ جب مجھے اس کے قبول کرنے اور قتل کئے جانے کے درمیان اختیار کر دیا گیا۔ اور میں نے قتل کئے جانے پر ولی عہدی قبول کرنے کو منتخب کیا (۱۰۱)

یہ بھی عجیب وغریب بات ہے کہ ایک طرف مامون ملک وسلطنت پر تنہائی فرماوائی کے لیے اپنے آپ بھائی امین کو قتل کر دیتا ہے تو دوسری طرف اس سلطنت کو جب استقرار حاصل ہوتا ہے تو پھر امام رضاؑ کو ولی عہدی کی پیش کش کر بیٹھتا ہے، آپؑ کے حق میں اسی خلافت سے دستبردار ہوتا ہے (۱۰۲) پھر آپؑ کو ولی عہدی قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

یہ چیز صاف اور واضح ہوشیاری اور چالاکی اور تدبیر کی نشاندہی کرتی ہے۔

مامون کے بعض مقربین بھی اس کی نیت پر شک کرنے لگے۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن سہل بن نوبخت، مامون کا منجم خاص بھی تھا جس نے اس معاملے کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔

عبداللہ بن سہل حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: میں چاہا کہ معلوم کروں کہ بیعت جو ایک بہت بڑا معاملہ ہے۔ کے بارے میں مامون کی نیت کا اندازہ کروں کہ اس کا باطن بھی وہی ہے جو اس کا ظاہر ہے۔

میں نے اس کے پاس اس کے چند خادموں کے ہاتھ میں رقعہ بھیجا۔ یہ رقعہ اس کے لیے اہمیت بھی رکھتا تھا۔ میں نے اس کو لکھا کہ یہ بیعت، جس "وقت" ذوالریاستین نے انتخاب کی ہے۔ تکمیل کو نہیں پہنچے گی بلکہ ٹوٹ جائے گی کیونکہ مشتری ستارہ گرچہ طالع میں اپنے بیت شرف میں ہے، مگر سرطان برج منقلب ہے اور وہ چوتھے گھر میں ہے۔ مریخ کا آخری گھر ہے اور نحس ہے۔ اس نے ذوالریاستین کو غافل کر رکھا ہے۔

مامون نے مجھے جواب میں لکھا کہ میں اس پر مطلع ہوا ہوں۔ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ پورے طور پر اس سے ڈر کہ ذوالریاستین اس سے مطلع ہو۔ اگر وہ اپنی رائے سے ہٹ گیا تو میں یہی سمجھوں گا کہ تو نے اسے متنبہ کیا ہے۔

عبداللہ بن سہل کا کہنا ہے کہ ذوالریاستین نے اس کام کا ارادہ کیا تو ہمیشہ اس پہلی رائے کو درست کہتا رہا مجھے خوف تھا کہ مامون مجھ پر الزام نہ رکھے اور آخیر وقت تک میں نے اپنے معاملے میں کان کھلے رکھے۔ یہاں تک کہ بیعت کا معاملہ گزر گیا۔ اس طرح میں مامون سے بچ سکا۔ (۱۰۳)

ولی عہدی کے قبول ہونے کے بعد مامون ہمیشہ پیچ وتاب میں ہی رہا۔ ایک طرف وہ چاہتا تھا کہ امام رضاؑ

کو بہت سی ذمہ داریاں سونپے اور اس طرح اس کو علویوں کی طرف سے خاموشی کی ضمانت ملے۔ دوسری طرف وہ ڈرتا بھی تھا کہ کہیں ملک میں آپؑ کی فضیلتوں اور علم و کردار کا چرچا نہ ہو جائے۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ فوج میں انقلاب آ جائے جو خود کو معزول کر دے۔ اس کی جگہ خون امامؑ کو یا جس کو آپؑ پسند کریں خلیفہ بنالیں۔ (۱۰۴)

غرض اس ادھیڑ بن میں مامون کبھی کسی کام کے لیے قدم آگے بڑھاتا اور پھر خود ہی کھینچ لیتا۔ کبھی کوئی کام اس کی مناسب سمجھ میں آتا تو اس کا حکم دیتا ہے اور پھر اس حکم کو واپس بھی لے لیتا۔

ان واقعات میں سے ایک اہم واقعہ نماز عید سے متعلق تھا۔ مامون نے ایک عیدالفطر کے موقع پر امامؑ سے اصرار کیا کہ آپؑ نماز عید پڑھائیں۔ مگر پھر آپؑ کو اس سے روک بھی دیا۔

علی بن ابراہیم نے یاسر (خادم) اور ریان بن صلت دونوں سے یہ روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مامون امام رضاؑ کے لیے ولی عہدی کا معاہدہ کر چکا تھا۔ جب عید آئی تو مامون نے آپؑ کو پیغام کہلوایا کہ آپؑ عید گاہ سوار ہو کر تشریف لے جائیں اور وہاں لوگوں کو نماز عید پڑھائیں اور خطبہ دیں۔

آپؑ نے جواب میں کہا کہ تمہارے علم میں وہ شرائط ہوں گی جن کی بنا پر یہ امر (ولی عہدی) میرے اور تمہارے درمیان طے پایا تھا۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے لوگوں کو عید کی نماز پڑھانے سے معاف رکھو۔

مامون کا کہنا تھا کہ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دل مطمئن ہوں اور آپؑ کے فضل و کمال کا ان کو عرفان ہو۔

چنانچہ دونوں طرف مسلسل قاصد آتے جاتے رہے۔ جب مامون نے بہت اصرار کیا تو آپؑ نے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے اس سے معاف رکھو تو یہ مجھے زیادہ پسند ہوگا، نہیں تو پھر میں اس طرح عید کی نماز کے لیے نکلوں گا جس طرح رسول اللہؐ اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نکلتے تھے۔ مامون نے جواب دیا کہ جس طرح آپؑ کا دل چاہے۔

مامون نے امراء سلطنت، قائدین لشکر، دربانوں اور عام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صبح سویرے امام رضاؑ کے دروازے پر جمع ہوں۔

یہ سن کر لوگ ابوالحسنؑ کے انتظار میں راستوں اور مکانوں کی چھتوں پر بیٹھ گئے۔ عورتیں اور بچے بھی آپؑ کے منتظر رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

ابوالحسنؑ نے غسل کیا۔ لباس زیب تن کیا۔ سوتی سفید عمامہ سر پر باندھا جس کا ایک کنارہ ایک طرف سینے پر ڈالا اور دوسرا شانے کے درمیان رکھا۔ کچھ خوشبو لگائی ہاتھ میں عصا لیا جس میں نیچے پھل لگا ہوا تھا۔

اپنے خادموں سے بھی یہی کرنے کو کہا۔ چنانچہ انہوں نے وہی انداز اختیار کیا جو آپؑ کا تھا۔ یہ سب آپؑ کے آگے نکلے۔ آپؑ پاؤں سے ننگے تھے۔ اپنی شلوار آدھی پنڈلی آدھی پنڈلی تک چڑھائی ہوئی تھی۔ لباس بھی

سمٹا ہوا تھا۔

کچھ دور چلے تو آپؑ نے آسمان کی طرف رخ کر کے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپؑ کے خادموں اور غلاموں نے بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپؑ کچھ اور آگے بڑھے اور دروازے پر آ کر رک گئے۔

جب قائدین لشکر اور فوج نے آپؑ (یعنی ولی عہد) کو اس شکل میں دیکھا تو سب کے سب اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر آئے۔ جس کے پاس چھری تھی اس نے اپنے جوتے کے تسمے کاٹ دیئے اور اتار کر ایک طرف کر دیا اور سب ننگے پاؤں ہو گئے۔

امام رضاؑ نے دروازے پر تکبیر کہی۔ لوگوں نے بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی تو گمان ہونے لگا آسمان اور دیواریں آپ کا جواب دے رہی ہیں۔ مرو شہر کے لوگوں نے جب ابوالحسنؑ کو اس جلوس میں اس طور بڑھتے دیکھا تو ان کے گریہ و بکا اور چیخ و پکار سے وہ شہر لرزنے لگا۔

یہ خبر مامون تک پہنچی تو اس سے فضل بن سہل ذوالریاستین نے کہا: اے امیر المومنین! اگر امامؑ اس طریقے سے مصلے (عیدگاہ) تک پہنچ گئے تو لوگ آپ کے فریفتہ ہو جائیں گے اور ہم سب کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس لیے کسی کو ان کے پاس بھیجیں کہ وہ واپس آ جائیں۔

چنانچہ مامون نے آپؑ کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم نے آپ کو بلا وجہ تکلیف دی اور تھکایا۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ آپؑ مشقت و زحمت میں پڑیں۔ بہتر یہ ہے کہ واپس تشریف لے آئیں۔ لوگوں کو نماز وہی پڑھائے گا جو ہمیشہ ان کی پڑھاتا ہے۔

ابوالحسنؑ نے اپنا جوتا منگوایا۔ اس کو پہنا اور سوار ہو کر واپس لوٹ گئے۔

اس واقعے پر اس دن لوگوں میں مختلف چہ میگوئیاں ہوئیں۔ (۱۰۵)

اس کے بعد امامؑ پر رابطوں کے راستے تنگ کئے گئے۔ آپؑ کے تمام حرکات و سکنات واقفیت مامون کے لیے ضروری ہو گئی۔ چنانچہ اس نے امام رضاؑ کا حاجب اور دربان ہشام بن ابراہیم کو مقرر کیا۔ اس کے ایماء کے بغیر امامؑ سے کوئی نہیں مل سکتا تھا (۱۰۶)

آپؑ پر اس قدر تنگی کی گئی کہ آپؑ کے موالیوں میں سے اکثر آپؑ سے ملاقات نہ کر پاتے۔

امام رضاؑ گھر میں کوئی بات نہیں کرتے تھے مگر وہ ہشام حاجب مامون اور ذوالریاستین تک پہنچاتا۔

مامون عباسی نے اپنا بیٹا ہشام کی گود میں دے دیا تو اس کا نام ہشام عباسی ہو گیا۔ (۱۰۷)

شیخ صدوق ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جو آپؑ نے احمد بن محمد بزنطی کو بھیجا تھا۔ آپؑ لکھتے ہیں: باقی رہا جو تو نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی ہے۔ تو کہنا یہ ہے کہ میرے پاس آنا بہت مشکل ہے۔ ان لوگوں

نے ملنے جلنے کے سلسلے میں مجھ پر تنگی کی ہوئی ہے۔اب میں اس پر قدرت نہیں رکھتا۔عنقریب ہوجائے گا انشاء اللہ(۱۰۸)

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ مامون تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ ابوالحسن علی بن موسیٰ کلام وگفتگو کی مجالس منعقد کرتے ہیں اور لوگ آپؑ کی مجلس میں جانے سے روک دیئے۔مامون نے اس کو اپنے پاس بلایا۔جب مامون کی نظر پڑی تو اسے جھڑکا اور اس کی اہانت کی۔(۱۰۹)

ولی عہدی سے مامون کی غرض تو پوری ہوگئی۔اس کی حکومت مضبوط ہوگئی اور جم گئی۔اس نے علوی اصحاب کی محبت والفت بھی حاصل کرلی۔یہاں تک کہ ان کی بہت بڑی تعداد عباسیوں کی طرح اس کے دارلحکومت میں رہنے لگی۔

مگر وہ ایک مخمصے میں پھنس گیا۔ساری دنیا کے سامنے امام رضاؑ کی فضیلت وبزرگی ظاہر ہوگئی۔دل آپؑ کی طرف جھکنے لگے۔زبانیں آپؑ کی مدح وثنا میں کھلنے لگیں تو لوگوں کی آپؑ کی مدح وثنا میں گفتگو نے مامون کو گھبراہٹ میں ڈال دیا۔چنانچہ وہ آپؑ سے چھٹکارا پانے کی سوچ میں ڈوبا رہتا۔

مامون نے سوچا کہ امام رضاؑ کو جو بڑائی اور عظمت لوگوں میں حاصل ہوگئی ہے اس کو کسی طرح کم کیا جائے۔لوگوں میں آپؑ کی مرکزیت کو متزلزل کیا جائے۔

اس مقصد کے تحت اس نے مختلف ادیان کے علماء متکلمین اور اکابرین کو مجادلہ اور مناظرہ کے لیے جمع کیا اور عمومی جلسوں کا اہتمام کیا۔اس طرح وہ چاہتا تھا کہ مدمقابل کو امامؑ پر غلبہ حاصل ہو اور لوگوں کی نظروں سے آپؑ گر جائیں۔

احمد بن علی انصاری کہتا ہے کہ میں نے ابوصلت ہروی سے دریافت کیا کہ مامون امامؑ کا اس قدر اکرم واحترام کرتا تھا اور ان سے محبت کا اظہار کرتا تھا کہ اس نے آپؑ کو اپنی ولی عہدی کے لیے منتخب کیا پھر کیا ہوا کہ مامون کا نفس طیب خاطر سے امام رضاؑ کے قتل پر راضی ہوا؟

اس نے جواب دیا کہ مامون آپؑ کی عزت واحترام واکرام کرتا اور آپؑ سے اظہار محبت کرتا تو یہ آپؑ کے فضل وکمال کے پہچاننے کی وجہ سے تھا۔

اس نے اپنے بعد ولی عہدی آپؑ کے لیے قرار دی تاکہ لوگ سمجھیں کہ آنجنابؑ دنیا کی طرف راغب ہیں۔اس طرح لوگوں کے دلوں سے آپؑ کی قدرومنزلت گرجائے گی۔مگر جب اس سے لوگوں میں آپؑ کا فضل وکمال اور قدرومنزلت مزید بڑھی تو مامون سے مختلف شہروں سے علماء جمع کئے کہ ان میں سے کوئی شاید آپؑ کو مناظروں میں کاٹ دے۔اس طرح علماء میں آپؑ کی قدرومنزلت گرجائے اور عامۃ الناس میں یہ بات مشہور کردی جائے۔(۱۱۰)

بعض اوقات مامون نے ان مناظروں کی غرض وغایت کا اظہار بھی کیا۔ اس نے سلیمان مروزی سے کہا کہ میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے کہ میں تیری قوت علمی سے واقف ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تو ان کو ایک ہی دلیل وحجت میں کاٹ دے۔ (۱۱۱)

اس سلسلے میں مامون کو شکست فاش ہوئی۔ ان سب علماء پر غالب رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ (۱۱۲) مامون کی امید خاک میں مل گئی، معاملہ اس کی خواہش کے برعکس نکلا۔

امامؑ پر بھی مامون کے برپا کئے ہوتے ان مناظروں کا مقصد چھپا ہوا نہیں تھا۔ جب مامون نے آپؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپؑ عیسائی علماء اور دوسرے ادیان کے متکلمین سے مناظرہ کیجئے تو آپؑ نے حسن بن محمد نوفلی سے فرمایا کہ کیا تم جاننا چاہو گے کہ مامون کس وقت نادم وپشیمان ہوگا۔؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: جب وہ اہل تورات پر ان کی تورات سے، اہل انجیل پر ان کی انجیل سے اہل زبور پر ان کی زبور سے صائبین پر ان کی عبرانی زبان میں، اہل ہرابزہ پر ان کی فارسی میں، اہل انجیل سے، اہل زبور سے، صائبین پر ان کی عبرانی زبان میں، اہل ہرابزہ پر ان کی فارسی میں، اہل روم پر ان کی رومی زبان میں اور دوسرے نظریات پر ان کی زبان میں میرا احتجاج سنے گا۔

جب اس میں سے ہر صنف کے لوگ لاجواب ہو جائیں گے اور ان کی دلیل وحجت باطل ہو جائے گی تو وہ اپنا نظریہ چھوڑ کر میرے نظریئے اور عقیدے کی طرف پلٹ آئے گا۔

اس وقت مامون کو اندازہ ہوگا کہ جس مقصد کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ محض خام خیالی ہے۔ اسے اس کے نتیجے میں ندامت اور پشیمانی ہوگی۔ (۱۱۳)

یہ وہ اہم حوادث وواقعات تھے جو امام رضاؑ پر مامون کے دارالحکومت مرو میں گزرے۔

اس دوران جب بغداد کی حالت دگرگوں ہونے لگی اور وہاں کے لوگوں نے مامون کے خلاف ہوکر اور اس کی بیعت کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتار کر ابراہیم بن مہدی کی بیعت کرلی تو مامون کو مرو چھوڑ کر بغداد کی طرف روانہ ہونا پڑا۔

سارے ہی عباسی مامون سے ناراض تھے کہ اس نے امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور فضل بن سہل کو اپنا وزیر بنایا تھا۔

بغداد سے نپٹنے سے پہلے مامون چاہتا تھا کہ ان دونوں عناصر سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے۔ اس کو خوف تھا کہ امامؑ لوگوں کے دلوں میں اور جگہ پیدا نہ کرلیں اور فضل بن سہل معاملات سلطنت پر مزید قابو نہ کرلے۔

چنانچہ مامون نے پختہ ارادہ کرلیا کہ ان دونوں کو دھوکے سے قتل کرادے۔ اس کے لیے تفصیلی پروگرام بنائے جن پر یکے بعد دیگرے عملدرآمد ہوا۔

مامون مرد سے روانہ ہو کر سرخس پہنچا۔ وہاں کچھ لوگوں نے حمام میں فضل بن سہل پر حملہ کیا۔ اس پر تلوار کے اتنے وار کئے کہ وہ دم توڑ گیا۔ یہ ۲ شعبان ۲۰۲ ھ کی بات ہے۔ اس کے قاتل پکڑے گئے اور مامون کے سامنے لائے گئے۔ یہ چاروں مامون کے خادم تھے۔ انہوں نے کہا تو نے ہی فضل کو قتل کرنے اور اس کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ مامون کے حکم سے ان کی بھی گردنیں اڑا دی گئیں۔ سابقہ کاروائیاں خصوصی طور سے مامون کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ سب مامون ہی کی تدبیر کا کرشمہ تھا۔

مامون نے محسوس کر لیا تھا کہ فضل کا ہاتھ اس پر بوجھل پڑ رہا تھا۔ اور وہ اسے دھوکے میں رکھتا تھا۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک وہ اس کے ساتھ ہے اہل بغداد اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے خادموں کے ہاتھوں فضل کو قتل کروا دیا۔ ان کے سر حسن بن سہل کے پاس بھیج دیتے۔ اسے تعزیت کہلوائی اور اسے خبر دی کہ اس نے حسن کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ (۱۱۴)

اس نے اپنا بغداد کا سفر جاری رکھا اور جب وہ خراسان پہنچا تو اس نے ارادہ کیا کہ امامؑ کو دھوکے سے قتل کر دے۔ مگر اس بات سے ڈرا کہ اگر فضل کے جیسا معاملہ ہوا تو بات کھل جائے گی۔ اس کے نتیجے میں اور دوسری مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

چنانچہ اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور مامون نے امام رضاؑ کو پوشیدہ طور پر زہر دے دیا جس سے آپؑ کی شہادت واقع ہوگئی۔ (۱۱۵)

مامون کا جب مقصد پورا ہو گیا تو اس نے بنی عباس کو خط لکھا کہ تم مجھ پر عیب لگاتے تھے کہ میں نے اپنے بعد علی بن موسیٰ رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنا لیا ہے۔ اب تو وہ مر گئے۔ لہذا سمع وطاعت، (یعنی بات سننے اور اطاعت کرنے) کی طرف پلٹ آؤ۔ (۱۱۶)

یہ چند صفحات اس موضوع کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ مامون کے جرم، اس کے مقاصد کی پستی اور اس کے برے ارادوں کے گواہ ہیں۔

آپؑ کی شہادت

پوری شیعی دنیا کا اس پر اتفاق ہے کہ مامون ہی نے امام رضاؑ کو زہر دیا تھا (۱۱۷)

ان کے ساتھ بعض غیر شیعہ مورخین اور محقق بھی شریک ہیں۔ (۱۱۸)

مامون کے امام رضاؑ کو دھوکے سے مخفی طور پر شہید کرنے کا موضوع کوئی ڈھکا چھپا نہیں۔ یہ ایسا نہیں کہ بہت بعد کے آنے والوں نے اپنا اظہار خیال کیا ہو یا تاریخ اور حوادث سے بحث کرنے والوں نے یہ نتیجہ نکالا ہو۔ آپؑ کی وفات نے خراسان میں ہنگامہ پیدا کر دیا۔ قریب تھا کہ مامون کا کام تمام کر دیا جاتا مگر وہ اپنی

سیاست اور تجربہ کاری سے بچ نکلا۔

شیخ قمی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب آپؑ کی وفات کی صبح ہوئی تو لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسولؐ خدا کے فرزند کو قتل کر دیا گیا ہے۔انبوہ کثیر جمع ہو گیا اور طرح طرح کی باتیں کرنے لگا۔

محمد بن جعفرؑ بن محمدؑ نے جو حضرت امام رضا کے چچا تھے، مامون سے امان لی ہوئی تھی اور وہ خراسان آئے ہوئے تھے۔مامون نے اس سے کہا: اے ابوجعفر لوگوں سے جا کر کہو کہ ابوالحسن کا جنازہ آج نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ کا جنازہ باہر آئے اور لوگ مشتعل ہو کر فساد کر دیں۔

محمد بن جعفرؑ بن محمدؑ عوام کے سامنے آئے اور ان سے کہا کہ لوگو منتشر ہو جاؤ ابوالحسنؑ کا جنازہ آج نہیں اٹھایا جائے گا۔ یہ سن کر لوگ اپنے گھر کو چلے گئے۔ابوالحسنؑ کو رات کو غسل دیا گیا اور دفن کر دیا گیا (۱۱۹)

آپؑ کی وفات سے عالم اسلام میں ایک شور مچا۔ مامون کے خلاف ناپسندیدگی کا بھی اظہار ہوا۔آپؑ کے زمانے کے بڑے بڑے شعرا نے آپ کا مرثیہ کہا۔

دعبل بن علی خزاعی کہتا ہے:

اری امیه معذورین ان قتلوا
ولا اری لبنی العباس من عذر
ولاد حرب و مروان واسرتهم
بنو معیط ولاة الحقد والوغر
قوم قتلتم علی الاسلام اولهم
حتی اذا استمسکوا جازوا علی الفکر
اربع بطوس علی قبر الزکی به
ان کنت تربع من دین علی خطر
قبر ان فی طوس خیر الناس کلهم
وقبر شرهم هذا من العبر
ماینفع الرجس من قبرالزکی وما
علی الذکی بقرب الرجس من ضرر
هیهات کل امری رهن بما کسبت
له یداه فخذ ماشئت اوفذر(۱۲۰)

ترجمہ:

میں بنی امیہ کو معذور سمجھا لیتا ہوں اگر انہوں نے قتل کیا۔

لیکن بن عباس کے لیے میں کوئی عذر قبول نہیں کرتا۔

وہ توحر، مروان کی اولاد ہے، ان کا قبیلہ بنی معیط ہے،

جو کینہ، بغض اور دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ ایسی قوم ہے جن کے پہلوں کو تو تم نے اسلام کے خلاف ہونے کی بنا پر قتل کیا،

یہاں تک کہ جب انہوں نے ظاہراً اسلام سے تمسک پیدا کیا تو کفر کا بدلہ لیا۔

طوس میں پاک و پاکیزہ شخص کی قبر پر ٹھہر جا جو وہاں ہے،

اگر تو دین کے لیے کسی خطرے کے مقام پر ٹھہر سکتا ہے۔

طوس میں دو قبریں ہیں۔ ایک تو سب لوگوں سے بہترین شخص کی قبر ہے

اور دوسری بدترین شخص کی۔ یہ عبرتوں میں سے ایک عبرت ہے۔

پلیدگی کو پاکیزہ شخص کی قبر سے کیا نفع مل سکتا ہے۔

نہ ہی پاکیزہ شخص کے لیے پلید کی قبر کے قریب ہونے میں کوئی ضرر ہے

ہیہات ہر شخص اپنے کئے کا گروی ہے۔ جس کو تو چاہے لے لے اور جس کو چاہے چھوڑ دے۔

علی بن ابو عبداللہ خوانی کہتا ہے۔

یاارض طوس سقاك الله رحمة
ماذ احويت من الخيرات ياطوس

طابت بقاعك فی الدنیا وطاب بها
شخص ثوی بسنا باد مرموس

شخص عزيز على الاسلام مصرعه
فی رحمه الله مغمور ومغموس

ياقبره انت قبر قد تضمنه
حلم وعلم وتطهير وتقديس

فخراً فانك مغبوط بجثه

وبالملائکہ الابرار محروس(۱۲۱)

ترجمہ:

اے طوس کی سرزمین خدا تجھے اپنی رحمت سے سیراب رکھے۔

کس قسم کی خوبیوں کو تو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔

اے طوس دنیا میں تیرے ٹکڑے پاکیزہ ہیں اور ان میں پاکیزہ وہ شخص ہے جو سنا آباد کی قبر میں دفن ہے۔

وہ ایسا شخص ہے جس کا بچھڑنا اسلام پر دشوار ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں مستغرق ہے۔

اے اس کی قبر! تو ایسی قبر ہے جس میں حلم، علم، تطہیر اور تقدیس ہے۔

تجھے فخر کرنا چاہیے کیونکہ تجھ پر رشک کیا جاتا ہے اس کے جسم کی وجہ سے ابرار اور نیک فرشتوں سے تیری حفاظت کی جاتی ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ آپؑ کی شہادت کے سلسلے میں ذکر کرتے ہیں:

منصور بن بشیر سے اس کے بھائی عبداللہ بن بشیر سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے مامون نے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن عادت سے زیادہ بڑھالوں، مگر اس کا کسی کے سامنے اظہار نہ کروں۔ جب ناخن بڑھ گئے تو اس نے مجھے بلایا اور میرے سامنے ایک ایسی چیز نکالی جو تمر ہندی (املی) سے ملتی جلتی تھی۔ مجھ سے کہا اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر مل لو۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق ہاتھوں پر مل لیا۔

پھر مجھے وہاں چھوڑ کر امام علی رضاؑ کے پاس گیا اور ان کی مزاج پرسی کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں ٹھیک ہی ہوں۔ مامون نے کہا کہ میں بھی آج الحمد اللہ ٹھیک ہوں۔ کیا آج کوئی خدمت گار (طبیب) دیکھ بھال کرنے والا آیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا نہیں۔

مامون غصہ ہو گیا اور غلاموں پر چیخنے لگا۔ کہا کہ ابھی انار کا عرق نکالو۔ (۱۲۲) پھر مجھ سے کہا کہ انار لے آؤ تو میں وہ اس کے پاس لایا۔ کہنے لگا کہ اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے نچوڑوں۔ میں نے نچوڑ کر پیش کیا۔ مامون نے وہ انار کا شربت اپنے ہاتھ سے امام رضاؑ کو پلایا۔ یہی آپؑ کی وفات کا سبب بنا۔ آپؑ دو دن بھی زندہ رہ سکے اور آپؑ کی شہادت ہو گئی۔ (۱۲۳)

آپؑ علماء وعظماء کی نظر میں

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں علماء اور عظماء کے اقوال پیش کرنے سے یہ مراد نہیں کہ اس سے ہم ان کی عظمت وجلالت پر دلیل لائیں۔ اس لیے کہ آئمہ طاہرینؑ کی شان اس سے بالا اور ان کا مقام اس سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ رسول اللہؐ نے ان کو امامت کا وارث بنایا ہے۔ یہ منصب ان کے لیے کافی ہے۔ آپؐ نے ان کو قرآن کریم کا قرین وہم پلہ قرار دیا ہے اور یہ بات ان کے فضل وشرف کے لیے بہت ہے۔

آئمہ کی شان میں علماء اور عظماء کے کلمات پیش کرنے سے مقصد ان کے فضل وشرف پر امت کا اجماع اور اتفاق کی نشاندہی ہے۔

سارے مسلمان کسی بھی پاکیزگی اور تزکیہ پر اس طور متحد ومتفق نہیں جیسا ان آئمہ اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تزکیہ اور پاکیزگی اور تزکیہ پر اس طور متحد ومتفق نہیں جیسا ان کا آئمہ ال بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تزکیہ اور پاکیزگی پر اتفاق اور اجماع ہے۔

ابوالحسن رضا علیہ السلام کے بارے میں علماء اور فضلاء کے کچھ اقوال یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ محمد بن جعفرؑ بن محمدؑ (امام رضاؑ کے چچا) سے مامون نے آپؑ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، وہ ایسے عالم ہیں جن کو ہم نے کسی اہل علم کے پاس (حصول علم کے لیے) آتے جاتے نہیں دیکھا (۱۲۴)

۲۔ ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ میں نے علیؑ بن موسیٰؑ رضاؑ سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا اور جس عالم نے بھی آپؑ کو دیکھا اس نے میری ہی طرح آپؑ کے بارے میں گواہی دی۔

مامون نے ایک دفعہ مختلف مذاہب کے علماء، فقہائے شریعت اور متکلمین کی بڑی تعداد جمع کی۔ آپؑ بحث ومناظرے میں ان سب پر غالب آتے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی نہیں تھا جس نے آپؑ کے علمی فضل کا اقرار نہ کیا ہو اور خود اپنی کم علمی کا اعتراف نہ کیا ہو۔ (۱۲۵)

۳۔ مامون عباسی نے آپؑ کے متعلق کہا کہ تمام بنی ہاشم میں زیادہ صاحب علم ہیں۔ (۱۲۶)

مامون نے یہ بھی کہا اے محمد بن جعفرؑ آپ کا بھتیجا پیغمبر کے ان اہل بیت میں سے ہے جن کے بارے میں نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''یاد رکھو کہ میری عترت کے ابرار اور میرے اصل بچپن میں سب لوگوں سے زیادہ حلیم وبردبار، جب بڑے ہوں تو سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ ان کو تعلیم دینے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ وہ تم کو باب ہدایت سے خارج نہیں کریں گے۔ اور ضلالت وگمراہی کے باب میں داخل نہیں کریں گے (۱۲۷)

۴۔ رجا بن ابی ضحاک نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس میں آپؑ سے

زیادہ اللہ کا تقویٰ ہو، اپنے تمام اوقات میں آپؑ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتا ہو اور اللہ عزوجل کا آپؑ سے زیادہ خوف رکھتا ہو......الخ۔(۱۲۸)

۵۔ ابراہیم بن عباس صولی کہتا ہے کہ میں نے نہ ایسا کوئی شخص دیکھا اور نہ سنا جو ابوالحسن رضاؑ سے افضل و برتر ہو۔ میں نے آپؑ سے ایسی چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے جن کا اور کسی سے نہیں کیا...... آپؑ بہت زیادہ نیکی اور احسان کرتے، چھپا کے صدقہ دیتے جو زیادہ تر تاریک راتوں میں انجام دیتے۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے فضل و کرم میں ان جیسا آدمی دیکھا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو۔(۱۲۹)

۶۔ عبداللہ بن مطرق بن ماہان ایک بار مامون کے دربار میں آیا۔ وہاں علی بن موسیٰ رضا بھی تشریف رکھتے تھے۔ مامون نے اس سے پوچھا کہ تو ان اہل بیتؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ عبداللہ نے کہا:

ما اقول فی طینه عجنت بماء الرساله وغرست بماء الوحی. هل ینفح منها الا مسك الهدی وعنبر التقی

ترجمہ:

"میں اس نیک طینت کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کو رسالت کے پانی سے گوندھا گیا ہو۔ وحی کے چشمے سے اس کا درخت لگایا گیا ہو، پھر ہدایت کی کستوری اور تقویٰ کے عنبر کے علاوہ اس سے کوئی اور خوشبو آ سکتی ہے؟"

مامون نے ایسا ڈبہ منگوایا جس میں موتی تھے اور موتیوں سے عبداللہ کا منہ بھر دیا(۱۳۰)

۷۔ جاثلیق یعنی بڑے پادری نے امامؑ سے مناظرہ اور لاجواب ہونے کے بعد کہا کہ مسیح کے حق کی قسم! میں نہیں سمجھتا تھا کہ مسلمانوں میں آپ جیسی شخصیت بھی ہوگی۔(۱۳۱)

۸۔ واقدی کہتا ہے کہ آپؑ ثقہ تھے۔ آپؑ رسول اللہ کی مسجد (مسجد نبویؐ، مدینہ) میں بیٹھ کر اس وقت فتویٰ دیا کرتے تھے جب آپؑ کی عمر بیس، بائیس سال تھی۔ آپؑ اہل مدینہ میں تابعین کے آٹھویں طبقے سے تھے۔(۱۳۲)

۹۔ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان کہتا ہے کہ ابوالحسن علیؑ رضا بن موسیؑ کاظم ابن جعفرؑ صادق بن محمدؑ باقر بن علی زین العابدینؑ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ مامون نے اپنی بیٹی ام حبیب کی آپؑ سے شادی کی تھی اور آپؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ دینار کے سکوں پر آپؑ کا نام کندہ کیا تھا۔

مامون نے عباس کی اولاد میں سے مردوں اور عورتوں کو مرد شہر، اپنے دار الخلافہ میں بلایا۔ ان کی تعداد ۳۳ ہزار تھی۔ دوسری طرف حضرت علی رضاؑ کو بھی بلایا۔ ان کی اچھی قدر و منزلت کی اپنے خواص اور احباب کو جمع کیا اور کہا کہ عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد میں اس نے غور و فکر کر کے دیکھا تو علی رضاؑ سے زیادہ کسی کو بھی افضل اور امرِ خلافت کا حق دار نہیں پایا۔ چنانچہ آپؑ کی بیعت کرائی اور حکم دیا کہ لباس اور جھنڈوں سے سیاہ

رنگ ہٹا دیا جائے۔(۱۳۳)

۱۰۔ احمد بن حجر ہیثمی کہتا ہے کہ علی رضاؑ ان سب میں زیادہ شریف اور شہرت کے مالک ہیں، زیادہ جلیل القدر ہیں۔ اس بنا پر مامون نے ان کو اپنی جان اور روح کی جگہ قرار دیا۔ اپنی بیٹی کی آپؑ سے شادی کی۔ اپنی سلطنت وحکومت میں ان کو شریک کیا اور اپنی خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کیا......الخ (۱۳۴)

۱۱۔ احمد بن یوسف دمشقی قرمانی کہتا ہے کہ آپؑ کے فضائل ومناقب بلند ہیں اور آپ کے صفات اعلیٰ ہیں......آپؑ بہت کم سوتے تھے اور زیادہ روزے رکھتے تھے (۱۳۵)

۱۲۔ یوسف بن قزاغلی، سبط بن جوزی کہتا ہے کہ علیؑ بن موسیٰ رضاؑ فضلاء اور اتقیاء اور بہت زیادہ سخی اور جوادلوگوں میں سے تھے......الخ (۱۳۶)

۱۳۔ یوسف اسمٰعیل نبہانی کہتا ہے کہ علیؑ رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ اکابر آئمہؑ اور امت کے ہدایت کے چراغوں میں سے ایک تھے۔ اہل بیت نبوت معاون علم وعرفان وکرم وجواں مردوں میں سے تھے۔ آپؑ عظیم القدر اور معروف الذکر تھے۔ آپؑ کی بہت سی کرامات ہیں......الخ (۱۳۸)

۱۵۔ عبداللہ شیراوی شافعی کہتا ہے کہ آپؑ کریم جلیل، صاحب ہیبت وقار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام علی رضاؑ نے ایک ہزار غلام آزاد کیے۔ آپؑ ہر وقت باوضو رہتے (زیادہ وقت) نماز میں گزارتے۔ ساری رات باوضو رہتے اور نماز پڑھتے رہتے۔ کچھ دیر کے لیے سوجاتے۔ پھر اٹھ کر وضو کر کے نماز میں مشغول ہوجاتے۔

آپؑ کی جماعت کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے جب بھی آپؑ کو دیکھا تو ہمیں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد آیا۔

"کانو اقلیلا من اللیل ما یھجعون" (۱۳۹)

۱۶۔ محمد امین سویدی کا کہنا ہے کہ آپؑ اعلیٰ اور بلند صفات تھے۔ آپؑ مدینے میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کی انگوٹھی پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کندہ تھا۔ آپؑ کی کنیت ابوالحسنؑ اور القاب راضی، صابر اور زکی تھے۔ آپؑ کی بہت زیادہ کرامات تھیں۔ آپؑ کے آثار مشہور تھے جن کے ذکر کے لئے اس مقام میں وسعت نہیں۔ آپؑ کی وفات خراسان کی ایک بستی طوس میں آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر ۵۵ سال تھی۔(۱۴۰)

۱۷۔ علی جلال حسینی کہتا ہے کہ آپؑ اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم اور زیادہ سخی تھے۔ آپؑ کی ولادت ۱۴۸ھ میں ہوئی اور رحلت ۲۰۳ھ میں ہوئی جب آپؑ ۵۵ برس کے تھے۔(۱۴۱)

۱۸۔ خیر الدین زرکلی کا کہنا ہے کہ علیؑ بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفرؑ صادق ابوالحسنؑ، جن کا لقب رضا اور ثامن ال آئمہ تھا......اہل بیتؑ کے اجل سادات میں اور ان کے فضلاء اور کامل افراد میں سے تھے......الخ (۱۴۲)

۱۹۔ عبداللہ عفیفی کہتا ہے کہ علیؑ بن موسیٰ رضاؑ اس گھرانے کے اکابر، سردار زعیم اور سربراہ تھے۔ اہل

بیت میں سے امام مرتضیٰ تھے......الخ (۱۴۳)

۲۰۔ عبدالقادر احمد یوسف کہتا ہے کہ ان امام کی زندگی بڑے جلیل القدر اعمال اور کردار سے بھری پڑی ہے۔ آپؑ کا علم وہ ہے جس کی انتہا تک نہیں پہنچا جا سکتا، عصمت وہ ہے جس کے یہ ایک دوسرے کے وارث ہوئے ہیں۔ آپؑ کا تقدس و پاکیزگی وہ ہے جس کے آپؑ کے بعد کے زمانے میں مشابہت نہیں بجز ان آئمہ معصومینؑ کے جو آپؑ کے صلب سے ہیں۔ اپنے زمانے کے وہ ہدایت کے علم ہیں۔ تقویٰ اور ورع، حلم، خلق، عادات و اخلاق کی اعلیٰ مثال ہیں۔

میری مجال نہیں کہ میں اوصیاء اللہ میں سے کسی وصی کی زندگی کو بیان کروں، نہ میرے قلم میں طاقت ہے کہ ان کی تعریف لکھ سکے۔ کیا ان کے نام کا ذکر ہی اپنی جگہ ان کی پوری اور مکمل تعریف نہیں ہے۔

ان کا ذکر اللہ کے نور کا ایک شعلہ ہے جو اپنی پناہ میں آنے والے کو بہتر اور سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے، جو انسان کو عمومی فلاح تک پہنچاتا ہے۔

امامؑ کی ساری زندگی اسلام کے ذریعے مسلمانوں کی شان بلند و بالا کرنے کے لیے وقف تھی۔

آپؑ سے جو بھی عمل صادر ہوتا وہ ایمانی عقیدے کے تحت ہوتا۔ اس کا ہدف و مقصد لوگوں کو درستی اور اصلاح تھی۔ اس کی انتہا اس طرف تھی جس میں عالمین کے پروردگار کی رضا تھی (۱۴۴)
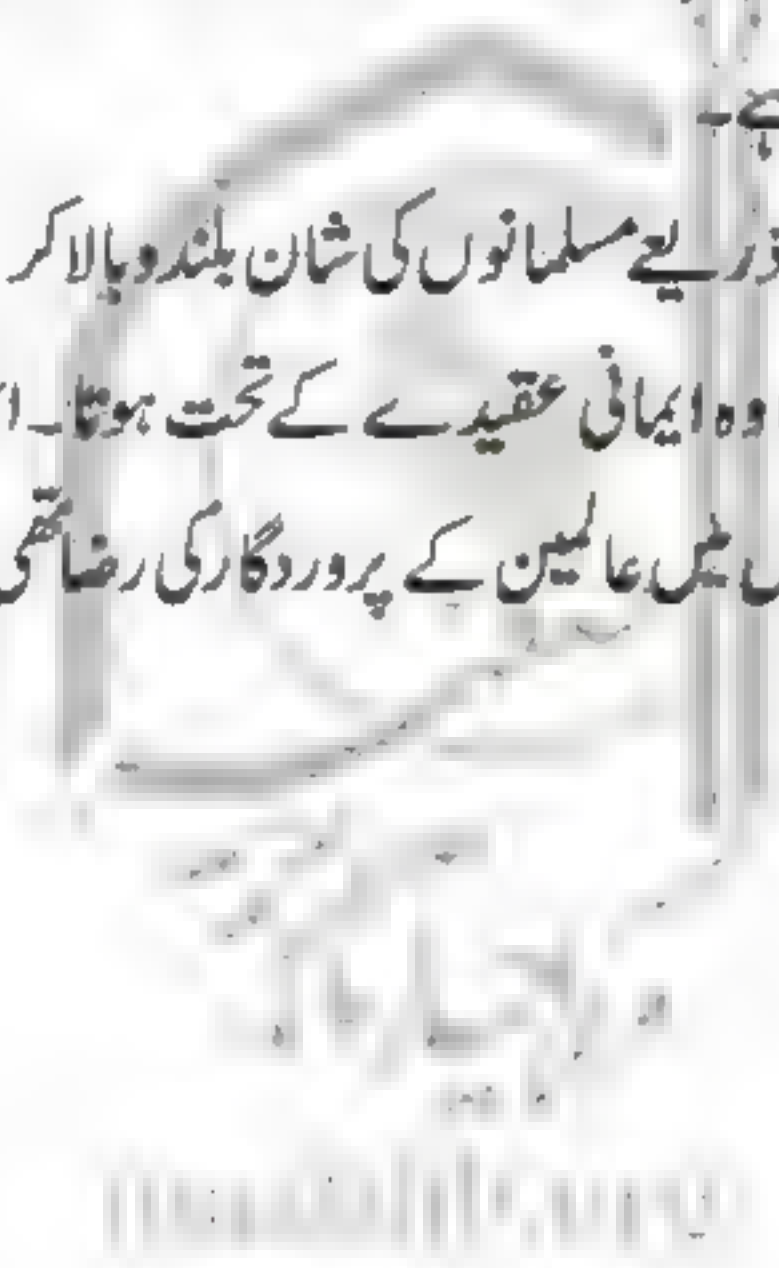
باب ۹

امام محمد تقی علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپؑ کے والد: امام علی رضا علیہ السلام

آپؑ کی والدہ: سبیکہ نوبیہ (آپ ابراہیم فرزند رسولؐ کی والدہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں)

آپؑ کی ولادت: مدینہ میں شب جمعہ ۹ ماہ رمضان ۱۹۵ھ

آپؑ کا حلیہ: معتدل، سفید رنگ تھے۔

آپؑ کی کنیت: ابوجعفر۔ آپؑ ابوجعفر ثانی کہلاتے ہیں جب کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام ابوجعفر اول ہوئے۔

آپؑ کے القاب: جواد، قانع، مرتضیٰ، نجیب، تقی، منتخب، مختار، متوکل، متقی، زکی اور عالم۔

آپؑ کی انگوٹھی پر نقش: ''نعم القادر اللہ''

آپؑ کی ازواج: سمانہ مغربیہ اور ام الفضل دختر مامون عباسی آپؑ کے صاحبزادے: امام علی نقی ہادی علیہ السلام اور موسیٰ۔

آپؑ کی صاحبزادیاں: فاطمہ اور امامہ(۱)

آپؑ کے شعرا: حماد اور داؤد بن قاسم جعفری۔

آپؑ کے دربان: عمر بن فرات (کتاب مناقب میں عثمان بن سعید سمان کا نام ہے)

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: مامون عباسی اور معتصم عباسی۔

آپؑ کو معتصم عباسی نے مدینے سے بلوایا تو آپؑ ۲۸ محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہنچے۔

آپؑ کی شہادت: آپؑ نے آخر ذیقعدہ ۲۲۰ھ ہفتے کے دن بغداد میں معتصم عباسی کے خاموشی سے بھیجے ہوئے زہر سے اپنی بیوی ام الفضل بنت مامون عباسی کے ہاتھوں شہادت پائی۔

آپؑ کی قبر مطہر: اپنے جد امجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس دفن ہوئے۔ آج آپؑ کی قبر بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ آپؑ کی چوکھٹ پر سونے کے ڈھیر لگے ہیں۔

سارے ملکوں سے مسلمان کشاں کشاں آپؑ کی زیارت اور یہاں سے برکت حاصل کرنے آتے ہیں۔

آپؑ کی مدت امامت: سترہ سال

آپؑ کی خلافت پر نص

جس نے بھی لوگوں کی سوانح عمریاں پڑھی ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ مسلمان جس طرح آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی افضلیت پر اجماع اور اتفاق رکھتے ہیں وہ کسی دوسری شخصیت پر نہیں رکھتے۔

آپس کے مختلف نوع کے اختلافات کے باوجود کسی مسلمان کو آئمہ علیہم السلام کے تقویٰ، فضل وشرف، جلالت ورفعت مقام اور بلندی مرتبہ پر اختلاف نہیں۔ چنانچہ شیعہ مصنفین کی کتابوں کے علاوہ سارے مسلمان مورخین اور مولفین کی کتابیں آپؑ حضرات کے مناقب اور فضائل کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں بلکہ اندازہ ہے کہ شیعوں کے مقابلے میں آئمہؑ کے بارے میں اہل سنت کی تحریریں کہیں زیادہ ہیں۔

چنانچہ جب میں نے ''الامام المہدی علیہ السلام'' نام کی کتاب لکھی تو امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ۴۰۰ سنی مصادر دستیاب ہوئے۔ ان میں سے بعض نے صرف آپؑ ہی پر کتابیں لکھی ہیں۔ بعض مصنفین نے اپنی کتابوں میں آپؑ کے بارے میں الگ باب لکھے ہیں (۲)

آپؑ حجرات کی افضلیت پر امت کے اجماع اور اتفاق کی بنا پر آپ منصب خلافت کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ آپؑ حضرات علم وفہم وکمال اور عدل واخلاق سے نوازے گئے تھے، اس لیے بھی آپؑ منصب خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ رسول اللہؐ سے قرابت کی بنا پر بھی منصب خلافت کے مستحق ہیں۔ سارے مسلمانوں میں یہی ہیں جن کو رسول اللہؐ کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ حضرات منصب خلافت کے اس لیے بھی سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان پر نص کی ہے۔ (۳)

اس لیے بھی منصب خلافت کے حقدار ہیں کہ ان میں سے بعض نے دوسرے بعض پر نص کی ہے۔

اس کتاب کے گذشتہ ابواب میں بعض نصوص آپ نے ملاحظہ کی ہوں گی۔ یہاں ہم ان نصوص کا ذکر کر رہے ہیں جو امام محمد تقی جواد علیہ السلام کے لیے ان کے والد گرامی حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف سے کی گئیں۔

۱۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: ابوجعفرؑ میرے وصی ہیں اور میرے اہل بیت میں میرے خلیفہ وجانشین ہیں۔ (۴)

۲۔ شیخ محدث، فقیہ محمد بن ابراہیمؒ جوینی شافعی نے اپنی کتاب ''فرائد السمطین'' میں دعبل خزاعی کے حوالے سے حضرت علی رضاؑ بن موسیٰ کاظمؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا

جواد تقیؑ امام ہے (۵)

معمر بن خلاد کہتا ہے کہ امام رضاؑ نے کسی چیز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تم کو اس چیز کی کیا ضرورت، یہ ابوجعفرؑ ہیں جن کو میں نے بٹھا دیا ہے اور ان کو اپنی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ فرمایا کہ ہم اہل بیت ہیں کہ ہمارے چھوٹے ہمارے بڑوں کے وارث بنتے ہیں، تیر کے اک پر کے دوسرے پر کے قائم مقام ہونے کی طرح سے (۶)

۴۔ صفوان بن یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپؑ سے سوال کیا کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے تھے کہ خدا مجھے ایک فرزند دے گا تو وہ خدا نے آپؑ کو دے دیا اور ان کی وجہ سے ہم سب کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ خدا ہم کو ایسا دن نہ دکھائے کہ اگر کچھ ہو گیا تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع کریں)؟

۴۔ صفوان بن یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپؑ سے سوال کیا کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے تھے کہ خدا مجھے ایک فرزند دے گا تو وہ خدا نے آپؑ کو دے دیا اور ان کی وجہ سے ہم سب کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ خدا ہم کو ایسا دن نہ دکھائے کہ اگر کچھ ہو گیا تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع کریں)؟؟

آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ابوجعفرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سامنے کھڑے تھے میں نے عرض کیا۔ آپؑ پر قربان جاؤں وہ تو تین سال کے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس وقت حجت کے ساتھ قیام کیا جب وہ تین سال سے بھی کم عمر کے تھے (۷)

۵۔ محمد بن یعقوب سے حسن بن محمد نے، اس سے خیرانی نے اور اس سے اس کے باپ نے روایت کی کہ میں ابوالحسن رضاؑ کے پاس خراسان میں موجود تھا کہ کسی نے آپؑ سے سوال کیا: اے میرے آقا و سردار! اگر کچھ ہو گیا تو پھر کس کی طرف (ہم رجوع کریں گے)؟

آپؑ نے فرمایا: میرے بیٹے ابوجعفرؑ کی طرف (رجوع کرنا) سوال کرنے والے نے ابوجعفرؑ کے کم سن ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اس سے بھی کم عمری میں رسول، نبی اور صاحب شریعت مبعوث فرمایا۔ (۸)

آپؑ کا احسان و کرم

عظیم اکابرین کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کے صرف ایک دو پہلو ہی اپنے کمال پر نہیں پہنچتے بلکہ وہ انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو میں رفعت اور بلندی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ ان نفوس مقدسہ میں جو چیز زیادہ جاذب توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ حضرات میں متضاد صفات جمع تھیں، جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ یعنی اگر شجاعت ان میں اپنی انتہا پر نظر آتی ہے تو زہد و عبادت بھی اسی انداز سے ان کی شخصیت میں رچی بسی ہے۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی مدح میں شاعر نے اسی صفت کی طرف اشارہ کیا ہے:

هو البكاء في المحراب ليلا

هو الضراب اذا اشتد الضراب

رات کی تاریکی میں بہت گریہ کرنے والے، میدان جنگ میں جب شمشیر زنی میں شدت پیدا ہو جائے تو تلوار کی شدید ضرب لگانے والے۔

یہ بات آئمہ اہل بیتؑ کے لیے کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ حضرات تو فضائل کے کہیں اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ وہ سب سے زیادہ عالم، زاہد عابد، زیادہ متقی، زیادہ کرم زیادہ شجاع اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر دوسرے صفات حمیدہ اور خصال حسنہ میں بھی یگانہ روزگار رہیں۔

یہاں ہم امام جواد علیہ السلام کے احسان و کرم کے کچھ واقعات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ صفدی نے کہا ہے آپ ہر سال مدینہ کی طرف دس لاکھ درہم سے بھی زیادہ بھیجتے۔ آپؑ سخاوت کے لیے مشہور تھے اسی لیے آپؑ کا لقب جواد ہو گیا۔(۹)

۲۔ احمد بن حدید کہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ حج کو نکلا۔ راستے میں ہم پر ڈاکہ پڑا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو راستے میں حضرت ابوجعفرؑ سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں آپؑ کے ساتھ ان کے بیت الشرف آیا۔ راستے میں ڈاکہ پڑنے کی ساری مصیبت آپؑ کو سنائی۔

یہ سن کر آپؑ نے میرے لیے کچھ کپڑوں کا حکم دیا۔ پھر مجھے کچھ مال عطا فرمایا اور کہا کہ اس کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردو۔ ان کو اتنا پہنچاؤ جتنا ان کا مال چوری ہوا ہے۔

جب میں نے وہ دینار اپنے ساتھیوں میں تقسیم کئے تو وہ اتنی ہی رقم تھی جتنا کہ نقصان ہوا تھا، نہ اس سے کم دینار تھے اور نہ زیادہ(۱۰)

۳۔ مخل کہتا ہے کہ میں نے محمد بن علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپؑ سے بیت المقدس تک کے اخراجات کا سوال کیا۔ آپؑ نے مجھے سو دینار عطا فرمائے۔(۱۱)

۴۔ داؤد بن قاسم جعفر کہتا ہے کہ مجھے ابوجعفر علیہ السلام نے تین سو دینار دیئے اور حکم فرمایا کہ آپؑ کے بعض چچازاد بھائیوں کے پاس انہیں لے جاؤں۔(۱۲)

۵۔ آپؑ نے ابراہیم بن محمد کو لکھا کہ میں تجھے اتنے دینار اور اتنے کپڑے بھیج چکا ہوں۔ خدا تجھے ان میں اور جو دوسری نعمتیں اس نے تجھے عطا کی ہیں، برکت عطا فرمائے۔(۱۳)

۶۔ ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اپنی مروت کے حساب سے مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میری وسعت میں نہیں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو میری حیثیت کے مطابق دے دیں۔ آپ نے فرمایا: یہ

ممکن ہے۔ یہ کہہ کر اس کو دو سو دینار دیئے۔ (۱۴)

آپؑ کی وصیتیں

آپؑ کی وصیتوں اور پند و نصائح کو یہاں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو پڑھنے والے ان کو اپنی ذات اور شخصیت میں سموئیں اور ان کو یاد کریں تا کہ ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اگر ایسا نہیں تو یہ کوشش رائیگاں جائے گی اور سودمند ثابت نہ ہوگی۔

یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ آئمہ طاہرین کی وصیتوں پر عمل کرنے سے ہمیں دنیا میں سعادت اور آخرت میں بے بہا نعمتیں میسر ہوں گی۔ اس پر ہم سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے توفیقات کی دعا مانگنی چاہیے کہ ہم ان وصیتوں کے مطابق عمل کریں اور ان پر کاربند ہوں۔

یہاں ہم حضرت ابوجعفر جواد علیہ السلام کی چند وصیتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپؑ سے کسی نے وصیت کی فرمائش کی۔ آپ نے پوچھا: کیا تو اس کو قبول کرے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا:

صبر کو تکیہ بنا۔ فقر کو گلے لگا کے، شہوات کو چھوڑ دے، ہوا و ہوس کی مخالفت پر کمربستہ ہو۔ یہ جان رکھ کہ تو کبھی خدا کی نگاہ سے دور اور چھپا ہوا نہیں۔

پھر دیکھ تو کس طرح کا آدمی بنتا ہے۔ (۱۵)

۲۔ شریر کی مصاحبت سے بچو۔ اس کو اپنا ساتھی نہ بناؤ اس لیے کہ وہ ننگی تلوار کی مانند ہے، دیکھنے میں خوبصورت اور دیدہ زیب مگر اس کے اثرات برے ہوتے ہیں (۱۶)

۳۔ اس وقت تک کسی سے عداوت اور دشمنی نہ رکھ جب تک اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ کو نہ سمجھ، اس لیے کہ اگر وہ اچھا ہے تو پھر وہ اس کو تیرے سپرد نہیں کرے گا۔ اگر برا ہے تو تیری یہ شناخت کافی ہے کہ تو اس سے دشمنی نہ کر (۱۷)

۴۔ کسی معاملے کو اس کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے درست کرلو ورنہ پشیمان ہوگے۔ تمہاری مدت عمر زیادہ طویل نہ ہو جائے ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اپنے ضعیف اور کمزوروں پر رحم کرو اور اللہ کی رحمت ان کے لیے مانگو۔ (۱۸)

۵۔ ظاہری طور پر اللہ کا ولی اور پوشیدہ طور پر اس کا دشمن نہ بن (۱۹)

۶۔ علی بن مہزیار کے خط کے جواب میں آپؑ نے لکھا:

جو کچھ تم نے ذکر کیا وہ سن کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

میں خدائے کافی اور دافع سے امید رکھتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ ہر مکر و فریب کرنے والے کے مکر و فریب سے مجھے بچائے گا اور میرے لیے کفایت کرے گا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح اور ہر صورت میں تمہاری حفاظت کرے تمہیں بشارت ہو کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہر بلا دفع کرے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ تمہیں اس میں خیر عطا کرے جو تمہارے لیے اس نے ارادہ کیا ہے۔ ہفتے کے دن نکلنے کو پیر تک ملتوی کر دو۔ تمہارے سفر میں خدا تمہارا ساتھی ہو اور تمہارے اہل و عیال میں تمہارا جانشین ہو۔ تم سے تمہاری امانت ادا کرے۔ اپنی قدرت سے تمہیں صحتمند رکھے۔ تم اپنے گھر کی طرف جاؤ۔ خدا دنیا اور آخرت میں تمہیں اچھے گھر میں رکھے۔

قمیوں کے معاملہ کا جو تم نے ذکر کیا ہے میں اس سے بھی مطلع ہوا۔ خدا ان کو چھٹکارا دے اور کشائش بخشے۔ جو کچھ تم نے ذکر کیا وہ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ یہ تم نے ہمیشہ کیا ہے خدا تمہیں جنت کی خوشی عطا کرے اور تم سے راضی ہو اس بنا پر کہ میں تم سے راضی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے عفو و بخشش کی امید رکھتا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

"حسبنا اللہ ونعم الوکیل"

تم نے جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کے حلال کرنے کا جو سوال کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ تم کو اور تمہارے اہل و عیال کو، جن کے لیے تم نے وسعت کا سوال کیا ہے، وسعت دے۔

اے علی! تمہارے لیے جو میرے پاس ہے وہ وسعت رزق سے زیادہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ وسعت اور عافیت میں تمہاری نصرت کرے، اور اس پر تمہارے قدم آگے بڑھائے۔ بیشک وہ سمیع و علیم ہے۔

تم نے جو دعا کا سوال کیا ہے تو تم نہیں جانتے کہ خدا نے میری نظر میں تمہیں کیسا قرار دیا ہے۔ بعض اوقات میں تمہارا ذکر تمہارے نام و نسب کے ساتھ کرتا ہوں۔ تم پر میری بہت سے عنایات و شفقت و محبت ہے۔ جس جہت پر تم جا رہے ہو اس سلسلے میں مجھے پورا اندازہ اور معلومات ہیں۔

خدا نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس سے ہمیشہ بہتر عطا کرے۔ تمہیں تمہارے گھر پہنچائے اور تمہیں فردوس اعلیٰ میں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔ بیشک وہ دعاؤں کا سننے والا ہے خدا تمہاری حفاظت کرے، تمہاری سرپرستی کرے اور تم سے مصیبتوں اور سختیوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے (۲۲)

۴۔ سجستان کے گورنر حسین بن عبداللہ نیشاپوری کے نام خط:

اما بعد! بیشک جو یہ خط لے کر جا رہا ہے اس نے تمہارے بارے میں ایک اچھے طرز فکر اور طریق کار کا ذکر کیا ہے جو بھی تمہارا منصب اور دائرہ کار رہا ہے اس میں تم نے اچھا کردار ادا کیا ہے۔

اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرو۔ جان رکھو کہ اللہ عزوجل کے سامنے تم یقینا جوابدہ ہو۔ وہ تم

سے چیونٹی اور رائی کے دانے کی مقدار تک کے بارے میں پرسش کرے گا۔

۵۔ علی بن مہر یار کے نام خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے علی! خدا تمہیں اچھی جزا عطا کرے، جنت میں جگہ دے، دنیا اور آخرت میں تمہیں رسوائی اور ذلت سے محفوظ رکھے اور تمہیں ہمارے ساتھ محشور کرے۔

اے علی! میں تمہیں خلوص، اطاعت، خدمت، عزت و توقیر کرنے اور جو بھی تم پر واجب ہے امیں آزمایا ہے اور تمہارا امتحان لیا ہے۔

اگر میں یہ کہوں کہ تم جیسا میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا تو مجھے امید ہے کہ یہ میں نے سچ کہا۔ خدا تمہیں جنت الفردوس میں بطور مہمان نازل کرنے کی جزاء عطا فرمائے۔

تمہارا مقام اور تمہاری منزلت مجھ سے چھپی نہیں اور نہ ہی دن رات گرمی اور سردی میں تمہارا خدمت کرنا مجھ سے پوشیدہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جب قیامت کے دن وہ مخلوقات کو جمع کرے تو تمہیں ایسی رحمت سے نوازے جس پر دوسرے رشک کریں۔

"انہ سمیع الدعا" (۲۳)

۶۔ سعد الخیر کے نام خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد! میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس راہ میں ختم ہو جانے میں سلامتی ہے اور اس کو اپنانے میں ہی نفع اور فائدہ ہے۔

اللہ عزوجل تقویٰ ہی کے ذریعے بندہ کو وہ عقل و فہم عطا کرے گا جس سے وہ عاری ہے اور تقویٰ ہی کی وجہ سے بندہ کو وہ جلا اور روشنی بخشے گا جس سے جہالت نے اس کو دور رکھا ہے۔

تقویٰ ہی کی وجہ سے حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں نے کشتی میں نجات پائی اور حضرت صالحؑ وران کے ساتھی صاعقہ سے بچ سکے۔

تقویٰ کی وجہ سے صبر کرنے والے کامیاب ہوئے۔ ان لوگوں نے ہلاکتوں سے نجات پائی اور انہوں نے بھی جو اس فضیلت کے خواہشمند ہیں۔ کتاب میں جب ان کے برے انجام کا ذکر پڑھا تو انہوں نے سرکش شہوات کو اپنانے سے اپنے آپ کو بچا لیا۔

جوان کو رزق ملا ہے اس پر اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہی حمد کے لائق ہے۔

جب ان سے کوتاہی ہوئی تو انہوں نے اپنے نفسوں کی مذمت کی۔

انہوں نے سمجھ لیا کہ حلیم وعلیم اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب ان لوگوں پر ہے جو اس کی رضا کو قبول نہیں کرتے۔ جو اس کی عطا کو قبول نہیں کرتا اس سے وہ اپنی عطا و بخشش کو روک لیتا ہے۔ جو اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا وہ گمراہ ہوتا ہے۔

اس نے برائی کرنے والوں کو توبہ کی قدرت دی ہے جس سے وہ کچھ حسنات میں بدل جاتی ہے۔

اپنی کتاب میں بندوں کو اس چیز (توبہ) کی طرف دعوت دی ہے، ایسی بلند آواز کے ساتھ جو آج سنائی دیتی ہے اپنے بندوں کو اس نے دعا سے منع نہیں کیا۔

خدا کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے وہ رحمت جو اس کے غضب سے پہلے ہے جس کی تکمیل صدق وعدل سے ہوئی ہے چنانچہ وہ پہلے پہلے بندوں پر غضب نہیں کرتا۔ یہ علم الیقین اور علم التقویٰ کی وجہ سے ہے۔

خداوند تعالیٰ نے امتوں سے کتاب کا علم اس وقت اٹھالیا جب انہوں نے اس کو اپنے سے دور کر دیا۔ ان کے دشمن کو اس وقت مسلط کیا جب انہوں نے اس کتاب سے پیٹھ موڑ لی۔

کتاب دور پھینکنے سے مراد ہے یہ کہ اس کے حروف انہوں نے رہنے دیا مگر اس کے حدود میں تحریف اور کمی بیشی کر دی۔ اس کتاب کی روایت تو کرتے ہیں لیکن رعایت نہیں کرتے۔

جاہلوں کو اس کتاب کی روایت کو یاد رکھنا انہیں اچھا معلوم ہوتا ہے، مگر علماء کو ان کی رعایت کو ترک کرنا رنجیدہ کرتا ہے۔

کتاب کا دور پھینکنا یہ بھی تھا کہ اس کا مالک اور والی انہیں بنا دیا گیا جو اس کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ نتیجہ یہ کہ انہوں نے لوگوں کو ہوا ہوس کے حوالے کیا اور ہلاکت و تباہی تک پہنچا دیا۔ انہوں نے دین کے مضبوط راستوں کو تبدیل کر دیا۔ اس کی جگہ نادانی اور بچپنے نے لے لی۔

اس طرح لوگوں کے حکم کے مطابق امت کو چلایا جانے لگا حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم چلتا تھا۔ اللہ کی ولایت کے بعد لوگوں کی ولایت ظالموں کے لیے برابدلہ اور متبادل ہے، اللہ کے اجرِ ثواب سے ہٹ کر لوگوں کو اجر و ثواب دیا جانا اور اللہ کی رضا کے بجائے لوگوں کی رضامندی حاصل کرنا۔

امت نے اس گمراہی پر چلتے ہوئے صبح کی ہے اور ان ہی احوال میں کوشش وسعی میں مصروف ہے۔

عبادت کر کے خود پر اتراتے ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ عبادت ان کے لیے اور جو ان کی اقتداء کرتے ہیں، آزمائش اور فتنہ ہے۔

انبیاء اور رسل میں بھی عبادت کرنے والوں کا ذکر ہے۔

اللہ کا ایک نبی مکمل اطاعت کرتا تھا۔ کسی ایک باب میں اس سے ترک اولیٰ ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ

سے وہ جنت سے نکالا جاتا ہے۔ ایک نبی مچھلی کے شکم میں پھینک دیا گیا۔ اس سے نجات صرف اعتراف اور توبہ ہی کے ذریعے ہے۔ یہ بات احبار اور رہبان جیسے لوگ بھی جانتے ہیں جو کتاب کی باتوں کو چھپانے اور اس کی تحریف کرنے میں دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تجارت نے انہیں نفع نہیں پہنچایا اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

میں اس امت میں بھی ان کے ان مشکوک نظریات سے واقف ہوں کہ انہوں نے کتاب کے حروف کو تو قائم رکھا ہے، اس کے حدود میں تحریف کی۔ وہ سرداروں کے ساتھ اور لوگوں کی بڑی جماعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ جب یہی ہوا و ہوس کے رہنما مختلف گروہوں میں بٹ جائیں تو یہ ان کا ساتھ دیتے ہیں جن کے پاس دنیا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ہے ان کے کل علم کا متاع۔ وہ مسلسل اسی طمع اور لالچ میں گھرے رہتے ہیں۔ یہی ان کا مزاج ہے اور یہی ان کی طبیعت بن گئی ہے۔

ان کی زبانوں سے باطل گفتگو میں شیطان کی آواز سنی جاتی ہے۔

علماء ان کی اذیت اور تکلیف اور سختی کے جواب میں صبر ہی کرتے ہیں جب کہ وہ علماء کو عیب لگاتے ہیں۔ علماء اگر نصیحت نہ کریں اور حقیقت کو چھپائیں تو گویا انہوں نے اپنے آپ سے خیانت کی ہے۔ اگر وہ کسی گمراہ کو دیکھیں اور اس کو ہدایت کا راستہ نہ دکھائیں کسی مردہ (جاہل) کو دیکھیں اور اس کو (علم کے ذریعے) زندہ نہ کرسکیں تو گویا انہوں نے بہت غلط کام کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے اپنی کتاب میں عہد و میثاق لیا ہے کہ وہ ہر اس اچھی چیز کا حکم کریں جس کا انہیں امر کیا گیا ہے۔ اور جس چیز سے انہیں نہی کی گئی ہے، اس سے دوسروں کو بھی روکیں۔

اس کے علاوہ ایک دوسرے سے تقویٰ میں تعاون کریں اور گناہ و سرکشی میں تعاون نہ کریں۔

بے شک علماء جاہلوں سے سختی، شدت اور جہاد کی کیفیت میں ہیں۔ چنانچہ اگر یہ انہیں وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ یہ سرکش ہو گیا ہے۔ اگر اس حق کو ان کو پہنچوا دیا جاتا ہے جس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مخالفت کرتا ہے۔ اگر وہ ان سے الگ ہو جائیں تو کہتے ہیں کہ یہ تفرقہ ڈالتے ہیں۔ اگر علماء ان سے کہیں کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس پر کوئی برہان و دلیل لے آؤ تو کہتے ہیں کہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ ان کی اطاعت کریں تو کہتے ہیں کہ تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے۔

غرض جاہل اس چیز کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جس کو نہیں جانتے، اور وہ ان پڑھ بھی اس میں جس کی وہ تلاوت کرتے ہیں۔

وہ تعریف و توصیف میں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کی تحریف کرتے وقت جھوٹ بولتے اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، مگر کوئی انکار نہیں کرتا۔

یہ (یہودی) احبار اور رہبانوں کی طرح ہیں اور ظلم سرکشی کے رہنما و رہبر ہیں، ہلاکت کے سردار ہیں۔

ان میں کچھ ایسے ہیں جو ضلالت، گمراہی اور ہدایت کے درمیان بسر کر رہے ہیں۔ یہ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے شناخت نہیں کرتے۔

وہ تصدیق کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے انہیں ایسی روشنی میں چھوڑا جس کی رات اس کی دن سے روشن تھی۔ جس نے اس میں کوئی بدعت ظاہر نہیں کی اور نہ ہی ان میں کسی سنت کو تبدیل کیا ہے۔ اس تشخص میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

چنانچہ جب لوگوں کو ان کی خطاؤں کے اندھیروں نے گھیر لیا ہے تو وہ اس کے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلاتا تھا اور جو جہنم کی آگ کی طرف بلاتا تھا دونوں کے درمیان میں ہو گئے۔

اس وقت شیطان اپنے ولیوں کی زبان سے بول اٹھا جنہوں نے اپنی آواز بلند کی۔ شیطان کی فوج کے سوار اور پیادے بہت ہو گئے وہ ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوا جس نے بھی اس کو شریک کر لیا۔

نتیجہ یہ کہ اس نے بدعت پر عمل کیا اور کتاب وسنت کو چھوڑ دیا۔

اللہ کے ولیوں نے حجت اور دلیل کے ساتھ گفتگو کی اور کتاب وحکمت کو اپنے ساتھ لے لیا تو اس دن سے اہل حق اور اہل باطل جدا ہو گئے۔ ہوا ہوس والوں نے حق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ گمراہی میں ایک دوسرے سے تعاون کیا حتی کہ یہ جماعت فلاں کے اور اس جیسوں کے ساتھ ہو گئی۔

اس گروہ کو پہچان لو۔ دوسری صف کو سرگوشی کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھ لو۔ ان کو ضروری سمجھو یہاں تک کہ تم اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچ جاؤ۔

خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو قیامت کے دن خسارے میں رکھا۔ یاد رکھو۔ یہی واضح خسارہ اور گھاٹا ہے۔(۲۴)

آپؑ کے حکیمانہ اقوال

یہاں امامؑ کے حکمت آمیز، پند ونصائح سے بھرے ہوئے اور دین کی طرف متوجہ کرنے والے بعض ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔

بظاہر یہ مختصر ہیں مگر ان میں معارف، اخلاق وآداب اور اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کی طرف دعوت اور فضیلتوں کے حصول پر راغب کرنے کی باتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔

ان میں ایسے رافع اور بلند معانی پوشیدہ ہیں جو بڑی بڑی کتابیں بیان نہیں کر پاتیں۔

آج کے دور میں ضروری ہے کہ ہم ان ارشادات اور پند ونصائح کو مشعل راہ بنائیں، ان ہی کو اپنا طرز عمل قرار دیں، ان پر مشتمل ایک ایسا نظام ترتیب دیں جو ہماری زندگی کے ہر ہر پہلو پر حاوی ہو اور اس سے مسلسل

رہنمائی ملتی رہے۔

وہ حکیمانہ کلمات یہ ہیں:

۱۔ توبہ میں دیر کرنا دراصل دھوکہ اور غرور ہے زیادہ عرصے تک توبہ کو ٹالتے رہنا انسان کو حیران اور سرگردان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے وضاحتیں پیش کرنا اور جواز قائم ہلاکت اور بردباری ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا اللہ کے عذاب سے گویا نڈر رہنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر خسارے والی قوم ہی رہ سکتی ہے۔

۲۔ مومن تین چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔

اللہ کی توفیق، خود نفس کا نصیحت کرنا اور جو نصیحت کرے اسے قبول کرنا۔

۳۔ وہ شخص کیسے برباد ہو سکتا ہے جس کا کفیل خدا ہو۔ وہ شخص کیسے نجات پا سکتا ہے جو غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو جب اس کو خدا طلب کرے۔ اس صورت میں خدا اس کو اسی کے سپرد کر دیتا ہے جو علم سے دور ہو کر عمل کرے، جس طرح فاسد عمل کرتا ہے۔

فاسد کو دوست رکھنے والا عمل میں اس سے بدتر ہوگا۔ (۲۵)

۴۔ عمل میں اعضاء و جوارح کو تھکانے اور مشقت میں ڈالنے سے زیادہ اللہ کی طرف دل سے قصد اور ارادہ کرنا اس سے قربت کا باعث ہوتا ہے۔

۵۔ جس نے اپنی ہوا ہوس کی اطاعت کی اس نے گویا اپنے دشمن کی خواہش اور تمنا پوری کی۔

۶۔ جو شخص نرمی اور خاطر مدارت کو چھوڑ دے تو ناپسندیدگی اور ناگواری قریب ہوگی جو ہر طرف سے اس کو ستاتی رہے گی۔

۷۔ جو شہوات کی سواری پر سوار ہو گیا اس کی لغزشوں کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ جب قضا نازل ہو جائے تو فضا تنگ ہو جاتی ہے۔

۹۔ مومن کے لیے یہی بڑی خیانت ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا امین ہو۔

۱۰۔ مومن کی عزت اسی میں ہے کہ وہ سب سے بے پرواہ ہو۔

۱۱۔ اس کی ناراضی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں جس کی رضامندی ظلم و جور برپا کرنے میں ہو۔

۱۲۔ جس چیز میں تو ہدایت کا خواہشمند ہے اس میں جس نے تجھ سے رشد و ہدایت کو چھپایا تو گویا اس نے تجھ سے دشمنی کی۔

۱۳۔ اللہ پر بھروسہ ہر اعلیٰ چیز کی قیمت اور بلندی کا زینہ ہے۔

۱۴۔ حاجتیں امید کے ساتھ مانگی جاتی ہیں جو قضا و قدر کے تحت نازل ہوتی ہیں اور بہترین عطیہ عاقبت وانجام خیر ہے۔

۱۵۔ خوف اور ڈر کی مناسبت سے تحفظ اور بچاؤ بھی ہوتا ہے۔

۱۶۔ چھپے ہوئے راز زمانے کے ہاتھوں تمہارے سامنے ظاہر ہو جاتے ہیں۔(۲۶)

۱۷۔ جس کو اللہ کی راہ پر چلنے والا (مومن) بھائی مل گیا، اسے جنت میں ایک گھر مل گیا۔(۲۷)

۱۸۔ تین چیزیں ہیں جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی (رضوان) تک پہنچا دیتی ہیں، زیادہ استغفار کرنا، پہلو کا نرم ہونا اور زیادہ صدقہ دینا(۲۸)

۱۹۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو وہ دائمی نعمتوں سے مخصوص کر دیتا ہے انہیں نعمتیں اس وقت تک مسلسل ملتی رہتی ہیں جب تک وہ اس میں سے خرچ کرتے رہیں۔ جب وہ روک لیتے ہیں تو خدا وہ نعمتیں ان سے چھین لیتا ہے اور انہیں ان کے غیر کے حوالے کر دیتا ہے۔

۲۰۔ اللہ کی نعمت جب کسی پر فروان ہوتی ہے تو لوگوں کی حاجات بھی اس کے لیے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ جو اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا وہ اس نعمت کو زائل کر دیتا ہے۔

۲۱۔ نیکی کرنے والے بہ نسبت اہل حاجت کے خدا کے زیادہ محتاج ہیں، اس لیے کہ ان کے لیے اس نیکی کا اجر اس کا فخر اور اسکا ذکر ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی نیکی کرتا ہے تو وہ خود اپنی ذات سے وہ نیکی شروع کرتا ہے۔

۲۲۔ عفت اور پاکدامنی فقر و فاقہ کی زینت ہے۔ شکر بلا اور مصیبت کی زینت ہے۔ کشادہ روئی اور کھلا ہوا چہرہ قناعت کی زینت ہے۔ لایعنی اور فضول باتوں کو ترک کرنا زہد کی زینت ہے۔

۲۳۔ ظلم کرنے والا، ظلم میں اس کی مدد کرنے والا اور اس ظلم پر راضی ہونے والا سب اس میں شریک ہیں۔(۲۹)

۲۴۔ جو موجود ہو اور کسی معاملہ کو گواہ ہو مگر وہ اس کو ناپسند کرتا ہو تو گویا وہ وہاں موجود نہیں۔ اس کے برعکس کوئی موجود نہ ہو مگر معاملہ پر راضی ہو تو وہ گویا شاہد اور موجود ہے۔(۳۰)

۲۵۔ کسی چیز کو پختہ اور مستحکم ہونے سے پہلے ظاہر کرنا فساد کا باعث ہوتا ہے۔(۳۱)

۲۶۔ جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا اور اسی کا سہارا لے گا، تو اللہ اسے اس کو ہر برائی سے نجات دے گا اور ہر دشمن سے اسے بچائے گا۔ اگر سارے آسمانوں کے دروازے اس پر بند ہو جائیں اور پھر وہ اللہ سے ملاقات کرے تو اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔

۲۷۔ تقویٰ عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور اور روشنی ہے۔

۲۸۔ جس طرح بدعات اور اختراعات نے دین کو مسخ کیا اور مسمار کیا کسی دوسری چیز نے نہیں کیا۔

۲۹۔ مومن کے نامہ اعمال کا عنوان اس کا حسن خلق ہے۔

۳۰۔ انسان کی سلامتی اس بات میں ہے کہ دوسری کے عیوب کم یاد رکھے اور اپنے عیوب کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دے۔(۳۲)

۳۱۔ جو کسی بولنے والے کی آواز پر کان دھرے تو گویا اس نے اس کی عبادت کی ہے۔ چنانچہ بولنے والا خدا کی طرف سے بول رہا ہے تو اس نے اللہ کی عبادت کی ہے۔ اگر بولنے والا شیطان کی زبان سے بول رہا ہے تو اس نے ابلیس کی عبادت کی(۳۳)

آپؑ کے کچھ مناظرے

آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہر ایک پر سختی اور نرمی کے مختلف دور گزرے ہیں اور یہ ان کے اپنے زمانے کے سلاطین اور حکماوقت کے مزاج اور تدابیر پر منحصر تھا۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے عمر کا بیشتر حصہ ہارون رشید عباسی کی قید میں گذارا جب کہ امام رضا علیہ السلام مامون عباسی کے ولی عہد رہے۔

بادشاہوں کے ان حضراتؑ سے سلوک کے لحاظ سے مختلف دور رہے لوگوں کا بھی آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ مختلف سلوک اور رویہ رہا ہے۔ اسی مناسبت سے سوالوں کا انداز اور مناظروں کی کیفیت بھی مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے۔

امام جعفر صادقؑ کو الحاد و کفر کی موجوں کا سامنا تھا۔ چند ملحدین نے کفر کا سیلاب اٹھایا ہوا تھا۔ آپؑ کو اس کے خلاف تبلیغ کرنا پڑی اور لوگوں کے شکوک وشبہات دور کرنے، اور ان کے ذہن کو روشن کرنے اور انحراف کو ان سے دور کرنے کے لیے بارہا آپؑ کو مناظرہ کرنا پڑا۔

آپؑ نے اپنے شاگرد مفضل بن عمر کو توحید کے کئی باب لکھوائے جو علماء آج تک بڑے احترام وادب سے ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے مختلف مذاہب اور مسالک اور فرقوں کے لوگوں کے بڑے بڑے طویل مناظرے کئے۔ ان میں سے بعض نے حق کی آواز پر لبیک بھی کہا اور اسلام قبول کیا۔ گذشتہ ابواب میں ان مناظروں کا ذکر آچکا ہے۔

امام جواد علیہ السلام کا دور دوسری نوعیت کا تھا۔ عباسیوں نے مامون خلیفہ کے یہاں آپؑ کی قدر ومنزلت اور پھر اس کے اپنی بیٹی کی آپؑ سے شادی کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اس زمانے کے بڑے علماء اور قاضیوں کو آپؑ سے حسد اور بغض ہو گیا اور آپؑ کے علم وفضل کی قدر کرنے کے بجائے وہ آپؑ کو ضرر پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ اس وقت آپؑ کی عمر کچھ زیادہ نہیں تھی۔

یہ علماء اور قاضی، فقہ وحدیث اور دوسرے علوم میں آپؑ سے مناظرے کرنے پر آمادہ ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ سوالوں کے جواب اگر آپؑ نہ دے سکے تو خود بخود مامون عباسی اور عامۃ المسلمین کی نظروں میں آپؑ کی وقعت کم ہو جائے گی۔

مگر ان حاسدوں کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا جب آپؑ ان کے ہر نوع کے موضوعات و سوالات کا مدلل و برجستہ جواب دیتے رہے اور خود ان سوال کرنے والوں ہی کو عاجز درماندہ کر دیا۔

آپؑ کے مناظرے سے سینکڑوں برس تک مختلف لوگوں میں موضوع بحث رہے ہیں۔ ان کے تذکرے سے محفلیں اور مجلسیں پر رونق رہی ہیں۔

یہاں ہم ان میں سے بعض مناظروں کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مامون عباسی نے جب اپنی بیٹی ام الفضل کو ابو جعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام سے شادی کا ارادہ کیا تو اس کے خاندان کے قریبی رشتہ داروں نے اس کے پاس آ کر کہا: امیر المومنین! ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ آپ اس خلافت کو، جس کے آج ہم مالک ہیں۔ ہم سے الگ نہ کیجئے۔ یہ عزت کا لباس جو ہم نے پہن رکھا ہے وہ ہم سے نہ اتاریئے اور وہ سلسلہ تو آپ جانتے ہی ہیں جو شروع سے آج تک ہمارے اور آل علیؑ کے درمیان رہا ہے۔

مامون نے ان کی یہ بات نہ سنی اور کہا کہ خدا کی قسم! میں اس معاملے میں تم میں سے کسی کی کوئی بات قبول کرنے کو تیار نہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! کیا آپ اپنی نور دیدہ بیٹی کی شادی ایسے بچے سے کر رہے ہیں جو دین میں نہ کوئی سوجھ بوجھ رکھتا ہے نہ فہم رکھتا ہے اس کے حلال وحرام کو نہیں پہنچانتا؟ نہ فرض وواجب کو سنت اور مستحب سے جدا سمجھتا ہے۔ اس وقت ابو جعفرؑ کی عمر نو سال ہے آپ کچھ انتظار کرتے کہ وہ ادب وآداب سیکھ لیں، قرآن پڑھ لیں اور انہیں حلال وحرام کی پہنچا ہو جائے۔

مامون نے جواب دیا کہ تم یقین رکھو وہ تم سے بڑا فقیہ ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام وسنت کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ تم سے زیادہ وہ قاری ہے۔ قرآن کے محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، ظاہر وباطن، خاص وعام، اس کی تنزیل وتاویل کا تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

اس سے جا کر سوال کرو۔ اگر تم صحیح کہتے ہو تو میں تمہاری بات کر لوں گا۔ اگر بات وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں تو میں سمجھ لوں گا کہ وہ شخص تم سب سے بہتر ہے۔

یہ لوگ مامون کے یہاں سے آ گئے اور کسی کو یحیٰی بن اکثم، قاضی القضاۃ کے پاس بھیجا اور صورتحال اس کے سامنے رکھی۔ اس کے علاوہ اس کو تحفے تحائف کا لالچ دیا کہ وہ ابو جعفرؑ کے سامنے فقہ کا کوئی ایسا مسئلہ رکھے (اور

حیلے اور بہانے کرے) جس کا جواب ان کے پاس نہ ہو۔

مامون کے پاس یہ لوگ دوبارہ جمع ہوئے اور ابوجعفرؑ بھی تشریف لائے تو انہوں نے نے کہا: میرالمومنین ! یہ قاضی صاحب ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو یہ ابوجعفرؑ سے کچھ سوال کریں۔

مامون نے کہا: اے یحییٰ! تم ابوجعفرؑ سے فقہ کا کوئی مسئلہ پوچھو تا کہ تمہیں اندازہ ہو کہ ان کا فقہ میں کیا رتبہ ہے۔

یحییٰ نے کہا: اے ابوجعفرؑ اصلحک اللہ (خدا آپ کو درست دے اور اصلاح کرے) اس محرم (جس نے احرام باندھا ہوا ہو) کے بارے میں آپؑ کیا کہتے ہیں جو کسی شکار کو قتل کر دے؟

ابوجعفرؑ نے یحییٰ سے سوال کیا:

اس (احرام باندھے ہوئے) شخص نے اس شکار کو حل میں قتل کیا ہے یا حرم میں۔ وہ عالم تھا یا جاہل۔ اس نے عمداً (جان بوجھ کر) یا غلطی سے قتل کیا۔ وہ غلام تھا یا آزاد۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ ایسا پہلی مرتبہ کیا ہے یا دوبارہ وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا کچھ اور۔ اگر پرندہ تھا تو چھوٹا پرندہ تھا یا بڑا۔ وہ اپنے اس فعل پر مصر تھا کہ نادم تھا۔ اس نے رات کو پرندے کے گھونسلے کو جا کر شکار کیا یا دن کو برملا۔ اس نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا یا عمرہ کا۔

راوی کہتا ہے کہ یحییٰ کی خفت ظاہر تھی۔ سارے لوگ ابوجعفرؑ کے جواب پر سخت تعجب کرنے لگے۔

مامون کہنے لگا۔ اے ابوجعفرؑ! خطبہ نکاح پڑھو۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے امیر! الحمدللہ اقرارا بنعمتہ۔

چنانچہ جب اکثر لوگ دربار سے جا چکے تو مامون نے پوچھا کہ اے ابوجعفرؑ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو ہمیں بتائیں کہ شکار کے قتل کرنے کے سلسلے میں جو جو پہلو آپؑ نے بیان کئے ہیں ان پر کیا کیا واجب ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

محرم جب حل میں بڑا پرندہ شکار کرے۔ تو اسے ایک بکری فدیہ دینا ہے۔ اگر اس کو حرم میں قتل کیا ہے تو اس پر دگنا فدیہ ہوگا۔

اگر پرندے کا بچہ حل میں قتل کیا ہے تو اس پر بکری کا وہ بچہ ہے جس کا دودھ چھوٹ چکا ہو۔ لیکن اس پر اس کی قیمت بھی۔

اگر وہ شکار وحشی جانور ہے تو وحشی گدھے پر ایک گائے ہے۔ اگر شتر مرغ ہے تو اس پر اونٹ ہے۔ اگر استطاعت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔ اگر اس پر بھی قادر نہیں تو ۱۸ دن روزے رکھے۔ اگر وحشی گائے تھی تو اس پر ایک گائے ہے۔ اگر استطاعت نہیں رکھتا تو ۳۰ مساکین کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو ۹ دن روزے رکھے۔

اگر ہرن شکار کیا ہے تو اس پر ایک بکری ہے۔ اگر استطاعت نہیں رکھتا تو دس مساکین کو کھانا کھلائے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر تین دن روزے رکھے۔ اگر حرم میں قتل کیا ہے تو فدیہ دگنا ہوگا۔ یہ ہدیہ ہے جو کعبہ کو پہنچتا ہے۔

یہ واجب حق ہے جس کو پورا کرنا ہے۔ اگر حج کر رہا ہے تو منیٰ میں جہاں لوگ ذبیحہ کرتے ہیں، اور اگر عمرہ کر رہا ہے تو مکہ میں کعبہ کے سامنے والے میدان میں ذبیحہ کرے، صدقہ کی رقم دگنی مقدار میں ہو۔

خرگوش یا لومڑی کے مارنے پر ایک بکری، بکری کی قیمت کے برابر صدقہ ہے۔ حرم میں قتل پر ایک درہم کا صدقہ دینا چاہیئے اور ایک درہم کا دانہ حرم کے کبوتروں کے لیے خرید دے۔ پرندے کے بچے کے لیے آدھا درہم ہے۔ انڈے کے لیے ایک چوتھائی درہم ہے۔

محرم جہالت کی وجہ سے یا غلطی سے جو کچھ کرے اس پر کوئی چیز نہیں بجز شکار کے جس کا فدیہ اس پر لازم ہے، خواہ شکار جہالت سے کرے یا علم سے، غلطی سے کرے یا جان بوجھ کر۔

اگر غلام کوئی شکار کرے تو اس کا کفارہ اس کے مالک پر ہے، جیسے خود مالک پر شکار کا کفارہ لازم ہے۔

نابالغ بچہ اگر شکار کرے تو اس پر کچھ نہیں۔

اگر کوئی شخص دوبارہ شکار کرے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن سے خدا انتقام لے گا اگر کوئی شخص شکار پر رہبری اور اس کی دلالت کرے جب کہ وہ شخص محرم ہے اور شکار مارا جائے، تو اس پر بھی فدیہ ہے۔

جو شکار پر اصرار کرے اس پر فدیہ کے علاوہ آخرت میں عذاب مبتلا ہوگا۔ جو شخص نادم ہو اس پر فدیہ کے بعد آخرت میں کچھ نہیں

رات کو پرندے کے گھونسلے میں غلطی سے اس کو مار دے تو اس شخص پر کچھ نہیں مگر شکار کرے خواہ دن ہو یا رات تو اس پر اس کا فیہ ہے جس نے حج کا احرام باندھ ہوا ہو وہ مکہ میں فدیہ دے۔

مامون نے سن کر حکم دیا کہ یہ سب کچھ ابو جعفرؑ کی طرف سے لکھ لیا جائے اپنے عزیز و اقارب سے مخاطب ہوا جو آپؑ کی ام فضل سے شادی پر راضی نہیں تھے اور کہا کہ تم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اس نوعیت کا جواب دے سکے۔

انہوں نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا کہ قاضی القضاۃ بھی ایسے جواب دینے سے عاجز ہے۔ آپ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ واقفیت رکھتے اور صحیح کہتے ہیں۔

مامون کہنے لگا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اس گھرانے کے لوگ اور اہل بیت عام لوگوں جیسے نہیں؟

کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنؑ و حسینؑ سے اس وقت بیعت لی جب وہ بچے تھے جب کہ ان کے علاوہ کسی اور بچے سے بیعت نہیں لی؟

کیا تم نہیں جانتے کہ ان کے جد حضرت علیؑ رسول اللہؐ پر اس وقت ایمان لائے جب آپؑ کی عمر نو سال کی تھی اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے آپؑ کے ایمان کو قبول کیا؟ آپؑ کے علاوہ کسی بچے کے ایمان کو قبول نہیں کیا نہ ہی ان کے علاوہ کسی بچے کو رسول اللہؐ نے اسلام اور ایمان کی دعوت دی۔

ایک دفعہ امام محمد تقی علیہ السلام نے یحییٰ سے ایک سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس مرد کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جس پر صبح کے وقت ایک عورت حرام تھی اور دن چڑھے حلال ہوگئی۔ دوپہر کے وقت اس پر حرام ہوگئی، پھر ظہر کے وقت حلال ہوگئی۔ عصر کے وقت حرام ہوئی اور مغرب کے وقت حلال ہوگئی۔ پھر نصف شب اس پر حرام اور طلوع فجر کے وقت حلال ہوگئی۔ دن چڑھے حرام ہوئی اور دوپہر کے وقت حلال ہوگئی۔

یحییٰ اور دوسرے فقہا جو موجود تھے اس سوال پر سخت متحیر و گنگ ہو گئے اور جواب نہ دے سکے۔

مامون نے کہا: اے ابوجعفرؑ! خدا آپؑ کی عزت و وقار کو اور زیادہ کرے۔ آپؑ یہ مسئلہ بھی ہمارے لیے بیان فرمادیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ مرد ہے جس نے ایک لونڈی کی طرف دیکھا جو اس کے لیے حلال نہیں تھی۔ اس کو خرید لیا تو حلال ہوگئی۔ پھر اسے آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی۔ پھر اس سے شادی کر لی تو اس پر حلال ہوگئی۔ بعد میں اس سے اظہار کر لیا تو وہ پھر حرام ہوگئی۔ ظہار کا کفارہ دے دیا تو حلال ہوگئی۔ پھر اس کو طلاق دے دی تو حرام ہوگئی۔ اس کے بعد دوبارہ رجوع کر لیا تو حلال ہوگئی۔ وہ مرد خود اسلام سے مرتد ہوگیا تو وہ مسلمان عورت اس پر حرام ہوگئی۔ توبہ کر کے اسلام کی طرف پلٹ آیا تو پہلے ہی نکاح سے وہ عورت اس پر حلال ہوگئی جس طرح رسول اللہؐ نے ابوالعاص بن ربیع کے زینب سے نکاح کو پہلے نکاح کی وجہ سے برقرار رکھا تھا۔ (۳۴)

۲۔ روایت میں ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی آپؑ سے کر دی تھی۔ ایک بہت بڑا مجمع اس کے دربار میں لگا ہوا تھا جس میں ابوجعفر علیہ السلام اور یحییٰ بن اکثم بھی موجود تھے۔ یحییٰ نے آپؑ سے کہا کہ اے فرزند رسولؐ! آپؑ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام رسولؐ اللہ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ! اللہ عزوجل آپؐ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ابوبکر سے سوال کیجئے کہ کیا وہ مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں؟

ابوجعفرؑ نے فرمایا کہ میں ابوبکر کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا مگر اس حدیث والے کو چاہیے کہ اس مثال کو مدنظر رکھے جو رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پیش فرمائی۔

"قد كثرت علی الكذابه. وستكثر بعدی. فمن كذب علی متعمد افليتبوا مقعده من النار. فاذا اتاكم الحديث عنی فاعرضوه علی كتاب الله وسنتی. فما وافق كتاب الله وسنتی فخذوا به وما خلف كتاب الله وسنتی فلا تأخذوا به"

مجھ پر جھوٹ بولنے والے بہت ہو گئے اور بہت سے ہوں گے۔ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے۔ تمہارے پاس جب مجھ سے منسوب کوئی حدیث آئے تو اس کو اللہ کی کتاب اور میری

سنت کے سامنے پیش کرو۔ جو حدیث اللہ کی کتاب اور میری سنت کے مطابق ہو اس کو لے لو اور جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے خلاف ہو تو اس کو نہ لو (رد کر دو)

یہ حدیث اللہ کی کتاب سے موافق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد"

ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کا نفس جو وسوسہ اس میں ڈالتا ہے ہم اس کو جانتے ہیں۔ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

تو کیا اللہ عزوجل سے ابوبکر کی رضا اس کی ناراضگی سے مخفی ہو گئی تھی کہ وہ اس کے سر مکنون سے سوال کرتا۔ یہ عقل و فہم کے خلاف اور محال ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا: یہ بھی روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر کی دنیا میں مثال آسمان میں جبرائیلؑ و میکائیلؑ جیسی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اس روایت پر بھی غور کرنا چاہیے۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اللہ کے دو مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس کی اطاعت سے دور نہیں ہوئے۔ جب کہ ان دونوں (حضرات) نے اللہ سے شرک کیا اور شرک کے بعد اسلام لائے۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ شرک میں گذرا چنانچہ محال ہے کہ خداوند تعالیٰ دونوں کو ان دونوں فرشتوں کے مشابہ قرار دے۔

یحییٰ کہنے لگا کہ یہ روایت بھی ہے کہ یہ دونوں اہل جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ آپؑ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ حدیث بھی محال ہے اس لیے اہل جنت سب کے سب جوان ہوں گے۔ وہاں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ یہ حدیث بنی امیہ نے گھڑی ہے اور یہ اس حدیث کی ضد میں پیش کی گئی تھی جو رسول اللہؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں فرمائی تھی کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمر بن الخطابؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ جنت میں اللہ کے مقرب فرشتے، آدمؑ، محمدؐ اور تمام انبیاء و مرسلین ہوں گے۔ تو ان کے انوار سے جنت روشن نہیں ہوگی جب تک عمر کا نور روشنی نہ دے؟

یحییٰ نے کہا ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمر کی زبان پر سکینہ اور وقار بولتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں حضرت عمرؓ کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ عمرؓ سے افضل ہیں اور انہوں نے منبر سے کہا۔

"ان لی شیطانا یعترینی. فاذا ملت فسددولی"

ترجمہ:

مجھ پر ایک شیطان سوار رہتا ہے۔ جب میں ٹیڑھا ہونے لگوں تو مجھ کو سیدھا کر دینا۔

یحییٰ نے کہا روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

"لولم ابعث لبعث عمر"

اگر میں مبعوث بہ رسالت نہ ہوتا تو پھر عمر ہو جاتا۔

آپؑ نے فرمایا اللہ کی کتاب اس حدیث سے زیادہ سچی ہے۔ اللہ اپنی کتاب میں کہتا ہے۔

"واذا اخذنا من النبین میثاقهم ومنك ومن نوح"

خدا نے انبیاء سے میثاق وعہد لیا ہوا ہے تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد و میثاق کو بدل دے۔ (علاوہ ازیں، کسی نبیؑ نے پلک جھپکنے کی مدت کے لیے بھی اللہ سے شرک نہیں کیا، وہ شخص مبعوث بہ نبوت کیسے ہو سکتا ہے جو مدتوں مشرک رہا ہو، جس کی زندگی کے زیادہ دن شرک باللہ میں گزرے ہوں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ:

"نبئت وآدم بین الروح والجسد"

میں اس وقت نبی بنایا گیا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

یحییٰ ابن اکثم نے کہا کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

"ما احتبس عنی الوحی الا ظننته قد نزل علی آل الخطاب"

مجھ سے جب بھی وحی رکی رہی تو میں نے گمان کیا کہ آل خطاب پر نازل ہوئی۔

آپؑ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ نبی اپنی نبوت میں شک کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الله یصطفی من الملائکه رسلا ومن الناس"

یہ کس طرح ممکن ہے کہ نبوت اس شخص سے منتقل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مصطفی بنایا، اس کی طرف جس نے اللہ سے شرک کیا۔

یحییٰ نے کہا کہ یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

"ولو نزل العذاب لما نجا منه الا عمر"

اگر عذاب نازل ہوتا تو عمرؓ کے علاوہ کوئی نجات نہ پاتا۔

آپؑ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون"
خدا ان پر عذاب نہیں لائے گا جب تک تم ان میں ہو اور نہ ہی اللہ ان کو عذاب کرے گا جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالی نے تو خبر دی ہے کہ وہ کسی کو عذاب نہیں کرے گا جب تک رسول اللہؐ ان میں موجود ہیں اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔(۳۵)

۳۔ مامون نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ ابو جعفر محمد رضا کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش کرو جس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکیں۔

چنانچہ یحییٰ نے پوچھا کہ اے ابو جعفرؑ! اس مرد کے بارے میں آپؑ کیا کہتے ہیں جس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے کیا اس کے لئے حلال ہے کہ وہ مرد اس عورت سے شادی کرلے۔

آپؑ نے فرمایا: کچھ مدت کے لئے اس عورت کو چھوڑ دے تا کہ اس کا اس کے نطفہ اور دوسروں کے نطفہ سے استبراء ہو جائے اس لئے کہ اس عورت پر اعتبار نہیں کہ یہ کام کسی اور مرد سے بھی نہ کیا ہو جس طرح اس مرد سے کیا ہے۔

اس کے بعد چاہے تو اس سے نکاح اور شادی کرلے کیونکہ اس کی مثال کھجور کے درخت جیسی ہے جس سے کسی شخص نے حرام کھجوریں کھائی ہوں، پھر وہ اس درخت کو خرید لے اور اس سے حلال کھائے۔

یحییٰ یہ سن کر لاجواب ہو گیا۔(۳۶)

آپؑ کے بعض جوابات

امام محمد تقی علیہ السلام کا زمانہ کئی خصوصیات کا حامل ہے ان میں سے بڑی خصوصیت آپؑ کا کم سن ہونا ہے، آپؑ ۸ سال کی عمر میں اپنے منصب امامت پر فائز ہوئے اس کم عمری میں آپؑ نے بڑے بڑے مسئلے حل کئے اور اس نوع کے بڑے کڑے امتحانوں سے گزرے، حتی کہ ایک ہی مجلس میں آپؑ سے تیس ہزار مسئلے پوچھے گئے۔(۳۷)

مامون عباسی کی نگاہوں میں آپؑ کی قدر و منزلت اور آپؑ سے اس کی قربت نے عباسیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم کو تیار کریں کہ وہ امامؑ سے ایسے مشکل مسئلے پوچھے کہ آپؑ اس کے جواب نہ دے پائیں اور اس طرح آپؑ کو مامون کی نظروں سے گرا دیں۔

گزشتہ فصل میں ہم نے آپؑ کے بعض مناظروں کا ذکر کیا ہے یہاں کچھ مزید سوال و جواب پیش کئے جاتے ہیں جو آپؑ کی امامت پر دلالت کرتے ہیں، اس پر بھی کہ آپؑ اپنے آباؤ اجداد کے علم و فہم کے وارث ہیں

اور اس پر بھی کہ کم سنی خدا کی نعمتوں میں حارج نہیں ہوتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰؑ کو نبوت کے لئے اس وقت فائز کیا جب آپؑ طفولیت میں تھے۔

"فاتت به قومها تحمله فقالوا یامریم لقد جئت شیئا فریا. یا اخت هارون ما کان ابوك امرا سوءٍ وما کانت امك"

جب وہ اسے (بچے کو) لے کر اپنے لوگوں میں آئیں تو انہوں نے کہا: اے مریمؑ! تم یہ اپنے ساتھ کیا لائی ہو؟ اے ہارون کی بہن! تمہارا باپ برا آدمی نہیں اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی۔

"فاشارت الیه قالوا افکیف نکلم من کان فی المهد صبیاً قال انی عبدالله آتانی الکتاب وجعلنی نبیا"

مریمؑ نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کیا انہوں نے پوچھا کہ ہم اس نوزائیدہ بچے سے کس طرح بات کریں، بچے نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو بچپن ہی میں قوت فیصلہ عطا فرمائی۔

"وآتیناه الحکم صبیا"

یہاں ہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض جواب پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد بہت سے لوگ مختلف شہروں سے مع محمد بن جمہور قمی، حسن راشد، علی بن مدرک، علی بن محضر یار مدینے آئے اور لوگوں سے امام رضا کے جانشین کے بارے میں دریافت کیا، انہیں بتایا گیا کہ وہ "صریا" میں ہے، یہ مدینے سے تین میل دور ایک بستی تھی جس کو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے آباد کیا تھا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم صریا پہنچے اور آپؑ کے مکان میں داخل ہوئے جہاں بڑی بھیڑ لگی ہوئی تھی، ہم بھی وہاں سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔

گھر کے اندر سے عبداللہ بن موسیٰ کاظمؑ نکل کر آئے، وہ بوڑھے آدمی تھے لوگوں نے کہا یہی ہمارے صاحب (امام) ہیں، فقہا نے کہا کہ ابوجعفر اور ابوعبداللہ علیہما السلام سے روایت ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ کے بعد امامت دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی، یہ ہمارے صاحب اور امام نہیں ہو سکتے، عبداللہ آئے اور سب کے سامنے بیٹھ گئے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ آپؑ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے گدھی سے برا کام کیا ہو۔

عبداللہ نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے، اس پر حد جاری کی جائے اور اس کو شہر بدر کیا جائے۔

ایک دوسرے شخص نے سوال کیا کہ اس مرد کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو کہے کہ میں تجھے آسمان کے ستاروں کے شمار کے برابر طلاق دیتا ہوں انہوں نے کہا کہ وہ اس سے بائن ہوجائے گی جوزاء کے صدر اور نسر طائر سے اور نسر واقع سے۔

ہم ان کی غلط باتوں پر اس جرات سے پریشان ہوگئے۔

اتنے میں گھر سے ابوجعفرؑ نکل کر آئے، ہم سب ان کی تعظیم کے لئے اٹھے، اس وقت آپؑ کی عمر ۸ سال تھی آپؑ نے لوگوں کو سلام کیا، عبداللہ بن موسیٰؑ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر آپؑ کے سامنے بیٹھ گئے، ابوجعفرؑ درمیان میں بیٹھے۔

فرمایا: سوال کرو۔ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔

وہ پہلا شخص پھر کھڑا ہوا اور اپنا سوال دہرایا، آپؑ نے فرمایا: حد سے کچھ کم کوڑے اس کو مارے جائیں، وہ اس گدھی کی قیمت ادا کرے اس گدھی کی پشت اور اس کی اولاد حرام ہے اس کو جنگل کی طرف بھگا دیا جائے، وہ وہاں ہی مرجائے یا کوئی درندہ اس کو کھا جائے۔

آپؑ نے کچھ گفتگو کی اور فرمایا: وہ مرد جو کسی مری ہوئی عورت کی قبر کھودے، اس کا کفن چوری کرے اور اس سے بدکاری کرے، تو اس کا ہاتھ چوری کی بنا پر کاٹا جائے، زنا کی وجہ سے حد جاری کی جائے اور اگر کنوارا ہو تو شہر بدر کرنا واجب ہے۔

اگر شادی شدہ ہے تو پھر قتل و رجم واجب ہے۔

ایک نے سوال کیا: اے فرزند رسولؐ! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، جس نے اپنی بیوی کو آسمان کے ستاروں کے عدد کے برابر طلاق دی۔

آپؑ نے فرمایا: تم قرآن پڑھے ہوئے ہو؟ کہا جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا سورہ طلاق میں۔ ''واقیمو الشھادہ للہ'' تک اللہ کا قول پڑھو۔

طلاق پانچ شرائط کے ساتھ دو عادل گواہوں کی گواہی ایسے طہر میں جس میں ہمبستری نہ ہوئی ہو ارادے اور عزم کے ساتھ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے شخص! کیا تو قرآن میں نجوم سماء کا عدد کہیں دیکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (۳۸)

۲۔ معتصم باللہ عباسی کا قاضی احمد بن ابوداؤد کہتا ہے کہ کسی چور نے چوری کرنے کا خود اقرار کیا اور خلیفہ سے حد قائم کر کے اپنی تطہیر اور پاک ہونے کا سوال کیا تھا۔

معتصم نے فقہاء کو جمع کیا اور محمدؑ بن علیؑ رضا کو بھی بلا بھیجا۔

ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں سوال کیا کہ کس جگہ سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے میں نے کہا کلائی تک،

معتصم نے پوچھا: اس کی دلیل کیا ہے، میں نے کہا: ہاتھ سے مراد انگلیاں اور ہتھیلی کلائی تک ہے، اللہ تعالیٰ تیمم کے متعلق فرماتا ہے۔

"فا مسحوابوجوھکم وایدیکم"

"وایدیکم الی المرافق"

کچھ دوسرے علماء نے کہا کہ ہاتھ کہنی تک کاٹنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب کہا۔ تو ہماری رہبری کی کہ ہاتھ کی حد کہنی ہے۔

معتصم پھر محمدؑ بن علی رضاؑ سے مخاطب ہوا اور کہا: اے ابوجعفرؑ! اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

آپؑ نے پوچھا کہ جماعت اور قوم کیا کہتی ہے اس نے کہا چھوڑیئے اس بات کو جو انہوں نے کہی، آپؑ کی رائے اس سلسلے میں کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس سے معاف رکھو۔

معتصم کہنے لگا کہ میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ اس بارے میں آپؑ کے پاس ہے وہ مجھے ضرور بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب تم نے مجھے قسم دی ہے تو مجھے کہنا یہ ہے کہ اس مسئلے میں انہوں نے سنت سے خطا کی ہے، ہاتھ کاٹنے میں واجب ہے کہ ہتھیلی چھوڑ دی جائے اور انگلیوں کی جڑوں کے جوڑ سے ان کو کاٹا جائے۔

معتصم نے پوچھا: اس بارے میں دلیل کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر ہے یعنی چہرہ (پیشانی) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں، اگر اس کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو سجدہ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وان المساجد للہ"

جس سے مراد یہی سات اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اور جو چیز اللہ کے لئے ہو اسے کاٹا نہیں جا سکتا۔

معتصم یہ جواب سن کر بہت متاثر ہوا، اس نے حکم دیا کہ اس چور کا ہاتھ انگلیوں کے جوڑ سے کاٹا جائے اور ہتھیلی چھوڑ دی جائے۔(۳۹)

۳۔ عبدالعظیم حسنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام سے کہا: اے میرے مولا و آقا! میں امید رکھتا ہوں کہ "قائمؑ" اہل بیت محمدؐ سے ہوں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا: ہم میں سے ہر ایک امر اللہ کے ساتھ قائم اور اللہ کے دین کی طرف ہدایت اور رہبری کرنے والا ہے۔

مگر وہ "قائم" جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو کفر و فجور سے پاک کرے گا اور جو زمین کو قسط و عدل سے بھر دیں گے، وہ وہی ہیں جن کی ولادت لوگوں سے چھپی ہوگی اور ان کی ذات وشخصیت لوگوں سے غائب رہے گی، ان کا نام لینا ان کے لئے حرام ہوگا، وہ رسول اللہؐ کے ہم نام اور ہم کنیت ہوں گے، ان کے لئے زمین سکڑ جائے گی، ہر سختی ان کیلئے نرمی میں بدل جائے گی، ان کے پاس زمین کے آخری حصوں سے ان کے اصحاب جمع ہوں گے جن کی تعداد اہل بر جتنی، یعنی ۳۱۳ ہوگی، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

"انما تکونو ایات بکم اللہ جمیعا ان اللہ علیك شئی قدیر"

جب اہل اخلاص کی یہ تعداد ان کے پاس جمع ہو جائے گی تو خداوند تعالیٰ ان کے امر امامت وخلافت کو ظاہر کرے گا، جب ان کے بیعت کرنے والوں کی تعداد، جو دس ہزار ہے، پوری ہو جائے گی تو وہ اذن خدا سے خروج کریں گے، خدا کے دشمنوں کو وہ مسلسل قتل کریں گے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل ان سے راضی ہو جائے گا۔ (۴۰)

۴۔ عمر بن فرج رخجی کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفرؑ سے کہا کہ آپؑ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ دجلہ میں جتنا پانی ہے اس کو اور اس کے وزن کو جانتے ہیں ہم اس وقت دجلہ کے کنارے کھڑے تھے، آپؑ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا خداوند تعالیٰ یہ قدرت رکھتا ہے کہ اس بات کا علم اپنی مخلوق میں سے ایک مچھر کو دے دے، میں نے کہا: جیہاں وہ اس کی قدرت رکھتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے یہاں مچھر بلکہ اس کی اکثر مخلوق سے زیادہ مکرم ومحترم ہوں۔ (۴۱)

۵۔ جعفر بن محمد بن مزید کہتا ہے کہ میں بغداد میں تھا تو مجھ سے محمد بن مبذہ نے پوچھا کہ کیا تم محمد بن علی رضا علیہما السلام کی بارگاہ میں میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے حامی بھر لی۔

ہم لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، محمد بن مبذہ نے آپؑ سے کہا کہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی عفت و پاکدامنی کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے ان معصومہؑ کی اولاد وذریت کو جہنم پر حرام کر دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۴۲)

۶۔ احمد بن فضل خاقانی کہتا ہے کہ کہیں راستے میں کاروان پر ڈاکہ پڑا، مسافروں میں حجاج بھی تھے ڈاکو مال کو لوٹ کر روپوش ہو گئے، اس علاقے کے گورنر نے سعی بسیار کے بعد ان کو گرفتار کر لیا اور معتصم کو لکھا اور اس کے فیصلے کا انتظار کرنے لگا۔

معظم عباسی نے فقہا اور ابن ابوداؤد کو جمع کیا اور ان ڈاکوؤں کے بارے میں فیصلہ مانگا، وہاں ابوجعفر محمد بن علی رضاؑ بھی موجود تھے آپؑ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں حکم خدا پہلے سے موجود ہے، خدا کا فرمان ہے:

"انما جزا الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلو اویصلبوا اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفوا من الارض"

(ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، سوائے اس کے اور نہیں کہ ان کو قتل کیا جائے، یا پھانسی دی جائے یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا پھر ان کو جلا وطن کیا جائے)

اب حاکم کو اختیار ہے کہ وہ جیسا چاہے حکم کرے۔

معتصم کہنے لگا کہ اس بارے میں آپؑ ہی فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ حاکم یہ دیکھے کہ ڈاکہ ڈالنے والوں نے صرف راستوں میں خوف وہراس پھیلایا ہے اور نہ کوئی قتل ہوا نہ کسی کا مال چھینا گیا تو قید کئے جانے کا حکم دیا جائے، ان کو جلاوطن کرنے کے یہی معنی ہیں۔

اگر ان سے قتل بھی ہوا ہے تو ان کے قتل کا حکم دے، اگر انہوں نے خوف وہراس پھیلانے کے ساتھ قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا، تو ان کے ہاتھ پیر الٹی طرف سے کاٹ کر پھانسی پر لٹکایا جائے۔

معتصم عباسی نے یہی فیصلہ اپنے گورنر کو لکھ بھیجا۔ (۴۳)

۷۔ ابوخداش مہدی نے آپؑ سے سوال کیا کہ ام ولد (جس سے بچہ ہوا ہے) کنیز نے میرے بچے والا دودھ ایک بالغ لڑکی کو پلایا، تو کیا اس لڑکی سے میرا نکاح حرام ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ دودھ بڑھائی کے بعد رضاعت نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: حرمین (مکہ اور مدینہ) میں نماز (کس طرح پڑھی جائے)

آپؑ نے فرمایا: اگر چاہو تو پوری پڑھو، چاہو قصر کرو، میرے والد گرامی علیہ السلام پوری نماز پڑھتے تھے، پھر میں نے کہا کہ خواجہ سرا عورتوں میں جاتا ہے۔ (یعنی زنان خانہ میں جاتا ہے) آپؑ نے منہ پھیر لیا پھر آپؑ نے چاہا کہ میں آپؑ کے قریب ہوں، فرمایا: اس میں کوئی کمی نہیں، بجز خنثی پن کے۔ (۴۴)

۸۔ ابوہاشم جعفری نے آپؑ سے سوال کیا۔ "قل ھو اللہ احد" احد کے کیا معنی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جس کی وحدنیت پر سب مجتمع اور متحد ہوں، کیا تم نے یہ نہیں سنا:

"ولئن سالتھم من خلق السموات والارض و سخر الشمس والقمر لیقولن اللہ"

(اگر ان سے تو سوال کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے، تو سب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے)

پھر اس کے بعد کہیں گے کہ اس کا شریک ہے اور اس کی بیوی ہے، ابو ہاشم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا:

"لاتدر که الابصار"

آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! دلوں کے وہم آنکھوں کی بصارت سے زیادہ گہرے ہیں، تم اپنے وہم سے سندھ اور ہند کو پہچانتے ہو، ان شہروں کو بھی جو تم نے ابھی تک نہیں دیکھے۔

جب دلوں کے اوہام خدائے تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتے تو آنکھیں اس کا کس طرح ادراک کر سکتی ہیں۔(۴۵)

آپؑ کی دعائیں

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی دعائیں درحقیقت توحید و عقائد کا نفیس خزانہ ہیں، یہ ایک اخلاق اور عرفان سے بھرا پرا سفر جلیل ہے، ایک میٹھے پانی کا چشمہ ہے جو کمال اور ادب سے لبالب جاری رہتا ہے۔

دعا دراصل آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے یہاں ان کے بہت سے وسائل و ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے کہ وہ معاشرے کا شعور پیدا کریں، اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ کریں اور ملکوت اعلیٰ کی طرف ان کو بلند کریں۔

یہاں امام ابو جعفر محمد جواد علیہ السلام کی بعض دعائیں نقل کی جا رہی ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک دعا:

"یامن لا شبیه ولا مثال . انت الله لا اله الا انت. ولا خالق الا انت. تفنی المخلوقین و تبقی انت. حلمت عمن عصاك. وفی المغفرة رضاك" (۴۶)

اے وہ جس کی نہ کوئی شبیہ ہے نہ مثال، وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی خالق ہے تو مخلوقات کے نابود ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا، تو نے حکم و بردباری اختیار کی ہے اس شخص سے جس نے تیری نافرمانی کی ہے، مغفرت و بخشش طلب کرنے میں تیری رضا ہے۔

۲۔ دعائے قنوت:

منائحك متتابعه. وایادیك متوالیه. ونعمك سابغه وشكر ناقصير. وحمدنا

یسیر. وانت بالتعطف علسی من اعترف جدید. اللهم وقد غص اهل الحق بالریق. وارتبك اهل الصدق فی المضنیق. وانت اللهم بعبادك و ذوی الرغبه الیك شفیق. وباجابه دعائهم وتعجیل الفرج عنهم حقیق اللهم فصل علی محمد وآل محمد. وبادر نامنك بالعون الذی لا خذلان بعده. والنصر الذی لا باطل یتکاده. واتح لنا من لدنکمتا حاتیا حا. یا من فیه ولیك. بخیب فیه عدوك. ویقام فیه معالمك. ویظهر فیه اوامرك وتنکف فیه عوادی اعدائك اللهم بادرنا منك بدار الرحمه. وبادر اعدائك من یاسك بدار النقمه. اللهم اعنا. واعشاء وارفع نقمتك عنا. واحلها بالقوم الظالمین"(۴۷)

تیری بخششیں لگاتار اور تیرے احسانات پے در پے ہیں، تیری نعمتیں وسیع ہیں ہمارا شکر بہت کم ہے ہماری حمد وثنا تھوڑی ہے۔

اے میرے مولا! جو اعتراف کرے تو اس پر لطف ومہربانی کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

اہل حق کے گلے میں پھندا ہے، اہل صدق تنگی میں ہیں، میرے اللہ! تو اپنے بندوں اور راغب ہونے والوں پر شفیق ومہربان ہے ان کی دعا قبول کرنے اور ان کو جلدی کشائش دینے والا ہے۔

اے اللہ! محمدؐ وآل محمد پر رحمت نازل فرما، بڑھ کر ہماری ایسی مدد کر جو سدا ہمارے ساتھ رہے، ایسی نصرت فرما جس میں باطل اپنے مکروفریب سے رکاوٹ نہ بن سکے، ہمارے لئے ایسی اچھی تقدیر مقرر فرما جس میں تیرا ولی اور دوست امن میں رہے اور تیرا دشمن خسارے میں رہے، جس میں تیری نشانیاں قائم ہوسکیں، جس میں تیرے اوامر اور احکام ظاہر ہوں، جس میں تیرے دشمنوں کے فائدے رک جائیں، خدایا ہمیں اپنی طرف سے پہلے پہل رحمت کا گھر دے دے، اپنے دشمنوں کو اپنے عذاب میں سے عذاب اور انتقام کا گھر جلد دے دے، خدایا! ہماری اعانت فرما۔ ہماری فریادرسی کر، ہم سے اپنا عذاب اٹھالے اور اس کو ظالمین کے گروہ پر نازل فرما۔

۳۔ آنجنابؑ کی دعائے قنوت:

"اللهم انت الاول بلا اولیه معدودة. ولا خربلا اخریه محدودة. انشئتنا لا لعله اقتسارا. واخترعتنا لا لحاجه اقتدارا. وابتدعتنا لحکمتك اختیارا.

وبلو تنا بامرك و نهيك اختبار وايدتنا بالالات. ومنحتنا بالا دوات و كلفتنا الطاقه. و جشمتنا الطاعه. فامرت تخبير اونهيت تحزيرا. و خولت كثيرا. وسالت يسيرا. فعصى امرك فحلمت. جهل قدرك فتكرمت. فانت رب العزة والبهاء. والعظمه والكبرياء. والاحسان والنعماء. والمن ولا لاء. والمنح والعطاء. والانجاز والوفاء. ولا تحيط القلوب لك بكنه. ولا تدرك لا وهام لك صفه. ولا يشبهك شئي من خلقك. ولا يمثل بك شئي من صنعتك تبار كت ان تحس او تمس. اوتدركك الحواس الخمس. وانى يدرك مخلوق خالفقه. وتعاليت يا الهى عما يقول الظالمون علوا كبيرا. اللهم ادل لا ولياتك من اعدائك الظالمين. الباغين النا كثين القاسطين. المارقين. الذين اضلوا عبادك. وحرفوا كتابك. وبدلوا احكامك. وجحدوا حقك. وجلسوا مجالس اوليائك. جراة منهم عليك. وظلما منهم لا حل بيت نبيك. عليهم سلامك وصلوا اتك ورحمتك وبر كاتك. فضلوا واضلوا خلف. وهتكوا حجاب سترك عن عبادك. وا تخزو اللهم مالك دولا. وعبادك خولا. وتر كو اللهم عالم ارضك فى بكماء عمياء ظلماء مدلهمه. فاعينهم مفتوحه. و قلوبهم عميه. ولم تبق لهم اللهم عليك من حجه. لقد جزرت اللهم عذابك. وبينت فكالك. و عدت المطيعين احسانك. وقد مت اليهم بالنذر. فامنت ظائفه. فائد اللهم الذين امنو اعلى عدوك. وعدواوليائك. فاصبحوا ظاهرين. والى الحق داعين. وللامام المنتظر القائم بالقسط تابعين وجدد اللهم على اعدائك واعدائهم نارك. وعذابك. الذى لا تدفعه عن القوم الظالمين. اللهم صلى على محمد وآل محمد. وقوضعف المحضين لك بالمحبه. المشايعين لنا بالمولاة. المتبعين لنا بالتصديق والعمل. الموازرين لنا بالمواساة فينا. المحبين ذكرنا عندا جتما عهم. وشد اللهم ركنهم. وسدد لهم اللهم دينهم الذى ارتضيته لهم. واتمم عليهم نعمتك. وخلصهم واستخلصهم. وسد اللهم

فقر هم. والمم اللهم شعث فاقتهم واغفر اللهم ذنوبهم و خطاياهم. ولا تزغ قلوبهم بعد اذهديتهم. ولا تخلهم اى رب بمعصيتهم. واحفظا لهم ما منحتهم به من الطهارة بوذيه اوليائك. والبرائه من اعدائك. انك سميع مجيب وصلى الله على محمد واله الطاهرين۔

خدایا! تو بغیر اس اولیت کے جو شمار میں آسکے اول ہے، بغیر محدود ہوئے تو آخر ہے، تو نے ہمیں پیدا کیا بغیر کسی مجبوری کے اور ہمیں پہلے پہل ایجاد کیا مگر اقتدار کو برقرار رکھنے کی ضرورت کے تحت نہیں، تو نے ہمیں اپنی حکمت سے اختیار کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

تو نے امر و نہی کے ذریعے ہماری آزمائش کی ہے ہمیں آلات کے ذریعے قوت و طاقت بخشی، ہمیں اعضاء و جوارح عطا کئے، ہماری قوت و طاقت کی مناسبت سے ہمیں ذمہ داری سونپی اور اطاعت کا بوجھ رکھا۔

حکم دیا اختیار کے ساتھ، نہی کی ڈرانے کے ساتھ، بیشتر نعمتیں عطا کیں اور سوال ہم سے تھوڑا سا کیا، جب تیرے حکم کی نافرمانی کی گئی تو تو نے حلم و بردباری سے کام لیا، تیری قدر و منزلت سے نادانی اور جہالت برتی گئی تو تو نے کریمانہ سلوک کیا۔

تو عزت، حسن، عظمت و کبریائی، احسان، نعمتوں، مہربانیوں بخشش و عطا اور وعدہ ایفا کرنے والا ہے، ہمارے دل تیری حقیقت کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتے، اذہان تیری کسی صفت کا ادراک نہیں کر سکتے۔

تیری مخلوق میں کوئی چیز تیری مشابہ نہیں، تیری صنعت میں کسی چیز کو تیری مثل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تو اس سے پاک اور منزہ ہے کہ تجھ کو محسوس کیا جائے اور حواس خمسہ سے تیرا ادراک ہو سکے۔

مخلوق اپنے خالق کا ادراک کیسے کر سکتی ہے۔

اے معبود! جو ظالم گروہ کہتا ہے تو اس سے بلند ہے، بہت زیادہ بلند و برتر ہے تو۔

خدایا! اپنے اولیاء کو ظالم، باغی، بیعت توڑنے والے جور و جفا کرنے والے، حق سے نکل جانے والے دشمنوں پر غلبہ اور تسلط عطا فرما، وہ جنہوں نے تیرے بندوں کو گمراہ کیا، تیرے سامنے جرات کرتے ہوئے تیری کتاب کی تحریف کی، تیرے نبیؐ کے اہل بیتؑ پر ظلم کرتے ہوئے۔

وہ (اہل بیتؑ) جن پر تیرا سلام، تیری صلوات تیری رحمت اور تیری برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

(تیرے دشمن) خود بھی گمراہ ہوئے اور تیرے بندوں کو بھی گمراہ کیا، تیرے بندوں پر تیرے پردوں

کو چاک کر دیا۔

پروردگار! انہوں نے تیرے مال کو ایک دوسرے میں ادل بدل کیا، تیرے بندوں کو اپنا غلام و کنیز بنایا۔

تیری زمین کو انہوں نے گھٹا ٹوپ تاریکی میں چھوڑ دیا ہے جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا، ان کی آنکھیں تو کھلی ہوئی ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں۔ یا اللہ! تجھ پر ان کی حجت باقی نہیں رہی۔

بے شک تو نے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے اور سزاؤں کو واضح کر دیا ہے۔

اطاعت کرنے والوں سے اپنے احسان کا وعدہ کیا ہے اور ان کے سامنے ڈرانے والے اسباب کو بھی رکھا ہے چنانچہ ایک گروہ ایمان لے آیا۔

اے اللہ! جو ایمان لائے ان کی اپنے اور اپنے اولیاء کے دشمنوں کے خلاف تائید فرما، تاکہ ان پر غلبہ پا جائیں، حق کی طرف بلانے والے بن جائیں اور اس امام منتظرؑ کے تابع ہو جائیں جو عدل و قسط کے ساتھ قیام کریں گے۔

خدایا! اپنے اور ان کے دشمن پر اپنی جہنم کی آگ اور عذاب کی آگ روشن کر دے، وہ عذاب جو تو ظالموں سے دفع نہیں کرتا، خدایا! محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و صلوٰات بھیج جو محبت کرنے میں تیرے ساتھ مخصوص ہیں، ہمارے نقش قدم پر موالات کی بنا پر چلتے ہیں، تصدیق و عمل میں ہماری پیروی کرتے ہیں، جو ہمارے ساتھ مواسات کرتے ہوئے مجمع میں ہمارے تذکرہ کو پسند کرتے ہیں۔

پروردگار! تو ان کے ضعف و کمزوری کو قوت میں بدل دے، پروردگار! ان کے لئے ان کے دین کو جس کو تو نے پسند کیا ہے، درست کر دے، ان پر اپنی نعمت تمام کر دے، ان کو خالص و مخلص بنا دے۔

پروردگار! ان کے فقر و فاقہ کو ختم کر دے اور فاقہ کی وجہ سے ان کے الجھے ہوئے بالوں کو سنوار دے۔

اے اللہ! ان کے گناہوں اور ان کی خطاؤں کو بخش دے، ان کی ہدایت کرنے کے بعد ان کے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے، ان کو ان کی معصیت میں نہ چھوڑ، جو چیز تو نے ان کو بخشی ہے اس کو ان کے لئے محفوظ رکھ، یعنی تیرے اولیاءؑ کی ولایت اور تیرے اعدا اور دشمنوں سے برات کی طہارت اور پاکیزگی! بے شک تو سننے والا اور جواب دینے والا ہے، اللہ رحمت نازل فرمائے محمدؐ اور ان کی طاہر و پاکیزہ آلؑ پر۔

آپؑ کی دعاؤں کی مقبولیت

سوانح نگاروں نے بہت سے علماء اور صلحاء کی دعا کی قبولیت کا ذکر کیا ہے یہ وہ کم سے کم چیز ہے جو اللہ جل جلالہ شانہ، نے اپنے اولیاء اور مومنین کو ودیعت کی ہے۔

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں یہ مسلمات میں سے ہے، فریقین کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

یہاں ہم بعض ان واقعات کا ذکر کر رہے ہیں جو اس سلسلے میں امام محمد جواد علیہ السلام کے بارے میں بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ محمد بن سنان کہتا ہے کہ میں ابوالحسن ہادی (امام علی نقیؑ) کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپؑ نے سوال کیا کہ اے محمد! کیا آل فرج پر کوئی حادثہ واقع ہوا ہے؟

میں نے کہا کہ ہاں عمر مر گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: الحمد للہ اور یہ ۲۴ بار کہا۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا: میرے آقا! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ چیز آپؑ کے لئے خوشی کا باعث ہوگی تو میں دوڑا ہوا آتا اور آپؑ کو یہ خبر دیتا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص (خدا اس پر لعنت کرے) نے میرے والد گرامی محمدؑ بن علیؑ رضا کو کیا کہا تھا؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں۔

فرمایا: والد گرامی نے اس سے کوئی بات کی تو اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپؑ نشے میں ہیں، (معاذ اللہ) میرے والد نے عرض کیا: خداوندا! تو جانتا ہے کہ میں روزے سے ہوں، تو اس شخص کو مال کے نقصان کا اور قید کی ذلت وخواری کا مزہ چکھا، چنانچہ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس کا مال اور جو کچھ اس کے پاس تھا وہ اس سے چھن گیا پھر اس کو قید کر لیا گیا، اب وہ مر گیا ہے خدا اس پر رحم نہ کرے، خدائے عزوجل نے اس سے انتقام لیا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے اولیاء کا انتقام اپنے دشمنوں سے لیتا رہتا ہے۔ (۴۸)

۲۔ آپؑ کی بیوی ام الفضل بنت مامون عباسی نے آپؑ کو زہر دیا، جب آپؑ نے زہر کے اثر کو محسوس کیا تو ام الفضل سے کہا: خدا تجھے ایسی بیماری میں مبتلا کرے گا جس کی کوئی دوا نہیں ہوگی۔

خارش یا عضو کو کھانے والی بیماری اس کے اندام میں پیدا ہوئی، حکیم وطبیب یکے بعد دیگرے دوائیں تجویز کرتے، لیکن کسی بھی دوا سے فائدہ نہ ہوتا حتیٰ کہ وہ اسی بیماری میں مر گئی۔ (۴۹)

مامون عباسی کے ساتھ

خداوند تعالیٰ نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کو مخلوق پر حکومت کرنے، شریعت محمدیہؐ کے نفاذ کی نگرانی کرنے اور اس کے لئے قیام کرنے کے واسطے منتخب کیا ہے، مگر امت نے ان کو اپنے پیغام کی ادائگی سے روک دیا اور ان کے اوران کے مشن کے درمیان حائل ہو گئے، یہ وہی سلوک ہے جو گذشتہ امتوں نے اپنے نبیوںؑ کے ساتھ کیا تھا۔

چنانچہ سلاطین و حکام وقت کی سخت گرفت میں آئمہؑ نے زندگیاں گزاریں وہ جیسا چاہتے ان کے ساتھ سلوک کرتے، کبھی قید کرتے اور کبھی ان کی مرضی کے بغیر ان کو ولی عہد بناتے۔

امام محمد جواد علیہ السلام سے مامون عباسی نے ایک اور طریقہ اختیار کیا، مامون نے آپؑ کو اول بغداد بلایا اور پھر چاہا کہ اپنی بیٹی ام الفضل سے شادی کر دے۔

آپؑ بغداد تشریف لائے، عباسیوں نے آپؑ کے علم وفضل وکمال کو دیکھا تو دنگ رہ گئے مامون کے خاندان والے حسد وعناد کی بنا پر ام الفضل سے شادی کے خلاف ہو گئے، مگر مامون اصرار کرتا رہا۔

عباسیوں نے کہا کہ بے شک ان کی سوجھ بوجھ آپ کو بھلی معلوم ہوئی ہے مگر بہر حال یہ کم سن ہیں، انہیں نہ معرفت ہے اور نہ فقہ پر عبور ہے انہیں کچھ موقع دیں کہ یہ علم وادب سیکھ لیں۔

مامون نے جواب دیا کہ میں انہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں، یہ وہ اہل بیتؑ ہیں جن کا علم اور اس کا الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، آپؑ کے آباؤ اجداد علم دین اور ادب کے حد کمال میں ناقص اور جاہل رعایا سے بے پرواہ رہے، اگر تم بھی چاہو تو ابو جعفرؑ کا امتحان کر کے دیکھ لو، تم پر ہماری باتیں واضح ہو جائیں گی۔ (۵۰)

عباسیوں نے مامون کی بات پر اعتبار نہیں کیا، اور یحییٰ بن اکثم قاضی القضاۃ کے آپؑ سے مناظرے پر اتفاق کیا، یہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ کس طرح آپؑ نے اپنے جوابات سے سارے دربار کو متحیر کر دیا اور یحییٰ بن اکثم کو مناظرے میں عاجز کر دیا۔

امام رضا علیہ السلام سے مناظرہ کرانے میں مامون عباسی کا مقصد تھا کہ آپؑ کی مرکزیت اور مقبولیت کو کم کیا جائے اور لوگوں کی نظروں سے آپؑ کے مقام کو گرایا جائے، جب کہ امام ابو جعفرؑ کے ساتھ مناظرے سے اس کا مقصد اپنے عباسیوں میں آپؑ کے علم وفضل کو اجاگر کرنا تھا۔

یحییٰ بن اکثم نے آپؑ کے ساتھ مناظرے میں بری طرح خفت اٹھائی اور سب کے سامنے اس کی علمیت کا پول کھل گیا، ساتھ ہی ساتھ عباسیوں کی سکیم بھی فیل ہو گئی۔

مامون اس بات پر خوش تھا اس نے کہا: حمد ہے اس خدا کی جس نے اس معاملے کی درستی سے مجھ پر احسان کیا اور میرے رائے صحیح ثابت ہوئی۔

ابوجعفرؑ سے مخاطب ہو کر کہا: میں اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی آپؑ سے کرتا ہوں گو کہ ایک گروہ کی ناک اس سے نیچی ہوگئی، آپؑ میری بیٹی کے لئے اپنا پیغام دیجئے، میں نے آپؑ کو اپنے لئے اور اپنی بیٹی کے لئے پسند کیا ہے۔

ابوجعفرؑ نے فرمایا:

"الحمد لله اقرار بنعمته ولا اله الا الله اخلا ضألو حدانيته. وصلى الله على محمد سيد بريته. والاصفياء من عترته. اما بعد: فقد كان من فضل الله على الانام، ان اغناهم بالحلال عن الحرام فقال سبحانه"

"وانكحوا الايامى منكم والصالحين من عبادكم وامائكم ان يكونو فقراء يغنيهم الله من فضله والله واسع عليم"

"ثم ان محمدا ابن على بن موسى يخطب ام الفضل بنت عبدالله المامون وقد بذل لها من الصداق مهر جدته فاطمه بنت محمد وهو خمس مائه درهم جيادا. فجعل زوجته يا امير المومنين على الصداق المذكور"

ترجمہ:

حمد ہے اللہ کی اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، اس کی وحدانیت کے اخلاص کو ظاہر کرتے ہوئے۔

اللہ رحمت نازل کرے اپنی مخلوق کے سید و سردار محمدؐ اور ان کی عترت میں سے مصطفیٰ اور چنے ہوئے افراد پر۔

اما بعد! اللہ کے بندوں میں فضل و کرم میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے انہیں حلال کے ذریعے حرام سے مستغنی کر دیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور نکاح کرواپنے میں رنڈوں اور بیوہ عورتوں اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے صالحین اور نیک افراد سے، اگر وہ فقیر و نادار ہوئے تو خدا اپنے فضل و کرم سے غنی و تونگر کر دے گا، اللہ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے۔

محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰ ام الفضل بنت عبداللہ المامون کی خواستگاری کرتا ہے، اس کے لئے مہر اپنی جدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ کے مہر کے مطابق، جو پانچ سو کھرے درہم ہیں، خرچ کرتا ہے اے مسلمانوں کے امیر! کیا اس حق مہر پر

آپ (اپنی بیٹی کی) اس (مجھ) سے شادی کرتے ہیں۔

مامون نے کہا: جی ہاں۔

یہ سن کر اس کے خدام نے چاندی کی کشتی میں عطر دان نکالا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا، عطر دان میں انواع و اقسام کے عطر اور گلاب و کستوری کا پانی تھا، حاضرین نے اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے خوشبو لگائی، مٹھائیاں پیش کی گئیں جو حاضرین نے کھائیں، ان کے مراتب کے لحاظ سے انہیں انعام و اکرام دیئے گئے، پھر جلسہ برخواست ہوا۔ (۵۱)

دوسری صبح کو لوگ حاضر ہوئے، ابوجعفرؑ بھی تشریف لائے ان کو اور مامون کو لشکر کے قائدین، خواص وعوام مبارک باد دینے جمع ہوئے تو چاندی کے تین طبق نکالے گئے جن میں مشک و کستوری اور معجون زعفران کی گولیاں تھیں، ان گولیوں کے اندر ایسے رقعے تھے جن پر مال و متاع، عطیے اور جاگیریں لکھی ہوئی تھیں۔

مامون نے حکم دیا کہ خواص کے گروہ میں انہیں نثار کیا جائے، جس کے ہاتھ میں کوئی زعفرانی گولی آتی وہ رقعہ نکال کر پڑھتا، جو اس میں لکھا ہوتا وہ اس کو دربار سے دیا جاتا۔

تھیلیاں لا کر رکھی گئیں جو کچھ ان میں تھا وہ قائدین لشکر پر نثار کیا گیا، لوگ انعامات اور عطیوں سے مالا مال ہو کر واپس گئے مامون نے مساکین کو صدقہ دیا۔ (۵۲)

مامون امام ابوجعفرؑ پر فریفتہ ہو گیا، آپؑ کے علم اور پے در پے کرامات اور معجزات نے اس کو حیران کر دیا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس کم سنی میں ابوجعفرؑ کے علم و فضل اور ادب و حکمت کے کمال کو دیکھا تو مامون آپؑ پر فریفتہ ہو گیا، اس زمانے میں بڑے سے بڑا اعلم و فاضل آپؑ کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ (۵۳)

شیخ طبرسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آپؑ عقل، فضل، علم، حکم، آداب اور رفعت و منزلت میں اس درجہ کمال پر پہنچے ہوئے تھے کہ سادات وغیر سادات میں سے کوئی بڑے سے بڑا آپؑ کی برابری نہیں کر پا رہا تھا، اسی لئے مامون آپؑ پر جان چھڑکتا تھا۔ (۵۴)

امام علیہ السلام بغداد میں معزز و مکرم رہے، مگر وہاں آپؑ اپنی پسند سے نہیں رہ رہے تھے، آپؑ اپنے جد امجد رسول اکرمؐ کے مدینہ سے جدائی کی وجہ سے وہاں گھبراہٹ محسوس کرتے۔

آپؑ حسین المکاری سے کہتے تھے اے حسین جو کی روٹی اور ملا ہوا نمک جو رسول اللہؐ کے حرم میں کھاؤں وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس چیز کے جس میں تو مجھے آج دیکھ رہا ہے۔ (۵۵)

بغداد میں جو ارباب اقتدار تھے ان کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور وہاں کے لوگوں کی زندگی بھی امامؑ کی اس شہر سے گھبراہٹ اور پریشانی میں اضافے کا باعث ہوگی۔

مامون جس کو امیرالمومنین کہا جاتا تھا، شراب پیتا تھا، امامؑ کے لئے یہ بہت پریشانی کا باعث تھا کہ آپؑ اس کو اس حال میں دیکھیں۔ چنانچہ آپؑ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے لئے مجھے ایک نصیحت کرنا ہے، اس نے کہا فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا: میں تجھے شراب، جو نشہ آور چیز ہے کے ترک کرنے کا مشورہ دیتا ہوں اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں آپؑ کی نصیحت قبول کرتا ہوں۔

جیسے ہی امامؑ کو موقع ملا ہے آپؑ اپنے جدامجد رسول اللہؐ کے مدینہ واپس آ گئے۔

اس واقعہ میں امامؑ کی عظمت کی نشاندہی ہوتی ہے آپؑ خلیفہ کے داماد ہیں اور اس کے ولی عہد (امام علی رضاؑ) کے صاحبزادے ہیں، سارے وسائل آپؑ کے تصرف میں ہیں اور آپؑ کے اشارے کے منتظر ہیں، مگر آپؑ اپنے عنفوان شباب میں دنیا اور اس کی خوبصورتی و شادابی سے منہ موڑ لیتے ہیں اور یہ دنیا ان کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جو باولے ہو کر ایک دوسرے سے چھنتے ہیں اور جھپٹتے ہیں:

"لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شئی وهدی ورحمه لقوم یومنون"

ترجمہ:

بے شک ان کے واقعات میں صاحبان عقل وخرد کے لئے عبرت ہے۔
یہ جھوٹ وافترا کی بات نہیں بلکہ جو سامنے ہے اس کی تصدیق، ہر چیز کی تفصیل جو ایمان لائے ہیں، ان کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔

آپؑ علماء اور دانشوروں کی نظر میں

علماء اور مورخین نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھیں جن سے ان کی ارادت اور خلوص ومحبت کا اظہار ہوتا ہے ان کی مدح وثنا میں بہت محنت کی ہے، چنانچہ آج ان کی روایات اور سوانح عمریوں سے اسلامی کتب خانے بھرے پڑے ہیں، ان کے علاوہ ان کے تذکروں سے ہزاروں کتابیں بھری ہیں۔

یہاں ہم کچھ علماء اور دانشوروں کے بعض اقوال نقل کرتے ہیں جو انہوں نے امام ابوجعفرؑ جواد علیہ السلام کے بارے میں لکھے ہیں:

۱۔ محمد بن حسن بن عمار کہتا ہے کہ مدینہ میں میں علی بن جعفرؑ بن محمدؐ کے پاس دو سال رہا، اس دوران جو کچھ انہوں نے اپنے بھائی ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا تھا، وہ لکھتا تھا ایک دن مسجد نبویؐ میں اچانک ان

کے پاس ابوجعفر محمدؑ بن علی رضا تشریف لائے، ان کو دیکھ کر علی بن جعفر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اوران کی تعظیم کی، ابوجعفرؑ کہنے لگے چچا جان! خدا آپ پر رحم فرمائے، آپؑ بیٹھ جائیں۔

انہوں نے کہا: اے میرے سید و سردار! آپ جب کھڑے ہیں تو میں کیسے بیٹھ جاؤں جب علی بن جعفرؒ اپنے لوگوں میں واپس آیئے ان کے ساتھیوں نے ان پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ تو ان کے والدؑ کے بھی چچا ہیں، پھر بھی آپ ان سے ادب واحترام سے پیش آتے ہیں۔

انہوں نے کہا: خاموش رہو، جب اللہ عزوجل نے اس سفید داڑھی کو (یعنی مجھے) اہل نہیں سمجھا اور اس بچے کو اہل سمجھا اور اس کو وہ رتبہ دیا جہاں وہ آج ہے، تو میں کس طرح اس کے فضل وکمال کا انکار کروں۔

"نعوذ باللہ عما تقولون بل انا عبد لہ"

ترجمہ: (جو تم کہتے ہو اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، بلکہ میں تو ان کا غلام ہوں)

۲۔ عباسیوں نے جب مامون کی لڑکی ام الفضل سے آپؑ کی شادی کی تجویز پر مامون پر اعتراض کیا تو مامون نے کہا کہ ان کے کم سن ہونے کے باوجود میں نے ان کو علم وفضل میں کمال کے درجے پر فائز پایا ہے اور امید رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے سامنے بھی وہی کچھ ظاہر ہو جو میں .... نے ان میں دیکھا ہے اس طرح وہ میری رائے کو صحیح سمجھیں گے جو میں نے ان کے بارے میں قائم کی ہے۔(۵۷)

۳۔ مامون نے آپؑ سے گفتگو کی، پھر کہنے لگا کہ آپؑ واقعی فرزند رضا ہیں اور یہ حق ہے کہ آپ مصطفیٰ کے گھرانے کے ہیں۔(۵۸)

۴۔ عیسائی پادری نے آپؑ کے معجزات سن کر کہا: یہ شخص نبی ہوگا یا نبی کی ذریت سے ہوگا۔(۵۹)

۵۔ ابوالعیناء نے امام جواد علیہ السلام سے ان کے والد گرامی کی تعزیت کرتے ہوئے کہا: آپؑ ہماری تعریف وتوصیف سے اجل ہیں، ہم آپ کو پند ونصیحت نہیں کر سکتے اللہ کے علم میں وہ کچھ ہے جو آپؑ کے لئے کافی ہے، اللہ کے ثواب میں وہ کچھ ہے جو آپؑ کی تعزیت کا باعث ہے۔(۶۰)

۶۔ یوسف بن قزاغلی سبط ابن جوزی نے کہا: محمد جوادؑ وہ محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب ہیں ان کی کنیت عبداللہ ہے اور کہا گیا ہے کہ ابوجعفر ہے آنجنابؑ ایک سو پچانوے ہجری میں پیدا ہوئے اور دوسو بیس ہجری میں آپؑ نے وفات پائی جس وقت آپؑ پچیس سال کے تھے آپ علم و تقویٰ اور زہد وجود وسخا میں اپنے والد کے طریقے پر تھے۔(۶۱)

۷۔ صلاح الدین صفدی کہتا ہے کہ محمد بن علیؑ، الجواد ابن رضا ابن کاظم بن جعفر صادق علیہم السلام ہیں، آپؑ کا لقب جواد، قانع اور مرتضیٰؑ تھا، آپؑ اہل بیت نبوتؐ کے سرداروں میں تھے مامون نے آپؑ سے اپنی بیٹی (ام الفضل) کی شادی کی تھی۔

آپ ہر سال دس لاکھ درہم سے زیادہ کی رقم مدینہ بھیجا کرتے۔

آپؑ کی عین جوانی میں بغداد میں ۲۲۰ ہجری میں وفات ہوئی، یہ مامون کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے (معتصم عباسی کے دور میں)

آپ معتصم کے پاس آئے تو اس نے آپؑ کی عزت و تکریم کی۔

آپؑ کی قبر آپؑ کے جد امجد حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس ہے، آپؑ جود و سخا میں منفرد تھے اسی لئے آپ کا لقب جواد ہے، آپؑ بارہ آئمہ میں سے ایک ہیں، آپؑ کی ولادت ۱۹۵ ہجری میں ہوئی تھی۔ (۲۶)

۸۔ محمد بن طلحہ شافعی نے کہا: بے شک اللہ عزوجل نے آپؑ کو ایسی منقبت سے مخصوص کیا ہے جو مطلع تعظیم میں چمک رہی ہے اور انوار روشنی دے رہی ہے، اس کے اقدار کی قیمت تفصیل میں بہت زیادہ ہے، اہل معرفت کی عقلوں کے لئے اس کے آثار کی نشانی ظاہر ہے۔ (۶۳)

۹۔ احمد بن یوسف دمشقی قرمانی نے کہا ہے کہ جہاں تک آپؑ کے مناقب کا تعلق ہے تو ان کے اوقات نہ بڑھ سکے، نہ ان کے میقات پیچھے ہٹ سکے اور باوجود دنیا میں تھوڑے دن رہنے کے آپؑ پر خدائی قدریں پھیلی ہوئی ہیں۔

آپؑ کا اس دنیا میں قیام بہت تھوڑا رہا مگر اللہ عزوجل نے آپؑ کو ایک باشرف منقبت سے مخصوص کیا ہے۔

مامون جب بغداد میں آیا تو ایک دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکار کو نکلا، راستے میں اس کا گزر کچھ بچوں پر ہوا جو کھیل رہے تھے ان بچوں میں حضرت جواد علیہ السلام بھی تھے، بچے مامون کی ہیبت و دبدبے سے بھاگ گئے، مگر جواد علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے، اس وقت آپؑ کی عمر نو سال تھی۔

مامون نے ایک بچے کو اس طور کھڑے دیکھا تو پوچھا: تم دوسرے بچوں کے ساتھ کیوں نہ بھاگے؟۔

آپؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں ہٹ جاتا، پھر میں کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا کہ تجھ سے ڈرتا، اور تجھ سے اچھا گمان ہے کہ تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

بچے کی زبان سے یہ گفتگو مامون کی بھلی معلوم ہوئی اس نے آپؑ کے والد گرامی کو دعائے رحمت کی اور آگے بڑھ گیا۔

آبادی سے باہر باز شکار کے لئے چھوڑا وہ کچھ دیر فضا میں غائب رہا جب واپس لوٹا تو باز کی چونچ میں ایک زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی وہ بہت متعجب ہوا کہ فضا میں زندہ مچھلی کس طرح پکڑی گئی۔

شکار سے واپسی پر وہ پھر ان ہی بچوں کے قریب سے گزرا، وہاں حضرت جواد علیہ السلام بھی تھے، ان کے قریب آیا اور مامون نے پوچھا کہ اے بچے! بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے خداوند تعالیٰ نے ان کو الہام کیا، انہوں

نے کہا: بے شک خدائے تعالیٰ نے اپنے بحر قدرت میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں، جن کا بادشاہ اور سلطان شکار کرتے ہیں اور پھر اس سے اہل بیت مصطفیٰؐ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں، یہ سن کر مامون بہت متاثر ہوا، آپؑ کو دیر تک دیکھتا رہا اور اس نے وہاں ہی ارادہ کیا کہ آپؑ سے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کر دے۔ (۶۴)

۱۰۔ علی بن صباغ مالکی نے آپؑ کے متعلق مفصل حدیث بیان کی اور پھر کہا کہ یہ آپؑ کے بعض کرامات جلیلہ اور آپؑ کے مناقب جمیلہ میں سے ہے۔ (۶۵)

۱۱۔ عبداللہ شبراوی شافعی نے کہا: وہ ابوجعفر محمد جواد علی رضا بن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں، آپؑ ۱۹۵ ہجری، ۱۹ رمضان کو پیدا ہوئے آپؑ کی کرامات بہت ہیں اور آپؑ کے مناقب مشہور ہیں۔

آپؑ کے متعلق تفصیل سے حدیث بیان کر کے کہا کہ یہ آپؑ کے بعض جلیل کرامات اور جمیل مناقب میں سے ہے۔ (۶۶)

۱۲۔ یوسف اسمٰعیل بنہانی نے کہا کہ محمد جوادؑ بن علی رضاؑ اکابر آئمہ اور امت کے چراغوں میں سے ہیں، ہمارے سادات اور سرداران اہل بیتؑ میں سے ایک ہیں۔ (۶۷)

۱۳۔ محمود بن وہیب بغدادی حنفی نے کہا: محمدؑ جواد بن علی رضاؑ کی کنیت ابوجعفرؑ ہے، آپؑ کے جد امجد محمد باقر علیہ السلام کی بھی یہی کنیت ہے، آپؑ کے تین القاب ہیں: جواد، قانع اور مرتضیٰ اور مشہور لقب جواد ہے۔ آپؑ سفید رنگ، معتدل قد و قامت کے تھے، آپؑ کی انگوٹھی کا نقش ''نعم المقدر الله'' تھا۔

آنجنابؑ اپنے والد کے وارث تھے، قدر و منزلت اور کمال میں ان کے بھائیوں سے ارفع تھے۔ (۶۸)

۱۴۔ علی جلال حسینی نے کہا: ابوجعفر ثانی محمد جواد بن علیؑ مدینہ میں ۱۹۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور کم سنی کے باوجود اپنے ہم عصر لوگوں سے علم و فضل میں سبقت لے گئے۔ آپؑ سے مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کر دی۔

آپؑ کی ۲۵ سال کی عمر میں ۲۲۰ ہجری میں بغداد میں وفات ہوئی۔ (۶۹)

۱۵۔ خیر الدین زرکلی نے کہا: آپؑ بہت اونچی قدر و منزلت کے مالک تھے، اپنے بزرگوں کی مانند ذکی اور روشن دماغ تھے، آپؑ فصیح اور خوش بیان تھے کسی بھی موضوع پر فی البدیہہ گفتگو کرتے، آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے ۔۔۔۔۔۔۔ وبیلی محمد بن وہبان نے آپؑ کی سوانح عمری لکھی ہے، جس کا نام ''اخبار ابی جعفر الثانی'' رکھا ہے۔

باب نمبر ۱۰

امام علی ہادی النقی علیہ السلام
مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام علی رضا علیہ السلام۔

آپؑ کے والد: امام محمد تقی جواد علیہ السلام۔

آپؑ کی والدہ: سمانہ مغربیہ۔

آپؑ کی ولادت: صریا میں (جو کہ مدینے کے مضافات میں ایک بستی ہے) پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ ہجری کو ہوئی۔(۱)

آپؑ کی کنیت: ابوالحسن۔

آپؑ کے القاب: نقی ہادی، نجیب، مرتضیٰ، عالم، متقی، فقیہ، امین، موتمن، طیب، متوکل، عسکری اور ناصح ہیں۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش: "اللہ ربی وھو عصمتی من خلقه"

(اللہ میرا پروردگار ہے وہی مجھے اپنی مخلوق سے محفوظ رکھنے والا ہے)۔

آپؑ کی زوجہ: سلیل (۲)

آپؑ کی اولاد: امام حسن عسکری علیہ السلام، حسین، محمد، جعفر اور علیہ ہیں۔

آپؑ کے پوتے: امام مہدی علیہ السلام

آپؑ کا سر من رائے (سامرہ) آنا: متوکل عباسی نے آپؑ کو یہاں بلوایا جہاں آپؑ بیس سال نو ماہ رہے۔

آپؑ کے شعرا: عوفی، دیلمی، محمد بن اسمٰعیل صیمری، ابوتمام طائی، ابوالغوث اسلم بن مہوز منجبی، ابو ہاشم جعفری، حمانی۔

آپؑ کے دربان: عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد بن عثمان۔

آپؑ کی نظر بندی: آپؑ عمر بھر ظالموں کے قید خانوں میں رہے جن کے آثار آج بھی باقی ہیں۔

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: معتصم، واثق، متوکل، منتصر، مستعین، اور معتز۔

آپؑ کی شہادت: دوشنبہ، ۳ رجب ۲۵۴ ہجری (۳) کو معتز عباسی کے زہر کے اثر سے شہید ہوئے۔

آپؑ کی قبر مبارک: سرمن رائے (سامرہ) میں اپنے گھر ہی میں دفن ہوئے، آج آپؑ کی قبر مبارک بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے، جس کے اوپر دنیا کا سب سے بڑا سونے کا قبہ ہے، اس کی تعمیر میں ۷۲۰۰۰ سونے کی اینٹیں استعمال ہوئیں۔(۴)

یہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کرنے، آپؑ کو سلام کرنے اور آپؑ کی ضریح اقدس کے طواف کرنے جوق درجوق آتے ہیں، روضہ اقدس پر ہمہ وقت اژدہام ہوتا ہے۔

آپؑ کی مدت امامت: ۳۴ سال۔

آپ کی عمر: ۴۲ سال۔

آپؑ کی امامت کی نص

لوگوں کی کثیر تعداد کا کسی چیز کا قبول کرنا یا اس کو رد کرنا اس چیز کی اصل حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا، کروڑوں ہندوؤں کا گائے کو پوجنا اس پرستش کو دانشوروں اور اہل فکر ونظر کے سامنے صحیح ثابت نہیں کرتا، قریش کا اسلام کے پیغام سے پیٹھ پھیر لینا، اس کی مخالفت میں کھڑے ہونا، رسول اکرمؐ سے جنگ کرنا، اسلام کی اپنی صلاحیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا اور نہ اس بات کو غلط ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام اور ضابطہ حیات ہے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام سے بھی ان کے زمانے میں لوگ ان سے دوری اختیار کئے رہے، ان پر ظلم وستم کرتے رہے اور ان کے زمانے کی حکومتوں نے ان پر فرداً فرداً جفا کاریاں کیں، ان کو مصیبتوں اور شدائد وقید وبند میں مبتلا کئے رہے، مگر اس کے باوجود یہ حضرات تنہا صبر اور استقامت سے معاشرے کے میدان میں رشد وہدایت اور تعلیم وتعلم کا دریا بہاتے رہے۔

کتابیں ان کے علوم ومعرفت سے بھری پڑی ہیں، محفلیں اور مجلسیں ان کے ذکر جمیل اور ثنائے جزیل سے معطر ہیں۔

بنی امیہ اور بنی عباس کے قید خانوں کی کال کوٹھریوں میں زندگیاں گزارنے اور ان حکومتوں کی سخت گیر نگرانی اور شہروں شہر جلاوطنی کے باوجود آپؑ حضرات علوم کے نشر کرنے، امت کو اسلامی ثقافت وتمدن سے روشناس کرانے اور اسلام کے فروغ میں ہمہ تن لگے رہے، وجہ یہ تھی کہ آپؑ حضرات اپنے آپ کو دین اسلام کے قائم ودائم رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کے ذمہ دار جانتے تھے۔

چنانچہ ہر امامؑ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ اپنے بعد والے خلیفہ اور قائم مقام پر نص قائم کریں اور ان کا تعین کر جائیں تاکہ وہ آسمانی رسالت وپیغام کو مستحکم اور قائم ودائم رکھنے، حکم خدا کو زمین میں پھیلانے، آگے بڑھانے، حق کو باطل سے جدا کرنے، دونوں میں امتیاز کرنے، حجت کو قائم کرنے اور لوگوں کے عذروں کو بے بنیاد

ٹھہرانے میں کامیاب ہوسکیں۔

یہاں وہ نصوص بیان کی جارہی ہیں جو امام محمد تقی جواد علیہ السلام سے امام ہادی نقی علیہ السلام کے بارے میں آئی ہیں۔

۱۔ امیہ بن علی قیسی کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے بعد کون خلیفہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میرا بیٹا علیؑ۔(۵)

۲۔ محمد بن عثمان کوفی کہتا ہے: میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے پوچھا اگر آپؑ کو کوئی حادثہ پیش آیا تم اللہ سے اس سے پناہ مانگتے ہیں، تو پھر ہم کس کی طرف (رجوع) کریں؟ آپؑ نے فرمایا: میرے اس بیٹے یعنی ابوالحسنؑ کی طرف۔(۶)

۳۔ صقر بن دلف کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضا علیہ السلام کو کہتے سنا کہ میرے بعد علیؑ امام ہے اس کا امر وحکم میرا حکم امر ہے اس کا قول میرا قول ہے، اس کی اطاعت میری اطاعت ہے اس کے بعد امامت اس کے بیٹے حسنؑ میں ہے۔(۷)

۴۔ اسماعیل بن مہران کہتا ہے کہ جب ابوجعفرؑ اول بار مدینے سے بغداد جانے لگے تو شہر سے نکلتے وقت میں نے ان سے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے وہاں جانے پر، آپؑ کے بارے میں مجھے خوف ہے آپؑ کے بعد امر امامت کس کی طرف ہے؟

یہ سن کر ہنستے ہوئے آپؑ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اس سال وہ نہیں ہونے کا جس طرف تیرا خیال چلا گیا ہے۔

بعد میں جب آپؑ کو معتصم نے بلایا تو میں پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے بعد یہ امر کس کی طرف ہے؟ آپؑ نے گریہ فرمایا، آپؑ کی ریش مبارک تر ہوگئی، پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اس دفعہ (حادثے کا) ڈر ہے، میرے بعد امر امامت میرے بیٹے علیؑ کے لیے ہے۔(۸)

آپؑ کی عبادت

جن مورخین نے امام ہادی نقی علیہ السلام کے حالات زندگی لکھے ہیں انہوں نے آپؑ کی عبادات کا مفصل ذکر کیا ہے اس واقعہ کا بھی ذکر ہے کہ ایک بار متوکل عباسی کے آدمیوں نے آپؑ کے گھر پر یورش کی تو دیکھا کہ آپؑ نے پشم کا کرتا پہنا ہوا ہے اور فرش پر بیٹھ کر قرآن حکیم کی ان آیات کی تلاوت فرمارہے تھے جو وعدے اور وعید سے متعلق ہیں۔

یہ لوگ آپؑ کو اٹھا کر متوکل عباسی کے یہاں لے گئے وہ اس وقت شراب کی محفل جمائے ہوئے تھا، اس

نے شراب کا جام آپؑ کی طرف بڑھایا تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ مجھے اس سے معاف رکھو۔

خدا ابوفراس پر رحمت نازل فرمائے، اپنے اس شعر میں گویا اس نے اسی واقع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تتلى التلاوة فى ابياتهم سحراً
وفى بيوتكم الاوتار والنغم

ان کے گھروں میں سحر کے وقت آیات کی تلاوت ہوتی ہے اور تمہارے گھروں میں سارنگیاں بجتی ہیں اور نغمہ سرائی ہوتی ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب آپؑ قید میں تھے تو دن کو روزہ رکھتے اور رات قیام وعبادت میں بسر کرتے تھے، یہ بات حضرت علی علیہ السلام کے پوتے کے لئے کوئی عجوبہ نہیں تھی، جنگ صفین میں جن کا مصلی دونوں صفوں کے درمیان بچھا ہوتا جس پر آپؑ معمول کے مطابق ساری رات نماز پڑھتے، اس دوران آپؑ کے کانوں کے پاس سے تیروں کے گزرنے کی آواز اس طرح آتی جیسے بارش ہو رہی ہو مگر آپؑ پورے اطمینان سے نماز میں مشغول رہتے۔

ان کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں جو حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام کی اولاد ہیں، جو رات و دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

یہاں ہم آپؑ کی عبادت کے بارے میں بعض روایات درج کر رہے ہیں:

۱۔ فتح بن یزید جرجانی کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے سجدہ کیا اور سجدے میں کہا۔

"راغماً لك يا خالقي داخراً صاغراً خاضعاً"

اے میرے خالق! تیرے سامنے سجدہ کرتا ہوں اپنی ناک کو خاک آلود کرتے ہوئے، اپنے آپ کو ذلیل وحقیر اور خاضع سمجھتے ہوئے۔

آپؑ ساری رات اسی طرح کہتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔(۹)

۲۔ حائری کہتا ہے کہ آپؑ کو اپنے پروردگار کی عبادت کے شوق میں ساری رات قرار نہیں تھا آپؑ بہت کم سوتے اور کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول ہوجاتے، قرآن کی خوش الحانی سے تلاوت کرتے، خود بھی گریہ کرتے اور جو سنتا وہ بھی روتا۔

آپؑ رات کی تاریکی میں ریت اور کنکریوں پر بیٹھتے اور عبادت، استغفار اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے، آپؑ اکثر اسی طرح شب بیداری کرتے۔(۱۰)

۳۔ ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ کے بارے میں خلیفہ متوکل عباسی کے دربار میں چغل خوری کی گئی کہ آپؑ کے

گھر میں ہتھیار اور شیعوں کے خطوط وغیرہ ہیں۔

متوکل نے رات کے وقت اپنے ترک سپاہی بھیجے جو دبے قدموں آپؑ کے کمرے میں گھس آئے، آپؑ کمرے میں تنہا کنکری اور ریت کے فرش پر بیٹھے تلاوت میں مشغول تھے آپؑ نے بالوں کا ایک کرتا پہن رکھا تھا اور سر پر پشم کا ایک کپڑا تھا، آپؑ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ تھے اور خوش الحانی سے وعدے اور وعید کی آیات کی تلاوت کر رہے تھے۔

آپؑ کو اسی حالت میں گرفتار کر کے رات کی تاریکی میں متوکل عباسی کے پاس لے جایا گیا اور اس کے سامنے کھڑا کیا گیا، اس وقت وہ شراب نوشی میں مشغول تھا اور اس کے ہاتھ میں پیالہ تھا۔

جب اس نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔

آپؑ کے گھر سے ان میں سے کوئی چیز نہ ملی جس کے بارے میں متوکل کو جھوٹی خبر دی گئی تھی، نہ کوئی ایسی بات سامنے آئی جس کو آپؑ کے خلاف وہ استعمال کر سکتا، چنانچہ وہ پیالہ جو اس کے ہاتھ میں تھا، اس لعین نے آپؑ کی طرف بڑھایا تو آپؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! یہ میرے گوشت اور خون میں کبھی بھی داخل نہیں ہوئی تو مجھے اس سے معاف رکھ۔

متوکل نے آپؑ سے اشعار کی فرمائش کی کہ کچھ ایسے اشعار پڑھیں جو مجھے پسند آئیں، آپؑ نے فرمایا: میں بہت کم اشعار پڑھتا ہوں اس نے جواب دیا اس سے چارہ نہیں، آپؑ کو ضرور سنانا پڑے گا۔

چنانچہ آپؑ نے یہ اشعار سنائے۔

باتوا علی قلل الاجبال تحرسهم
غلب الرجال فما اغنتهم القلل

واستنزلوا بعد عزمن معاقلهم
فاودعوا حفرایا بئس ما نزلوا

ناداهم صارخ من بعد ماقبروا
این الاسرة والتیجان والحلل

این الوجوه التی کانت معمه
من دونها تضرب الاستار والکلل

فافصح القبر عنهم حسین ساء لهم
تلك الوجوه علیها الدود ینتبقل

قد طالما اکلوا دھرا وقد شربوا
فاصبحوا بعد طول الا کل قدا کلوا
وطالما عمرا وا دور التجھنھم
ففارقوا الدورو الاھلین وانتقلوا
وطالما کنزوا الاموال وادخروا
فخلفو ھا علی الاعداء وارتحلوا
اضحت منازلھم لھم فقرا معطلہ
وساکنوھا علی الاجداث قدر جلوا

ترجمہ: انہوں نے رات پہاڑوں کی چوٹیوں پر قوی لوگوں کی حفاظت میں گزاری، مگر وہ پہاڑوں کی چوٹیاں ان کو نفع نہ دے سکیں، وہ عزت کے بعد اپنی اپنی پناہ گاہوں سے اتار لئے گئے اور ان کو زمین کے گڑھوں میں جگہ دی گئی، کیسے برے مقام پر وہ اترے۔

ان کے دفن ہونے کے بعد ایک چیخ کر پکارنے والے نے ان کو آواز دی کہ کہاں ہیں سونے کے وہ کنگن، تاج اور عمدہ اور اچھے لباس؟ کہاں ہیں وہ چہرے جو ناز ونعم میں پلے تھے کہ جن کے سامنے باریک پردے لٹکائے جاتے تھے۔

ان کے متعلق سوال کرنے والے سے قبر نے صاف الفاظ میں کہا کہ ان چہروں پر تو کیڑے چل رہے ہیں۔

وہ ایک عرصے تک کھاتے پیتے رہے اور آج وہ خود کھائے جا رہے ہیں ایک عرصے تک وہ گھر کی تعمیر کرتے رہے کہ وہ ان کی حفاظت کر سکیں مگر وہ ان گھروں اور گھر والوں سے جدا ہو کر قبروں میں منتقل ہو گئے۔

ایک عرصے تک وہ مال و دولت کے ذخیرے جمع کرتے رہے مگر پھر اپنے دشمنوں کو اپنا جانشین بنا کر کوچ کر گئے۔

ان کے گھر چٹیل میدان ہو کر غیر آباد پڑے ہیں، ان میں رہنے والے اپنی اپنی قبروں کی طرف رحلت کر گئے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہر شخص جو وہاں حاضر تھا اس بات سے خائف تھا کہ یہ اشعار سن کر متوکل عباسی غصے اور غضب کی حالت میں حضرت امام علی نقیؑ کے خلاف کوئی سخت حکم صادر نہ کر دے۔

مگر ہوا یہ کہ متوکل کافی دیر تک روتا رہا، یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی رونے لگے۔

متوکل نے حکم دیا کہ شراب اٹھالی جائے۔

آپؑ سے پوچھا: اے ابوالحسنؑ کیا آپؑ پر کوئی قرض ہے فرمایا: ہاں چار ہزار دینار، یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ یہ رقم آپؑ کو دی جائے اور اسی وقت عزت واحترام کے ساتھ آپؑ کو گھر پہنچادیا جائے۔(۱۱)

۴۔ قطب راوندی کہتا ہے کہ آپؑ رات کو قبلہ رو ہوتے اور لحظہ بھر بھی سستی نہ کرتے، آپؑ کے جسم پر پشم کا جبہ ہوتا، آپؑ کا سجادہ چٹائی پر ہوتا۔(۱۲)

آپؑ کی سیرت کا ایک پہلو

جب آئمہ اہل بیتؑ کا ذکر آتا ہے تو آدمی کا ذہن عبادت، پرہیز گاری، تقویٰ، جودوسخا، شجاعت، اعلیٰ اخلاق، اور اعلیٰ صفات کی طرف جاتا ہے حق کی جان کی قسم! یہ ذوات مقدسہ مجمع الفضائل تھے، ان ہی کی طرف ہر فضیلت رخ کرتی ہے اور ان ہی سے ہر بزرگی وکرامت متصل ہوتی ہے۔

جس کی بنا پر یہ حضرات دوسروں سے ممتاز ہیں وہ ان کا بے نظیر طرز زندگی اور اعلیٰ اخلاق ہیں، یہی وہ سیرت ہے اور اعلیٰ اخلاق ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے امت کے کچھ لوگوں کی صحیح سمت رہنمائی کی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حق کے راستے پر لے کر آگے بڑھے۔

یہاں ہم امام ہادی النقی علیہ السلام کی سیرت کے چند پھول چن کر سلک تحریر میں لاتے ہیں۔

۱۔ مسعودی کہتا ہے کہ آپؑ کے (مدینے سے) سامرہ کی طرف روانگی کے موقع پر شہر سے باہر تک الوداع کہنے آپؑ کے ساتھ ساتھ بریحہ عباسی بھی گیا، بریحہ عباسی حرمین کا پیش نماز تھا (امام کعبہ اور امام مسجد نبوی تھا)۔ راستے میں بریحہ کہنے لگا کہ مجھے علم ہے کہ آپؑ کو اس کی خبر ہو چکی ہے کہ آپؑ کے یہاں سے (خلیفہ کے پاس) جانے کا سبب میں بنا ہوں۔(۱۳)

میں بڑی سے بڑی قسم کھاتا ہوں کہ اگر آپؑ نے میری شکایت خلیفہ یا اس کے مصاحبین یا اس کے بیٹوں سے کی تو میں آپؑ کے باغات اور نخلستانوں کو یہاں جلا کر راکھ کردوں گا، آپؑ کے غلاموں اور آدمیوں کو قتل کروا دوں گا، آپؑ کی جاگیر کے چشموں کا پانی زمین دوز کردوں گا اور اس میں ذرا کمی نہیں کروں گا۔

یہ سن کر ابوالحسنؑ اس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میرا تجھے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا سب سے قریب ترین وقت آنے والی رات ہے میں ایسا نہیں کہ تجھ کو خداوند تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے بعد پھر اس کی کسی مخلوق سے تیری شکایت کروں۔

یہ سنا تو بریحہ منہ کے بل آپؑ کے سامنے گر پڑا اور رونے اور گڑگڑانے لگا، آپؑ سے معافی کا طلب گار ہوا تو آپؑ نے فرمایا چلو تم کو معاف کیا۔(۱۴)

۲۔ علی بن حمزہ کا کہنا ہے کہ میں نے ابوالحسن ثالث علیہ السلام کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا، آپؑ پسینے میں نہائے ہوئے تھے، میں نے آپؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں کھیتوں میں کام کرنے والے لوگ کہاں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے علی! اپنی زمین میں بیلچوں کے ساتھ ان ہستیوں نے کام کیا ہے جو مجھ سے اور میرے ماں باپ سے بہتر و برتر تھے، میں نے عرض کیا: وہ کون ہستیاں ہیں؟ فرمایا: رسول اللہؐ اور امیر المومنینؑ اور میرے سب آباؤ اجداد علیہم السلام اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور یہ انبیاء و مرسلین اور اوصیا صالحین کا عمل ہے۔(۱۵)

۳۔ آپؑ ایک مرتبہ سرمن رائے (سامرہ) سے کسی کام سے باہر تشریف لے گئے ایک دیہاتی عرب آپؑ کو تلاش کرتا ہوا سامرا آیا، جب اس کو بتایا گیا کہ آپؑ شہر سے باہر گئے ہیں، تو وہ دیہاتی آپ کے پاس وہاں پہنچا آپؑ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری کیا حاجت ہے۔

اس نے جواب دیا کہ میں کوفہ کے اعراب سے ہوں جو آپؑ کے جد امجد حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت سے تمسک رکھتے ہیں میں ایک بڑے قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں جو مجھ سے ادا نہیں ہو پا رہا، سوائے آپؑ کے میری نظر میں کوئی نہیں جس کے پاس میں جاؤں اور جو میرے قرض کو اتار سکے۔

ابوالحسنؑ نے فرمایا: تو مطمئن رہ تیری پریشانی دور ہوگی، اس کو اپنے یہاں مہمان رکھا، دوسرے دن ابوالحسنؑ نے اس اعرابی سے فرمایا کہ میری تجھ سے ایک درخواست ہے خدا کے واسطے تو میری مخالفت نہ کرنا۔

اس نے وعدہ کیا کہ میں آپؑ کی مخالفت نہیں کروں گا۔

ابوالحسنؑ نے ایک پرچہ لکھا جس میں یہ ذکر تھا کہ اس اعرابی کا اتنا مال میری ذمہ ہے اور یہ قرض فوری ادا ہونا ہے، یہ پرچہ لکھ کر اس کو دیا اور فرمایا کہ جب میں سرمن رائے (سامرہ) واپس پہنچوں تو یہ پرچہ لے کر میرے پاس اس وقت آنا جب کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور سختی سے اس رقم کا مطالبہ کرنا اور اصرار کرنا کہ جلد یہ رقم واپس کی جائے، پھر فرمایا کہ خدا کے واسطے اس میں میری مخالفت نہ کرنا۔

اس نے وعدہ کیا اور خط لے لیا۔

جب ابوالحسنؑ سامرا پہنچے تو وہ اعرابی حاضر ہوا، اس وقت آپؑ کے پاس خلیفہ کے آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے، اعرابی نے ان سب کے سامنے وہ خط نکالا اور آپؑ سے رقم کا مطالبہ کیا، ابوالحسنؑ اس کو سمجھاتے بجھاتے رہے اور اس سے معذرت کرتے رہے اور رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

یہ واقعہ متوکل عباسی کے یہاں دہرایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ابوالحسنؑ کے پاس تیس ہزار درہم بھیجے جائیں، آپؑ نے وہ رقم اپنے پاس رکھ لی یہاں تک کہ وہ عربی دوبارہ آیا، آپؑ نے وہ رقم اس کے حوالے کی اور فرمایا: اس سے اپنا قرض ادا کردو اور جو بچ جائے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا، ہمیں معذور سمجھو۔

اعرابی نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! خدا کی قسم میں اس سے ایک تہائی رقم سے زیادہ کی امید نہ رکھتا تھا، مگر اللہ جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی رسالت کو قرار دے رہا ہے۔ اس نے وہ رقم لی اور واپس کوفہ چلا گیا۔ (۱۶)

۴۔ محمد بن ریان بن صلت کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کی خدمت میں خط لکھا جس میں ایک دشمن کے بارے میں حیلہ وفریب کرنے کے متعلق میں نے اجازت چاہی، آپؑ نے اس سے منع فرمایا۔ (۱۷)

۵۔ ابوطیب یعقوب یاسر کہا کرتا تھا کہ وائے ہوتم پر مجھے ابن رضاؑ (امام علی نقیؑ) کے معاملے نے عاجز کررکھا ہے، میں نے بہتیری کوشش کی کہ وہ میرے ساتھ شراب پئیں اور میرے ندیم وہم نشین بنیں مگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں، مجھے کو اس سلسلے میں ایک موقع بھی نہیں ملا۔ (۱۸)

۶۔ آپؑ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے بارے میں علم ہے کہ اسی کی طرف مشکلات میں پناہ لیتے ہیں، شدائد اور آلام میں اسی پر توکل کرتے ہیں، اس نے ہم کو اس کا عادی بنایا ہے کہ جب ہم اس سے سوال کریں تو وہ قبول کرتا ہے، ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم اپنی عادت چھوڑ دیں تو وہ بھی اپنی عادت چھوڑ دے۔ (۱۹)

آپؑ کا احسان وکرم

تاریخ کی کتابیں، سوانح اور تراجم اور سیر آئمہ اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام کے احسان وکرم اور امت مسلمہ پر ان کی مہربانیوں کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں ان کے لطف وکرم بادشاہوں اور امراء کے لطف وکرم سے کہیں بلند اور وسیع ہیں، اور ان کا احسان اور نیکی کرنا عام لوگوں کے احسان سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ یہ حضراتؑ ہر فضلیت کے منبع ہیں اور ہر خیر واحسان کے معدن ہیں، مولا جل شانہ نے ان کو سارے صفات کمال بخشے ہیں اور تمام مکارم اخلاق عطا فرمائے ہیں۔

یہاں امام علی ہادی النقی علیہ السلام کے احسان وکرم کی گفتگو ہے ظاہر ہے کہ اس مختصر کتاب میں وہ کچھ سما نہیں سکتا جو مورخین نے اور سیرت لکھنے والوں نے اس سلسلے میں لکھا ہے چنانچہ یہاں ہم چند ایک واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوالحسنؑ ہادی کی بارگاہ میں ابوعمرو عثمان بن سعید، احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی حاضر ہوئے، وہاں احمد بن اسحاق نے اس قرض کی شکایت کی تھی جو اس کے ذمے تھا۔

آپؑ نے اپنے وکیل سے فرمایا: اے عمرو اس کو تیس ہزار دینار دے دو اور علی بن جعفر کو بھی تیس ہزار دینار دیا جائے تم خود بھی تیس ہزار دینار لے لو۔

یہ ایک معجزہ ہے کیونکہ اس پر بادشاہوں کے علاوہ کوئی قدرت نہیں رکھتا، ایسی عطا و بخشش ہم نے نہیں سنی۔(۲۰)

۲۔ اسحٰق جلاب کہتا ہے کہ میں نے یوم ترویہ ابوالحسنؑ کے لئے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں جو آپؑ نے اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کیں۔(۲۱)

۳۔ ابو ہاشم جعفری کا کہنا ہے کہ میں سخت تنگی میں تھا چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد علیہم السلام کے پاس گیا، بارگاہ میں حاضر ہونے کا اذن ملا تو وہاں جا کر بیٹھا، آپؑ نے فرمایا اے ابو ہاشم! اللہ عزوجل کی تجھ پر وہ کون سی نعمت ہے جس کا شکر یہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

ابو ہاشم کہتا ہے کہ یہ سن کر میں گھبرا گیا اور کچھ نہ کہہ پایا۔

آپؑ نے دوبارہ فرمایا: خدا نے تجھے ایمان ایسا رزق و عطیہ دیا جس کے ذریعے تیرا بدن جہنم کی آگ پر حرام ہو گیا، تجھے عافیت و بخشش عطا کی، اطاعت پر تیری اعانت کی، تجھے قناعت و میانہ روی کی صفت دی کہ تو فضول خرچی سے بچا رہا۔

اے ابو ہاشم میں نے خود تجھ سے یہ باتیں اس لئے کہیں کہ خیال کیا کہ تو اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے جس نے تجھ پر یہ احسانات کئے ہیں۔

میں نے تیرے لئے ایک سو دینار کا حکم دیدیا ہے، وہ لے لے۔(۲۲)

۴۔ اسحاق جلاب (بڑے شہروں کے درمیان تجارت کرنے والا) کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کے لئے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں، آپؑ نے مجھے بلایا اور ایک میدان میں لے گئے، وہاں آپؑ کے حکم کے مطابق میں نے ان بھیڑ بکریوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔(۲۳)

آپؑ کی بعض وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی بہت نفیس اور عمدہ نصیحتیں کتابوں میں درج ہیں جو انسان کو اچھے عمل پر ابھارتی ہیں، تقویٰ کا حکم دیتی ہیں اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

یہ وصیتیں اور نصیحتیں اور ان پر لوگوں کا راغب کرنا اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

تاریخ نے صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کی وصیتوں کو محفوظ نہیں رکھا جیسا کہ آئمہ طاہرینؑ کی وصیتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

ان وصیتوں کا مقصد واحد اللہ کی طرف دعوت دینا، لوگوں کو اس کی اطاعت پر آمادہ کرنا، امت کو صراط مستقیم پر ڈالنا اور اس کی اصلاح کا اہتمام کرنا ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کہ یہی حضراتؑ دین کے محافظ اور دین کے حامل ہیں، ان ہی حضراتؑ سے لوگوں نے دینی معارف اور اپنے نبیؐ کی سنت لی ہے۔

یہاں امام ابوالحسن علی ہادی النقی علیہ السلام کی چند وصیتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ آپؑ کی ایک وصیت ہے:

نعمتوں کا سامنا کرو، ان کی اچھی دیکھ بھال کرو اور عمدہ طریقے سے ان سے ملاقات کرو، ان کا شکر ادا کر کے ان نعمتوں میں فراوانی چاہو۔

جان لو کہ نفس اس چیز کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے جو اس کو عطا کی جائے اور اس چیز سے زیادہ رکنے والا ہے جو اس سے روکی جائے، چنانچہ اس کو ایسی سواری پر سوار کرو جو سست رفتار نہ ہو۔ (۲۴)

۲۔ آپؑ کی ایک وصیت ہے:

فتح بن یزید جرجانی کہتا ہے کہ میں مکہ سے خراسان واپس آرہا تھا اور ابوالحسنؑ عراق کی طرف جارہے تھے، ہم دونوں راستے میں ساتھ ہوگئے، اس دوران میں نے آپؑ کو کہتے ہوئے سنا:

جو اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے تو اس سے ڈرا جاتا ہے۔

جو اللہ کی اطاعت کرے، اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

میں کسی طرح آپؑ تک پہنچا اور آپؑ کو سلام کیا، آپؑ نے سلام کا جواب دیا، اور بیٹھنے کا حکم دیا، اول بات جو آپؑ نے مجھ سے کی یہ تھی:

اے فتح! جو خالق کی اطاعت کرے وہ مخلوق کے ناراض ہونے کی پرواہ نہ کرے، اور جو خالق کو ناراض کرے وہ یقین رکھے کہ خالق مخلوق کی ناراضی سے اس کو دوچار کرے گا۔

خالق کی تعریف و توصیف نہیں کی جاسکتی بجز اس طرح جیسے اس نے خود اپنی توصیف کی ہے۔

اس خالق کی کس طرح توصیف کی جاسکتی ہے جس کے ادراک سے حواس عاجز ہیں، اس کو پانے سے اذہان اور اس کی حد بندی سے دل میں اترنے والی چیزیں اور اس کے احاطہ کرنے سے انسان کی آنکھیں عاجز ہیں۔

وہ اس سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وصف کرنے والے اس کی توصیف کرسکیں وہ اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کی حمد و تعریف کرنے والے اس کی تعریف کریں، وہ اپنے قرب کے باوجود دور ہے اور بعد کے باوجود قریب ہے، وہ اپنی دوری میں قریب اور قرب میں بعید ہے۔

اسی نے کیفیت کو کیفیت بنایا ہے، چنانچہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس کیفیت میں ہے، اس نے کہاں کو کہاں بنایا ہے، چنانچہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے۔

وہ کیفیت اور اینیت (کہیں ہونا) کو منقطع کرنے والا ہے۔

وہ ایک اکیلا ہے، وہ بے نیاز ہے نہ کسی کو اس نے جنا ہے اور نہ کسی سے وہ پیدا ہوا ہے کوئی اس کا کفو اور ہم پلہ نہیں ہے، اس کا جلال وعظمت جلیل وعظیم (جل جلالہ) ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کس طرح بیان ہو سکتی ہے جب کہ خداوند عالم نے آپ کو اپنے نام کے ساتھ قریب کیا ہے اور اپنی عطا میں ان کو شریک کیا ہے جو ان کی اطاعت کرے اس کے لئے میری اطاعت کی جزا واجب قرار دی ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

"وما نقموا الا ان اغناهم اللّٰه ورسوله من فضله"

(کفار نے) عیب نہیں لگایا مگر اس بات کا کہ ان (مسلمانوں) کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے بے پرواہ اور غنی کر دیا ہے۔

جب وہ ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے، جنہوں نے رسولؐ کی اطاعت ترک کی کہ وہ ان کو جہنم کی آگ کے طبقوں میں اور قطران (تارکول) کے لباس پہنانے کا عذاب دے گا، تو کہیں گے:

"یالیتنا اطعنا اللّٰه واطعنا الرسول"

ان کی حقیقت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور ان کی تعریف وتوصیف کیوں کر کی جا سکتی ہے جس کے اطاعت کو خدائے جلیل نے اپنے رسولؐ کی اطاعت کا قرین قرار دیا۔

جیسا کہ فرمایا:

"اطیعو اللّٰه واطیعو الرسول واولی الامر منکم"

اللہ کی طاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔

اور فرمایا:

"ولو ردوه الی اللّٰه والی الرسول والی اولی الامر منهم"

اور اگر وہ رد کریں اور پلٹائیں رسولؐ اور ان میں سے اولوالامر کی طرف۔

اور فرمایا ہے:

"ان اللّٰه یامر کم ان تودوا الامانات الی اهلها"

بے شک خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ۔

اور فرمایا ہے:

"فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" (۲۵)

جو کچھ تم نہیں جانتے اسے اہل الذکر سے پوچھو۔

۳۔ اپنے بعض اصحاب کے لئے آپؑ کی ایک وصیت:

یاد کرو اپنے گھر والوں سے اپنے بچھڑنے کو جب نہ تو طبیب تمہیں روک سے گا اور نہ کوئی دوست تمہیں نفع پہنچا سکے گا۔ (۲۶)

۴۔ آپؑ کی ایک وصیت ہے:

آپؑ کے اور متوکل عباسی کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کے جواب میں آپؑ نے متوکل سے فرمایا:

اس سے صدق و صفا نہ طلب کر جس سے تو کدورت رکھتا ہے، نہ اس سے وفا کی امید رکھ جس سے تو نے دھوکہ اور عذر کیا ہے اس سے نصیحت اور خلوص کی خواہش نہ کر جس سے تو برا گمان کرتا ہے تیرے غیر کا دل بھی اس کے لئے تیرے ہی دل کے مانند ہے۔ (۲۷)

آپؑ کے بعض خطوط

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو لوگ اگر ان کے حال پر چھوڑ دیتے تو تاریخ آج ان کی کئی گنا ہدایات محفوظ رکھتی، اس کی نسبت جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں، دنیا ان کی تعلیمات اور علوم سے بھر جاتی، مگر ان کے زمانے والوں نے ان کو قید کر کے، جلاوطن کر کے، معاشرے میں گوشہ نشینی پر مجبور کر کے اور آخر میں قتل کر کے دنیا والوں کو، پوری انسانیت کو ایک فیاض چشمے اور میٹھے گھاٹ سے محروم کر دیا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے تمام خطبے، وصیتیں اور اقوال سب کے سب دین اسلام کے دفاع، اس کی حمایت اور اس کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے اور کلمہ اسلام کے اعلاء اور اس کی سربلندی کے لئے ہیں، یہی آپؑ سب حضراتؑ کا اول و آخر ہدف تھا۔

یہاں ہم امام ہادی علیہ السلام کے بعض خطوط پیش کرتے ہیں:

۱۔ بغداد کے ایک شیعہ کے نام آپؑ کا خط:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم عصمنا اللہ و ایاك من الفتنه فان یفعل فقد تعظم بھا نعمه. و ان لا یفعل فھی الھلکه نحن نری ان الجدال فی القران بدعه اشترك

فیها السائل والمجیب فتعاطی السائل مالیس له. وتکلف المجیب مالیس علیه. ولیس الخالق الا الله عزوجل وما سواه مخلوق. والقران کلام الله لا تجعل له اسما من عندك فتکون من الضالین جعلنا الله وایاك من الذین یخشون ربهم وهم من الساعه مشفقون.

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: خدا ہم کو اور تم کو فتنہ سے محفوظ رکھے، اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہوگی اور اگر ایسا نہ کرے تو پھر یہ ہلاکت ہے ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن میں جدال اور جھگڑا بدعت ہے، جس میں سوال کرنے والا اور جواب دینے والا دونوں شریک ہیں، اس لئے کہ سائل نے وہ چیز لینی چاہی جو اس کی نہیں اور جواب دینے والے نے اس چیز میں تکلف سے کام لیا ہے جو اس پر لازم نہیں ہے۔

نہیں ہے خالق مگر اللہ عزوجل، اس کے ماسوا مخلوق ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے اپنی طرف سے اس کا کوئی نام نہ رکھو، ورنہ گمراہوں میں سے ہوجاؤ گے۔

اللہ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں قرار دے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔

۲۔ احمد اسحاق کے خط کے جواب میں آپ کا ایک خط! اس خط میں اس نے رؤیت (خدا کو دیکھنے) اور لوگوں کا اس سلسلے میں جو نظریہ ہے اس کے بارے میں سوال کیا ہے:

"لا تجوز الرؤیه مالم یکن بین الرائی والمرائی هواء ینفذه البصر. فاذا انقطع الهواء وعدم الضیاء بین الرائی والمرائی لم تصح الرؤیه. وکان فی ذلك الاشتباه لان الرائی متی ساوی المرئی متی ساوی المرئی من السبب الموجب بینهما فی الرئویه وجب الاشتباه. وکان من ذلك التشبیه لان الاسباب لا بد من اتصالها بالمسببات." (۲۸)

ترجمہ: کسی چیز کو اس وقت تک دیکھنا ممکن نہیں جب تک دیکھنے والے اور جس کو دیکھا جارہا ہے ان کے درمیان ایسی فضا نہ ہو نگاہ جس کے پار ہوجائے، جب ہوا اور فضا منقطع ہو اور دیکھنے والے اور دیکھے جانے والی چیز کے درمیان روشنی نہ ہو تو رویت اور دیکھنا صحیح نہیں ہوتا، اس میں غلطی ہوجاتی ہے کیونکہ دیکھنے والا اس سبب (MEDIUM) کی وجہ سے، جو دونوں کے درمیان رویت کا ذریعہ ہے،

دیکھی ہوئی چیز کے مساوی ہوتو اشتباہ اور غلطی ضروری ہے۔

اسی سے تشبیہ ہے، کیونکہ اسباب کے لئے مسببات سے متصل ہونا ضرور ہے۔

۳۔ توحید کے بارے میں کسی کے سوال کے جواب میں آپؑ کا ایک خط:

"ولم یزل اللہ موجودا ثم کون ما اراد لا راد لقضائه. ولا معقب لحکمه. تاهت اوهام المتوهمین. وقصر طرف الطارفین. وتلاشت اوصاف الواصفین. واضمحلت اقاویل المبطلین. عن الدرك لعجیب شانه. اوالوقوع بالبلوغ علی علو مکانه. فهو بالموضع الذی لا یتناهی. وبالمکان الذی لم یقع علیه فیه عیون باشارة ولا عبارة. هیهات هیهات" (۲۹)

ترجمہ: خدا ہمیشہ سے موجود ہے اس کے بعد اس نے تکوین کی اور جس کو چاہا وجود دیا، اس کے فیصلے کو کوئی رد کرنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے حکم کو پس پشت ڈال سکتا ہے، وہم وگمان کرنے والوں کے اذہان سرگرداں ہیں اور دیکھنے والوں کی نگاہیں قاصر ہیں وصف کرنے والوں کی توصیفیں پراگندہ اور سرگرداں ہیں، اس کی عجیب شان کے ادراک اور اس کے بلند مقام کے شعور کی کوششوں میں باطل نظریہ رکھنے والوں کے اقوال نابود ہوجاتے ہیں، وہ اس مقام پر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور اس منزل پر ہے جہاں نہ آنکھیں اشارہ کرسکتی ہیں اور نہ کسی بھی عبارت واسلوب سے بیان کیا جاسکتا ہے، ہیہات ہیہات بہت دور بہت دور کی بات ہے۔

آپؑ کے حکیمانہ اقوال

یہاں ہم امام علی ہادی النقی علیہ السلام کے جاوداں کلمات، قیمتی توجیہات اور حکمت آمیز تعلیمات پیش کر رہے ہیں۔

اس سے مقصد ان عمدہ کلمات کو صرف کتاب میں محفوظ کرنا نہیں بلکہ ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان حکمتوں اور نصیحتوں سے بھرے ہر جملے پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور امام علیہ السلام کا جو مقصد ہے اس کی پیروی کریں اس طور ہمیں یقینا خیر وبھلائی اور دائمی سعادت حاصل ہوگی۔

وہ کلمات یہ ہیں:

۱۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ظالم جو علم رکھتا ہے قریب ہے کہ اس کے علم کی وجہ سے اس کا ظلم معاف کردیا جائے، اور وہ حق پرست جو نادان ہے قریب ہے کہ اس کے حق کی روشنی اس کی بیوقوفی اور

نادانی کی وجہ سے بجھ جائے۔

۲۔ آپؑ نے اس شخص سے جس نے اپنے بیٹے کی آپؑ کے سامنے مذمت کی تھی فرمایا: عقوق اور والدین کی نافرمانی موت ہے اس کی جسے (بظاہر) موت نہیں آئی (یا گم شدہ ہونا ہے) اس کا جو (بظاہر) گم نہیں ہوا۔

۳۔ جس کا تو مالک ہے اس پر غضبناک ہونا قابل ملامت ہے۔

۴۔ ہشیاری کو آگے بڑھ کر پکڑنے سے کوتاہی کی حسرتوں کو یاد کر۔ (۳۰)

۵۔ جو اللہ سے ڈرے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے، جو اللہ کی اطاعت کرے اس کی اطاعت کی جاتی ہے، جو اللہ کی اطاعت کرے اس کو مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، جو خالق کو ناراض کرے اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کو مخلوق کی ناراضگی سے دوچار ہونا ہے۔

۶۔ بے شک اللہ نے دنیا کو ابتلاء اور مصائب کا گھر قرار دیا ہے اور آخرت کو عقبیٰ اور اچھے انجام کا گھر، دنیا کی ابتلاء کو آخرت کے ثواب کا سبب بنا دیا ہے آخرت کے ثواب کو دنیا کی ابتلاء کا عوض بنایا ہے۔

۷۔ لوگ دنیا میں اموال کے ساتھ اور آخرت میں اعمال کے ساتھ ہیں۔

۸۔ حسد حسنات اور نیکیوں کو مٹا ڈالتا ہے اور بغض و نفرت کو اپناتا ہے انسان کا اترانا اس کو طلب علم سے روک دیتا ہے، اور پستی اور جہالت کی طرف لے جاتا ہے، بخل زیادہ قابل مذمت خلق ہے طمع اور لالچ بری عادت ہے، مذاق اور تمسخر بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کا ہنر ہے، عقوق یعنی والدین کی نافرمانی اپنے پیچھے قلت اسباب لاتی ہے اور ذلت تک پہنچاتی ہے۔

۹۔ نیکی کرنے والا خیر و نیکی سے بہتر ہے اچھی اور جمیل بات سے اس کا کہنے والا زیادہ جمیل و خوبصورت ہے، علم سے زیادہ ترجیح اہل علم کو ہے، برائی سے زیادہ برا اس کو اپنانے والا اور برائی لانے والا ہے، خوف اور گھبراہٹ سے زیادہ خوف ناک اس کو اپنے اوپر مسلط کرنے والا ہے۔

۱۰۔ حسد کرنے سے بچو کیونکہ تم میں اس کا اثر واضح ہوتا ہے جب کہ تمہارے دشمن میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ (۳۱)

۱۱۔ بدترین مصیبت بدخلقی ہے۔

۱۲۔ دنیا ایک بازار ہے جس میں ایک قوم نفع کماتی ہے اور دوسری خسارے میں رہتی ہے۔

۱۳۔ صبر کرنے والے کے لئے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع کرنے والے کے لئے دو مصیبتیں ہیں۔

۱۴۔ حکمت اور دانائی فاسد اور بری طبیعتوں اور مزاجوں میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ (۳۲)

۱۵۔ جو شخص اپنی محبت و مودت اور رائے تیرے لئے جمع کر دے تو تو اس کے لئے اپنی اطاعت و

فرمانبرداری جمع کردے۔

۱۶۔ جس کا نفس اس کے نزدیک حقیر و ذلیل ہو اس کے شر و برائی سے نڈر نہ رہنا۔ (۳۳)

۱۷۔ جو خدا کے عذاب سے اور دردناک گرفت اور مواخذہ سے اپنے کو مامون سمجھتا ہے وہ متکبر ہو جاتا ہے، حتی کہ اس کی قضا و قدر اور نافذ ہونے والا حکم اس پر جاری ہو جاتا ہے۔

جو اپنے رب پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس پر دنیا کے مصائب آسان ہو جاتے ہیں خواہ اس کو قینچیوں سے کاٹا جائے اور اس کو نشتر لگائے جائیں۔

۱۸۔ شکر کرنے والا شکر کی وجہ سے زیادہ سعادت مند ہے اس نعمت سے جس کی وجہ سے شکر واجب ہوا تھا کیونکہ نعمتیں تو فائدے اٹھانے کی چیزیں ہیں مگر اس کو نعمتیں بھی ملیں اور اس کا انجام بھی اچھا ہوا۔ (۳۴)

۱۹۔ جھگڑنا پرانی دوستی میں رخنہ ڈال دیتا ہے، مضبوط گرہوں کو کھول دیتا ہے اس میں جو چیز کم سے کم مضر ہے وہ ایک دوسرے پر غلبہ پانا ہے ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش دوستی کو درہم برہم کرنے کا سبب ہے۔

۲۰۔ برے لوگوں سے میل جول رکھنا، میل جول رکھنے والے کی برائی کی دلیل ہے نعمتوں کا کفران اور ناشکری اترانے اور بہک جانے کی علامت ہے اور سبب ہے تغیر نعمت کا ہٹ دھرمی سلامتی کو چھین لیتی ہے اور پشیمانی اور ندامت تک پہنچاتی ہے، غیبت کرنا بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کا ہنر ہے۔

۲۱۔ جہالت اور بخل مذموم ترین اخلاق ہیں۔

۲۲۔ حسن صورت ظاہری جمال ہے اور حسن عقل باطنی جمال ہے۔

۲۳۔ غنیٰ اور تونگری تیرے ملک کے کم ہونے اور قدر کفایت پر تیرے راضی ہونے میں ہے، فقر و فاقہ نفس کا حریص ہونا ہے، ذلت و خواری چھوٹی سی چیز کے پیچھے جانا اور حقیر اور معمولی چیز میں سوچ بچار کرنا اور الجھے رہنا ہے۔

۲۴۔ تیز رفتار سواری پر سوار ہونے والا اپنے نفس کا قیدی ہے جاہل اپنی زبان کا قیدی ہے۔ (۳۵)

۲۵۔ تقدیریں تجھے وہ کچھ دکھاتی ہیں جو تیرے دل میں نہیں اترتا۔

۲۶۔ جو شخص اپنے نفس پر راضی اور خوش ہے اس سے ناراض اور بغض رکھنے والے بہت سے ہیں۔ (۳۶)

آپؑ کے بعض جوابات

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں آئمہ علیہم السلام کے معجزات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، پانچویں

صدی کے علماء میں سے شیخ حسین بن عبدالوہاب ہیں جنہوں نے عیون المعجزات نام کی کتاب لکھی ہے جس میں آئمہ اطہار علیہم السلام کے بعض معجزات کا ذکر کیا ہے، اسی طرح سید ہاشم بحرانی نے اپنی مفصل کتاب ''مدینۃ لمعاجز'' میں ایسے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں اختصار سے کام لیا ہے، اس لئے ان کی تفصیل یہاں نہیں دی جا سکتی، بہر صورت اگر آئمہ اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام کے متعلق گفتگو کرنے والے انصاف سے کام لیں تو انہیں تمام آثار میں معجزہ نظر آئے گا۔

محترم قارئین ان کے جوابات اور جو علوم وفنون اس ضمن میں درج ہیں اس کو ضرور محسوس کریں گے، تعجب اس بات پر ہے کہ یہ جوابات ان حضرات نے فوری طور پر فی البدیہہ دیئے۔

ہم یہاں امام ابوالحسن ہادیؑ کے بعض جوابات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے کہ متوکل عباسی بیمار ہوا تو اسنے نذر مانی کہ اگر اس بیماری سے صحت یاب ہو گیا تو ''درہم کثیرہ'' کا صدقہ دے گا وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا فقہاء سے نذر کے بارے میں سوال کیا، جب وہ کوئی مخصوص جواب نہ دے سکے تو اس نے حضرت علی نقی کے پاس کسی کو بھیجا اور آپؑ سے سوال کیا، آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ تراسی دینار صدقہ دے۔

متوکل عباسی نے دریافت کیا کہ آپؑ یہ فتویٰ کس بنا پر دے رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد سے:

لقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین

ہم نے تمہاری مدد مواطن کثیرہ (بہت سے مواقع) پر اور جنگ حنین کے دن کی۔

مواطن کثیرہ وہی جملہ ہے، نبی اکرمؐ نے ۲۷ غزوہ لڑے اور ۵۶ سرایا بھیجے آپؐ کا آخری غزوہ جنگ حنین ہے، متوکل عباسی کو اس جواب سے تعجب ہوا آپؑ کی خدمت میں بہت سامال بھیجا، آپؑ نے فرمایا کہ یہ تراسی دینار واجب ہیں، اس کے علاوہ جتنا چاہے صدقہ میں دے۔ (۳۷)

۲۔ موسیٰ بن محمدؑ بن علیؑ رضا کہتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم سے میری ملاقات دارالعامہ میں ہوئی تو اس نے کئی ایک مسائل مجھ سے پوچھے، وہ سن کر میں اپنے بھائی علیؑ ہادی بن محمدؑ تقی کے پاس آیا، میرے اور ان کے درمیان ایسی پند ونصائح سے بھری گفتگو ہوئی جس نے مجھے ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف مائل کیا۔

میں نے ان سے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں ابن اکثم نے ایک تحریر کے ذریعے مجھ سے کئی مسائل کے بارے میں فتویٰ مانگا ہے۔

یہ سن کر آنجنابؑ ہنس پڑے اور پوچھا کہ کیا تم نے فتویٰ دے دیا؟

میں نے عرض کیا: میں کچھ نہیں جانتا، میں کیا فتوی دیتا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا: وہ مسائل کیا ہیں۔

میں نے عرض کیا: وہ اللہ کے اس قول کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ!

"قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک"

جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اس نے کہا کہ میں اسے تیرے پاس لے آؤں گا اس سے پیشتر کہ تیری آنکھ جھپکے۔

تو کیا اللہ کا نبی آصف کے علم کا محتاج تھا؟

خدا کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا ہے کہ:

"ورفع ابویہ علی العرش وخروالہ سجدا"

اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا، وہ لوگ اس کے لئے سجدے میں گر پڑے، یعنی یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں نے یوسفؑ کے لئے سجدہ کیا حالانکہ وہ (یعقوبؑ و یوسفؑ) نبی تھے، پھر اس آیت کے متعلق سوال کیا ہے کہ:

"فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فاسئل الذین یقرءون الکتاب"

اگر تجھے اس چیز کے بارے میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے تو جو کتاب کو پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے۔

اس آیت کا مخاطب کون ہے؟ اگر مخاطب نبیؐ ہیں تو گویا آپؐ نے (معاذ اللہ) شک کیا، اگر مخاطب کوئی اور ہے تو وہ کون ہے جس پر کتاب نازل ہوئی؟

خدا کے اس قول کے بارے میں بھی سوال کیا ہے کہ:

"ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعتہ ابحر ما نفدت کلمات اللہ"

اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی، اس کی سات سمندر مدد کریں، پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یہ سمندر کیا ہیں اور کہاں ہیں؟

اور خدا کے اس قول کے بارے میں بھی کہ:

"وفیہا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین"

اس میں جو کچھ نفس چاہتے ہیں وہ موجود ہے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے، تو آدمؑ کے نفس نے چاہا گندم کھانا اور انہوں نے کھالیا اور پھر۔

"وفیہا ما تشتہی الانفس"

کی اطاعت کی، تو ان کو کس طرح سزا ملی۔

پھر خدا کے اس قول کے بارے میں بھی سوال کیا ہے کہ:

"او یزوجھم ذکرانا و اناثاً"

ان کی تزویج کرے گا مذکروں اور مونثوں سے۔

کیا خدا اپنے بندوں کی مذکروں سے تزویج کرے گا (معاذ اللہ) حالانکہ اس نے اس قوم کو سزا دی جنہوں نے یہ کام کیا تھا۔

عورت کی شہادت کے بارے میں سوال کیا ہے جہاں اکیلی عورت کی شہادت جائز ہے، جب کہ خداوند تعالیٰ کہتا ہے کہ:

"واشھدوا ذوی عدل منکم"

گواہی قبول کرو اپنے میں سے دو صاحبان عدل مردوں کی۔

خنثی کے بارے میں حضرت علیؑ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا ہے کہ وہ پیشاب کی جگہ سے پہچانا جائے۔

اس کو پیشاب کرتے وقت کون دیکھے ہو سکتا ہے کہ وہ عورت ہو جب کہ اس کو دیکھنے والے مرد ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ مرد ہو جب کہ اس کی طرف دیکھنے والی عورتیں ہوں اور یہ جائز نہیں، پڑوسی کی شہادت کے بارے میں بھی سوال کیا ہے جو قابل قبول نہیں۔

اس شخص کے بارے میں سوال کیا ہے جو کسی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں آیا اور دیکھا کہ چرواہا ان میں سے کسی بکری پر چڑھا ہوا تھا، جب اس کی نظر مالک پر پڑی تو اس کو چھوڑ دیا، وہ بکری ریوڑ میں گھل مل گئی، اس بکری کو کس طرح ذبح کیا جائے اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

صبح کی نماز کے بارے میں سوال کیا ہے کہ اس میں جہر (بلند آواز سے پڑھنا) کیوں ہے، جب کہ وہ دن کی نماز ہے جہر رات کی نماز میں ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ کے اس قول کے بارے میں بھی پوچھا ہے جو آپؑ نے ابن جرموز سے کہا تھا کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی آگ کی بشارت دے، لیکن آپؑ نے اسے قتل نہیں کیا حالانکہ آپؑ امام تھے۔

یحییٰ ابن اکثم نے پوچھا ہے کہ مجھے حضرت علیؑ کے اہل صفین کو قتل کرنے کے بارے میں بتاؤ کہ آپؑ نے یہ حکم دیا کہ چاہئے وہ آگے بڑھ رہے ہوں یا پیچھے ہٹ رہے ہوں ان کو قتل کیا جائے، پھر زخمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

مگر جنگ جمل میں آپؑ کا حکم تھا کہ جو پشت پھیرے اس کو قتل نہ کیا جائے، زخمی کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے گھر میں داخل ہوجائے وہ امن میں ہے، جو اپنا ہتھیار ڈال دے وہ بھی مامون ہے۔

ایسا آپؑ نے کیوں کیا؟ اگر پہلا حکم صحیح ہے تو دوسرا غلط ہوگا۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جس نے لواطت کرنے کا اقرار کیا ہے کیا اس پر حد جاری کی جائے گی یا اس سے حد اٹھ جائے گی؟

یہ سب سن کر آپؑ نے فرمایا اس کو لکھو۔

میں نے عرض کیا فرمایئے۔

فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم: خدا تجھے رشد و ہدایت کی توفیق دے۔ مجھے تیرا خط پہنچا جس میں تو نے ہمارا فریب اور مکر کے ذریعے امتحان لینا چاہا ہے کہ اگر ہم سے جواب میں کوتاہی ہو تو تو اپنے کو کامیاب سمجھے، خدا تجھے تیری نیت کا بدلہ دے گا۔

ہم نے تیرے مسائل کی تشریح کر دی ہے، ان کو پوری توجہ سے سمجھنے کی کوشش کر کہ اس کے ذریعے تجھ پر حجت لازم ہو چکی ہے۔ والسلام

تو نے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا ہے کہ:

"قال الذی عندہ علم من الکتاب"

اور اس نے کہا جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا۔

وہ آصف بن برخیا تھا، حضرت سلیمانؑ اس چیز کی معرفت سے بے بہرہ نہیں تھے جو کہ آصف جانتا تھا، دراصل حضرت سلیمانؑ چاہتے تھے کہ ان کی امت کے جن وانس پہچان لیں کہ ان کے بعد آصف حجت ہے۔

وہ بات حضرت سلیمانؑ کے علم کا ایک حصہ تھا جو انہوں نے حکم خدا سے آصف کو ودیعت کیا تھا، آصف نے اس کو سمجھ لیا تھا تا کہ اس کی امامت وولایت ورہبری میں اختلاف نہ ہو جس طرح حضرت سلیمانؑ نے حضرت داؤدؑ کی زندگی میں اس علم کو سمجھ لیا تھا تا کہ ان کے بعد حضرت سلیمانؑ کی نبوت وامامت پہچانی جائے اور اس طرح مخلوق پر حجت کی تاکید ہو جائے۔

اب رہا حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد کا سجدہ کرنا، وہ اللہ کی اطاعت اور حضرت یوسفؑ کی محبت میں تھا،

جس طرح آدمؑ کے لئے ملائکہ کا سجدہ کرنا، آدمؑ کو سجدہ کرنا نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کی اطاعت اور ان کی طرف سے آدمؑ کی محبت کا ظہار تھا۔

چنانچہ حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد کا حضرت یوسفؑ کو سجدہ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے تھا کہ اس نے ان سب کو یکجا کر دیا تھا، کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ اسی وقت خدا کے شکر میں کہتے ہیں:

"رب قد آتیتنی من الملك وعلمتنی من تاویل الاحادیث الخ"

پروردگار تو نے مجھے ملک دیا اور مجھے خواب کی باتوں کی تاویل بھی سکھائی خدا کا یہ قول کہ:

"فان كنت فی شك مما انزلنا الیك فاسال الذین یقر ئون الکتاب"

اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان سے سوال کر جو کتاب پڑھتے ہیں۔

اس آیت میں مخاطب رسول اللہ ہیں مگر جو اللہ نے آپؐ کی طرف نازل کیا تھا اس میں آپؐ کو شک نہیں تھا بلکہ جاہلوں نے کہا تھا کہ خدا نے ملائکہ میں سے کیوں نبی مبعوث نہیں کیا، خدا نے اپنے نبی اور عام انسانوں میں فرق نہیں کیا کہ وہ کھانے پینے اور بازار میں چلنے پھرنے سے بالا ہوتا اور ان باتوں کی اسے ضرورت نہ ہوئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی طرف وحی کی:

"فاسا الذین یقرءون الکتاب"

ان جاہلوں کے سامنے سوال کرو، ان لوگوں سے جو کتاب پڑھتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے جو رسولؑ بھیجے وہ کھانا نہیں کھاتے تھے اور بازاروں میں نہیں چلتے پھرتے تھے؟ تمہارے لئے ان میں اسوہ اور نمونہ ہے، اور یہ جو اس نے کہا ہے کہ:

"فان كنت فی شك"

تو آپؐ کو شک نہیں تھا مگر انصاف کرتے ہوئے کہا ہے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

"تعالو اندع ابناء كم ونساء ناونساء كم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنه الله علی الکاذبین"

آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو، پھر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔

وہ مباہلہ قبول ہی نہ کرتے حالانکہ خداوند عالم کو علم تھا کہ اس کا نبیؐ اس کے پیغامات کو پہنچاتا ہے اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں، اسی طرح نبیؐ بھی جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس میں وہ سچے ہیں، مگر اللہ نے پسند

کیا کہ اپنی طرف سے انصاف سے کام لے۔

اب رہا خدا کا یہ قول کہ:

"ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعده سبعه ابحر مانفدت کلمات الله"

اگر زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سمندر دوات اور اس کے علاوہ سات سمندر مدد دیں پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یعنی ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر کو ایسے سات سمندر مدد دیں اور زمین کے چشمے پھوٹ پڑیں تو وہ ختم ہو جائیں گے، اس سے پہلے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔

وہ چشمے یہ ہیں: کبریت کا چشمہ، یمن کا چشمہ، برہوت کا چشمہ، طبریہ کا چشمہ، گرم پانی کا چشمہ، ماسبندان، افریقہ کا گرم پانی کا چشمہ، لسان، اور بحرون کا چشمہ۔

ہم وہ اللہ کے کلمات ہیں جو ختم نہیں ہوتے اور نہ ہمارے فضائل کا ادراک ہو سکتا ہے اب رہی جنت تو اس میں ایسے کھانے پینے اور دوسرے مشاغل ہوں گے جن کو نفوس چاہیں گے اور آنکھیں ان سے لذت حاصل کریں گی، یہ سب اللہ نے آدمؑ کے لئے مباح قرار دیئے تھے، وہ درخت جس سے اللہ نے آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو کھانے سے منع کیا تھا وہ حسد (رشک) کا درخت تھا، ان سے عہد لیا تھا کہ وہ دونوں ان کی طرف جن کو خدا نے اپنی تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے حسد و رشک کی نظر سے نہ دیکھیں۔ انہوں نے اس عہد کو چھوڑ دیا اور رشک کی نگاہ سے دیکھا، مگر خدائے تعالیٰ نے اس میں عزم و ارادہ نہیں پایا تھا۔

اب رہ گیا خداوند عالم کا یہ قول:

"وریزوجهم ذکرانا واناثا"

یعنی ان کی مذکر اور مونث اولاد پیدا ہوگی اور ہر دو افراد کو جو ایک دوسرے کے قرین اور ساتھی زوجین کہا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک زوج ہے۔

معاذ اللہ کہ خداوند جلیل کی مراد وہ ہے جس کی طرف تو نے (مکر سے) اشارہ کیا ہے، (حقیقت کو چھپاتے ہوئے جس کو ظاہر کیا ہے) جس کے ذریعے تو گناہوں کے ارتکاب کی رخصت چاہتا ہے۔

"ومن یفعل ذلك یلق اثاما. یضاعف له العذاب یوم القیمته ویخلد فیها مهانا"

اور جو ایسا کرے وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کا کئی گنا عذاب ہوگا، وہ ذلت و

رسوائی کے ساتھ اس میں رہے گا،

اگر وہ توبہ نہ کرے۔(۳۸)

وہ عورت جس کی اکیلی گواہی قابل قبول ہے وہ دایہ ہے کہ جس کی شہادت جائز ہے اگر وہ پسندیدہ اور اچھی عورت ہو، ورنہ کم از کم دو عورتیں ہوں، دو عورتیں ضرورت کے تحت ایک مرد کے بدلے میں ہیں کیونکہ مرد کے لئے ممکن نہیں کہ وہ عورتوں کا قائم مقام ہو، اگر ایک ہی عوت ہو اس کی قسم کے ساتھ تو اس کا قول قابل قبول ہے۔

اور اب خنثیٰ کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کا قول تو وہ ویسا ہی ہے جیسا آپؑ نے فرمایا:

عادل افراد ہاتھ میں آئینہ لے کر دیکھیں گے جب کہ خنثیٰ ان کے پیچھے ننگا کھڑا ہوگا، اور وہ آئینوں میں دیکھیں گے اور ہیولا دیکھ کر اس پر حکم لگائیں گے۔

وہ شخص جو چرواہے کو کسی بکری پر چڑھا ہوا دیکھے، اگر وہ اس بکری کو پہچان لے تو اس کو ذبح کر کے جلا دے، اگر نہ پہچانے تو بکریوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کے درمیان قرعہ ڈالے، جب قرعہ ایک حصے پر پڑے تو دوسرا حصہ بچ جائے گا تو دوبارہ اس کو تقسیم کرے اور قرعہ ڈالے، اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ دو بکریاں باقی رہ جائیں، ان میں بھی قرعہ ڈالے، جس کے نام قرعہ نکلے اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے، اس طرح باقی بکریاں بچ جائیں گی۔

اب رہا کہ صبح کی نماز بالجہر (بہ آواز بلند) اس لئے کہ نبی اکرمؐ نماز فجر رات کے آخری حصے کی تاریکی میں پڑھتے تھے چنانچہ اس کی قرات رات سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت علیؑ کا یہ قول کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے تو وہ رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق ہے کیونکہ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نہروان کی جنگ میں خروج کیا تھا، امیر المومنینؑ نے اس کو قتل اس لئے نہیں کیا کہ آپؑ جانتے تھے کہ وہ نہروان کے فتنے میں قتل ہوگا۔

تمہارا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ نے اہل صفین کو آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دونوں صورتوں میں قتل کیا اور ان کے زخمی کے قتل کو بھی جائز قرار دیا، جب کہ جنگ جمل میں بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا اور زخمی کا قتل جائز قرار نہیں دیا، جس نے ہتھیار پھینک دیا اس کو امان دے دی اور جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اہل جمل کا امام و رئیس قتل ہو گیا تھا اور ان کا کوئی گروہ اور جتھا باقی نہیں رہا تھا کہ جس کے پاس وہ پلٹ کر تازہ دم ہونے کے لئے جاتے، بلکہ لوگ اپنے گھروں کی طرف پناہ لینے بھاگے، وہ نہ اب جنگ کر رہے تھے اور نہ مخالفت کر رہے تھے، نہ ہی اعلان جنگ کر رہے تھے۔ جنگ روک دی جائے وہ اس پر راضی تھے۔

اسی لئے آپؑ کا حکم یہ تھا کہ ان سے تلوار اٹھالی جائے اور ان کو اذیت نہ پہنچائی جائے انہوں نے آپؑ کے

خلاف اپنے انصار اور مددگار کو نہیں بلایا تھا۔

اس کے برعکس اہل صفین ایک مستعد اور تیار دستے کی طرف بھاگ کر پہنچتے تھے، اپنے قائد کے پاس جاتے تھے جو ان کو ہتھیار، زرہ، نیزے اور تلواریں دوبارہ مہیا کرتا تھا، ان کے انعام واکرم میں اضافہ کرتا تھا، ان کی پذیرائی کرتا، ان کے زخمیوں اور بیماروں کی عیادت کرتا، زخمیوں کی مرہم پٹی اور ہڈی کو جوڑنے کا بندوبست کرتا، یا پیادہ کو سواری دیتا، جس کا لباس بوسیدہ ہو چکا ہوتا اس کو لباس دیتا اور اس طرح تازہ دم ہو کر وہ دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹتے، چنانچہ آپؑ نے ان دو گروہوں کے لئے ایک ہی حکم نہیں دیا (اگر امیر المومنینؑ کا صفین اور جمل میں حکم نہ ہوتا، المناقب کے نسخے میں یہ عبارت ہے) تو اہل توحید سے جنگ کی صورت میں حکم معلوم نہ ہو سکتا۔ مگر آپؑ نے ان کے لئے اس کی تشریح کر دی۔

جو اعراض کرے اس نے اپنے آپؑ کو تلوار پر پیش کیا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کرے۔

اب رہ گیا وہ شخص جس نے لواطت کا اعتراف کیا ہے، اس پر کوئی گواہ قائم نہیں ہوئے بلکہ اس نے اپنی خواہش سے خود اقرار کیا ہے، چنانچہ اللہ کی طرف سے جو امام ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے سزا دے، یہ بھی اسے حق ہے کہ اللہ کی طرف سے اس پر احسان کرے، کیا تو نے اللہ کا قول نہیں سنا:

"هذا عطاؤنا.......... الاٰیته"

یہ ہماری عطا ہے۔

ہم نے تجھے تمام سوالات کے جوابات دے دیئے ہیں، پس اسے جان لے۔ (۳۹)

۳۔ عباس بن ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمدؑ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔

"الله نور السموات والارض"

تو آپؑ نے فرمایا یعنی ان کی ہدایت اور رہبری کرنے والا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ (۴۰)

۴۔ متوکل عباسی کے دربار میں علماء اور فقہا میں ذکر آیا کہ (حج کرنے کے بعد۔ مترجم) حضرت آدمؑ کا سر کس نے مونڈا تھا تو کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

متوکل نے کہا کہ کسی کو علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ رضا کے پاس بھیجو اور ان کو بلاؤ۔

آپؑ تشریف لائے تو آپؑ کے سامنے وہ سوال پیش کیا گیا۔

آپؑ نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد نے میرے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے اپنے

جد سے، انہوں نے کہا کہ اللہ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت لے کر نازل ہوں، وہ اس کو لے کر نازل ہوئے اور اس کو حضرت آدمؑ کے سر پر پھیرا تو ان کے بال اتر گئے، جہاں جہاں تک اس کا نور اور چمک دمک پہنچی وہ جگہ حرم ہوگئی۔

۵۔ علی بن ابراہیم طائفی کہتا ہے کہ متوکل عباسی کے ایک مرتبہ حلق پر پھوڑا نکل آیا جس کی تکلیف سے وہ قریب المرگ ہوگیا کوئی طبیب اس کی جرات نہیں کرتا تھا کہ خلیفہ کے حلق پر نشتر لگائے۔

متوکل کی ماں نے ابوالحسن علی بن محمدؑ کے لئے نذر مانی کہ اگر اس کا بیٹا اس بیماری سے شفا پا گیا تو وہ آپؑ کی خدمت میں بہت سا اپنا مال پیش کرے گی۔

ساتھ ہی ساتھ فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا کہ اگر آپ ابوالحسنؑ کے پاس کسی کو بھیج کر ان سے پوچھیں تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس تکلیف کے رفع ہونے کا کوئی علاج بتا دیں، متوکل راضی ہوگیا چنانچہ اس کا قاصد آپؑ کے پاس گیا اور تفصیل بیان کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ بکری کی مینگنیاں لے کر عرق گلاب میں بھگو دیں اور پھر اس کو زخم پر لگا دیں اسی رات پھوڑا بآسانی پھوٹ جائے گا، اسی سے شفا ہو جائے گی۔ انشاء اللہ

قاصد واپس آیا اور علاج بتایا تو متوکل کے درباریوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا، اس پر فتح نے کہا کہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے، خدا کی قسم ہے کہ میں اس کے ذریعے اچھا ہونے کی امید رکھتا ہوں۔

چنانچہ وہ دوا بنائی گئی اور پھوڑے پر لگا دی گئی، اسی رات وہ پھوڑا پھوٹ گیا، سارا پیپ اور مواد بہہ گیا اور متوکل نے اس شدید درد اور تکلیف سے چھٹکارا پایا۔ (۴۱)

۶۔ آپؑ سے علی بن جعفر نے سوال کیا کہ ہم میں سے دین سے زیادہ شدید محبت کرنے والا کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے صاحب (امام) سے زیادہ شدت سے محبت کرتا ہے۔ (۴۲)

۷۔ متوکل کے سامنے ایک عیسائی لایا گیا جس نے ایک مسلمان عورت سے بدکاری کی تھی، جب اس نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے تو وہ عیسائی مسلمان ہوگیا۔

یہ دیکھ کر یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اسلام اور ایمان اپنے سے پہلے کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے، بعض دوسروں نے کہا کہ اس شخص پر تین حدیں لگائی جائیں۔

متوکل عباسی نے علی بن محمد تقی علیہ السلام کو خط لکھ کر اس بارے میں دریافت کیا، آپؑ نے جواب میں لکھا کہ اس کو اتنا مارا پیٹا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

فقہا نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا تو متوکل نے آپؑ کو دوبارہ لکھا کہ اس فتویٰ کی علت اور سبب بیان فرمائیں، آپؑ نے فرمایا:

"بسم الله الرحمن الرحيم فلمارأوا بأسنا قالوا امنا بالله وحده و كفرنا بما كنا به مشركين"

جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہا کہ اللہ وحدہ، پر ہم ایمان لائے، اس سے کفر و انکار کرتے ہیں کہ جس کو اس کا شریک کرتے تھے۔

(یہ پڑھ کر) متوکل نے یہی حکم دیا اسے اتنا پیٹا گیا کہ وہ مر گیا۔(۴۳)

۸۔ متوکل عباسی نے ابن جہم سے سب سے بڑے شاعر کے بارے میں پوچھا تو اس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام کے زمانے کے شاعروں کا ذکر کیا۔

یہی سوال جب ابوالحسنؑ سے کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا حمانی، جب اس نے یہ شعر کہے:

لقد فاخرتنا من قريش عصابه
بمد خدود و امتداد اصابع
فلما تنازعنا المقال قضى لنا
عليهم بما نهوى نداء الصوامع
ترانا سكوتا والشهيد بفضلنا
عليهم جهير الصوت فى كل جامع
فان رسول الله احمد جدنا
ونحن بنوه كالنجوم الطوالع

ترجمہ: ہم سے قریش کے ایک گروہ نے رخساروں اور انگلیوں کے بڑے ہونے پر فخر ومباہات کی، جب وہ گفتگو میں جھگڑنے لگے تو جس طرح ہم چاہتے تھے ہمارے حق میں عبادت گھروں کی ندا (نداء الصوامع) نے فیصلہ دیا۔ ہمیں خاموش دیکھتا ہے مگر ہمارے فضل کی گواہی دینے والا ہر (مسجد) جامع میں بلند آواز ہے۔

بے شک اللہ کے رسول احمدؐ ہمارے جد امجد ہیں۔

ہم طلوع کرنے والے ستاروں کے مانند ان کے بیٹے ہیں۔

متوکل نے پوچھا: نداء الصوامع کیا ہے یا ابوالحسنؑ؟

آپؑ نے فرمایا:

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله"

وہ میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں؟

متوکل ہنس دیا اور کہنے لگا کہ وہ آپؑ ہی کے جد ہیں، ہم آپؑ کو ان سے دور نہیں کرتے۔(۴۴)

۹۔ شاہ روم نے خلیفہ بنی عباس کو خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ انجیل میں ذکر ہے کہ جو شخص وہ سورہ پڑھے جو ان سات حروف سے خالی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار کر دے گا۔ وہ حروف یہ ہیں:

ث۔ض۔خ۔ز۔ش۔ظ اور ف

ایسی سورہ ہم نے تورات میں تلاش کی تو نہیں ملی، زبور میں تلاش کی تو اس میں بھی اسے نہیں پایا، کیا تم لوگ اپنی کتاب میں ایسی سورہ رکھتے ہو؟

خلیفہ نے علماء کے سامنے یہ بات رکھی مگر وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔

امام علی نقیؑ نے سنا: تو فرمایا یہ سورہ الحمد ہے جو ان سات حروف سے خالی ہے۔

آپؑ نے مزید فرمایا کہ ث سے ثبور (یعنی ہلاک) ہونے سے ج سے جحیم، خ، خیبۃ (ناامیدی) سے، ز سے زقوم (تھوہر) ش سے شقاوت، ظ سے ظلمت اور ف سے فرقہ (جدائی) کہا گیا ہے کہ آفت سے ہے۔

جب یہ جواب قیصر روم کو پہنچا اور اس نے پڑھا تو اس سے بہت زیادہ خوش ہوا، اسی وقت (باطنی طور پر) مسلمان ہو گیا اور اسلام پر اس کی موت ہوئی۔(۴۵)

۱۰۔ متوکل عباسی نے ایک دن اپنے عیسائی منشی کو ابونوح کہہ کر پکارا تو لوگوں نے اہل کتاب کو کنیت سے پکارنے پر اعتراض کیا اس لئے کہ اس کا رواج نہیں تھا، علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

متوکل نے ابوالحسنؑ کی خدمت میں یہ سوال لکھ بھیجا تو آپؑ نے اس پر تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تبت یدا ابی لھب"

متوکل سمجھ گیا کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ خدا نے کافر کی کنیت بیان کی ہے۔(۴۶)

۱۱۔ احمد بن ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن اخیر (امام علی نقیؑ) سے توبۃ النصوح کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہے، آپؑ نے لکھا کہ باطن ظاہر کی طرح ہو اور اس سے افضل و برتر ہو۔(۴۷)

۱۲۔ سہل بن زیاد کہتا ہے کہ آپؑ کی خدمت میں آپؑ کے بعض اصحاب نے درخواست کی کہ آپؑ ایسی دعا تعلیم فرمائیں جو دنیا و آخرت کی جامع ہو۔

آپؑ نے تحریر فرمایا: استغفار اور حمد زیادہ کیا کرو، اس سے تم ہر قسم کی خیر کا ادراک کر سکو گے۔(۴۸)

آپؑ کی بعض دعائیں

آئمہ اطہار علیہ السلام کی دعائیں گویا ایک وسیع وعریض دائرۃ المعارف (۴۹) ہیں جو توحید وعدل بیان کرتی ہیں اور خدا اجل اسمہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں ان ساری چیزوں سے جو ظالم اور منحرف لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ دعائیں منشائے الٰہی اور اس کی مغفرت کی طرف ترغیب دلاتی ہیں اور اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈراتی ہیں۔

یہ اس کی نعمتوں اور اس کے احسان کے شکر ادا کرنے کے سلسلے میں نفیس ترین کلام سے بھری ہوئی ہیں، یہ دعائیں اس لب ولہجہ کی تعلیم وتربیت بھی ہے جس میں بندہ اپنے مولا سے مخاطب ہو، یہ مولا کریم سبحانہ وتعالیٰ سے توسل کی کیفیت ہیں۔

یہاں امام ابوالحسن علی ہادی النقی علیہ السلام کی بعض دعائیں درج کی جارہی ہیں:

۱۔ آپؑ کی ایک دعا ہے جس کے بارے میں آپؑ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ دعا ہے جس کو میں زیادہ تر حاجات میں پڑھتا ہوں تو وہ پوری ہوجاتی ہیں۔(۵۰)

میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا ہے کہ میرے بعد میری قبر کے پاس جو بھی شخص یہ دعا پڑھے اس کی دعا قبول ہو۔

"یا عدتی عند العدد. ویار جائی والمعتمد. ویا کھفی والسند. ویاواحد یا احد. یاقل ھو اللہ احد. اسئلك اللھم بحق من خلقته من خلقك. ولم تجعل فی خلقك مثلھم احدا. ان تصلی علیھم. وان تفعل بی کذا و کذا"

ترجمہ: دردوں اور تکلیفوں کے وقتوں کے لئے اے میری تیاری، اے میری امید، اے وہ جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اے میری پناہ گاہ اور سہارا، اے ایک، اے اکیلے، اے قل ھو اللہ احد، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ اس کے حق کا جس کو تو نے خلق کیا ہے اپنی مخلوق میں سے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو ان کا مثل قرار نہیں دیا کہ ان پر صلوات اور رحمت نازل فرما اور مجھ سے ایسا سلوک کر (یہاں اپنی حاجات طلب کرے)

۲۔ آپؑ یہ دعا اپنی رات کی مناجات میں پڑھتے تھے۔

"الھی مسئی قدورد. فقیر قد قصد. ولا تخیب مسعاہ. وارحمہ واغفر خطاہ"

میرے معبود! برائی کرنے والا تیری بارگاہ میں داخل ہوا ہے، فقیر ومحتاج نے قصد وارادہ کیا ہے، اس

کی سعی اور کوشش کو نا امید نہ کرنا۔ اس پر رحم فرما اور اس کی خطا کو بخش دے۔(۵۱)

۳۔ آپ کی دعائے قنوت ہے:

"اللهم منا هل كرامتك. بجزيل عطياتك مترعه. وابواب منا جاتك لمن املك مشرعه. و عطوف لحظاتك لمن ضرع اليك غير منقطعه. وقد الجم الحذار. واشتد الاصرار. وعجز عن الاصطبار اهل الانتظار. وانت اللهم بالمرصد من المكار. وغير مهمل مع الامهال. والائذ بك آمن. والراغب اليك غانم. والقاصد اللهم لبابك سالم.

اللهم فعاجل من قد استن فی طغیانه. واستمر علی جهالته لعقباه فی کفرانه. واطعمه حلمك عنه فی نيل ارادته. وهو يتسرع الى اولئك بمكار هه. وبراصدهم بقبيح مراصده. ويقصدهم فی مظانهم بأذيته.

اللهم اكشف العذاب عن المومنين. وابعثه جهرة على الظلمين.

اللهم اكشف العذاب عن المستجيرين. واصبه على المغترين.

اللهم بادر عصبته الحق بالعون. وبادر اعوان الظلم بالقصم.

اللهم اسعدنا بالشكر. وامنحنا النصر. واعصمنا من سوء المبداء والعاقبه والختر"(۵۲)

ترجمہ: خدایا تیری کرامت و بزرگی کے چشمے تیرے جزیل اور فروان عطیات سے بھرے ہیں، تجھ سے امید رکھنے والے کے لئے تیری مناجات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، تیری مہربان نگاہیں اس سے منقطع نہیں جو تیری بارگاہ میں تضرع وزاری کرے۔

بچو بچو کی آواز نے روک دیا ہے، اصرار شدید ہے، انتظار کرنے والے صبر کرتے کرتے عاجز ہو چکے ہیں۔

اے اللہ! تو بار بار گناہ کرنے والے کی گھات میں ہے، مہلت دینے کے باوجود مہمل چھوڑنے والا نہیں۔

جو تجھ سے پناہ مانگے وہ امن میں ہے، تیری طرف مائل ہونے والا فائدہ اٹھاتا ہے اے اللہ! تیرے دروازے کی طرف قصد کرنے والا صحیح وسالم رہتا ہے۔

خدایا خدایا! جلد عذاب کر اس کو جو اپنی سرکشی اور طغیانی میں بڑھا ہوا ہے اور جو اپنی جہالت پر برقرار ہے۔ اس کا انجام اس کے کفران میں ہے، تیرے حلم اور بردباری نے اس کو طمع اور لالچ دلا دی ہے کہ اپنا مقصد اور مراد پالے۔

وہ ان مقصد و مراد کی طرف اپنے ناپسندیدہ افعال کے ساتھ جلدی کرتا ہے اپنی بری کمین گاہوں سے ان کی نگرانی کرتا ہے، جہاں کہیں ان کے ملنے کا گمان ہوتا ہے وہاں ان کا قصد اور ارادہ کرتا ہے اپنی اذیت اور سختی کے ساتھ۔

خدایا! مومنین سے عذاب کو روک دے اور اس کو غفلت میں رہنے والوں پر انڈیل دے۔

حق کی جماعت کی جلد مدد فرما۔ ظلم کے اعوان وانصار کی جلد کمر توڑ دے۔

خدایا! شکر کرنے سے ہمیں سعادتمند بنا دے اور ہمیں فتح و نصرت عطا فرما۔ ہمیں بری ابتداء برے انجام اور سستی سے محفوظ رکھ۔

۴۔ آپؑ کی ایک دعا:

"الھی تاھت اوھام المتوھمین. وقصر طرف الطارفین. وتلاشت اوصاف الواصفین واضمحلت اقاویل المبطلین عن الدرك لعجیب شانك. والوقوع بالبلوغ الی علوك. فانت فی المكان الذی لا تتناھی. ولم یقع علیك عیون باشارۃ ولا عبارۃ. ھیھات ثم ھیھات. یا اولی. یا وحدانی یا فردانی شمخت فی العلو بعز وارتفعت من وراء كل غورۃ ونھایه بجبروت الفخر"

ترجمہ: خدایا! وہم کرنے والوں کے اذہان سرگرداں ہیں، دیکھنے والوں کی نگاہیں کوتاہ ہیں، وصف کرنے والوں کے اوصاف پراگندہ ہیں۔

اہل باطل کے اقوال تیری عجیب شان کے ادراک اور تیری بلندی تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

تو اس مقام و منزلت پر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، آنکھیں اشارے اور عبارت کے ذریعے تجھے دیکھ نہیں سکتیں، تو دور بہت دور ہے۔

اے وہ جو ہر لحاظ سے اول، اکیلا اور منفرد ہے۔

اپنی عزت وغلبہ کی وجہ سے بلندی میں بلند ہے اور قابل فخر جبروت کی وجہ سے ہر گہرائی اور انتہا کے بعد ارفع اور بلند ہے۔

۵۔ تسبیح کے وقت کی آپؑ کی دعا:

"سبحان من هو دائم لا یسهو. سبحان من هو قائم لا یلهو. سبحان من هو غنی لا یفتقر. سبحان الله وبحمده" (۵۴)

منزہ ہے وہ جو دائم ہے، جس کو سہو اور نسیان نہیں ہوتا، منزہ ہے وہ جو قائم ہے اور غافل اور لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوتا۔

منزہ ہے وہ جو غنی اور تونگر ہے، کبھی فقیر ومحتاج نہیں ہوتا، منزہ ہے خدا اور اس کی حمد وثنا ہے۔

۶۔ آپؑ کی ایک دعا:

"یا من تحل باسمه عقد المکاره. ویامن یفل بذ کره حد الشدائد. ویامن یدعی باسمائه العظام من ضیق المخرج الی محل الفرج. ذلت لقدرتك الصعاب. وتسببت بلطفك الاسباب وجری بطاعتك القضاء ومضت علی ذلك الاشیاء. فهی بمشیتك دون قولك موتمرة. وبار ادتك دون وحیك منزجرة. وانت المرجو للمهمات وانت المفزع الملمات. لا یندفع منها الا ما دفعت. ولا ینکشف منها لا ما کشفت. وقد نزل بی من لامر مافدنی نقله. وحل بی مایحضنی حمله. وبقدرتك اوردت علی ذلك. وبسلطانك وجهته الی. فلا مصدر لما اوردت. ولا میسر لما عسرت. ولا صارف لما وجهت. ولا فاتح لما اغلقت ولا مغلق لما فتحت. ولا ناصر لما خذلت۔

اللهم صل علی محمد وآل محمد وافتح لی باب الفرج بطولك. واصرف عنی سلطان الهم بحولك. وانلنی حسن النظر فیما شکوت. وارزقنی حلاوة الصنع فیما سالتك. وهب لی من الدنك فرجا وحیا. واجعل من عندك مخرجا هنیا. ولا تشغلنی بالا هتمام عن تعاهد فرایضك. واستعمال سنتك. فقد صنقت بما نزل بی ذرعا. وامتلات بحمل ما حدث علی جزعا. وانت القادر علی کشف مابلیت به. و دفع ما وقعت فیه. فافعل بی ذلك وان کنت غیر مستوجبه منك. یا ذا العرش العظیم. وذا المن الکریم. فانت قادر یا ارحم الراحمین.

امین یارب العالمین۔ (۵۵)

ترجمہ: اے وہ جس کے نام کے صدقے میں ناپسندیدہ امور کی گرہیں کھل جاتی ہیں، اے وہ جس کے ذکر سے شدائد کی تیز دھار کند ہو جاتی ہے، اے وہ جس کو پکارا جاتا ہے عظیم ناموں کیساتھ تنگی سے محل کشائش کی طرف نکلنے کے لئے سخت چیزیں تیری قدرت کے سامنے جھک جاتی ہیں اور اسباب تیرے لطف و کرم سے بن جاتے ہیں، قضا تیری اطاعت سے جاری ہوتی ہے، اسی پر اشیاء چل رہی ہیں، تیری مشیت ہی سے نہ کہ تیرے کہنے سے یہ اوامر کی اطاعت کرتی ہیں۔

تیرے ارادے سے نہ کہ تیری وحی اور القاء سے رکتی ہیں، اہم امور میں تجھ سے ہی امید رکھی جاتی ہے، تو ہی پناہ ہے مصائب و شدائد میں جب تک تو دفع نہ کر دے ان میں سے کوئی چیز خود بخود دفع نہیں ہوتی۔ اور کوئی چیز دور نہیں ہوتی جب تک تو اسے دور نہ کر دے، مجھ پر ایسا نازل ہوا ہے جس کو نقل کرنے نے مجھے گرانبار بنا دیا ہے، مجھ پر وہ اترا ہے جس کے اٹھانے نے مجھے مشقت میں ڈال دیا ہے، تو نے مجھ پر اسے اپنی قدرت سے وارد کیا ہے، اپنے غلبہ کی بنا پر اس کو میری طرف متوجہ کیا ہے اس کو کوئی صادر نہیں کر سکتا جس کو تو وارد کر دے، اس کو کوئی آسان نہیں کر سکتا جس کو تو مشکل بنا دے، اس کو کوئی پھیر نہیں سکتا جس کو تو متوجہ کر دے، نہ اس کو کوئی کھول سکتا ہے جس کو تو بند کر دے نہ اس کو کوئی بند کر سکتا ہے جس کو تو کھول دے، نہ اس کی کوئی مدد کر سکتا ہے جس کو تو چھوڑ دے۔

خدایا! محمد و آل محمد پر صلوات و درود نازل فرما اور اپنی بخشش سے کشائش کا دروازہ میرے لئے کھول دے، اپنی قوت سے مجھ سے ہم و غم کا تسلط دوسری طرف موڑ دے، مجھے اچھی نظر عطا فرما، اس میں جس کی میں نے شکایت کی ہے اور مجھے احسان کی شیرینی عطا فرما اس چیز میں جس کا میں نے سوال کیا ہے اپنی طرف سے مجھے جلد کشائش بخش دے، اپنے یہاں سے خوشگوار راستہ (نکلنے کا) قرار دے، تیرے فرائض سے عہدہ برآ ہونے میں اہتمام کرنے اور تیری سنت پر عمل کرنے میں مجھے کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہونے دے کیونکہ جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس کی تنگی سے میرا گلا گھٹنے لگا ہے، جو حادثہ مجھ پر پڑا ہے اس کے اٹھانے سے میں گھبرا اٹھا ہوں، تو اس چیز کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے جس میں میں مبتلا ہوں اور تو اس کے دفع کرنے (کی قدرت رکھتا ہے) جس میں آج میں گھرا ہوا ہوں، اگرچہ میں اس کا مستحق نہیں لیکن یہ کام میرے لئے ہو جائے، اے عظیم عرش کے مالک! اے کریم صاحب احسان! تو قدرت رکھتا ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، میری دعا قبول فرما! اے عالمین کے پروردگار!۔

آپؑ کی دعا کی قبولیت

جن لوگوں نے حضرت امام ابوالحسنؑ ہادی کی زندگی کے حالات لکھے ہیں انہوں نے اکثر ان موقعوں کا ذکر کیا ہے جب آپؑ نے اپنے شیعوں کے لئے دعا کی یا آپؑ پر جنہوں نے ظلم کئے ان کیلئے بددعا کی اور وہ قبول ہوئیں۔

آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی تعجب بھی نہیں آپؑ تو اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ ہیں، اس کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور رسول اکرمؐ کے وارث ہیں۔

یہاں ہم آپؑ کی بعض دعاؤں اور ان کی قبولیت کے واقعات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک دن میں امام ہادیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے میرے آقا اور سردار! اس شخص (متوکل عباسی) نے مجھ سے بے اعتنائی برتنی شروع کر دی ہے، اور میری روزی منقطع کر دی ہے میں بہت پریشان حال ہو گیا ہوں جب کہ اس سلسلے میں میرا کوئی قصور نہیں اور نہ اس نے مجھ پر کوئی الزام لگایا ہے، بجز اس کے کہ میں آپؑ سے تمسک رکھتا ہوں، اگر آپؑ اس (متوکل) سے کچھ کہیں گے (میری سفارش کریں گے۔ مترجم) تو وہ یقیناً اس کو ٹالے گا نہیں بلکہ قبول کر لے گا، آپؑ مہربانی فرما کر اس سے میرے لئے سوال کریں۔

آپؑ نے فرمایا: انشاءاللہ تیری کفایت کی جائے گی۔

موسیٰ کہتا ہے کہ اسی رات متوکل کے آدمیوں نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک کے پیچھے دوسرا قاصد بلانے کو آیا۔

چنانچہ میں متوکل کے محل میں پہنچا، وہاں دروازے پر فتح کھڑا تھا، وہ کہنے لگا کہ تم گھر پر بیٹھے ہو اور یہاں متوکل نے تمہارے مطالبات کو ادا کرنے کے سلسلے میں ہم لوگوں کو پریشانی میں ڈالا ہوا ہے اور رات کو بھی کھڑا کیا ہوا ہے۔

میں اندر گیا متوکل اپنے بستر پر بیٹھا تھا کہنے لگا موسیٰ میں مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں اور تم بھی بھول جاتے ہو، بتاؤ میرے ذمہ تمہارا کیا کیا ہے، میں نے تفصیل بتائی، اس نے ان کا میرے لئے حکم دیا کہ ادا کر دیا جائے اور اس کے علاوہ مجھے عطیہ بھی دیا۔

(باہر آ کر) میں نے فتح سے پوچھا کہ کیا علیؑ بن محمدؑ یہاں آئے تھے؟ اس نے کہا نہیں تو، پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا میرے لئے انہوں نے کوئی خط لکھا تھا اس کو بھی اس نے کہا کہ نہیں۔

جب میں واپس جانے لگا تو فتح میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ تم نے آپؑ سے

اپنے لئے دعا کرنے کا سوال کیا ہوگا، میرے لئے بھی ان سے التماس دعا کرنا۔

موسیٰ کہتا ہے کہ میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے موسیٰ تم تو بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے ہو، میں نے عرض کیا: میرے آقا! یہ آپؑ کی برکت سے ہے، مگر وہ لوگ تو کہتے تھے کہ آپؑ وہاں تشریف نہیں لے گئے اور نہ آپؑ نے اس (متوکل) سے سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اہم امور میں ہم اسی کی پناہ لیتے ہیں مصائب و شدائد میں توکل کرتے ہیں تو اسی پر، جب ہم اس سے سوال کریں تو اس نے اس کو قبول کرنے کا ہمیں عادی بنایا ہوا ہے، چنانچہ ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ اس سے ہم عدول کریں (اور اس عادت کو چھوڑ دیں) کہ وہ بھی عدول کرے۔(۵۶)

۲۔ ابو ہاشم جعفر کہتا ہے کہ سرمن رائے (سامرا) کے ایک شخص میں برص کی بیماری کے آثار ظاہر ہوئے جس نے اس کی زندگی دوبھر کر دی۔

وہ شخص ابو علی فہری سے ملا اور اپنا حال بیان کیا، اس نے کہا کہ کسی دن اگر تیرا ابوالحسن علی بن محمدؑ سے سامنا ہو جائے تو ان سے سوال کرنا کہ تیرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا کرے، مجھے امید ہے کہ یہ بیماری دور ہو جائے گی۔

ایک دن راستے میں اس شخص نے آپؑ کو متوکل کے گھر سے آتے دیکھا، آپؑ کو دیکھ کر اٹھا کہ آپؑ کے قریب جا کر دعا کرنے کو کہے۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ، خدا تمہیں صحت دے۔

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پیچھے ہٹو، خدا تمہیں عافیت بخشے، تین مرتبہ دہرایا۔

وہ شخص واپس ابو علی فہر کے پاس آیا اور یہ واقعہ سنایا، جو آپؑ نے فرمایا تھا وہ بھی بتایا، فہری کہنے لگا کہ تمہارے سوال کرنے سے پہلے تمہارے لئے آپؑ نے دعا فرما دی ہے، تم جاؤ خدا تمہیں صحت دے گا۔

وہ شخص اپنے گھر گیا اس نے وہ رات گزاری، دوسری صبح اٹھا تو اس کے بدن پر برص کا کوئی نشان نہیں تھا۔(۵۷)

۳۔ زرارہ کا بیان ہے کہ متوکل نے ارادہ کیا کہ سلامی کے دن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام پیدل چلیں۔ (گرمی کے دنوں میں آپ کو تکلیف پہچانے کا قصد کیا۔ مترجم) اس کے وزیر نے اس سے کہا کہ اس میں آپؑ کے لئے بدنامی کا پہلو ہے ایسا نہ کیجئے، متوکل نے جواب دیا کہ اس سے چارہ نہیں۔

وزیر نے جواب دیا کہ اگر یہ ضروری ہی ہے تو پھر سارے فوجی افسروں اور شہر کے بڑوں کے لئے اعلان کریں کہ سب ہی پا پیادہ چلیں تا کہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اس حکم سے مقصود صرف ابوالحسنؑ ہیں، متوکل نے ایسا

ہی کیا۔

چنانچہ آپؑ پا پیادہ روانہ ہوئے، جب محل کی دہلیز پر پہنچے تو پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں آپؑ کے پاس گیا اور آپؑ کو ڈیوڑھی میں بٹھایا، آپؑ کے چہرے سے پسینہ پونچھا۔ میں نے آپؑ سے عرض کیا: آپؑ کے چچا زاد بھائی (متوکل عباسی) کا مقصد صرف آپؑ ہی کو تکلیف دینا نہیں تھا لہذا آپؑ دل میں اس کا برا نہ مانیں۔

آپؑ نے فرمایا چھوڑو اس کو:

"تمتعوا فی دارکم ثلاثه ایام ذلك وعد غیر مکذوب"

تین دن تک اپنے گھر میں (مزید) آرام کرلو، یہ ایسا وعدہ ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

زرارہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایک معلم تھا جو شیعہ عقیدہ رکھتا تھا میں اسے مذاق میں رافضی کہتا تھا، اس رات نماز عشاء کے بعد میں اپنے گھر گیا تو راستے میں وہ شخص ملا، میں نے اس سے کہا آؤ رافضی میں تمہیں امامؑ کی ایک بات سناؤں۔

میں نے وہ سارا قصہ اس کو سنایا اور جو کچھ امامؑ نے فرمایا تھا وہ بھی۔

وہ سن کر کہنے لگا میری بات مانو اور اگر حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے وہی کہا ہے جو تم نے بتایا ہے تو پھر اپنا بچاؤ کرلو اور جو کچھ تمہاری ملکیت ہے اس کو اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ متوکل تین دن کے اندر مر جائے گا، یا مارا جائے گا۔

مجھے یہ سن کر اس پر غصہ آ گیا اور اس کو گالیاں دے کر بھگا دیا، مگر بعد میں جب میں تنہا رہ گیا تو خیال آیا کہ اگر میں ہر طور احتیاط برت لوں تو اس میں کیا نقصان ہے؟ اگر خلیفہ کو کچھ ہو گیا تو میں نے اپنا بندوبست کرلیا ہوگا اور اگر اس کو کچھ نہ ہوا تب بھی مجھے کیا نقصان ہوگا۔

چنانچہ میں متوکل کے محل میں گیا، وہاں سے جو کچھ میرا مال تھا سب نکال لیا اور جو کچھ میرے گھر میں تھا اس کو قابل اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، اپنے گھر میں سوائے ایک چٹائی کے کچھ بھی باقی نہ رہنے دیا۔

اس سے چوتھی رات جب آئی تو متوکل قتل ہو گیا۔

میں اور میرا سارا مال صحیح و سالم رہ گئے۔

اس وقت سے میں شیعہ ہو گیا، میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپؑ کی خدمت اپنے لئے لازم کرلی، آپؑ سے اپنے لئے دعا کا سوال کیا، میں نے آپؑ کی ولایت کو اپنا لیا جو حق ولایت ہے۔(۵۷)

۴۔ آپؑ نے ابن خصیب کو پیغام بھیجا: خدا کی قسم! میں تیرے لئے ایسی جگہ بیٹھوں گا کہ اس کے ساتھ تیرے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ خدا نے ان ہی دنوں میں اس کا مواخذہ کیا۔(۵۹)

۵۔ ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ متوکل عباسی کے یہاں گئے وہاں آپؑ نے کھڑے ہوکر نماز شروع کردی، اس وقت آپؑ کا ایک مخالف آگے آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ یہ ریا کب تک کریں گے؟

آپؑ نے نماز جلد ختم کی اور سلام کے بعد اس شخص سے مخاطب ہوکر فرمایا:

اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو مسخ کردے۔

وہ شخص اسی وقت گر کر مر گیا، یہ واقعہ متوکل کے محل میں مشہور ہوا۔(۶۰)

۶۔ علی بن جعفر کہتا ہے کہ میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا، متوکل عبید اللہ بن خاقان سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اس کو اور اس جیسے دوسرے لوگوں کو میرے سامنے پیش کرکے اپنے آپ کو کیوں زحمت میں ڈالتے ہو، تیرے چچا نے مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص علی ابن محمدؑ (امام علی نقیؑ) کا وکیل ہے۔

متوکل نے قسم کھائی کہ یہ شخص قید سے نہ نکلنے پائے۔

میں نے اپنے مولا کو لکھا کہ میرا نفس تنگ ہوگیا ہے۔(پریشانیاں حد سے بڑھ گئی ہیں) مجھے ٹیڑھے ہونے کا خوف ہے(کہیں راہ سے بے راہ نہ ہوجاؤں)۔

آپؑ نے جواب میں لکھا کہ اگر تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں عنقریب بارگاہ خداوندی میں تیرے بارے میں قصد کروں گا(اور تیرے لئے دعا کروں گا)۔ دوسرا جمعہ ابھی نہیں آیا تھا کہ میں قید سے رہا ہوگیا۔(۶۱)

۷۔ ایک شخص جس نے جھوٹی قسم کھائی تھی اس کو آپؑ نے بددعا دی، وہ شخص دوسرے دن صبح ہی مر گیا۔(۶۲)

متوکل عباسی کے ساتھ

چھ خلفائے بنی عباس امام علی ہادی علیہ السلام کے ہم عصر رہے ہیں، (یعنی المعتصم، الواثق، المتوکل، المنتصر، المستعین اور المعتز) مگر آپؑ پر ان میں سے سب سے زیادہ سخت متوکل عباسی کا دور گذرا ہے، متوکل عباسیوں میں وہ تھا جو بنی امیہ میں یزید بن معاویہ تھا۔

آپؑ کے خلاف پہلا سخت اقدام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ آپؑ کو اپنے جد امجد رسول اکرمؐ کے شہر مدینہ سے اٹھایا اور سر من رائے (سامرہ) میں آپؑ کی خواہش کے برخلاف رہائش پر مجبور کیا۔

متوکل کی حکومت میں جو چودہ سال امامؑ نے گزارے وہ سخت ترین سال تھے اس لعین نے اس دوران

آپؑ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔

ان میں سے ہم صرف ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو امام علیہ السلام کو پیش آیا، یہ واقعہ اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

مختصراً وہ واقعہ یہ ہے کہ متوکل عباسی نے ترک درباریوں کی ایک جماعت امامؑ کے گھر پر خاموشی سے حملہ کرنے کے لئے بھیجی، وہ اچانک دبے قدموں آپؑ کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں آپؑ تنہا تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے، اس کمرے کے دروازے بند تھے، آپؑ نے بالوں کا ایک کرتا پہن رکھا تھا، آپؑ کے سر پر پشم کا ایک کپڑا تھا آپؑ ریت اور کنکریوں کے فرش پر بیٹھے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ تھے، ذکر حکیم کی وعدے اور وعید کی آیات کو خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے۔

ابن ساعی کی روایت کے مطابق آپؑ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

"ام حسب الذین اجترحوا السّیّاٰتِ کالذین امنوا وعملو الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون"

کیا ان لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے ان لوگوں کے مثل ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے؟ برابر ہے ان کی زندگی اور موت تم برا حکم لگاتے ہو۔ (۶۳)

آپؑ کو اسی حالت میں رات کے اندھیرے میں متوکل کے پاس لے گئے اور اس کے سامنے کھڑا کیا گیا، متوکل اس وقت شراب نوشی میں مشغول تھا، اس کے ہاتھوں میں شراب کا پیالہ تھا، جب آپؑ کو اس نے دیکھا تو آپؑ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا، وہ پیالہ جو اس کے ہاتھ میں تھا وہ بڑھایا تو آپؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! یہ چیز کبھی بھی میرے گوشت وخون سے نہیں ملی، مجھے اس سے معاف رکھ۔ (۶۴)

اس نے وہ پیالہ واپس کھینچ لیا اور اشعار کی فرمائش کی، کہا کہ کچھ اشعار پڑھیں جو مجھے پسند آئیں، آپؑ نے یہ شعر سنایا: (۶۵)

باتوا علی قلل الا جبال تحرسھم
غلب الرجال فما اعنتھم القلل (الخ)

ترجمہ: انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس حالت میں رات گزاری کہ بہادر وشجاع مردان کی حفاظت کر رہے تھے، مگر وہ چوٹیاں انہیں بے پرواہ نہ کر سکیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ۔ (۶۶)

اس واقعے اور حادثے کا اکثر مورخین اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے ہم اس کے شاید پچاس حوالے

پیش کرسکیں، چنانچہ ہم نے بعض علماء کے بیانات اس واقعے کے تکرار سے بچنے کے لئے یہاں نقل نہیں کئے۔

جو بات میں اس بارے میں پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جو بھی تاریخ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کا طریق عبادت اور تہجد تھا، یہ متواتر روایت ہے کہ امیر المومنینؑ امام حسینؑ اور امام زین العابدینؑ میں سے ہر ایک دن و رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔(۶۷)

امام رضا علیہ السلام نے دعبل کوخز کی ایک قمیض بطور خلعت عطا کی اور فرمایا کہ اس قمیض کو محفوظ رکھو اس لئے کہ میں نے اس میں ہزار رات نماز پڑھی ہے کہ جن میں ہر رات ایک ہزار رکعت پڑھی، اور اس لباس میں ایک ہزار ختم قرآن کیا۔

ہم نے اس کتاب میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کی عبادتوں، ان کی دعاؤں اور ان کی قرات قرآن کا ذکر پیش کیا ہے۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ متوکل عباسی کوئی پہلا شخص نہیں تھا جس نے یہ رویہ اختیار کیا تھا، تاریخ اس کے پہلے اور بعد کے آنے والے خلفاء کے ایسے سخت رویہ سے بھری پڑی ہے۔

مسلمانوں کا مال (ان کے ہاتھوں) غلاموں، مخنثوں اور شراب پر صرف ہوتا تھا، سب ہی کا معیار زندگی اور مطمع نظر یہ تھا کہ وہ اپنے گرد گانے بجانے والوں کو جمع رکھے اپنے رازدان پست اور کمینے لوگ رکھے، جن کے ساتھ وہ اپنی رنگین راتیں گزارے۔

اگر آپ امام جواد علیہ السلام کی مامون عباسی کو شراب ترک کرنے کی نصیحت پر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ یہ لوگ اندھا دھند خواہشات کی پیروی میں اور جرائم کے ارتکاب میں کس حد تک آگے بڑھے ہوئے تھے۔

مامون عباسی اپنے دوسرے خلفا میں جلالت و بزرگی اور علم و معرفت میں ممتاز سمجھا جاتا ہے، مگر یہ بھی شراب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں نصوص نہ ہوتیں، ان کے بارے میں رسول اکرمؐ کی احادیث نہ ہوتیں، یہ حضرات علیہم السلام ثقلین میں سے ایک نہ ہوتے جو پیغمبر اکرمؐ امت کے درمیان چھوڑ گئے تھے، پھر بھی وہ دوسروں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے، وجہ ان کا تقوی و پرہیزگاری، علم و شرف تھا، اور وہ فضائل تھے جن سے وہ متصف تھے۔

مگر یہ تعجب ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے جاتا ہے جو ان حضراتؑ سے علم و عمل اور تقوی اور شرف میں کمتر اور نسب وحسب میں رسول اللہؐ سے بہت دور ہیں۔

"اتستبدلون الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر"

کیا تم تبدیل کرتے ہو اس کو جو پست ہے اس کے بدلے جو بہتر ہے۔

آپؑ علماء اور دانشوروں کی نظر میں

اس باب میں ہم امام ابوالحسن علی ہادی علیہ اسلام کے بارے میں علماء اور دانشوروں کی تحریر سے اقتباسات اور آپؑ کے فضائل، آثار اور مناقب و مکارم کو مختصراً پیش کریں گے۔

یہ بات کہ دوست اور دشمن سب ہی آپؑ کو بڑا اور عظیم انسان سمجھتے تھے، اس کی تصویر ان اقوال کے مطالعے سے ابھرتی ہے اور مسلمانوں کا آپؑ کی جلالت اور عظمت پر اجماع اور اتفاق واضح نظر آتا ہے۔

کتابوں میں تو سینکڑوں اقوال ہیں مگر ہم یہاں ان میں سے پچیس اقوال پیش کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد یقیناً امیر المومنین (خود متوکل) آپؑ کی قدر و منزلت جانتے ہیں آپؑ سے قرابت اور رشتہ داری کی رعایت کرتے ہیں، آپؑ کے حق کو واجب اور فرض سمجھتے ہیں، آپؑ کے اور آپؑ کے اہل بیت کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔

اسی میں آپؑ کے اور ان کے (متوکل کے) حالات کی اصلاح اور درستی اور آپؑ کی اور ان کی عزت و وقار کا برقرار و ثابت رہنا ہے۔

آپؑ کے اور ان کے امر و معاملے میں احکام جاری کرنے میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں آپؑ کے اور ان کے سلسلے میں جو ان کا فریضہ ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔

امیر المومنین نے مناسب سمجھا کہ عبداللہ بن محمد کو جن امور پر وہ والی تھا، یعنی جنگ اور نماز نے منصرف کردیں (اور عہدے سے ہٹا دیں) کیونکہ جیسا کہ آپؑ نے ذکر کیا ہے وہ آپؑ کے حق میں جہالت اور کمینگی سے کام لیتا تھا، اس نے آپؑ پر الزام لگائے اور ایسی باتیں منسوب کیں جو امیر المومنین کو معلوم ہے کہ آپؑ ان سے بری ہیں، ان پر آپؑ کی نیت کی صداقت اور سچائی اور باطن کی اچھائی آشکار ہو چکی ہے آپؑ کے سینے کا سالم ہونا واضح ہو چکا ہے، یہ بھی کہ آپ اپنے نفس کو ان امور کا اہل نہیں سمجھتے جو اس نے آپؑ کے بارے میں ذکر کئے ہیں، امیر المومنین نے اس کی جگہ مدینہ رسولؐ میں جنگ و نماز میں والی اور حاکم محمد بن فضل کو بنایا ہے اور اس کو آپؑ کی عزت و توقیر، اکرام و احترام کرنے، آپؑ کے امر اور رائے پر عمل کرنے اور آپؑ کی مخالفت نہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس طرح وہ اللہ اور امیر المومنین کا تقرب حاصل کرے۔

امیر المومنین آپؑ کے مشتاق ہیں، آپؑ کے قرب سے تجدید عہد کو اور آپؑ کے میمون و مبارک چہرے کی طرف نظر کر کے تبرک حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

اگر آپؑ ان کی ملاقات میں اور ان کے پاس رہنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور ان کے بارے میں جو

آپؑ کو پسند ہو تو آپؑ۔۔۔۔۔۔۔اپنے اہل بیت، موالیوں اور اپنے حشم وخدم میں سے جن کو منتخب کریں، ان کو لے کر تشریف لائیں۔

فرصت اور اطمینان سے جب چاہیں کوچ کریں اور جب چاہیں نزول اجلال کریں، جس طرح چاہیں آپؑ چلیں۔

اگر آپؑ پسند کریں اور آپؑ کی رائے میں یہ اچھا ہو تو یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین، امیر المومنین کا غلام اور جو لشکر اس کے پاس ہے، آپؑ کی خدمت میں ہو، یہ آپؑ کے کوچ پر کوچ کریں اور آپؑ کے نزول وقیام پر نزول و قیام کریں۔

اس سلسلے میں امروحکم آپؑ کے ہاتھ میں ہے، میں نے اس کو آپؑ کی اطاعت کرنے اور تمام ان چیزوں کے بارے میں جو آپؑ کو پسند ہوں لکھا ہے۔

اب آپؑ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیجئے۔

کوئی شخص بھی امیر المومنین کے یہاں ان کے اہل بیت، اولاد اور خواص میں زیادہ لطیف منزل والا یا قابل تعریف نشان والا نہیں اور نہ ہی وہ ان کی طرف زیادہ لطف کی نظر کرتے ہیں، نہ زیادہ نیکی اور زیادہ شفقت سے پیش آتے ہیں، نہ زیادہ سکون ان کو ملتا ہے بہ نسبت آپؑ کے۔

والسلام علیك ورحمه الله وبركاته

اس کو لکھا ابراہیم بن عباس نے

اس مہینے میں ۲۴۳ ھجری میں۔(۲۸)

۲۔ یحییٰ بن ہرثمہ، جس کو متوکل عباسی نے امام علی ہادیؑ کو سر من رائے (سامرا) لانے کے لئے مدینہ بھیجا، کہتا ہے کہ جب میں شہر مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ کی بے انتہا چیخ و پکار بلند ہوئی، ایسی کہ پہلے لوگوں نے کبھی نہیں سنی تھی، یہ واویلا حضرت علی (نقیؑ) کے بارے میں خوف کی وجہ سے تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی ہے، (اور قیامت برپا ہوگئی ہے) امام مدینے والوں سے نیکی اور احسان کیا کرتے تھے، مسجد نبوی میں رہا کرتے، دنیا کی طرف ان کا جھکاؤ نہیں تھا۔

میں ان کو تسلی دیتا اور ان کے سامنے قسمیں کھاتا کہ میں آپؑ کے لئے کسی ناپسند کام پر مامور نہیں ہوا ہوں، آپؑ کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔

میں نے آپؑ کے گھر کی تلاشی لی تو سوائے قرآن مجید کے نسخوں، دعاؤں اور علمی کتابوں کے اور کچھ نہ ملا، یہ دیکھ کر میری نگاہوں میں آپؑ کی عظمت دوبالا ہوگئی، میں خود آپؑ کی خدمت کرنے لگا اور آپؑ سے اچھی طرح پیش آنے لگا۔

آپؑ کو لیکر میں بغداد پہنچا وہاں اول اسحاق طاہری گورنر بغداد کے پاس گیا۔

اسحق طاہری نے مجھ سے کہا: اے یحییٰ یہ شخص وہ ہے جو رسول خدا کی اولاد سے ہے، متوکل کو تو جانتا ہے اگر تو نے متوکل کو ان کے خلاف اکسایا اور ورغلایا، جس کے نتیجے میں اس نے آپؑ کو قتل کر دیا، تو یاد رکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن تیرے دشمن ہوں گے۔

میں نے اسے جواب دیا کہ میں نے ان کے متعلق بجز اچھے اور احسن کام کے اور کوئی ایسی چیز نہ دیکھی نہ سنی ہے۔

میں آپؑ کو وہاں سے لے کر سر من رائے (سامرہ) گیا، اول وصیف ترکی سے ملا اور اس کو آپؑ کے وہاں پہنچ جانے کی خبر دی تو اس نے کہا: خدا کی قسم! اگر ان کا ایک ذرا بال بھی گرا تو اس کا تجھ ہی سے مطالبہ ہوگا۔

یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ یہ بھی وہی بات کرتا ہے جو اسحق طاہری نے مجھ سے بغداد میں کی تھی۔

چنانچہ جب میں متوکل عباسی کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے آپؑ کے بارے میں سوال کیا میں نے اس سے آپؑ کی حسن سیرت، پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ کا ذکر کیا، یہ بھی بتایا کہ جب میں نے آپؑ کے گھر کی تلاشی لی تو سوائے قرآن کی جلدوں اور علمی کتب کے اور دوسری کوئی چیز مجھے نہ ملی۔ اس کا بھی ذکر دیا کہ مدینہ کے لوگ آپؑ کے متعلق خوفزدہ تھے کہ آپؑ کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے۔ (۶۹)

۳۔ ابو عبداللہ جنیدی کہتے ہیں کہ قسم ہے خدائے تعالیٰ کی آپؑ اہل زمین میں سب سے بہتر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ (۷۰)

۴۔ یزداد طبیب کہتا ہے کہ اگر مخلوق میں کوئی علم غیب جانتا ہے تو وہ آنجنابؑ ہیں۔ (۷۱)

۵۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کہتا ہے کہ جہاں تک آپؑ کے مناقب کا تعلق ہے وہ ان میں سے وہ ہیں جو کانوں میں بالیوں کی زینت کی جگہ ہیں ان سے شفقت اور محبت کی بنا پر اس طرح گھیرے ہوئے ہیں جیسے قیمتی موتی اپنے صدفوں سے گھرے ہوتے ہیں۔

ابو الحسنؑ کے لئے گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ کا نفس نفیس اوصاف سے متصف ہے وہ درجہ نبویہ کے کنگروں کی چوٹیوں اور بلندیوں کے کناروں پر ہے۔

ایک دن ابو الحسنؑ سر من رائے (سامرا) سے باہر کسی بستی کی طرف اپنے کام سے گئے اس دوران ایک اعرابی آپؑ کو تلاش کرتا ہوا آیا اس کو بتایا گیا کہ آپؑ شہر سے باہر فلاں جگہ گئے ہیں وہ وہاں آپؑ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ میں کوفہ کے اعراب میں سے ہوں جو آپؑ کے جد امجد امیر المومنینؑ حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے تمسک رکھتے ہیں اس وقت مجھ پر بھاری قرض ہے جس کے بوجھ تلے میں دب گیا ہوں اس کو ادا کرنے کے لئے آپؑ کے علاوہ کوئی شخص نظر نہیں آتا۔

ابوالحسنؑ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے گی، اس شخص کو اپنے پاس مہمان رکھا۔ دوسرے دن اس اعرابی سے فرمایا کہ میری ایک تم سے درخواست ہے، اللہ اللہ ہ کہیں اس میں میری مخالفت نہ کرنا اور میرا کہا ماننا۔

اعرابی نے حامی بھر لی۔

ابوالحسنؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک پرچہ لکھا کہ اعرابی کا کچھ مال میرے ذمہ ہے اور وہ اتنا ہے، آپؑ چاہتے ہیں کہ اس کو دوسرے قرضوں سے پہلے ادا کریں۔

یہ خط اس شخص کو دے کر فرمایا کہ جن میں سرمن رائے (سامرا) پہنچوں تو میرے گھر پر اس وقت آکر، جب کچھ لوگ موجود ہوں، یہ خط دینا اور اس قرض کا مطالبہ کرنا، ذرا سخت لہجہ اختیار کرنا اور اصرار کرنا کہ ابھی تک آپؑ نے یہ قرض ادا نہیں کیا۔

خدا سے ڈرو، میری مخالفت نہ کرنا۔

وہ راضی ہو گیا اور وہ خط لے کر چلا گیا۔

چنانچہ جب ابوالحسنؑ سرمن رائے (سامرہ) واپس پہنچے اور آپؑ کے پاس خلیفہ کے بھی بہت سے آدمی جمع تھے، تو وہ اعرابی آیا اور اس نے خط پیش کر کے آپؑ سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا، جیسا آپؑ نے فرمایا تھا وہی کچھ کیا۔

ابوالحسنؑ نے اس کو نرمی سے جواب دیا اور معذرت چاہی وعدہ کیا کہ اس کا حق ادا کیا جائے گا اور اس بارے میں وہ تسلی رکھے۔

یہ واقعہ خلیفہ متوکل عباسی کے یہاں اسے کے آدمیوں نے دہرایا، یہ سن کر متوکل نے حکم دیا کہ ابوالحسنؑ کو تیس ہزار درہم بھیجے جائیں وہ تیس ہزار درہم آپؑ کو ملے تو اس اعرابی کے انتظار میں انہیں رکھ چھوڑا۔

کچھ دنوں بعد وہ اعرابی آیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ رقم لے لو اور اس سے اپنا قرض ادا کرو اور جو بچ رہے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور ہمیں معذور سمجھو۔

اعرابی نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! بخدا مجھے اس سے ایک تہائی (دس ہزار) سے بھی کم کی توقع تھی، مگر خدا ہی بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت قرار دیتا ہے۔

یہ ایسی منقبت ہے کہ جو شخص بھی سنے گا آپؑ کے مکارم اخلاق کا قائل ہو جائے گا۔ (۴۷)

۶۔ احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان کہتا ہے کہ ابوالحسن علی الہادی بن محمد جواد بن علی رضاؑ آئمہ اثناعشر میں سے ایک ہیں۔

ایک مرتبہ متوکل عباسی سے آپؑ کی چغلی کھائی گئی اس سے کہا گیا کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور لوگوں کے

خطوط اور کچھ دوسری چیزیں بھی آپؑ کے شیعوں کی جانب سے موجود ہیں۔

چغلی کھانے والوں نے متوکل کو باور کرانے کی کوشش کی کہ آپؑ اپنے لئے حکومت چاہتے ہیں۔

متوکل نے اپنے چند ترک سپاہیوں کو رات کے وقت خاموشی سے گھر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جب وہ ترک دبے پاؤں آپؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؑ کو ایک علیحدہ کمرے میں تلاوت کرتے ہوئے پایا، آپؑ نے بالوں کا بنا ہوا ایک کرتا زیب تن کیا ہوا تھا، آپؑ قبلہ رخ بیٹھے وعدہ اور وعید کی آیات خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، کمرے میں فرش ریت اور کنکریوں کا تھا۔ وغیرہ (۷۳)

۷۔ عمر بن وردی کہتا ہے کہ علیؑ جن کا لقب زکی، ہادی اور نقی ہے، بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، آپؑ حضرت جوادؑ کے فرزند ہیں۔

متوکل کے یہاں آپؑ کی چغلی کھائی گئی کہ آپؑ کے پاس (حکومت کے مخالفین کے) خطوط اور ہتھیار ہیں، اس نے کچھ ترکوں کو رات کی تاریکی میں خاموشی سے آپؑ کے گھر بھیجا، آپؑ کو ترکوں نے ایک کمرے میں پایا جس کا دروازہ بند تھا، آپؑ بالوں کا ایک کرتا پہنے قبلہ رخ بیٹھے وعدے اور وعید کی آیات خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، جس فرش پر آپ بیٹھے تھے وہ ریت اور کنکریوں کا تھا۔

اسی حالت میں آپؑ کو متوکل کے پاس لے جایا گیا، متوکل اس وقت شراب کی محفل جمائے تھا، اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔

آپؑ کو دیکھ کر اس نے تعظیم و تکریم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔

شراب کا پیالہ آپؑ کی طرف بڑھایا تو آپؑ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کے امیر! یہ چیز میرے گوشت اور خون میں کبھی نہیں ملی، مجھے اس سے معاف رکھ۔ اس نے پیالہ واپس رکھ لیا کہنے لگا کہ مجھے کچھ اشعار سنائیں۔ (۷۴)

۷۔ عبداللہ بن اسعد یافعی کہتا ہے کہ ابوالحسن علی ہادی بن محمدؑ جواد بن علی رضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق علوی ح

۹۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر کہتا ہے کہ ابوالحسن علی ہادیؑ بیٹے تھے محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمد باقر بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ الشہید بن علیؑ ابن ابی طالب کے۔ بارہ اماموں میں سے ایک تھے، وہ حسنؑ بن علیؑ عسکری کے والد تھے آنجنابؑ عابد و زاہد تھے، متوکل عباسی نے آپؑ کو سامرہ (مدینے سے) بلایا، وہاں آپؑ بیس سال سے کچھ ماہ زیادہ رہے، ۲۵۴ ہجری (دوسو چون) میں آپؑ کی وفات ہوئی۔

ایک مرتبہ متوکل عباسی سے ذکر کیا گیا کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور (مخالف) لوگوں کے بہت سے خطوط ہیں اس نے اچانک حملہ کرنے کے لئے لوگ بھیجے جنہوں نے آپؑ کو قبلہ رخ بیٹھے ہوئے پایا، آپؑ پشم کا کرتہ پہنے

ہوئے مٹی پر بیٹھے تھے جس پر کوئی فرش فروش نہیں تھا، وہ لوگ اسی حالت میں گرفتار کر کے متوکل کے یہاں لے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ۔(۷۶)

۱۰۔ محمد سراج الدین رفاعی کہتا ہے کہ امام علی ہادیؑ بن امام محمد جوادؑ کا لقب تقی (۷۷)، عالم، فقیہ، امیر، دلیل، عسکری اور نجیب ہے، آپؑ مدینہ میں دوسو بارہ ہجری میں پیدا ہوئے معتز عباسی کی خلافت کے زمانے میں آپؑ کو زہر سے دوشنبہ تین رجب دوسو چون ہجری (۲۵۴) کو شہید ہوئے۔ آپؑ کی اولاد پانچ ہیں۔ امام حسن عسکریؑ، حسین، محمد، جعفر، اور عائشہ۔ امام حسن عسکریؑ کی اولاد صاحب سرداب، حجت منتظر، ولی اللہ، محمد مہدیؑ ہیں۔(۷۸)

۱۱۔ شمس الدین محمد بن طولون کہتا ہے کہ ان میں سے دسویں ان کے فرزند علیؑ ہیں اور وہ ابوالحسن علی ہادی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسینؑ بن علیؑ ابی طالب علیہم السلام ہیں، جو امامیہ میں عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔

متوکل عباسی کے یہاں آپؑ کی چغلی کھائی گئی کہ آپؑ کے گھر میں ہتھیار اور شیعوں کی طرف سے خطوط وغیرہ ہیں، متوکل کو باور کرایا گیا کہ آپؑ خود اپنے لئے حکومت چاہتے ہیں، متوکل نے چند ترک سپاہیوں کو آپؑ کے گھر پر خاموشی سے حملہ کرنے کے لیے بھیجا، وہ بے پاؤں آپؑ کے گھر میں گھسے تو آپؑ کو ایک کمرے میں اکیلا پایا جس کا دروازہ بند تھا آپؑ نے بالوں کا بنا ہوا ایک کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا، آپؑ کے سر پر پشم کا ایک کپڑا تھا، آپؑ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے وعدہ اور وعید کی آیات قرآنی خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، آپؑ ریت اور کنکریوں کے فرش پر بیٹھے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ۔(۷۹)

۱۲۔ احمد بن حجر ہیثمی کہتا ہے کہ علی عسکری اس نام اور لقب سے اس لئے مشہور ہوئے کہ جس زمانے میں مدینہ نبویہؐ سے آپؑ کو سر من رائے (سامرہ) لائے اور وہاں آپؑ کو ٹھہرایا گیا تو اس کو عسکر کہا کرتے تھے، اسی لئے آپؑ عسکری مشہور ہو گئے، آپؑ اپنے والد کے علم و سخاوت کے وارث تھے۔ وغیرہ۔(۸۰)

۱۳۔ احمد بن یوسف بن احمد دمشقی قرمانی کہتے ہیں کہ نویں فصل حکم و علم اور احسانات کے گھر امام علی بن محمد ہادی علیہ السلام کے ذکر میں ہے، آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں، آپؑ کی کنیت ابوالحسنؑ اور آپؑ کا لقب ہادی اور متوکل تھا۔

آپؑ گندم گوں تھے، آپؑ کی انگوٹھی پر ''اللہ ربی وعصمتی من خلقه'' کندہ تھا۔

آپؑ کے مناقب نفیس اور آپؑ کے اوصاف شریف ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ(۸۱)

۱۴۔ عبدالحی بن عماد حنبلی کہتا ہے کہ ابوالحسن علیؑ بن محمد رضا علیؑ بن کاظم موسیٰ بن جعفرؑ صادق علوی حسینی جو ہادیؑ کے لقب سے مشہور، فقیہ، عالم اور عبادت گزار تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ(۸۲)

۱۵۔ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی کہتا ہے کہ امام علیؑ ہادی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیؑ کاظم بن جعفرؑ صادق، جو اپنے والد کے بعد امام تھے، دسویں امام ہیں، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں جن کا نام شہامہ (۸۳) تھا، آپؑ کے القاب نقی اور ہادی تھے، ان میں سے پہلا لقب زیادہ مشہور تھا، آپؑ مدینہ میں تیرہ رجب دو سو چودہ ۲۱۴ ہجری کو پیدا ہوئے، سرمن رائے (سامرہ) میں زہر سے دوشنبہ کے دن جمادی الآخر کی ۵ راتیں باقی تھیں جب ۲۵۴ ہجری میں شہید ہوئے اور سرمن رائے (سامرا) میں اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (۸۴)

۱۶۔ عبداللہ شبراوی شافعی کہتا ہے کہ آئمہ میں سے دسویں علی ہادی ہیں، آپؑ مدینہ میں ماہ رجب میں ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؑ کی بہت سی کرامات ہیں۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی آپ سے ملنے آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ (۸۵)

۱۷۔ محمد امین سویدی بغدادی کہتا ہے کہ آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے، آپؑ کی کنیت ابوالحسن اور آپؑ کا لقب ہادیؑ ہے، آپؑ گندم گوں تھے آپؑ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔

"اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ"

آپؑ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

حکایت کی گئی ہے کہ آپؑ سے ملنے کے قصد سے ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے جد امجد علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت سے تمسک رکھنے والوں سے ہوں۔ (۸۶)

مومن شبلنجی کہتا ہے کہ آپؑ کے مناقب بہت ہیں، صواعق میں ہے کہ ابوالحسن عسکری علم وسخاوت میں اپنے والدؑ کے وارث تھے، حیات الحیوان میں ہے کہ عسکری کے نام سے اس لئے پکارے گئے کہ جب متوکل عباسی کے یہاں آپؑ کی بہت زیادہ چغلی کھائی گئی تو اس نے مدینہ سے بلوا کر آپؑ کو سرمن رائے میں ٹھہرایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔ (۸۷)

۱۹۔ محمود بن وہیب بغدادی کہتا ہے کہ وہ علیؑ ہادی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمدؑ باقر بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں، آپؑ مدینہ میں رجب الاصم ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں، ان کا نام سمانہ مغربیہ تھا، بعضوں نے دوسرا نام بھی بتایا ہے آپؑ کی کنیت صرف ابوالحسنؑ تھی، آپؑ کے القاب بہت سے ہیں: ناصح، متوکل، متقی، مرتضی، اور ہادیؑ۔ آخری لقب زیادہ مشہور ہے۔

آپؑ کا رنگ گندم گوں اور قد و قامت درمیانہ تھا۔

صواعق میں کہا ہے کہ آپؑ کے اپنے والدؑ کے علم وسخاوت میں وارث تھے۔

آپؑ کے بارے میں مفصل گفتگو کے بعد کہا ہے:

خدایا! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے رسولؐ کے ان اہل بیتؑ کا واسطہ دے کر، کہ ہمارے دلوں کو منور کر دے تمام وکمال کے ساتھ، ہمارے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دے، ہمیں ان مکرم ومحترم حضرات کے دین پر زندہ رکھ اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ وآصحابہ السادۃ الاعلام والتابعین لہم الی یوم القیام کی ملت ودین پر موت دینا۔(۸۸)

۲۰۔ علی جلال حسینی نے کہا کہ ابوالحسن الثالث علی ہادیؑ بن محمدؑ ہیں، آپؑ کو عسکری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپؑ ایسے علاقے میں رہتے تھے جس کو عسکر کہا جاتا تھا، متوکل آپؑ سے ڈرتا تھا اس لئے خود سرمن رائے میں رہتا تھا، آپؑ کو علی نقیؑ، زکی کہا جاتا تھا۔

آپ فقیہ، فصیح، حسین وجمیل اور باہیبت تھے، ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ آپؑ بہت پاکیزہ خوبصورت و شاداب تھے، گفتگو میں بہت سچے تھے۔(۸۹)

۲۱۔ محمد امین غالب الطویل کہتا ہے کہ آپؑ اچھے اخلاق کے مالک تھے، کہ کوئی شخص آپؑ کی عصمت وطہارت میں شک نہیں کر سکتا لیکن امامت کی ہیبت نے خلیفہ متوکل عباسی کو خطرے میں ڈال رکھا تھا۔

اس سے چغلی کھائی گئی کہ آپؑ نے اس کے خلاف بغاوت کرنے کے لئے اور خلافت کا خود دعویٰ کرنے کے لیے اپنے گھر میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے اور دوسری تیاریاں کی ہوئی ہیں۔

چنانچہ خلیفہ نے رات کی تاریکی میں ترکی لشکری بھیجے جنہوں نے آپؑ کے گھر پر حملہ کیا۔

خلیفہ نے ترکی لشکری اس لئے منتخب کئے تھے کہ وہ عربوں پر بھروسہ نہیں کرتا تھا، عربوں کو معلوم تھا کہ خلافت کا زیادہ حقدار کون ہے، اس کے برعکس ترک تازہ مسلمان تھے، وہ اسلام اور خلافت کی گہرائیوں سے پوری طرح واقف نہیں تھے، وہ عباسیوں کی بھرپور مدد اور نصرت کرتے تھے، عباسی بھی ترک لڑکیوں سے شادی کرتے اور اس طرح دونوں قریب آ گئے تھے۔

ترکی لشکری رات کے وقت امامؑ کے گھر میں گھس آئے دیکھا کہ آپؑ پشم کی ایک ردا اوڑھے ہوئے زمین پر بیٹھے قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

گھر کے چپے چپے کی تلاشی لی گئی اور پھر آپؑ کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔

خلیفہ کو بتایا گیا کہ ان لوگوں نے امامؑ کو زہد و پرہیز گاری کی حالت میں دیکھا ہے اور خروج اور بغاوت کی تیاری کا کوئی سامان واسباب وہاں نہیں پایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔(۹۰)

۲۲۔ سید عبدالوہاب بدری کہتا ہے کہ امام ہادیؑ سامرا کی مختلف مجالس میں جاتے، مصیبت زدوں کی پرسش احوال کرتے، محتاجوں کی مدد کرتے، مساکین پر رحم کرتے، یتیموں سے شفقت سے پیش آتے، رات کی

تاریکی میں خاموشی سے آپؑ بیوہ عورتوں اور بے سہارا خواتین کے یہاں جاتے اوران میں رقم کی تھیلیاں تقسیم کرتے، اس وقت آپؑ کا سارا لباس تھیلیاں ہوتا، آپؑ کا یہ اقدام:

"لانرین منکم جزاء ولا شکورا"

ہم تم سے صلہ اور شکریہ نہیں چاہتے کے مصداق ہوتا۔

دن کے وقت اپنے کام پر نکلتے اور سورج کی تیز دھوپ میں کھڑے ہوکر اپنے کھیت میں کام کرتے، یہاں تک کہ پسینے پسینے ہوجاتے۔

رات آتی تو اپنے پروردگار کی طرف سجدہ کرتے ہوئے، رکوع کرتے ہوئے خضوع وخشوع کے ساتھ متوجہ ہوتے۔

آپؑ کی روشن اور منور پیشانی اور زمین کے درمیان ریت اور کنکریوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔

آپؑ اپنی اس مشہور دعا کو بار بار دہراتے:

"الھی مسئی قدورد.وفقیر قد قصد.لا تخیب مسعاہ.وارحمہ.واغفر لہ خطاہ"

میرے معبود! ایک براشخص حاضر ہوا ہے، فقیر ومحتاج نے قصد وارادہ کیا ہے، اس کی سعی کو ناامید نہ کرنا، تو اس پر رحم فرما، اس کی خطا کو معاف کردے۔(۹۱)

۲۳۔ خیر الدین زرکلی کہتا ہے کہ ابوالحسن عسکری علیؑ (جن کا لقب ہادی ہے) بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ بن جعفرؑ حسینی طالبی بارہ اماموں میں سے دسویں ہیں، جو اتقیاء اور صلحاء میں سے ایک ہیں، آپؑ مدینے میں پیدا ہوئے۔

متوکل عباسی سے آپؑ کی چغلی کھائی گئی تو اس نے آپؑ کو بغداد کی طرف بلوایا اور سامرا میں ٹھہرایا، اس کا نام مدینۃ العسکر تھا، کیونکہ معتصم نے جب اس کو آباد کیا تھا، تو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں منتقل ہوا تھا۔

چنانچہ ابوالحسنؑ کو اسی شہر سے نسبت دی گئی۔

متوکل سے پھر رابطہ کیا گیا کہ آپؑ خلافت اور حکومت کے خواہاں ہیں، آپؑ کے گھر میں شیعوں کی طرف سے اس سلسلے کے خطوط موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے۔

چنانچہ متوکل نے ایسے لوگ آپؑ کے گھر بھیجے جو آپؑ کو اس کے پاس لے گئے مگر متوکل کو کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اس کے خلاف پڑتی ہو۔(۹۲)

۲۴۔ سید عبدالرزاق بدری اپنی کتاب "سیرۃ الامام العاشر علی الہادی علیہ السلام" میں کہتے ہیں کہ میں اس کتاب میں امام علی ہادی علیہ السلام کی سیرت کی تصویر کشی نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تقویٰ، امامت، جہاد فی سبیل

اللہ اور اعلاء شہادت "ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ" اور فضیلت، اخلاق اور روح کی بلندی کی تصویر کھینچنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ (۹۳)

۲۵۔ ڈوایت۔م۔رونلڈسن آپؑ کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد کہتا ہے کہ بہت سے لوگ آپؑ سے علم ودیانت حاصل کرنے آتے، یہ لوگ عراق، ایران اور مصر کے مختلف شہروں سے آتے، ان علاقوں میں آل محمدؐ کے شیعہ بڑی تعداد میں تھے۔(۹۴)

باب نمبر ۱۱

امام حسن عسکری علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کے دادا: امام محمد جواد تقی علیہ السلام

آپؑ کے والد: امام علی ہادی نقی علیہ السلام

آپؑ کی والدہ: سلیل (۱)

آپؑ کے بھائی: محمد، حسین، اور جعفر

آپؑ کی ولادت: مدینہ میں ۸ ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے

آپؑ کا حلیہ: گندم گوں، موٹی موٹی آنکھیں، بہترین قدوقامت اور خوبصورت جسم، آپؑ صاحب جلالت وہیبت تھے۔ (۲)

آپؑ کی کنیت: ابومحمد

آپؑ کے القاب: زکی، ہادی، عسکری، تقی، خالص، سراج، صامت، رفیق اور مرضی ہیں۔

آپؑ کی انگوٹھی کا نقش: "سبحان من لہ مقالید السموات والارض" (اے وہ جس کے قبضہ قدرت میں آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں)

آپؑ کا سامرہ میں تشریف لانا: اپنے والد بزرگوار حضرت امام ہادیؑ کے ساتھ تشریف لائے اور وفات تک سامرا ہی میں رہے۔

آپؑ کی زوجہ محترمہ: نرجس (یا ملیکہ) بنت یشوعا بن قیصر شاہ روم، ان خاتون کی والدہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی اولاد تھیں، ان کا نسب حضرت عیسیٰؑ کے وصی شمعون تک پہنچتا ہے۔

آپؑ کے فرزند ارجمند: حضرت امام مہدی علیہ السلام

آپؑ کا شاعر: ابن رومی

آپؑ کے دربان: عثمان بن سعید عمری اور ان کے بیٹے محمد بن عثمان

آپؑ کے زمانے کے بادشاہ: معتز، مہتدی اور معتمد عباسی۔

آپؑ کے آثار: کتاب التفسیر۔ (۳)

آپؑ کی نظر بندی: آپؑ نے اپنی زندگی ظالموں کی قید میں گزاری ان قید خانوں کے آثار آج تک باقی

ہیں۔

آپؑ کی وفات: آنجناب صلوات اللہ علیہ نے جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ھجری کو ۲۸ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

آپؑ کا مزار: اپنے والد گرامی حضرت ہادی علیہ السلام کے قریب سر من رائے میں اپنے ہی گھر میں دفن ہوئے۔

آپؑ کی قبر اطہر آج رفعت و بلندی اور چمک دمک میں آسمان سے باتیں کرتی ہے، اس پر دنیا کا سب سے بڑا سونے کا گنبد ہے جس کی تعمیر میں ۸۲ ہزار سونے کی اینٹیں صرف ہوئیں (۴)۔

مسلمانوں کا جم غفیر ساری دنیا سے آپؑ کی زیارت کے لئے آپؑ کو سلام کرنے، آپؑ کے قرب میں نماز پڑھنے اور آپؑ کے مرقد مبارک پر دعا کرنے کے لئے ہر وقت جمع رہتا ہے۔

آپؑ کی امامت کی نص

مسلمانوں میں مکاتب فکر کے اختلاف کے باوجود آئمہ علیہم السلام کا ان کے جد امجد رسول اعظمؐ کی جانب سے، نام بنام تذکرہ اور یہ کہ ان کے آخری قائم ہیں، یہ ساری باتیں مسلمانوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہیں۔

ان نصوص میں سے بعض کو اہل سنت کے علمائے کبار نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ (۵)

پہلے لوگوں میں ان احادیث کے عام ہونے کی سب سے بڑی دلیل امام ابو محمد حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد ان کے فرزند کی اور امام کے گھر کی تلاشی لینا اور آپؑ کی بعض عورتوں، کنیزوں کو عباسی خلیفہ معتمد کی قید میں رکھنا ہے، اسے اس بات کا خوف اور ڈر تھا کہ شاید ان میں سے بعض حاملہ ہوں۔

یہ زیادتی عباسیوں، حتی کہ امویوں کی، آئمہ علیہم السلام کے خلاف تشدد کے عام رویے میں غیر معمولی اضافہ تھا، اموی اور عباسی حکام پوشیدہ طور سے کسی امامؑ کو شہید کرتے تو ان کی اولاد اور جانشین سے متعرض نہ ہوتے، حتی کہ دوسرا امام آجاتا اور ایک عرصے کے بعد امام وقت کو دھوکے اور پوشیدہ طور سے شہید کرتے۔

شبلنجی سے روایت ہے کہ خالد برکی نے ہارون سے کہا یہ علیؑ بن موسیؑ آئے ہیں اور انہوں نے اپنے لئے امر امامت و خلافت کا دعویٰ کیا ہے، ہارون نے کہا کہ جو کچھ ہم نے ان کے باپ کے ساتھ کیا ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے، کیا تو چاہتا ہے کہ ہم ان سب کو قتل کر دیں؟۔ (۶)

لیکن جو سختی اور زیادتی معتمد عباسی کی جانب سے اور اس کے اعوان و انصار سے امام عسکریؑ کے بعد کے امام کے متعلق ہوئی اس پر نظر کی جائے۔

احمد بن عبید اللہ بن خاقان کا کہنا ہے کہ جب امام حسن عسکریؑ علیل ہوئے تو خلیفہ نے میرے باپ کے

پاس کسی کو بھیجا کہ امام حسن عسکریؑ بیمار ہیں، وہ اسی وقت سوار ہو کر دارالخلافہ گیا اور جلد ہی واپس لوٹ آیا، اس کے ساتھ امیر المومنین کے پانچ مخصوص خادم تھے، یہ سارے خادم اس کے خواص میں سے تھے، ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ امام حسن عسکریؑ کے گھر کی طرف متوجہ ہو، ان سے جدا نہ ہوا اور ان کی خبر و احوال معلوم کرتا رہے، کچھ معالجین اور اطباء کو بھی آپؑ کی صبح و شام دیکھ بھال کے لئے مستعد کیا۔

قاضی القضاۃ کو اپنے پاس بلا بھیجا، وہ مجلس میں حاضر ہوا تو اس کو حکم دیا کہ دس ایسے افراد، جن کے دین اور تقویٰ اور امانت پر تجھ کو اعتماد ہو، کو منتخب کر، قاضی جب ان لوگوں کو لے کر آیا تو ان کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر بھیجا، انہیں حکم تھا کہ وہ دن رات وہیں رہیں، وہ اسی گھر میں رہے یہاں تک کہ آنجنابؑ کی وفات ہوگئی۔

آپؑ کی وفات کی خبر شہر میں پھیلی تو سر من رائے ایک واحد چیخ و پکار میں تبدیل ہو گیا، بازار بند ہو گئے۔

بنی ہاشم، قائدین لشکر، دفاتر کے افسر، قاضی حضرات اور عدالت کے عملے، سب ہی لوگ آپؑ کے جنازے میں شرکت کیلئے جمع ہو گئے، اس دن سامرا قیامت کا سا منظر پیش کر رہا تھا۔

آپؑ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے ابوعیسیٰؑ بن متوکل کو پیغام بھیجا کہ نماز جنازہ پڑھائے، جب جنازہ نماز کے لئے رکھا گیا تو ابوعیسیٰ قریب آ گیا، اور آپؑ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا، پھر علویوں، عباسیوں، قائدین لشکر، قضاۃ، وغیرہ کو متوجہ کر کے کہا کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام ہیں، جو اپنی موت اپنے بستر پر مرے ہیں، ان کے پاس (مرض الموت کے دوران۔۔۔۔۔۔مترجم) امیر المومنین کے خادم اور ان کے قابل اعتماد فلاں فلاں افراد، فلاں فلاں قاضی، فلاں فلاں طبیب اور حکیم رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ کا چہرہ ڈھانپ دیا اور آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپؑ کے جنازے کو اٹھانے کا حکم دیا ۔۔۔۔۔۔۔اور بادشاہ حسنؑ بن علیؑ کے بیٹے کا سراغ آج تک لگا رہا ہے مگر ان کا اس کو کوئی پتہ نہیں چلتا۔(۷)

امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی یہ تلاش اس لئے تھی کہ امت کو رسول اعظمؐ کی وہ احادیث یاد تھیں جو آئمہ اثناء عشر (بارہ اماموں) علیہم السلام پر نص ہیں، یہ بھی کہ ان میں کے بارہویں قائمؑ ہیں، وہ وہی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح کہ وہ ان سے پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

یہاں یہ ذکر مناسب ہوگا کہ امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے وقت عمر ۲۸ برس تھی، گویا اس وقت آپؑ کے فرزند ارجمند بچپن کی عمر کے ہوں گے، سوال یہ ہے کہ پھر ایک مضبوط جمی جمائی حکومت ایک بچے سے کیوں خوفزدہ تھی؟

حکومت جس چیز سے ڈرتی تھی اور پریشان تھی وہ احادیث نص ہیں آئمہؑ میں سے آخری امامؑ کے لئے ایک ہمہ گیر انقلاب ہے جو ظالموں، جابروں کو نابود کر کے رکھ دے گا۔

اس کتاب کے گزشتہ ابواب میں بعض آئمہؑ سے آئی ہوئی نصوص گزر چکی ہیں یہ ان کے علاوہ ہیں، جو

احادیث نبویؐ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں، یہ سب حجت کو قائم کرنے، کسی امام کو اپنے بھائیوں سے ممتاز کرنے، امت کو ان کے سامنے جھکنے اور ان کی تعلیمات کو حاصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

یہاں امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام پر ان کے والد امام ہادی علیہ السلام کی طرف سے بعض نصوص پیش کی جائیں گی۔

۱۔ آنجنابؑ نے ابو ہاشم جعفری سے فرمایا: ابو محمد میرا بیٹا ہے میرے بعد میرا خلیفہ ہے، ان کے پاس ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی ضرورت ہو سکتی ہے، ان کے پاس امامت کا سبب ہے۔(۸)

۲۔ آپؑ نے ابو بکر فہفکی کو لکھا: ابو محمدؑ میرے فرزند آل محمد میں سب سے زیادہ صحیح جبلت وطبیعت کے مالک اور زیادہ قابل وثوق حجت ہیں، وہ میری اولاد میں سے سب سے بڑے اور وہی خلیفہ ہیں ان ہی کی طرف امامت کا عروہ اور دستہ ہے، اور وہاں ہمارے احکام منتہی ہوتے ہیں، چنانچہ جو کچھ تم مجھ سے پوچھا کرتے تھے وہ ان سے پوچھنا، ان کے پاس تمام وہ علم موجود ہے جس کی احتیاج ہو سکتی ہے۔(۹)

۳۔ علی بن مہزیار کہتے ہیں، کہ میں نے ابوالحسنؑ سے عرض کیا: اگر آپؑ کو کچھ ہو گیا اور میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، تو پھر کس کی طرف رجوع کروں .... مترجم)؟ آپؑ نے فرمایا: میری اولاد میں سب سے بڑے یعنی حسن عسکری علیہ السلام کی طرف۔(۱۰)

۴۔ یحییٰ بن یسار قنبری کہتا ہے: ابوالحسنؑ نے اپنے فرزند حسنؑ کی طرف اس دنیا سے اپنی رحلت سے چار ماہ قبل وصیت کی تھی، اپنے بعد کے لئے امر امامت کا ان کی طرف اشارہ کیا تھا مجھے، اس پر گواہ بنایا تھا اور خادموں اور غلاموں میں سے بھی کچھ کو۔(۱۱)

۵۔ علی بن نوفلی کہتا ہے کہ میں ابوالحسنؑ کے ساتھ ان کے گھر کے صحن میں تھا کہ پاس سے آپؑ کے فرزند محمدؑ گزرے، میں نے کہا: ہمارے صاحب (وامام) یہ ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ نہیں، میرے بعد تمہارے صاحب حسنؑ ہیں۔(۱۲)

۶۔ صقر بن ابودلف نے کہا کہ میں نے علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ رضا کو یہ کہتے سنا کہ میرے بعد امام میرے فرزند حسنؑ ہیں اور حسنؑ کے بعد ان کے فرزند القائمؑ ہیں، جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہو گی۔(۱۳)

آنجنابؑ کی عبادت

ان دعاؤں اور مناجاتوں کو دیکھنے سے جو آئمہ اہل بیتؑ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ آپؑ عبادت اور ذکر و ورد میں کہاں تک پہنچے ہوئے تھے۔

بے شک ہمارے رحمہم اللہ نے سینکڑوں کتابوں میں ان دعاؤں اور مناجاتوں کو پیش کیا ہے۔

اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ رسول اعظمؐ نے ان ہی کو اپنی سب خوبیوں اور کمالات اور صفات کا وارث بنایا اور ان ہی کو اپنے اخلاق واطوار کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

آنحضرتؐ کی کثرت عبادت میں شان اور اس میں مشقت اٹھانا تو سب ہی پر عیاں ہے، چنانچہ خداوند عالم نے ان پر یہ آیت نازل فرمائی۔

"طہ ما انزلنا الیک القرآن لتشقی"

اے طاہر ومطہر! ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت اور زحمت میں پڑ جاؤ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی آپؐ پر شفقت اور مہربانی تھی۔

یہاں امام ابومحمد علیہ السلام کی عبادت کے سلسلے میں چند ایک واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ کتاب "دررالاصداف" میں ہے کہ بہلول نے آپؑ کو اس وقت دیکھا جب آپؑ بچہ تھے آپؑ رو رہے تھے جب کہ دوسرے بچے کھیل میں مصروف تھے، بہلول کو خیال ہوا کہ وہ اس چیز پر افسوس کر رہے ہیں جو دوسرے بچوں کے پاس ہے مگر اس کے پاس نہیں۔

بہلول نے پوچھا: کیا وہ چیز بازار سے خرید لاؤں جس سے آپؑ کھیلیں؟ آپؑ نے فرمایا: اے کم عقل! ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ بہلول نے پوچھا: تو پھر آپ کس لئے خلق ہوئے ہیں آپؑ نے فرمایا: علم و عبادت کے لیے، بہلول نے کہا: آپؑ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر۔

"افحسبتم انما خلقنا کم عبثا وانکم الینا لا ترجعون"

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث اور بیکار پیدا کیا ہے، یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟

بہلول نے عرض کیا کہ آپؑ مجھے کچھ وعظ و نصیحت کریں، آپ نے چند اشعار پڑھے جن کے ذریعے اس کو نصیحت کی۔

اس کے بعد حسن علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے، جب آپؑ کو افاقہ ہوا تو بہلول نے عرض کیا: آپؑ پر یہ کیا کیفیت ہوئی تھی؟ آپ تو محض بچے ہیں اور آپؑ پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: دور ہو جا اے بہلول! میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں سے آگ روشن کرنا چاہتی ہیں تو وہ روشن نہیں ہوتی، آگ چھوٹی لکڑیوں سے روشن ہو جاتی ہے مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں میں جہنم کا چھوٹا ایندھن نہ بن جاؤں۔ (۱۴)

۲۔ محمد شاکری سے روایت ہے کہ آنجناب محراب میں بیٹھتے اور سجدے میں چلے جاتے، میں سوجاتا

سو کر جب اٹھتا تو دیکھتا کہ آپؑ سجدے ہی میں ہوتے تھے۔(۱۵)

۳۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری کہتا ہے:

''حسنؑ قید خانے میں روزہ رکھتے، جب افطار کرتے تو ہم بھی آپؑ کے ساتھ وہ کھانا کھاتے جو آپؑ کا غلام آپؑ کے لئے ڈھکی ہوئی ٹوکری میں لایا کرتا تھا۔''(۱۶)

۴۔ معتمد عباسی آپؑ کی قید کے دوران کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا اس کو بتایا جاتا کہ آپؑ دن کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں۔(۱۷)

۵۔ محمد بن اسماعیل کہتا ہے:

''وہ آنجنابؑ قید میں ایک ساتھ تھے، آپؑ دن کو روزہ رکھتے اور ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے، عبادت کے علاوہ آپؑ گفتگو اور دوسرے مشاغل میں شریک نہ ہوتے''(۱۸)

۶۔ بنی عباس صالح بن وصیف کے پاس گئے جب کہ ابو محمد علیہ السلام اس کے یہاں قید تھے اور اس سے کہا:

''ان پر سختی کر اور ان کو کسی قسم کی ڈھیل نہ دو''۔

صالح نے کہا:

''میں ان کے ساتھ کیا کروں؟''

میں نے دو بہت ہی خراب لوگ، جو مجھے مل سکے، ان پر نگرانی کے لئے مقرر کئے، جو خود نماز روزے میں مشغول ایک اعلیٰ کیفیت میں ہیں۔

صالح نے ان دونوں نگرانوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا:

''اس مرد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

ان دونوں نے جواب دیا:

''آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے، عبادت کے علاوہ نہ کسی سے بات کرتا ہے اور نہ کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے، جب وہ ہماری طرف دیکھتا ہے تو ہمارے کندھے کانپنے لگ جاتے ہیں اور ہم پر ایسا رعب و دبدبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے حواس قائم نہیں رکھ سکتے۔''

عباسیوں نے جب یہ سنا تو بے نیل و مرام واپس چلے گئے۔(۱۹)

آپؑ کی سیرت سے کچھ اقتباسات

کسی شخص کی سیرت وکردار اس کے باطن سے اور اس کی ذات کی طبیعت جس پر ہے، وہاں سے پھوٹتی ہے، جو کچھ اس کے ضمیر میں ہے، جو کچھ اس کے نفس میں مضمر ہے، جو کچھ اس کی جبلت اور مزاج میں ہے، اس سے پھوٹتی ہے۔

میرے خیال میں انسان کی سیرت ہی اس کا میزان ہے یا اس کے خلاف مقیاس ہے، یہی لوگوں کی ایک دوسرے پر فضلیت کا عنوان ہے، نفس انسانی کی کسوٹی ہے۔

امام ابومحمدؑ باطن کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل ہیں، طبیعت وخصل کے لحاظ سے ان سے اشرف ہیں، آپؑ کی ذات مقدس پاک وپاکیزہ اور آپؑ کا اعلیٰ نفس بلند وبالا ہے، اس لئے کوئی تعجب نہیں اگر آپؑ کی سیرت بلندی ورفعت کی انتہا اور کمال وفضیلت اور اوج وعظمت کی آخری حدود تک پہنچ جائے۔

یہاں ہم آپؑ کی سیرت سے متعلق کچھ باتیں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ آپؑ نے داؤد بن اسود کو پیغام بھیجا: جب تم سنو کہ کوئی مجھے برا بھلا کہہ رہا ہے تو (اس پر کان نہ دھرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مترجم) اور جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسی راستے پر چلتے رہو، اگر کوئی ہمیں برا بھلا کہے تو اس سے بچو کہ تم اس کو جواب دو یا اس کو اپنے آپ کو پہنچواؤ۔(۲۰)

۲۔ جب خلیفہ نے آپؑ کو قید سے رہا کرنے کا حکم دیا تو آپؑ قید خانہ کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: یہاں تک کہ جعفر بھی آجائے۔

قید خانے کے داروغہ نے کہا کہ خلیفہ نے تو مجھے صرف آپؑ کو رہا کرنے کا حکم دیا ہے جعفر کو نہیں، آپؑ نے فرمایا: تو دوبارہ اس کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ ہم دونوں ایک ہی گھر سے نکلے تھے اگر میں واپس چلا جاؤں اور وہ میرے ساتھ نہ ہو تو اس کے مضمرات تجھ پر واضح ہیں۔

چنانچہ آپؑ کے کہنے سے جعفر کو بھی رہا کر دیا گیا۔(۲۱)

۳۔ کامل بن ابراہیم مدنی کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ اپنے آقا وسردار ابومحمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ سفید اور ملائم لباس پہنے ہوئے ہیں میرے دل میں خیال ہوا کہ اللہ کے ولی اور اس کی حجت عمدہ لباس پہنتے ہیں، ہمیں حکم دیتے ہیں کہ بھائیوں کی مدد کیا کرو اور ہمیں ایسے لباس پہننے سے منع کرتے ہیں۔

آپؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اے کامل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور آپ نے اپنی آستین اوپر چڑھائی تو آپؑ کے جسم پر سیاہ بالوں سے بنا ہوا کھردرا کپڑا تھا، پھر آپؑ نے فرمایا: یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ (اوپر والا لباس) تمہارے لئے ہے۔(۲۲)

آپؑ کا احسان وکرم

آئمہ اہل بیتؑ سے متعلق کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس میں آپ علیہم السلام کے جود وسخا، کرم والطاف اور امت کے فقرا اور مستضعفین سے نیکی واحسان کا ذکر نہ ہو۔

اس موضع پر طویل گفتگو ہو سکتی ہے آپؑ میں سے ہر ایک کے لئے کوئی ان کے احسان وکرم کے واقعات کتابوں سے جمع کرے تو ہر امام کے بارے میں ایک جدا کتاب مرتب ہو جائے گی۔

امام ابو محمدؑ کے بارے میں بعض جود وسخا کے جو واقعات آئے ہیں ان کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ آپؑ نے ابو ہاشم جعفری کے لئے ایک سو دینار بھیجے آپؑ نے مزید لکھا کہ اگر تمہیں ضرورت اور احتیاج ہوا کرے تو بلا تکلف مانگ لیا کرو، کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کیا کرو، بے شک تمہارے لئے وہ کچھ ہوگا جس کو تم پسند کرو گے۔ انشاء اللہ (۲۳)

۲۔ حمیری نے کتاب "الدلائل" میں روایت کی ہے کہ ابو یوسف قیصر، جو متوکل عباسی کا شاعر تھا، کہنے لگا کہ میرے یہاں بچہ پیدا ہوا، میں اس زمانے میں بہت تنگی میں تھا، میں نے بعض لوگوں کو رقعے لکھے اور ان سے مدد چاہی مگر کہیں سے جواب نہ ملا۔

میں نے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں، ابو محمدؑ کے گھر کا طواف کرتا ہوں شاید خدا مجھے کشائش دے دے، چنانچہ میں نے ان کے گھر کا چکر لگایا اور دروازے پر گیا، ابو حمزہ باہر نکلے جن کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کی تھیلی تھی، دیکھا تو اس میں چار سو درہم تھے کہنے لگا میرے مولا وآقا فرمارہے ہیں کہ یہ اپنے نومولود پر خرچ کر، خدا تجھے اس میں برکت دے۔ (۲۴)

۳۔ اسمٰعیل بن محمد بن علی (عباسی) سے روایت ہے کہ میں ابو محمدؑ کے انتظار میں راستے میں بیٹھ گیا، جب آپؑ قریب آئے تو میں نے آپؑ سے اپنی حاجت بیان کی اور قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک درہم سے زیادہ اس وقت نہیں، نہ صبح کا کھانا کھایا ہے نہ شام کا۔

آپؑ نے فرمایا: تو اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو نے دو سو دینار دفن کر رکھے ہیں، یہ میں نے اس لئے نہیں کہا کہ میں تجھے عطیہ اور بخشش نہ دوں، یہ کہہ کر مجھے سو دینار دیئے۔ (۲۵)

۴۔ ابو جعفر عمری کہتا ہے کہ ابو طاہر بلبل نے حج کیا تو علی بن جعفر ہمدانی کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ نفقات خرچ کر رہا ہے۔

جب واپس آیا تو یہ بات اس نے ابو محمدؑ کو لکھ بھیجی، آپؑ نے اس رقعے پر لکھا کہ ہم نے اس کے لئے ایک لاکھ دینار کا حکم دیا ہے اور تیرے لئے بھی اسی کے مثل حکم دیا ہے۔ (۲۶)

۵۔ ابوجعفر عمری کہتا ہے جس وقت سید و آقا (امام زمانہؑ) پیدا ہوئے تو ابومحمدؑ نے فرمایا کہ ابوعمر اور عثمان بن سعید کو بلایا جائے وہ آئے تو آپؑ نے فرمایا: دس ہزار رطل روٹیاں اور دس ہزار رطل گوشت خریدو، اس کو اجر و ثواب کے لئے بنی ہاشم میں تقسیم کرو اور اس کے عقیقہ میں اتنے اتنے بکرے ذبح کرو۔(۲۷)

۶۔ محمد شاکری کہتا ہے کہ آپؑ بہت کم خوراک تھے، آپؑ کے پاس انجیر، انگور، شفتالو اور اس قسم کے پھل آتے تو ان میں سے ایک یا دو دانے کھاتے، فرماتے اے محمد! یہ سب اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ میں کہتا یہ سب تو! تو فرماتے ہاں لے لو، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کچھ رکھ لئے ہوں۔(۲۸)

۷۔ آپؑ نے علی بن زید بن علی بن حسین بن زید بن علی کو دو سو دینار دیئے اور ان سے کہا کہ کنیز کی قیمت میں ان کو صرف کرو۔(۲۹)

۸۔ آپؑ نے عمرو بن ابومسلم کو پچاس دینار بھیجے اور فرمایا: اس سے کنیز خریدو۔(۳۰)

۹۔ احمد بن صالح کوفی کو آپؑ نے تین ہزار درہم دیئے۔(۳۱)

۱۰۔ آپؑ نے حکم دیا کہ آپؑ کے فرزند ارجمند امام مہدی علیہ السلام کے عقیقہ پر تین سو بکرے ذبح کئے جائیں گے۔(۳۲)

آپؑ کی تفسیر کا کچھ حصہ

خداوند عالم ان ظالم حکام سے بدترین انتقام لے جنھوں نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو در بدر کیا، قید کیا اور پھر قتل کیا، جس کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ بہت سے فیوض و علوم سے محروم کر دی گئی، چنانچہ آئمہؑ کو اس کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ علوم کو نشر کرتے اور کونے کونے پہنچاتے۔

یہ حکام اچھی طرح جانتے تھے کہ آئمہ کا فرض منصبی ہی یہ ہے کہ وہ علم کی نشر و اشاعت کریں، دین کا پرچم بلند کریں، امید کو باشعور اور بیدار رکھیں اور ملک و سلطنت سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔

اس کے باوجود ان ظالم حاکموں نے ان کے ساتھ شقی القلبی کا بدترین مظاہرہ کیا ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ حکام دین سے کہیں دور ہو چکے تھے اور سب ہی ان کے برے کردار، حرام کاموں میں ملوث رہنے، گناہوں میں ڈوبے رہنے اور بے گناہ لوگوں کے قتل سے واقف تھے، ان میں سے بعض تو ایسے تھے جو توحید اور قیامت کے بھی منکر تھے۔(۳۳)

آئمہؑ پر بعض اوقات ان کا غیض و غضب اس بغض و کینہ کی بناء پر ہوتا تھا جو آئمہ علیہم السلام کے فضائل کی لوگوں میں شہرت، ان کی مقبولیت اور مسلمانوں کا ان کی طرف مائل رہنا ان متکبر بادشاہوں کے سینوں میں ہلچل مچائے رکھتا تھا، ان آئمہ کا اخلاق و کردار ان حکام کو زیادہ سے زیادہ سختی کرنے اور اذیت پہنچانے پر مجبور کرتا۔

ان جابروں نے آئمہؑ کو ظلم وستم کر کے اس وقت موت کے گھاٹ اتارا جب وہ ابھی اول شباب اور عمر کے بہترین زمانہ میں تھے، چنانچہ امام حسن عسکریؑ نے رحلت فرمائی تو آپؑ کی عمر ابھی اٹھائیس سال تھی اور آپؑ کے والدگرامی امام ہادیؑ جب شہید کئے گئے تو آپؑ کی عمر چالیس سال تھی، آپؑ کے دادا حضرت امام جوادؑ کی شہادت پچیس سال کی عمر میں ہوئی۔

ان ظالم حاکموں کو یہ بھی منظور نہیں تھا کہ یہ حضراتؑ اپنے جدامجد رسول اعظم کے مجاور بن کر مدینہ ہی میں زندگی بسر کریں۔ چنانچہ ان کو مختلف شہروں میں پھرایا اور پریشان کیا، اگر ان کو مجبور نہ کیا گیا ہوتا تو یہ کبھی اپنے نانا کے مدینہ سے جدا نہ ہوتے، وہی ان کا مدفن ہوتا اور اسی سے وہ محشور ہوتے۔

یہ ظالم حکام و بادشاہ نہ ہوتے تو امام ہادیؑ اور امام عسکریؑ سامرا کا شہر نہ دیکھتے، یہ تو بڑی بات ہے کہ وہاں چوتھائی صدی سے زیادہ رہائش کرتے، یہ صرف ان کو وطن سے دور نہیں لے گئے بلکہ ان ظالموں نے ان پر بے انتہا سختیاں کیں، حتی کہ ان دونوں اماموںؑ نے اپنی عمر کا ایک حصہ قید خانوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں گزارا، وہ قید خانے آج بھی موجود ہیں اور معروف ہیں جہاں ان دونوں اماموںؑ نے صعوبتیں سہی تھیں۔

یہاں گفتگو امام حسن عسکریؑ کی تفسیر سے متعلق ہے باقی سارے علوم سے زیادہ علم تفسیر اماموںؑ ہی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور ان ہی میں محدود ہے یہی حضرات ثقلین میں سے دوسرے ہیں جو قرآن کریم کے معادل اور برابر ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

"انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ولن یفترقا حتی ایردا علی الحوض"۔(۳۴)

ترجمہ: میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب، جو آسمان سے زمین کی جانب دراز کی ہوئی رسی ہے اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں، یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں۔

بعض شیعہ علمائے اعلام نے اپنی تفاسیر میں صرف ان ہی تفاسیر آیات پر انحصار کیا ہے جو حضرت اہل بیت علیہم السلام سے آئی ہیں دوسرے قرآنی مباحث کے بجائے صرف ان ہی پر اکتفا کیا ہے۔(۳۵)

ہمارے ہاتھوں میں امام حسن عسکریؑ کی ایک تفسیر ہے(۳۶) جو کئی سو صفحات پر بڑی تقطیع پر مشتمل ہے آپؑ ہر ہر آیت کے فقروں اور جملوں کی تفسیر کرتے چلے گئے، کبھی کبھی روایت اور دوسری بحث بھی کی ہے ان ہی کے راستے پر آج تک مفسرین چل رہے ہیں شیعہ علماء نے اس تفسیر کی طرف توجہ کی ہے، اس کو بزرگی و اجلال کے

ساتھ قبول کیا ہے اور اس کے بعض باب اور حصے اپنی تصنیفات میں نقل کئے ہیں۔(۴۷)

اس تفسیر کا آغاز سورہ فاتحہ سے ہوتا ہے، پھر یہ سورہ بقرہ کی اکثر آیات تک جاتی ہے یہ نہیں معلوم کہ اس کے بقایا حصے مفقود ہو گئے، دیگر نفیس کتابوں کی طرح، جو طویل مدت کے دوران اسلامی کتب خانوں سے غائب ہو گئے ہیں، یا یہ کہ ظالم و جابر حکمرانوں نے انہیں اس تفسیر کو مکمل کرنے کی مہلت ہی نہ دی، ان کو قید کر دیا یا شہید کر دیا۔

ان صفحات میں ہم بعض آیات کی تفسیر پیش کر رہے ہیں، محترم قارئین کو اصل تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں تا کہ اس میٹھے چشمے سے زیادہ سے زیادہ سیراب ہو سکیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"الم ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى المتقين"

آنجنابؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ قریش اور یہودیوں نے قرآن مجید کی تکذیب کی اور اسے جھٹلایا، کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے اس کو خدا کی طرف غلط نسبت دی گئی ہے، تو اللہ عزوجل نے فرمایا:

"الم ذلك الكتاب"

یعنی اے محمدؐ! یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے تم پر نازل کیا ہے وہ حروف مقطعہ سے ہے جن میں سے الف۔ لام میم بھی ہیں، یہ تمہاری ہی زبان میں ہے، تمہارے حروف تہجی میں ہے اگر تم سچے ہو تو اس کی مثل لے آؤ، اس کام کے لئے تم جو جو حاضر اور شاہد ہیں سب سے مدد لے لو۔

خدا نے بیان کیا کہ وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ فرمایا:

"قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا"

ترجمہ: کہہ دیں کہ اگر انسان اور جنات اس پر مجتمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو اس کی مثل نہیں لا سکتے، خواہ ان میں سے بعض دوسروں کے مددگار بھی بن جائیں۔

پھر خداوند عالم نے فرمایا:

"الم"

وہ قرآن جو الم سے شروع ہوا ہے، وہی کتاب ہے جس کی ہم نے موسیٰ کو اور ان کے بعد والے انبیاء کو خبر دی تھی، انہوں نے بنی اسرائیل کو خبر دی تھی۔

یقیناً عنقریب تم پر، اے محمدؐ! نازل کریں گے عربی زبان میں ایک معزز اور غالب کتاب، باطل نہ اس کے

سامنے سے آسکے گا اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ صاحب حکمت لائق حمد خدا کی تنزیل ہے۔

"لاریب فیہ"

اس میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ یہ ان (اہل کتاب) کے یہاں ظاہر ہے ان کے انبیاءؑ نے اس کی خبر دی ہے کہ یقیناً محمدؐ پر کتاب نازل ہوگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

۲۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد:

الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج نہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجلعو اللہ اندادا وانتم تعلمون۔

ترجمہ: وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت قرار دیا، آسمان سے پانی نازل کیا جس کے ذریعے تمہارے رزق کے طور پر پھل نکالے، چنانچہ اللہ کیلئے کوئی نظیر و مثیل قرار نہ دو جب کہ تم جانتے ہو۔

آنجنابؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"الذی جعل لکم الارض فراشا"

زمین کو تمہارے طبائع کے مطابق نرم اور مناسب بنایا، نہ اس کو سخت گرم اور ایسا بنایا کہ جو تم کو جلا دیتی نہ زیادہ ٹھنڈک والی جو تم کو منجمد کر دیتی، نہ ایسی تیز خوشبودار کہ تمہارے ذہنوں کو ماؤف کر دیتی، نہ سخت بدبودار جو تم کو ہلاک کر دیتی، نہ اتنی نرم کہ پانی کی طرح تم کو غرق کر دیتی، نہ اتنی سخت کہ نہ تم کھیتی باڑی کر سکتے نہ مکان بنا سکتے اور نہ مردوں کو دفن کر سکتے۔

خداوند عالم نے زمین کو ایسا محکم بنایا جس سے تم فائدے اٹھا سکتے ہو، خود کو برقرار رکھ سکتے ہو، مکانات اس پر قائم ہیں، اس میں نرمی بھی دی ہے جس کی وجہ سے تم اس میں کھیتی باڑی کرتے ہو، وہ تمہارے بہت سے فائدے کے لئے ہر وقت تیار ہے تمہاری قبروں کے لئے بھی اس میں آسانی ہے۔

اس طرح اس نے زمین کو تمہارا فرش اور آسمان کو تم پر چھت بنایا، جس میں اس کے سورج، چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں، یہ سب ہی تمہارے فائدے کے لیے ہیں۔

پھر فرمایا:

"وانزل من السماء ماء"

یعنی وہ بارش کو بلندی سے اتارتا ہے تاکہ تمہارے پہاڑوں، ٹیلوں، ہموار اور پست زمینوں تک پہنچ جائے، پھر اس کو پھوار، موٹے قطروں والی بارش، موسلا دھار بارش اور ہلکی ہلکی بارش میں تقسیم کیا تاکہ تمہاری

زمینیں اس کو چوس سکیں۔

اس بارش کو ایک ہی آبشار کی طرح نہیں برسا دیا، ورنہ یہ تمہاری زمینوں، درختوں کھیتوں اور تمہارے پھلوں کو خراب کر دیتی۔

پھر فرمایا ہے:

"فاخرج به من الثمرات رزقا لکم"

یعنی زمین سے جو کچھ نکلتا ہے اس میں تمہارا رزق ہے۔

"فلا تجعلو الله انداد"

یعنی ان بتوں سے جو عقل و شعور نہیں رکھتے، نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، نہ ہی کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں، مثال اور تشبیہ نہ دو۔

"وانتم تعلمون"

حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ ان عظیم اور جلیل نعمتوں میں سے، جن کا تمہارے پروردگار نے تم پر انعام و اکرام کیا ہے، کسی پر قدرت نہیں رکھتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

۳۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

"واذ قال موسیٰ لقومه یاقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذ کم العجل فتوبو ا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انه هو التواب الرحیم۔ واذ قلتم یموسیٰ لن نومن لك حتی نری الله جهرة فاخذ تکم الصاعقه وانتم تنظرون۔ ثم بعثنکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون"

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو خدا بنا کے اپنے اوپر بہت سخت ظلم کیا، اب (اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) تم اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو اور (وہ یہ ہے کہ) اپنے لوگوں کو قتل کر ڈالو۔ تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے پھر جب تم نے ایسا کیا تو خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم موسیٰ سے کہا تھا اے موسیٰؑ! ہم تم پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں، اس پر تم پر بجلی گری اور

تم تکتے ہی رہ گئے، پھر تمہیں تمہارے مرنے کے بعد ہم نے اٹھایا تا کہ تم شکر کرو۔

آنجنابؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کہتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے، جو بچھڑے کو پوجتی تھی، کہا کہ اے قوم! تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ کو ضرر پہنچایا، اب اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو، جس نے تمہیں خلق کیا ہے اور تمہاری شکلیں بنائی ہیں، چنانچہ اپنے نفسوں کو قتل کرو، یعنی بعض دوسرے بعض کو قتل کرو، یعنی جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی وہ بچھڑے کو پوجنے والے کو قتل کریں، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

یعنی تمہارے خالق کے نزدیک یہ قتل کرنا تمہارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم دنیا میں زندہ رہو، وہ تمہیں نہ بخشے اور تمہاری حیات بس دنیاوی زندگی تک ختم ہو جائے اور تم جہنم کی آگ کی طرف پلٹائے جاؤ۔

اگر تم قتل کرو اور توبہ کرو تو اللہ عزوجل اس قتل کو تمہارا کفارہ قرار دے گا اور جنت کو تمہاری منزل اور آرام کی جگہ قرار دے گا۔

اللہ عزوجل نے کہا:

"فتاب علیکم"

تمہاری توبہ قبول کی اس سے پہلے کہ تمہاری پوری جماعت ہلاک ہوتی اور تم سب کو قتل ہونا پڑتا، تمہیں توبہ کی مہلت دی ہے اور تمہیں اطاعت کے لئے باقی رکھا ہے۔

"انہ ھو التواب الرحیم"

آپؑ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ہاتھ سے بچھڑے کی خدائی جھوٹی ثابت کر دی اور اس کو نطق (اور زبان) دی کہ سامری کا پول کھول دے تو موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ جس بچھڑے کی پرستش نہیں کی وہ اس کو پوجنے والے کو قتل کر دے، زیادہ تر لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اس بچھڑے کی پرستش نہیں کی۔

اللہ عزوجل نے موسیٰؑ سے کہا: اس سونے کے بچھڑے کو لوہے سے کوٹ کر دریا میں بہا دیں، اب جو اس کا پانی پئے اور اس کے ہونٹ اور ناک سیاہ ہو جائیں تو اس کا گناہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس نے بچھڑے کو پوجا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا چنانچہ بچھڑے کی پرستش کرنے والے ظاہر ہو گئے، خداوند عالم نے بارہ ہزار افراد کو حکم دیا کہ وہ باقیوں پر تلواریں نیاموں سے نکال کر پل پڑیں اور انہیں قتل کر دیں، منادی نے ندا دی یاد رکھو خدا اس پر لعنت کرے گا جو ہاتھ یا پاؤں سے ان سے بچنے کی کوشش کرے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

۴۔ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماء کم ولا تخرجون انفسکم من دیار کم

ثم اقررتم وانتم تشهدون ثم انتم هولاء تقتلون انفسكم و تخرجون فريقا منكم من ديار هم تظاهرون عليهم بالا ثم والعدوان وان ياتو كم اسارى تفادوهم وهو محرم عليكم اخراجهم افتومنون ببعض الكتب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم الا خزى فى الحيوة الدنيا ويوم القيامه يردون الى اشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون. اولئك الذين اشتروالحيوة الدينا بالاخرة فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينصرون"

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم (یعنی تمہارے بزرگوں ۹ سے عہد لیا تھا کہ آپس میں خونریزیاں نہ کرنا، نہ اپنے لوگوں کو شہر بدر کرنا تو تم (تمہارے بزرگوں) نے اقرار کیا تھا اور تم بھی اس کی گواہی دیتے ہو (کہ ہاں ایسا ہوا تھا) پھر تم وہی لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اپنوں میں سے بعضوں کے ناحق حمایتی بن کر دوسرے کو شہر بدر کرتے ہو اور (لطف یہ ہے کہ) اگر وہی لوگ قیدی بن کر تمہارے پاس (مدد مانگنے) آ جائیں تو ان کا تاوان دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو، حالانکہ ان کا شہر بدر کرنا ہی تم پر حرام کیا گیا تھا۔

کیا تم (خدا کی کتاب کی) بعض باتوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ تم میں سے جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا یہی ہے کہ زندگی بھر کی رسوائی ہو اور (آخرکار) قیامت کے دن بہت سخت عذاب سے دوچار ہوں، جو کچھ تم لوگ کرتے ہو خدا اس سے غافل نہیں ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی چنانچہ نہ ان کے عذاب ہی میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کی کسی طور مدد کی جائے گی۔

آنجنابؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ:

"واذا اخذنا میثاقکم"

یاد کرو اے بنی اسرائیل! جب ہم نے تمہارا عہد تمہارے اسلاف سے لیا اور ان کی اولاد میں سے جس تک یہ خبر پہنچے جن میں سے تم بھی ہو، تو

"لا تسفکون دمائکم"

تم میں سے بعض دوسروں کا خون نہ بہائیں۔

"ولا تخرجون انفسکم من دیارھم"

اور تم میں سے بعض دوسروں کو ان کے گھروں سے نہ نکالیں۔

"ثم اقررتم"

تم نے اس عہد کا اقرار کیا جس طرح تمہارے اسلاف نے اقرار کیا تھا، تم پر یہ اسی طرح لاگو ہے جس طرز تمہارے اسلاف پر عائد ہوتا تھا۔

"وانتم تشھدون"

تم اس چیز کے اپنے اسلاف پر بھی اور اپنے نفسوں پر بھی گواہ ہو۔

"ثم انتم"

پھر تم اے یہودیو!

"تقتلون انفسکم"

تم میں سے بعض دوسروں کو قتل کرتے ہیں۔

"وتخرجون فریقا منکم من دیارھم"

تم میں سے کچھ لوگ دوسروں کو ان کے گھروں سے زبردستی نکال دیتے ہیں۔

"تظاھرون علیھم"

ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں کہ ان کو گھروں سے نکال باہر کرو، اور ان کو ناحق قتل کرتے ہو۔

"بالاثم والعدوان"

گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہو۔

"وان یاتوکم"

اور یہ جن کو تم گھروں سے نکالتے ہو یا ان کو نکالنے کا ارادہ رکھتے ہو یا ان کو ظلم سے قتل کرنا چاہو، اگر وہ تمہارے پاس آئیں۔

"اساری"

کہ ان کو تمہارے مشترک دشمنوں نے قیدی بنالیا ہو۔

"تفادوھم"

تو اپنے مال سے دشمنوں کو ان کا فدیہ (بھی) دیتے ہو۔

"وهو محرم عليكم اخراجهم"

حالانکہ اول تو انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی تم پر حرام ہے۔

یہاں خداعز وجل نے اخراجهم کے لفظ کو دہرایا ہے، اس کو مختصر نہیں کیا یا چھوڑ نہیں دیا وہ کہہ سکتا تھا کہ وهو محرم عليكم، اس صورت میں یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ ان پر فدیہ دینا حرام ہے۔

پھر خداعز وجل فرماتا ہے:

"افتئومنون ببعض الكتاب"

کیا تم کتاب میں بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو، جیسے اسی کتاب میں فدیہ دینا واجب ہوا۔

"وتكفرون ببعض"

اور بعض دوسرے احکام کا انکار کرتے ہو، جیسے ان کے ناحق قتل اور شہر بدر کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے؟

چنانچہ کہا گیا کہ جب اسی کتاب نے قتل نفس اور گھروں سے نکالنے کو حرام قرار دیا اور قیدیوں کا فدیہ دینا فرض کیا تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بعض احکام کی اطاعت کرتے ہو اور بعض کی نافرمانی کرتے ہو، گویا بعض پر ایمان رکھتے ہو اور بعض سے کفر اور انکار کرتے ہو۔

پھر خدائے عز وجل نے فرمایا:

"فما جزاء من يفعل ذلك منكم"

تو تم میں سے جو یہ کام کرے اس کی کیا جزاء ہے۔

اے جماعت یہود!

"الا خزی"

بجز رسوائی اور ذلت کے

"فی الحيوة الدنيا"

دنیاوی زندگی میں بھی

وہ جزیہ جو ان پر لگایا جاتا ہے اور اس طور وہ ذلیل ہوتے ہیں۔

"ويوم القيامه يردون الى اشد العذاب"

قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب کی طرف لے جایا جائے گا۔

شدید عذاب جو کم وبیش ہوگا ان کے گناہوں میں فرق کے حساب سے، کیونکہ

"وما الله بغافل عما یعملون"

خدا، جو یہ عمل کر رہے ہیں، اس سے غافل نہیں، یہ یہودی جو عمل کر رہے ہیں اس کے بارے میں خدا عزوجل نے فرمایا:

"اولئك الذین اشتروا الحیوة الدنیا بالاخرة"

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی خرید لی اور دنیا اور اس ے مال ومتاع پر راضی ہو گئے، ان جنت کی نعمتوں کے بدلے جو اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ملتی ہیں۔

"فلا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینصرون"

نہ ان سے عذاب کم کیا جائے گا نہ ان کی مدد کی جائے گا، ان کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا، اور نہ ہی ان سے عذاب ہٹایا جائے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

"وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بکفرهم فقلیلاً ما یومنون"

انہوں نے کہا: ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے، بلکہ خدا نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے اور اپنی رحمت سے دور کر رکھا ہے ان میں سے بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

آنجنابؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

رسول اللہؐ نے جب یہودیوں کو (مذکورہ) معجزات دکھائے اور خدا نے کہا کہ یہ لوگ مثل پتھر کے ہیں (اور ان پر معجزات کا بھی اثر نہیں ہوتا) تو یہودیوں نے کہا:

"قلوبنا غلف"

ہمارے دل خیر اور بھلائی سے بھرے ہوئے ہیں اور نیکی اور بھلائی نے ہمارے دلوں کو گھیر رکھا ہے اس کے باوجود یہ لوگ، اے محمدؐ! آپ کے اس فضل وکمال کا اعتراف کیوں نہیں کرتے جو اللہ کی کتابوں میں درج ہیں، اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے جو اللہ کے نبیوںؑ میں سے کسی نبیؑ کی زبان پر آپؐ کے فضل وکرم کا ذکر ہی؟

خدا نے ان یہودیوں کے اس قول کو رد کیا اور فرمایا:

"بل"

ایسا نہیں جیسا تم کہتے ہو کہ تمہارے دل علوم کے ظروف ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ

"لعنهم الله"

وہ خیر و بھلائی سے دور کئے گئے۔

"فقليلا ما يومنون"

ان کا ایمان قلیل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے اس میں سے کچھ پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض احکام کا کفر اور انکار کرتے ہیں۔

جب انہوں نے محمدؐ کی تکذیب کی تو باقی تمام ان چیزوں کی بھی تکذیب ہوگئی جو آپؐ سے متعلق ہیں، آنجنابؑ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کی انھوں نے تکذیب کی وہ کہیں زیادہ ہیں ان سے جن کی انھوں نے تصدیق کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

"واقيمو الصلوة واتو ا الزكوة وما تقدموا لا نفسكم من خير تجدوه عند الله ان الله بما تعملون بصير"

نماز قائم کرو اور زکوۃ دو، خیر میں سے جو کچھ تم اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے یہاں پاؤ گے، جو عمل تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔

اس کی تفسیر میں جنابؑ نے فرمایا:

"اقيمو الصلوة"

سے مراد یہ ہے کہ وضو، تکبیروں، قیام، قرات، رکوع، سجود اور حدود کو مکمل کر کے نماز قائم کرو۔

"واتو الزكوة"

اور زکوۃ اس کے مستحقوں کو دو کسی کافر اور ناصبی کو نہ دو، رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو ہمارے دشمنوں پر صدقہ کرے وہ اس شخص کی مثل ہے جو ہمارے پروردگار کے حرم کا مال چوری کرے۔

"وما تقدموا لا نفسكم من خير"

اللہ کی اطاعت میں اپنے مال میں سے جو کچھ تم خرچ کرو، مال نہ ہونے کی صورت میں اپنے جاہ و جلال میں سے اپنے مومن بھائیوں کے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کے لئے، جو کچھ تم خرچ کرو اور اس کے ذریعے ان لوگوں سے ان کی پریشانیاں دور کرو گے تو

"تجدوه عند الله"

اس کو اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

خدا تمہیں نفع پہنچائے گا، محمدؐ اور علیؑ اور ان کی آل کی جاہ و جلالت کے ذریعے قیامت میں تمہیں نفع پہنچائے

گا، تمہارے گناہ اور برائیاں دور ہو جائیں گی، تمھارے حسنات اور نیکیاں کئی گناہ ہو جائیں گے، تمہارے درجات بلند ہوں گے، چنانچہ فرمایا کہ:

''اس کو اللہ کے یہاں پاؤ گے۔''

"ان اللہ بما تعلمون بصیر"

بے شک جو کچھ تم عمل کرتے ہو خدا اس کو دیکھتا ہے۔

وہ ایسا عالم ہے جس سے نہ کسی فعل کا ظاہر مخفی ہے اور نہ باطن، تمہارے عقائد اور تمہاری نیتوں کے مطابق وہ تمہیں جزا اور بدلہ دے گا، وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں جنہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے تو وہ احمد کی پگڑی محمود کے سر رکھ دیتے ہیں اور ان کے یہاں کرتا کوئی ہے اور بھرتا کوئی ہے، ان دنیاوی بادشاہوں کی عنایات بھی اور ان کا غضب بھی ان کی جہالت کی وجہ سے غیر مستحق تک پہنچتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

"وقالت الیھود لیست النصرٰی علی شئی وقالت النصرٰی لیست الیھود علی شئی وھم یتلون الکتب کذلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم فاللہ یحکم بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون"

یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ (ٹھیک) نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ (ٹھیک) نہیں، حالانکہ یہ دونوں ہی اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں ان ہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) کیا کرتے ہیں جو (خدا کے احکام) کچھ نہیں جانتے، جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں (دنیا میں طے نہ ہوگی) قیامت کے دن خدا ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔

آنجنابؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

"وقالت الیھود لیست النصرٰی علی شئی"

اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ (ٹھیک) نہیں ہے بلکہ ان کا دین باطل و کفر ہے۔

"وھم یتلون الکتاب"

حالانکہ یہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں یعنی یہ دونوں حجت اور دلیل کے بغیر تقلید کئے ہوئے ہیں اور کتاب خدا پڑھتے ہیں مگر غور و تامل نہیں کرتے اگر غور و تامل کرتے تو کتاب جو واجب کرتی ہے اس پر عمل کرتے اور ضلالت و گمراہی سے چھٹکارا پاتے۔

"کذلک قال الذین لا یعلمون"

یہ وہ کہہ رہے ہیں جو یہ نہیں جانتے یعنی حق کو جانتے نہیں اور نہ اس میں اس طرح غور وفکر کرتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے اس کا حکم دیا ہے۔

یہ آپس ہی میں الجھتے ہیں جیسے یہود ونصاری جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں پھر خداوند عالم نے فرمایا:

"فاللہ یحکم بینھم یوم القیامہ فیما کانوا فیہ یختلفون"

اللہ قیامت کے روز جس بات میں یہ آپس میں جھگڑتے ہیں ان کے درمیان ٹھیک فیصلہ فرما دے گا۔

دنیا میں ان کی ضلالت وگمراہی اور فسق و فجور واضح ہو جائے گا، ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق بدلہ ملے گا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد"

انسانوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں، خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت والا ہے۔

آنجنابؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

"ومن الناس من یشری نفسہ"

لوگوں میں وہ جو اپنے نفس کو بیچتا ہے، اس کا بیچنا

"ابتغاء مرضات اللہ"

اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

وہ اللہ کی اطاعت میں اعمال بجالاتا ہے لوگوں کو بھی اس کا حکم دیتا ہے اس کام سے جو اذیت اور تکلیف اس کو پہنچتی ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے۔

وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے نفس کو بیچ ڈالے اور اس کو خریدار کے سپرد کر دے، اللہ کی رضا و خوشنودی اس کا صلہ ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نفس پر کیا افتاد پڑی، اس کا اللہ کی رضا چاہیے۔

"واللہ رؤف بالعباد"

اللہ اپنے بندوں پر بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔

اللہ سارے بندوں پر شفیق ہے مگر جو بندے اس کی رضا طلب کرتے ہیں وہ انہیں ان کی آخری امیدوں تک پہنچا دیتا ہے اس کے علاوہ اور اس سے بڑھ کر وہ کچھ انہیں دے گا کہ جہاں تک ان کی امیدیں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

جو فاسق و فاجر ہیں انہیں خدا مہلت دیتا ہے، ان سے نرمی برتتا ہے انہیں اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور ان کے لئے قطعی فیصلہ کرتا ہے، جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ جلد ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر لے گا، ایسی توجہ جو اس کے لئے بڑی کرامت اور بزرگی کا باعث بنے گی۔

اپنے آباؤ اجداد سے آپؑ کی روایت

آئمہ علیہم السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ ان کا علم، علم لدنی تھا، انبیاء علیہم السلام کی طرح خداوند عالم نے ان کو علم و معرفت اور تمام صفات کمال عطا فرمائی تھیں۔

حقائق اور واقعات بھی ہمارے اس نظریئے کی تائید کرتے ہیں اس کتاب کے نویں باب جس میں امام محمد جواد علیہ السلام کے حالات ہیں، پر غور کریں اور اپنی ابتدائی عمر میں آپؑ کے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم سے مناظرے اور یحییٰ کی شکست پر توجہ کریں تو آپؑ کو یقین ہو جائے گا کہ آپؑ کا علم فطری تھا اور کسبی نہیں تھا، یہ حضرات صلوات اللہ علیہم اپنے لئے کسی معلم اور کتاب سے واسطہ نہیں رکھتے۔

بے شک یہ ضرور ہے کہ آئمہ طاہرینؑ ایک دوسرے سے علم اخذ کریں، ان میں سے ہر ایک اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرے۔

جو شخص بھی احادیث کی کتب کا مطالعہ کرے گا وہ آئمہ کی روایات زیادہ تر ایسی پائے گا جن کی سندان کے آباؤ اجداد وصلوات اللہ علیہم اجمعین سے دی گئی ہے اور زیادہ تر روایات اپنے جدامجد رسول اعظمؐ سے کرتے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ ہی وہ دریا ہیں جن سے چلو بھرتے ہیں اور وہ شیریں چشمہ ہیں جہاں یہ پیاس بجھانے آتے ہیں۔

امام حسن عسکریؑ نے بھی اپنی تفسیر میں اور اپنے دوسرے ارشادات میں اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے روایات کی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسواھن سبع سموت وھو بکل شئی علیم"

وہی تو وہ خدا ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیے زمین کی ساری چیزوں کو پیدا کیا، پھر آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا، سات آسمان ہموار و مستحکم بنا دیئے وہ ہر چیز سے اچھی طرح واقف ہے۔

امامؑ نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے:

"خلق لکم مافی الارض جمیعا"

یعنی زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں۔

وہ اس لئے کہ تم ان سے فائدہ حاصل کرو اور ان کے ذریعے خداوند عالم کی رضا تک پہنچو اور جہنم کی آگ کے عذاب سے بچو۔

"ثم استوی الی السماء"

پھر وہ آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا۔

اس کو خلق کرنا اور اس کو مستحکم بنانا شروع کیا۔

"فسواھن سبع سموات وھو بکل شئی علیم"

سات مستحکم آسمان بنائے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے چونکہ وہ ہر چیز کا عالم ہے لہذا مصلحتوں کا بھی عالم ہے، چنانچہ جو کچھ اس نے زمین میں پیدا کیا ہے وہ اے بنی آدم! تمہارے مصالح کے لئے ہے۔(۳۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ام تریدون ان تسالوا رسولکم کما سئل موسیٰ من قبل ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل"

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسولؐ سے اس طرح کا سوال کرو جیسا پہلے موسیٰ سے سوال ہوا تھا؟ جو شخص کفر کو ایمان کے بدلے اختیار کرے وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام نے فرمایا:

"ام تریدون"

کیا تم چاہتے ہو اے کفار قریش اور یہود!

"ان تسالو رسولکم"

کہ تم اپنے رسولؐ سے ان آیات معجزات کے متعلق سوال کرو جس طرح تمہارے دل چاہتے ہیں جب کہ تمہیں نہیں معلوم کہ یہ تمہارے لئے سودمند ہے یا نقصان دہ؟

"کما سئل موسیٰ من قبل"

جس طرح موسیٰؑ سے اس سے پہلے سوال کیا گیا اور ان سے خواہش کا اظہار کیا گیا کہ

"لن نومن لك حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقہ"

تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں، پس انہیں بجلی نے آلیا۔

"ومن يتبدل الكفر بالايمان"

اور جو ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرے۔

یعنی جن معجزات کے دیکھنے کے بعد بھی جن کی انھوں نے خواہش کی تھی، وہ ایمان نہ لائیں یا پھر جب وہ سمجھ جائے کہ اس کو یہ خواہش نہیں کرنی چاہیے تھی اس وقت بھی وہ ایمان نہ لائے، جو دلائل اور معجزات خود خداوند تعالیٰ نے قائم کئے ہیں اور ساتھ ساتھ جو بھی شواہد اور بینات خدا نے واضح کئے ہیں ان کو کافی نہ سمجھے اور ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے، عناد سے کام لے، قائم ہونے والی حجت اور دلیل سے قائل نہ ہو۔

"فقد ضل سواء السبيل"

تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

وہ اس درمیانی راہ سے دور ہٹ گیا جو اس کو جنت تک پہنچاتی اس کے برعکس وہ راستہ اختیار کر لیا جو اس کو جہنم کی آگ کی طرف لے جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔(۳۹)

۳۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص فى القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى فمن عفى له من اخيه شئى فاتباع بالمعروف واداء اليه باحسان ذلك تخفيف من ربكم ورحمه فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب اليم ولكم فى القصاص حياة يا اولى الالباب لعلكم تتقون"

اے مومنو! جو لوگ ناحق مارے جائیں ان کے بدلہ میں تمہیں جان کے بدلے جان لینے کا حکم دیا جاتا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت، جس (قاتل) کو اس کے (ایمانی) بھائی (جو طالب قصاص تھا) کی طرف سے معاف کر دیا جائے تو اسے اسی کے قدم بقدم نیکی کرنا اور خوش معاملگی سے (خون بہا) ادا کر دینا چاہیے، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور مہربانی سے اس کے بعد جو بھی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اے عقل رکھنے والو! قصاص (کے قواعد مقرر کر دینے) میں تمہاری زندگی ہے (یہ اسی لئے جاری کیا گیا ہے) کہ تم (خونریزی) سے پرہیز کرو۔

امامؑ نے فرمایا کہ علی بن الحسین علیہما السلام کا ارشاد ہے کہ اس آیت میں:

"يا ايها الذين امنوا كتب عليكم القصاص فى القتلى"

اے مومنو! جولوگ ناحق مارے جائیں ان کے بدلے میں تم کو جان کے بدلے جان لینے کا حکم دیا گیا ہے، یعنی مساویانہ طور پر قاتل کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو مقتول کے ساتھ اس نے اسے قتل کرتے وقت کیا تھا۔

"الحر بالحر و العبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ"

آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت، عورت کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا جب وہ کسی عورت کو قتل کرے۔

"فمن عفی لہ"

اور جس کو معاف کر دیا جائے یعنی قاتل کو اور قاتل اور مقتول کا ولی اس کی دیت پر راضی ہو جائیں اور اسی کے ساتھ اس کو معاف کر دیا جائے تو

"فاتباع"

ولی سے مطالبہ اور قصاص لینے میں نیکی کی اتباع اور پیروی کرو، جس قاتل کو معاف کیا گیا ہے، دیت دینے میں حسن معاملگی کرے، نہ مخالفت کرے اور نہ دیت دینے میں ٹال مٹول سے کام لے۔

"ذلک تخفیف من ربکم ورحمہ"

یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے اس نے اجازت دے دی ہے، کہ مقتول کا ولی دیت لے کر قاتل کو معاف کر دے۔

اگر قاتل کو قتل کرنے کا حق یا معاف کرنے کا حق نہ ہوتا تو امکان تھا کہ مقتول کا ولی بخوشی کوئی عوض لئے بغیر اس کو معاف کر دیتا اور قاتل قتل سے شاید ہی بچ سکتا۔

"فمن اعتدیٰ بعد ذلک"

اس کے بعد بھی جو زیادتی کرے، مثلاً دیت لے کر اور معاف کرنے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دے تو

"فلہ عذاب الیم"

اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ عزوجل کے یہاں آخرت میں اور دنیا میں قصاص کے اصولوں کی بنا پر قتل ہے، کیونکہ اس نے اسے قتل کیا ہے جس کا قتل کرنا اس کے لئے حلال نہیں تھا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"ولکم"

اور تمہارے لئے اے امت محمدؐ!

"فی القصاص حیاۃ"

جان کے بدلے جان لینے میں زندگی ہے، اس لئے کہ جو کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا اسے معلوم ہو گا کہ اس سے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا اس خیال سے وہ قتل کے ارادے سے رک سکتا ہے۔

اس طرح قصاص میں اس کے لئے بھی زندگی ہے جس کے قتل کا ارادہ کیا گیا ہے اور اس کے لئے بھی زندگی ہے جس نے دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا دوسروں کے لئے بھی زندگی ہے جب وہ جانتے ہیں کہ قصاص واجب ہے اور وہ کسی کو قتل کرنے کی جرات نہیں کرتے، اے اولوالالباب! صاحبان عقل قصاص اور بدلہ کے خوف سے خون نہیں بہایا جائے گا۔ (۴۰)

۴۔ سبط ابن جوزی نے اپنے تذکرہ میں کہا ہے کہ میرے جد ابوالفرج نے اپنی کتاب "تحریم الخمر" میں ذکر کیا ہے، میں نے اس کے اپنے خط سے نقل کیا ہے اور اسے کہتے سنا ہے کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ابوعبداللہ حسین بن علی کو کہتے سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ابوعبداللہ بن عطاء ہروی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے عبدالرحمن بن ابوعبید بیہقی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں، اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ابوعبداللہ حسین بن محمد دینوری کو کہتے سنا، وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین علوی کو کہتے سنا کہ میں، اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے احمد بن عبداللہ سبیعی کو کہتے سنا کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے حسنؑ بن علیؑ عسکری کو کہتے سنا کہ وہ فرماتے ہیں میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد علیؑ بن محمدؑ کو کہتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ رضا کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ کو کہتے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد علیؑ بن الحسینؑ کو یہ کہتے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد حسینؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کو یہ کہتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد علیؑ بن ابی طالبؑ کو یہ فرماتے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے محمد رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے جبرئیل کو یہ کہتے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے میکائیل کو یہ کہتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے اسرافیل کو یہ کہتے سنا کہ میں لوح محفوظ پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خدا کو یہ فرماتے سنا کہ:

"شارب الخمر کعابد الوثن"

شراب پینے والا بت کی پرستش کرنے والے کی طرح ہے

سبط ابن جوزی کہتا ہے کہ جب میرے نانا نے یہ حدیث اپنی کتاب "تحریم الخمر" میں روایت کی تو کہا کہ ابو نعیم فضل بن وکین نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح و ثابت ہے جس کو عترت طیبہ طاہرہ نے روایت کیا ہے رسول اللہؐ سے کچھ اور لوگوں مثلاً ابن عباس، ابوھریرہ، انس، عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(۴۱)

آپؑ کی کچھ وصیتیں

آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے ہر ایک نے بہت سی وصیتیں کی ہیں، بعض کسی ایک فرد کے لئے ہیں اور بعض ایک جماعت کو وصیت کی گئی ہے، بعض اوقات امام نے بعض ثقات کو وصیت حوالے کر کے حکم دیا کہ ان کے شیعوں اور حامیوں میں اس کی اشاعت کی جائے۔

یہ وصیتیں نصیحتوں اور حکمتوں سے بھری ہیں، پند و نصائح اور اسلامی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔

یہاں ہم امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی بعض وصیتوں کو پیش کرتے ہیں، اچھا ہو اگر انہیں ہم اپنی زندگی پر منطبق کریں اور اپنے اعمال ان کے مطابق ڈھال لیں۔

۱۔ اپنے شیعوں کے لئے آپؑ کی ایک وصیت:

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقوٰی کی، دین میں ورع کی، اللہ کے لئے جدوجہد کرنے کی، سچ بولنے کی، جو تمہیں اچھا یا برا امین بنائے اس کی امانت ادا کرنے کی، سجدے کو طول دینے اور اچھی ہمسائیگی کی۔

ان ہی چیزوں کو محمدؐ لے کر آئے ہیں۔

ان ہی جماعتوں اور قبائل میں نماز پڑھو، ان کے جنازوں میں حاضری دو، ان کے بیماروں کی عیادت کرو، ان کے حقوق کو ادا کرو۔

جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دین میں ورع اور پرہیز گاری رکھتا ہو، اپنی گفتگو میں سچا ہو، امانت کو ادا کرتا ہو، لوگوں کے ساتھ حسن خلق رکھتا ہو، تو کہا جائے گا کہ یہ شیعہ ہے اس بات سے مجھے خوشی ہوگی۔

اللہ سے ڈرو، زینت بنو، عیب نہ بنو، ہماری طرف ہر قسم کی محبت اور مودت کو قریب لاؤ اور ہر بری چیز کو ہم سے دور کرو کیونکہ ہمارے بارے میں جو اچھی بات کہی جائے ہم اس کے اہل ہیں جو بری بات ہمارے متعلق کہی جائے تو ہم ایسے نہیں ہیں۔

اللہ کی کتاب میں ہمارا حق ہے، رسول اللہؐ سے ہماری قرابت ہے اور ہمارے لئے اللہ کی طرف سے تطہیر و پاک کرنا ہے، ہمارے علاوہ کوئی اس چیز کا دعوٰی نہیں کرتا، اگر کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

اللہ کا ذکر، موت کی یاد، تلاوت قرآن اور پیغمبرؐ پر صلوات زیادہ بھیجا کرو، کیونکہ پیغمبرؐ پر صلوات بھیجنا دس

نیکیاں ہیں۔

جس چیز کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے اس کو محفوظ رکھنا۔

تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام بھیجتا ہوں۔(۴۲)

۲۔ آپؑ کی ایک وصیت:

تم ناقص اجل اور گنتی کے دنوں میں ہو، موت اچانک آتی ہے جو شخص خیر کا پودا لگائے گا وہ قابل رشک فصل کاٹے گا جو شر اور برائی کا بیج بوئے گا وہ ندامت اور پشیمانی کی فصل کاٹے گا۔

ہر کھیتی بونے والے کو وہ کچھ ملے گا جس کی اس نے کھیتی اگائی ہوگی۔

ست رفتار اپنے حصے کی طرف سبقت نہیں کر سکتا۔

حریص اور لالچی اس چیز کو نہیں پا سکتا جو اس کے مقدر میں نہیں۔

جس کو خیر و بھلائی دی گئی وہ اللہ نے اسے دی ہے اور جو شر اور برائی سے بچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بچایا ہے۔(۴۳)

۳۔ آپؑ کے شیعوں میں سے کچھ آپؑ کی بارگاہ میں شرفیاب ہوئے تو آپؑ نے وصیت فرمائی:

زیادہ سے زیادہ شکر کرو تو نعمتوں میں اضافہ ہوگا۔(۴۴)

۴۔ آپؑ نے علی بن الحسین بن بابویہ قمی کو یہ وصیت تحریر فرمائی:

تمہیں میں اللہ کے تقویٰ، نماز قائم کرنے اور زکوۃ کے ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ جس نے زکوۃ ادا نہیں کی اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

تمہیں وصیت کرتا ہوں گناہ سے مغفرت کی، غصے کو پی جانے کی، صلہ رحمی کرنے کی، بھائیوں سے بھائی چارگی اور تنگی اور فراخی دونوں زمانوں میں ان کی حاجات میں کوشش اور مدد کرنے کی، نادانی اور جہالت کے موقع پر حلم و بردباری کی، تفقہ فی الدین (دین میں غور و فکر کرنے کی)، معاملات میں جانچ پڑتال کرنے کی، قرآن سے تعہد اور لگن پیدا کرنے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لا خیر فی کثیر من نجواھم الامن امر بصدقه اومعروف اواصلاح بین الناس"

تمہاری بیشتر سرگوشیوں میں کوئی خیر و بھلائی نہیں مگر جو شخص صدقہ دینے، نیکی کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح و درستی کا حکم دے۔

تمام فواحش اور برائیوں سے رکنے کی وصیت کرتا ہوں۔

تم پر نماز شب پڑھنا لازم ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی اور فرمایا تھا:

"یا علی علیك بصلاۃ الیل علیك بصلاۃ اللیل علیك بصلاۃ اللیل"

یا علیؑ نماز شب پڑھنا تم پر لازم ہے، نماز شب کو ادا کرنا تمہارے لئے ضروری ہے نماز شب کی ادائگی تم پر لازم ہے۔

جو شخص نماز شب کو خفیف اور معمولی سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

میری وصیت پر عمل کرنا، میرے سارے شیعوں کو ان چیزوں کا حکم دینا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، تا کہ وہ اس پر عمل کریں۔

تم پر صبر کرنا لازم ہے اور فرج و کشائش (امام زمانہ کے لئے) انتظار کرنا۔

شیعہ ہمیشہ حزن و ملال میں رہیں گے، یہاں تک کہ میرے فرزند ظہور کریں گے جن کی نبی اکرمؐ نے بشارت دی ہے کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

صبر کرواے میرے شیخ اور میرے معتمد ابوالحسن اور میرے سارے شیعوں کو صبر کرنے کا حکم دو۔

زمین اللہ کی ہے وہی اپنے بندوں کو اس کا وارث بنائے گا، عاقبت اور انجام کار متقیوں کے لئے ہے۔

تم پر اور ہمارے سب شیعوں پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہی بہترین نگران و وکیل ہے، بہترین مولا و سرپرست اور بہترین ناصر و مددگار ہے۔(۴۵)

۵۔ آپؑ کی ایک وصیت:

سوال کرنے کو اس وقت تک آگے بڑھاتا رہ جب تک اپنے میں تحمل و برداشت کی قدرت اور امکان کو پائے۔

ہر روز کے لئے ایک نیا رزق ہے جان لے کہ طلب اور سوال کرنے میں اصرار کرنا حسن و جمال اور چہرے کی رونق کو چھین لیتا ہے اور تکان اور تختی کا باعث ہوتا ہے۔

چنانچہ صبر کر یہاں تک کہ خداوند عالم تیرے لئے کوئی ایسا دروازہ کھول دے جس میں داخل ہونا آسان ہو۔

کس قدر قریب ہے احسان و بخشش غمگین اور مظلوم سے اور امن و امان بھاگنے والے خوفزدہ سے۔

بعض اوقات زمانے کے تغیرات اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کی ایک قسم ہوتے ہیں۔

حصوں کے کئی مراتب ہیں چنانچہ پھل کے پکنے سے پہلے توڑنے کی جلدی نہ کر۔

تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری تدبیر کرنے والا تجھ سے بہتر اس وقت کو جانتا ہے جب تیری اصلاح حال ہو سکتی ہے، اس لئے اس کے اختیار اور انتخاب پر اپنے تمام امور میں وثوق اور اطمینان رکھ، تیری حالت کی اصلاح ہو جائے گی۔

اپنی حاجات میں ان کے وقت سے پہلے جلدی نہ کر و ورنہ تیرا دل اور سینہ تنگ ہو جائے گا اور نا امیدی تجھے ڈھانپ لے گی۔(۴۶)

آپؑ کے خطوط کے نمونے

امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے مختلف شہروں اور علاقوں میں آپؑ کے شیعوں کے نام بہت سے خطوط ہیں، بعض جانے پہچانے لوگوں کے نام بھی خطوط ہیں۔

آپؑ کے سوانح نگاروں نے ان لوگوں کے نام بھی لئے ہیں جو آپؑ کے خطوط لاتے اور جواب لے جاتے تھے۔

یہ سارے خط اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے پر مستعد کرنے، ہدایات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مبنی ہیں۔

یہاں ان میں سے بعض خطوط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ محمد بن حسن کے خط کے جواب میں آپؑ نے اسے یہ خط لکھا:

بے شک اللہ عزوجل ہمارے لئے اولیاء کو جب ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں، فقر و فاقہ کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے، بہت سے گناہوں کو تو معاف بھی کر دیتا ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے تیرا نفس تجھ سے کہہ چکا ہے کہ ہمارے ساتھ فقر و فاقہ میں رہنا بہتر ہے ہمارے دشمن کے ساتھ غنیٰ اور تونگری میں رہنے سے۔

ہم اس کے لئے پناہ گاہ ہیں جو ہماری پناہ میں آئے، اس کے لئے نور و روشنی ہیں جو ہم سے روشنی حاصل کرے، اس کے لئے عصمت اور بچاؤ کا ذریعہ ہیں جو ہماری وجہ سے گناہ سے بچنا چاہے، جو ہم سے محبت رکھے وہ ہمارے ساتھ بلند ترین مقام میں ہوگا، جو ہم سے منحرف ہو کر ٹیڑھا ہو جائے تو وہ جہنم کی طرف جائے گا۔(۴۷)

۲۔ اسحق بن اسماعیل نیشاپوری کے نام خط:

خدا ہمیں اور تمہیں اپنے پروردگار میں پردہ پوش رکھے، تمہارے سارے امور میں تمہیں اپنے احسان کا مستحق سمجھے۔

میں نے تمہارے خط کو سمجھا، خدا تم پر رحم کرے۔ ہم الحمد للہ ونعمہ ایسے اہل بیت ہیں جو اپنے اولیاء کے لئے نرم دل ہیں، اللہ کے ان پر پے در پے احسانات اور ان پر فضل و کرم سے خوش ہوتے ہیں۔

ہم ہراس نعمت کوشمار کرتے اوراہمیت دیتے ہیں جواللہ تبارک وتعالیٰ ان کوعطا کرتا ہے۔

خداوند عالم،اے اسحاق!تم پرلوگوں میں سے جوتم جیسا ہو،جس پرخدا نے رحم کیا ہے،اورتمہارے جیسی بصیرت عطا کی ہے اس پربھی اپنی نعمت تمام کرے،اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تمام ہونا جنت میں داخل ہونا ہے۔

کوئی بڑی سے بڑی نعمت جواعلی قدرومنزلت رکھتی ہوایسی نہیں جواللہ کی حمدوثنااوراس کے مقصداور پاک اسماء کاذکراس نعمت پراللہ کے شکرکواداندکردیتے ہوں۔

اس لئے میں کہتاہوں کہ کسی بھی حمد کرنے والے نے ابدالاباد تک جوحمد کی ہے اس سے اللہ کی حمدافضل ہے اس نعمت کی وجہ سے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی کی وجہ سے تجھ پراحسان کیا ہے اور تجھ کو ہلاکت سے نجات بخشی ہے عقبہ یعنی ہلاکت کی گھاٹی کے راستے کوتیرے لئے آسان کیا ہے۔

بخدا یہ سخت اور شدید عقبہ اور گھاٹی ہے اس کا معاملہ بہت سخت ہے اس کا راستہ بہت سخت ہے اس کی بلااور مصیبت بہت بڑی ہے پہلی کتابوں میں اس کا ذکرموجود ہے گزشتہ زمانے میں تم میں سے لوگ تھے جواپنے راستے پرچلے گئے۔

ان دنوں میں میرے کچھ امور ہیں جن میں تم میرے نزدیک کوئی قابل تعریف رائے نہیں رکھتے نہ توفیق کے لئے اپنے کودوست کئے ہوئے ہو۔

اے اسحاق یقینی طورپرجان لوکہ جوشخص اس دنیا سے اندھانکلا وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اورراستے سے زیادہ بھٹکا ہوا ہے۔

اے ابن اسماعیل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جوسینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں،اللہ کااپنی محکم کتاب میں ارشاد ظالم کی ترجمانی کرتے ہوئے اسی کوبیان کرتا ہے وہ کہنے لگارب لمہ حشرتنی اعمی قد کنت بصیرا قال کذالک اتتک ایاتنا فنسیتہا و کذلک الیوم تنسی

پروردگار مجھے کیوں اندھا محشور کیا حالانکہ میں توبینائی رکھتا تھا ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئی تھیں اورتونے ان کوبھلادیا اورآج اسی طرح تجھ کوبھلادیا جائے گا۔

مخلوق پراللہ کی حجت،ان کے شہروں میں اس کے امین،اس کے بندوں پراس کے شہیدوگواہ سے زیادہ کون سی آیت اورنشانی اعلیٰ اورعظیم ہے جب کہ پہلے انبیاء جوان کے آباؤاجداد تھے،وہ گزرگئے اورقریبی آباؤ اجداد جووصی تھے اوران سب پرسلام ہواوراس کی رحمت اوربرکتیں اورزیادہ ہوں۔

پھرتمہیں کہاں سرگرداں پھرایاجارہا ہے،تم چوپایوں کی طرح کہاں چلے جارہے ہوکہ حق سے منہ پھیرے ہوئے ہواورباطل پرایمان رکھتے ہو،اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے ہو،یاان لوگوں میں سے ہوگئے ہوجوکتاب کے بعض احکام پرایمان رکھتے ہیں اوربعض کا کفرکرتے ہیں۔

اس کی جو تم میں سے یا تمہارے غیر میں سے ایسا کرے گیا، جزا ہونی چاہیے، سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور باقی رہنے والی آخرت میں طویل عذاب ہو، بخدا یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور مہربانی سے جب م پر فرائض وواجبات فرض کئے تو اس لئے نہیں کہ اسے تم سے ان کی حاجت تھی، بلکہ وہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ اس کی رحمت اور مہربانی ہے تا کہ تم پر خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور اس لئے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اس کا امتحان کر لے، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کی جانچ پڑتال کر لے، اس طرح تم اللہ کی رحمت کی جانب ایک دوسرے سے سبقت لو اور اس طرح اس کی جنت میں تمہاری منزلیں ایک دوسرے سے درجہ بدرجہ ہوں۔

چنانچہ تم پر حج، عمرہ، نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، روزہ رکھنے اور ولایت (آل محمدؐ) کو فرض کیا، تمہارے لئے ایک دروازہ قرار دیا جس سے تم فرائض کے دوسرے دروازوں کو کھول سکو۔

اس نے اپنے راستے کے لئے کنجی قرار دیا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنےؐ کی اولاد میں سے اوصیاء نہ ہوتے تو تم چوپایوں کی طرح حیران وسرگرداں ہوتے، فرائض میں سے کوئی فرض نہ پہنچانتے۔

کیا کسی شہر میں اس کے دروازے کے علاوہ کوئی کسی صورت داخل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبیؐ کے بعد اوصیاء کو ان کو قائم مقام بنا کر تم پر احسان کیا تو اللہ نے اپنی کتاب میں کہا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔

چنانچہ اپنے اولیاء کے تم پر کچھ حقوق فرض کئے، ان کے ادا کرنے کا تمہیں حکم دیا تا کہ تمہارے لیے وہ چیزیں جو تمہارے ساتھ ہیں حلال ہو جائیں جیسے تمہاری ازواج، تمہارے اموال اور تمہارے کھانے پینے کے اسباب۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

"قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ القربی"

کہہ دیں کہ میں تم سے اس پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا بجز قربیٰ کی مودت اور محبت کے۔

یہ جان لو کہ جو شخص بخل سے کام لے وہ اپنے نفس سے ہی بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ غنی اور تونگر اور تم فقراء و

مساکین ہو، نہیں کوئی معبود بجز اس کے۔

ان چیزوں کے بارے میں گفتگو طویل ہے کہ کیا تمہارے لیے سودمند ہے یا تمہارے لیے ضرر رساں ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اس کی طرف سے تم پر نعمت تمام ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو ان لوگوں کے بعد، جو گزر گئے، تم نہ میرا کوئی خط اور نہ کوئی تحریر دیکھتے اور نہ ہی مجھ سے کوئی بات سنتے، درحالیکہ تمہیں جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس سے غفلت میں ہو۔

میرے بعد تم پر ان کے غلام ابراہیم کو قائم کرنے اور جو میرا خط تم کو محمد بن موسیٰ نیشاپوری لے گیا تھا اس کے بعد اللہ ہی سے ہر حالت میں مدد چاہی جاتی ہے۔

اللہ کے معاملے میں کوتاہی کرنے سے بچو ورنہ خاسرین میں سے ہو جاؤ گے، جو اللہ کی اطاعت سے منہ موڑے اور اس کے اولیاء کے مواعظ اور نصائح کو قبول نہ کرے اس کے لیے دوری اور ہلاکت ہے۔

یہ تو طے شدہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اپنی اطاعت، اپنے رسولؐ کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ خدا تمہاری کمزوریوں، تمہاری غفلت اور اپنے امر میں تمہارے صبر کرنے پر رحم کرے، آخر انسان کو کس چیز نے اس کے کریم پروردگار سے مغرور کر دیا۔

بعض چیزیں جو اس خط میں ہیں وہ اگر سخت پتھر سمجھ لے تو وہ قلق و اضطراب سے، اللہ کی خشیت کے خوف سے اور اللہ کی اطاعت کے طرف لوٹتے ہوئے پھٹ جائے۔

جو چاہو عمل کرو، بے شک اللہ اس کا رسولؐ اور مخصوص مومنین اس کو دیکھتے ہیں، پھر تم غیب وشہادت کے جاننے والے کی طرف پلٹ جاؤ گے۔

وہ تمہیں ان تمام باتوں کی خبر دے گا جو تم عمل کرتے تھے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو عالمین کا مالک و پروردگا ہے۔

خدا کی رحمت اور صلوت ہو محمدؐ اور ان کی سب آلؑ پر۔ (۴۸)

۳۔ سہل بن زیاد کے خط کے جواب میں آنجنابؑ نے اس کو یہ خط تحریر فرمایا:

تم نے توحید کے متعلق سوال کیا ہے اور جو تم نے پوچھا ہے وہ تم سے ایک جانب اور دور ہے۔

اللہ ایک اکیلا ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، نہ ہی کوئی اس کا کفو اور ہم پلہ ہے۔

وہ خالق ہے کسی کی مخلوق نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اجسام وغیرہ میں سے جس کو چاہتا ہے خلق کرتا ہے، وہ خود جسم نہیں ہے۔

جس کی چاہتا ہے تصویر کشی کرتا ہے، وہ خود صورت نہیں ہے۔

"جل ثنائه و تقدست اسمائه"

اس کی حمد وثنا جلیل ہے اور اس کے اسماء پاک ہیں، اس سے کہ کوئی چیز اس کے مشابہ ہو وہی ہے، اس کا غیر نہیں ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنا والا ہے۔ (۴۹)

۴۔ بنی اسباط کے خط کے جواب میں آنجناب ؑ نے یہ خط تحریر فرمایا۔ انہوں نے موالی کے اختلافات کی خبر آپ ؑ کو دی تھی اور اس پر دلیل مانگی تھی۔

آپ ؑ نے لکھا:

اللہ عزوجل نے صرف عاقل ہی کو مخاطب قرار دیا ہے۔

کوئی شخص اس سے زیادہ نہ کوئی آیت اور نشانی لاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی دلیل ظاہر کرسکتا ہے جو خاتم النبیین ؐ اور سید المرسلین لے کر آئے۔

(اس کے باوجود) لوگوں نے کہا کہ جادوگر، کاہن اور کذاب (جھوٹا، معاذ اللہ) بے شک اللہ نے اسے ہدایت دی، جس نے ہدایت حاصل کرنی چاہی۔

یہ صحیح ہے کہ بہت سے لوگوں کو دلائل سے تسلی ہوتی ہے، اس بناء پر خدا عزوجل ہمیں اذن دیتا ہے تو ہم بات کرتے ہیں اور منع کرتا ہے تو ہم خاموش رہتے ہیں۔

اگر وہ چاہتا کہ حق ظاہر نہ ہو تو انبیاء کو مبعوث نہ کرتا، جو بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے تھے، وہ کمزوری اور قوت دونوں حالتوں میں حق کو واضح اور ظاہر کرتے تھے، وہ مختلف اوقات میں بولتے تھے تا کہ خدا اپنے امر کو ظاہر کرے اور اپنے حکم کو نافذ کرے۔

لوگوں کے مختلف طبقے ہیں۔

جو بصیرت چاہتے ہے وہ نجات کے راستے پر ہے اور حق سے تمسک رکھتا ہے، اصل اور دلیل کی شاخ اور فرع سے متعلق ہے وہ شک وریب نہیں کرتا۔ اس سے ہٹ کر کوئی ملجا اور ماوی نہیں پاتا۔

ایک طبقہ وہ ہے جنھوں نے حق کو اس کے اہل سے نہیں لیا، وہ اس شخص کی طرح ہے جو سمندر میں سواری کر رہا ہو، اس کی موج کے ساتھ موج میں اور اس کے سکون کے ساتھ سکون میں ہو۔

ایک وہ طبقہ ہے جن پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے حسد اور بغض کی وجہ سے اہل حق کا باطل سے رد کرتے ہیں۔

لہذا چھوڑ دو اس کو جو دائیں بائیں جاتا ہے کیونکہ چرواہا جس وقت اپنی بھیڑوں کو اکٹھا کرنا چاہے تو معمولی کوشش سے کرسکتا ہے۔

تم نے اس چیز کا ذکر کیا ہے جس میں موالی اختلاف کرتے ہیں۔

جب رفعت و بلندی اور تکبیر ہو تو پھر کوئی شک نہیں رہتا، جو حکم کی مجالس میں بیٹھے وہ حکم کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

جس چیز کی رعایت تم سے چاہی گئی ہے اس کی زیادہ اچھے طریقہ سے رعایت اور نگہبانی کرو۔

شہرا اور نام ونمود اور عہدے اور منصب کی خواہش سے بچو، کیونکہ یہ دونوں ہلاکت کی طرف بلاتی ہیں۔

حکمت کی باتیں

آئمہ اہل بیتؑ سے جو کچھ نصائح حکم اور مواعظ ہمیں ملے ہیں وہ یکجا کئے جائیں تو ہمارے پاس معارف، عرفان اور اخلاق کا ایک ضخیم مجموعہ اکٹھا ہو جائے، عربی زبان کے کتب خانے ایسی نفیس کتابوں سے بھر جائیں جس کی آج کے زمانہ میں بہت زیادہ ضرورت ہے۔

آئمہ اہل بیتؑ کا ایسا نفیس کلام آج بھی محفوظ ہے جو کسی اور صحابی، تابعی، یا ان کے بعد کے علماء کا محفوظ نہیں ہے۔

یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کیونکہ آپ ثقلین میں سے ایک ہیں جو رسول اعظمؐ امت مسلمہ کے درمیان چھوڑ گئے ہیں اور انہیں قرآن کریم کا نظیر و مثیل قرار دے گئے ہیں۔

یہ حضرات جو میراث چھوڑ گئے ہیں ان میں حکیمانہ اقوال بھی ہیں جن میں سے ہر ایک اخلاقی تعلیمات اور توجیہی نصائح کا حامل ہے۔

دوسروں نے جو بڑی بڑی کتابوں اور ابواب میں لکھا وہ آپ حضراتؑ کے چھوٹے چھوٹے کلمات میں موجود ہے، یہ بھی آپ کا ایک امتیاز ہے۔

یہاں ہم امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے بعض حکیمانہ اقوال نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''باب المعروف'' کہتے ہیں۔ اس میں سے اہل معرفت اور احسان کرنے والے داخل ہوں گے۔ (۵۱)

۲۔ جو شخص کسی مجلس میں اپنے شرف سے پست جگہ بیٹھنے پر راضی ہو تو اللہ اور اس کے ملائکہ اس پر اس وقت تک صلوات بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ سے نہیں اٹھتا۔

۳۔ عبادت زیادہ نماز اور روزہ کا نام نہیں، عبادت امر اللہ کے بارے میں زیادہ غور و فکر اور سوچ و بچار کا نام ہے۔

۴۔ احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔

۵۔ جاہل کا دوست مشقت میں رہتا ہے۔

۶۔ زندگی سے بہتر وہ چیز ہے جس کو زندگی اگر نہ پائے تو شرمندہ اور گلوگیر ہو جائے، موت سے بری چیز وہ ہے کہ جب تمہیں اس سے واسطہ پڑے تو تم موت کو چاہنے لگو۔

۷۔ مومن کے لیے وہ خواہش کس قدر بری ہے جو اس کو ذلیل ورسوا کردے۔ (۵۲)

۸۔ نیک لوگوں کا نیکوں کو دوست رکھنا ان کے لیے باعث ثواب ہے، برے لوگوں کا نیکوں (ابرار) کو دوست رکھنا نیکوں کے لیے فضیلت ہے اور ابرار اور نیکوں کا فاجروں اور بروں سے بغض رکھنا فاجروں کے لیے رسوائی اور ذلت ہے۔

۹۔ تواضع اور انکساری میں سے یہ بھی ہے کہ جس کسی کے قریب سے تم گزرو تو اس کو سلام کرو اور یہ بھی کہ کسی مجلس میں باشرف جگہ سے نیچے بیٹھو۔

۱۰۔ ان سخت مصیبتوں میں سے ایک جو کسی انسان کی کمر توڑ دیتی ہے وہ ہمسایہ ہے جو اگر اچھائی دیکھے تو اسے چھپائے اور اگر برائی دیکھے تو اسے شہرت دے۔

۱۱۔ برا بندہ وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، دو زبانیں ہوں جو اپنے بھائی کی موجودگی میں اس کی تعریف کرے اور اس کی پیٹھ پیچھے اس کا گوشت کھائے (غیبت کرے) اگر اس کو کچھ ملے تو اس پر حسد کرے اگر وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کا ساتھ چھوڑ دے۔

۱۲۔ غصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

۱۳۔ سارے لوگوں میں کینہ پرور بہت کم آرام میں ہوتا ہے۔

۱۴۔ سارے لوگوں میں زیادہ پرہیز گار وہ ہے جو شبہ کے موقع پر رک جائے، سارے لوگوں میں زیادہ عابد وہ ہے جو واجبات وفرائض کو ادا کرے، سارے لوگوں میں زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے، سارے لوگوں میں زیادہ اجتہاد اور کوشش کرنے والا وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

۱۵۔ کوئی عزت دار جب حق کو ترک کرتا ہے تو ذلیل ہو جاتا ہے، جو ذلیل حق کو لازم جان لے وہ عزت والا ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ دو خصلتیں اور صفتیں ایسی ہیں جن سے بالا کوئی چیز نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ پر ایمان رکھنا اور بھائیوں کو فائدہ پہنچانا۔

۱۷۔ باپ کے خلاف بیٹے کا بچپن میں جرأت کرنا بڑے ہو کر عاق ونافرمان ہونے کی طرف بلاتا ہے۔

۱۸۔ کسی غمزدہ کے سامنے خوشی کا اظہار کرنا آداب کے خلاف ہے۔

۱۹۔ جاہل کا ریاضت اور عبادت کرنا اور کسی چیز کے عادی شخص سے اس کی عادت چھڑانا دونوں معجزہ ہیں۔

۲۰۔ جس شخص نے اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر وعظ و نصیحت کی اس نے اس زینت بخشی اور جس نے علی الاعلان اور دوسروں کے سامنے نصیحت کی تو گویا اسے عیب لگایا۔

۲۱۔ حسن صورت، ظاہری جمال اور خوبصورتی ہے۔ حسن عقل باطنی جمال اور خوبصورتی ہے۔

۲۲۔ جو شخص خدا سے مانوس ہوا اسے لوگوں سے وحشت اور گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔

۲۳۔ ساری خباثتیں اور برائیاں ایک گھر میں رکھی گئی ہیں۔ اس گھر کی کنجی جھوٹ ہے۔

۲۴۔ جو شخص باطل کی پشت پر سوار ہوا وہ اسے ندامت اور پشیمانی کے گھر میں اتارے گا۔(۵۳)

۲۵۔ جود و سخا کی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہوگی تو اسراف اور فضول خرچی ہوگی۔

مستقل مزاجی اور صبر کی بھی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہو تو بزدلی ہے۔

میانہ روی کی بھی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہو تو بخل ہے

شجاعت و بہادری کی بھی ایک مقدار ہے اس سے زیادہ ہو تو لاابالی پن ہے۔

اپنے نفس کو ادب سکھانے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ایسی چیزوں سے اجتناب کرو کہ جنہیں تم دوسروں میں ناپسند کرتے ہو۔(۵۴)

۲۶۔ وہ رزق جس کی تمہیں ضمانت دی گئی ہے تمہیں فرض اور واجب عمل سے الگ مشغول نہ رکھے۔

۲۷۔ کوئی بلا اور مصیبت نہیں مگر اللہ کی اس میں حکمت ہے اور وہی اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۲۸۔ ورع اور پرہیزگاری جس کی خلق اور خو ہو، کرم جس کی طبیعت ہو اور حلم و بردباری جس کی عادت ہو، اس کے دوست زیادہ ہوتے ہیں، اس پر اس کی تعریف و ثنا ہوتی ہے، اس کی حسن ثنا سے اس کے دشمنوں سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔(۵۵)

۲۹۔ کسی سے جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہاری خوبصورتی اور چہرے کی رونق ختم ہو جائے گی، کسی سے مزاح نہ کرو ورنہ تم پر جرات اور جسارت کی جائے گی۔

۳۰۔ جب فیصلہ شدہ امر کو ہو کے رہنا ہے تو پھر رونا دھونا کیسا؟ (۵۶)

آپؑ کے چند جوابات

بہت سے مسائل میں جو آپؑ سے پوچھے جاتے تھے، ان میں سے محترم قارئین کے لیے ہم یہاں امام ابو محمد عسکری علیہ السلام کے جواب نقل کرتے ہیں۔

یہ سوالات مختلف فنون میں احکام کے اسباب، ملامت اور سرزنشوں اور آداب وغیرہ کے باب میں ہیں۔ ان سوالات کی اہمیت پر غور کرنے سے اس زمانے کے لوگوں کے جرم ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی آئمہ علیہم السلام کو حکومت و سلطنت سے رورر کھنے کی سعی، انہیں امت مسلمہ سے جدا کرنے کی کوششیں، انہیں جلاوطن کرنے اور قید اور نظر بند رکھنے اور ان سب کے ذریعے امت کو ان کے فیض و برکات سے دور رکھنے کے جرم نظروں کے سامنے گھوم جاتے ہیں۔

یہاں بعض جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپؑ سے فہفکی نے سوال کیا: مسکین اور ضعیف عورت کا کیا قصور ہے کہ وہ میراث کا ایک حصہ پاتی ہے اور مرد دو حصہ لیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ عورت کے لیے نہ جہاد ہے نہ کسی کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے اور نہ اس پر دیت ہے، یہ ساری چیزیں مرد پر لازم ہیں۔ (۵۷)

۲۔ حسن بن ظریف کہتا ہے کہ میں نے ابو محمدؑ کو خط لکھ کر امیر المومنینؑ کے بارے میں رسول اللہؐ کے اس ارشاد کے سلسلے میں سوال کیا کہ:

"من کنت مولا فهذا علی مولا"

آپؑ نے فرمایا: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے ذریعے ان کو ایک ایسا نشان قرار دیں جس کے ذریعے تفرقہ کے موقع پر حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کی پہچان ہو سکے۔ (۵۸)

۳۔ جعفر بن محمد بن حمزہ علوی کہتا ہے کہ میں نے ابو محمد حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو خط لکھا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے روزوں کو کیوں فرض وواجب کیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں لکھا کہ خداوند عالم نے روزہ اس لیے فرض کیا ہے کہ غنی اور مالدار بھوک کو چھو کر فقیر و مسکین سے شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔ (۵۹)

۴۔ آپؑ کو جب قید کیا گیا تو سرمن رائے (سامرا) میں لوگ شدید قحط میں مبتلا ہوئے، خلیفہ معتمد

بن متوکل عباسی نے حکم دیا کہ لوگ تین دن نماز استسقاء کے لیے باہر جمع ہوں مگر وہ بارش سے سیراب نہ ہوئے۔

ان کے بعد ایک راہب کے ساتھ عیسائی باہر نکلے، اس راہب نے جیسے ہی اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا موسلادھار بارش شروع ہوگئی، دوسرے دن بھی یہی ہوا بعض جاہل شک میں پڑ گئے اور بعض مرتد ہو گئے۔

یہ بات خلیفہ پر شاق گزری، اس نے حضرت حسن خالصؑ کو حاضر کرنے کا حکم دیا آپؑ سے کہنے لگا کہ:

"ادرك امة جدك رسول الله قبل ان يهلكوا"

اپنے نانا رسول اللہؐ کی امت کی فریاد کو پہنچیں، ان کی مدد کریں اس سے پہلے کہ وہ ہلاک ہوجائیں۔

حسنؑ نے فرمایا کہ کل لوگ باہر نکلیں تو انشاء اللہ میں ان کے شک وشبہ کو زائل کر دوں گا، آپؑ نے خلیفہ سے اپنے اصحاب کی قید سے رہا ہونے کی بات کی، اس نے انہیں رہا کر دیا، دوسرے دن جب لوگ استسقاء کے لیے باہر آئے اور راہب نے اپنا ہاتھ عیسائیوں کے ساتھ بلند کیا تو آسمان ابر آلود ہو گیا۔

حضرت حسنؑ نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا، اچانک اس میں ایک آدمی کی ہڈی نکلی آپؑ نے اس سے وہ ہڈی لے لی اور فرمایا: اب بارش کی دعا کرو اس نے ہاتھ اٹھایا تو بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔

لوگوں کو تعجب ہوا خلیفہ نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے اے ابومحمدؑ! آپؑ نے فرمایا: یہ ایک نبیؑ کی ہڈی ہے جو اس راہب کو کسی قبر سے ملی ہے، نبیؐ کی ہڈی آسمان کے نیچے ظاہر کی جائے تو موسلادھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔

لوگوں نے امتحان کر کے دیکھا تو ایسا ہی تھا۔

اس طور مسلمانوں سے شک وشبہ کا ازالہ ہو گیا، اور جناب حسن عسکریؑ اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے۔(۶۰)

الکندی فلسفی کے ساتھ

استاد عبدالقادر احمد یوسف کہتے ہیں کہ یہ نہیں کہ آئمہ علیہم السلام اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ حق دار سمجھتے تھے، بلکہ وہ مکلف تھے اور رسول اکرمؐ کے بعد ان کی ذمہ داری تھی کہ اسلام کی نشر واشاعت کریں اور سنن اور طرق الٰہی اور شرائع محمدی کی حفاظت کریں، اس لیے کہ انتہائی قرب کے اتصالات، نفس کی پاکیزگی اور اخلاص اور قرآن فہمی ان ہی سے متعلق تھی۔(۶۱)

درحقیقت دین ان کے جدامجد امیرالمومنینؑ کی حمایت اور دفاع سے قائم ہوا۔ آنجنابؑ نے اپنا نفس دین کی مقدس راہ میں فدا اور قربان کیا، آپؑ اپنی جان قربان کر کے آنحضرتؐ کو بچانے کے لیے رسول اعظمؐ

کے بستر پر ہجرت کی رات سوئے، قریش کے جابروں اور طاغوتوں کو چیلنج کیا، اس کے ساتھ ساتھ پیغمبرؐ کی جنگوں اور غزوات میں آپؑ کا کردار ہے کہ جنگ خندق کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کے موقف کے بارے میں فرمایا:

"لمبارزۃ علی لعمرو بن عبدود افضل من اعمال امتی یوم القیامہ" (۲۲)

عمرو بن عبدود علیؑ کا مبارزہ کرنا، میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔

بنی الدین فاستقام و لولا
ضرب ماضیك ما استقام البناء

ترجمہ: دین کی بنیاد رکھی اور اس کو قائم کیا اگر تیرے بزرگ (جو گزر گئے) کی ضرب نہ ہوتی تو یہ بناء قائم نہ رہ سکتی۔

آپؑ کی اولاد بنی ہی دین کے لیے مسلسل قربانیاں دیتی رہی، عاشورا کے دن سبط پیغمبرؐ کا قیام اسلام کے کلمہ کی اعلاء اور بلندی کے لیے ہی تھا، آپؑ نے اس کے لیے جو قربانیاں پیش کیں ان کے سامنے باقی ہر قربانی اور فدیہ ہیچ اور کمتر ہے۔

اموی اور عباسی حکومتوں کے دوران آئمہؑ نے حکام کے دباؤ اور فشار میں رہتے ہوئے زندگی بسر کی، یہ حکام ان کا پیچھا کرتے رہے، انہیں جلاوطن کیا، قید کیا اور پھر قتل کیا، مگر باوجود حالات کی شدت کے اور ظالموں کی سختی اور شقی القلبی کے آپ حضراتؑ سے جتنا ہو سکا، دین کی حمایت کی۔

وہ مختلف مذاہب کے علماء کے باطل نظریات کا رد کرتے اور فلسفیوں کے غلط افکار کو آشکار کرتے۔

گذشتہ ابواب میں امام جعفر صادق اور امام رضا علیہما السلام کے اس قسم کے لوگوں سے مناظرے اور گفتگو کا ذکر ہو چکا ہے۔

یہاں ہم فلسفی کندی کے ساتھ امام ابو محمد حسن عسکریؑ کا موقف پیش کرتے ہیں۔

اسحٰق کندی اپنے زمانے کا عراق کا مشہور فلسفی تھا، اس نے تناقض قرآن کی تصنیف شروع کی اور اپنے آپ کو اسی کام میں مشغول کر لیا، اپنے گھر میں اکیلا اس کام کے لیے رہنے لگا۔

ایک دن اس کا ایک شاگرد امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، ابو محمدؑ نے اس سے فرمایا:

"اما فیکم رجل رشید"

کیا تم میں کوئی سمجھدار شخص نہیں جو تمہارے استاد کندی کو اس چیز سے روکے جو اس نے قرآن کے سلسلے میں اپنا شغل بنا رکھا ہے، اس کا شاگرد کہنے لگا کہ ہم تو ان کے شاگرد ہیں ہمارے لیے یہ کس طرح مناسب ہے کہ ہم

اس چیز میں یا کسی اور چیز میں اعتراض کریں۔

ابو محمدؑ نے فرمایا: جو کچھ میں تم سے کہوں وہ تو اس تک پہنچاؤ گے۔

اس نے کہا: ہاں۔

آپؑ نے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے لطف اور نرمی سے پیش آؤ اور جس راہ پر وہ چل رہا ہے اس میں اس کا ساتھ دو، جب اس سلسلے میں ہم آہنگی اور رغبت پیدا ہو جائے تو اس سے کہو کہ میرے ذہن میں ایک مسئلہ آیا ہے جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، وہ کہے گا کہ ہاں پوچھو۔

اس سے کہنا کہ اگر اس قرآن کا یہ متکلم آپ کے پاس آئے تو کیا یہ صحیح ہے کہ اس تکلم سے اس کی مراد ان کے معنی کے علاوہ ہوں جو آپ نے گمان کیا ہے اور آپ اس کی طرف گئے ہیں تو وہ کہے گا کہ یہ صحیح اور ممکن ہے ، کیونکہ وہ ایسا شخص ہے کہ جب کسی چیز کو سنے تو اس کو سمجھتا ہے، جب وہ اس کا جواب دے تو اس سے کہو کہ آپ کو کیا معلوم ممکن ہے اس کی مراد اس کے علاوہ ہو جس کی طرف آپ گئے ہیں اور آپ اس کے معانی اور مطالب کے علاوہ کسی اور چیز کو ان کی جگہ رکھ رہے ہوں۔

وہ شاگرد کندی کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بہت لطف اور مہربانی سے پیش آیا، یہاں تک کہ استاد کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا، اس نے کہا کہ ان کو دہراؤ تو شاگرد نے پھر بیان کیا۔

کندی غور کرتا رہا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ لغت کے لحاظ سے بھی اس کا امکان ہے اور فکر و نظر اور عقلی طور پر بھی یہ جائز ہے۔

کہنے لگا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا کہ یہ بات تجھے کہاں سے ہاتھ آئی۔

شاگرد نے جواب دیا کہ یہ میرے دل میں بات آئی تھی تو آپ سے بیان کر دی، اس نے کہا یہ ممکن نہیں کیونکہ تیرے ذہن کی رسائی یہاں تک نہیں ہو سکتی، سچ سچ بتا یہ بات کہاں سے سنی ہے، شاگرد نے کہا مجھے ابو محمدؑ نے اس کا حکم دیا تھا، کندی کہنے لگا کہ اب تو نے صحیح بات کی ہے، اس قسم کی بات صرف اسی گھر سے نکل سکتی ہے یہ کہہ کر جو کچھ کاغذات اب تک لکھے تھے وہ سب آگ منگوا کر جلا دیئے۔ (۶۳)

آپؑ کی چند دعائیں

دعا وہ عاجزی اور انکساری والا کلام ہے جس کو خالق عظیم کو مخاطب کر کے مخلوق ترتیب دیتی ہے، اس کے ذریعے اس کی رضا چاہتی ہے اور اس کے احسانات میں اضافہ طلب کرتی ہے، قرآن کریم اس پر انسان کو ابھارتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ادعونی استجب لکم"

مجھ سے دعا کرو اور مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

"ادعوا ربکم تضرعا و خفیه"

اپنے پروردگار کو تضرع وزاری کرتے ہوئے اور پوشیدہ طور پر پکارو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

جو شخص اللہ سے دعا نہ مانگے تو اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔(۶۴)

آپؐ نے فرمایا:

خدا دعا میں الحاح وزاری اور اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(۶۵)

آئمہ علیہم السلام نے بھی دعا کی ترغیب دی ہے، حضرت ابوجعفر الباقرؑ نے فرمایا:

دعا افضل ترین عبادت ہے۔(۶۶)

ہر ایک امامؑ سے بہت سی دعائیں آئی ہیں جنہیں ہمارے علماء رحمہم اللہ نے اپنی ان دعاؤں میں ذکر کیا ہے، انہیں دعاؤں کو اک موضوع قرار دیا ہے۔

اس فصل میں ہم امام ابومحمد علیہ السلام کی بعض دعائیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ کتاب الدلائل میں حمیری ابوہاشم جعفری سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ کے بعض موالیوں نے ابو محمدؑ کی خدمت میں درخواست کی کہ ان کو کوئی دعا تعلیم کریں۔

آپؑ نے انہیں لکھا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔

یا اسمع السامعین ویا ابصر الناظرین ویا اسرع الحاسبین ویا ارحم الراحمین ویا احکم الحاکمین صل علی محمد وآل محمد واوسع لی فی رزقی و مدلی فی عمری وامنن علی برحمتك واجعلنی ممن تنصربه لدینك ولا تستبدل بی غیری"(۶۷)

ترجمہ: اے سب سے زیادہ سننے والے، اے سب سے زیادہ دیکھنے والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے سب سے زیادہ حکم کرنے والے، محمد وآل محمد پر صلوات بھیج اور میرے رزق میں وسعت دے اور میری عمر کو طول دے، اپنی رحمت سے مجھ پر احسان فرما۔ مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جن کے ذریعے تو اپنے دین کی مدد اور نصرت کرتا ہے، میرے غیر کو میرا بدل قرار نہ دے۔

۲۔ آپؑ کی دعائے قنوت ہے:

"یامن عشي نوره الظلمات، یامن انارت بقدسه الفجاج المتوعرات، یامن خشع له اهل الارض والسموات یامن نجع له بالطاعه کل متجبرعات،یاعالم الضمائر المستخفیات . وسعت کل شئی رحمه وعلما. فاغفر للذین تابو اواتبعو البیلك.وقهم عذاب لجحیم .وعاجلهم بنصرك الذی وعدتهم انك لا تخلف المیعاد، وعجل اللهم اجتیاح اهل الکید، وآوهم الی شردار فی اعظم نکال واقبح مثاب.اللهم انك حاضر اسرار کلقك،وعالم بضمائر هم،و مستغن لو لا الندب باللجا الی تنجز ما وعدته اللا جی عن کشف مکامنهم. وقد تعلم یارب ما اسره وابدیه. وانشره واطویه،واظهره واخفیه،علی متصرفات اوقاتی،واصناف حرکاتی من جمیع حاجاتی،وقد تری یا رب ما قد تراطم فیه اهل ولا یتك .واستمر علیهم من اعدائك .غیر ضنین فی کرم،ولا صننین بنعمٍ،ولیکن الجهد یبعث علی الا ستزادة،وما امرت به من الدعاء .اذا اخلص لك اِللجا یقتضی احسانك شرط الزیادة، وهذاه النواصی والا عناق خاضعه لك بذل العبودیه .والا عتراف بملکه الربوبیه،داعیه بقلوبها.ومشخصات الیك فی تعجیل الا ناله. فما شئت کان وما تشاء کائن،انت المدعو المرجو المأمول المسئوول لا ینقصك نائل وان اتسع ولا یلحقك صنجرة من سائل وان الح وضرع ملکك لا یخلقه التنفید و عزك الباقی علی التابید الا عصار من مشیتك بمقدورات الله لا اله الا انت الروف الجبار. اللهم ایدنا بعونك و اکنفنا بصونك واتلنا مثال المعتصمین بحبلك المستظلمین یظلك"(٦٨)

ترجمہ: اے وہ جس کے نور نے تاریکیوں کو ڈھانپ لیا، اے وہ جس کے قدس اور بزرگی سے ٹیڑھے اور دشوار گزار راستے روشن ہو گئے، اے وہ جس کے سامنے اہل آسمان و زمین خشوع کرتے ہیں، اے وہ جس کی اطاعت میں تمام سرکش جھکتے ہیں، اے وہ جو پوشیدہ ضمیر کو جانتا ہے، رحمت، مہربانی اور علم کی وجہ سے ہر چیز پر وسعت رکھتا ہے۔ پس بخش دے ان لوگوں کو جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے

راستے کا اتباع کرتے ہیں، انہیں جہنم کی آگ سے بچا، انہیں جلد اپنی نصرت اور مدد سے نواز جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، بے شک تیرا وعدہ سچا ہے۔
جلدی کر خدایا اہل مکر و فریب کو ہلاک کرنے میں، انہیں بدترین گھر کی طرف بہت بڑے عذاب اور قبیح ترین بازگشت کی طرف لوٹا دے۔
خدایا! تو اپنی مخلوق کے اسرار میں موجود ہے اور ان کے ضمائر کو جانتا ہے، تو مستغنی اور بے پروا ہے۔
پناہ لیتے ہوئے پکارنے والے سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنا نہ ہوتا ان کے پوشیدہ رازوں کے منکشف کرنے سے، اے پروردگار! تو جانتا ہے اس کو جسے میں چھپاتا یا واضح کرتا ہوں، جسے میں پھیلاتا یا لپیٹتا ہوں، جس کو ظاہر کرتا یا مخفی رکھتا ہوں، میرے گردش کرنے والے اوقات، قسم قسم کی حرکات اور میری تمام حاجات میں۔
اے پروردگار! تو دیکھتا رہا ہے اس چیز کو جس میں تیرے دوست پھنسے ہوئے ہیں اور تیرے دشمنوں نے جو حال ان کا کیا ہوا ہے، تو کرم میں بخیل نہیں اور نہ ہی نعمات اور احسان کرنے میں، لیکن جدوجہد اضافہ اور زیادتی پر ابھارتی ہے۔
جو تو نے دینے کا حکم دیا ہے جب خلوص کے ساتھ تیری پناہ لے تو تیرا احسان زیادتی کی شرط کو پورا کرتا ہے۔
یہ پیشانیاں اور گردنیں عبودیت کی ذلت کے ساتھ تیرے لیے خضوع کرتی ہیں۔
ربوبیت کے استحقاق و لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے، اپنے دلوں سے دعا کرتے ہوئے، تیری طرف نکلتے ہوئے اور حاصل کرنے کی جلدی میں، پس جو تو نے چاہا وہی ہوا اور جو تو چاہے گا وہی ہوگا۔
تو وہ ہے جس کو پکارا جاتا ہے، جس سے امید کی جاتی ہے، جس سے آرزو کی جاتی ہے، جس سے سوال کیا جاتا ہے، کوئی بخشش تجھ میں نقص نہیں پیدا کرتی چاہے وہ کتنی وسیع و عریض کیوں نہ ہو۔ نہ ہی کسی سوال کرنے والے کی طرف سے تجھے رنج و ملال ہوتا ہے، اگر چہ وہ الحاح و زاری اور تضرع کرے۔
تیرے ملک و سلطنت کو مختلف قسم کے احکام کے نافذ ہونے نے کہنہ اور پرانا نہیں کیا، تیری باقی رہنے والی عزت و وقار ابد تک ہے، عصر اور زمانے تیری مشیت اور ارادے کی وجہ سے معین مقدار میں ہیں۔
تو وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو رؤف، مہربان اور جبار ہے۔

خدایا! اپنی مدد سے ہماری تائید فرما، ہمیں اپنے بچاؤ کے پہلو میں لے لے، ہمیں تیری رسی سے تمسک پکڑنے والوں کی مثال عطا کر، جو تیرے سایہ میں رہتے ہیں۔

۳۔ آپؑ کی ایک دعا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"یا عدتی عند شدتی, ویا غوثی عن کربتی,ویامونسی عند وحدتی, احر سنی بعینلک التی لا تنام, والکفنی برکنلک الذی لا یرام" (۶۹)

ترجمہ: اے میرے ساز و سامان اور میری تیاری، میری شدت و سختی کے وقت کی، اے میری مدد میری مصیبت کے وقت کی،

اے میرے مونس میری تنہائی میں، میری حفاظت فرما اپنی اس نظر رحمت اور آنکھ سے جو نہیں سوتی اور مجھے گھیر لے اپنے اس رکن وستون کے ساتھ جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا۔

آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت

دعا کی قبولیت کے مقامات میں سے ایک مظلوم کی دعا ہے ظلم کرنے والوں کے خلاف۔

مظلوم کی دعا حجابوں کو چاک کر دیتی ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

دنیا میں آئمہ اہل بیتؑ سے زیادہ کوئی مظلوم نہیں، ان پر ظلم وستم ہوئے، ان کا حق غصب کیا گیا، ان کی زندگیاں خوف وہراس اور قہر وغلبہ کے تحت گزریں، ان میں سے بعض کو جلاوطن کیا گیا، بعض کو قید و بند میں رکھا گیا، ان سب حضرات صلوات اللہ علیہم کو زہر سے یا قتل کر کے شہید کیا گیا۔

اسی لیے وہ ساری مخلوق سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کی دعا قبول ہو کیونکہ وہ مولا عز وجل کے بھی قریب ہیں، ان کی مظلومیت بھی بہت عظیم ہے، دشمنوں نے ان پر سختیاں بھی بہت کی ہیں۔

مورخین نے امام ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام کی دعاؤں کا بہت سے موقعوں پر قبول ہونے کا ذکر کیا ہے جب آپؑ نے خلفائے بنی عباس یا بعض دوسرے افراد کے لیے بددعا کی ہے، ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابوالہشم بن عدی کہتا ہے کہ جب معتز نے حکم دیا کہ ابوالحسن (۷۰) کو کوفہ لے جایا جائے تو اس نے آنجنابؑ کی خدمت میں لکھا کہ یہ کیسی خبر ہے جو ہم تک پہنچی ہے جس نے ہمیں مضطرب اور پریشان کر دیا ہے۔

آنجناب نے جواب میں لکھا کہ تین دن کے بعد فرج و کشائش تمہیں حاصل ہوگی انشاء اللہ! چنانچہ تیسرے دن معتز قتل ہو گیا۔(۷۱)

۲۔ محمد بن شمعون بصری نے خط لکھا جس میں ابومحمدؑ سے حالات کے بارے میں پوچھا گیا اور کہا گیا کہ محمد مہتدی کی طرف سے موالیوں پر بہت سختی ہو رہی ہے۔

آپؑ نے تحریر فرمایا کہ اپنے دن سے پانچ دن شمار کر، وہ چھٹے دن قتل ہو جائے گا، اس ذلت و خواری کے بعد جو اس کو لاحق ہوگی، جیسا آپؑ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔(۷۲)

۳۔ ابوہاشم جعفری کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکریؑ کے ساتھ قید میں تھا، مہتدی بن واثق نے قید کیا ہوا تھا آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اسی رات خدا اس کی زندگی ختم کر دے گا، صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ ترکوں نے فتنہ فساد کھڑا کر کے مہتدی کو قتل کیا اور اس کی جگہ معتمد بادشاہ بنا دیا گیا۔(۷۳)

۴۔ ابومحمد کا مال و اسباب رکھنے کی ایک جگہ تھی جو ابوعلی بن راشد رضی اللہ عنہ کے قابو میں تھا، جب وہ عروہ بن یحییٰ کے سپرد کیا گیا تو اس نے اس میں سے کچھ مال خود لے لیا اور باقی کو آگ لگا دی، یہ حرکت ابومحمد علیہ السلام کو غیظ میں لانے کے لیے تھی، آپ نے اس پر لعنت کی، برات کی اور اس کے لیے بددعا کی۔

اس کو ایک دن اور رات کی بھی مہلت نہ ملی کہ خدا نے اس کو جہنم واصل کیا، آنجنابؑ نے فرمایا کہ میں اس رات پروردگار کے لیے اتنی دیر بیٹھا کہ صبح کی پو نہیں پھوٹی اور نہ یہ آگ بجھی، یہاں تک کہ اللہ نے عروہ کو قتل کر دیا۔(۷۴)

آپؑ علماء و عظماء اور بڑے لوگوں کی نظر میں

ساری امت آئمہ اہل بیت علیہم الصلوات والسلام کی افضلیت پر جس طرح مجتمع ہوئی ہے کسی اور شخص کی افضلیت پر ایسی مجتمع اور متفق نہیں ہوئی۔

ان کی افضلیت و جلالت پر اگلے اور پچھلے لوگوں کا اجماع ہے، ان کے مناقب اور کارہائے نمایاں کی سارے علماء اسلام نے بات کی ہے، یہاں تک کہ دوسرے مذاہب کے علماء اور قدیم و جدید دانشوروں اور ارباب فکر و نظر نے ان کے بارے میں لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت کی ہے، ان کے مکارم، فضائل اور امت پر ان کے احسانات کا ذکر کیا ہے۔

اہل سنت حضرات نے جو ان کے بارے میں لکھا ہے ممکن ہے وہ اس سے زیادہ ہو جو ان کے شیعوں نے

لکھا ہے۔

اس میں تعجب بھی نہیں کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وہ ایک ثقل نفیس اور وزنی چیز ہیں، ان ثقلین میں سے جن کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے درمیان چھوڑ گئے ہیں۔

انہی کے گھر میں وحی کا نزول ہوا اور دعوت محمدیہ دنیا میں پھیلی۔

یہ حضرات اس دین کے محافظ ونگران ہیں اور اس پر قیام کرنے والے ہیں، امامت کے عروہ اور رستے اور امت کی قیادت ان ہی تک پہنچتی ہے۔

یہاں ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی فضیلت کی تعریف توصیف میں علماء اور عظماء کے بعض اقوال پیش کرتے ہیں۔

۱۔ وزیر عبید اللہ بن خاقان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹا! اگر خلفائے بنی عباس کی امامت و حکومت کو زوال آ جائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص ان (امام حسن عسکریؑ) کے علاوہ اسکا حقدار نہیں اور یہ ان کے فضل وکرم، صیانت (قبائح سے محفوظ رہنے) ان کے زہد وتقویٰ، عبادت، عمدہ اخلاق، صلاح اور راست روی کی وجہ سے ہے، اگر تو نے ان کے والد کو دیکھا ہوتا تو ان کو بہت بڑا فیاض، شریف، نجیب اور صاحب فضل وکمال پاتا۔(۷۵)

۲۔ احمد بن عبید اللہ بن خاقان کہتا ہے کہ سامرہ کے علویوں میں سے حسن بن علی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام جیسا نہ میں نے کسی کو دیکھا اور نہ کسی کو جانتا ہوں۔ ان کی ہدایت، سکون و وقار، عفت و پاکدامنی، شرافت ونجابت اور ان کے اہل بیت اور سارے بنی ہاشم میں عظمت وبزرگی کے لحاظ سے ان کے کوئی مثل نہیں۔

اسی طرح قائدین لشکر اور وزراء اور عامۃ الناس کے یہاں چرچا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے پاس کھڑا تھا، وہ ان کا لوگوں سے ملاقات کا دن تھا، ان کے دربان اندر آئے اور کہنے لگے کہ ابومحمد بن رضا دروازے پر ہیں، میرے باپ نے بلند آواز سے کہا کہ ان کو آنے دو، مجھے دربانوں کی بات پر ان کی جسارت پر تعجب ہوا کہ وہ میرے باپ کے سامنے کسی کو کنیت سے پکاریں، ان کے سامنے کسی کا نام کنیت کے ساتھ نہیں لیا جاتا تھا، سوائے خلیفہ، ولی عہد اور اس شخص کے جس کے متعلق خلیفہ حکم دیتا کہ اسے کنیت سے پکارا جائے۔

ایک گندم گوں، بہترین قد وقامت، خوبصورت چہرے، عمدہ جسم کا نوجوان داخل ہوا، ان میں جلالت و عظمت اور بہترین ہیبت ودبدبہ تھا۔

میرے باپ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر استقبال کیا، میں نے آج تک انہیں ایسا سلوک کسی ہاشمی یا قائد لشکر سے کرتے نہیں دیکھا قریب جا کر انھوں نے اس جوان سے معانقہ کیا، ان کے چہرے اور سینے کا بوسہ لیا، ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مصلّیٰ پر بٹھایا اور ان کے پہلو میں خود بیٹھ گئے، ان سے مخاطب ہو کر گفتگو میں بار بار آپؑ پر قربان جاؤں کہتے۔

مجھے اس انداز گفتگو پر بڑا تعجب تھا۔

میں اس تلاش میں رہا کہ پتہ کروں یہ نوجوان کون ہے؟ چنانچہ میں نے بنی ہاشم، قائدین لشکر، دفتر کے افسران اعلیٰ، قاضیوں، علماء اور فقہاء اور عام لوگوں میں جس سے بھی سوال کیا انھوں نے ان کو انتہائی اجلال و اعظام، محل رفیع و بلند اور قول جمیل پایا اور ان کے تمام اہل بیت اور بزرگوں سے مقدم پایا، میری نگاہوں میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوگئی۔

میں نے ان کا کوئی دوست اور دشمن نہیں دیکھا مگر وہ ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتا تھا اور ان کی تعریف و توصیف کرتا تھا۔(۷۶)

۳۔ مجمع بن صلت نے آپؑ سے کہا: اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپ اہل بیتؑ پر ہوں جو ایسی ذریت ہیں جن میں سے بعض دوسرے بعض سے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا حق واجب ہے جس طرح امیر المومنینؑ اور ان کے بعد کے آئمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کا حق واجب ہے، حکمت اور امامت آپ تک منتہی ہوتی ہے آپؑ اللہ کے ولی ہیں کہ جس سے جاہل رہنے کا کسی کا عذر قابل قبول نہیں۔(۷۷)

۴۔ بختیشوع طبیب کا قول ہے کہ آپ ہمارے زمانے میں آسمان کے نیچے رہنے والے تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔(۷۸)

۵۔ آپؑ سے خلیفہ کے کاتب انوش نصرانی نے کہا: ہم نے آپ لوگوں کو اس انجیل میں اللہ کے یہاں مسیح عیسیٰ بن مریم کے جیسا پایا۔(۷۹)

۶۔ آپؑ کے بارے میں دیر کا قول کے راہب نے کہا: یہ اپنی آیات و نشانیوں اور براہین و دلائل میں مسیح نظیر ہیں، وہ آپؑ کے بعض معجزات اور کرامات کا مشاہدہ کر کے اسلام لے آیا تھا۔(۸۰)

۷۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے کہا: باقی رہے ان کے مناقب تو جان لینا چاہیے کہ وہ بلند ترین منقبت اور اعلیٰ ترین خوبی ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل نے آپؑ کو مخصوص کیا ہے، تنہا آپؑ ہی کو اس کا ہار پہنایا ہے آپ کو اس کی زینت بخشی ہے، آپؑ ہی کی دائمی صفت قرار دی ہے جس کی تازگی کو زمانہ

پرانا نہیں کر سکتا اور جس کی بار بار تکرار کو زبانیں نہیں بھول سکتیں، یہ ہے کہ محمد مہدیؑ ان کی نسل ہیں، ان سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے فرزند ہیں جو ان ہی کی طرف منسوب ہیں، ان کا ٹکڑا ہیں جو ان ہی سے جدا ہوا ہے۔ الخ (۸۱)

۸۔ شمس الدین ابو مظفر یوسف بن قزاغلی، سبط ابن جوزی نے کہا کہ آپؑ عالم اور ثقہ تھے آپؑ نے اپنے والد کے واسطے سے اپنے جد امجد سے حدیث بیان کی ہے۔ (۸۲)

۹۔ علی بن صباغ مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے آقا ابو محمد حسن عسکریؑ کے فضائل و مناقب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپؑ بلند مرتبہ اور سردار اور عظیم و سردار باپ کے بیٹے ہیں، آپؑ کی امامت میں کوئی شخص بھی شک نہیں کر سکتا۔

جان لو کہ اگر کوئی کرامت و بزرگی اٹھے تو ان کا غیر اس کا بائع ہوگا اور یہ اس کے خریدار ہوں گے، اپنے زمانے کے منفرد شخص ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، ان کے لاثانی ہونے میں کس کو اعتراض نہیں، وہ اپنے اہل عصر کے سید اور اہل زمانہ کے امام ہیں، آپؑ کے اقوال و گفتار درست اور افعال و کردار قابل تعریف تھے۔

اگر آپؑ کے زمانے کے افاضل ایک قصیدہ تھے تو آپؑ اس قصیدے کا چیدہ اور چوٹی کا شعر تھے، اگر وہ ایک ہار کے دانے تھے اور آپ اس ہار کا درمیانی قیمتی جوہر تھے، آپؑ علوم کے ایسے شاہسوار تھے جن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا، آپؑ گہرے، پیچیدہ مسائل کو واضح کرنے والے تھے جن سے نہ کوئی بحث کر سکتا تھا اور نہ نزاع۔

حقائق کو اپنے صائب اور درست نظریہ سے منکشف کرنے والے اور اپنی روشن فکری سے دقائق کو ظاہر کرنے والے تھے، مخفی امور میں اپنے باطن سے ہی باتیں کرتے تھے، آپؑ کریم الاصل، کریم النفس اور کریم الذات تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔ (۸۳)

۱۰۔ ابو العباس احمد بن یوسف دمشقی قرمانی امام حسن بن علی عسکری علیہ السلام کے ذکر میں کہتا ہے کہ اصل زکی و پاکیزہ کے برج اور امر خفی کو منکشف کرنے والے آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۸ ربیع الاول ۲۳۲ ہجری آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں، آپؑ کی کنیت ابو محمد تھی، آپؑ کا لقب خالص تھا، آپؑ کا رنگ گندم گوں سفید تھا، آپؑ کی انگوٹھی کا نقش تھا:

سبحان من له مقالید السموات والارض

آنجنابؑ نے دنیا میں زیادہ وقت نہیں گزارا کہ آپؑ کے یادگار کارہائے نمایاں اور خوبیاں لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتیں۔

ہیثم بن عدی سے روایت ہے کہ جب معتز نے ابو محمد حسنؑ کو کوفہ لے جانے کا حکم دیا تو ہیثم نے آپؑ کو لکھا

کہ یہ کیا خبر ہے جس نے ہمیں مضطرب کر دیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں لکھا کہ تین دن کے بعد فرج وکشائش تم تک آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ معتز تیسرے دن قتل ہو گیا۔

آپؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپؑ اس کے لیے غنیٰ اور تونگری کی دعا کریں کیونکہ اس کو فقر و فاقہ نے آلیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے خوشخبری ہو کہ تیرا چچازاد بھائی مر گیا ہے جو ایک لاکھ درہم چھوڑ گیا ہے، عنقریب وہ رقم تیرے پاس آجائے گی، چنانچہ کچھ ہی دنوں میں وہ خبر اسے ملی اور مال بھی اس خبر کے ساتھ تھا، جیسا کہ آپؑ فرما چکے تھے۔ (۸۴)

۱۱۔ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی نے کہا ہے کہ امام حسن عسکری بن علی ہادی بن محمد جواد بن رضا بن موسیٰ کاظم علیہم السلام اپنے والد کے بعد امام ہیں۔ آیمہ میں سے گیارھویں ہیں، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں جن کا نام سوسن تھا، آپؑ کی کنیت ابو محمد ہے، آپؑ کے القاب خالص، سراج اور زیادہ مشہور عسکریؑ ہے۔

آپ مدینے میں ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؑ کا حلیہ مبارک گندم گوں اور سفید کے بین بین تھا۔

آپؑ کے ہم عصر بادشاہ معتز، مہتدی اور معتمد ہیں، آپؑ معتمد کی ابتدائی خلافت میں زہر سے شہید کئے گئے۔ جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری میں سر من رائے (سامرہ) میں آپ اپنے والد ہادیؑ کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

آپؑ نے اپنے بعد اپنا اکلوتا بیٹا محمدؑ چھوڑا۔ (۸۵)

۱۲۔ عبداللہ شبراوی شافعی کہتے ہیں کہ آئمہ میں سے گیارہویں حسنؑ خالص ہیں، ان کا لقب عسکریؑ بھی ہے، آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے، ۸ ربیع الاول ۲۳۲ ہجری آپ کی وفات بھی جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو ہوئی، اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔

ان کی شرافت کے لیے اتنا کافی ہے کہ مہدی منتظرؑ ان کے فرزند ارجمند ہیں، کیا کہنا اس بیت شریف اور اونچے نسب کا اور فخر اور علو قدر کے لیے یہی کافی ہے، وہ سب کے سب کریم اصل اور پاکیزہ جڑ والے ہیں جو کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں، مجد اور بزرگی کے حصوں کو تقسیم کرنے والے ہیں، کیا کہنا اس اعلیٰ مرتبت گھر کا جس کا محل و مرتبہ بلند ہے، بلندی اور شرافت میں آسمان سے باتیں کرتا ہے، قدر و منزلت میں سب سے اونچا ہے، اس نے صفات کمال کو گھیر رکھا ہے جس کی غیر کے ساتھ استثنا نہیں ہو سکتی۔

یہ آئمہ مجد و بزرگی میں موتیوں کی طرح پروئے ہوئے ہیں، شرف و بزرگی میں ایک دوسرے کے مد

مقابل ہیں اس میں اول و آخر برابر ہیں، قوم نے ان کے منارے کو نیچا کرنے کی کتنی کوششیں کیں، لیکن اللہ نے اسے اونچا کیا، ان کے اجتماع کو پراگندہ کرنے کے لیے سخت اور نرم پر سوار ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ انہیں جمع کئے ہوئے ہے ان کی کتنے حقوق انھوں نے ضائع کئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نہ مہمل چھوڑتا ہے اور نہ ضائع کرتا ہے۔

خدا ہمیں ان کی محبت میں زندہ رکھے اور اسی پر ہمیں موت دے، ہمیں ان کی شفاعت میں داخل کرے کہ جن کی طرف یہ حضرات منسوب ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۸۶)

۱۳۔ یوسف اسماعیل نبہانی نے کہا ہے کہ حسن عسکریؑ ہمارے سردار اہل بیت عظام کے آئمہ میں سے ایک ہیں، ان کے سادات کے کریم سرداروں میں سے ایک ہیں۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین

ان کا تذکرہ شبراوی نے کتاب ''الاتحاف بحب الاشراف'' میں کیا ہے، لیکن اس نے اختصار کے ساتھ آپؑ کے حالات قلمبند کئے ہیں اور آپؑ کی کرامات کا تذکرہ نہیں کیا ہے، میں نے خود ان کی ایک کرامت دیکھی ہے......... الخ۔ (۸۷)

۱۴۔ علی جلال حسینی کہتا ہے کہ ابو محمد زکی جن کو عسکریؑ بھی کہا جاتا ہے ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؑ فضل و کرم، عفت و پاکدامنی اور زہد و عبادت میں اپنے زمانے میں منفرد تھے۔

مفید نے اس سے روایت کی ہے جس نے آپؑ کو دیکھا تھا کہ سر من رائے (سامرہ) میں علویوں میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانتا جو ہدایت و رہبری میں اور سکون و وقار میں حسنؑ بن علیؑ کی طرح ہو، آپ گندم گوں رنگ، اچھے قد و قامت اور خوبصورت چہرے اور عمدہ بدن والے تھے، آپؑ صاحب جلالت اور اچھی ہیبت کے مالک تھے، آپؑ کی وفات ۲۶۰ ہجری میں سر من رائے میں ہوئی، آپؑ اپنے والدؑ کے جوار میں دفن ہوئے وفات کے وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ (۸۸)

۱۵۔ محمد امین غالب طویل کہتا ہے کہ گیارھویں امام حسن عسکریؑ ہیں، امام حسن عسکریؑ کے القاب زکی، خالص اور سراج ہیں، آپؑ نے سر من رائے شہر کو اپنا وطن بنالیا، جس کا نام عسکری بھی ہو گیا تھا اسی لیے آپؑ کو عسکری کہتے ہیں۔

اس امامؑ کے زمانہ میں عباسیوں کا خوف امامت کے رتبہ کی وجہ سے بہت بڑھ گیا تھا، چنانچہ وہ علویوں پر مصائب و آلام لاتے اور ان پر ظلم و ستم ڈھاتے۔

خلیفہ متوکل نے تو ریحانہ رسول حسینؑ شہید کی قبر مبارک منہدم کرنے، اس زمین کی طرف دریا کا رخ موڑنے، قبر پر حل چلانے اور آپؑ کے زائرین کو قتل کرنے تک کی جسارت کر ڈالی۔

امام حسن عسکریؑ ۲۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے، خلیفہ معتمد بن متوکل نے آپؑ کو قید کر دیا، جب آپؑ کی کرامات ظاہر ہوئیں تو آپؑ کو رہا کیا، دوبارہ آپ پر توجہ اس طرح کی کہ آپؑ کے کھانے میں زہر ملانے کا حکم

دیا، یہ ۲۶۰ھ کا واقعہ ہے، وفات کے وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔

آپ اپنی زندگی میں ہی اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ آپؑ کے فرزند محمد ہی مہدیؑ منتظر ہیں۔(۸۹)

۱۲۔ خیرالدین زرکلی کہتا ہے کہ:

حسن بن علی ہادی بن محمد جواد حسینی ہاشمی ابومحمد گیارہویں امام مدینہ میں پیدا ہوئے اپنے والد حضرت ہادیؑ کے ساتھ سامرا، عراق منتقل ہوئے اس کا نام مدینۃ العسکر تھا، اسی لیے آپؑ کو عسکری کہا گیا، جیسے اس شہر سے منسوب ہونے کی وجہ سے آپؑ کے والد کو بھی عسکری کہا گیا۔

آپ کی امامت کی بیعت آپؑ کے والدؑ کی وفات کے بعد کی گئی۔

آپ تقویٰ زہد و عبادت میں اپنے سلف صالحین کے طریقے پر تھے آپؑ کی وفات سامرہ میں ہوئی۔

صاحب فصول المہمہ کہتا ہے کہ جب امام حسن عسکریؑ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو سرمن رائے (سامرہ) میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی اور وہ ہلنے لگا، ایک ہی چیخ بلند تھی، بازار خالی ہو گئے دکانیں بند ہو گئیں، بنی ہاشم، قائدین لشکر، دفتروں کے افسر، قاضی اور دوسرے لوگ آپؑ کے جنازے کی طرف سوار ہو کر پہنچ گئے۔

آپؑ کو اسی گھر میں دفن کیا گیا جس میں آپؑ کے والد گرامی دفن تھے۔(۹۰)

باب ۱۲

امام مہدی علیہ السلام

مختصر تعارف

آپؑ کا نام: محمد ہے۔

آپؑ کے والد: امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔

آپؑ کے دادا: امام علی ہادی النقی علیہ السلام ہیں۔

آپؑ کی والدہ: نرجس خاتون اور کہا گیا ہے کہ ملیکہ بنت یشوعا بن قیصر روم ہیں، ان معظمہ کی والدہ حوارئین کی اولاد سے ہیں جو شمعون وصی عیسیٰؑ کی طرف منسوب ہیں۔

آپؑ کی کنیت: ابوالقاسم ہے (جو رسول اللہ کی کنیت ہے)۔

آپؑ کے القاب: مہدی، قائم، منتظر، صاحب الزمان، حجت، خاتم اور صاحب الدار ہیں۔

آپؑ پندرہ شعبان کی رات ۲۵۵ ہجری میں سر من رائے (سامرہ) میں پیدا ہوئے۔

آپؑ کا چہرہ مبارک سفید، سرخی مائل اور گندم گون ہے، آپ کی پیشانی فراخ، روشن اور تاباں ہے، آپؑ کے ابرو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، آپؑ کے رخسار طویل ہیں، ستواں ناک دراز اور ایک سار ہے، اس کا سر اس طرح اٹھا ہوا ہے جس کا حسن دیکھنے والے کو تعجب میں ڈال دے، گویا آپؑ درخت دیان کی ٹہنی ہیں اور آپ کا چہرہ گویا کوکب دری ہے، آپؑ کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے، گویا وہ کستوری کی ڈلی ہے جو سفید چاندی پر رکھی ہو، سر پر کان تک بالوں کی (زلفیں) اور نرم بال کانوں کی لو تک اٹھے ہوئے ہیں۔ قدو قامت ایسا ہے کہ اس سے زیادہ میانہ قد آنکھوں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی حسن وحیاء میں کوئی آپؑ سے زیادہ معروف رہا۔(۱)

آپؑ کی پہلی غیبت، جس کو غیبت صغریٰ کہا جاتا ہے، کی مدت انہتر سال ہے اس غیبت میں آپؑ نے اپنے سفراء اور نائب مقرر کئے تھے، آپ کا ان سے رابطہ تھا اور آپؑ کے احکامات ان کی طرف جاری ہوتے تھے۔

اہم سفراء یا نائبین یہ ہیں:

۱۔ ابوعمرو عثمان بن سعید بن عمرو عمری اسدی۔ (یہ امام ہادی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کے وکیل رہ چکے تھے)۔

۲۔ ان کے بیٹے ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید متوفی ۳۰۴ھ۔

۳۔ ابوالقاسم حسین بن روح بن ابو بحر نوبختی (۳۲۶ ہجری میں انتقال ہوا)

۴۔ ابوالحسن علی بن محمد سمری (۳۲۹ ھ میں انتقال کیا۔)

آپؑ کی دوسری کنیت، غیبت کبریٰ کہی جاتی ہے یہ غیبت ۳۲۹ ہجری یعنی جناب علی بن محمد سمری کی وفات کے بعد شروع ہوئی، یہ غیبت کبریٰ اس وقت تک ہے کہ جب خدا آپؑ کو ظہور کا حکم دے۔

آپؑ کا نقش نگیں: ''انا حجته و خاصته''

آپؑ کے جھنڈے پر لکھا ہے ''البیعته لله'' بیعت صرف اللہ کے لیے ہے۔

آپؑ کے انصار اہل بدر کے ہم عدد تین سو تیرہ افراد ہیں۔ وہ خاص حضرات وعلمبردار آپؑ کے ظہور کے بعد شہروں میں آپؑ کے عامل و گورنر مقرر ہوں گے۔

آپؑ کے ظہور کی جگہ: مکہ مکرمہ ہے۔

آپؑ کا بیعت لینے کا مقام رکن و مقام کے درمیان ہے۔

آپؑ کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل ہوگا۔

آپؑ کی حکومت تمام عالم پر ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث متواتر مروی ہے کہ:

(یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا) آپؑ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کردیں گے جیسے وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔

اکثر روایات کے مطابق آپؑ کی حکمرانی کی مدت پانچ سال ہے، بعض روایات میں سات سال، نو سال یا انیس سال کا ذکر بھی ہے کچھ روایات میں اس مدت سے زیادہ کا بھی ذکر ہے۔

آپؑ قرآن حکیم کی نظر میں

قرآن کریم میں نو آیات ایسی ہیں جو آپؑ کی طرف اشارہ کرتی ہیں، (۳) ان آیات کو ثقہ اور معتبر راویوں نے اپنی کتابوں میں آئمہ اہل بیت علیہم السلام اور ان کے علاوہ صحابہ کرام اور تابعین سے نقل کیا ہے یہ آیات آپؑ کی سیرت کریمہ اور بعض ایسے حوادث کے ضمن میں ہیں جو آپؑ کے قیام کے قریب رونما ہوں گے، مثلا بیابان کا دھنس جانا اور صیحہ آسمانی (آسمانی چیخ) وغیرہ۔

جن آیات کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے اس سے کئی گنا زیادہ سیرت، حدیث اور آئمہ علیہم السلام کے حالات زندگی کی کتابوں میں ملتی ہیں جن کی تاویل امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں کی گئی ہے۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ خود امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن حکیم چار

حصوں میں نازل ہوا ہے، ایک چوتھائی ہمارے بارے میں ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں، ایک چوتھائی واقعات اور مثالوں پر مبنی ہے اور ایک چوتھائی فرائض واحکام کے بارے میں ہے قرآن کے عمدہ اور بہترین حصے ہمارے لئے ہیں۔ یہ بات ان حضراتؑ کے لیے تعجب خیز نہیں کیونکہ آنحضرتؐ کی بہت سی احادیث کی بناء پر اور مسلمانوں کے اجماع کے مطابق آپؑ حضرات ثقلین میں سے ایک اور قرآن کے ہم پلہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلو ابعدی ابدا"

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، قرآن اور اپنے اہل بیتؑ، اگر ان سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ (۴)

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فاستبقو الخیرات ایمنا تکو نو ایات بکم اللہ جمیعا"

یعنی خیرات اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے خدا تمہیں اکٹھا کر دے گا۔ (بقرہ ۱۴۸)

ابن عباس اس کی تفسیر کرتے ہیں انہوں نے کہا (اس کے مخاطب) قائمؑ کے اصحاب ہیں جنہیں خدا ایک ہی دن میں یکجا کر دے گا۔ (۵)

ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا "خیرات" سے مراد ولایت ہے اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد "اینما تکونو ایات بکم اللہ جمیعا" اور جہاں کہیں ہو گے خدا تم سب کو لے آئے گا۔ سے مراد قائمؑ کے اصحاب ہیں جن کی تعداد تین سو تیرہ ہوگی، انے فرمایا کہ خدا کی قسم! وہ امت معدودہ (شمار اور منتخب کئے ہوئے) ہیں۔ خدا کی قسم! وہ خریف کے بادلوں کی طرح ایک ہی ساعت میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ (۶)

ابو عبداللہؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا: امام مہدیؑ اور ان کے اصحاب پہلے سے کئے ہوئے وعدہ کے بغیر اکٹھے ہوں گے۔ (۷)

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبداللہؑ نے آپ سے فرمایا: یہ آیت اصحاب قائمؑ میں سے گم ہو جانے والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رات رات پھر اپنے بستروں سے گم ہو جائیں گے۔ (۸)

ابو الحسنؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: خدا کی قسم! جب ہمارے قائمؑ کا قیام ہو گا تو خدا تمام شہروں سے ہمارے شیعوں کو ان کی طرف جمع کر دے گا۔ (۹)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا" (آل عمران۔ ۸۳)

ابو جعفرؑ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ زمین میں کوئی جگہ ایسی باقی نہیں رہے گی جہاں "ان

لا الہ الااللہ وحدہ لا شریك لہ وان محمد رسول اللہ ' کی ندا اور پکار بلند نہ ہو اور اس کی شہادت نہ دی جائے۔

خدا کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے:

"ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون"

''اور اس کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیئے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اطاعت و فرمانبرداری سے یا مجبوری و کراہت سے''

رفاعہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سورہ آل عمران میں اس ارشاد:

''ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا و کرھا'' کے متعلق سنا ہے کہ جب امام مہدیؑ کا قیام ہوگا تو زمین کا کوئی حصہ (ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ) کی صدا کی گونج سے خالی نہیں رہے گا۔(۱۰)

حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ سے خدا کے اس قول" ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا" کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ آیت حضرت قائمؑ کے بارے میں ہے جب آپؑ خروج کریں گے تو یہود و نصاریٰ، صابیین، زنادقہ اور مرتدین و کفار زمین کے مشرق و مغرب میں جہاں کہیں ہوں گے ان کے سامنے اسلام پیش کریں گے اور جب طوعا و کرھا، یا رضا و تنگی سے اسلام لے آئیں گے تو انہیں نماز و زکواۃ اور ان تمام چیزوں کا جو خدا کی طرف سے واجب قرار دی گئی ہیں، کا حکم دیں گے جو اسلام نہیں لائے گا اس کی گردن اڑا دیں گے، یہاں تک کہ زمین کے مشارق و مغارب میں صرف وہی بچے گا جو اللہ تعالیٰ کو ایک مانے گا۔

میں نے آپؑ سے عرض کیا'' آپؑ پر قربان جاؤں، مخلوق تو اس سے کہیں زیادہ ہے'' آپؑ نے فرمایا: خدا جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو زیادہ کو کم اور کم کو زیادہ کر دیتا ہے۔(۱۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وان من اھل الکتاب الا لیئومنن بہ قبل موتہ (نساء ۱۵۹)

ترجمہ: اہل کتاب میں سے کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ وہ ان کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

محمد بن مسلم کی سند سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت عیسیٰؑ

قیامت سے پہلے اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور آپ کی رحلت سے پہلے تمام غیر مسلم ان پر ایمان لائیں گے ،آپؑ امام مہدی علیہ السلام کی امامت میں نماز پڑھیں گے۔(۱۲)

شہر بن حوشب راوی ہیں کہ حجاج نے مجھ سے کہا کہ اے شہر! کتاب اللہ کی ایک آیت کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آتا۔

شہر نے پوچھا: اے امیر! وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا کہ خدا کا کہنا ہے:

"وان من اھل الکتاب الا لیئومنن بہ قبل موتہ"

خدا کی قسم! جب میں یہود و نصاریٰ کی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں تو میں نے آج تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ ان کے ہونٹ (کلمہ پڑھنے) کے لیے حرکت کر رہے ہوں۔

میں نے کہا کہ خدا امیر کی حفاظت کرے۔ اس آیت کی یہ تاویل نہیں ہے حجاج کہنے لگا: پھر کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے، ان کی رحلت سے پہلے تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے اور آپؑ امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حجاج کہنے لگا: آپؑ نے یہ کہاں سے سنا ہے؟

میں نے کہا میں نے یہ حدیث علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے سنی ہے وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! آپ اسے ایک صاف وشفاف چشمہ سے لائے ہیں۔(۱۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

"وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، اگر چہ مشرک ناپسند کرتے ہیں۔

ابن عباس سے روایت ہے: وہ زمانہ جب کوئی یہودی کوئی نصرانی اور کوئی کسی مذہب وملت کا شخص باقی نہیں رہے گا، مگر یہ کہ وہ اسلام میں داخل ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ جزیہ رکھ دیا جائے گا اور صلیب توڑ دی جائے گی، خنزیر مار دیئے جائیں گے۔۔۔۔۔۔۔ خدا کا قول:

"لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ قیام قائمؑ کا وقت ہوگا۔(۱۴)

اس آیت کے بارے میں ابو بصیر نے سماعہ کے واسطے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

روایت کی ہے۔

"هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون"

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کی صحیح تفسیر نہیں ہوگی جب تک کہ قائم مہدیؑ خروج نہ کریں، جو مشرک ان کے خروج کو ناپسند کرے گا وہ باقی نہیں رہے گا اور کوئی کافر قتل ہوئے بغیر نہیں رہے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی کافر کسی پتھر کے شکم میں ہوگا تو وہ پتھر کہے گا کہ کافر میرے شکم میں ہے، پس مجھے توڑ کر اسے قتل کر دے۔(۱۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولئن اخرنا عنهم العذاب الی امه معدودة" (هود:۸)

''اور اگر ہم ان سے عذاب کو ایک گنے ہوئے گروہ کے آنے تک روک رکھیں''

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا ''امه معدوده'' گنا چنا گروہ قائم علیہ السلام کے تین سو تیرہ اصحاب ہیں۔(۱۶)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے اس ارشاد کے بارے میں روایت ہے کہ ''امت معدودہ'' سے مراد آخر الزمان میں امام مہدیؑ کے تین سو تیرہ اصحاب ہیں یہی تعداد اہل بدر کی تھی جو ایک ہی ساعت (گھڑی) میں اکٹھے ہوں گے جس طرح خریف کے بادل اکٹھے ہوتے ہیں۔(۱۷)

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون" (الانبیاء:۱۰۵)

''یقیناً ہم نے زبور میں بعد نصیحت کے یہ لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے''۔

ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس آیت میں جن کا ذکر ہے وہ حضرت قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔(۱۸)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اس آیت کو قائم علیہ السلام اور ان کے اصحاب سے منسوب کیا ہے۔(۱۹)

۷۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے:

"الذین ان مکنا هم فی الارض اقاموا الصلاة واتوا الزکاة وامروا بالمعروف

ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور" (الحج ۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین پر اختیار دیں تو وہ نماز قائم کر دیں، زکوۃ دیں، نیک کاموں کا حکم دیں، برے کاموں سے روکیں اور معاملات کا انجام تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔"

ابو جارود کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت حضرت امام مہدیؑ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں خدا زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنائے گا اور ان کے ذریعے دین کو غلبہ دے گا، یہاں تک کہ ظلم و بدعت کا نشان باقی نہیں رہے گا۔ (۲۰)

آپؑ ہی سے روایت ہے فرمایا یہ آیت آخری امام تک آل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے، حضرت مہدی علیہ السلام اور ان کے اصحاب ہی ہوں گے جنہیں خدا زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنائے گا، دین اسلام کو غلبہ دے گا اور جس طرح سفہا و ناداں دین کو مٹاتے ہیں آپؑ اور آپؑ کے اصحاب کے ذریعہ خدا تمام بدعتوں اور باطل کو مٹا دے گا، یہاں تک کہ ظلم کا کوئی اثر و نشان باقی نہیں رہے گا، وہ لوگ امر بالعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ (۲۱)

۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"و نرید ان نمن علی الذین استضعفو افی الارض و نجعلھم ائمہ و نجعلھم الوراثین" (القصص ۵)

"اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے، انہیں امام و رہبر قرار دیں اور انہیں وارث قرار دیں۔"

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے، خدا ان کے مہدیؑ آخر الزمان کو مبعوث کرے گا، ان کو تکلیف و پریشانی اور سختی سہنے کے بعد عزت دے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ (۲۲)

آپؑ ہی نے فرمایا کہ دنیا ترشروئی اور سختی کے بعد عنقریب ہم پر عطوف اور مہربان ہوگی جس طرح اونٹنی دوھنے والے کو کاٹتی ہے اور پھر اپنے بچہ پر مہربان ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت فرمائی:

"ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمہ و نجعلھم الوارثین"

۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وانه لعلم للساعه" (الزخرف ٦١)

اور وہ تو یقیناً قیامت کی ایک روشن دلیل ہے۔

مقاتل بن سلیمان اور اس کے پیرو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت امام مہدی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ (۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور مہدی علیہ السلام کی بشارت دیتے ہیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں:

احادیث میں یہ بھی ہے کہ آپؑ کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا ہے اور آپؑ کی کنیت بھی آنحضرتؐ والی ہی ہے، یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ آپؑ زمین کو عدل وانصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہو گی۔

یہ احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا، جب کہ تواتر کی وجہ سے ان کی صحت میں کوئی کلام نہیں، نہ حدیث کی کوئی کتاب ان سے خالی ہے اور نہ تاریخ و سیرت کی کوئی کتاب ایسی ہے جس میں یہ احادیث موجود نہ ہوں، یہاں اختصار کے خیال سے ہم آنحضرتؐ کی ایسی بیس احادیث (۲۰ کتابوں سے) پیش کر رہے ہیں جو ایک دوسری سے لفظی اور لغوی معنوی طور پر مختلف ہیں۔ (۲۴)

ہم نے ان احادیث کے مصادر کو نقل کیا ہے اور اسناد کو حذف کر دیا ہے۔

یہ احادیث حضرت مہدی علیہ السلام کے تذکرہ کے متواتر ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر محفل اور ہر مجمع میں امت مسلمہ کو امام مہدیؑ کے ظہور کی بشارت دیتے تھے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دن راتیں ہرگز نہیں گزریں گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔ (۲۵)

۲۔ احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے آنحضرتؐ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا اس دن میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو اسے عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہو گی۔ (۲۶)

۳۔ علاء نے معلیٰ بن زیاد کے وسیلہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں مبعوث ہوں گے، جس وقت لوگ اختلاف، مصائب اور خطرات میں گھرے ہوئے ہوں گے، پس وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کردیں گے جس طرح یہ ظلم وجور سے پر ہوگی، وہ مال کی صحیح تقسیم کریں گے اور آپؑ سے آسمان وزمین کے رہنے والے راضی وخوش ہوں گے۔

ایک شخص نے عرض کیا: صحاحاً (صحیح تقسیم) سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: سب لوگوں میں برابر کی تقسیم، اللہ تعالیٰ امت محمدیہؐ کے دلوں کو غنی اور تونگر بنادے گا اور اس تقسیم میں ان کا عدل وانصاف سب پر حاوی ہوگا یہاں تک کہ منادی ندا دے گا کہ کسے مال کی ضرورت ہے، سوائے ایک شخص کے لوگوں میں سے کوئی نہیں اٹھے گا، وہ کہے گا کہ مجھے ضرورت ہے، منادی کہے گا کہ خازن کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مہدیؑ تجھے حکم دے رہے ہیں کہ مجھے مال غنیمت دو، وہ خازن سے جلدی کرنے کو کہے گا، جب خازن اس کو مال حوالے کرے گا تو اس مال کی فروانی کو دیکھ کر اس کو شرمندگی ہوگی اور کہے گا کہ یا تو میں امت محمدیہؐ میں زیادہ دلیر ہوں یا جو چیز ان کے لیے بہت ہے اس کو میں کم سمجھتا ہوں یہ کہہ کر وہ مال واپس کردے گا مگر وہ بواپسی قبول نہیں کیا جائے گا، امامؑ کہیں گے کہ ہم دے کر کوئی چیز واپس نہیں لیا کرتے۔

اس طرح کا سلسلہ سات یا آٹھ یا نو سال تک جاری رہے گا، پھر اس کے بعد زیست وزندگی میں کوئی بھلائی نہیں، یا فرمایا "حیات میں اس کے بعد خیر نہیں ہے"۔(۲۷)

۴۔ سلمان محمدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ حسینؑ آپؐ کے زانو پر ہیں آنحضرتؐ ان کی آنکھوں اور چہرے کے بوسے لے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ بے شک تم سید ابن سید ہو اور تمام سادات وسرداروں کے باپ ہو، بیشک تم امام اور امام کے فرزند اور آئمہ کے باپ ہو، یقیناً تم حجت، حجت کے فرزند اور نو حجج کے باپ ہو جو تمہارے صلب سے ہوں گے، جن کے نویں حجت قائمؑ ہیں۔(۲۸)

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج کرے گا اس کا نام مثل میرے نام کے اور اس کی کنیت مثل میری کنیت کے ہوگی، جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پر کردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہوگی، پس وہی مہدیؑ ہوں گے۔(۲۹)

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور راتیں ختم نہیں ہوں گی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک وبادشاہ نہ بنے گا، جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کردے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔(۳۰)

۷۔ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے فرمایا کہ مہدیؑ تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔(۳۱)

۸۔ آپؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ ہم اہل بیتؑ میں سے ہوں گے، خدا ان کے معاملے کو ایک ہی رات میں درست کر دے گا۔(۳۲)

۹۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب ابن مریمؑ تم میں نزول کریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔(۳۳)

۱۰۔ ابوالحسن امام رضاؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے آپؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے: قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر بنا کر بھیجا، میری اولاد میں سے قائم غایب ہوگا اس عہد و میثاق کی بنا پر جو میری طرف سے اس کے ساتھ عملاً کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اکثر لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو آل محمدؐ کی حاجت و ضرورت نہیں اور کچھ لوگ اس کی ولادت میں شک کریں گے، پس جو اس کے زمانے میں موجود ہوا سے چاہیے کہ اس کے دین سے تمسک رکھے اور شیطان کو راہ نہ دے (ورنہ وہ) اس شک کی وجہ سے خود کو میری امت میں سے دور کر دے گا اور میرے دین میں سے اس کو نکال دے گا، بے شک اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا تھا، اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان لوگوں کا ولی و دوست قرار دیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔(۳۴)

۱۱۔ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ اس کے صلب سے ایک جوان مرد خروج کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جب تم یہ معاملہ دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ تمیمی جوان کا دامن تھامے رہو کیونکہ وہ مشرق کی طرف سے آگے بڑھے گا اور وہ مہدیؑ کا علمدار ہوگا۔(۳۵)

۱۲۔ ذر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص عربوں کا مالک نہ ہو، جس کا نام میرے نام کے مثل ہوگا۔(۳۶)

۱۳۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اولاد عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہؑ، علیؑ، جعفرؑ بن ابی طالبؑ، حسنؑ و حسینؑ اور مہدیؑ۔(۳۷)

۱۴۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ امام ہیں، نو حسینؑ کے صلب سے ہیں اور ان ہی میں مہدیؑ بھی ہیں۔(۳۸)

۱۵۔ ابوایوب انصاری سے روایت ہے، وہ کہتا ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ ہم میں سے بہترین نبی ہیں اور وہ تمہارے والد ہیں، ہم میں سے بہترین وصیؑ ہیں اور وہ تمہارے شوہر ہیں، ہم میں سے بہترین شہید ہیں جو تمہارے والد کے چچا حمزہؓ ہیں، ہم میں سے وہ ہیں جن کے دو پر ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے ہیں، یہ تمہارے والد کے چچا زاد بھائی جعفرؓ ہیں، ہم میں سے اس امت میں دو سبط جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں جو تمہارے بیٹے ہیں اور ہم میں سے مہدیؑ ہیں جو تمہاری اولاد میں سے ہیں۔(۳۹)

۱۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے، آپؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل سے ملاقات اس حالت میں کرے کہ اس کا ایمان کامل ہو اور اس کا اسلام سچا ہو تو وہ آپؐ کے بیٹے صاحب الزمان مہدیؑ سے تولا اور محبت کرے۔(۴۰)

۱۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس شخص کے لیے رحمت اور خوشخبری ہے جو میرے اہل بیتؑ کے قائم کا ادراک کرے، وہ اس کے قیام سے پہلے اس کی اقتدا (پیروی) کرے، اس کے دوست کو دوست رکھے، اس کے دشمن سے تبرا و بیزاری کرے اور ان سے پیشتر کے تمام ہدایت کرنے والے آئمہ کو دوست رکھے، ایسے افراد میرے رفیق و ساتھی اور میری محبت و مودت کے حامل ہیں۔(۴۱)

۱۸۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ مہدیؑ جنت کے طاؤس ہیں۔(۴۲)

۱۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر آخری زمانے میں ان کے بادشاہ سلطان کی طرف سے ایسی بلا و مصیبت نازل ہوگی جس سے زیادہ شدید بلا و مصیبت نہیں سنی گئی ہوگی، یہاں تک کہ ان کے لئے وسیع و عریض زمین تنگ ہو جائے گی، زمین ظلم و جور سے بھر دی جائے گی مومن کو ظلم سے نجات کے لئے ملجاء و ماویٰ نہیں ملے گا جو اس کو پناہ دے سکے، پس اللہ عزوجل میری عترت میں سے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، اس سے آسمان کے مکین اور زمین کے رہنے والے راضی و خوش ہو جائیں گے زمین اپنے اندر جو کچھ ذخیرہ کئے ہوگی وہ سب باہر نکال دے گی اور آسمان کے بھی تمام خزینے اللہ تعالیٰ عطا کر دے گا، وہ ان میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال زندگی بسر کرے گا، اللہ عزوجل اپنی خیر و بھلائی میں سے اہل زمین پر جو احسانات کرے گا ان کو دیکھتے ہوئے زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہونے کی تمنا کریں گے۔(۴۳)

۲۰۔ آپؐ نے فرمایا کہ زمین ظلم و جور سے بھر جائے گا، اس کے بعد میری عترت میں سے ایک جوان مرد خروج کرے گا جو سات یا نو سال زمین کا مالک بادشاہ رہے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔(۴۴)

امیر المومنین علیہ السلام ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں

جس طرح رسول اعظمؐ نے امام مہدیؑ کی شان میں بہت سی احادیث بیان فرمائی ہیں اسی طرح محدثین اور اہل سیر نے بہت سی احادیث امیر المومنینؑ سے نقل کی ہیں جو امام مہدیؑ پر نص کے طور پر ہیں، جن میں ان کی ولادت ان کی غیبت، ظہور اور اسی طرح کے حالات کا ذکر ملتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے نہج البلاغہ اور اس کے علاوہ بھی دوسرے مواقع پر اشارہ کیا ہے، جس کا مختصراً یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام رضاؑ سے ان کے آباؤ اجداد کے حوالے سے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے: "اے حسین علیہ السلام تمہاری اولاد میں سے نویں وہی قائم بالحق ہیں جو دین کو ظاہر کرنے والے اور عدل کے رائج کرنے والے ہیں"

امام حسینؑ نے عرض کیا: کیا یہ بات ہو کر رہے گی؟ آپؑ نے فرمایا یقیناً اس کی قسم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کو تمام مخلوق پر مصطفی ومنتخب کیا ہے، لیکن غیبت کے بعد حیرت اور پریشانی کے باعث لوگ اپنے دین پر ثابت قدم نہیں رہیں گے، بجز ان مخلص افراد کے جو یقین کی منزل پر ہو گے، جن سے اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کا میثاق کیا ہوگا، ان کے دلوں میں ایمان راسخ کر دیا جائے گا، ان کو خاص تائید ایزدی حاصل ہوگی۔ (۴۵)

۲۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہم میں سے قائم علیہ السلام کے لیے ایک بڑی غیبت ہے جس کی مدت طویل ہے گویا میں شیعوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ ان کی غیبت میں چوپایوں کی طرح چراگاہ کی تلاش میں چکر لگا رہے ہوں جو انہیں نہیں مل رہی ہے، یاد رکھو کہ جو شخص اپنے دین پر ثابت قدم رہا اور امامؑ کی غیبت کی مدت کے طول ہونے کی وجہ سے اس کا دل سخت نہ ہوا ہوگا، تو وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: ہم میں سے قائم جب قیامت کریں گے تو ان کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی اسی لئے ان کی ولادت مخفی ہوگی اور ان کا وجود غائب ہوگا۔ (۴۶)

۳۔ جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: خبردار رہو کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اور میرے یہ دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں گے، میری اولاد میں سے آخری زمانہ میں خدا ضرور ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو ہمارے خون کا مطالبہ کرے گا اور وہ غیبت میں رہے گا تاکہ گمراہ لوگوں کی تمیز کر سکے، یہاں تک کہ جاہل کہے گا کہ خدا کو آل محمدؐ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۴۷)

۴۔ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زمین اللہ عزوجل کی حجت سے خالی نہیں رہتی، لیکن عنقریب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ان کے ظلم وجور اور اپنے نفسوں پر زیادتی واسراف کرنے کی وجہ سے حجت سے اندھا کر دے گا، حالانکہ اگر زمین ایک لحہ کے لئے بھی اللہ کی حجت سے خالی ہو جائے تو وہ اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کو نگل جائے، لیکن حجت حجت تو لوگوں کو پہچانتی ہے مگر لوگ ان کو نہیں پہچانتے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو لوگوں کو پہچانتے تھے لیکن وہ ان سے اجنبی تھے، اس کے بعد آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

"یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون" (یسٰن۔۳۰)

"اے حسرت! لوگوں پر کہ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا مگر یہ کہ وہ اس سے استہزاء کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں"۔(۴۸)

۵۔ محمد بن حنفیہ نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مہدی عجّل اللہ فرجہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہیں، خدا ان کے معاملے کو ایک رات میں درست کر دے گا۔(۴۹)

۶۔ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپؑ کے پاس کچھ اصحاب موجود تھے، آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے سید آئے ہیں، رسول اللہؐ نے ان کو سید و آقا کا نام دیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے صلب سے ضرور ایک شخص اٹھے گا جو خلق و خلق میں میرے مشابہ ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم و جورر سے بھری ہوگی۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ: یا امیر المومنینؑ! یہ کب ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہیہات (دور کی بات ہے) جب تم دین سے نکل جاؤ گے، جس طرح عورت اپنے دونوں سرینوں کو اپنے شوہر کے لیے نکالتی ہے۔(۵۰)

۷۔ امام حسینؑ ابن علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ سے رسول اللہؐ کے اس ارشاد کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا:

انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی

ترجمہ: میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنی عترت۔

پوچھا گیا کہ عترت کون ہیں، تو آپؑ نے فرمایا: میں اور حسنؑ و حسینؑ اور نو امام اولاد حسینؑ سے ہیں جن کے نویں مہدیؑ اور قائمؑ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے جدا نہیں ہوں گے اور کتاب ان سے جدا نہیں ہوگی، یہاں تک کہ رسول اللہؐ کے پاس ان کے حوض پر آملیں گے۔(۵۱)

۸۔ آپؑ نے فرمایا کہ یقیناً زمین ظلم و جور سے پر ہوگی یہاں تک کہ کوئی شخص چھپے بغیر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے سکے گا، پھر خدا ایک صالح اور نیک قوم کو لے آئے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔(۵۲)

۹۔ اصبغ بن نباتہ کے حوالے سے امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے قائمؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یاد رکھو کہ وہ ضرور غائب ہوں گے یہاں تک کہ جاہل اور نادان کہیں گے کہ خدا کو آل محمدؐ کی ضرورت نہیں ہے۔(۵۳)

۱۰۔ علقمہ بن قیس سے روات ہے کہ امیر المومنینؑ نے منبر کوفہ پر خطبہ لولو ارشاد فرمایا جس کے آخر میں فرمایا: یاد رکھو کہ میں عنقریب کوچ کرنے والا ہوں اور عالم غیب میں جانے والا ہوں۔

تم اموی فتنہ اور کسروی سلطنت کا انتظار کرو، جس کو خدا نے زندہ کیا ہے اس کے مارنے کا اور جس کو خدا نے مارا ہے اس کے زندہ کرنے کا انتظار کرو۔

تم اپنے گھروں کو اپنے عبادت خانے بنالینا۔

اپنے ہاتھوں کو اس کی طرح کاٹنا جو جھاؤ کے (درخت) انگارے پر کھڑا ہوا ہو۔

اللہ کا ذکر زیادہ کرنا کیونکہ اگر تم اس کا ادراک کر سکو تو اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

دجلہ اور فرات کے درمیان زوراام کا ایک شہر بنایا جائے گا اگر تم اسے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کو گچ، چونے اور اینٹوں سے مضبوط کیا گیا ہوگا اور سونا، چاندی، ازورد، مرمر وخام ونرم پتھروں سے مزین کیا گیا ہوگا۔ دوا کے ہاتھی دروازے دانت سے مرصع ہوں گے، خیمے اور گنبد اور سیارات (موٹر کاریں) ہر طرف ہوں گی، ساگوان اور چیڑ کی لکڑی اور صنوبر کے درخت سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہوگا، اس میں بڑے بڑے پختہ محلات ہوں گے، بنی شیصبان کے ۲۴ بادشاہ جس کے والی ہوں گے۔

سفاح (زیادہ خون بہانے ولا)، مقلاص (اونٹنی کو دوہنے والا)، جموح (منہ زور اور سرکش)، خدوع (بہت زیادہ دھوکے باز)، مظفر (کامیاب)، مخنث (ہیجڑا)، نظار (اپنے دامنوں کو بار بار دیکھنے والا)، کبش (مینڈھا)، مہتور (جس کی عقل جاتی رہی ہو)، عشار (بہت پھلنے والا)، مصطلم (جڑ سے اکھاڑنے والا)، مستصعب، (ہر چیز کو مشکل سمجھنے والا)، غلام (سرکش)، کدید (سخت مزاج اور بخیل)، اکدب (زیادہ سفید ناخنوں والا)، اکلب، (زیادہ حریص، زیادہ گالیاں بکنے والا)، وسیم (خوبصورت)، ظلام (بہت ظلم کرنے والا) اور فیشوق۔

سرخ گنبد بنایا جائے گا اس کے پیچھے قائم الحق (حق کے ساتھ قیام کرنے ولا) ہوگا جو تمام براعظموں میں اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے گا، وہ چہرہ چمکتے ستاروں کے درمیان چودھویں کے چاند کے مانند ہوگا۔ (۵۴)

۱۱۔ آنجنابؑ نے فرمایا: بے شک بے اعتنائی اور ترشروئی کے بعد عنقریب دنیا ہم پر مہربان ہوگی اور ہماری طرف ملتفت ہوگی، بے اعتنائی اور ترشروئی کے بعد، اس کی مثال اس کاٹنے والی اونٹنی کی ہے جو اپنے بچے پر مہربان ہوجائے، پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"ونرید ان نمن علی الذین التضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمہ ونجعلھم الوارثین" (القصص ۵)

"ہم ان لوگوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں جن کو زمین میں کمزور کردیا گیا ہے تاکہ ہم انہیں امام اور

رہنما قرار دیں اور انہیں وارث بنائیں۔

ابن ابی الحدید کا کہنا ہے: ”ہمارے اصحاب (یعنی ہم مسلک علمائ) کہتے ہیں کہ یہاں ایک امام کے بارے میں وعدہ ہے جو زمین کا مالک ہوگا اور سارے ممالک پر ان کا اختیار ہوگا۔(۵۵)

۱۲۔ آپؑ کا خطبہ ہے:

جس طرح چمڑا کسی جانور کے جسم سے الگ کیا جاتا ہے اس طرح خدا اس مصیبت کو تم سے ایسے شخص کے ذریعے دور کردے گا جو ان کو ذلیل وخوار کرے گا، ان سے سختی اور شدت سے برتاؤ کرے گا، ان کو موت کے تلخ پیالے سے سیراب کرے گا اور ان کو دے گا تو صرف تلوار کا گھاؤ۔(۵۶)

۱۳۔ آپؑ کا ایک خطبہ ہے:

اے قوم! یہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے ورود کا وقت ہے، اس کے طلوع کے قریب ہونے کا زمانہ ہے جسے تم نہیں جانتے۔

یاد رکھو! ہم سے جو بھی اس کو پالے گا تو گویا ایک روشن چراغ کے ساتھ چلے گا صالحین اور نیک لوگوں کی مثال کی اقتدٰ کرے گا تا کہ اس میں رسّی کو کھول دے اور غلام کو آزاد کردے، وہ جماعتوں کو متفرق کردے گا اور متفرقوں کو جمع کردے گا، لوگوں سے پردے میں ہوگا قیافہ شناس اس کے اثر اور نشانی کو نہیں دیکھ سکے گا، گو وہ مسلسل دیکھتا رہے گا۔(۵۷)

ابن الی الحدید کہتا ہے:

اس کے بعد آپؑ نے مہدیؑ آل محمدؑ کا ذکر کیا ہے، اس قول سے آپؑ کی مراد وہی جناب ہیں:

وان من ادرکھا منا یسری فی ظلمات ھذہ الفتن بسراج منیر وھو المھدی

”اور جو ہم میں سے ان فتنوں کو پائے گا تو ان کی تاریکیوں میں روشن چراغ کے ساتھ چلے گا اور وہ حضرت مہدیؑ ہی ہیں“

وہ خود بھی کتاب وسنت کی اتباع کرے گا، صالحین کی مثال کی پیروی کرے گا، اور ان کے پیچھے چلے گا، اس طرح ان فتنوں کی گرہیں کھول سکے گا، قیدیوں کو آزاد کرائے گا، ظالموں کے پنجے سے مظلوموں کو نکلوائے گا، گمراہوں کی جماعتوں کو منتشر کرے گا، اہل ہدایت اور اہل ایمان میں جو تفرقہ پیدا ہوا ہوگا اس کو دور کرکے ان کو جمع کرے گا۔(۵۸)

۱۴۔ آپؑ کا ایک خطبہ ہے:

اس نے حکمت کے لباس کو بطور ڈھال پہن رکھا ہے اس کی طرف پورے ادب سے بڑھ کر، اس کی معرفت حاصل کرکے اس کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرکے اس کو لے لیا ہے۔

یہ حکمت اس کے نفس میں اس کی گم شدہ چیز ہے، اس لئے وہ اس کو طلب کرتا ہے اور اس کا سوال اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کی حاجت اور ضرورت ہے۔

وہ اس وقت سے مسافر اور غریب ہو گیا ہے جب سے اسلام مسافر اور غریب ہو گیا ہے، وہ ایک ہی جگہ بیٹھا ہوا ہے کہ اپنا سینہ زمین سے لگایا ہوا ہے، وہ خدا کی حجتوں میں سے بقیہ ہے اور اس کے انبیاء کے خلفاء میں سے (آخری) خلیفہ ہے۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے:

اس کلام کی ہر مکتب فکر نے اپنے عقیدے کے مطابق وضاحت کی ہے، شیعہ امامیہ کا خیال ہے کہ اس سے مراد مہدی منتظرؑ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے نزدیک بھی بعید نہیں کہ اس سے آپؑ کی مراد قائمؑ آل محمدؐ ہوں۔(۵۹)

۱۵۔ بصرہ میں آپؑ نے ایک خطبے میں فرمایا:

میں آخری زمانے میں آنے والے مہدیؑ قائم کا باپ ہوں۔(۶۰)

۱۶۔ آنجنابؑ نے فرمایا:

مہدیؑ میری ذریت سے ہیں جو رکن اور مقام کے درمیان ظہور کریں گے۔(۶۱)

آئمہ طاہرینؑ ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں

اپنے نانا رسول اللہؐ اور اپنے والد امیرالمومنین حضرت علیؑ کی سیرت پر چلتے ہوئے آئمہ اہل بیتؑ نے بھی امام مہدی کے ظہور کی بشارت دی ہے ان حضراتؑ نے امام آخرالزمانؑ کے بارے میں مفصل گفتگو کی ہے ان کے نام، ان کی صفات، ان کے ظہور کی علامات، ان کے انصار، ان کی حکومت وسلطنت، سب کچھ بیان کیا ہے۔

کتابیں ان کی احادیث سے بھری ہوئی ہیں اور لوگوں کو فیض پہنچا رہی ہیں اگر ہم ان تمام چیزوں کو یکجا کرنا چاہیں جو آپ حضراتؑ نے ذکر فرمائی ہیں، تو کئی ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں گی، چنانچہ اس مختصر کتاب کی مناسبت سے ہم ہر امامؑ کی ایک ایک روایت نقل کر رہے ہیں، محترم قارئین مزید مطالعہ کے لیے ان مصادر کی طرف رجوع فرمائیں جن کا حوالہ یہاں دیا جا رہا ہے۔

۱۔ حنان بن سدیر سے روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ سدیر بن حکیم سے اور اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابوسعید عقیصا سے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ بن علیؑ نے معاویہ بن ابوسفیان سے صلح کر لی تو کچھ لوگ آپؑ کی بارگاہ میں داخل ہوئے اور اس صلح کرنے پر ملامت اور طعن کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔

تم پر وائے ہو، تمہیں کیا خبر کہ میں نے کیا کیا ہے! خدا کی قسم جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میرے شیعوں کے

لئے بہتر ہے ہر چیز سے جس پر سورج طلوع و غروب کرتا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا امام ہوں جس کی اطاعت تم پر فرض ہے اور یہ کہ رسول اللہؐ کی خاص نص کی بنا پر میں نوجوانانِ جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں یہ درست ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں یاد نہیں کہ جب حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کیا، لڑکے کو قتل کیا، اور دیوار کھڑی کی تھی تو یہ باتیں حضرت موسیٰؑ بن عمران کو بری لگی تھیں، اس لئے کہ ان باتوں کی حکمت ان کی آنکھوں سے اوجھل تھی، حالانکہ اللہ کی نظر میں ان باتوں میں حکمت و مصلحت تھی اور یہ سارے کام صحیح تھے؟

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں ہر ایک کو اپنے زمانہ کے سرکش کی حکومت میں اور اس کے تحت رہنا ہوگا، بجز حضرت قائمؑ کے، جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے، اللہ عزوجل ان کی ولادت کو مخفی رکھے گا اور ان کے وجود کو غائب کر دے گا، اس طرح ان کی گردن پر کسی کا تسلط اور کسی کی بیعت نہیں ہوگی، میرے بھائی حسینؑ، سیدۃ النساء (سلام اللہ علیہا) کے بیٹے، کی اولاد میں سے یہ نویں ہوں گے اور خروج کریں گے، اللہ غیبت کے زمانے میں ان کی عمر کو طول دے گا۔

جب انہیں ظاہر کرے گا تو ایک جوان کی شکل میں، جو چالیس سال سے کم عمر ہو تا کہ سب لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(۶۲)

۲۔ امام حسینؑ نے فرمایا:

ہم میں سے بارہ مہدی ہیں، ان کے اول امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور ان میں سے آخری میری اولاد میں سے نویں ہیں، وہ امام قائم بلحق ہیں، ان کے ذریعے خداوند عالم زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا، ان کے ذریعے دین حق کو باقی تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا، اگرچہ مشرکین اسے ناپسند کرتے ہوں۔

ان کے لئے ایک غیبت ہے جس کے دوران کئی قومیں مرتد ہو جائیں گی، جو اس دین پر ثابت قدم رہیں گی انہیں اذیت پہنچائی جائے گی، ان سے کہا جائے گا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اگر تم سچے ہو؟

یاد رکھو جس نے ان کی غیبت میں اذیت، تکلیف اور تکذیب پر صبر کیا، وہ اس مجاہد کے مثل ہے جس نے رسول اللہؐ کے سامنے تلوار سے جہاد کیا ہو۔(۶۳)

۳۔ ابو خالد کابلی سے روایت ہے کہ مجھ سے علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا:

اے ابو خالد! بے شک تاریک رات کے ٹکڑوں کے مثل فتنے کھڑے ہوں گے ان سے نجات نہیں پائے گا، بجز اس کے جس سے خدا نے عہد و میثاق لیا ہے وہی ہدایت کے چراغ ہیں اور علم کے چشمے ہیں خداوند عالم انہیں

ہر تاریک فتنے سے نجات دے گا۔

گویا میں تمہارے صاحب (امام مہدیؑ) کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے نجف سے (جو کوفہ کی پشت پر ہے) اٹھے ہیں ان کے ساتھ تین سو اور کچھ افراد ہیں، جبرائیلؑ ان کے دائیں طرف، میکائیل ان کے بائیں طرف ہیں اور اسرافیل ان کے آگے آگے ہیں۔

ان کے ساتھ رسول اللہ کا علم اور پرچم ہے جس کو انہوں نے لہرایا ہوا ہے وہ جس قوم پر اس علم کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں اللہ عزوجل اس قوم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (۶۴)

۴۔ ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ کے پاس تھا، جب وہ لوگ جو پہلے سے موجود تھے، وہاں سے چلے گئے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اے ابو حمزہ! ان حتمی اور یقینی امور میں سے جن میں اللہ کے یہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، ایک ہمارے قائمؑ کا قیام بھی ہے جو میں کہہ رہا ہوں اس میں جو شخص شک کرے وہ کافر و منکر ہے۔ پھر فرمایا:

میرے ماں باپ اس پر قربان جو میرے نام سے موسوم اور میری کنیت والا، میرے بعد ساتواں ہوگا، میرے باپ اس پر صدقے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

اے ابو حمزہ! جو اس کو درک کرے اور پھر اس کے لئے اس چیز کو تسلیم نہ کرے جو محمدؐ اور علیؑ کے لئے تسلیم کی ہے تو خدا یقیناً اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا، ظالموں کے لئے وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔ (۶۵)

۵۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میری اولاد میں سے خلف صالح وہی مہدیؑ ہیں، ان کا نام محمد اور ان کی کنیت ابوالقاسم ہے وہ آخری زمانے میں خروج کریں گے۔ (۶۶)

۶۔ یونس بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ میں حضرت موسیٰ ابن جعفر کی بارگاہ میں داخل ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپ قائم بالحق ہیں آپؑ نے فرمایا میں قائم بالحق بھی ہوں، مگر وہ قائمؑ جو زمین کو اللہ عزوجل کے دشمنوں سے پاک کرے گا اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، وہ میری اولاد میں سے پانچواں ہے، ان کی ایک طویل غیبت ہے ان کی جان کے خوف سے اس دوران کچھ قومیں گمراہ ہوں گی اور دوسرے ثابت قدم رہیں گے، پھر فرمایا:

طوبیٰ اور خوشخبری ہے ان سب شیعوں کے لئے جو ہمارے قائمؑ کی غیبت کے زمانے میں ہماری موالات و محبت پر ہماری رسی سے متمسک رہیں گے اور ہمارے دشمنوں سے برات پر ثابت قدم رہیں گے وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں، بیشک وہ ہمارے آئمہ اور رہنما ہونے پر راضی ہیں اور ہم ان کے شیعہ اور پیروکار ہونے پر راضی

ہیں۔ان کے لیے ہے طوبیٰ اور خوشخبری، بخدا وہ ہمارے ساتھ ہیں قیامت کے دن ہمارے درجات میں۔(۶۷)

۷۔ ابو صلتؒ سے روایت ہے کہ دعبلؒ کہتے ہیں: جب میں نے اپنے آقا و مولا امام رضاؑ کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا اور اس شعر تک پہنچا:

خروج امام لا محالہ قائم
یقوم علی اسم اللہ والبرکات
یمیز فینا کل حق و باطل
ویجزی علی النعماء والمقمات

تو امام رضا علیہ السلام رو دیے، پھر سر اٹھا کر فرمایا: اے خزاعی! اس بیت کے پڑھتے وقت روح القدس نے تمہاری زبان سے نطق کیا ہے اور اس شعر کو ادا کیا ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون امام ہیں جن کے بارے میں تم نے اس شعر میں اظہار خیال کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے نہیں معلوم، مگر یہ میں نے سنا ہے کہ اے میرے مولا و آقا! آپؑ میں سے ایک امام خروج کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے آپؑ نے فرمایا:

اے دعبل! میرے بعد میرا بیٹا محمدؑ امام ہے، ان کے بعد ان کا بیٹا علیؑ، ان کے بعد ان کا بیٹا حسنؑ ہے اور حسنؑ کے بعد ان کا بیٹا محمدؑ جو حجت اور قائم ہیں ان کی غیبت میں لوگ منتظر ہوں گے، ظہور میں ان کی اطاعت اور پیروی کی جائے گی۔

اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن بھی رہ گیا تو خدا اس دن کو اس قدر طول دے گا کہ ہمارے قائمؑ خروج کریں، پھر وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔(۶۸)

۸۔ ابو غانم خادم سے روایت ہے کہ ابو محمد حسنؑ کے یہاں ایک مولود مسعود پیدا ہوا، اس کا نام انہوں نے محمدؑ رکھا، تیسرے دن ان کو اپنے اصحاب کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارا امام ہے اور تم پر میرا خلیفہ ہے یہ وہی قائم ہے جس کی لوگ منتظر ہوں گے، چنانچہ جب زمین ظلم و جور سے بھری ہوگی تو وہ اسی کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔(۶۹)

صحابہؓ اور تابعین ظہور مہدیؑ کی بشارت دیتے ہیں

پچھلے ابواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی امام مہدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بارے میں احادیث پیش کی گئی تھیں، اس باب میں آنجناب علیہ السلام کے بارے میں صحابہ کبار اور تابعین کا آپؑ کے ظہور پر اجماع اور آپؑ کے قیام پر ان کے اتفاق رائے کے سلسلے میں ان کے کلمات ہم پیش

کر رہے ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کا قول نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ ہم اہل بیت میں سے ہیں، خدا ان کے معاملے کو ایک ہی رات میں درست کر دے گا۔(۷۰)

۲۔ امام حسن بن علی علیہما السلام نے فرمایا:

جس کا تم انتظار کر رہے ہو وہ امر اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم میں سے بعض، بعض پر تبرا نہیں کریں گے، بعض بعض پر لعنت نہیں کریں گے، تم میں سے بعض دوسروں کے منہ پر تھوکیں گے، یہاں تک کہ بعض دوسروں پر کفر کی گواہی دیں گے، اس وقت ہمارا قائمؑ قیام کرے گا اور وہ ان سب چیزوں کو اٹھا دے گا۔(۷۱)

۳۔ امام حسین بن علی علیہما السلام نے فرمایا:

میری اولاد میں سے نویں پشت میں یوسفؑ کی سنت وموسیٰ بن عمران کی سنت ہے اور وہ ہمارے قائمؑ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ہی رات میں ان کے معاملہ کی اصلاح فرمائے گا اور اس کو درست کر دے گا۔(۷۲)

۴۔ امام علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا:

ہمارے ان شیعوں کے لئے خوشخبری ہے جو ہمارے قائمؑ کی غیبت کے زمانے میں ہماری رسی سے متمسک اور ہماری موالات اور ہمارے دشمنوں سے برات میں ثابت قدم رہیں گے وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں، بخدا وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہمارے درجات میں ہوں گے۔(۷۳)

۵۔ امام محمد باقر علی باقر علیہما السلام نے فرمایا:

قائمؑ رعب و دبدبہ والے ہوں گے ان کے لئے زمین سمٹ جائے گی، اس کے خزانے ان پر ظاہر ہوں گے، ان کی سلطنت مشرق و مغرب تک پہنچے گی، خدا عزوجل ان کے دین کو غلبہ دے گا، خواہ مشرکین اس کو ناپسند کرتے ہوں، زمین کی ہر غیر آباد جگہ آباد ہو جائے گی، روح اللہ عیسیٰؑ بن مریم علیہ السلام نزول کریں گے اور قائمؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔(۷۴)

۶۔ امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام نے فرمایا:

عاشورا کی رات قائمؑ کے نام کی منادی ہوگی یہ وہی دن ہے جس میں امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔

گویا میں ہفتہ کے دن، جو محرم کا دسواں دن ہے، (ان کو دیکھ رہا ہوں) کہ وہ رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہیں، ایک شخص ان کے سامنے ندا کر رہا ہے، بیعت کرو بیعت کرو۔

اطراف زمین سے ان کے پاس ان کے انصار آئیں گے، زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی، وہ آ کر آپؑ

کی بیعت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

پھر آپؑ مکہ سے چلیں گے اور کوفہ پہنچیں گے، نجف میں، جو کوفہ کے قریب ہے، نزول اجلال فرمائیں گے وہاں سے مختلف شہروں کو لشکر روانہ کریں گے۔(۷۵)

۷۔ جابر بن عبداللہ انصاری نے امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ اولاد انبیاء میں علیؑ بن الحسینؑ جیسے شخص نہیں دیکھے گئے، بجز یوسفؑ بن یعقوبؑ کے۔

البتہ بخدا علیؑ بن الحسینؑ کی ذریت یوسفؑ بن یعقوبؑ کی ذریت سے افضل ہے اور بے شک ان میں سے وہ ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔(۷۶)

۸۔ جب سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے تو شہر کو دیکھا اور اس شہر میں جو کچھ بلائیں اور مصیبتیں نازل ہونے والی تھیں ان کا ذکر کیا حتیٰ کہ بنی امیہ اور ان کے بعد والوں کی حکومت وسلطنت کا ذکر کیا۔

پھر کہا کہ جب یہ ہو تو اپنے گھروں کے فرش کو لازم پکڑ لو (یعنی گھروں سے باہر نہ نکلو) یہاں تک کہ طاہرین طاہر (طاہروں کا طاہر فرزند) جو مطہر اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہوگا جو غیبت والا، جلا وطن اور دور کیا ہوگا، ظہور کرے گا۔(۷۷)

۹۔ عمار بن یاسرؓ نے کہا مہدیؑ کے خروج کی علامت یہ ہوگی کہ تمہارے اوپر ترکوں کا جھکاؤ ہوگا تمہارا وہ خلیفہ جو تمہارے لئے مال جمع کرے گا، مر جائے گا جس کے بعد ایک کمزور قسم کا آدمی خلیفہ بنایا جائے گا جس کو دو سال کے اندر معزول کر دیا جائے گا۔

دمشق کی مسجد کا مغربی حصہ زمین میں دھنس جائے گا، شام میں تین افراد خروج کریں گے، اہل مغرب مصر کی طرف خروج کریں گے، یہ سفیانی کی خروج کی علامت ہوگی۔(۷۸)

۱۰۔ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے کہا ہے:

وہ جنابؑ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، چوپائے اور درندے (تک) آپؑ کے زمانے میں امن وامان سے رہیں گے زمین اپنے جگر کے ٹکڑے (وسائل اور معدنیات) مثل ستون کے باہر پھینک دے گا اور وہ سونے چاندی کے ہوں گے۔(۷۹)

۱۱۔ کعب نے کہا کہ بے شک میں مہدیؑ کو تورات کا اسفار (کتابوں) میں لکھا ہوا پاتا ہوں، جن کے عمل میں ظلم وعتاب نہیں ہوگا۔(۸۰)

۱۲۔ صعصعہ بن صوحان نے نزال بن صبرہ سے کہا کہ وہ (امام مہدیؑ) جن کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے، عترت (رسول) کے بارہویں فرد ہیں اور حسینؑ بن علیؑ کی اولاد میں نویں ہیں، وہ مغرب سے

طلوع ہونے والے سورج ہیں جو رکن اور مقام کے پاس ظہور کریں گے، زمین کو پاک کریں گے، عدل وانصاف کی میزان قائم کریں گے، اس طرح کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر پائے گا۔(۸۲)

۱۳۔ طاؤس نے کہا ہے: میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک نہ مروں جب تک مہدیؑ کے زمانے کو درک نہ کرلوں (نہ دیکھ لوں) یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں محسن اپنے احسان میں اضافہ کرے گا اور برے (شخص) سے بدلہ لیا جائے گا۔(۸۳)

۱۴۔ قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ کیا مہدیؑ کا ہونا حق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حق ہے، میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اس نے کہا: قریش میں سے ہیں، میں نے پوچھا: قریش کے کس قبیلے سے؟ جواب دیا بنی ہاشم سے، عبدالمطلب کی اولاد ہیں، میں نے پوچھا: عبدالمطلب کی کس اولاد سے؟ اس نے کہا: فاطمہؑ کی اولاد سے۔(۸۴)

۱۵۔ محمد بن سیرین نے جب حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر کیا تو کہا کہ آپؑ بعض انبیاءؑ سے افضل ہیں۔(۸۵)

۱۶۔ عمرو بن عاص نے مہدیؑ کے خروج کی علامت یہ بتائی: جب بیابان میں لشکر زمین میں دھنس گیا تو یہ مہدیؑ کے خروج کی علامت ہوگی۔(۸۶)

۱۷۔ عمرو عامر بن شراحیل شعبی نے کہا کہ ہماری روایات کو جان لو، ہماری اور اکثر اہل اسلام کی بھی روایت یہ ہے کہ ہمارے نبی اکرمؐ نے فرمایا:

آنحضرتؐ کی صاحبزادی فاطمہؑ کی اولاد میں سے مہدیؑ کا ہونا ضروری اور لابدی ہے وہ ظہور کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح ان کے غیر کی وجہ سے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔(۸۷)

۱۸۔ محمد بن مسلم زہری کہتا ہے کہ جب سفیانی اور مہدیؑ کا جنگ میں ٹکراؤ ہوگا تو اس دن آسمان سے لوگ ایک ندا سنیں گے: یاد رکھو کہ اولیا اللہ ان کے (یعنی مہدیؑ) کے اصحاب ہیں۔(الحدیث) ۸۸)

۱۹۔ ابو محمد اسماعیل بن عبدالرحمن سدی نے کہا کہ مہدیؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ ساتھ ہوں گے، جب نماز کا وقت آئے گا تو مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ سے کہیں گے کہ آگے بڑھیں (اور نماز کی امامت کریں) تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ آپؑ نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ حضرت عیسیٰؑ آپؑ کے پیچھے ماموم بن کر نماز پڑھیں گے۔(۸۹)

۲۰۔ مقاتل بن سلیمان نے:

"وانہ لعلم للساعہ"

کی تفسیر میں کہا کہ یہ حضرت مہدیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(۹۰)

۲۱۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب بیابان میں لشکر زمین میں دھنس جائے گا تو یہ مہدیؑ کے ظہور کی علامت ہوگی۔(۹۱)

۲۲۔ زید بن علی بن الحسین علیہما السلام نے ابن بکیر سے کہا:

ہماری وجہ سے اللہ کی معرفت ہوئی، ہمارے ذریعہ سے خدا کی عبادت کی گئی، ہم اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہیں، ہم میں سے مصطفیٰ اور مرتضیٰؑ ہیں اور ہم میں سے ہی مہدیؑ ہوں گے جو اس امت کے قائم ہیں۔

اس نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! کیا رسول اللہؐ نے آپ حضرات سے کوئی عہد و وعدہ کیا تھا کہ آپؑ کا قائم کب قیام کرے گا۔؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابن بکیر! تو ہرگز ان سے ملحق نہیں ہوگا (وہ زمانہ نہیں دیکھے گا) ان (حضرت امام محمد باقرؑ) کے بعد امر امامت کے چھ والی و حاکم ہوں گے، پھر خداوند تعالیٰ ہمارے قائم کا خروج قرار دے گا، وہ (مہدیؑ) زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔(۲۹)

۲۳۔ محمد بن حنفیہ نے محمد بن بشیر سے کہا کہ مہدیؑ کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ حاجت وضرورت کو ظاہر کیا جائے گا، کوئی شخص کہے گا رات میں نے کھانے کے بغیر گزاری ہے یہاں تک کہ وہ تم سے دوسرے چہرے سے ملے۔۔۔۔۔۔اس وقت بہت جلد وہ صیحہ (ندا اور پکار) واقع ہوگی اور سنائی دے گی۔(۹۳)

۲۴۔ علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مہدیؑ اس وقت تک خروج نہیں کریں گے جب تک سورج کے ساتھ ایک آیت و نشانی طلوع نہیں کرے گی۔(۹۴)

۲۵۔ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ اس سال جس میں مہدیؑ قیام کریں گے، چوبیس بارشیں ہوں گی، ان کی برکت سب کو نظر آئے گی۔(۹۵)

۲۶۔ ابوسعید خدری آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں مہدیؑ کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں لوگوں کے اختلاف و اضطراب کے وقت مبعوث ہوں گے، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، آسمان اور زمین کے رہنے والے ان پر راضی ہوں گے وہ مساوی طور پر لوگوں کے درمیان مال تقسیم کریں گے۔(۹۶)

۲۷۔ ابوسعید خدری نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی تو میری عترت میں سے ایک شخص خروج کریں گے، جو سات سال یا نو سال روئے زمین کے مالک ہوں گے اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔(۹۷)

۲۷۔ ابوسعید خدری آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص زمین کا مالک نہ ہو جائے، وہ نورانی پیشانی، دراز اور ایک جیسی بینی والا

ہوگا، وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ اس سے پہلے ظلم وجور سے بھری ہوگی، اس کی سلطنت سات سال ہوگی۔(۹۸)

اسمائے صحابہ مع کتب حوالہ

اس وقت آپ کے سامنے ان پچاس صحابہ کے ناموں کی فہرست ہے، جنھوں نے آنحضرتؐ سے امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں حدیث روایت کی ہے۔

صحابہ کے نام	کتابوں کے نام
۱۔ ابو امامہ الباھلی	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۵
۲۔ ابو ایوب انصاری	ینابیع المودة ۵۲۱ ط النجف
۳۔ ابو الجحاف	الغیبہ للشیخ الطوسی ۱۱۱ ط النجف
۴۔ ابوذر الغفاری	کفایۃ الاثر
۵۔ ابو سعید الخدری	الامام المھدی (۹۹)
۶۔ ابو سلمی اراعی رسول اللہ	الغیبہ المودة ۵۲۸
۷۔ ابولیلی	ینابیع المودة ۵۳۸
۸۔ ابو ھریرہ	صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۶۸
۹۔ ام سلمہ	مسند ابی دائود ج ۲ ص ۱۵۱
۱۰۔ انس بن مالک	سنن المصطفیٰ لابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹
۱۱۔ تمیم الداری	ینابیع المودة ۵۹ عن العرائس للثعلبی
۱۲۔ ثوبان	سنن المصطفی الابن ماجہ ج ۲ ص ۵۱۹
۱۳۔ جابر بن عبداللہ النصاری	ینابیع المودة ۵۳۶
۱۴۔ الجارود بن المنذر العبدی	منتخب الاثر ۱۱۲ عن الربعین

المجلسی

۱۵۔ حذیفه بن اسید	منتخب الاثر ۵۰
۱۶۔ حزیفه بن الیمان	ینابیع المودة
۱۷۔ ابو قتادة الحرث بن الربیع	اشیعه و الرجعه ج ۱ ص ۵۰
۱۸۔ الامام الحسن علیه السلام	کفایه الاثر
۱۹۔ الامام لاحسین علیه السلام	کشف الغمه ج ۲ ص ۳۰۱ ط ۲
۲۰۔ زربن عبدالله	کشف الغمه ج ۳ ص ۲۶۱ ط ۲
۲۱۔ زرارة بن عبدالله	غایه المرام ۲۰۰
۲۲۔ زیدبن ارقم	منتخب الاثر ۲۸
۲۳۔ زیدبن ثابت	منتخب الاثر ۲۰۳
۲۴۔ سعدبن مالك	کفایه الاثر
۲۵۔ سلمان الفارسی	مقتل الحسینؑ للخوارزمی ج ۱ ص ۱۴۶
۲۶۔ طلحه بن عبدالله	منتخب الاثر ۲۵۱ عن البرهان فیعلامات مهدآخر الزمان
۲۷۔ عائشه بنت ابی بکر	ینابیع المودة ۴۲۰
۲۸۔ العباس بن عبدالمطلب	غایه المرام ۴۰۳
۲۹۔ عبدالرحمن بن سمره	غایه المرام ۴۰۷
۳۰۔ عبدالرحمن بن عوف	البیان فی الخبار صاحب الزمان علیه السلام ۹۹
۳۱۔ عبدالله بن ابی اوفی	منتخب الاثر ۱۱۶ عن البحار
۳۲۔ عبدالله بن جعفر الطیار	الغیه للنعمانی ۴۶
۳۳۔ عبدالله بن الحرث بن جزء الزبیدی	سنن المصطفی الا بن ماجه ج ۲ ص ۵۱۹
۳۴۔ عبدالله بن عباس	الفصول المهمه ۲۷۸

۳۵۔ عبداللہ بن عمر — الصول المهمه ۲۷۷

۳۶۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص — البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۲

۳۷۔ عبداللہ بن مسعود — الفصول الهمه ۲۷۹

۳۸۔ عثمان بن عفان — کفایه الاثر

۳۹۔ العلاء — البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۵

۴۰۔ علقمه بن عبدالله — الفصول الهمه ۲۷۹

۴۱۔ الامام علی علیہ السلام بن ابی طالب — مسند ابی دائود ج۴ ص ۱۵۱

۴۲۔ علی الهلالی — مجمع الزوائد للهیثمی ج۹ ص ۱۶۵

۴۳۔ عمار بن یاسر — منتخب الاثر ۲۰۵

۴۴۔ عمران بن حصین — منتخب الاثر ۵۰

۴۵۔ عمر بن الخطاب — الشیعه والرجعه ج۱ ص ۳۶

۴۶۔ فاطمه الزهرا علیہا السلام — کفایه الاثر

۴۷۔ قتادة — الملاحم والفتن ۵۱

۴۸۔ قرة المزنی — ینابیع المودة ۲۲۰

۴۹۔ کعب — الملاحم والفتن ۱۳۷

۵۰۔ معاذ بن جبل — المهدی علیہ السلام للصدر ۱۹۱

اسمائے تابعین مع کتب حوالہ

ایسے بیسیوں صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اعظمؐ سے امام مہدیؑ کے بارے میں احادیث سنی ہیں اور سینکڑوں تابعین ہیں جنہوں نے صحابہ سے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

یہاں ہم ان پچاس تابعین کے نام لکھتے ہیں جو امام مہدیؑ کے بارے میں رسول اکرمؐ کی احادیث کے راوی ہیں۔

اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ہر ایک کے نام کے سامنے صرف ایک ہی حدیث کے مصدر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تابعین کے نام	کتابوں کے نام
۱۔ابراھیم بن علقمه	الملاحم والفتن ۵۲
۲۔ابراھیم بن محمد بن الحنفیه	سنن المصطفی الابن ماجه ج۲ص۵۱۹
۳۔ابو اسماء الرجی	سسن المصطفی الابن ماجه ج۲ص۵۱۹
۴۔ابو سلمه عبدالرحمن بن عوف	البیان فی اخبار صاحب الزمان علیہ السلام ۹۶
۵۔ابو الصدیق الناجی	سسن المصطفی الا بن ماجه ج۲ص۵۱۸
۶۔ابو عمر و المقری	منتخب الاثر ۴۴۹
۷۔ابو نضرة	مسند ابی داود ج۳ص ۱۵۲
۸۔ابو هارون	الغیبة للشیخ الطوسی ۱۱۶ ط النجف
۹۔اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحه	سسن المصطفی الا بن ماجه ج۲ص۵۱۹
۱۰۔الا صبغ بن نباته	غایه المرام ۶۳۹
۱۱۔ایاس بن سلمه بن الا کوع	کفایه الاثر
۱۲۔ثابت بن دینار	ینابیع المودة ۵۹۲ الجنف
۱۳۔جابر الصدفی	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۹
۱۴۔جابر بن یزید الجعفی	ینابع المودة ۵۹۳
۱۵۔الحارث بن سعید بن قیس	منتخب الاثر ۱۱۸ عن المناقب
۱۶۔حنش بن المعتمر	منتخب الاثر ۳۶
۱۷۔زاذان	دلایل الامامه
۱۸۔زر بن حبیش	البیان فی اخبار صاهب الزمان ۹۰
۱۹۔الزهری	الملاحم والفتن ۶۸
۲۰۔السائب الثقفی	کفایه الاثر

۲۱۔ سالم بن عبداللہ بن عمر	الغیبه للنعمانی ۴۵
۲۲۔ سعید بن جبیر	غایه المرام ۶۹۲
۲۳۔ سعید بن المسیب	مسند ابی داود ج۳ ص۱۴۱
۲۴۔ سلامه	مقتل الحسین علیہ السلام للخوارزمی ج۱ ص۹۶
۲۵۔ سلیم بن قیس الهلالی	ینابیع المودة ۵۳۳
۲۶۔ سلیمان بن ابی حبیب	غایة المرام ۶۹۳
۲۷۔ شهر بن هوشب	منتخب الاثر ۹۶ عن نفس الرحمان
۲۸۔ طاوس الیمانی	کفایة الاثر
۲۹۔ عبایه بن ربعی	ینابیع المودة ۵۲۱
۳۰۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	ینابیع المودة ۵۲۱
۳۱۔ عطیة العوفی	البیان فی اخبار صاحب الزمان علیہ السلام ۸۵
۳۲۔ علی بن الحسین علیہ السلام	ینابیع المودة ۵۳۷
۳۳۔ علی بن عبداللہ بن عباس	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۸
۳۴۔ علی بن علی الهلالی	مجمع الزوائد للهیثمی ج۹ ص۱۶۵
۳۵۔ عمارة بن جوین العدی	الغیبة للشیخ الطوسی ۱۱۱
۳۶۔ ابو زرعه عمرو بن جابر الحضرمی	سنن المصطفیٰ لابن ماجه ج۲ ص۵۱۹
۳۷۔ عمرو بن عثمان بن عفان	کفایه الاثر
۳۸۔ عیسی ابن عبداللہ ابن مالك	الشیعه والرجعة ج۱ ص۳۶
۳۹۔ کثیر بن مرة	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۹۱
۴۰۔ مجاهد	ینابیع المودة ۵۲۹
۴۱۔ محمد الباقر علیه السلام	ینابیع المودة ۵۳۷
۴۲۔ محمد بن جارود العبدی	غایة المرام ۶۰۸
۴۳۔ محمد بن الحنفیه	سنن المصطفی الابن ماجة ج۲ ص۲۱۹

۴۴۔ محمد بن المنذر	غایۃ المرام ۶۹۲
۴۵۔ محمد بن لبید	کفایۃ الاثر
۴۶۔ مطرف بن عبداللہ	منتخب الاثر ۵۰
۴۷۔ المعلیٰ بن زیاد	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۵
۴۸۔ مکحول	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۶
۴۹۔ نافع مولیٰ ابی قتادۃ	صحیح البخاری ج۲ ص۱۷۸
۵۰۔ وھب بن منبہ	البیان فی اخبار صاحب الزمان ۸۰

آپؑ کی ولادت

سوانح حیات لکھنے والوں نے امام مہدیؑ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپؑ سر من رائے میں پندرہ شعبان ۲۵۵ ھجری (۱۰۰)، مطابق ۸۶۸ کو تولد ہوئے۔

آپؑ کی ولادت کے مراسم تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں، امام حسن عسکری علیہ السلام نے دس ہزار رطل روٹیاں، دس ہزار رطل گوشت آپؑ کی طرف سے صدقہ دیا (۱۰۱) اور تین سو بکروں سے عقیقہ کیا۔ (۱۰۲)۔ اس کے علاوہ اور بھی مراسم کا ذکر ہے جن کو امام حسن عسکریؑ نے انجام دیا۔

آپؑ کی ولادت کے سلسلے میں دو روایت کا ذکر کیا جاتا ہے:

موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ سے حکیمہ بنت امام محمد تقی جوادؑ نے بیان کیا کہ امام ابو محمد عسکریؑ نے مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے کہا کہ پھوپھی آج ہمارے یہاں افطار کریں یہ پندرہ شعبان کی رات ہے، بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات زمین میں اپنی حجت کو ظاہر کرے گا۔

وہ مخدرہ فرماتی ہیں کہ میں لیٹ گئی اور سو گئی، سحری کے وقت اٹھی سورہ سجدہ اور سورہ یسٓ کی تلاوت کی۔

اس دوران نرجس خاتون میں اضطراب سا پیدا ہوا ان سے پردہ ہٹایا گیا تو اچانک مولود سجدے میں تھا، ابو محمدؑ نے آواز دی اے (پھوپھی) میرے بیٹے کو میرے پاس لے آئیں، میں اس شہزادے کو ان کے پاس لے گئی، آپؑ نے اس بچے کے پیر اپنے سینے پر رکھے اور اپنی زبان اس کے منہ میں دی، اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں، کانوں اور بدن کے جوڑوں پر پھیرا۔۔۔۔۔۔۔۔الخ (۱۰۳)۔

محمد بن حسن بن ولید نے محمد بن یحییٰ سے روایت کی، اس نے ابو عبداللہ حسن بن رزق اللہ سے، اس نے

موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابو طالبؑ سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حکیمہ بنت محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابو طالب نے بیان کیا، وہ فرماتی ہیں کہ ابو محمد حسن علی علیہما السلام نے مجھے پیغام بھیجا کہ اے پھوپھی آج رات آپ افطار ہمارے یہاں آ کر کریں، یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ عنقریب اسی رات اپنی حجت کو ظاہر کرے گا، وہ اللہ کی زمین میں اس کی حجت ہے۔

وہ مخدرہ کہتی ہیں کہ میں نے آپؑ سے دریافت کیا کہ ان کی والدہ کون ہیں، آپؑ نے مجھ سے فرمایا ''نرجس''۔ میں نے آپؑ سے کہا: خدا مجھے آپؑ کا صدقہ قرار دے، بخدا نرجس میں تو کوئی اثر نہیں ہے، آپؑ نے فرمایا جو میں نے آپ سے بات کہی ہے وہی صحیح ہے۔

چنانچہ میں آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی نرجس آ کر میرے موزے اتارنے لگیں، مجھ سے مخاطب ہوئیں: اے میری سردار اور میرے گھر والوں کی سردار آپ کیسی ہیں؟

میں نے جواب دیا: بلکہ آپ میری اور میرے گھر والوں کی سردار ہیں۔

نرجس نے میری اس بات پر تعجب کیا اور کہنے لگیں: پھوپھی جان! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا: بیٹی بلاشبہ اللہ تعالیٰ عنقریب آج ہی کی رات تمہیں ایک لڑکا عطا کرے گا جو دنیا اور آخرت میں سردار ہے، یہ سن کر انہیں شرم و حیا سی محسوس ہوئی۔

میں نے عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر افطار کیا، بستر پر لیٹی تو نیند آ گئی۔

آدھی رات گزری تو نماز کے لیے اٹھی، نماز سے فارغ ہوئی تو دیکھا کہ وہ (نرجس) ابھی سوئی ہوئی تھیں۔

پھر میں تعقیبات کے لیے بیٹھی رہی، پھر میں لیٹ گئی کچھ دیر بعد گھبرا کے اٹھی تو وہ ابھی سوئی ہوئی تھیں، اس کے بعد وہ کھڑی ہوئیں، نماز پڑھی اور سو گئیں۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ میں طلوع فجر معلوم کرنے باہر نکلی تو اول وقت ہو چکا تھا۔

ان کو سوتے دیکھا تو مجھے شک سا ہوا، ابو محمد علیہ السلام نے اپنے کمرے سے بلند آواز سے کہا: پھوپھی جلدی نہ کریں، وقت قریب ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ میں بیٹھ گئی اور سورہ سجدہ اور یٰس کی قرات کی، میں اسی حالت میں تھی کہ نرجس گھبرا کے اٹھیں، میں دوڑ کر ان کے پاس گئی اور کہا کہ تم پر اللہ کے نام کا سایہ ہو، میں نے دریافت کیا کہ کچھ محسوس کرتی ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پھوپھی۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ اپنے آپ کو سمیٹو اور اپنے دل کو قابو میں رکھو، جو میں نے تم سے کہا تھا وہی بات صحیح ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ مجھے کچھ سستی اور تھکن کا غلبہ ہوا اور وہ بھی سست ہو گئیں، پھر میں اپنے سید و آقا کے

احساس دلانے سے بیدار ہوئی۔

میں نے نرجس سے کپڑا اٹھایا تو اچانک میں نے آنجنابؑ کو سجدے میں دیکھا، ان کے سجدے کے اعضاء زمین پر تھے، میں نے ان کو سینے سے لگالیا، وہ پاک و پاکیزہ اور صاف ستھرے تھے۔

بلند آواز میں ابو محمدؑ نے فرمایا: پھوپھی! میرے بیٹے کو میرے پاس لے آئیں میں ان کو ابو محمدؑ کے پاس لے کر گئی، آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ شہزادے کی پشت کے نیچے رکھے اور ان کے قدم اپنے سینے پر رکھے، اپنی زبان ان کے منہ میں دی اور اپنا ہاتھ ان کی آنکھوں اور بدن کے جوڑوں پر پھیرا۔(۱۰۴)

آپؑ کی ولادت کا اعلان

حکومت وقت اور اس کے عملہ کے خوف سے امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے معاملہ کو مخفی رکھتے اور ان کی حفاظت کا انتظام کرتے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے اصحاب میں آپؑ نے ان کی ولادت کا اعلان کیا اور بچے کو ان کے سامنے پیش کیا، بعض اوقات کچھ لوگوں کے پاس ان کی طرف سے صدقات بھی بھیجے، بعض شیعوں کو ان کی ولادت کی خبر لکھ کر بھیجی۔ یہ ساری باتیں حجت کو قائم کرنے اور اپنے صاحبزادے پر خلافت کی نص برقرار کرنے کے لیے تھیں۔

یہاں ان لوگوں کے نام تحریر کئے جا رہے ہیں جن سے آنجناب علیہ السلام کی ولادت کی خبر روایت ہوئی ہے:

۱۔ کلینی نے اپنی سند کے ساتھ علی بن بلال سے روایت کی ہے کہ امام ابو محمد حسنؑ بن علی عسکری اپنی رحلت سے دو سال پہلے اپنے بعد کے خلیفہ کی مجھ کو خبر دیتے میرے پاس آئے۔

پھر اپنی وفات سے تین دن پہلے مجھے اپنے بعد کے خلیفہ اور جانشین کی خبر دینے تشریف لائے۔(۱۰۵)

۲۔ آپؑ نے ابو ہاشم جعفری کو آنجنابؑ کی ولادت کی خبر دی تھی۔(۱۰۶)

۳۔ آپؑ نے ابو طاہر بلالی کو ان کی ولادت کی خبر دی تھی۔(۱۰۷)

۴۔ ابراہیم (ابو محمدؑ کے صحابی) سے روایت ہے کہ میرے مولا ابو محمدؑ نے مجھے اس تحریر کے ساتھ چار مینڈھے بھیجے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ میرے فرزند محمد مہدیؑ کی طرف سے ہیں خوش ہو کر انہیں کھاؤ اور ہمارے شیعوں میں سے جو تمہیں ملے اس کو بھی کھلاؤ۔(۱۰۸)

۵۔ ابو جعفر عمری سے روایت ہے کہ جب سید و آقا پیدا ہوئے تو ابو محمدؑ نے ابو عمرو کو بلا بھیجا، وہ آپؑ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت خرید و، وہ اجر و ثواب کے لیے بنی ہاشم میں تقسیم کرو اور اتنے اتنے (عدد) بکروں سے عقیقہ کرو۔(۱۰۹)

۶۔ صدوق کہتے ہیں: ہم سے محمد بن علی بن ماجیلویہ نے حدیث بیان کی، کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے حدیث بیان کی وہ کہتا ہے ہم سے حسن بن نیشاپوری نے حدیث بیان کی، وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسن بن منذر نے حدیث بیان کی، حمزہ بن ابوالفتح سے، وہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایک روز ابوالفتح آیا اور مجھ سے کہا کہ بشارت ہو گزشتہ شب ابومحمدؑ کے گھر میں مولود پیدا ہوا، آپؑ نے اس کے معاملے کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہ اس مولود کی طرف سے تین سو بکرے عقیقہ کیے جائیں۔

میں نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان کا نام محمدؑ رکھا گیا ہے اور کنیت ''جعفر'' کے ساتھ ہے۔(۱۱۱)

۷۔ محمد بن ابراہیم کوفی سے روایت ہے کہ ابومحمدؑ نے میرے پاس کسی اور کے لیے ایک ذبح شدہ بکرا بھیجا اور کہا یہ میرے بیٹے محمدؑ کا عقیقہ ہے۔(۱۱۱)

۸۔ میری طرف محمد بن ابراہیم کوفی نے آنجنابؑ کے بیٹے کے عقیقہ کا ایک ذبح شدہ بکرا بھیجا۔(۱۱۲)

۹۔ آنجناب علیہ السلام نے قائمؑ کی ولادت کی خبر اپنی والدہ کو لکھ کر بھیجی۔(۱۱۳)

۱۰۔ محمد بن حسن بن اسحاق قمی سے روایت ہے کہ جب خلف صالح پیدا ہوئے تو ہمارے مولا ابومحمد حسنؑ بن علی کا خط میرے جد احمد بن اسحاق کے پاس آیا جس میں آپؑ نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا تھا (اور توقیعات اسی صورت میں وارد ہوتی تھیں) کہ مولود پیدا ہوا ہے یہ بات تم تک محدود رہے اور باقی لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی رہے، ہم اس کو صرف بہت قریب لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں ان کی قربت کی وجہ سے اور موالی پر اس کی ولایت ومحبت کی وجہ سے۔

ہم نے تمہیں خبر دینا پسند کیا تا کہ تمہیں خدا مسرور اور خوش کرے جس طرح اس نے ہمیں مسرور کیا ہے۔ والسلام(۱۱۴)

۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے خادم عقید سے روایت ہے کہ ولی اللہ حجت بن حسنؑ کی ولادت ہوئی۔(۱۱۵)

۱۲۔ حسن بن حسین علوی سے روایت ہے کہ میں ابومحمدؑ کی بارگاہ میں (سرمن رائے میں) داخل ہوا تو میں نے آپؑ کو آپؑ کے فرزند قائمؑ کی ولادت کی تہنیت اور مبارکباد پیش کی۔(۱۱۶)

۱۳۔ حسین بن حسن علوی سے روایت ہے کہ میں سرمن رائے (سامرہ) میں ابومحمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ کو اپنے آقا صاحب الزمانؑ کی پیدائش کے سلسلے میں خوشی سے مبارک باد پیش کی۔(۱۱۷)

آپؑ کی وجہ غیبت

حقیقت یہ ہے کہ سارے آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اپنے دور کی حکومتوں کے زیر عتاب رہے، کسی نے انہیں نظر بند رکھا، قید کیا، بعض کو جلاوطن کیا اور چین سے نہیں بیٹھنے دیا، یہ دوسری بات ہے کہ ان کی یہ مظلومیت کبھی شدت اختیار کر جاتی اور کبھی اس میں کچھ دنوں کے لیے کمی آ جاتی۔

اس صورت حال کے باوجود ان ذوات مقدسہ نے اپنا مشن جاری رکھا، ان کے مدارس قائم رہے، ان کے احسانات امت پر ظاہر ہوتے رہے، اپنے شیعوں سے ان کا تعلق قائم رہا، سارے عالم اسلام سے حصول علم کے لیے ان کے پاس لوگ جوق در جوق آتے رہے، اکثر معروف علماء اسلام ان ہی کے مدرسے سے نکلے ہوئے تھے ان کی روایات واحادیث تمام اطراف عالم میں پھیلیں، ان کی تعلیمات سے سینکڑوں کتابیں تیار ہوئیں کسی بھی علم میں بحث وجستجو کی جائے تو اس کی نشر واشاعت اور اس کی تعلیم وتربیت میں ان کا منور ہاتھ ضرور نظر آئے گا۔

اکثر علوم جدیدہ بھی آئمہ اطہارؑ سے لئے گئے ہیں جیسے کیمیا اور الجبرا وغیرہ، علاوہ ازیں علوم اسلامی کی بنا اور نشر واشاعت بھی انہی کے ہاتھوں ہوئی، جیسے فقہ، حدیث اور تفسیر۔

آپؑ حضرات کی زندگیوں میں صرف درس وآگہی ہی نظر نہیں آتی، اس کے علاوہ ان کے دروازے ہر سائل اور محروم کے لیے کھلے رہتے تھے، لوگ جتنی امید لے کر آتے اس سے کہیں زیادہ عطا اور بخشش سے انہیں نوازا جاتا۔ ان حضراتؑ کی بخشش وعطا بادشاہوں کی عطا سے بڑھی ہوئی تھی، بعض اوقات تو وہ حضرات تیس تیس ہزار دینار تک عطا کر دیا کرتے۔ (۱۱۸)

بلکہ بعض اوقات ایک ایک لاکھ دینار۔ (۱۱۹)

ان کی روشن سیرت کے اس پہلو کے ہزاروں گواہ اور شاہد (تاریخ کے اوراق میں) موجود ہیں۔

ان ذوات مقدسہ میں سے کسی کی رحلت ہوتی تو ان کا جانشین ان کی جگہ کو پر کرتا اور ان کے فرائض کو بجا لاتا، یہی ان سب کا طریقہ کار تھا۔

ملوکیت اور حکومت کا طریقہ کار ان پر ظلم وستم اور قید وبند کی صعوبتیں تھیں، چنانچہ امام حسن عسکریؑ کی بیماری (مرض لاموت) کے دوران حکومت نے آپؑ کے فرزند کے بارے میں گہری تلاش اور جستجو میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، جب کوئی سراغ نہ ملا تو آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کی عورتوں اور کنیزوں کو اپنے قبضے میں کئے رکھا کہ کہیں ان میں سے بعض حاملہ نہ ہوں، چنانچہ امام حسن عسکریؑ کی بعض کنیزیں دو سال تک قید وبند میں رکھی گئیں۔

احمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان کہتا ہے کہ جب امام حسن عسکری علیل ہوئے تو خلیفہ نے میرے باپ کو اس کی اطلاع کی کہ "ابن رضاؑ" علیل ہو گئے ہیں، وہ فوراً خلیفہ کے محل میں گیا اور پھر مسلمانوں کے امیر کے پانچ

خاص خادموں کے ساتھ واپس ہوا۔ ان میں ایک خادم خاص نحریر بھی تھا، ان خادموں کو حکم دیا کہ یہ سب حسنؑ بن علیؑ کے گھر میں ہی رہیں اور ان کی حالت معلوم کرتے رہیں، کچھ طبیبوں کے پاس آدمی بھیجے کہ وہ صبح و شام حسنؑ بن علیؑ کے یہاں جائیں اور ان کی دیکھ بھال کریں۔

دو دن کے بعد ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ آنجنابؑ کی نقاہت بہت بڑھ گئی ہے وہ صبح سویرے سوار ہو کر ان کے پاس گیا اور طبیبوں کو ہمہ وقت ان کے پاس رہنے کا حکم دیا۔

پھر اس نے قاضی القضاۃ کو بلایا اور حکم دیا کہ اصحاب میں سے جو دین، امانت اور پرہیزگاری میں اس کے نزدیک قابل وثوق ہوں انہیں منتخب کرے، اس نے انہیں پیش کیا تو ان کو حسنؑ کے گھر بھیج کر دن رات وہاں رہنے کا حکم دیا، وہ وہیں رہے یہاں تک کہ آنجنابؑ کی وفات ہوگئی، یہ ۲۶۰ ہجری کا واقعہ ہے جب کہ ماہ ربیع الاول کے کچھ دن گزر گئے تھے۔

یہ خبر شہر میں پہنچی تو سارا شہر ایک دم صدائے نالہ و فریاد بن گیا، ہر طرف ایک ہی آواز بلند تھی کہ ابن رضاؑ فوت ہو گئے۔

بادشاہ نے بھی اس خبر کی تصدیق کیلیے اور ان کے حجروں اور کمروں کو دیکھنے بھالنے، اور جو کچھ ان میں تھا، اس کو سیل کرنے اپنے کچھ آدمیوں کو بھیجا وہ اس کام سے فارغ ہو کر آپؑ کے فرزند کو تلاش کرتے رہے اپنے ساتھ کچھ عورتیں (دایہ) لے آئے جو حمل کی پہچان رکھتی تھیں، وہ آپؑ کی کنیزوں کے پاس گئیں اور ان سے پوچھ گچھ کرتی رہیں ان میں سے بعض نے کہا کہ یہاں ایک کنیز ہے جو حاملہ ہے اس کنیز کے بارے میں حکم ہوا کہ اسے ایک کمرے میں رکھا جائے نحریر خادم اور اس کے ساتھیوں کو اس کا نگراں مقرر کیا گیا اس کنیز کے ساتھ کچھ عورتوں کو بھی رکھا گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر آپؑ کی تجہیز و تکفین شروع ہوئی۔

شہر کے بازار بند ہو گئے، میرا باپ، بنی ہاشم کے لوگ، لشکر کے قائدین، دفتروں کے افسر اور عمائدین شہر سوار ہو کر آپؑ کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے۔

سامرہ اس دن قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔

تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے ابوعیسیٰ بن متوجل کو بلایا اور نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔

نماز کے لئے جنازہ رکھا گیا تو ابوعیسیٰ نے جنازے کے قریب جا کر آپؑ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور آپؑ کے آخری دیدار کے لیے بنی ہاشم میں سے علویین اور عباسیوں، قائدین لشکر، افسروں، قاضیوں، فقہا اور معدلوں (جن کی گواہی معتبر مانی جاتی ہے) کو بلایا، پھر کہا کہ یہ حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ ہیں جو اپنی (طبعی) موت اپنے بستر پر مرے ہیں۔ ان کے بستر مرگ پر مسلمانوں کے امیر کے خدام اور باوثوق افراد میں سے فلاں

فلاں اور فلاں فلاں طبیب اور فلاں فلاں قاضی حاضر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ کے چہرے کو ڈھانپ دیا، پھر نماز جنازہ پڑھائی اور آپؑ پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔

آپؑ کے جنازے کو آپؑ کے گھر کے وسط سے اٹھانے کا حکم دیا اور پھر اسی کمرے میں آپ کو دفن کیا جس میں آپؑ کے والد گرامی دفن تھے۔

اس مرحلے سے فراغت کے بعد بادشاہ اور اس کے حواریوں نے آپؑ کے فرزند کی تلاش مزید تیز کر دی۔ گھروں گھر تلاشی لی گئی، حتیٰ کہ آپؑ کی میراث کی تقسیم کو بھی ملتوی کیا گیا۔

اس کنیز کی نگرانی اور سخت کر دی گئی جس پر گمان تھا کہ وہ حاملہ ہے دو سال اس کی نگرانی کی گئی جب ان کا شک دور ہوا تب آپؑ کی میراث آپ کی والدہ اور آپؑ کے بھائی جعفر میں تقسیم کر دی گئی۔

آپؑ کی والدہ نے آپؑ کی وصیت کا دعویٰ کیا جو قاضی کے پاس ثابت ہو گئی۔

بادشاہ اس دوران آپؑ کے فرزند کو مسلسل تلاش کرتا رہا۔

میراث تقسیم ہونے کے بعد جعفر میرے باپ کے پاس آیا، کہا کہ اگر تو مجھے میرے بھائی (حسنؑ بن علیؑ) جیسا مرتبہ دلوانے کا بندوبست کر دے تو میں تجھے ہر سال بیس ہزار دینار پہنچا دیا کروں گا۔

یہ سن کر میرے باپ نے اسے جھڑک دیا اور اس کو بہت ملامت کی اس نے کہا کہ اے احمق! بادشاہ اعزہ اللہ (خدا اس کی عزت کو بلند کرے) تو ان لوگوں کے لئے جو خیال کرتے ہیں کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی امامؑ تھے تلوار اور کوڑا تیار رکھتا ہے تا کہ وہ اس خیال سے باز آجائیں اور اس نظریئے کو چھوڑ دیں، حالانکہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا اور لوگوں کو آمادہ نہیں کر سکا کہ ان دونوں (حضرات) کو امامؑ ماننا چھوڑ دیں، بادشاہ نے بھرپور کوشش کر لی کہ تمہارے باپ اور بھائی کو اس مرتبہ (امامت) سے محروم کر دے، مگر اس سے یہ بھی نہ ہو سکا۔

غرض اگر تم شیعوں کی نگاہ میں اپنے باپ اور بھائی کی جگہ امام ہو تو اس کی کیا ضرورت کہ بادشاہ یا کوئی دوسرا شخص تمہیں تمہارے بھائی (حسنؑ بن علیؑ) کے مرتبے پر متعین کرے۔

اگر شیعوں کی نگاہ میں تمہاری قدر و منزلت نہیں تو پھر اس رتبے کو ہماری وجہ سے تم نہیں پا سکو گے۔

اس گفتگو کے بعد میرے باپ نے خادموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو اب نہ آنے دیا جائے، پھر آخر تک میرے باپ نے اس کو آنے کی اجازت نہ دی، ہم وہاں سے آئے جب بھی معاملہ ایسا ہی تھا اور بادشاہ حسنؑ بن علیؑ کے فرزند کی تلاش میں آج تک لگا ہوا ہے۔(۱۲۰) جب حالت یہ ہو کہ حکومت وقت امام حسن عسکریؑ کے بچے کی تفتیش اور تلاش میں لگی ہو کہ وہ ملے تو اس کو قتل کر دیا جائے، حتیٰ کہ شکم مادر میں ہونے والے بچے کی منتظر ہو کہ اس کو زندہ رہنے دے، تو یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ امام مہدیؑ اپنے آپ کو ظاہر کریں اور اس دشمنی کی فضا میں اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے مقام و منزلت کو سنبھالیں۔

دیگر خدائی نمائندے جو غیبت پر مجبور ہوئے

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امت سرکشی اور حد سے تجاوز میں گزشتہ امتوں کی پیروی کرے گی جیسے ایک جوتا اپنے جفت کے ساتھ اور تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر ہوتا ہے۔ (۱۲۱)

چنانچہ حضرت ادریسؑ، حضرت صالح، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ غائب رہے اور فرعون نے حضرت موسیٰ کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

"ففررت منکم لما خفتکم" (الشعراء ۲۱)

میں تم سے بھاگ کھڑا ہوا جب مجھے تم سے خوف محسوس ہوا۔

جب بنی اسرائیل نے انہیں قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھالیا:

"بل رفعه الله الیه و کان الله عزیزا حکیما"

"بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا، خدا غالب وحکمت والا ہے"

رسول اللہؐ کو قریش نے شعب ابی طالب میں محصور رہنے پر مجبور کر دیا جہاں آپ مسلمانوں سے تین سال تک محجوب اور مستور رہے۔ (۱۲۲)

مسلمان ان واقعات کو مصلحت کے مطابق اور وقت کا تقاضا سمجھتے، اللہ تعالیٰ کے ارادے کی اطاعت سمجھتے اور انہیں منشا الٰہی قرار دیتے۔

امام مہدی علیہ السلام کی غیبت بھی ان ہی حضراتؑ کی غیبت کی مثل ہے۔

آپؑ کے حالات بھی ان ہی حضراتؑ جیسے ہیں، فرعون کا ان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو تلاش کرنا ویسا ہی تھا جیسا معتمد عباسی امام مہدی علیہ السلام کی تلاش میں رہا، گھروں گھر تلاشی لی، عورتوں کو اس خیال سے قید وبند میں رکھا کہ شاید مہدیؑ ان میں سے کسی کے ہاں پیدا ہوں گے۔

کیا ظلم وجور ختم ہونے کا وقت نہیں آیا؟

کہا جاتا ہے کہ بنی عباس نے نبی اکرمؐ سے اس روایت کے پس منظر میں کہ امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے نویں فرزند میں کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، ایسی شدت اور سختی روا رکھی کہ (گھر گھر تلاشی لی اور حاملہ عورتوں کو قید کر رکھا) ان کو اپنی حکومت اور اقتدار کے لیے خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ بارہویں امامؑ ان کی سلطنت چھین لیں گے تاکہ دنیا سے ظلم وجور ختم کیا جا سکے، مگر اب جب کہ بنی عباس کی

حکومت ختم ہوئے ایک مدت ہوئی تو پھر آنجناب کے ظہور میں کیا امر مانع ہے۔

ہم چونکہ آنجناب کے وجود اور آپ کی غیبت کے معتقد ہیں اس لئے ہمارے لیے ضروری نہیں کہ آپ کے ظہور کی تاخیر کے اسباب کی چھان بین کریں، دین کے سارے امور اور معاملات میں ہمارا یہی موقف ہے، مثال کے طور پر ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ اللہ جل شانہ، نے ہمیں روزانہ کے فرائض نماز میں چند رکعتوں کے پڑھنے کی ذمہ داری سونپی ہے، چنانچہ ہم اس کی تفتیش نہیں کرتے کہ فجر کی نماز میں دو رکعتیں، ظہر میں چار اور مغرب میں تین رکعتوں کا سبب اور اس کی غایت کیا ہے کیونکہ اس کی اور اس جیسے دوسرے امور کی معرفت اور پہچان دین کے مقاصد سے نہیں، اعتقاد پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

علاوہ ازیں ممکن ہے اس تاخیر کے اسباب اور توجیہات بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ حقیقت سے قریب یا ممکن ہے نہ ہو۔

۱۔ سب سے بہتر توجیہہ یہی پیش کی جاسکتی ہے کہ یہ خدا جل شانہ، کی مشیت کا تقاضا اور اس کی مصلحت ہے، اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کرسکتا، نہ کوئی اس کے حکم کو تبدیل کرسکتا ہے۔

۲۔ بنی عباس کی حکومت ختم ہونے سے آپ کے ظہور کے لیے حالات کچھ سازگار نہیں ہوئے اس لئے کہ ان کے بعد آنے والے حاکم اور بادشاہ اپنے اگلوں سے زیادہ برے نکلے۔

"کلما دخلت امہ لعنت اختھا"

جب نئے لوگ آتے ہیں تو اپنے سے پہلوں پر لعنت کرتے ہیں۔

خواہ حاکم کتنا ہی عادل اور نرم خو کیوں نہ ہو مگر جب کوئی اس کی حکومت کی بیخ کنی پر اتر آئے اور اس کو معزول کرنے کی کوشش کرے تو وہ خود نہایت سخت اور شقی القلب ہو جاتا ہے۔

۳۔ یہ بات اس وقت آسان ہوتی جب امام مہدی علیہ السلام کی حکمرانی بھی دوسروں کی طرح محض ایک خطہ پر ہوتی اور آپ صرف ایک علاقے کے حاکم ہوتے، مگر عدل وانصاف کی حکمرانی کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا تسلط اور غلبہ پوری دنیا پر ہو کہ پوری انسانیت عدل وانصاف سے بہرہ ور ہو، سارے باطل ادیان اور مکاتب فکر نابود ہو جائیں اور ہر طرف اسلام پھیل جائے۔

"ویظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے خواہ مشرک اسے ناپسند کریں۔

اس نوعیت کی حکومت وحکمرانی کے لیے ایک خاص پس منظر اور استعداد کی ضرورت ہے، چنانچہ اس عظیم خدائی انقلاب کے لیے مناسب موقع کا منتظر رہنا چاہیے۔

امام غائب سے کیا فائدہ ہے

اکثر اوقات بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ امام غائب کا فائدہ کیا ہوسکتا ہے۔
دراصل نبوت کی طرح امامت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق پر لطف اور احسان ہے جس کے ذریعے خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہدایت اور رشد کی طرف دعوت ہے اور اس ذریعے سے مخلوق پر اس کی حجت بھی قائم ہوتی ہے، چنانچہ اللہ کے لیے ہے حجت بالغہ یا اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔
نبیؑ اور امامؑ کی نسبت سببیہ ہے کہ وہ ادائے رسالت، تعلیمات کے فروغ، دین کی نشرواشاعت، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لیے لازماً قیام کریں۔
ان دونوں باتوں کے بعد لوگوں پر واجب ہے کہ ان کی بات کو سنیں، اطاعت کریں، ان کے ارشاد کا اتباع کریں، ان کی ہدایت کو قبول کریں، ان کی تعلیمات کو اپنائیں اور ان کے راستوں اور نظم ونسق پر اپنے عمل کو منطبق کریں۔
اگر لوگ نبیؑ یا امامؑ کو اس سے روک دیں جو کچھ ان پر ادا کرنا واجب ہے اور انہیں غیبت (وغیرہ) پر مجبور کر دیں، تو گویا انہوں نے اس چیز کی مخالفت کی ہے جو ان پر واجب تھی اور جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا، اس بات کو چھوڑ دیا ہے۔
ایسی صورت میں نبیؑ اور امامؑ کا کچھ نقصان نہیں ہے۔
"وما علی الرسول الا البلاغ المبین"
رسولؐ پر ہے صرف واضح ابلاغ
جن لوگوں نے انہیں روک دیا ہے اور اس رسالت کے ادا کرنے میں حائل ہوئے ہیں، ان ہی کو ملامت اور سرزنش ہوگی اور اس کی ذمہ داری ان ہی کے سر ہوگی۔
پھر بھی آپؑ کی غیبت امت کے مفاد اور بہتری کے لیے ہے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں پر یہ رخ واضح نہ ہو اور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو، ایسے بہت سے دینی امور ہیں جن کی غرض وغایت اور ان کے فوائد سے ہم بے خبر ہیں۔
بہرحال انسان بعض فوائد کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے اور ان کی نشاندہی کرسکتا ہے۔
جابر بن عبداللہ انصاری نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا امام مہدیؑ کی غیبت میں شیعہ آپؑ سے فائدہ اٹھاسکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا:
ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے، وہ ان کے نور سے روشنی حاصل

کریں گے، ان کی غیبت میں ان کی ولایت ومحبت سے نفع حاصل کریں گے جس طرح لوگ سورج سے (اس وقت بھی) نفع حاصل کرتے ہیں جب وہ بادل کے پیچھے ہو۔(۱۲۳)

اس ضمن میں کہا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کو ان کی غیبت سے جو فائدے حاصل ہوتے تھے، وہی فائدے آنجناب کی غیبت سے مسلمانوں کو حاصل ہیں۔

۲۔ معتزلہ اور خوارج کے علاوہ تمام اہل قبلہ (مسلمانوں کا حضرت خضر علیہ السلام کے وجود پر اور ان کی طول عمر پر، جس پر صدیاں اور زمانے گزر گئے، اعتقاد ہے، حالانکہ ہم ان کی اس طول عمری کی غرض وغایت اور ان کے وجود مبارک کے فوائد سے واقف نہیں ہیں، یہ تو یقینی بات ہے کہ خدائے حکیم جل شانہ، نے ان کی اس طول عمر میں کوئی فائدہ اور ان کے وجود شریف میں ضرور کوئی منفعت رکھی ہوگی۔

چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح خضر علیہ السلام کے وجود کے بھی فائدے ہیں اسی طرح امام غائب کے فائدے ہیں، ہم دونوں کی طول عمری کے فوائد سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ممکن ہے ان کے اس فائدے سے انکار کر دیں مگر یہ کوئی دلیل نہیں ہوگی، اس لیے کہ ہم بہت سی عبادات اور دوسرے امور کے فائدوں سے ناواقف ہیں، حج کے مراسم احرام، طواف، سعی، تقصیر، رمی جمار، فدیہ کا ذبح کرنا، سر منڈوانا یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کی غرض وغایت اور ان کے فوائد سے ہم واقف نہیں ہو سکتے ہیں۔

۳۔ اس میں مسلمانوں کا امتحان اور مومنین کی آزمائش ہے، ملت اسلامی کا یہ امتحان اور آزمائش کوئی تعجب خیز نہیں، قرآن کریم میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں اللہ تعالی سورہ عنکبوت میں فرماتا ہے:

"الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین" (۱۲۴)

الم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟ ہم نے تو ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر گئے، غرض خدا ان لوگوں کو جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں یقینا علیحدہ دیکھے گا اور جھوٹوں کو بھی (علیحدہ) ضرور دیکھے گا۔

اور خداوند عالم کا یہ قول:

"وما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب" (۱۲۵)

(اے منافقو) خدا ایسا نہیں ہے کہ برے بھلے کی تمیز کئے بغیر، جس پر تم ہو اسی حالت پر مومنین کو بھی چھوڑ دے۔

نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ امتحان اور آزمائش سے کوئی چارہ نہیں، امت اپنے نبیؐ کے بعد اس میں مبتلا ہوتی ہے تاکہ سچے اور جھوٹے کا تعین ہو جائے، کیونکہ وحی منقطع ہو گئی ہے اور تلوار اور افتراق کلمہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔(۱۲۶)

آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علی! عنقریب ان کی آزمائش ان کے مال کے ذریعے ہوگی، یہ اپنے ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتلائیں گے، اس کی رحمت کی تمنا کریں گے اور اس کی سطوت اور دبدبہ سے مامون ہوں گے، جھوٹے شبہات اور بھولی ہوئی خواہشات کی وجہ سے اس کے حرام کو حلال سمجھیں گے، شراب کو نبیذ کہہ کر، حرام کو ہدیہ کہہ کر اور سود کو تجارت کہہ کر حلال سمجھیں گے۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں انہیں کس درجے پر سمجھوں، مرتد ہونے کے درجے پر یا فتنہ کے درجے میں، آپؐ نے فرمایا: فتنہ اور آزمائش کی منزل پر۔(۱۲۷)

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل قسم قسم کی جدوجہد کے ذریعے اپنے بندوں کو آزماتا اور امتحان لیتا ہے، انہیں کئی قسم کی ناپسندیدہ چیزوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ ان کے دلوں سے تکبر کو نکالے، ان میں عاجزی اور انکساری پیدا ہو اور اس طرح اس کو اپنے فضل و کرم اور ان کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ جیسا کہ فرمایا:

"الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون"(۱۲۹)

الم۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یہ کہنے پر ان کو چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟

خداوند عالم نے مسلمانوں کا کبھی ہجرت کے ذریعے امتحان لیا، کبھی جنگوں اور جہاد کے ذریعے، کبھی فتح و نصرت دے کر اور کبھی شکست میں مبتلا کر کے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری جنگوں میں مسلمانوں کو فتح نصرت سے ہمکنار کرتا، مگر یہ سب ہی امتحان اور آزمائش کے ذرائع تھے۔

صدر اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے تابعین اور تبع تابعین کا امتحان اس طرح لیا کہ وہ ایسے زمانے میں زندگی گزاریں جب بلا جواز ان کے امام مظلومیت میں گرفتار ہوں اور قید و بند، دربدری، جلاوطنی، اور آخرکار شہادت کی منزلوں سے گزر رہے ہوں یہ ان کا کیسا امتحان تھا کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو تو قید و بند میں مبتلا دیکھیں اور ان لوگوں پر عورتیں اور خادم حکومت کر رہے ہوں۔

آج ہمیں خدائے عزوجل نے ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت اور ہمارے رہبر و قائد کے عیاں نہ

ہونے کے ذریعے آزمایا ہے اور امتحان لیا ہے تاکہ اس امتحان کے ذریعے یہ دونوں باتیں واضح ہو جائیں، مبداء (اور خدا) کے اعتقاد پر ہم قائم ہیں اور اسلام سے ہمارا تمسک ہے۔

۴۔ زندگی کی بہت سی سختیاں، شدائد، مصائب اور تکالیف ہمارے نفوس کی تکمیل کا ذریعہ بنتی ہیں اور ہماری اچھی صفات ان سے صیقل اور اجاگر ہوتی ہیں، یہ مشکلیں اور تکلیفیں اس بات کا باعث بنتی ہیں کہ ہم اس دنیا سے اپنا رشتہ کم سے کم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کا رخ موڑ دیں۔

ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت بھی ان ہی مصیبتوں میں سے ایک ہے جو ان سے زیادہ بڑی نہ ہو تو کم بھی نہیں، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب توجہ کے لیے حق کی نصرت، معاشرے کی اصلاح، فرج میں تعجیل کی تمنا اور خدا کی طرف رخ موڑنے کے لیے ہے، اس امتحان میں کتنے ہی نفوس کی تکمیل، صفات کی درستی اور طبائع کی اصلاح مضمر ہے۔

طول عمر اور معمر اشخاص

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو سب سے بڑا اعتراض اور شک وشبہ ظاہر کیا جاتا ہے وہ آپؑ کی طویل عمر پر ہے، یعنی جب عام آدمی ایک سو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تو آپؑ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے سے کیوں کر زندہ ہیں۔

آپؑ کے وجود مبارک سے انکار کرنے والوں کا سب سے بڑا اعتراض یہی ہے، حالانکہ ہمارے پاس قرآن کریم، سیرت اور سوانح حیات کی کتابیں اور علم طب کے نظریات موجود ہیں جو اس اعتراض کا واضح جواب مہیا کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے ہمیں واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال دعوت اسلام دیتے رہے، آپؑ کی عمر شریف دو ہزار سال سے بھی زیادہ تھی۔

ابلیس لعنۃ اللہ، حضرت آدمؑ سے بھی پہلے تھا، آج بھی موجود ہے اور حشر و قیامت کے دن تک موجود رہے گا، سیر اور روایات کی کتابیں ان لوگوں کے ناموں اور تذکروں سے بھری ہوئی ہیں جنہوں نے سینکڑوں اور ہزاروں سال زندگیاں پائی تھیں، ابو حاتم سجستانی نے ایسے حضرات کے بارے میں ایک جدا کتاب لکھی ہے۔

بعض طویل العمر اصحاب کے لیے نہ صرف تواتر بلکہ اجماع بھی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کشتی میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھے، شاذ و نادر افراد کو چھوڑ کر علماء اسلام کا اجماع ہے کہ آپؑ اب تک زندہ و سلامت موجود ہیں، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی شیخ الاسلام نے (جو ابن حجر کے نام سے مشہور ہیں) حضرت خضر علیہ السلام کے حالات زندگی اپنی کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں

لکھے ہیں اور انہیں رسول اکرمؐ کے صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ وہ آپؐ کی بعثت کے بعد بھی زندہ تھے، حضرت خضرؑ کے علاوہ اور بھی اشخاص ہیں جن کے طول عمر پر اہل تاریخ وسیر کا اجماع ہے۔

جدید طب اور علم الابدان کی تحقیق ہے کہ جسم کے سب ہی اجزاء یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ کئی ہزار سال تک زندہ رہیں، جسم مختلف اجزاء اور اعضاء کا مرکب ہے اور ان میں سے کسی میں نقص پیدا ہوتا ہے تو وہ جسم کے باقی اعضاء پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، نتیجہ یہ کہ سارے نظام اور اعضاء سے زندگی اور حیات ختم ہو جاتی ہے۔

مجلہ ''المقتطف'' میں ہے کہ باوثوق محققین اور دانشوروں کا کہنا ہے کہ کسی جاندار کے جسم کے سارے اعضائے رئیسہ لامتناہی مدت تک بقاء کے حامل ہوتے ہیں، چنانچہ اس کا امکان ہے کہ انسان ہزار ہا سال تک زندہ رہ سکے، بشرطیکہ اسے ایسے عوارض لاحق نہ ہوں جو اس کی زندگی کے دھاگے کو بیچ سے توڑ دیں۔

یہ محض وہم وخیال نہیں بلکہ اس پر عملی تجربات بھی کئے گئے ہیں۔

ان تجربہ گاہوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان محض اسی یا سو سال کی عمر تک پہنچ جانے کی وجہ سے نہیں مر جاتا بلکہ کچھ عارضے اور بیماریاں یکے بعد دیگرے بعض اعضاء کو لاحق ہوتی ہیں جو ان کو بیکار کر دیتی ہیں، چونکہ ان کا دوسرے اعضاء سے ربط ہوتا ہے اس لئے ان کے بیکار اور ناکارہ ہو جانے سے وہ بھی مر جاتے ہیں اگر سائنس ایسی دریافت کر پائے اور دوائیں ایجاد ہو جائیں جو ان بیماریوں کو اچھا کر دیں، یا ان کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روک دیں تو پھر زندگی کے کئی سو سال تک باقی رہنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔(۱۲۹)

مجلہ ''المقتطف'' میں ہے کہ جدید سائینسدانوں مثلاً ڈاکٹر الکسیس کارل، ڈاکٹر جاک لوب اور ڈاکٹر ورن لویس اور اس کی بیوی نے بعض دوسرے سائنسدانوں کے ساتھ نیویارک کی راکفلر لیبارٹری میں نباتات، حیوانات اور انسان پر مختلف تجربات کئے ہیں، انسان کے اعصاب وعضلات، دل گردوں، اور جلد وغیرہ پر تجربے کئے گئے ہیں، گردوں وغیرہ کو الگ کر کے دیکھا گیا ہے کہ ان میں حیات نامیہ اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک لازم اور ضروری غذا وافر مقدار میں موجود رہے، اس کے خلیے اس غذا کے مطابق، جو انہیں مہیا کی جاتی ہے، نشوونما پاتے اور بڑھتے رہتے ہیں جب تک کہ خارج سے انہیں کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

یہاں ڈاکٹر الکسیس کارل کے ان تجربات کے نتائج پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے ۱۹۱۲ء میں انجام دیئے تھے۔

۱۔ خلیوں (CELLES) والے اجزا اس وقت تک زندہ رہتے ہیں جب تک غذا کی قلت یا کسی جرثومہ کے اندر داخل ہونے کی وجہ سے انہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو۔

۲۔ یہ اعضاء صرف زندہ نہیں رہتے بلکہ ان کے خلیوں میں نشوونما بھی ہوتی رہتی ہے وہ اسی طرح بڑھتے رہتے ہیں جس طرح وہ جاندار کے جسم کے اندر رہ کر بڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں۔

۳۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اس نشوونما اور بڑھنے کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے اور غذا کی کمی و بیشی کے مطابق ان کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکے۔

۴۔ زمانہ اور مدت ان کی اس نشوونما پر اثر نہیں ڈالتی، یعنی زیادہ عرصہ گزرنے سے یہ خلیے بوڑھے اور کمزور نہیں ہوتے، ان پر بڑھاپے کا ضعف طاری نہیں ہوتا، یہ اس سال بھی ویسے ہی نشوونما پاتے ہیں اور بڑھتے ہیں جس طرح پچھلے سال اور اس سے پہلے کے سالوں میں نشوونما پاتے رہے ہیں۔

بظاہر ان کے حالات یہی بتاتے ہیں کہ جب تک ان کے نگران اور محققین ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے اور انہیں غذا پہنچاتے رہیں گے یہ خلیے اور ان پر مشتمل اعضاء اسی طرح زندہ اور نامی رہیں گے۔

جان ہاپکنس یونیورسٹی کا پروفیسر ریمنڈ وبرل، الکسیس کارل کے افکار کی تائید میں کہتا ہے کہ جسم انسانی کے سارے (خلیوں والے) اجزائے رئیسہ کے بارے میں سائنسی تحقیقات اور تجربوں سے ثابت ہو چکا ہے وہ ان کی بقاء ممکن ہے اور ان کے طویل عرصے تک زندہ رہنے کی بنا پر ان کی بقاء کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

نیشنل جیوگرافک سوسائٹی نے پروفیسر مذکور کی تقریر شائع کی ہے جس میں اس نے اصرار کیا ہے کہ انسان ۱۴۰۰ سال تک زندہ رہنے کی قدرت رکھتا ہے بشرطیکہ تجربہ گاہ میں بعض جانوروں کی طرح منفی درجہ حرارت سے اس کو سن کر دیا جائے کہ وہ اس سردی کے دور میں مسلسل سوتا رہے، اسی تقریر میں کہا گیا ہے کہ سردی کے موسم میں جانور کو سن کر دیا جائے تو اس کی زندگی اتنی طویل ہو جاتی ہے کہ وہ بیس گنا زیادہ زندگی گزار سکتا ہے، یہ نسبت عام جانور کے جو ہر موسم میں عام زندگی گزارتا ہے۔(۱۳۰)

رسالہ ''الہلال'' میں ذکر ہے کہ کئی دوسرے سائنسدان اور محققین اس میں کامیاب ہوئے ہیں کہ وہ پھلوں کی مکھی کی عمر ۹۰۰ گنا زیادہ طویل کر دیں، اس کا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ اس مکھی کو زہریلے مادوں اور اس کے دشمنوں سے بچایا جائے اور جس حدت اور حرارت میں وہ عموماً زندگی گزارتی ہے اس حرارت کو کم رکھا جائے، الکسیس کارل نے مرغی کے انڈے پر تجربہ کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر انڈے کے اندر بچے کے دل میں خلیوں کو بعض عوامل سے محفوظ کر لیا جائے تو اس کو سترہ سال کی مدت تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔

اگر ہم انسانی زندگی پر مسلط عوامل و اسباب پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ بیمار چمڑے کے غدہ سے ہم مشہور مادہ ''کراتن'' لے لیں تو امکان ہے کہ اسے اس کی طبعی (نارمل) حالت کی طرف واپس پلٹا دیں اور صحیح غدہ کے خلاصے کے ذریعے اسے بیماری اور نابودی سے بچا لیں۔

بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ خراب انیمیاء کے برے اثر سے موت کے منہ میں پہنچے ہوئے شخص کو جگر کے صحیح اور خالص حقنہ سے بچا لیا گیا، یہ موت اگر واقع ہوتی تو اس کی وجہ بڑھاپے میں ہونے والی موت سے مختلف نہ ہوتی۔

جب کوئی شخص نشے کی حالت میں ہوتو اسے پانکریاس کے ست کے حقنہ کے ذریعے نارمل حالت میں لایا جاسکتا ہے۔

سائنسدانوں نے اصلی جرثوموں کا پتہ چلالیا ہے اور وہ ان کی دسترس میں آ گئے ہیں جب کہ پہلے یہ ناممکن سمجھا جاتا تھا، سائنسدان نے مینڈک اور پرندوں میں جنس کی تبدیلی کے تجربے کئے ہیں، انسان پر ابھی تک اس کا تجربہ نہیں ہوسکا، چونکہ حیوانات میں یہ بات ممکن ہو چکی ہے اس لئے انسان میں بھی امکانات ہیں اور مستقبل میں حقیقت اشیاء کا مزید انکشاف ہو جائے تو یہ بھی ممکن ہو جائے گا۔(۱۳۱)

مگر جو امام مہدی علیہ السلام کی طول عمر کے امکان کا انکار کرتا ہے اس سلسلے کا سب سے عمدہ اور اچھا جواب وہ ہے جو سید بن طاؤس رضی اللہ عنہ نے بغداد کے ایک عالم الفیف کو دیا تھا، لفیف نے آنجناب کی طول عمری پر اعتراض کیا تو سید رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ اگر کوئی شخص بغداد آ کر دعویٰ کرے کہ وہ پانی پر چل سکتا ہے اور فلاں دن وہ پانی پر چل کر دکھائے گا تو اس شہر میں سے شاید ہی کوئی ہو جو اس (غیر معمولی اور محیر العقول) کام کو معینہ روز دیکھنے نہ آئے، وہ شخص دوسرے دن بھی یہی کام لوگوں کو دکھائے تو پہلے دن کی نسبت لوگوں کی حاضری کم رہے گی، تیسرے دن بھی اس کو دہرائے تو شاذ و نادر ہی لوگ دیکھنے آئیں، اگر متواتر کئی روز وہ پانی پر چلتا رہے تو لوگوں کے لیے یہ بات تعجب اور اچنبھے کی نہیں رہے گی۔

یہی بات حضرت مہدی علیہ السلام کی اتنی طول عمر کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے لوگ اسے تعجب کی نگاہ سے نہ دیکھیں اگر وہ گزشتہ زمانے میں لوگوں کی طویل عمروں پر نظر کریں اور پتہ چلے کہ بہت سے اصحاب کی بڑی بڑی دراز عمریں ہو چکی ہیں۔(۱۳۲)

کچھ نام ایسے ہیں جن کی طویل عمر کے تذکرے عام ہیں اور جو عام عمر سے زیادہ زندہ رہے۔(۱۳۳) ان ہی میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے نام کا بھی اضافہ کر لیا جائے، خداوند تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں مختلف شان ہے۔

۱۔ ابراہیم علیہ السلام ۔۔۔۔۔۔ آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ۱۷۵ سال زندہ رہے۔(۱۳۴)

۲۔ ابلیس علیہ اللعنۃ ۔۔۔۔۔۔ قرآن کریم کی نص کے مطابق اس کو یوم وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے۔

۳۔ ادریس علیہ السلام ۔۔۔۔۔۔ ۹۶۵ سال زندہ رہے۔(۱۳۵)

۴۔ آدم علیہ السلام ۔۔۔۔۔۔ آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام ۹۳۰ سال

زندہ رہے۔(۱۳۶)

۵۔ افریدون العادل۔۔۔۔۔۔ایک ہزار سال زندہ رہا۔(۱۳۷)

۶۔ انوش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۹۶۵ سال زندہ رہے۔(۱۳۸)

۷۔ اصحاب کہف۔۔۔۔۔۔۔سید امین نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے سونے کی حالت میں زندہ باقی رہنے پر نص قرآن موجود ہے جب کہ ان کا کتا بھی غار کے سامنے اپنے اگلے پاؤں پھیلائے رہا، وہ اپنی پہلی نیند میں تین سو نو سال سوئے رہے جیسا کہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں بتایا ہے۔

اب اصحاب کہف کا واقعہ زیادہ عجیب وغریب اور انسانی سوچ سے دور ہے یا اس شخص کی بقاء اور طول عمری کا جو کھاتا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے اور سوتا جاگتا ہے اور اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتا ہے، اصحاب کہف تو صدیوں سوتے رہے، نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور نہ اپنے آپ کو پاک صاف کر سکتے تھے۔

قرآن کریم میں حضرت عزیزؑ کے سو سال تک مردہ حالت میں رہ کر پھر زندہ ہونے کی نص ہے، اس دوران ان کا کھانا خراب نہیں ہوا تھا، ان کا گدھا (سواری) بھی ان کے ساتھ تھا، یہ واقعہ زیادہ عجیب وغریب ہے یا امام مہدی علیہ السلام کا اتنے عرصے زندہ رہ جانا۔

قرآن کریم ہی میں اہل جنت اور اہل جہنم کے باقی رہنے کی نص آئی ہے ایسی روایات بھی ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں کہ اہل جنت نہ بوڑھے ہوں گے اور نہ کمزور ونحیف اور نہ ہی ان کے نفسوں اور حواس میں کوئی نقص پیدا ہوگا۔(۱۳۹)

۸۔ عوج بن عناق۔۔۔۔۔۳۶۰۰ سال زندہ رہا۔

۹۔ جمشید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۷۱۶ سال زندہ رہا۔(۱۴۰)

۱۰۔ بخت نصر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۵۰۷ سال زندہ رہا۔(۱۴۱)

۱۱۔ برد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۹۶۲ سال زندہ رہا۔(۱۴۲)

۱۲۔ حضرت عیسیٰؑ۔ احادیث متواتر صحاح میں آئی ہیں کہ آنجنابؑ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ خروج کریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو وہی قتل کریں گے۔

۱۳۔ حضرت نوح علیہ السلام۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ ۲۵۰۰ سال زندہ رہے، ۸۵۰ سال مبعوث ہونے سے پہلے کا ۹۵۰ سال اپنی قوم میں دعوت گزرا اور ۷۰۰ سال کشتی سے اترنے اور پانی خشک ہونے کے بعد زندہ رہے۔

۱۴۔ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا زمانہ ۷۰ ۶ سال تھا، آپ کی قوم کے لوگوں کی عمریں ۴۰۰ سال کی ہوا کرتی تھیں، کتاب ''مستطرف'' میں ہے کہ آپ ۹۶۲ سال زندہ رہے۔(۱۴۳)

۱۵۔ ہوشنگ بن کیومرث۔ ۵۰۰ سال زندہ رہا۔(۱۴۴)

۱۶۔ بارد۔ ۹۶۲ سال زندہ رہا۔(۱۴۵)

آپؑ کے ظہور کی علامات

اس فصل میں امام مہدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے ظہور کی رسول اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام سے آئی ہوئی بعض علامات پیش کی جائیں گی۔

ان میں سے بعض حتمی ہیں جن کا واقع ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بنی عباس کا اختلاف حتمی اور یقینی ہے اور سفیانی کا خروج ماہ رجب میں یقینی ہے۔۔۔۔وغیرہ۔

بعض غیر یقینی ہیں، یعنی ممکن ہے کہ وہ محو ہو جائیں یا ظاہر ہو جائیں۔

"یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب" (رعد۳۹)

خدا جسے چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

بعض علامات آپؑ کے ظہور سے بہت پہلے کی ہیں، مثلاً عام وضع و کیفیت، معاشرتی و اجتماعی انحطاط و اخلاقی زوال کی علامات، جن کا احادیث میں ذکر ہے یہ اس فصل میں پیش کی جائیں گی، بعض علامات آپؑ کے ظہور کے قریب کی ہیں مثلاً بیدائی (بیابان) کا دھنس جانا، آسمانی ندا کا آنا اور نفس زکیہ کا قتل ہونا وغیرہ۔

اول ہم ان احادیث کا ذکر کریں گے جو رسول اعظمؐ سے آئی ہیں، پھر آئمہ طاہرینؑ سے اور بعض صحابہ کبار اور تابعین سے، جو ہم تک پہنچی ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم میں سے اس امت کے مہدیؑ ہیں۔

جب دنیا میں فتنہ وفساد برپا ہوگا، فتنے ظاہر ہوں گے، راستے کٹ جائیں گے، بعض دوسروں پر غارتگری کریں گے، نہ بڑا چھوٹے پر رحم کرے گا اور نہ چھوٹا بڑے کی عزت وتوقیر کریگا، اس وقت اللہ تعالیٰ ہمارے مہدیؑ کو، جو حسینؑ کے صلب سے نویں ہیں، مبعوث کرے گا، وہ گمراہی کے قلعوں کو فتح کرے گا اور بند دلوں کو کھولے گا، وہ دین کے لیے آخری زمانے میں قیام کرے گا جس طرح میں نے پہلے زمانے میں قیام کیا ہے، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔(۱۴۶)

۲۔ آپؐ نے فرمایا:

میرے بعد ایسے فتنے ہوں گے جن سے کوئی چھٹکارا نہیں ملے گا ان میں بھاگ دوڑ اور جنگ وجدال ہوگا ان کے بعد ان سے زیادہ شدید فتنے ہوں گے، جب ان میں کمی ہوگی تو وہ پھر بڑھنے لگیں گے، یہاں تک کہ عربوں کا کوئی گھر نہیں بچے گا جس میں وہ داخل نہ ہوں اور نہ کوئی مسلمان ہوگا جس تک وہ نہ پہنچیں گے، یہاں تک کہ میری عترت میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔(۱۴۷)

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنی ایک طویل حدیث میں حضرت علیؑ سے فرمایا: پھر ایک ایسی ندا آئے گی جو دور سے اسی طرح انسان سنے گا جیسے وہ نزدیک کی آواز سنتا ہے، یہ مومنین کے لیے رحمت ہوگی اور منافقین کے لیے عذاب۔

انہوں نے عرض کیا: وہ ندا کیا ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: تین آوازیں ماہ رجب میں آئیں گی، پہلی یہ ہوگی۔

الا لعنته الله علی الظالمین

یاد رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

دوسری آواز ہوگی:

ازفت الآذفه

قریب ہونے والی قریب آ گئی ہے۔

تیسری آواز ہوگی:

الا ان الله قد بعث فلاں.......

اس میں سورج کے قرن کے ساتھ بدن کو دیکھیں گے۔

یاد رکھو کہ اللہ نے فلاں شخص کو، جن کا نسب علیؑ تک پہنچے گا، مبعوث کیا ہے، اس میں ظالموں کی ہلاکت ہوگی، اس وقت فرج وکشائش نصیب ہوگی اس میں ان کے سینوں کو شفا ملے گی اور ان کے دلوں کا غیض و غضب ختم ہوگا۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے بعد کتنے امام ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا! حسینؑ کے بعد نو اور ان کا نواں قائم ہے۔(۱۴۸)

۴۔ حدیث معراج میں آپؐ سے منقول ہے:

میں اس کی (یعنی علیؑ کی) صلب سے گیارہ مہدیؑ نکالوں گا جو سب تیری ذریت سے ہوں گے، باکرہ بتولؑ سے ان میں سے آخری فرد کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے، وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس

طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، اس کے ذریعے میں ہلاکت سے نجات دوں گا، گمراہی سے ہدایت دوں گا، اندھے کو درست کروں گا، مریض کو شفا دوں گا، میں نے عرض کیا: اے میرے معبود! اے میرے آقا یہ کب ہوگا؟

اللہ عزوجل نے وحی کی کہ اس وقت ہوگا جب علم اٹھ جائے گا اور جہالت کا دور دورہ ہوگا، قرآن پڑھنے والے تو بہت ہوں گے، مگر عمل کرنے والے کم ہوں گے، قتل زیادہ ہوں گے، ہدایت کرنے والے فقہا کی کمی ہوگی، گمراہ کنندہ اور خیانت کرنے والے فقہا زیادہ ہوں گے۔ شعرا کی کثرت ہوگی تیری امت قبروں کو مسجدیں بنا ڈالے گی قرآن کو آراستہ کیا جائے گا، مساجد کو سونے اور چاندی سے مزین کیا جائے گا، ظلم و جور اور فساد زیادہ ہوگا فریب کا چلن ہوگا، اسی کا حکم تیری امت کو دیا جائے گا اور نیکیوں سے روکا جائے گا۔

مرد صرف مردوں پر عورتیں صرف عورتوں پر اکتفا کریں گے، امرا اور حاکم کافر ہوں گے اور ان کے ساتھی اور عملہ فاجر، ان کا ساتھ دینے والے ظالم، ان کے مشیر فاسق۔

اس وقت تین جگہوں پر زمین اندر کو دھنس جائے گی ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں، تمہاری ذریت کے ایک فرد کے ہاتھوں بصرہ برباد ہوگا اس کے ساتھ زنوج (یعنی جری لوگ) ہوں گے، حسینؑ بن علیؑ کی اولاد میں سے ایک شخص خروج کرے گا، سجستان کی جگہ سے دجال کا ظہور ہو گا اور سفیانی ظہور کریگا۔

میں نے عرض کیا: میرے معبود! کون کون سے فتنے کھڑے ہوں گے؟

میری طرف وحی کی اور مجھے بنی امیہ اور میرے چچا کی اولاد کے فتنے کی خبر دی پھر جو کچھ بھی قیامت تک ہونے والا ہے اس کی خبر دی۔

جب میں زمین پر اترا تو میں نے اپنے چچا زاد بھائی کو اس کی وصیت کی، میں نے رسالت کو ادا کیا اور اس بات پر اللہ کی حمد ہے جیسا کہ انبیاء نے اس کی حمد کی، جس طرح مجھ سے پہلے ہر شے نے اس کی حمد کی اور ہر وہ شئے جس کا وہ قیامت تک خالق ہے۔ (۱۴۹)

۵۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: قائمؑ کے سامنے سرخ موت ہے اور سفید موت ہے، ٹڈی دل ہے، سرخ رنگ کا جو خون کے رنگ کی طرح ہے سرخ موت تلوار ہے اور سفید موت طاعون اور وبا ہے۔ (۱۵۰)

۶۔ نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے خطبہ دیا، خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ مجھ سے پوچھو اے لوگو اس سے پیشتر کہ مجھے اپنے درمیان نہ پاؤ اور یہ تین مرتبہ دہرایا۔

صعصعہ بن صوحان کھڑا ہوا اور پوچھا کہ یا امیر المومنینؑ! دجال کب خروج کرے گا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹھ جاؤ خدا نے تیری بات سن لی ہے اور وہ تیرا مقصد جانتا ہے خدا کی قسم جس سے دریافت کیا گیا وہ پوچھنے والے سے اس میں اعلم نہیں ہے مگر اس کی علامات اور نشانیاں ہیں جو ایک دوسری کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں جس

طرح ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے برابر ہوتا ہے (اور پہچانا جاتا ہے) اگر تو چاہے تو میں انہیں بیان کروں، صعصعہ نے کہا ہاں! یا امیر المومنینؑ۔

آپؑ نے فرمایا: یاد رکھو اس کی علامات یہ ہیں:

جب لوگ نماز کو زندہ نہ رہنے دیں گے، امانت کو ضائع کریں گے، جھوٹ کو حلال سمجھیں گے سود کھائیں گے، رشوت لیں گے، پختہ عمارتیں بنائیں گے، دین کو دنیا کے بدلے بیچیں گے، بیوقوفوں کو اپنا حاکم بنائیں گے، عورتوں سے مشورے لیں گے، قطع رحمی کریں گے، خواہشات کی پیروی کریں گے، خون بہانا آسان سمجھیں گے۔

جب حلم و بردباری کو کمزوری سمجھا جائے گا اور ظلم و ستم پر فخر کیا جائے گا، حاکم فاجر اور بدکار ہوں گے، وزراء ظالم ہوں گے، عرفاء خیانت کار ہوں گے، قراء فاسق ہوں گے اور جھوٹی شہادتیں دی جائیں گی، علی الاعلان فسق و فجور، بہتان، گناہ اور سرکشی و طغیان ہوگا، قرآن آراستہ کئے جائیں گے اور سجائے جائیں گے، مساجد کو سونے چاندی اور نقش و نگار سے مزین کیا جائے گا اور ان کے اونچے اونچے مینار ہوں گے۔

برے لوگوں کی عزت ہوگی اور ان کو احترام کی نظر سے دیکھا جائے گا، نماز کی صفوں میں لوگ تو بہت ہوں گے لیکن ان کی خواہشات الگ الگ اور مختلف ہوں گی، معاہدے توڑے جائیں گے جس کا وعدہ ہے وہ قریب ہوگی۔

دنیا کے لالچ میں عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی، فاسقوں کی آواز تیز ہوگی اور وہ سنی جائے گی، قوم کا رہبر وہ ہوگا جو اس قوم میں زیادہ پست اور ذلیل ہوگا، بروں سے ان کے شر کے خوف سے ڈرا جائے گا، جھوٹے کی تصدیق ہوگی خیانت کار کو امین بنایا جائے گا زیب و زینت اور گانے بجانے کے آلات خریدے جائیں گے۔

اس امت کے بعد کے لوگ پہلے لوگوں کو لعنت کریں گے عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی، عورت اور مرد ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرلیں گے۔

گواہ بنائے گئے بغیر گواہی دی جائے گی، گواہی بغیر حق کو پہچانے ہوئے دی جائے گی، دین سیکھا جائے گا مگر دین کی خاطر نہیں دنیا کے عمل کو آخرت پر ترجیح دی جائے گی، بھیڑ کی کھال بھیڑیئے پہن لیں گے جب کہ ان کے دل مردار سے زیادہ متعفن ہو چکے ہوں گے اور صبر کرنا ایلوا پھل سے زیادہ تلخ ہوگا۔

اس وقت سے ڈرنا، ڈرنا اور جلدی کرنا جلدی۔

اس زمانے میں رہنے کی بہترین جگہ بیت المقدس ہوگی، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر شخص تمنا کرے گا کہ کاش وہ وہاں کا رہنے والا ہوتا۔(۱۵۱)

۷۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث میں فرمایا:

پھر تدبیریں ہوں گی ایک دوسرے سے پشت پھیر لی جائے گی، عرب اور عجم کے حاکموں کے درمیان اختلاف ہوگا اوران کا یہ اختلاف برقرار رہے گا، یہاں تک کہ معاملہ اور بادشاہی ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک فرد کے قبضے میں چلی جائے گی۔

آپؑ نے فرمایا: پھر حاکموں کا حاکم، کافروں کا قاتل اور وہ شاہنشاہ جس کے آنے کی امید میں لوگ ہیں گے اور جس کی غیبت میں عقلیں حیران تھیں، اے حسینؑ تمہاری اولاد میں سے نواں ہے وہ دو رکنوں کے درمیان ظاہر ہوگا اور ثقلین (جن وانس) پر غالب آئے گا وہ پست اور کمینے لوگوں کو کرہ ارض پر نہیں رہنے دے گا، طوبیٰ اور خوشخبری ہے ان مومنین کے لیے جو ان کے زمانے کا ادراک کریں گے اور اس زمانے سے متعلق ہوں گے، ان کے زمانے میں حاضر وشاہد ہوں گے اور اس کی قوموں سے ملاقات کریں گے۔(۱۵۲)

۸۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تین علامتوں سے فرج وکشائش کا انتظار کرو، انہوں نے عرض کیا: وہ تین چیزیں کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اہل شام کا آپس میں اختلاف
خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا لہرایا جانا اور
گھبرا دینے والی باد رمضان کے مہینے میں۔

آپؑ سے عرض کیا گیا ماہ رمضان میں گھبرا دینے والی چیز کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: آسمان سے ایک ایسی منادی ہوگی جو سوئے ہوئے کو بیدار کردے گا اور جو جاگتا ہوگا وہ اس سے پریشان ہوجائے گا۔

سب ہی انسان اس کو سنیں گے، دنیا کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ اس نے وہ نہیں سنا۔(۱۵۳)

۹۔ ابورومان نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب منادی ندا کرے گا کہ حق آل محمدؐ میں ہے تو اس وقت مہدیؑ کا ذکر لوگوں کی زبان پر ہوگا وہ کسی اور کا ذکر نہیں کریں گے۔(۱۵۴)

۱۰۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارے حجاز میں آگ لگے اور تمہارے نجف میں پانی جاری ہو تو اس کے ظہور کی توقع رکھنا۔(۱۵۵)

۱۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

یادرکھو کہ اس کے خروج کی دس علامات ہیں:

(۱)۔ کوفے کے گلی کوچوں میں جھنڈوں کا لہرانا۔

(۲)۔ مسجدوں کا معطل ہوجانا۔

(۳)۔ حاجیوں کا حج سے کٹ جانا۔

(۴)۔ خراسان میں زمین کا دھنسنا۔

(۵)۔ پتھروں کا گرنا۔

(۶)۔ دمدار ستارے کا ظاہر ہونا۔

(۷)۔ ستاروں کا اقتران اور ملنا۔

(۸)۔ ہرج ومرج۔

(۹)۔ قتل۔

(۱۰)۔ لوٹ مار اور غارتگری۔

ان علامات میں سے ایک سے دوسری تک عجیب وغریب واقعات ہیں، یہ علامات جب مکمل ہوجائیں گی تو ہمارا قائمؑ قیام کرے گا۔(۱۵۶)

۱۲۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم مشرق کی جانب آسمان سے بہت بڑی آگ کی علامات دیکھو جو کئی راتوں تک ظاہر ہو، اسی کے ساتھ آل محمدؐ کی کشائش یا لوگوں کی کشائش وفرج ہے اور وہ مہدیؑ کا اقدام ہے۔(۱۵۷)

۱۳۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم تین دن (یا سات دن) مشرق کی طرف سے آگ دیکھو تو فرج آل محمدؐ کی توقع رکھو، انشاء اللہ۔ پھر آنجنابؑ نے فرمایا منادی آسمان سے مہدیؑ کے نام کی ندا کرے گا جو مشرق ومغرب میں سنی جائے گا، جو سویا ہوا ہوگا وہ اٹھ بیٹھے گا جو کھڑا ہوگا وہ بیٹھ جائے گا، بیٹھا ہوا شخص گھبراہٹ میں اٹھ کھڑا ہوگا، اس پر خدا کی رحمت ہو جو اُس آواز کو سن کر لبیک کہے کیونکہ پہلی آواز جبرئیل روح الامین کی ہوگی۔(۱۵۸)

۱۴۔ حضرت علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا: جب تمہارے شہر نجف کو سیلاب اور بارش پر کردے اور حجاز میں آگ اور پتھر اور ڈھیلے ظاہر ہوں، تاتاری بغداد کے مالک ہوجائیں تو پھر قائم منتظر کے ظہور کی توقع رکھو۔(۱۵۹)

۱۵۔ بشیر بن جذلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے عرض کیا کہ مجھ سے (امام) مہدیؑ کے خروج کے اوصاف اور اس کی علامات بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:

آپؑ کے خروج سے پہلے الجزیرہ کے علاقے میں ایک شخص ہوگا جس کو عوف سلمی کہا جائے گا، اس کی پناہ گاہ بکریت ہوگی، اسے دمشق کی مسجد میں قتل کیا جائے گا۔

سمرقند سے شعیب بن صالح کا خروج ہوگا۔

سفیانی ملعون وادی یابس سے خروج کرے گا جو عتبہ بن ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا۔

جب سفیانی کا خروج ہوگا تو مہدیؑ اپنے آپؑ کو مخفی رکھیں گے اور اس کے بعد خروج کریں گے۔(۱۶۰)

۱۶۔ جابر سے روایت ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ امر کب ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: جابر اس وقت ہوگا جب حیرہ اور کوفہ کے درمیان لوگ کثرت سے قتل ہوں گے۔(۱۶۱)

۱۷۔ ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: خراسان سے کوفے کی طرف سیاہ علم اور جھنڈے اتریں گے، جب مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو آپؑ کی طرف بیعت لینے کا پیغام بھیجا جائے گا۔(۱۶۲)

۱۸۔ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی باقر علیہما السلام نے فرمایا: اے جابر اپنی جگہ جمے رہنا جب تک ان علامات کو نہ دیکھ لینا جن کا میں تم سے ذکر کر رہا ہوں، تو ان کا ادراک کرنا۔

پہلی علامت بنی عباس کا اختلاف ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس چیز کا ادراک کر سکو مگر اس کو میری طرف سے بیان کرنا۔

ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا۔

دمشق کی جانب سے تمہیں فتح کی آواز آئے گی۔

شام میں جابیہ نامی بستی (زمین میں) دھنس جائے گی۔

دمشق کی مسجد کی دائیں طرف کا ایک حصہ گر جائے گا۔

ترکوں میں سے ایک خارجی گروہ خروج کرے گا۔

اس کے پیچھے روم کی گڑبڑ ہوگی۔

عنقریب ترک بھائی آگے بڑھ کر جزیرہ میں اتر پڑیں گے۔

روم کے خارجی آگے بڑھ کر رملہ میں اتریں گے

اے جابر! اس سال اوروں کی نسبت مغرب کی طرف بہت زیادہ اختلاف ہوگا، پہلا علاقہ جو برباد ہوگا وہ شام کا علاقہ ہے وہ تین پرچم پر اختلاف کریں گے، اصہب کا جھنڈا اور سفیانی کا جھنڈا، سفیانی کا ابقع سے ٹکراؤ ہوگا۔ دونوں میں جنگ ہوگی جس کے نتیجے میں ابقع قتل ہوگا، پھر وہ اصہب کو قتل کرے گا، سفیانی پھر عراق کی طرف بڑھے گا اس کا لشکر قرقیسیا سے گزرے گا تو وہاں جنگ ہوگی، جباروں میں سے ایک لاکھ افراد مارے جائیں گے۔

سفیانی ستر ہزار کا ایک لشکر کوفہ کی طرف بھیجے گا جو اہل کوفہ کو قتل کرے گا، انہیں سولی پر لٹکائیں گے اور قید کریں گے۔

اس دوران خراسان کی جانب سے جھنڈے بہت تیزی سے منزلوں کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے، ان کے ساتھ قائمؑ کے اصحاب میں سے چند افراد ہوں گے۔

اہل کوفہ کے موالیوں میں سے ایک شخص کمزور ساتھیوں کے ساتھ خروج کرے گا، اسے سفیانی کے لشکر کا سالار حیرہ اور کوفہ کے درمیان قتل کر دے گا۔

سفیانی کچھ لوگوں کو مدینہ کی طرف بھیجے گا۔

حضرت مہدیؑ وہاں سے مکہ کی طرف چلے جائیں گے جہاں آپؑ موسیٰؑ بن عمران کی سنت کے مطابق حالت خوف میں احتیاط سے داخل ہوں گے۔

سفیانی کے لشکر کے سالار کو جب یہ خبر ملے گی کہ مہدیؑ مکہ کی طرف نکل گئے ہیں تو وہ آپؑ کے پیچھے ایک لشکر بھیجے گا جو آپؑ کو پا نہیں سکے گا۔

جب سفیانی کے لشکر کا امیر بیداء (مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک بیابان) میں اترے گا تو آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اے بیداء اس قوم کو تباہ و برباد کر دے، چنانچہ زمین ان کو نگل جائے گی، ان ساروں میں سے صرف تین آدمی بچ سکیں گے جن کے چہرے پیچھے کی طرف مڑے ہوئے ہوں گے، یہ تینوں قبیلہ کلب میں سے ہوں گے۔

ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

یا ایھا الذین اوتوا الکتاب امنوا بما انزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علی ادبارھا۔ (النساء ۴۷)

اے وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ایمان لے آؤ اس پر جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں اور ان کو ان کی پشت کی طرف پھیر دیں۔

آپؑ نے فرمایا:

قائمؑ اس دن مکہ میں بیت اللہ الحرام سے ٹیک لگائے ہوں گے اس سے پناہ مانگتے ہوں گے اور آپؑ ندا کریں گے:

اے لوگو! ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں لوگوں میں سے جو ہماری بات کو قبول کرے تو ہم تمہارے نبی محمدؐ کے اہل بیت ہیں اور باقی لوگوں سے زیادہ ہم اللہ اور محمدؐ کے حقدار اور اولیٰ ہیں۔

جو آدمؑ کے سلسلے میں ہم سے حجت کرے تو میں باقی لوگوں کی نسبت آدمؑ کا زیادہ حق دار اور اولیٰ ہوں، جو مجھ سے نوحؑ کے بارے میں حجت کرے تو میں نوحؑ کے ساتھ دوسروں کے مقابلے میں اولیت رکھتا ہوں، جو محمدؐ کے بارے میں مجھ سے حجت کرے تو میں محمدؐ کے ساتھ دوسروں کی نسبت اولیت رکھتا ہوں، باقی انبیاءؑ کے بارے

میں جو مجھ سے حجت کرے تو میں دوسرے لوگوں کی نسبت انبیاءؑ کے ساتھ اولیت رکھتا ہوں۔

کیا خداوند تعالیٰ اپنی محکم کتاب میں نہیں فرماتا:

"ان اللہ اصطفی آدم و نوحاوآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ذریہ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم" (آل عمران ۳۳۔۳۴)

بے شک خدا نے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو عالمین میں چنا جو ایسی ذریت ہیں جن میں سے بعض بعض دوسرے سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔

میں آدمؑ کا بقیہ اور نوح کا ذخیرہ اور ابراہیمؑ سے چنا ہوا اور محمدؐ سے منتخب شدہ ہوں، صلی اللہ علیہم اجمعین۔

یاد رکھو کہ جو شخص مجھ سے رسول اللہؐ کی سنت میں حجت کرے تو میں سب لوگوں سے رسول اللہؐ کی سنت میں اولیت رکھتا ہوں۔

چنانچہ جو میری آج کی گفتگو سنے اسے میں اللہ کی قسم دیتا ہوں، جو تم میں حاضر ہے وہ غائب تک پہنچائے، میں اللہ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، اس کے رسولؐ کے حق کا اور خود اپنے حق کا کہ میرا تم پر رسول اللہؐ کے زیادہ قریبی ہونے کا حق ہے کہ تم ضرور ہماری اعانت اور مدد کرو، جو ہمیں تلاش کرتے پھرتے ہیں ان سے ہماری حفاظت کرو کیونکہ ہمیں ڈرایا گیا ہے اور ہم پر ظلم کیا گیا ہے ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے دور دھکیلا گیا ہے، ہم پر زیادتی کی گئی ہے، ہمیں ہمارے حق سے دور کیا گیا ہے اہل باطل نے ہم پر افترا باندھا، ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، ہمارا ساتھ نہ چھوڑو، ہماری نصر کرو، خداوند تعالیٰ تمہاری نصرت کرے گا۔

آپؑ نے فرمایا:

خداوند تعالیٰ ان کے تین سو تیرہ اصحاب کو جمع کرے گا، انہیں کسی پیشگی وعدے کے بغیر خریف کے بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح یکجا کر دے گا، اس بات پر اے جابر وہ آیت دلالت کرتی ہے جس کا خدا نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

"این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ان اللہ علی کل شئی قدیر" (البقرہ ۱۴۸)

جہاں کہیں بھی تم ہو گے خدا تم سب کو لے آئے گا بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ یہ رکن و مقام کے درمیان آپؑ کی بیعت کریں گے، ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے عہد و میثاق ہو گا، جس سے بیٹے آباؤ اجداد کے وارث ہوتے ہیں۔

اے جابر! قائمؑ امام حسینؑ کی اولاد میں سے ایک شخص ہیں جن کے معاملے کی خدا ایک ہی رات میں اصلاح کر دے گا اور اسے درست کر دے گا۔

اے جابر! یہ بات اگر لوگوں کی سمجھوں میں نہ آئے تو ان کی رسول اللہؐ کی اولاد ہونے میں اور یکے بعد دیگرے آنے والے آئمہؑ کے وارث ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، اگر یہ بھی ان کے لیے مشکل ہے تو آسمانی آواز تو ان کے لیے مشکل نہیں ہوگی، اس وقت جب ان کے نام، ان کے باپ کے نام اور ان کے دادا کے نام سے ندا دی جائے گی۔(۱۶۳)

۱۹۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ ہم میں سے جو قائمؑ ہوں گے ان کی نصرت رعب و دبدبہ سے کی جائے گی، فتح و نصرت سے ان کی تائید کی جائے گا، ان کے لیے زمین سمٹ جائے گی (مسافتیں کم ہو جائیں گی) ان کے لیے سارے خزانے ظاہر ہوں گے ان کی سلطنت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہوگی۔

اللہ عزوجل ان کے ذریعے اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دے گا، خواہ مشرکین اس کو ناپسند کریں، زمین میں کوئی غیر آباد جگہ ایسی نہ ہوگی جو آباد نہ ہو جائے۔

حضرت روح اللہ عیسیٰؑ بن مریمؑ نازل ہو کر ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: یابن رسول اللہؐ! آپؑ کے قائمؑ کب خروج کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا:

جب مرد عورتوں کے اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہو جائیں گی، مرد مردوں پر اکتفا کریں گے اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کریں گی، عورتیں (گھوڑوں کی) زینوں پر سواری کریں گی۔

جھوٹی گواہی قبول کی جائے گی اور عدل کی گواہیاں رد کر دی جائیں گی، لوگ خون بہانے کو اور زنا کے ارتکاب کو معمولی بات سمجھیں گے، سود کو حلال سمجھا جائے گا، برے لوگوں سے ان کی زبان کے خوف سے تقیہ کیا جائے گا۔

سفیانی کا شام سے خروج ہوگا اور یمانی کا یمن سے۔

بیداء (کے بیابان) میں (سفیانی کا لشکر) دھنس جائے گا۔

اہل بیت محمدؐ سے ایک نوجوان رکن اور مقام کے درمیان قتل کیا جائے گا، اس کا نام محمد بن حسن "نفس زکیہ" ہوگا۔

آسمان سے ایک پکار (اور ندا) آئے گی کہ حق اس میں اور اس کے شیعوں میں ہے، اس وقت ہمارے قائمؑ کا خروج ہے۔

جب وہ خروج کریں گے تو کعبہ سے پیٹھ لگائے ہوں گے۔
ان کی طرف تین سو تیرہ افراد جمع ہوں گے۔
سب سے پہلے جو آپ نطق اور کلام کریں گے وہ یہ آیت ہوگی:

"بقیہ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین" (ھود ۸۶)
تمہارے لئے (بقیۃ اللہ) بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔
پھر وہ کہیں گے میں اس کی زمین پر بقیۃ اللہ ہوں، اس کی حجت ہوں اور تم پر اس کا خلیفہ ہوں، جو بھی آپؑ کو سلام کرے گا وہ کہے گا:

"السلام علیك یابقیہ اللہ فی الرضیہ"
جب آپؑ کے پاس دہائیوں کی تعداد (دس ہزار) لشکر جمع ہو جائے گا تو آپؑ خروج کریں گے، چنانچہ زمین میں اللہ عزوجل کے علاوہ (بت وغیرہ میں سے) کوئی معبود باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس میں آگ لگ جائے گی اور وہ جل جائے گا، یہ ایک طویل غیبت کے بعد ہوگا تاکہ خداوند عالم جان لے کہ غیب میں کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ (۱۶۴)

۲۰۔ حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا: قائمؑ کے قیام سے پہلے دو ایسی نشانیاں نمودار ہوں گی جو حضرت آدمؑ کے زمین پر آنے سے لے کر اب تک ظاہر نہیں ہوئیں یعنی پندرہ ماہ رمضان کو سورج گرہن لگے گا اور ماہ رمضان کے آخر میں چاند گرہن ہوگا۔
ایک شخص نے کہا: یا بن رسول اللہؐ! مہینے کے آخر میں سورج گرہن ہوگا اور چاند گرہن پندرہ کو تو ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں تو جو بات کہہ رہا ہے مگر یہ دو نشانیاں ہیں جو ہبوط آدمؑ سے لے کر ابھی تک نہیں ہوئیں۔ (۱۶۵)

۲۱۔ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
قائم (کے ظہور) سے پہلے کا سال بہت زیادہ بارشوں کا سال ہوگا، درختوں کے اوپر ہی کھجوریں خراب ہو جائیں گی، اس میں شک نہ کرو۔ (۱۶۶)

۲۲۔ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بنی عباس میں اختلاف کا پڑنا حتمی اور یقینی ہے، ماہ رجب میں سفیانی کا خروج حتمی ہے، نفس زکیہ کا قتل ہونا حتمی ہے۔
دن کے اول حصے میں آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا جسے ہر قوم اپنی زبان میں سنے گی کہ یاد رکھو حق علیؑ اور ان کے شیعوں میں سے ہے۔ (۱۶۷)

۲۳۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قائمؑ کے قیام سے پہلے یمانی اور سفیانی ہوگا، آسمان سے منادی ندا کرے گا۔

بیداء میں دھنسنا ہوگا، اور نفس زکیہ قتل ہوگا۔(۱۶۸)

۲۴۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قائمؑ کے قیام کرنے سے پہلے لوگوں پر شدید خوف، فتنہ اور فساد چھایا ہوگا، زلزلے، مصیبت اور بلا میں لوگ گرفتار ہوں گے، اس سے پہلے طاعون اور وبائیں ہوں گی، مغرب میں قاطع تلوار (جنگ و جدال) ہوگی، لوگوں میں شدید قسم کا اختلاف ہوگا جس سے دین میں تفرقہ پڑے گا اور لوگوں کی حالت میں تبدیلی اور تغیر ہوگا۔

لوگوں کی شدت وسختی، ان کی دیوانگی اور ایک دوسرے کے نگل جانے کو دیکھ کر صبح وشام آپؑ کے قیام کی تمنا کی جائے گی۔

چنانچہ جب بھی آپؑ کا خروج ہو وہ اس وقت ہوگا جب لوگ فرج وکشائش سے مایوس اور ناامید ہوں گے۔

طوبیٰ اور خوشخبری ہے اس کے لیے جو آپؑ کا ادراک کرے گا اور آپؑ کے اعوان وانصار میں سے ہوگا۔

ہر قسم کی ہلاکت اور ویل ہے اس کے لیے جو آپؑ سے دور ہوگا اور آپؑ کا مخالف ہوگا، آپؑ کے امر خلافت کے خلاف ہوگا اور آپؑ کے اعداء اور دشمنوں میں سے ہوگا۔(۱۶۹)

۲۵۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ کسی شخص نے ابوعبداللہؑ سے سوال کیا کہ آپؑ کے قائمؑ کب ظہور کریں گے۔تو آپؑ نے فرمایا:

جب گمراہی زیادہ ہوجائے گی اور ہدایت کم ہوگی۔

یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: ماہ رمضان کی تیئسویں رات قائمؑ کے نام کی منادی ہوگی، آپؑ عاشور کے دن قیام کریں گے۔(۱۷۰)

۲۶۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادق نے فرمایا:

قائمؑ کے قیام سے پہلے لوگوں کو گناہوں سے روکا جائے گا۔

اس آگ کے ذریعے جو آسمان میں ظاہر ہوگی۔

بغداد میں زمین کے دھنس جانے سے۔

شہر بصرہ میں زمین کے دھنسنے سے، وہاں گھروں کے برباد ہونے اور ان گھروں میں رہنے والوں کے نابود ہونے سے، اور اہل عراق کو ایسے خوف کے لاحق ہونے سے جس سے انہیں قرار نہیں ہوگا۔(۱۷۱)

۲۷۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

قائم کے قیام اور نفس زکیہ کے قتل کے درمیان پندرہ راتوں سے زیادہ مدت نہیں ہوگی۔(۱۷۲)

۲۸۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

تین افراد یعنی خراسانی، سفیانی اور یمانی کا خروج ایک ہی سال، ایک ہی مہینے اور ایک ہی دن ہوگا ان میں یمانی کے جھنڈے کے علاوہ کوئی زیادہ ہدایت کرنے والا جھنڈا نہیں ہوگا، جو حق کی طرف ہدایت کرے گا۔(۱۷۳)

۲۹۔ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے کسی نے فرج اور کشائش کا وقت دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: کیا اس کی تفصیل چاہتے ہو یا مختصر بتاؤں؟ اس نے عرض کیا مختصراً فرمائیں، آپؑ نے فرمایا کہ جب قیس کے جھنڈے مصر میں اور کندہ کے جھنڈے خراسان میں لہرائیں گے۔(۱۷۴)

۳۰۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

فرج و کشائش کی علامات میں سے ایک وہ حادثہ ہے جو حرمین کے درمیان رونما ہوگا، راوی نے عرض کیا وہ حادثہ کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: تعصب جو حرمین کے درمیان رونما ہوگا اور فلاں شخص فلاں کی اولاد میں سے پندرہ سرداروں کو قتل کرے گا۔(۱۷۵)

۳۱۔ محمد بن بشیر کہتا ہے کہ میں نے محمد بن حنیفہ سے کہا کہ یہ معاملہ طویل ہوگیا ہے آخر یہ کب تک ہو گا، محمد بن حنیفہ نے اپنے سر کو حرکت دی اور کہا کہ کب ہوگا؟ ابھی تک تو زمانے نے ستایا ہی نہیں کب ہوگا؟ ابھی تک تو بھائیوں نے ایک دوسرے پر زیادتی اور سختی نہیں کی، کب ہوگا؟ ابھی تک تو بادشاہ نے ظلم و ستم ہی نہیں کیا، کب ہوگا؟ ابھی تک زندیق اور منکر خدا نے قزوین میں قیام ہی نہیں کیا جو اس کے ددوں کو پھاڑے گا اور اس سے نکلنے کو کفر قرار دے گا اور اس کی فصیل کو بدل دے گا، اس کی رونق اور حسن کو ختم کردے گا جو اس سے بھاگے گا اسے پالے گا، جو اس سے جنگ کرے گا اسے قتل کرے گا، جو اس سے الگ ہوگا وہ فقیر و محتاج ہو جائے گا، جو اس کی پیروی کریگا وہ کافر ہو جائے گا۔

حتی کہ دو رونے والے کھڑے ہوں گے، ایک اپنے دین پر رونے والا اور دوسرا اپنی دنیا پر رو رہا ہوگا۔(۱۷۶)

۳۲۔ ابورزین سے روایت ہے، عمار بن یاسر نے کہا کہ مہدیؑ کی علامات یہ ہیں:

جب ترک تم پر تسلط جمالیں گے، تمہارا وہ خلیفہ جو مال جمع کرے گا وہ مر جائے گا اور چھوٹا بچہ خلیفہ بن جائے گا، دو سال بعد اس کی بیعت توڑ دی جائے گی۔

دمشق کی مسجد کے مغربی حصے میں زمین دھنس جائے گی۔

شام میں تین افراد خروج کریں گے۔

اہل مغرب مصر کی طرف خروج کریں گے تو وہ سفیانی کی امارت اور حکومت ہوگی۔(۱۷۷)

۳۳۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مہدیؑ خروج نہیں کریں گے جب تک سورج کے ساتھ ایک آیت ونشانی طلوع نہ کرے۔(۱۷۸)

۳۴۔ عبداللہ بن عمر نے کہا:

بیداء میں لشکر کا زمین میں دھنس جانا مہدیؑ کے خروج کی علامت ہے۔(۱۷۹)

۳۵۔ سعید بن جبیر نے کہا:

جس سال مہدیؑ قیام کریں گے اس میں چوبیس بارشیں ہوں گے، ان بارشوں کا اثر اور برکت نظر آئے گی۔(۱۸۰)

۳۶۔ سعید بن مسیب نے کہا:

شام میں ایک فتنہ کھڑا ہوگا، جب وہ ایک طرف سے رکے گا تو دوسری طرف برپا ہوگا، وہ ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ آسمان سے ایک منادی ندا دے گا: بے شک تمہارا امیر فلاں ہے۔(۱۸۱)

۳۷۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ نے کہا:

آثار میں مہدی علیہ السلام کے قیام کے زمانے کی علامات کا ذکر آیا ہے، کچھ ان واقعا کا تذکرہ ہے جو آپ کے قیام سے پہلے ہوں گے۔

سفیانی کا خروج، حسینی کا قتل، ملک میں بنی عباس کا اختلاف اور جھگڑا، پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور آخر ماہ رمضان میں خلاف عادت چاند گرہن، بیداء میں زمین کا دھنسنا، مشرق اور مغرب میں زمین کا دھنس جانا، زوال سے لے کر عصر کے وسط تک سورج کا رُک جانا، مغرب سے اس کا طلوع کرنا، نفس زکیہ کا ستر (۷۰) صالح افراد کے ساتھ کوفہ کی پشت کی جانب قتل ہوجانا، رکن اور مقام کے درمیان ایک ہاشمی کا ذبح ہونا، مسجد کوفہ کی دیوار کا گر جانا، خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا آگے بڑھنا، یمانی کا خروج، مصر میں مغربی کا خروج کرنا اور اس کا شامات پر حاکم بن جانا، ترکوں کا الجزیرہ میں اترنا، روم کا رملہ میں اترنا۔

مشرق میں ایک ستارے کا طلوع ہونا جو چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا پھر وہ ٹیڑھا ہوگا اس طرح کہ قریب ہوگا کہ دونوں کنارے مل جائیں۔

آسمان میں ایک سرخی ظاہر ہوگی جو اس کے اطراف میں پھیل جائے گی۔

مشرق کے طول میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو تین دن یا سات دن تک فضا میں رہے گی۔

عرب بے لگام ہوکر شہروں پر قبضہ کرلیں گے اور عجم کے تسلط سے نکل جائیں گے، اہل مصر اپنے سربراہ کو قتل کردیں گے، شام تباہ ہو جائے گا، اس میں تین مختلف جھنڈے ہوں گے قیس اور عرب کے جھنڈے مصر کی

طرف نکلیں گے، کندہ کے جھنڈے خراسان کی جانب اور مغرب کی طرف سے گھوڑے آئیں گے جو حیرہ کے سامنے باندھے جائیں گے، اس کی طرف مشرق سے سیاہ جھنڈے بڑھیں گے۔

فرات میں سیلاب آئے گا یہاں تک کہ کوفہ کی گلیوں میں پانی داخل ہو جائے گا، ساٹھ جھوٹے افراد خروج کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے، آل ابوطالب سے بارہ افراد اپنی امامت کی طرف دعوت دیں گے۔

بنی عباس کے شیعوں میں سے ایک عظیم القدر شخص کو جلولا اور جانقین کے درمیان جلا دیا جائے گا۔

کرخ کے قریب بغداد میں پل بنے گا، وہاں دن کے پہلے حصے میں سیاہ آندھی اور زلزلہ آئے گا، حتیٰ کہ اس کا بڑا حصہ زمین میں دھنس جائے گا، یہ اہل عراق اور اہل بغداد کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، فوری موت واقع ہوگی اور مالوں، جانوں اور پھلوں کا بڑا نقصان ہوگا، ٹڈی دل وقت، بے وقت حملے کرے گا، اس کے نتیجے میں زراعت اور غلوں کو بہت نقصان پہنچے گا۔

عجم میں دو صنفوں میں اختلاف ہوگا، آپس میں بہت خون بہے گا، غلام اپنے آقاؤں کی اطاعت چھوڑ دیں گے اور انہیں قتل کریں گے۔

اہل بدعت میں سے ایک قوم مسخ ہوگی، یہاں تک کہ بندر اور خنزیر بنا دیے جائیں گے، غلام اپنے آقاؤں کے شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔

آسمان سے ایک ندا آئے گی جس کو ساری دنیا کے لوگ سنیں گے ہر شخص اپنی اپنی زبان میں سنے گا۔

سورج میں ایک چہرہ اور سینہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوگا۔

مردے اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور دنیا کی طرف پلٹیں گے ایک دوسرے سے اپنا تعارف کرائیں گے ایک دوسرے کی زیارت کریں گے۔

یہ سلسلہ چوبیس متصل بارشوں پر ختم ہوگا، ان بارشوں سے مردہ زمین دوبارہ زندگی پائے گی، اس کی برکتیں نظر آئیں گی۔

پھر حضرت مہدیؑ کے شیعوں سے جو حق کا اعتقاد رکھتے ہوں گے ہر قسم کی آفت اور مصیبت زائل ہو جائے گی۔

اس وقت انہیں مکہ میں آپؑ کے ظہور کا پتہ چل جائے گا، وہ آپؑ کی طرف آپؑ کی نصرت کے لیے متوجہ ہوں گے، جیسا کہ اس بارے میں روایت آئی ہیں۔

پھر شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کہا: ان احادیث میں سے بعض حتمی ہیں اور بعض مشروط ہیں خدا بہتر جانتا ہے کہ ان میں کون سی کیا ہیں، ہم نے سب کا ذکر کر دیا ہے جس طرح کہ احادیث اور روایات آئی ہیں اور آثار منقولہ کے اندر موجود ہیں۔

اللہ سے ہم اعانت چاہتے ہیں اور اسی سے توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ (۱۸۳)

آپؑ کی کچھ دعائیں

دعا آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے، آپؑ حضرات سے جتنی دعائیں اور اوراد منقول ہیں وہ کسی اور سے نہیں ملتے۔

استاد سید الاہل نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص بھی اس صنعت۔۔۔۔۔۔۔۔یعنی صنعت دعا پر اہل بیتؑ سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا۔(۱۸۴)

یہ دعائیں معرفت کے خزانے ہیں اور کمال اور علوم کے آداب اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، ہمارے لئے صحیفہ سجادیہ ہی کافی ہے یہ ایسے علوم وفنون پر حاوی ہے جن پر اس کے علاوہ کوئی کتاب حاوی نہیں۔

یہاں ہم بعض وہ دعائیں اوراذکار تحریر کر رہے ہیں جو قائم آل محمدؐ سے منقول ہیں:

۱۔ آپؑ سے منقول دعائے حاجت۔

"اللهم ان اطعتك فالمحمدة لك وان عصيتك فالحجه لك منك الروح ومن الفراج سبحان من انعم و شكر. سبحان من قدر و غفر. اللهم ان كنت قد عصيتك فانى قد اطعتك فى احب الاشياء وهو الايمان بيك لم اتخذ لك ولدا ولم ادع لك شريكا منامنك به على لا منامنى به عليك. وقد عصيتك يا الهى على غير وجه المكابرة ولا الخروج عن علوديتك ولا الجحود لربوبيتك ولكن اطعت هواى وازلنى الشيطان فلك الحجه على والبيان فان تعذبنى فبذنوبى غير ظالم وان تغفر لى وترحمنى فانك جواد كريم. يا كريم يا كريم. (حتى ينقطع النفس) يا امنا من كل شئى وكل شئى منك خائف حذر اسئلك بامنك من كل شئى و خوف كل شئى منك ان تصلى على محمد وآل محمد وان تعطينى امانا لنفس واهلى و ولدى وسائر ما انعمت به على حتى الا اخاف احدا ولا احذر من شئى ابدا انك على كل شئى قدير. وه حسبنا الله و نعم الوكيل. يا كافى ابراهيم نمرودويا كافى موسىٰ فرعون اسئلك ان تصلى على محمد وآل محمد ان تكفينى شر فلان بن فلان (ثم يسجد و يسال حاجته)" (۱۸۵)

ترجمہ: خدایا! اگر میں تیری اطاعت کروں تو اس میں تو لائق تعریف ہے، اگر میں تیری نافرمانی کروں

تو حجت اور دلیل تیرے ساتھ ہے، تیری ہی طرف سے راحت و آرام اور فرج و کشائش ہے، منزہ ہے وہ جس نے انعام و احسان کیا اور قدردانی کی، منزہ ہے وہ جو قادر ہونے کے باوجود بخش دیتا ہے۔
خدایا! اگر میں نے تیری نافرمانی کی ہے تو میں نے تیری اطاعت محبوب ترین چیز میں کی ہے اور وہ ہے تجھ پر ایمان لانا۔
میں نے تیرے لیے کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی تیرا شریک بنا کر کسی کو پکارا، یہ تیرا ہی مجھ پر احسان ہے نہ کہ میرا مجھ پر احسان ہے۔
میں نے جو تیری نافرمانی کی ہے تو اے میرے معبود! تکبر کر کے اور بڑائی کے احساس کے تحت نہیں، نہ تیری عبودیت سے نکلتے ہوئے اور نہ تیری ربوبیت سے نکلتے ہوئے، بلکہ میں نے اپنی خواہش کی اطاعت کی ہے اور شیطان نے مجھے پھسلایا ہے تیری طرف سے مجھ پر حجت قائم ہے اور واضح ہے، اگر تو مجھے عذاب کرے تو میرے گناہوں کی وجہ سے ہے اس پر تو ظالم نہیں ہوگا اور اگر تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کرے تو تو جواد و کریم ہے اے کریم! اے کریم! (یہاں تک کہ سانس رک جائے)
اے وہ ہر چیز سے امن دینے والا ہے جس سے ہر چیز ڈرتی ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر چیز سے امن میں ہونے اور ہر چیز سے خوفزدہ ہونے سے جب کہ میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتا ہوں۔
مجھے امان عطا فرما میرے نفس میں، میرے اہل و عیال و اولاد میں اور ان تمام چیزوں میں جن کا تو نے مجھ سے احسان کیا ہے یہاں تک کہ میں کسی سے نہ ڈروں اور کبھی بھی کسی چیز سے بچاؤ کی تدبیر نہ کروں۔
بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔
اے وہ جس نے ابراہیمؑ کی نمرود سے کفایت کی، اے وہ جو موسیٰؑ کی کفایت فرعون سے کرنے والا ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جبکہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و صلوات بھیجتا ہوں تو فلاں بن فلاں کے سر سے میری کفایت کر۔
(اس کے بعد سجدے میں جائے اور اپنی حاجت کا سوال کرے)
۲۔ آپؑ کی دعائے قنوت:
"اللھم صلی علی محمد و آل محمد و اکرم اولیائك بانجاز وعدك وبلغھم درك ما یاملونه من نصرك واکفف عنھم باس من نصب الخلاف علیك و تمر

دمنعك على ركوب مخالفتك واستعان برفدك على فل حدك وقصد لكيدك بايدك ووسعته حلما لتاخذه على جهرة ولستا صله على غرة فانك اللهم قلت وقولك الحق (حتى اذا اخذت الارض زخرفها وازينت) و قلت (فلما اسفونا انتقمنا منهم) وان الغايه عند ناقد تناهت. ونا لغضبك غاضبون. ولحلول و عيدك باعدائك متوقعون. اللهم فاذن بذلك وافتح طرقاته. وسهل خروجه. ووطئى مسائكه. واشرع شرايعه. وايد جنوده. واعوانه. وبادر باسك القوم الظالمين. وابسط سيف نقمتك على اعدائك المعاندين. وخذ بالثار انك جواد مكسار" (۱۸۶)

ترجمہ: رحمت نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اور اپنے اولیاء کا اکرام واعزاز فرما اپنا وعدہ پورا کر کے، تیری نصرت کی جو وہ امید رکھتے تھے، اس سے تو ان کو اس چیز کے ادراک تک پہنچا۔

ان سے اس کی قوت وشدت کو روک دے، جو تیرے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے، تیری محافظت کی بنا پر جس نے سرکشی کی ہے اور تیری مخالفت کا ارتکاب کیا ہے، جس نے تیری عطاو بخشش سے اعانت طلب کی ہے تیری دھار کو کند کرنے کے لیے، جس نے تیری ہی دی ہوئی طاقت سے تجھے فریب دینے کا قصد کیا ہے، تو نے اسے وسعت دے رکھی ہے حلم وبردباری کی وجہ سے کہ تو علی الاعلان اس کا مواخذہ کرے اور غفلت کی حالت میں اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔

بے شک اے میرے اللہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق ہے:!

"حتى اذا اخذت الارض زخرفها وازينت" (یونس۔۲۴)

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی فصل کو لے لیا اور ہر زینت سے مزین ہوگئی۔

اور تو نے فرمایا:

"فلما اسفونا انتقمنا منهم" (زخرف۔۵۵)

پس جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے انہیں سزا دی۔

بے شک ہمارے نزدیک غایت وانتہا ختم ہوگئی ہے، ہم تیرے غضب پر غضبناک ہوئے ہیں اور حق کی نصرت پر ایک دوسرے سے غضب کرتے ہیں، تیرے دشمنوں پر تیری وعید کے اترنے کی توقع رکھتے ہیں۔

خدایا! اس کا اذن فرما، اس کے راستوں کو کھول دے، اس کے خروج کو آسان بنا دے، اس کے راستوں

کو ہموار بنا دے، اس کے گھاٹوں کو جاری کر دے، اس کے لشکر اور اعوان کی تائید فرما، ظالم قوم پر اپنا عذاب جلد بھیج، اپنے دشمنوں پر اپنے انتقام کی تلوار آگے کر اور بدلہ لے بے شک تو جواد، سخی اور کارساز ہے۔

۳۔ آپؑ کی ایک دعا:

"یا نور النور یا مدبر الامور یا باعث من فی القبور. صلی علی محمد وال محمد واجعل لی و لشیعتی من الضیق فرجاو من الھم مخرجاواوسع لنا لمنھج واطلق لنامن عندك ما یفرج وافعل بنا ما انت اھله یا کریم یا ارحم الراحمنین" (۱۸۷)

ترجمہ: اے نور روشنی کو نور بخشنے والے، اے امور کی تدبیر کرنے والے اور جو قبروں میں ہیں انہیں اٹھانے والے، محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما، مجھے اور میرے شیعوں کو تنگی اور ضیق سے فرج اور کشائش عطا فرما اور غم و پریشانی سے نکلنے کی جگہ اور کشادہ کر دے ہمارے لئے کشائش کے راستے اور کھول دے، ہمارے ساتھ وہ سلوک کر جس کا تو اہل ہے، اے کریم! اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۴۔ تنگی، شدت اور سختی سے نجات پانے کے لئے آپؑ کی ایک دعا:

"بسم الله الرحمن الرحیم. رب اسئلك مددا روحانیا نقوی به قوای الکلیه والجزئیه حتی اقھر بمبادی نفسی کل نفس قاھرة فتنقبض لی اشارة دقائقھا انقباضا تسقط به قویھا حتی لا یبقی فی الکون ذوروح الا ونار قھری قد احرقت ظھوره یا شدید یا ذا البطش الشدید یا قاھر یا قھار. اسئلك بما اودعته عزرائیل من اسما یك القھر یه فانفعلت له النفوس بالقھر ان تودعنی ھذا السر فی ھذه الساعه حتی الین به کل صعب واذلل به کل منیع بقوتك یاذاالقوة المتین"

سحر کے وقت تین مرتبہ اور صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھے۔

اگر معاملہ زیادہ شدت اختیار کر جائے تو اس دعا کے پڑھنے کے بعد تیس مرتبہ کہے:

"یارحمن یارحیم یاارحم الراحمین اسئلك اللطف بما جرت به المقادیر" (۱۸۸)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: خدایا! میں تجھ سے روحانی مدد چاہتا ہوں جس سے میری کُلی اور جزوی

قوتیں طاقت حاصل کریں، یہاں تک کہ میں اپنے نفس کے مبادی سے ہر غالب نفس پر غالب آجاؤں تاکہ ان کے دقیق اور باریک اشارے میرے لیے سکڑ (کرنا کارہ ہو) جائیں، ایسا سکڑ جائیں کہ ان کی قوتیں زائل ہو جائیں، حتیٰ کہ عالم کون میں کوئی ذی روح باقی نہ رہے، مگر یہ کہ تیرے قہر و غضب کی آگ اس کے ظہور کو جلا کر راکھ کر دے۔

اے شدید! اے صاحب شدید! اے قاہر و غالب! اے قہار و غالب ترین! تیرے ان قاہر اسماء جو تو نے عزرائیل کے سپرد کئے ہیں، جس کے قہر و غلبہ سے نفوس اس سے اثر قبول کرتے ہیں، جس کے واسطے سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ راز اسی لمحے میرے سپرد کر دے تاکہ میں اس سے ہر سخت کو نرم کرلوں اے پختہ اور محکم قوت والے اس سے مطیع کر دے، ہر قوی کو اپنی قوت سے۔

اے مہربان! اے رحم کرنے والے، اے سب سے زیادہ رحیم! میں تجھ سے لطف کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ تقدیریں جاری ہوئی ہیں۔

۵۔ آپؑ کی ایک دعا:

"بسم الله الرحمن الرحیم یا مالك الرقاب و یا هازم الاحزاب یا مفتح الابواب یا مسبب الاسباب سبب لنا سببا لا نستطیع له طلباء بحق لا اله الا الله محمد رسول الله صلوات الله علیه و علی اله اجمعین"(۱۸۹)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: اے گردنوں کے مالک، اے گروہوں کو شکست دینے والے، اے دروازوں کو کھولنے والے، اے اسباب کو اسباب بنانے والے، ہمارے لئے کوئی ایسا سبب بنادے جس کی تلاش کی ہم میں استطاعت نہیں، لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین کے صدقے میں:

۶۔ آپؑ کی ایک دعا (یہ دعا آپؑ نے ایک قیدی کو سکھائی تھی جس نے قید سے رہائی پائی)۔

"الهی عظم البلاء و برح الخفاء وانکشف الغطاء وانقطع الرجاء و ضاقت الارض ومنعت السماء وانت المستعان والیك المشتکی وعلیك المعول فی الشدة والرخاء. اللهم صل علی محمد وال محمد اولی الامر الذین فرضت علینا طاعتهم و عرفتنا بذالك منزلتهم. ففرج عنا بحقهم فرجا عاجلا قریبا کلمح البصر او هو اقرب. یا محمد یا علی یا محمد اکفیانی فانکما کافیان و

انصرانی فانکما ناصر ان یا مولا نا یا صاحب الزمان الغوث الغوث الغوث، ادرکنی ادرکنی ادرکنی۔ الساعته الساعته الساعته۔ العجل العجل العجل یا ارحم الراحمین بحق محمد واله الطاهرین"(۱۹۰)

ترجمہ: اے میرے اللہ! مصیبت عظیم ہوگئی ہے، مخفی چیز کھل کر سامنے آ گئی ہے، پردہ ہٹ گیا ہے، امید ختم ہوگئی ہے، زمین تنگ ہوگئی ہے، آسمان نے اپنی مدد روک لی ہے، تو ہی ہے جس سے مدد مانگی جا سکتی ہے، تجھ ہی سے شکایت کی جاسکتی ہے، شدت اور کشائش میں تجھ ہی پر اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے، خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما، وہ صاحبان امر جن کی اطاعت تو نے ہم پر فرض کی ہے اسی سے ہمیں ان کی قدر ومنزلت پہنچوائی ہے، ان کے صدقے میں ہمیں جلد اور قریبی فرج و کشائش عطا فرما جو آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ قریب ہو۔

اے محمدؐ! اے علیؑ! اے محمدؐ! اے علی! آپ دونوں میری کفایت کریں، آپؑ دونوں ہی میرے لئے کفایت کرنے والے ہیں آپ دونوں میری مدد کریں، آپؑ دونوں ہی میرے ناصر و مددگار ہیں، اے میرے مولا اے صاحب الزمان مدد! مدد! مدد! ہر وقت میری خبر لیں ہر وقت مجھ تک پہنچیں، ہر وقت میری مدد کریں، اسی لمحے! اسی لمحے! اسی لمحے! جلد، جلد، جلد۔

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، محمدؐ اور ان کی پاکیزہ آلؑ کے صدقے میں۔

۷۔ آپؑ کی ایک دعا:

"اللهم ارزقنا توفيق الطاعه وبعد المعصيه وصدق النيه وعرفان الحرمُ و اكرمنا بالهدى والاستقامه وسدد السنتنا بالصواب والحكمه واملا قلوبنا بالعلم والمعرفه وطهر بطوننا من الحرام والشبهه واكفف ايدينا عن الظلم والسرقه واغضض ابصارنا عن الفجور والخيانه و اسدد سماعنا عن اللغو والغيبه وتفضل على علمائنا بالزهد والنصيحه وعلى المتعلمين بالجهد والرغبه وعلى المستمعين بالاتباع والموعظه وعلى مرضى المسلمين بالشفاء والراحه وعلى موتاهم بالرافه والرحمه. وعلى مشائخنا بالوقار والسكينه وعلى الشباب بالانابه والتوبه وعلى النساء بالحياء والعفه وعلى الاغنياء بالتواضع والسعه وعلى الفقراء بالصبر والقناعه وعلى الغزاة بالنصر

والغبة وعلى الا سراء بالخلاص والرحه وعلى الا مراء بالعدل والشفقة وعلى الرعيه بالا نصاف و حسن السيرة و بارك للحجاج والزوار فى الزادو النفقه واقض ما اوجبت عليهم من الحج والعمرة. بفضلك و رحمتك يا ارحم الراحمين"(۱۹۱)

ترجمہ: خدایا! اطاعت کی توفیق، معصیت سے دوری، سچی نیت اور جن حقوق اللہ کی رعایت لازم ہے ان کا عرفان عطا فرما، ہمیں ہدایت اور استقامت کرامت فرما، ہماری زبانوں کو صواب اور حکمت سے درست فرما، ہمارے دلوں کو علم و معرفت سے بھر دے، ہمارے شکموں کو حرام اور شبہ (کی روزی) سے پاک رکھ، ہمارے ہاتھوں کو ظلم اور چوری سے روک دے، ہماری آنکھوں کو فجور اور خیانت سے بند رکھ، ہمارے کانوں کو لغو باتیں اور غیبت سننے سے محفوظ رکھ۔

ہمارے علماء پر زہد و تقویٰ اور خلوص و نصیحت کا، طالب علموں پر جد و جہد اور رغبت کا، سننے والوں پر پیروی کرنے اور وعظ و پند حاصل کرنے کا، بیمار مسلمانوں پر شفاء اور راحت کا، مسلمان مردوں پر شفقت و مہربانی و رحمت کا، ہمارے بوڑھوں پر سکینہ و وقار کا، ہمارے جوانوں پر توبہ اور انابت کا، ہماری عورتوں پر حیاء اور عفت کا، اغنیاء پر تواضع اور وسعت رزق کا، فقراء پر صبر و قناعت کا، غازیوں پر نصرت اور غلبے کا، قیدیوں پر رہائی اور راحت و آرام کا، حاکموں پر عدل و شفقت کا اور رعایا پر انصاف اور اچھی سیرت کا لطف و تفضل فرما۔

حجاج و زائرین کے زادراہ اور نفقہ میں برکت عطا فرما، جو حج و عمرہ ان پر فرض کیا ہے اس کے پورا کرنے کی اپنے فضل و رحمت سے توفیق عطا فرما! اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۸۔ آپؑ کی ایک دعا:

"اللهم بحق من نا جا ك و بحق من دعاك فى البر والبحر صلى على محمد واله. وتفضل على فقراء المومنين والمومنات بالغنى والسعه وعلى مرضى المومنين والمومنات بالشفاء والصحه والراحة وعلى احياء المومنين والمومنات باللطف والكرامه وعلى اموات المومنين و المومنات بالمغفرة والرحمه وعلى غرباء المومنين والمومنات بالردالى اوطانهم سالمين غانمين بحق محمد واله اجمعين"(۱۹۲)

ترجمہ: خدایا! اس کے حق کی قسم جس نے تجھ سے خشکی اور سمندر میں مناجات کی اور دعا کی محمدؐ آل محمدؐ پر صلوات بھیج، فقراء مومنین ومومنات پر لطف وکرامت، مردہ مومنین ومومنات پر مغفرت ورحمت ،غرباء مومنین ومومنات پر تونگری اور وسعت، مریض مومنین ومومنات پر شفاوصحت وراحت، زندہ مومنین ومومنات پر ان کے وطنوں کو سلامتی اور غنیمت کے ساتھ لوٹنے کا فضل ولطف وکرم فرما، محمدؐ وآل محمدؐ سب کے حق کے صدقے میں۔

۹۔ حاجت کے لئے آپؑ کی ایک دعا:

"بسم الله الرحمن الرحیم. انت الله الذی لا اله الا انت مبدی الخلق ومعید هم. وانت الله الذی لا اله الا انت مدبر الامور وباعث من فی القبور وانت الله الذی لا اله الا وارث الارض ومن علیها. اسئلك باسمك الذی اوجبته علی نفسك ان تصلی علی محمد وآل محمد وان تقضی لی حاجتی الساعه الساعه یا سیداه یا مولاه یا غیاثاه. اسئلك بکل اسم سمیت به نفسك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تصلی علی محمد وآل محمد وان تعجل خلاصنا من هذه الشدة یا امقلب القلوب والا بصار یا سمیع الدعاء انك علی کل شئی قدیر برحمتك یا ارحم الرحمین" (۱۹۳)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم تو وہ معبود ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو مخلوق کی ابتداء کرنے والا اورانہیں دوبارہ لانے والا ہے، تو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں، تو امور کی تدبیر کرنے والا، جو قبروں میں ہیں ان کو اٹھانے والا، تو وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں جو زمین اور اس پر رہنے والوں کا وارث ہے۔

میں تجھ سے تیرے اس نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نام سے جب تجھ کو پکارا جاتا ہے تو تو جواب دیتا ہے اور جب اس نام سے تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو تو عطا فرماتا ہے، میں تجھے محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، ان کے اس حق کا جو تو نے خود اپنے اوپر واجب اور ضروری قرار دیا ہے، محمد وآل محمد پر درود رحمت نازل فرما اور میری حاجت اسی لمحے، پوری کردے، اے میرے آقا ومولا اور میرے مددگار۔

میں تجھ سے ہر اس نام کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے اور جس کو علم

غیب میں تو نے اپنے یہاں ترجیح دی ہے، محمد وآل محمد پر صلوات بھیج اور ہمیں اس شدت و سختی سے چھٹکارا دینے میں جلدی فرما۔

اے دلوں اور نظروں کو پھیرنے والے، اے دعا کو سننے والے، بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

آپؑ کے بعض خطوط

ان صفحات میں ہم امام مہدی علیہ السلام کے بعض ان خطوط کو پیش کریں گے جو آپؑ نے اپنے شیعوں اور دوستوں کو بھیجے تھے ان میں سے کچھ تو مسئلوں کے جواب ہیں جو آپؑ کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے، کچھ وہ ہیں جو آپؑ نے اپنے مخلص انصار واعوان کو خط لکھے تھے ان خطوط سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپؑ کا اپنے شیعوں سے تعلق برقرار رہتا تھا اور آپؑ ان کے معاملات پر مطلع رہتے اور ان کے حالات سے واقف تھے۔

ان خطوط میں سے چند یہاں تحریر کئے جارہے ہیں:

۱۔ آپؑ کا محمد بن ابراہیم بن مہزیار کے نام خط:

تمہارے اطراف میں رہنے والے ہمارے موالیوں کے بارے میں جو کچھ تم نے تحریر کیا ہے وہ ہم نے سمجھ لیا، ان سے کہو کہ کیا تم نے اللہ عزوجل کو یہ کہتے نہیں سنا؟:

"یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" (نساء ۵۹)

ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

کیا خداوند تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہ حکم نہیں دیا ہے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ عزوجل نے تمہارے لئے پناہ گاہیں قرار دی ہیں جن کی طرف تم پناہ لیتے ہو، نشان راہ قرار دیئے ہیں جن سے تم ہدایت حاصل کرتے ہو؟ یہ آدم علیہ السلام سے لے کر یہاں تک ماضی میں ظاہر ہوئے (گزرے ہوئے یعنی امام حسن عسکری صلوات اللہ)، جب کوئی نشان غائب ہوا تو دوسرا نشان ظاہر ہوا، جب کوئی ستارہ غروب ہوا تو دوسرا ستارہ طلوع ہوا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کیا تو تمہیں گمان ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان سبب منقطع کر دیا، مگر ایسا قطعی نہیں ہوا اور نہ ایسا ہوگا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی اور اللہ عزوجل کا امر ظاہر ہوگا جس کو وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں۔

اے محمد بن ابراہیم! جس چیز کو میں نے پیش کیا ہے اس میں شک نہیں ہونا چاہیے بے شک اللہ تعالیٰ زمین کو حجت سے خالی نہیں چھوڑتا۔ (۱۹۴)

۲۔ ابوجعفر عمری کے والد کی تعزیت کے لئے آپؑ کا خط:

"انا للہ وانا الیہ راجعون" (بقرہ۔۱۵۶)

ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی جانب ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔

تمہارے باپ نے اس کے امر کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس کی قضا پر راضی رہتے ہوئے سعادتمندی کی زندگی بسر کی اور قابل تعریف حالت میں اس دنیا سے گئے، خداوند تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور انہیں اپنے اولیاء اور آئمہ علیہم السلام سے ملحق کر دے، کیونکہ وہ ان کے امر میں ہمیشہ جدوجہد اور کوشش کرتے رہے، اس بات میں کوشاں رہے، اس بات میں کوشاں رہے جو انہیں اللہ عزوجل اور انؑ کے قریب کرے، خدا ان کے چہرے کو تروتازہ رکھے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

(یہ بھی اسی خط کا حصہ ہے) خدا تجھے ثواب جزیل دے اور تجھے اچھی تسلی اور تشفی دے، (جہاں) تجھے تکلیف پہنچی ہے (وہاں) مجھے بھی تکلیف پہنچی ہے، تجھے بھی اس کی جدائی سے رنج ہوا ہے اور مجھے بھی، خدا اس کی بازگشت میں اسے خوش رکھے اس کے کمال سعادت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے جیسا بیٹا دیا جو اس کے بعد اس کا جانشین اور اس کے امر و معاملہ میں اس کا قائم مقام بنے گا۔ (۱۹۵)

۳۔ اسحاق بن یعقوب سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمریؒ سے اس خط کے بارے میں سوال کیا جس میں میں نے بعض مشکل مسائل دریافت کئے تھے، پھر توقیع وارد ہوئی، ہمارے مولا صاحب الزمان علیہ السلام کے اپنے خط کے ساتھ:

باقی رہا وہ جو تم نے سوال کیا ہے خدا تمہیں رشد و ہدایت دے اور ثابت قدم رکھے، جو ہمارے خاندان والے اور چچا کے بیٹے جو میرا انکار کرتے ہیں ان کے بارے میں تم جان لو کہ اللہ عزوجل اور کسی فرد کے درمیان کوئی قرابت نہیں، چنانچہ جو میرا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں اور اس کا راستہ حضرت نوحؑ کے بیٹے کا راستہ ہے۔

اب رہا میرے چچا جعفر کا راستہ تو وہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا راستہ ہے۔

فقاع (جو کی شراب) کا پینا حرام ہے، اور سلماب میں کوئی ہرج نہیں۔

تمہارے اموال ہمیں قبول نہیں مگر اس لئے کہ تم پاک رہو، جو چاہے اتصال پیدا کرے اور جو چاہے الگ ہو جائے، جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے۔

اب رہا ظہور فرج تو یہ اللہ تعالیٰ ذکرہ، کے اختیار میں ہے، جو لوگ اس کا وقت مقرر کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں، جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے تو یہ کفر، تکذیب اور گمراہی ہے۔

نئے پیدا ہونے والے واقعات کے سلسلے میں ہماری حدیث کی روایت کرنے والوں کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں۔

محمد بن عثمان عمری رضی اللہ عنہ وعن ابیہ (خدا ان سے اور ان کے باپ سے راضی رہے) میرے ثقہ اور

قابل وثوق ہیں، ان کی تحریر اور خط میرا خط ہے اب رہے محمد بن علی بن مہزیار تو اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے دل کی اصلاح کرے گا اور ان کے شک کو دور کرے گا۔

وہ جو تم نے ہمیں بھیجا ہے وہ ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں مگر جو پاک وطاہر ہے گانے والی کی اجرت حرام ہے۔

محمد بن شاذان بن نعیم ہم اہل بیتؑ کے شیعوں میں سے ایک ہے۔

ابوالخطاب محمد بن ابوزینت الاجدع بھی ملعون ہے اور اس کے ساتھی بھی ملعون ہیں۔ ان کے نظریے اور عقیدے والوں کے پاس نہ بیٹھا کرو کیونکہ میں اور میرے آباؤ اجداد علیہم السلام اس سے بری اور بیزار ہیں۔

وہ لوگ جو ہمارے اموال میں خلط ملط کرتے ہیں تو جو اس میں کسی چیز کو حلال سمجھے اور کھائے وہ جہنم کی آگ کھا رہا ہے۔

اب رہا خمس تو وہ ہمارے شیعوں کے لئے مباح ہے اور ہمارے امر کے ظہور تک ان کے لئے حلال ہے (۱۹۶) تاکہ ان کی ولادت پاکیزہ ہو اور اس میں خبث اور پلیدگی نہ آئے۔

اب رہی ان لوگوں کی ندامت اور پشیمانی جنہوں نے اللہ عزوجل کے دین میں شک کیا اس چیز کے ذریعے جس سے انہوں نے ہم سے وصل کیا تو جو معافی طلب کرے ہم اسے معاف کرتے ہیں، ہاں شک میں رہنے والوں کے کسی صلہ کی ہمیں ضرورت نہیں۔

اب رہی غیبت کی وجہ اور علت تو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يا ايها الذين امنو الا تسالو اعن اشياء ان تبدلكم تسوكم (المائدہ ۱۰۱)

اے ایمان والو ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو اگر تمہارے لئے ظاہر ہوں تو تمہیں بری لگیں۔

میرے آباؤ علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی گردن میں ان کے زمانے کے طاغوت سے مسالمت اور مصالحت کی رسی نہ تھی، مگر میں جب خروج کروں گا تو کسی طاغوت سے مسالمت اور مصالحت کی رسی میری گردن میں نہیں ہوگی۔

اب رہا میری غیبت میں مجھ سے استفادہ کرنے کا ذریعہ تو وہ سورج سے اس وقت استفادہ کرنے کے مثل ہے جب اس کو بادل آنکھوں سے اوجھل کردے۔

بیشک میں اہل زمین کے لئے امان ہوں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔

لایعنی چیزوں کے بارے میں سوالات کا دروازہ بند کردو اور جس چیز کی تمہارے لئے کفایت کی گئی ہے اس میں تکلف نہ کرو۔

تعجیل فرج کی دعا زیادہ کیا کرو کیونکہ یہی تمہاری فرج وکشائش ہے۔

تم پر سلام ہو اے اسحاق بن یعقوب اور اس پر جو ہدایت کی اتباع اور پیروی کرے۔(۱۹۷)

۳۔ شیخ موثق ابو عمر عامری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ابن ابو غانم قزوینی اور شیعوں کی ایک جماعت میں خلف (امام حسن عسکریؑ کے جانشین) کے بارے میں اختلاف ہو گیا، ابن ابو غانم نے ذکر کیا کہ جب ابو محمدؑ اس دنیا سے چلے گئے تو آپؑ کا کوئی جانشین نہیں تھا، انہوں نے اس بارے میں ایک خط لکھ کر ناحیہ (امام زمانہ) کی جانب بھیجا اور اس میں اس اختلاف کا ذکر کیا۔

ان کے خط کا جواب آنجناب (سلام اللہ علیہ وآبہ) کے خط وتحریر میں وارد ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ہمیں اور تمہیں فتنوں سے عافیت میں رکھے اور ہمیں اور تمہیں روح یقین بخشے اور ہم کو اور تم کو بری بازگشت سے پناہ دے۔

تحقیق تم میں سے ایک جماعت کے دین میں شک کی مجھ تک خبر پہنچی، اس میں والیان امر کے متعلق جو شک اور حیرت موجود ہے اس کا غم وغصہ ہمیں تمہارے لئے ہوا نہ کہ اپنے لئے، ہمیں تمہارے بارے میں برا لگا نہ کہ ہمارے اپنے بارے میں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، ہمیں اس سے قطعی گھبراہٹ نہیں کہ کون ہم سے کٹ گیا۔

ہم اپنے پروردگار کی صنعت ہیں اور باقی مخلوق ہماری صنعت (یعنی ہماری وجہ سے ہیں) اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ شک وریب میں پڑے جاتے ہو اور حیرت میں اوپر نیچے ہوتے ہو۔

کیا تم نے اللہ عزوجل کا فرمان نہیں سنا:

"یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔(المائدۃ۔۱۰۱)

تمہارے گزرے ہوئے آیمہ کے بارے میں آثار میں ان پر ہونے والے جو کچھ حوادث اور واقعات آئے ہیں وہ تمہیں معلوم نہیں۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے کس طرح تمہارے لئے پناہ گاہیں قرار دیں ہیں اور نشان راہ بنائے ہیں جن سے تم ہدایت پاتے ہو، آدمؑ سے لے کر ماضی (امام حسن عسکریؑ) کے ظہور تک جب بھی کوئی نشان غائب ہوا تو دوسرا نشان ظاہر ہوا، جب ایک ستارہ ڈوبا تو دوسرا ستارہ نکل آیا۔

جب اللہ نے ان کی روح کو اپنی طرف قبض کیا تو تم خیال کرنے لگے کہ اللہ نے اپنے دین کو باطل کردیا اور اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان سبب کو منقطع کردیا، ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

اللہ کا امر ظاہر ہو کر رہے گا جب کہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں گے۔

بے شک گزرنے والے (امام حسن عسکریؑ) سعید وفقید ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر چلے گئے جس طرح ایک نعل اپنے دوسرے کے سامنے ہوتا ہے، ہم میں ان کی وصیت اور ان کا علم ہے اور ان ہی (امام عسکریؑ) سے ان کا خلف اور جانشین ہے جو ان کی جگہ پر کئے ہوئے ہے۔

ان کے مقام وجگہ کے سلسلے میں ہم سے نہیں جھگڑے گا مگر جو ظالم ہوگا اور میرے علاوہ نہ کوئی دعویٰ کرے گا مگر وہ جو منکر اور کافر ہوگا۔

اگر یہ نہ ہوتا کہ امر خدا مغلوب نہیں ہوسکتا، اس کا راز ظاہر نہیں ہوتا، تو پھر ہمارے حق میں سے تمہارے لئے وہ کچھ ظاہر ہوسکتا جس سے تمہارے عقلیں حیران ہوجاتیں اور تمہارے شکوک وشبہات زائل ہوجاتے۔

مگر جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، ہر اجل وموت کی کتاب وتحریر ہے، اللہ سے ڈرو اور ہمیں تسلیم کرو، امر وحکم کو ہماری طرف پلٹاؤ۔

ہم پر اسی طرح صادر ہوتا ہے جس طرح ہماری طرف سے وارد کیا جاتا ہے۔

جو تم سے چھپایا گیا ہے اسے منکشف کرنے کا قصد نہ کرو، دائیں جانب اور بائیں جانب نہ جھکو بلکہ ہماری طرف اپنی میانہ روی اختیار کرو، مودت ومحبت کے ساتھ اور واضح طریقے پر قائم رہ کر۔

تحقیق میں نے تمہیں نصیحت کردی، خدا مجھ پر اور تم پر گواہ ہے۔

تمہاری اصلاح کے لئے ہماری لگن اور محبت اور تم پر مہربانی اور شفقت ایسی ہے کہ ہم اسی کے ساتھ اس میں بھی مشغول ہیں جس کا ہم سے امتحان لیا گیا ہے، یعنی ظالم سے نزاع کرنے میں کہ وہ جو سرکش گمراہ ہے اور اپنی گمراہی میں مسلسل لگا ہوا ہے اپنے پروردگار کا مخالف اور عدو ہے اور اس چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کے لئے نہیں، وہ ان کے حق کا انکار کرتا ہے جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اور جو ظالم وغاصب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر نیک اختر میں میرے لئے اسوہ حسنہ (اور اچھا نمونہ) ہے۔

عنقریب جاہل اپنے عمل کی چادر اوڑھ لے گا، عنقریب کافر جان لے گا کہ دار عقبیٰ اور آخرت کس کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ہلاکتوں اور برائیوں اور آفتوں سے بچائے، اپنی رحمت کے ساتھ، وہ اس کا ولی وحاکم ہے اور جو چاہے اس پر قدرت رکھتا ہے۔

وہ ہمارا اور تمہارا ولی اور سرپرست اور محافظ ونگہبان ہے۔

سلام ہو تمام اوصیاء اولیاء اور مومنین پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اور اللہ صلوات بھیجے محمد نبیؐ پر اور ان کی آلؑ پر اور سلامتی جو حق ہے سلامتی کا۔(۱۹۸)

۵۔ آپؑ کا خط عمری اور ان کے بیٹے رحمہا اللہ کی طرف:

خدا تم دونوں کو اپنی اطاعت کی توفیق دے، اور تم دونوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھے، تم دونوں کو اپنی مرضات اور خوشنودی کی بنا پر سعادت بخشے۔

تم دونوں کو میسمی نے جو مختار کے مناظرے کی خبر دی ہے اس کا مجھے پتہ چلا، نیز اس کی یہ حجت کہ جعفر بن علیؑ کے علاوہ کوئی خلف اور (امامت کا) جانشین نہیں اور وہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے یہ سب کیفیات جو تم دونوں نے لکھی ہیں جو کچھ تمہارے کچھ ساتھیوں نے ان کے بارے میں کہی ہیں، مجھ تک پہنچی ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے جلاء اور روشنی کے بعد اندھے پن سے پناہ مانگتا ہوں اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اور تباہ کرنے والے اعمال اور ہلاک کرنے والے فتنوں سے کیونکہ خداوند عزوجل فرماتا ہے:

"الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا و ھم لا یفتنون"

کیا لوگوں نے گمان کرلیا ہے کہ انہیں اس بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔

وہ کس طرح فتنوں میں ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں اور حیرت و سرگردانی میں آنا جانا لگائے رکھتے ہیں۔ دائیں بائیں (انحرافات) کی طرف جاتے ہیں، وہ دین سے جدا ہوگئے ہیں یا دین میں شک و شبہ میں پڑ گئے ہیں یا حق سے عناد اور دشمنی رکھتے ہیں، یا جو کچھ سچی روایات اور صحیح احادیث نے بتلایا ہے اس سے جاہل ہیں، یا سب کچھ جانتے ہوئے انہیں چھوڑے ہوئے ہیں۔

بلاشبہ زمین کبھی حجت سے خالی نہیں رہتی، خواہ وہ ظاہر ہو یا مخفی۔ کیا انہوں نے اپنے نبیؐ کے بعد اپنے آئمہؑ کے انتظام کو یکے بعد دیگرے نہیں دیکھا یہاں تک کہ اللہ عزوجل کے امر سے یہ سلسلہ حسنؑ بن علیؑ تک پہنچا، آپؑ اپنے آباء علیہم السلام کے مقام پر قائم ہوئے کہ حق کی طرف ہدایت کریں۔

وہ جنابؑ سیدھے راستے کی طرف ایک نور ساطع اور شہاب لامع اور قمر ظاہر (یعنی پھیلنے والا نور، چمکنے والا ستارہ اور چودھویں کا چاند) تھے۔

پھر اللہ عزوجل نے ان کے لئے وہ کچھ اختیار کیا جو اس کے پاس ہے وہ جنابؑ اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے طریقے پر چلے گئے (جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے مطابق ہوتا ہے)۔

ایک ان کا عہد و میثاق اور وصیت جو انہوں نے اپنے وصی کے لئے کی ہے اور جس کو اللہ عزوجل نے اس کی غایت تک اپنے امر سے پوشیدہ کر دیا ہے اور اپنی مشیت سے اس کی جگہ کو اپنی سابقہ قضا اور فیصلے کی بنا پر اور

نافذ ہونے والی تقدیر کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

ہم میں ہے اس کی جگہ اور مقام اور ہمارے لئے ہے اس کا فضل وکرم۔

اگر اللہ عزوجل نے جس سے منع کیا ہے، اس میں اذن دیتا اور جس پر اس کا حکم جاری ہوا ہے اس کو زائل کر دیتا تو ہم انہیں عمدہ تربیر، واضح ترین دلائل اور روشن علامت کے ساتھ حق ظاہر کر کے دکھاتے۔

مگر اللہ عزوجل کی تقدیریں مغلوب نہیں ہوتیں، اس کے ارادے کو بدلا نہیں جا سکتا اور اس کی توقیع اور تحریر سے آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔

انہیں چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ دیں، وہ اسی اصل پر قائم رہیں جس پر وہ پہلے تھے اور اس امر میں بحث نہ کریں جو ان سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، ورنہ وہ گناہگار ہوں گے۔

اللہ کے راز کو منکشف نہ کریں ورنہ پشیمان ہوں گے۔

انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم میں ہے۔

ہمارے علاوہ کوئی یہ بات نہیں کہے گا مگر وہ جھوٹا جو باطل میں منہمک اور مشغول ہے۔

ہمارے علاوہ کوئی دعویٰ نہیں کرے گا مگر گمراہ اور بے راہ ہوگا۔

ہماری طرف سے اتنی ہی بات کو کافی سمجھو، تفسیر وتشریح کو چھوڑو اور اشارہ وکنایہ پر قناعت کرو، انشاء اللہ۔(۱۹۹)

۶۔ شیخ مفید رحمہ اللہ کے لئے آپ کا ایک خط۔ ماہ صفر ۴۱۰ ہجری

برادر سدید ورشید اور ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا اس کے اعزاز کو ہمیشہ رکھے، جس سے بندوں سے لئے گئے عہد کی سپردگی چاہی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد! تم پر سلام ہوا ے دین میں مخلص دوست وہ دین جو ہم پر یقین سے مخصوص ہے، ہم تمہارے لئے اس اللہ کی حمد کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں ہمارے آقا ومولا ہمارے نبی محمدؐ اور ان کی پاکیزہ آل پر درود وصلوات کا، سنو خدا حق کی نصرت کے لیے تمہاری توفیق کو دائم رکھے، سچائی سے ہماری طرف سے بات کرنے پر تمہیں ثواب جزیل وکثیر عطا کرے۔

تمہیں خط وکتابت سے مشرف کرنے کا ہمیں اذن دیا گیا ہے، (اس بنا پر) کہ تم ہماری طرف سے ہمارے ان دوستوں تک اس چیز کو ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھائے ہو جو تمہارے پاس ہیں۔

خدا انہیں اپنی اطاعت کی وجہ سے عزت دے اور ان کی رعایت وحفاظت کر کے ان کی مہم اور غرض کی

کفایت کرے۔

خدا تمہیں اپنی مدد سے اس چیز میں ترقی دے (جس کا ہم ذکر کریں گے) اپنے ان دشمنوں کے مقابل جو اس کے دین سے نکلے ہوئے ہیں۔

اسے ادا کرنے اور اس شخص تک پہنچانے میں جس پر تمہیں اطمینان ہو عمل کرو، اس طور پر کہ جیسے ہم تمہارے لئے تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں۔

فاسقوں کی حکومت جب تک ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے شیعہ مومنین کے لئے بہتر سمجھتا ہے، اس کی بنا پر اگر چہ ہم ظالموں کے گھروں سے دور ہیں، پھر بھی ہمارا علم تمہاری خبروں پر محیط ہے، تمہارے خبرے میں سے کوئی بات ہم سے اوجھل نہیں۔

جب سے تم میں سے بہت لوگ اس طرف مائل ہوئے ہیں جس سے سلف صالح الگ تھلگ تھے اور جو ان سے عہد و میثاق لیا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھینک دیا ہے گویا وہ کچھ جانتے نہیں ہم تمہاری مراعات ونگہبانی کو نہیں چھوڑتے اور نہ ہی تمہاری یاد کو بھولتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم پر مصیبت کی بجلیاں گرتیں اور دشمن تمہیں مغلوب کر لیتے۔

اللہ جل جلالہ سے ڈرو اور جو فتنہ تم پر اٹھا ہوا ہے اس سے الگ رہ کر ہماری تائید و حمایت کرو۔۔۔۔۔۔۔۔(۲۰۰)

آپؑ کی سلطنت وحکومت

بلاشبہ آپؑ کی حکومت ساری دنیا پر محیط ہوگی اور آپؑ کے عدل وانصاف سے پوری انسانیت مستفید ہوگی، ساری دنیا پر دین اسلام کا غلبہ ہوگا۔

یہ حدیث شریف متواتر ہے:

"یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما و جورا"

آپؑ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

جس کتاب میں بھی امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہے اس میں یہ حدیث ضرور ہوگی۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ آپؑ کی حکومت وسلطنت ساری دنیا پر ہوگی اور پوری دنیا میں آپؑ کا عدل وانصاف کارفرما ہوگا۔

جن آیات شریفہ میں دین اسلام کے باقی تمام ادیان پر غلبہ پانے کا ذکر ہے ان کی بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ یہ بات امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی۔

یہاں چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا" (آل عمران۔۸۳)

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب خوشی یا تنگی سے اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں گے۔

ابوجعفر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ زمین کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہے گا کہ جہاں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور ان محمداً رسول اللہ کی شہادت کی ندا نہ ہوگی، اسی بات کی طرف خدا کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ:

"ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون"

اسی کے سامنے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سر تسلیم خوشی سے یا مجبوراً خم کر دیں گے اور اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

رفاعہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سورہ آل عمران میں خدا کے اس قول:

"ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا"

کے بارے میں فرمایا کہ جب قائم مہدیؑ قیام کریں گے تو زمین کا کوئی حصہ باقی نہیں رہے گا جہاں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی ندا نہ گونجے۔(۲۰۱)

آنجنابؑ ہی سے روایت ہے کہ کوئی اہل دین ایسا نہیں ہوگا جو دین اسلام کا اظہار نہ کرے اور ایمان کا اعتراف نہ کرے، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا کہ:

"ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون"

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون" (توبہ۔۳۳)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بستی ایسی باقی نہیں رہے گی جس میں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت اور گواہی کی پکار صبح و شام نہ ہو۔(۲۰۳)

مفضل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا:

"وقاتلوھم حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین کلہ للہ" (انفال۔۳۹)

ان سے اس وقت تک قتال اور جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم اے مفضل ملل واقوام اور مذاہب وادیان کے درمیان اختلاف ختم ہو جائے گا، سارے کا سارا ایک ہی دین ہو جائے گا جیسا کہ:

خدا جل ذکرہ، فرماتا ہے:

"وان الدین عند اللہ الاسلام" (آل عمران۔۱۹)

بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

"ومن یبتغ غیر الا سلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الا خرۃ من الخاسرین" (آل عمران۔۸۵)

جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں ہوگا، وہ آخرت میں خسارا اور گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔(۲۰۴)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولقد کتبنا فی الزبور من بعد لاذکر ان الارض للہ یرثھا عبادی الصالحون" (انبیاء۱۰۵)

ہم نے زبور میں ذکر (تورات) کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔

حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپؑ دونوں نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔(۲۰۵)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوہ واتوا الزکواہ وامر وبا المعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبہ الامور" (حج۔۴۱)

یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین پر قابو دے دیں تو پابندی سے نماز ادا کریں گے اور زکوۃ دیں گے، اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے، (یوں تو) سب کاموں کا انجام خدا ہی کے

اختیار میں ہے۔

ابوجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ آیت حضرت مہدیؑ اور آپؑ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں خداوند عالم زمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنائے گا اور ان کے ذریعے دین کو غلبہ دے گا یہاں تک کہ ظلم اور بدعتوں کا نام ونشان نظر نہیں آئے گا۔(۲۰۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملو الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا" (نور۔۵۵)

(اے ایمان والو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں (ایک نہ ایک دن) روئے زمین پر (اپنا) نائب بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، جس دین کو خدا نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے اس میں ضرور بالضرور انہیں پوری قدرت دے گا، ان کے خوفزدہ ہونے کے بعد (ان کے ہراس کو) امن سے ضرور بدل دے گا تا کہ وہ (اطمینان سے) میری ہی عبادت کریں اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائیں۔

ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (وہ) حضرت قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔(۲۰۷)

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم آئمہ و نجعلھم الوارثین" (قصص۔۵)

ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، ان پر احسان کریں اور ان ہی کو (لوگوں کا) پیشوا اور امام بنائیں اور ان ہی کو اس (سرزمین) کا وارث (ومالک) بنائیں۔

امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ آل محمدؐ ہیں، خدا ان کے مہدیؑ کو ان کی جہد و مشقت کے بعد مبعوث کرے گا، انہیں عزت دے گا اور ان کے دشمن کو ذلیل وخوار کرے گا۔(۲۰۸)

اہل بیت علیہم السلام سے احادیث آئی ہیں کہ آپؑ کی حکومت آخری حکومت ہے، آپؑ کا حکم سب لوگوں

کے بعد اس لئے ہوگا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر ہمیں سلطنت اور حکومت دی جاتی تو ہم ان ہی کی طرح حکم کرتے۔

ا۔ ابوجعفر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری حکومت آخری حکومت ہوگی، کوئی گھرانہ ایسا نہیں بچے گا جسے ہم سے پہلے حکومت نہ مل جائے تاکہ جب ہماری سیرت دیکھیں تو یہ نہ کہیں کہ ہم مالک بنتے تو ہماری یہی سیرت ہوتی۔ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

"والعاقبہ للمتقین" (قصص ۸۳)

اور انجام کار متقیوں کے لیے ہے۔ (۲۰۹)

ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ امر (امام مہدیؑ کا ظہور) نہیں ہوگا جب تک لوگوں کی کوئی صنف نہیں بچے گی کہ وہ لوگوں پر حکومت کر چکی ہوگی، تاکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہم والی امر ہوتے تو ہم بھی عدل وانصاف کرتے، اس کے بعد ہی قائم حق وعدل کے ساتھ قیام کریں گے۔ (۲۱۰)

عمار بن یاسر نے کہا: تمہارے پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کی حکومت آخری زمانے میں ہوگی۔۔۔۔۔۔۔ پھر مہدی علیہ السلام خروج کریں گے، ان کا علم بردار شعیب بن صالح ہوگا۔ (۲۱۱)

یہ احادیث ان زمانوں کی حکومتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، لوگوں میں سے جماعتیں ابھرتی ہیں اور اپنے ہاتھ میں حکمرانی لیتی ہیں لوگ ان کے ظلم وجور سے تنگ آجاتے ہیں اس کے بعد دوسری جماعت برسر اقتدار آجاتی ہے، اس طرح سلسلہ جاری رہتا ہے۔

انشاء اللہ اہل بیتؑ کی حکومت قریب آرہی ہے اللہ تعالیٰ ان کی فرج اور کشائش میں جلدی فرمائے گا۔

آپؑ کی سیرت

اسلام کی نشر واشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بڑا عمل دخل تھا، آپؐ کی سیرت بھی آپؐ کی دعوت کا انداز متعین کرتی ہے اور آپؐ کے انقلاب کا ایک ستون شمار ہوتی ہے۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام بھی آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلے، ان کی زندگیاں بھی آنحضرتؐ ہی کی سیرت کا پرتو تھیں۔

اس باب میں امام مہدی علیہ السلام کی سیرت اور آپؑ کی حکومت کے طور طریقے کے بارے میں رسول اعظمؐ اور آئمہ طاہرینؑ سے جو باتیں آئی ہیں وہ پیش کی جارہی ہیں:

ا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ (۲۱۲)

۲۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ضرور خدا میری عترت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کے

دانت ملے ہوئے نہیں ہوں گے، جو روشن اور کھلی پیشانی والا ہوگا، جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا اور مال کا فیض عام کرے گا۔(۲۱۳)

۳۔ آپؐ نے فرمایا: مہدیؑ کی تمہیں بشارت ہو جو قریش میں سے میری عترت میں سے ایک شخص ہے، وہ لوگوں کے اختلاف کے زمانے اور زلزلوں کے زمانے میں خروج کرے گا، وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، اس سے زمین وآسمان کے رہنے والے راضی ہوں گے وہ مال کو صحیح صحیح مساوی طور پر تقسیم کرے گا اور امت محمدیہؐ کے افراد کے دلوں کو غنی اور تونگری سے بھر دے گا، اس کا عدل انہیں گھیر لے گا حتیٰ کہ وہ منادی کو حکم دے گا کہ ندا کرے کہ جس کو ضرورت اور حاجت ہو وہ میرے پاس آئے، ایک شخص کے سوا کوئی نہیں آئے گا (سب سیر ہو چکے ہوں گے) وہ آپؑ سے سوال کرے گا تو آپؑ اس سے کہیں گے کہ خزانچی کے پاس جاؤ وہاں تجھے مل جائے گا، وہ خزانچی کے پاس جا کر کہے گا کہ میں مہدیؑ کے ہاں سے آیا ہوں تجھ سے مال لینے، خزانچی فوراً اسے اس قدر مال دے دے گا کہ وہ اٹھا نہیں سکے گا، وہ اس میں سے صرف اتنا لے گا جتنا وہ اٹھا سکے، جب وہ اس مال کو لے کر چلے گا تو خود پشیمان ہوگا اور (اپنے آپ سے) کہے گا کہ میں نفس کے لحاظ سے امت محمدیہؐ میں سب سے زیادہ حریص ہوں، بلایا سب کو گیا تھا مگر صرف میں ہی آیا، چنانچہ وہ مال واپس کرنے جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ دی ہوئی چیز ہم واپس نہیں لیتے۔

آپؑ اس (انداز) میں چھ سال یا سات سال یا آٹھ سال یا نو سال رہیں گے، آپؑ کے بعد دنیا میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے۔(۲۱۴)

۴۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ جنابؑ مال ''صحاحاً'' تقسیم کریں گے، ہم نے عرض کیا کہ صحاح کیا ہے، آپؐ نے فرمایا: بالسویہ، برابر برابر۔(۲۱۵)

۵۔ فرمایا: وہ زیادہ سے زیادہ مٹھی بھر بھر کر مال دیں گے، گن گن کر نہیں۔(۲۱۶)

۶۔ ابو درداء اور حکم نے یہ روایت بیان کی ہے کہ مہدیؑ سات سال یا نو سال تک حکومت کریں گے، آپؑ کے پاس ایک شخص آ کر کہے گا کہ مجھے کچھ دیجئے تو آپؑ اس کے کپڑے میں اتنا انڈیل دیں گے جتنا وہ اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہوگا۔(۲۱۷)

۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ میرے نقش قدم پر چلے گا اور اس سے تجاوز اور خطا (کمی بیشی) نہیں کرے گا۔(۲۱۸)

۸۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: مہدیؑ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا پیغام دوسرے شہروں میں اپنے حکام کے پاس بھیجیں گے۔(۲۱۹)

۹۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: صاحب رایۃ الاحمدیہ (احمد مجتبیٰؐ کے علم کا وارث) تلوار کے ساتھ قیام

کرے گا، صاحب حال، جو مقال میں صادق اور سچا ہوگا ظہور کریگا، زمین کو ہموار کرے گا، سنت اور فرض کو زندہ کریگا۔(۲۲۰)

۱۰۔ ابوجعفر امام محمد باقر نے فرمایا: وہ سال میں تمہیں دو بار عطا اور بخشش دے گا اور مہینے میں دو مرتبہ رزق اور اخراجات دے گا۔(۲۲۱)

۱۱۔ ابوجعفر امام محمد باقر نے فرمایا: جب ہم اہل بیتؑ کے قائمؑ قیام کریں گے تو برابر تقسیم کریں گے، رعایا میں عدل و انصاف ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپؑ کے پاس ساری دنیا کی دولت جمع ہوگی، آپؑ لوگوں سے کہیں گے آؤ اس (مال) کی طرف جس میں تم نے قطع رحمی کی تھی اور جس میں تم نے خون بہائے تھے اور اللہ عزوجل نے جن چیزوں کو حرام کیا تھا اس کے تم مرتکب ہوئے تھے۔

پھر آپؑ اتنا دیں گے کہ آپؑ سے پہلے کسی نے بھی اتنا عطیہ نہ دیا ہوگا۔

آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور اور شر اور برائی سے بھری ہوگی۔(۲۲۲)

۱۲۔ ابوجعفر امام محمد باقر نے فرمایا: مہدی اور آپؑ کے اصحاب کو خداوند عالم زمین کے مشارق و مغارب کا مالک بنادے گا، دین کا غلبہ ہوگا، خدا آپؑ کے اور آپؑ کے اصحاب کے ذریعہ بدعتوں اور باطل کو ختم کر دے گا، جس طرح حماقت اور بے وقوفی نے حق کو ختم کر دیا تھا، یہاں تک کہ ظلم کا نام و نشان نظر نہیں آئے گا، آپؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔(۲۲۳)

۱۳۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: آپؑ رسول اللہ کی سیرت کے مطابق لوگوں میں بسر کریں گے اور آپؑ جیسا ہی عمل کریں گے۔(۲۲۴)

۱۴۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادق نے فرمایا: جب قائمؑ نے قیام کیا تو آپؑ عدل کے مطابق احکام صادر فرمائیں گے، آپؑ کے زمانے میں ظلم و جور اٹھ جائے گا، آپؑ کی وجہ سے راستے پر امن ہوجائیں گے، زمین اپنی برکات باہر لے آئے گی، ہر حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آئے گا، کسی دین کا پیرو باقی نہیں رہے گا بجز اس کے کہ وہ اسلام کا اظہار کرے اور ایمان کا اعتراف کرے۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا؟

ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا والیہ یرجعون (آل عمران۔۸۳)

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کے سامنے بخوشی یا مجبوراً سر تسلیم خم کر دیں گے، اسی کی جانب سب کو پلٹ کر جانا ہے۔

آپؑ لوگوں میں حضرت داؤدؑ کی طرح حکم کریں گے اور وہ محمدؐ کا حکم ہوگا، اس وقت زمین اپنے خزانے ظاہر کردے گی، اس کی برکتیں ظاہر ہوں گی، تم میں سے کسی شخص کو صدقہ دینے کے لئے کوئی مستحق نہیں ملے گا نہ ہی کوئی احسان کرنے کے لیے، وجہ اس کی وہ غنی اور تونگری ہوگی جو تمام مومنین کو حاصل ہوگی۔(۲۲۵)

۱۵۔ امام ابوعبداللہ جعفر صادق نے فرمایا: آپؑ کا لباس کھردرا اور موٹا جھوٹا ہوگا اور کھانا بے ذائقہ جو کا ہوگا۔(۲۲۶)

۱۶۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادق نے مہدیؑ کے بارے میں فرمایا: آپؑ ہر بدعت کو زائل کر کے چھوڑیں گے، ہر سنت کو قائم کر کے رہیں گے، قسطنطنیہ، چین اور دیلم کے پہاڑوں کو فتح کریں گے۔(۲۲۷)

۱۷۔ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب خداوند تعالیٰ قائمؑ کو خروج کا اذن دے گا تو آپ منبر پر تشریف لے جائیں گے اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں گے، انہیں خدا کی قسم دیں گے اور اپنے حق کی طرف بلائیں گے۔

آپؑ رسول اللہ کی سیرت پر چلیں گے اور آنحضرتؐ جیسا عمل کریں گے۔(۲۲۸)

۱۸۔ حضرت عبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: آنجنابؑ لوگوں میں رسول اللہ کی سنت کے مطابق چلیں گے اور آپ جیسا عمل کریں گے۔(۲۲۹)

۱۹۔ ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: قائمؑ کا نام مہدیؑ اس لیے ہے کہ آپؑ ایسے امر کی طرف ہدایت کریں گے جس سے گمراہی اختیار کر لی گئی ہے اور قائمؑ کے نام سے اس لئے موسوم ہیں کہ آپ حق کے ساتھ قیام کریں گے۔(۲۳۰)

۲۰۔ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قائمؑ قیام کریں گے تو بنی شیبہ کے ہاتھ کاٹیں گے، انہیں کعبے کے ساتھ لٹکائیں گے اور ان پر لکھیں گے کہ یہ کعبہ کے چور ہیں۔(۲۳۱)

آپؑ کی مدح میں اشعار اور قصدے

کچھ نایاب اور نادر قصیدے اور اشعار محققین اور دانشور حضرات کے استفادہ کے لئے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔(ادارہ)

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

فللہ درہ من امام سمیدع

بذل جیوش المشرکین بصارھم

ویظهر هذا الدین فی کل بقعه
ویرغم انف المشرکین الغواشم
فیاویل اهل الشرك من سطوة لفنا
ویاویل کل الویل من کان ظالم
ینقی بساط الارض من کل افه
ویرغم فیها کل من کان غاشم
ویامر بمعروف وینهی لمنکر
ویطع نجم الحق بالحق قائم
وینشر بساط العدل شرقا و مغربا
وینصر للدین الله والحق عالم
وما قلت هذا القول فخرا وانما
قد اخبرنی المختار من ال هاشم

۲۔ جناب امیرؑ کے یہ بھی اشعار ہیں:

سقی الله قائمنا صاحب آل
قیامه والناس فی دابها
هوالمدرك بالثار لی یا حسین
بل لك فاصبر لا تعابها
لکل دم الف الف وما
یقصر فی قتل احزابها
هنالك لا ینفه الظالمین
قول بعذر واعقابها

(۲۳۳)

۳۔ آپؑ ہی کے یہ اشعار بھی ہیں:

بنی اذا ما جاشت الترك فانتظر

ولا به مهدی یقوم و یعدل
وذل ملوك الارض من ال هاشم
وبويع منهم من يلذ و يهزل
صبی من الصبيان لا وای عنده
ولا عنده جد ولا هو یعقل
فثم يقوم القائم الحق مكنم
وبالحق يا تيكم وبالحق يعمل
سمی نبی الله نفسی فدائه
فلا تخذ لوه يا بنی و عجلوا
(۴۳۴)

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لكل اناس دوله يرقبونها
ودولتنا فی اخر الدهر تظهر
(۴۳۵)

۵۔ حموینی شافعی کی کتاب فرائد السمطین میں احمد بن زیاد سے دعبل بن علی الخزاعی سے روایت ہے کہ میں نے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کو یہ قصیدہ سنایا:

مدارس آيات خلت من تلاوة
ومنزل وحی مقفر العرصات
اری فيئهم فی غير هم متقسما
وايديهم من فيئهم صفرات
وقبر ببغداد لنفس زكيه
تضمنها الرحمان بالغرفات

مجھ سے امامؑ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس قصیدے کے دو اشعار کے متعلق ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا: جی ہاں اے ابن رسول اللہ۔ اور عرض کیا:

وقبر بطوس یالها من مصیبه
الحت علی الا حشاء بالزفرات
الی الحشر حتی یبعث الله قائما
یفرج عنا الهم والکربات
(۲۳۶)

۶۔ عیسیٰؒ بن فتح نے حضرت امام حسن عسکریؑ سے سوال کیا: اے میرے سردار اور آقا! کیا آپؑ کا فرزند بھی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا ایک بیٹا بھی ہے ایک وقت آئے گا کہ وہ زمین پر ظاہر ہوگا اور عدل کرے گا اور اب بھی ہے۔ پھر امامؑ نے یہ اشعار کہے:

لعلک یوما ان ترانی کانما
بنی حوالی الا سود اللوابد
فان تمیما قبل ان قلد الحصی
اقام زمانا وهو فی الناس واهد
(۲۳۷)

۷۔ ابی صلتؒ سے روایت ہے کہ دعبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ قصیدہ امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے پڑھا اور اس شعر تک پہنچا:

خروج امام لا محاله قائم
یقوم علی اسم الله والبرکات
یمیز فینا کل حق و باطل
ویجزی علی النعماء والنقمات

امام رضا علیہ السلام رو دیئے پھر سر اٹھا کر فرمایا: اے خزاعی! اس بیت کے پڑھتے وقت روح القدس نے تمہاری زبان سے نطق کیا ہے اور شعر کو ادا کیا ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون امامؑ ہیں جن کے بارے میں تم نے اس شعر میں اظہار خیال کیا ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم مگر یہ میں نے سنا ہے کہ اے میرے مولا اور آقا! آپؑ میں سے ایک امامؑ خروج کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اے دعبل! میرے بعد میرا بیٹا محمدؑ امام ہے، ان کے بعد ان کا بیٹا علیؑ ان کے بعد ان کا بیٹا حسنؑ ہے اور حسنؑ کے بعد ان کا بیٹا محمدؑ حجت ہے، جو قائم ہے، ان کی غیبت میں منتظر ہوں گے، ظہور میں ان کی اطاعت اور پیروی کی جائے گی۔

اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن بھی باقی رہ گیا تو خدا اس دن کو اس قدر طول کر دے گا کہ ہمارے قائمؑ خروج کریں گے، پھر وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔(۲۳۸)

۸۔ نعثل یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے امور میں سوال کئے اور آپؐ نے ان کے جوابات دیئے، ان میں آئمہؑ کے نام بھی تھے جو آپؐ نے بتائے۔

صلی الا له ذو العلی
علیك یا خیر البشر
انت النبی المصطفی
والها شمی الفتخر
بك قد هدانا ربنا
ومعشر سمیتهم ائمه اثنی عشر
حبا هم رب العلی
ثم اصطفاهم من كدر
قد فاز من و الا هم
و خاب من عادی الزهر
اخرهم یسقی الظما
وهو الامام المنتظر
عترتك الاخیار لی
والتابعین ما امر
من كان عنهم معرضا
فسوف تصلاه سقر

(۲۳۹)

۹۔ ورد بن زید، اس کا بھائی کمیت بن زید اسدی امام ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ (امام باقرؑ) کی

خدمت میں حاضر ہوئے، آپؑ کی شان میں قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے:

کم حزت فیك من احواز و ایفاع
واوقع الشوق بی قاعا الی قاع

اور پھر یہ اشعار پڑھے:

متی الولید بسامرا اذا بنیت
یبدو کمثل شهاب اللیل طلاع!
حتی اذا اقذفت ارض العراق به
الی الحجاز انا خوه بمجعاع !
وغاب سبتاو سبتا من ولا دته
مع کل ذی جوب للارض قطاع
لا یسامون به الجواب قد تبعوا
اسباط هارون کیل الصاع بالصاع
شبیه موسی و عیسی فی مغایبها
لو عاش عمر یهما لم ینعه ناع
تتمه النقباء المسرعین الی !
موسی بن عمران کانوا خیر سراع
اوکالعیون الی یوم العصا انفجرت
فانصاع منها الیه کل منصاع !
انی لا رجوله رویا فادر که
حتی اکون له من خیر اتباع
بذاك انبانا الراوون عن نفر
منهم ذوی خشیه لله طواع
روته عنکم رواة الحق ماشرعت
ابائکم خیر اباء و شراع

(۲۴۰)

۱۰۔ سفیان بن مصعب عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی مدح میں یہ اشعار کہے ہیں، وہ آپ کا ہم عصر تھا۔

وانتم ولات الحشر والنشر والجزا
وانتم لیوم لمفزع الهول مفزع
وانتم علی الاعراف وهی کتائب
من المسك ریاها بکم یتضوع
ثمانیه بالعرش اذ یحملونه
ومن بعد هم فی الارض هارون اربع

۱۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شان میں ایک اور قصیدے کا شعر:

نجوم هی اثنا عشرة کن سبقا
الی الله فی علم من الله سابق

(۲۴۲)

۱۲۔ مصعب بن وهب نوشجانی کے اشعار۔ یہ امام علی رضا علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔

فان تسئلانی ما الذی انا دائن
به فالذی ابدیه مثل الذی اخفی
ادین بأن الله لا شئی غیرہ
قوی عزیز باری الخلق من ضعف
وان رسول الله افضل مرسل
به بشر الماضون فی محکم الصحف
وان علیاً بعدہ احد عشرۃ
من الله وعد لیس فی ذاك من خلف
ائمتنا الهادون بعد محمد
لهم صفودوی ما حییت لهم اصفی

ثمانيه منهم مضوا لسبيلهم
واربعه يرجون للعددالموف
(۲۴۳)

۱۳۔ سید حمیری نے کہا:

وكذا روينا عن وصى محمد
ولم يك فيما قاله بالمكذب
بأن ولى الامر يفقد لا يرى
مسنين كفعل الخائف المترقب
ويقسم اموال العقود كانما
تضمنه تحت الصفيح المنصب
فيمكث حيائم ينبع نبعه
كنبعه درى من الارض يوهب
له غيبه لا بد ان سيغيبها
فصلى عليه الله من متغيب (۲۴۴)

۱۴۔ یحییٰ بن اعقب کے اشعار:

اسمر اللون مشرق الوجه بالنور
مليح اليها طريا جنيا
بظهر الحق والبرهين والعدل
فتلقى اذا اماما عليا
وتطيع البلاد من مشرق الارض
الى المغربين طوعا جليا
وترى الذاهب الشاة عنده ترعى
ذاك بالعدل والامان حفيا
بحكم الاربعين فى الارض ملكا

ویوفی وکل حی وفیا

(۲۴۵)

۱۵۔ علی بن عبداللہ خوافی کے اشعار جو اصحاب امام رضا علیہ السلام میں تھے:

یا ارض طوس سقاك الله رحمة

ماذا حويت من الخيرات يا طوس

فی کل عصر لنا منکم امام هدیٰ

فربعه اهل منکم و مانوس

امست نجوم سماء الدين افله

وظل اسد الشرى قد ضمها الخيس

غابت ثمانيه منکم واربعه

يرجى مطالعها ما حنت العيس

حتى متى يظهر الحق المنير بكم

فالحق فی غير كم داج ومطوس

(۲۴۶)

۱۶۔ عبداللہ بن ایوب حزینی ابوجعفر جواد علیہ السلام کی مدح میں کہتے ہیں، یہ اصحاب امام زمانہ علیہ السلام میں تھے:

يا ابن الثمانيه الائمه غربوا

وابا الثلاثه شرقوا تشريقا

ان المشارق و المغارب انتم

جاء الكتاب بذالك تصديقا

(۲۴۷)

۱۷۔ محمد بن اسمٰعیل بن صالح صیمری کے اشعار:

عشر نجوم افلت فی فلکها

ويطلع الله لنا امثالها !

بالحسن الهادی ابی محمد
تدرك اشياع الهدی المالها
وبعده من يرتجی طلوعه
يظل جواب الفلا جزالها
ذوالغيبتين الطول الحق التی
لا يقبل الله من استطالها
يا حج الرحمن احدی عشرة
الت فثانی عشرها المالها

(۲۴۸)

۱۸۔ شاعرآل محمد ابوالغوث اسلم بن مہوز طہوی کا قصیدہ:

ولهت الی رويا كم وله الصادی
بذاد عن الورد الروی بذواد
هم حجج الله اثنتا عشرة متی
عددت فثانی عشرهم خلف الحادی
بميلاده الانباء جاءت شهيرة
فاعظم بمولودو اكرم بميلاد

(۲۴۹)

۱۹۔ القاسم بن یوسف کاتب کے مرثیہ امام حسن علیہ السلام کے اشعار:

انی لارجو ان تنالهم
منی يد تشفی جوی الصدر
بالقائم المهدی ان عاجلا
او اجلا ان مدفی العمر
او نيقضی من دونه اجلی

فالله اولى فيه بالعذر

(۲۵۰)

۲۰۔ ابن الرومی کا قصیدہ:

غررتم لان صدقتم ان حاله
تدوم لكم والدهر لو نان اخرج
لعل لهم فى منطوى الغيب ثائرا
سيمو لكم والصبح فى الليل مولج
بجيش تضيق الارض من زفراته
له زجل ينفى الوحوش و هزج
يئويده ركنان ثبتان رجله
وخيل كار سال الجراد واوشج
تدانوا فما للنفع فيهم خصاصه
تنفسه عن خليهم حين ترهج
فيدرك ثار الله انصار دينه
ولله اوس اخرون و خزرج
ويقضى امام الحق فيكم قضاء
تماما وما كل الحوامل تخدج
وتطعن خوف السبى بعد اقامه
ظعائن لم يضرب عليهن هودج

(۲۵۱)

۲۱۔ شمس الدین محمد بن طولون کے اشعار:

عليك بالا ئمه الا ثنى عشر
من اهل بيت المصطفى خير البشر
ابو تراب حسن حسين

وبغض زین العابدین شین
محمد الباقر کم علم دری
والصادق ادع جعفر ابین الواری
موسی ھوالکاظم و ابنه علی
لقبه بالرضا و قدره علی
محمد التقی قبله معمود
علی النقی دره منشور
العسکری الحسن المطھر
محمد المھدی سوف یظھر
(۲۵۲)

۲۲۔ مشہور عالم دین فضل بن روز بھان اقصیدہ:

سلام علی القائم المنتظر
ابی القاسم القرم نور الھدی
سیطلع کالشمس فی غاسق
ینجیه من سیفه المنتقی
سلام علیه و ابائه !
وانصاره ما تدوم السما
(۲۵۳)

۲۳۔ شیخ جلیل عبدالکریم یمانی قدس سرہ کے اشعار:

فی یمن امن یکون لا ھلھا
الی ان تری نور الھدایه مقبلا
بمیم مجید من سلاله حیدر
ومن اھل بیت طاھرین بمن علا

يسمى بمهدى من الحق ظاهر
بسنه خير الخلق بحكم اولا
(۲۵۴)

۲۴۔ شیخ محی الدین ابن عربی کے اشعار:

فعند فنا خاء الزمان دو الها
على فاء مدلول الكرور يقوم
مع السبعه الا علام والناس عقل
عليم بتدبير الامور حكيم
فاشخاصه خمس و خمس و خمسه
عليهم ترى امر الوجود يقيم
ومن قال ان الا ربعين نهايه
لهم فهو قول ير تضيه كليم
وان شئت فاخبر عن ثمان ولا تزد
طريقهم فرد اليه قويم
فسبعتهم فى الارض لا يجهلو نها
وثامنهم بعد النجوم لزيم
(۲۵۵)

۲۵۔ یہ اشعار بھی ابن عربی کے ہیں:

اذا دار الزمان على حروف
ببسم الله فالمهدى قاما
ويخرج بالحطيم عقيب صوم
الا فاقراه من عندى السلامه
(۲۵۶)

۲۶۔ یہ اشعا بھی ابن عربی کے ہیں:

الا ان ختم الاولیاء شهید
وعین امام العالمین فقید
هو السید المهدی من آل احمد
هو الصارم الهندی حین یبید
هوالشمس یجلو کل غم و ظلمه
هوا لوابل الوسمی حین یجود
(۲۵۷)

۲۷۔ شیخ کبیر عبدالرحمن بسطامی، صاحب کتاب درۃ المعارف، کے اشعار:

ویظهر میم المجد من آل احمد
ویظهر عدل الله فی الناس اولا
کما قد روینا عن علی الرضا
وفی کنزعلم الحرف اضحی محصلا
ویخرج حرف المیم من بعد شینه
بمکه نحو البیت بالنصر قد علا
فهذا هوالمهدی بالحق ظاهر
سیاتی من الرحمن للخلق مرسلا
ویملا کل الارض بالعدل رحمه
ویمحو ظلام الشرك والجور اولا
ولا یته بالامر من عندربه
خلیفه خیر الرسل من عالم العل
(۲۵۸)

۲۸۔ ابوالفضل یحییٰ بن سلامت حصکفی کے اشعار:

وسائل عن حب اهل البیت هل
اقر اعلانا به ام اجحد !

هيهات ممزوج بلحمی و دمی
حبهم و هم الهدی والرشد
حیدرة والحسنان بعده
ثم علی و ابنه محمد !
وجعفر الصادق وابن جعفر
موسی و یتلوه علی السید
اعنی الرضا ثم ابنه محمد
ثم علی وابنه المسدد !
والحسن التالی و یتلو تلوه
محمد بن الحسن المفتقد
فانهم ائمتی و سادتی
وان لحانی معشر و فندوا
ائمته اکرم بهم ائمته
اسماءهم مسرورة تطرد
هم حجج الله علی عباده
وهم الیه منهج و مقصد
کل النهار صوم لربهم
وفی الدیا جی رکع و سجد
قوم اتی فی هل اتی مدیهم
هل شك فی ذلك الا ملحد
قوم لهم فی کل ارض مشهد
لا بل لهم فی کل قلب مشهد
قوم منی و المشعران لهم
والمروتان لهم ولمسجد

قوم لهم مكه ولا بطح وآل
خيف و جمع والبقيع الغرقد
قوم لهم فضل و مجد بأذخ
يعرفه المشرك والموحد
(۲۵۹)

۲۹۔ شیخ عارف عامر بن عامر بصری اپنے قصیدے میں کہتے ہیں:

امام الهدى حتى متى انت غائب
فمن علينا يا ابانا باويه !
ترائت لنا رايات جيشك قادما
ففاحت لنا مجها روائح مسكه
وبشرت الدنيا بذلك فاغتدت
مباسمها مفترة عن مسرة
مللنا وطال الانتظار فجدلنا
بربك يا قطب الوجود بلقيه
فعجل لنا حتى نراك فلذه
المحب لقا محبوبه بعد غيبه
زرعت بزور العلم فى حريرة
فجاءت كما تهوى بأينع خضرة
وريع منها كلما زاكيا !
فقد عطشت فامدد قواها بسقيه
ولم يروها الا لقال فجدبه !
ولو شربت ماء الفرات و دجله
(۲۶۰)

۳۰۔ شیخ الفاضل العارف ابوالمعالی صدرالدین قونوی کے اشعار:

یقوم بأمر الله فی الارض ظاهرا
علی رغم شیطانین یمحق للکفر
یوید شرع المصطفی وهو ختمه
ویمتد من میم بأحکا مها یدری
ومدته میقات موسی و جنده
خیار الوری فی الوقت یخلو عن محصر
علی یده محق اللئام جمیعهم
بسیف قوی المتن علك ان تدری
حقیقه ذاك السیف والقائم الذی
تعین للدین القویم علی الامر
لعمری هو الفرد الذی بأن سره
بکل زمان فی مضاء له یسری
تسمی بأسماء المراتب کلها
خفاء و اعلاء کذاك الی الحشر
الیس هوالنور الاتم حقیقه
ونقطعه میم منه امداداها یجری
یفیض علی الا کوان ماقد افاضه
علیه اله العرش فی ازل الدهر
فما ثم الا المیم لا شئی غیره !
وذوالعین من نوابه مفرد العصر
هوالروح فاعلمه و خذ عهده اذا
بلغت الی مد مدید من العمر
کانك بالعذ کور تصدر اقیا
الی ذروة المجد الا ثیل علی القدر

وما قدره الا الوف بحكمه
على حد مرسول الشريعه بالامر
بذاقال اهل الحل والعقد فاكتفى
بنصهم المبثوت فى الصحف الزبر
فان تبغ ميقات الظهور فابه
يكون بدرو جامع مطلع الفجر
بشمس تمد الكل من ضوء نورها
وجمع دراري الاوج فيها مع البدر
وصلى على المختار من آل هاشم
محمد المبعوث بالنهى والامر
عليه صلاة الله مالاح بارق !
وما اشرقت شمس الغزاله فى الظهر
وآل واصحاب اولى الجود و التقى
صلاة و تسليماید و مان للحشر
(۲۶۱)

۳۱۔ امام العلامہ ابوسالم کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی کے اشعار:

فهذا الخلف الحجه قد ايده الله
حداه منهج الحق واتاه سجاياه
واعلى فى ذوى العليا بالتاييد مرقاه
واتاه حلى فضل عظيم فتحلاه
وقد قال رسول الله قولا قد رويناه
وذوالعلم بما قال اذا ادرك معناه
ير الاخبار فى المهدى جاء ت بمسماه
وقد ابداه بالنسبه والوصف وسماه

ویکفی قوله منی لا شراق محیاه
ومن بضعته الزهراء مرساه ومسراه
ولن یبلغ ما اوتیه امثال و اشباه !
فمن قالوا هوالمهدی ماما نوا بما فاه
(۲۶۲)

۳۲۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے اشعار:

نحن سادات قریش
وقوام الحق فینا
نحن الانوار التی
من قبل کون الخلق کنا
نحن منا المصطفی ال
مختار و المهدی منا
فبنا قد عرف الله
و بالحق اقمنا
سوف یصلاه سعیر
من تولی الیوم عنا(۲۶۳)

۳۳۔ عبداللہ بن بشار کے اشعار:

اذا کملت احدی و ستین حجه
الی تسعه من بعد هن ضرایح
وقام بنو لیث بقصر ابن احمد
یهزون اطراف القنا والصفایح
نعر فهم شعث النواصی یقودها
من المنزل الاقصی شعیب بن صالح
وجدی هذا اعلم الناس کلهم

ابو حسن اهل التقى والمدايح(۲۶۴)

۳۴۔ سید عبدالوہاب البدری کے اشعار:

يا حادى الركب يمم روضه النعم
وكعبه الفضل والا مال والكرم
عرج على من بسامراء حضرتهم
تلق الائمه اهل البيت والحرم
آل النبى الذى جاء رحمه و هدى
للعالمين امام العرب والعجم
زر الامام (النقى)ابن الجواد تنل
فوزا بحبل و داد غير منصرم
بالعسكرى الامام (المقتدى) حسن
ونجله المرتجى (المهدى) واعتصم
اسباط خير الورى اشبال(حيدرة)
ابناء(فاطمه الزهراء) فلذبهم!
هم عترة المصطفى والوارثون له
حقا اتى نعتهم فى محكم الكلم !
وهم نجوم سماء المهتدين وهم
فلك النجاة وان سارت بملتطم
(۲۶۵)

آپؑ صحاح ستہ میں

حدیث کی کتابیں امام مہدی علیہ السلام کے ذکر سے بھری پڑی ہیں جن میں رسول اعظمؐ کی احادیث میں آپؑ کی غیبت کا ذکر، آپؑ کے ظہور کی علامات، آپؑ کے خروج، آپؑ کے لشکروں، آپؑ کی حکومت اور آپؑ سے متعلق دوسرے امور درج ہیں، ان احادیث کو جمہور علمائے امت نے اوران کے بزرگوں نے صحیح و معتبر اسناد سے صحابہ کبار اور تابعین سے روایت کیا ہے۔

صحاح الستہ ۔یعنی: صحیح البخاری تالیف محمد بن اسماعیل البخاری وصحیح مسلم تالیف مسلم ابن الحجاج القشیری و مسند ابی داؤد تالیف ابی داؤد سلمان بن الاشعث السجستانی وصحیح الترمذی تالیف محمد بن عیسیٰ الترمذی، وسنن المصطفیٰ تالیف محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی وسنن النسائی تالیف احمد بن شعیب النسائی۔

یہ ساری کتابیں اہل سنت کے نزدیک حدیث کے قابل وثوق مصادر ہیں، ان ساری کتابوں نے ایسی احادیث کا اندراج کیا ہے جن میں سے ہر صحیح سے ایک ایک حدیث کے حساب سے یہاں احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہاری حالت وکیفیت کیا ہوگی جب ابن مریمؑ تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔(۲۶۶)

۲۔ تمہارے خلفاء میں سے ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو مٹھیاں بھر بھر کے مال دے گا، گن گن کر نہیں۔(۲۶۷)

۳۔ آپؐ نے فرمایا: مہدیؑ میری عترت میں سے اولاد فاطمہؑ سے ہوں گے۔(۲۶۸)

۴۔ حضورؐ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص عربوں پر بادشاہی نہیں کرے گا جس کا نام میرے جیسا ہوگا۔(۲۶۹)

۵۔ عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ اچانک بنی ہاشم میں سے کچھ نوجوان سامنے آئے، رسول اللہؐ نے جب انہیں دیکھا تو آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور آپ کا رنگ متغیر ہوگیا۔

عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں آپؐ کے چہرے پر ایسی چیز دیکھتا ہوں جو مجھے دکھی کرتی ہے، آپؐ نے فرمایا ہم ایسے اہل بیت اور خانوادہ ہیں کہ اللہ نے ہمارے لئے دنیا کی نسبت آخرت کو اختیار اور پسند فرمایا ہے۔

میرے اہل بیتؑ میرے بعد عنقریب بلا اور مصیبت سے دوچار ہوں گے، جلاوطن کئے جائیں گے اور گوشہ نشینی پر مجبور کئے جائیں گے، یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے ایک قوم آئے گی، جن کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہوں گے وہ خیر وبھلائی کا سوال کریں گے جو انہیں نہیں دی جائے گی، چنانچہ وہ جنگ وقتال کریں گے جس سے انہیں نصر وغلبہ حاصل ہوگا، پھر انہیں وہ کچھ دیا جائے گا جس کا انہوں نے سوال کیا تھا، وہ اسے قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ اسے میرے اہل بیتؑ کے ایک شخص کے سپرد کریں گے، وہ اسے عدل وقسط سے پر کرے گا جس طرح انہوں نے اسے ظلم وجور سے بھر رکھا ہوگا، جو شخص اس زمانے کا ادراک کرلے (اور شناخت کرے) تو وہ ان کے پاس آئے، خواہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔(۲۷۰)

۲۔ حضورؐ نے فرمایا:

میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں خدا جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا ایک وہ گروہ جو اہل ہند سے جنگ کرے گا اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگی۔ (۲۷۱)

آپؑ کے بارے میں اہل سنت کی کتابیں

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں رسول اعظمؐ سے بہت سی احادیث کو اکابر علمائے مسلمین نے اپنے صحاح میں لکھا ہے جو آپؑ کی غیبت، آپؑ کے خروج، آپؑ کی حکومت وسلطنت کے متعلق آئی ہیں، جمہور علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے مسلمانوں نے آپؑ کے خروج پر اجماع واتفاق کیا ہے اور اس پر بھی کہ آپؑ ہی وہ ہیں جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

سید امین رحمہ اللہ نے ''اعیان الشیعہ'' کے جزء چار، قسم ثالث کے ص ۳۴۰ پر لکھا ہے کہ آخری زمانے میں مہدیؑ کے خروج کرنے پر تمام مسلمان متفق ہیں، آپؑ ابن ابی طالبؑ اور فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؑ کا نام نبی اکرمؐ کے جیسا ہے اس سلسلے کی روایات واحادیث فریقین کے یہاں متواتر ہیں جنہیں ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور اپنی کتابوں اور تصانیف میں انہیں درج کیا ہے۔

اس سلسلے کی خصوصیت کتابیں دونوں فریقوں میں تالیف ہوئی ہیں، آیندہ صفحات پر توجہ کرنے سے ان کا تواتر معلوم ہوگا، یہ زیادہ تر اہل سنت کی روایات ہیں ان میں چند شیعہ روایات بھی ہیں، شیعہ روایات بہت ہیں مگر اختصار کے خیال سے ان سب کو پیش نہیں کیا جا رہا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کا اعتقاد رکھنا اسلام کے اہم امور میں اور متواترات میں سے ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اس کی ضروریات اور مسلمات میں سے ہے، وہ حدیث اسے ثابت کرتی ہے جو بعض کتابوں میں آتی ہے یعنی مہدیؑ اور دجال کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (۲۷۲) اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

کوئی تعجب نہیں کہ باوجود مسلک ومذہب کے اختلافات کے علمائے اسلام امام مہدیؑ کے متعلق کتابیں تصنیف کرنے اور آپؑ کے بارے میں احادیث جمع کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ ابراز الوھم المکنون من کلام ابن خلدون۔ تالیف:

احمد بن صدیق البخاری، طبع بمطبعہ الترقی دمشق سنہ ۱۳۴۷ھ (۲۷۳)

۲۔ احوال صاحب الزمان.تالیف:سعد الدین الحموی(۲۷۴)

۳۔ اخبار المهدی.تالیف:حماد بن یعقوب الرواجنی(۲۷۵)

۴۔ اربعین حدیث فی المهدی.تالیف:ابی العلاء الهمدانی(۲۷۶)

۵۔ اربعین حدیث فی المهدی.تالیف:الحافظ ابی نعیم احمد بن عبدالله الاصفهانی(۲۷۷)

۶۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان.تالیف:القرشی الکنجی الشافعی(۲۷۸)

۷۔ البرهان فی علامات مهدی اخر الزمان.تالیف:علی ابن حسام الدین المتقی الهندی۔ مولف کنز العمال۔

جن کا ایک نسخہ نجف اشرف میں مکتبہ امیر المومنین العامہ میں اور دوسرا ترک کی مکتبہ بایزید شمارہ ۸۲۹ میں موجود ہے۔(۲۷۹)

۸۔ تحدیق النظر فی اخبا المهدی المنتظر. تالیف:محمد بن عبدالعزیز بن مانع۔

جو چودھویں صدی کے مجدد کے علماء میں سے ہیں، اس کا ایک نسخہ دارالکتب میں ہے مطابق فہرست "۱۲۷"(۲۸۰)

۹۔ تلخیص البیان فی علامات مهدی اخر الزمان. تالیف:ابن کمال باشا حنفی المتوفی سنه۔۹۴۰ھ

استنبول کے کتب خانوں میں کئی مطبوعہ نسخے ہیں ان میں سے ایک نسخہ عاشر آفندی کے مکتبہ سلیمانیہ میں ایک مجموعہ کے ضمن میں ہے جس کا شمارہ ۴۴۶ ہے۔(۲۸۱)

۱۰۔ تلخیص البیان فی الخبار مهدی اخر الزمان.تالیف:علی بن حسام الدین المتقی الهندی المتوفی سنه۹۷۵(۲۸۲)

۱۱۔ التوضیح فی تواتر ماجاء فی المهدی المنتظر والد جال والمسیح۔تالیف:قاضی القضاة محمد بن علی الشو کانی المتوفی سنه۔۱۲۵۰(۲۸۳)

۱۲۔ جمع الاحادیث الواردۃ فی المہدی تالیف: ابی بکر بن خیثمہ(۲۸۴)

۱۳۔ الرد علی من حکم و قضی ان المہدی الموعود جاء و مضی تالیف: ملا علی القاری المتوفی سنہ ۱۰۱۴ ہجری۔

اس کا ایک نسخہ نجف اشرف میں مکتبہ امیر المومنینؑ العامہ میں موجود ہے جب کہ دوسرا نسخہ لکھنو کے مکتبہ ناصر یہ العامہ میں پڑا ہے۔(۲۸۵)

۱۴۔ رسالہ فی الاحادیث القاضیہ بخروج المہدی تالیف: بدر الملہ محمد بن اسماعیل الیمنی الصنعانی المتوفی سنہ ۱۱۵۷ ہجری(۲۸۶)

۱۵۔ رسالہ فی المہدی ضمن مجموعہ شمارہ ۳۷۵۸۔

اسعد آفندی کے کتاب خانہ سلیمانیہ ترک میں موجود ہے۔(۲۸۷)

۱۶۔ العرف الوردی فی اخبار المہدی تالیف: جلال الدین السیوطی الشافی۔(۲۸۸)

۱۷۔ العطر الوردی فی شرح القطر الشہدی فی اوصاف المہدی تالیف: محمد بن محمد بن احمد الحسینی البلبیسی شرحہ سنہ ۱۳۰۸(۲۸۹)

۱۸۔ عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر تالیف: یوسف بن یحیٰی بن علی المقدسی الشافعی المتوفی سنہ ۶۸۵(۲۹۰)

۱۹۔ علامات المہدی تالیف: جلال الدین السیوطی۔(۲۹۱)

۲۰۔ فرائد فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر تالیف: مرعی بن یوسف الکرمی المقدسی الحنبلی المتوفی سنہ ۱۰۳۱ نسخہ منہ ضمن مجموعہ برقم ۱۳۳۶ بمتبہ عاشر افندی سلیمانیہ۔(۲۹۲)

۲۱۔ فوائد الفکر فی المہدی المنتظر تالیف: مرعی بن یوسف الکرمی المقدسی الحنبلی المتوفی سنہ ۱۰۳۱ھ۔(۲۹۳)

۲۲۔ القطر الشہدی فی اوصاف المہدی منظومہ تالیف: شہاب الدین احمد بن احمد بن اسماعیل الحلوانی الشافعی المتوفی سنہ ۱۳۰۸ھ۔

جو کتاب فتح رب الارباب سے ملحق مصر میں ۱۳۲۵ھ میں مطبع المعاہد میں چھپی ہے۔(۲۹۴)

۲۳۔ القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر۔تالیف: احمد شہاب الدین بن حجر الهیثمی۔(۲۹۵)

۲۴۔ کتاب المهدی۔تالیف: ابی داود سلیمان بن اشعث سجستانی۔
جو صحاح ستہ کے مولفین میں سے ایک ہے۔(۲۹۶)

۲۵۔ المشرب الواردی فی اخبار المهدی۔تالیف: الملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ۔
اس کا ایک نسخہ عاشر آفندی کے کتاب خانہ سلیمانیہ میں ایک مجموعے کے ضمن شمارہ ۱۱۴۲۶، اس کے دو نسخے دو مجموعوں کے ضمن میں شمارہ ۱۴۴۶، ۳۵۲۳، اسعد آفندی کے کتاب خانہ سلیمانیہ میں، چوتھا نسخہ کتاب خانہ عبدالحمید سلیمانیہ میں شمارہ ۱۴۳۹ کے ایک مجموعے کے ضمن میں موجود ہے، پانچواں نسخہ نور عثمانیہ میں شمارہ ۴۰۰۶ کے مجموعے میں، چھٹا نسخہ کوپرلی میں شمارہ ۵۰۹ کے ایک مجموعے کے ضمن میں موجود ہے۔(۲۹۷)

۲۶۔ المهدی۔تالیف:شمس الدین.........ابن قیم الجوزیہ المتوفی سنہ ۷۵۱ھ(۲۹۸)

۲۷۔ المهدی الی ماورد فی المهدی:شمس الدین محمد بن طولون۔(۲۹۹)

۲۸۔ النجم الثاقب فی بیان ان المهدی من اولاد علی بن ابی طالب۔فی ۸۰ صفحہ بمکتبہ لالہ لی سلیمانیہ شمارہ ۶۷۹(۳۰۰)

۲۹۔ الهدیہ المهدویہ۔تالیف: ابی الرجاء محمد ہندی(۳۰۱)

۳۰۔ الفواصم عن الفتن القواصم۔تالیف: العالم العلامہ علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی۔(۳۰۲)

آپؑ کے وجود کے معترف علمائے اہل سنت

گزشتہ صفحات میں ہم نے امام مہدی علیہ السلام پر کتابیں تصنیف کرنے والوں یا دینی کتابوں میں الگ باب قائم کرنے اور اس میں آپؑ کا ذکر کرنے والوں کے نام پیش کئے تھے۔
یہاں ان منتخب علماء کا ذکر کیا جا رہا ہے جو آپؑ کی بقا کا اعتقاد رکھتے ہیں اور آپؑ کے خروج کرنے کا

اعتراف کرتے ہیں ان میں سے بعض نے آپؑ سے ملاقات کا بھی دعویٰ کیا ہے، بعض نے آپؑ سے بالمشافہ حدیث نقل کی ہے، آپؑ کے وجود مبارک کے بارے میں علماء کی ایک جماعت نے فتویٰ بھی دیا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ شیخ الاسلام ابراہیم بن سعد الدین۔(۳۰۳)

۲۔ الحافظ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم الطوسی البلاسی البلاذری نے آپؑ سے بالمشافہ حدیث نقل کی ہے۔(۳۰۴)

۳۔ ابوالسرور احمد بن ضیاء الحنفی نے اپنے فتویٰ میں آپؑ کا اقرار کیا ہے۔(۳۰۵)

۴۔ ابوالعباس احمد الناصر الدین اللہ۔ عباسی خلیفہ نے آپؑ کی زیارت گاہ تعمیر کی اور آپؑ کا اسم مبارک چوبی دروازے پر نقش کروایا جو آج تک موجود ہے۔(۳۰۶)

۵۔ مولوی جلال الدین رومیؒ نے الامام المہدیؑ کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔(۳۰۷)

۶۔ العارف شیخ حسن العراقی نے امام مہدیؑ سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔(۳۰۸)

۷۔ المولی حسین بن علی الکاشفی صاحب جواہر التفسیر۔(۳۰۹)

۸۔ شمس الدین التبریزی نے الامام المہدی علیہ السلام کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔(۳۱۰)

۹۔ شیخ علی الخواص۔(۳۱۱)

۱۰۔ عماد الدین الحنفی۔(۳۱۲)

۱۱۔ عماد الدین الحنفی۔(۳۱۳)

۱۲۔ شیخ عطار نیشاپوری نے الامام المہدیؑ کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔(۳۱۴)

۱۳۔ محمد بن محمد المالکی نے اپنے فتویٰ میں آپؑ کا اقرار کیا ہے۔(۳۱۵)

۱۴۔ سید النسیمی نے الامام المہدی علیہ السلام کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔(۳۱۶)

۱۵۔ سید نعمت اللہ الولی نے الامام المہدی علیہ السلام کا ذکر آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی مدح کرتے ہوئے کیا ہے۔(۳۱۷)

۱۶۔ یحییٰ بن محمد الحنبلی نے اپنے فتویٰ میں آپؑ کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔(۳۱۸)

آپؑ علمائے اہل سنت کی نظر میں

اس باب میں ہم علمائے امت اور معروف دانشوروں کی گفتار پیش کرتے ہیں، ان سب نے امام مہدی علیہ السلام کا صریح اعتراف کیا اور اس بات کا کہ وہ آپؑ ہی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

اس باب میں پچھلے صفحات کی طرح ہم علمائے اہل سنت کا آپؑ کے وجود پر اجماع پاتے ہیں اور ماسوائے چند ایک کے اس بات پر بھی کہ وہ آپ ہیں جن کے خروج اور حکومت کی رسول اعظمؐ نے بشارت دی ہے۔(۳۱۹)

یہاں ان علماء کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ ابن جوزی نے امام مہدیؑ کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ کے نماز پڑھنے کے بارے میں کہا ہے کہ اگر عیسیٰؑ کو بطور امام کے آگے بڑھاتا تو اس میں ایک شبہ پیدا ہوتا کہ انہیں اس لئے ترجیح دی کہ وہ نائب رسولؐ تھے یا نئی شریعت لے کر آئے تھے، چنانچہ انہوں نے ماموم کی حیثیت میں نماز پڑھی تا کہ کسی شبہ یا اعتراض کی گنجائش نہ رہے اور غلط فہمی نہ پیدا ہو۔(۳۲۰)

۲۔ ابن کثیر نے جب اس حدیث کو بیان کیا جس میں مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کے آنے کا ذکر ہے، تو کہا کہ یہ وہ جھنڈے نہیں ہیں جو ابو مسلم خراسانی لے کر آگے بڑھا تھا اور اس نے بنی امیہ سے حکومت چھینی تھی یہ دوسرے سیاہ جھنڈے ہیں جو حضرت مہدیؑ کے ساتھ آئیں گے۔(۳۲۱)

۳۔ ابوالحسین آبری کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ (مہدیؑ) کے خروج کے بارے میں کثرت روایات کی وجہ سے احادیث متواتر اور مستفیض ہیں، مہدی آپؐ کے اہل بیت میں سے ہیں، آپؑ سات سال حکومت کریں گے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے آپ عیسیٰؑ علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام کے ساتھ خروج کریں گے، چنانچہ وہ فلسطین کی سرزمین میں "لد" کے دروازے پر دجال کے قتل پر آپؑ کی مساعدت کریں گے، آپؑ اس امت کی امامت اور رہبری فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ آپؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔(۳۲۲)

۴۔ ابوطیب بن ابواحمد حسینی بخاری قنوجی کہتے ہیں کہ مہدیؑ کے بارے میں جو احادیث ہیں ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں، مگر صدیاں گزرنے کے بعد بھی تمام اہل اسلام کے نزدیک آپؑ کا معاملہ مشہور و معروف ہے۔

اہل بیت نبویؐ میں سے ایک شخص کا آخری زمانہ میں ظہور ضروری اور لازمی امر ہے وہ دین کی تائید کریں گے عدل و انصاف کو ظاہر کریں گے، مسلمان ان کی پیروی کریں گے، وہ تمام اسلامی ممالک پر غلبہ پالیں گے،

انہیں مہدیؑ کا نام و لقب دیا جائے گا، دجال کا خروج، جو قیامت کے ثابت شدہ صحیح علامات میں سے ایک ہے آپؑ کے بعد ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ آپؑ کے خروج کے بعد آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے یا پھر آپؑ کے ساتھ نزول فرمائیں گے اور آپؑ کی اس (دجال) کے قتل پر مساعدت فرمائیں گے، حضرت عیسیٰؑ، حضرت مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

اس نوع کی دوسری احادیث اور دجال اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (۳۲۳)

۵۔ مشہور عارف شیخ الاسلام شیخ احمد جامی نے اپنے فارسی منظومہ میں کہا ہے کہ مہدیؑ پوری دنیا کے قائد و رہبر ہیں۔ (۳۲۴)

۶۔ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ ابوالقاسم محمد الحجتؑ کی ان کے والد کی وفات کے وقت عمر ۵ سال تھی، خداوند عالم نے انہیں اسی عمر میں علم و حکمت عطا کر دی تھی، انہیں القائمؑ اور المنتظرؑ کے القاب اور نام سے پکارا جاتا ہے۔ (۳۲۵)

۷۔ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبیداللہ بن موسیٰ بیہقی فقیہ شافعی حافظ کبیر نے کہا ہے کہ لوگوں نے مہدیؑ کے معاملے میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ آپؑ اولاد جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ میں سے ایک ہیں۔ انہیں خدا جب چاہے گا پیدا کرے گا اور انہیں اپنے دین کی نصرت کے لیے مبعوث کرے گا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مہدیؑ موعود پیدا ہو چکے ہیں، جمعہ پندرہ شعبان سنہ دو سو چھپن ہجری میں پیدا ہو چکے ہیں آپؑ وہی امام ہیں جن کا لقب القائمؑ اور المنتظرؑ ہے، جن کا نام محمدؑ بن حسن عسکریؑ ہے آپؑ سر من رائے (سامرہ) میں سرداب میں داخل ہوئے اور اب لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں آپؑ کے خروج کا انتظار ہے، عنقریب آپؑ ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، آپؑ کی طول عمر میں اور اتنا زمانہ گزرنے میں کوئی تعجب نہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اور حضرت خضرؑ (زندہ) ہیں۔

یہ لوگ وہی شیعہ حضرات ہیں خصوصاً امامیہ اور اس پر اہل کشف کی ایک جماعت نے بھی ان سے موافقت کی ہے۔ (۳۲۶)

۸۔ قاضی احمد، جو ابن خلکان کے نام سے مشہور ہیں، کہتے ہیں کہ ابوالقاسم محمدؑ بن حسن عسکریؑ بن علی الہادیؑ بن محمد جوادؑ کا ان کے آنے سے پہلے ذکر ہو چکا ہے آپؑ شیعہ امامیہ کے اعتقاد کی بنا پر اماموں میں سے بارھویں ہیں اور الحجتؑ کے نام سے مشہور ہیں۔

آپؑ کی ولادت جمعہ پندرہ شعبان ۲۵۵ رہجری میں ہوئی۔

جب آپؑ کے والد، جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، فوت ہوئے تو آپؑ کی عمر پانچ سال تھی ابن ارزق نے تاریخ میافارقین میں کہا ہے کہ ''الحجت'' جن کا ذکر ہو چکا ہے ۹ ربیع الاول ۲۵۸ رہجری میں پیدا ہوئے۔(۳۲۷)

۹۔ مفتی مکہ سید احمد زینی دحلان کہتے ہیں کہ جن احادیث میں مہدیؑ کا ذکر آیا ہے وہ بہت ہیں اور متواتر ہیں، ان میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حسن ہیں اور ان میں سے اکثر ضعیف ہیں مگر اپنی کثرت اور راویوں کی کثرت اور ان کو اپنی کتابوں میں درج کرنے اور لکھنے والوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے دوسری حدیثوں کو قوت بخشتی ہیں، حتیٰ کہ قطع و یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔

جو امور قطعی اور یقینی ہیں وہ یہ ہیں کہ آپؑ کا ظہور ہوگا، آپؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں اور آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اس چیز پر علامہ سید محمد بن رسول برزنجی نے ''الاشاعۃ'' کے آخر میں تنبیہ کی ہے کہ آپؑ کے ظہور کا وقت، سال کا تعین اور حد بندی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور شارعؑ کی طرف کوئی نص اس تحدید (حد کے تعین) کی نہیں دیکھی گئی۔(۳۲۸)

۱۰۔ شیخ علاؤ الدین احمد بن محمد سمانی نے ابدال و اقطاب کے تذکرے میں کہا ہے کہ محمد مہدیؑ حسن عسکریؑ قطب کے مرتبے پر پہنچے ہیں، آنجناب تدریجاً طبقہ بہ طبقہ ابدال کے دائرے سے بڑھتے بڑھتے سید ابدال ہو گئے ہیں(۳۲۹)

۱۱۔ اسماعیل حقی کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ جمع ہوں گے تو عیسیٰؑ شریعت و امامت کے ساتھ قیام کریں گے اور مہدیؑ تلوار و خلافت کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ ولایت مطلقہ کے خاتم اور حضرت مہدیؑ خلافت مطلقہ کے خاتم ہیں۔(۳۳۰)

۱۲۔ قاضی بہلول بہجت کہتے ہیں کہ امام ابوالقاسم محمد مہدیؑ پندرہ شعبان ۲۵۵ رہجری کو پیدا ہوئے آپؑ کی والدہ ایک ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام نرجس خاتون ہے جب آپؑ کے والد گرامی کی رحلت ہوئی تو آپؑ کا سن پانچ سال کا تھا، امامؑ کی دو غیبتیں ہیں، پہلی غیبت صغریٰ اور دوسری غیبت کبریٰ، آنجنابؑ اب تک زندہ اور سلامت ہیں جب خداوند تعالیٰ آپؑ کو اذن دے گا تو ظہور کریں گے، آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔(۳۳۱)

۱۳۔ امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اصحاب کہف کے واقعے میں کہا ہے کہ وہ اپنے سونے کی جگہ واپس گئے اور آخری زمانے تک یعنی امام مہدی علیہ السلام کے خروج کے وقت تک کے لئے نیند اختیار کر لی، آنجنابؑ ان پر سلام کریں گے تو اللہ عزوجل انہیں آپؑ کے لئے زندہ کر دے گا، پھر انہیں ان کی نیند کی طرف پلٹا

دے گا تو وہ قیامت کے آنے تک نہیں اٹھیں گے۔(۳۳۲)

۱۴۔ جعفر بن سیار شامی کہتے ہیں کہ مہدیؑ کا ردِ مظالم (مظلوموں کی دادرسی) اس حد تک ہوگی کہ اگر کسی آدمی کی داڑھ کے نیچے کوئی چیز ہوگی تو وہ بھی ظالم سے چھین کر آپؑ مظلوم کو واپس کر دیں گے۔(۳۳۳)

۱۵۔ قاضی جواد ساباطی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے صریح ارشاد کے ساتھ جن پر بعینہ نص ہوئی ہے وہ مہدی علیہ السلام ہیں۔

آپؑ صرف سننے پر سزا نہیں دیں گے کیونکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آنجناب علیہ السلام صرف سننے اور دیکھے جانے پر حکم نہیں لگائیں گے اور فیصلہ نہیں دیں گے بلکہ آپؑ باطن کا ملاحظہ کریں گے، یہ چیز انبیاء اور اوصیاء میں سے کسی کے لیے اتفاق میں نہیں آئی۔

مسلمانوں نے مہدی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے ہمارے اصحاب اہل سنت والجماعت نے کہا ہے کہ آپؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ایک شخص ہیں جن کا نام محمدؐ ہے، آپؑ کی والدہ کا نام آمنہ ہے، اور (شیعہ) امامیہ نے کہا ہے کہ وہ محمد بن حسن عسکری علیہما السلام ہیں جو ۲۵۵ ہجری میں امام حسن عسکریؑ کے گھر سامرہ میں پیدا ہوئے، آپؑ کی والدہ نرجس خاتون ہیں۔

سر من رائے (سامرا) میں معتمد عباسی کے زمانے میں ایک سال غائب رہے، پھر ظاہر ہوئے، پھر غائب ہوئے اور یہ غیبت کبریٰ ہے جب خدا چاہے گا پھر لوٹ آئیں گے۔

چونکہ ان کا قول اس نص کے شمول سے زیادہ قریب ہے اس لیے میں نے مذہبی تعصب سے قطع نظر کر کے اور ملت و امت محمدؐ کی حمایت اور ان کی دفاع کی غرض سے آپؑ کے سامنے امامیہ کے دعویٰ کے اس نص کے مطابق ہونے کا ذکر کیا ہے۔(۳۳۴)

۱۶۔ حسین بن معین الدین میبدی کہتے ہیں کہ نعمتوں کے بخشنے والے سے امید ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کو آنجنابؑ کے قدموں کے جواہر کے سرمہ سے منور کرے گا اور ان کی آفتاب حقیقت کی شعاعوں کی روشنیاں یکجا ہماری دیواروں اور چھتوں پر پڑیں گی، یہ چیز خداوند تعالیٰ کے لیے کوئی دشوار نہیں۔(۳۲۴)

۱۷۔ حسین بن ہمدان حضینی نے اپنی کتاب "الہدایۃ" میں کہا ہے کہ گیارہویں، ابو محمد امام حسنؑ بن علیؑ ستائیس سال کی عمر میں جمعہ کے دن جب کہ ربیع الاول کی آٹھ راتیں گزریں تھیں، سال دوسو ساٹھ ہجری میں چل بسے، آپؑ کے فرزند بارہویں خلف مہدیؑ صاحب الزمان جمعہ کے دن طلوع فجر کے قریب جب کہ شعبان کی آٹھ راتیں گزری تھیں، سال دوسو پچپن ہجری میں پیدا ہوئے۔(۳۳۶)

۱۸۔ خیر الدین زرکلی کہتے ہیں کہ محمدؐ بن حسن عسکری خالصؑ بن علی ہادیؑ ابو القاسم امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں کے آخری ہیں، ان کے یہاں مہدیؑ، صاحب الزمان، منتظرؑ، حجتؑ اور صاحب سردابؑ کے القاب

سے مشہور ہیں، آپؑ سامراء میں پیدا ہوئے جب آپؑ کے والد کی وفات ہوئی تو آپؑ کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ تھی۔(۳۳۷)

۱۹۔ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر ہندی نے جو ملک العلماء کے لقب سے مشہور تھے اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ چار خلفاء کی خلافت نص سے ثابت ہے، حافظیہ کے عقیدے میں اسی طرح ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال ہے اور وہ علی علیہ السلام پر تمام ہوگی، پھر اسی طرح بارہ آئمہ کی خلافت، جن میں کے پہلے امام علی کرم اللہ وجہہ ہیں، آپؑ ہی کی خلافت کے بارے میں الخلافتہ ثلاثون سنتہ (خلافت تیس سال تک ہے) کی حدیث وارد ہوئی ہے، دوسرے امام شاہ حسن رضی اللہ عنہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید وسردار ہے جو عنقریب مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے گا، تیسرے شاہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسینؑ بن علیؑ کے بعد نو امام ہوں گے جن میں سے آخری قائم ہیں ان سب پر سلام ہو۔

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں فاطمہؑ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپؑ کے سامنے چند الواح اور تختیاں تھیں جن پر آپؑ کی اولاد میں سے آئمہ کے نام تھے، میں نے گنا تو گیارہ نام تھے ان میں سے آخری قائم علیہ السلام تھے۔(۳۳۸)

۲۰۔ شیخ کامل عارف صلاح الدین صفدی اپنی کتاب شرح الدائرۃ میں کہتے ہیں کہ مہدی موعودؑ ان آئمہؑ میں سے بارہویں امام ہیں جن کے پہلے ہمارے آقا وسید علیؑ اور ان کے آخری مہدی رضی اللہ عنہم ونفعنا اللہ بہم (اور خدا ہمیں ان سے نفع پہنچائے)(۳۳۹)

۲۱۔ عارف، محدث، فقیہ ابو المجد عبدالحق بخاری دہلوی نے مناقب آئمہؑ کے نام سے لکھے گئے اپنے رسالے میں کہا ہے کہ ابو محمد حسن عسکریؑ کے فرزند محمد علیہ السلام ان کے خاص اصحاب اور ثقات کے یہاں معلوم ہیں۔ پھر آنجناب علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کیا ہے۔(۳۴۰)

۲۲۔ شیخ عبدالحق نے لمعات میں کہا ہے کہ وہ احادیث جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں کہ مہدیؑ اہل بیت میں سے اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں۔(۳۴۱)

۲۳۔ عز الدین ابو حامد عبدالحمید بن ہبۃ الدین مدائنی نے جو ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہیں، مہدیؑ کے باب میں امام امیر المومنینؑ کے کلام کی تشریح میں کہا ہے: پھر آپؑ نے مہدیؑ آل محمدؐ کا ذکر کیا ہے اور وہی جناب ہیں جو آپؑ نے اپنے اس قول میں مراد لئے ہیں:

"وان من ادرکھا یسری فی ظلمات ھذہ الفتن بسراج منیر"

جو اس زمانے کا ادراک کرلے تو وہ ان فتنوں کی تاریکیوں میں روشن چراغ کے ساتھ چلے گا۔ اور وہی

مہدی ہیں۔(۳۴۲)

۲۴۔ عارف عبدالرحمن نے ''مرآۃ الاسرار'' میں کہا ہے: یہ ان کا ذکر ہے جو دین وملت کے آفتاب ہیں، ساری ملت کے ہادی ورہبر ہیں، جو مطہر و پاکیزہ مقام احمدی میں قائم ہیں جو امام برحق ہیں ابوالقاسم محمد بن حسن مہدی رضی اللہ عنہ۔

آنجناب آئمہ اہل بیتؑ میں سے بارہویں امام ہیں، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام نرجس ہے، آپؑ کی ولادت شب جمعہ پندرہ شعبان ۲۵۵ھ ہجری میں ہوئی۔

''شواہد النبوۃ'' کی روایت کے مطابق سرمن رائے، جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے، وہاں تئیس رمضان ۲۵۸ھ ہجری کو (ولادت) ہوئی۔

آپؑ بارہویں امام ہیں جو کنیت اور نام میں حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوۃ والسلام کے موافق ہیں۔

آپؑ کے القاب شریفہ مہدیؑ، حجتؑ، قائمؑ، منتظرؑ، صاحب الزمانؑ اور خاتم الاثنی عشرؑ (بارہ کے خاتم) ہیں۔

آپؑ کے والد گرامی امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر پانچ سال تھی۔

آپؑ مسند امامت پر بیٹھے، جس طرح حق تعالیٰ نے یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام کو بچپنے میں حکمت و کرامت عطا کی اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کو بچپن کے زمانے میں عالی مرتبہ پر پہنچایا تھا، اسی طرح آنجنابؑ کو صغر سنی (کم سنی) میں اللہ تعالیٰ نے امام قرار دیا۔

آپؑ سے ظاہر ہونے والے خوارق عادات اور معجزات کم نہیں ہیں، اس مختصر کتاب میں ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

''المقصد الاقصیٰ'' کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت شیخ سعد الدین خلیفہ نجم الدین نے ام مہدیؑ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اس میں ان کے متعلق بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے اس کے مثل اقوال تصرفات کا لانا ممکن نہیں ہے۔

مزید کہا ہے کہ مہدیؑ ظہور فرمائیں گے تو بغیر خفاء کے ولایت مطلقہ کو ظاہر کریں گے، مذاہب کے اختلاف اور بے اخلاق کو مٹا دیں گے جیسا کہ احادیث نبوی میں ان کے اوصاف حمیدہ آئے ہیں۔

آخری زمانے میں ظہور تام کریں گے، سارے ربع مسکون کو ظلم و جور سے پاک کریں گے اور ایک ہی مذہب کا غلبہ ہوگا۔

اجمالی طور سے کہا جائے کہ جب دجال قبیح الافعال موجود ہے، وہ ظاہر ہوگا اور وہ زندہ و مخفی موجود ہے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ موجود اور مخلوق پوشیدہ ہیں تو فرزند رسول اللہؐ اگر عوام کی نظروں سے مخفی ہوں اپنے وقت معین

میں علی الاعلان ظاہر ہوں گے، تقدیر الٰہی کے تقاضے کے مطابق، جیسے حضرت عیسیٰؑ اور دجال، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، جب کہ اکابر کی ایک جماعت اور رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ کے اقوال سے ثابت ہے اس کا انکار تعصب کی وجہ سے ہے جب کہ اس میں ضرر و نقص موجود نہیں۔ (۳۴۳)

۲۵۔ عبدالرؤف منادی اس حدیث۔

"ومنا الذی یصلی عیسی اخلفه"

کی شرح میں کہتے ہیں کہ "منا" ہم اہل بیتؑ میں سے "الذی" ہے وہ شخص کہ یصلی عیسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے خلفہ جس کے پیچھے یعنی دجال کے خروج کے قریب آخری زمانے میں روح اللہ آسمان سے نزول کے وقت اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ نماز صبح کے وقت دمشق کے مشرق کی جانب منارہ بیضائی (سفید مینارہ) پر نزول کریں گے، امام مہدیؑ کو دیکھیں گے کہ وہ نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، مہدیؑ ان کا احساس کرتے ہوئے پیچھے ہٹیں گے تاکہ حضرت عیسیٰؑ آگے بڑھیں مگر حضرت عیسیٰؑ انہیں آگے بڑھنے کو کہیں گے اور خود (ان کے) پیچھے نماز پڑھیں گے کس قدر عظیم ہے اس امت کا فضل و شرف۔ (۳۴۴)

۲۶۔ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن خشاب نے کتاب تواریخ موالید الائمہ و وفیاتھم، میں کہا کہ ان کے دو نام ہیں "الخلف" اور محمد، وہ آخری زمانے میں ظہور اور خروج کریں گے، ان کے سر پر بادل سورج کی دھوپ سایہ کئے ہوگا، وہ آپؑ کے ساتھ ساتھ پھرے گا، وہ بادل فصیح آواز میں کہے گا: یہی مہدیؑ ہیں۔ (۳۴۵)

۲۷۔ فاضل بارع شیخ عبداللہ بن محمد مطیری شافعی اپنی کتاب "الریاض الزاهرة فی فضل آل بیت النبی و عترته الطاهرة" میں کہتے ہیں کہ بارہویں ان کے بیٹے محمد قائم مہدی رضی اللہ عنہ ہیں، پہلے سے نبی محمدؐ اور ان کے جد علیؑ سے اور ان کے باقی آباؤ اجداد اہل شرف و اہل مراتب سے ان پر ملت اسلامیہ میں نص آ چکی ہے۔

آنجنابؑ صاحب سیف اور قائم منتظر ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے آپؑ کے قیام سے پہلے آپؑ کی دو غیبتیں ہیں۔ (۳۴۶)

۲۸۔ مورخ عبدالملک عصامی مکی کہتا ہے کہ امام محمدؑ مہدی بن حسن عسکریؑ بن علی النقی بن محمدؑ جواد بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمد باقرؑ بن علیؑ زین العابدین بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین، جمعہ کے دن پندرہ شعبان دو سو پچپن ہجری میں پیدا ہوئے، بعض نے ۲۵۶ ہجری کہا ہے اور یہی صحیح ہے، آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام صیقل اور کہا گیا ہے کہ سوسن تھا، بعض نے نرجس کہا ہے۔

آپؑ کی کنیت ابوالقاسم ہے آپؑ کے القاب الحجت، الخلف الصالح، القائم، المنتظر، صاحب الزمان اور

مہدی ہیں اور یہ لقب زیادہ مشہور ہے۔

آپؑ کا حلیہ میانہ قد نوجوان حسین چہرے اور بالوں والے، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک، کشادہ پیشانی ہے۔

جب آپؑ کے والد گرامیؑ کی وفات ہوئی تو آپؑ کی عمر پانچ سال تھی۔(۳۴۷)

۲۹۔ میرے آقا و سردار عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں: مہدیؑ امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں آپؑ پندرہ شعبان کی رات دوسو پچپن ہجری میں پیدا ہوئے اور آپؑ باقی ہیں یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے ساتھ یکجا ہوں گے۔(۳۴۸)

۳۰۔ سید جمال الدین عطا اللہ کتاب ''روضۃ الاحباب'' میں کہتے ہیں:

گفتگو بارہویں امام محمد بن حسن علیہما السلام کے بارے میں ہے، آپؑ کا میلا دسعید جو صدف ولایت کے موتی اور معدن ہدایت کے جوہر ہیں، پندرہ شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو سامرا میں ہوا، بعض نے تیئس ماہ رمضان ۲۵۸ھ ہجری کہا ہے اس انسان عالی کی والدہ ام ولد (کنیز) ہیں جن کا نام صیقل یا سوسن اور بعض نے نرجس اور بعض نے حکیمہ کہا ہے۔

یہ امام ذی الاحترام کنیت اور نام میں خیر الانام علیہ وآلہ تحف الصلاۃ والسلام کے موافق ہیں۔

آپؑ کے القاب مہدیؑ، منتظرؑ، خلف صالحؑ اور صاحب الزمانؑ ہیں۔

اپنے عظیم ترین والد کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر صحت کے زیادہ قریب روایات کے مطابق، پانچ سال تھی۔ایک روایت ہے کہ دو سال تھی۔

خداوند تعالیٰ نے آپؑ کو طفولیت میں یحییٰ بن ذکریا سلام اللہ علیہما کی طرح حکمت وکرامت عطا کی تھی اور آپؑ کو امامت کے رفیع اور بلند مرتبہ تک بچپن ہی میں پہنچا دیا تھا۔

آپؑ سر من رائے (سامرائی) کے سرداب میں سن دوسو پینسٹھ یا چھیاسٹھ (۲۶۵ھ، ۲۶۶ھ) میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانے میں غیبت میں گئے۔

اس کے بعد سید جمال الدین عطاء اللہ نے اپنی گفتگو کو چند اشعار پر ختم کیا ہے جن میں امام مہدی علیہ السلام کو خطاب کیا ہے اور آپؑ کے ظہور کی خواہش کا اظہار اور دعا ہے؟(۳۴۹)

حوالہ جات

۱۔ کئی ایک علماء نے ایسی مستقل کتب لکھیں جن میں وہ احادیث، جو آئمہ اثنا عشر کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں، جمع کی ہیں۔ دیکھئے کتاب کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنا عشر، تالیف الشیخ علی بن محمد بن علی الخزاز الرازی۔ اور کتاب مقتضب الاثر فی النص علی الائمہ الاثنا عشر، تالیف جا لشیخ ابی عبداللہ احمد بن محمد بن عبداللہ بن عباس اور کتاب الاستنصار فی النص علی الائمہ الاطہار، تالیف شیخ محمد بن علی بن عثمان کراچکی۔

۲۔ ینابیع المودہ صفحہ ۴۴۶۔

۳۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۷۵۔

۴۔ صحیح ابوداؤد ۲ ص ۱۹۱۔

۵۔ صحیح ابوداؤد ۲ ص ۲۰۷۔

۶۔ صحیح ترمذی ۲ ص ۴۵۔

۷۔ مستدرک علی الصحیحین ۳ ص ۶۱۸۔

۸۔ مسند احمد ص ۱۰۶ اور امام احمد نے اپنی مسند میں بارہ خلفاء پر چونتیس طریقہ سے نصوص روایت کی ہیں۔ دیکھئے پانچویں جلد صفحہ ۸۶ تا ۱۰۸۔

۹۔ منتخب کنز العمال ۵ / ۳۱۲۔

۱۰۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول ۲ / ۳۴۔ اسے نسائی کے علاوہ پانچ صحاح والوں نے نقل کیا۔

۱۱۔ ینابیع المودۃ ص ۴۴۵۔ اسی مؤلف نے کہا ہے کہ یحییٰ بن حسن نے کتاب عمدہ میں بیس طریقوں سے ذکر کیا ہے کہ نبیؐ کے بعد بارہ خلفاء ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ بخاری میں تین طریقوں سے، مسلم میں نو طرح سے، ابی داؤد میں تین طرح سے۔ ترمذی میں ایک طرح سے اور حمیدی میں تین طرح سے روایت کی گئی ہے۔

۱۲۔ تاریخ خلفاء ص ۷۔

۱۳۔ تاریخ بغداد ۱۴ ص ۳۵۳۔

۱۴۔ کمال الدین جلد ۱ ص ۳۸۷، کئی طرح سے روایت کی ہے۔

۱۵۔ الملاحم والفتن ۱۳۲

۱۷۔ مشکوۃ المصابیح خطیب تبریزی جلد ثانی ص ۱۶۳۔
۱۸۔ ینابیع المودۃ ص ۴۴۵۔
۱۹۔ ینابیع المودۃ ۴۴۵ حموینی سے۔
۲۰۔ غایۃ المرام ۷۰۴۔
۲۱۔ کمال الدین ۱/۲۶۵ ۱۳ المودۃ ۴۹۵۔
۲۲۔ الزام الناصب ۱/۱۸۵ منقول از غایۃ المرام۔
۲۳۔ کفایۃ الاثر۔
۲۴۔ کفایۃ الاثر۔
۲۵۔ منتخب الاثر ۶۹۔
۲۶۔ منتخب الاثر ۸۲۔
۲۷۔ ینابیع المودۃ ۴۹۲
۲۸۔ ینابیع المودۃ ۴۸۶۔
۲۹۔ ینابیع المودۃ ۴۹۳۔
۳۰۔ ینابیع المودۃ ۴۴۳۔
۳۱۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/۹۶۔
۳۲۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/۱۴۶۔
۳۳۔ الزام الناصب ۱/۱۸۷ منقول از غایۃ المرام حموینی۔
۳۴۔ الزام الناصب ۱/۱۸۷ منقول از غایۃ المرام حموینی۔
۳۵۔ کمال الدین ۱/۲۷۲۔
۳۶۔ منتخب الاثر ۲۰۳۔
۳۷۔ منتخب الاثر ۸۲۔
۳۸۔ منتخب الاثر ۸۲۔
۳۹۔ منتخب الاثر ۸۳۔
۴۰۔ منتخب الاثر ۸۳۔
۴۱۔ منتخب الاثر ۸۳
۴۲۔ ینابیع المودۃ ۴۸۷ نیز ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی اور حموینی نے بھی اسے لکھا ہے۔

۴۳۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/ ۹۵۔

۴۴۔ منتخب الاثر ۶۵ عن کفایۃ الاثر۔

۴۵۔ منتخب الاثر ۸۲۔

۴۶۔ قول امام شافعی کتاب احادیث المسلمین فی فضائل امیر المومنین

۴۷۔ تذکرۃ الخواص ص ۸۔

۴۸۔ ....تعداد شیخ مفید نے ذکر کی ہے اور فرمایا کہ شیعہ حضرات میں سے کچھ "محسن" کا تذکرہ بھی کرتے ہیں تو پھر اٹھائیس ہو جائیں گے ظاہراً جناب محسن کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ وہ شکم مادر ہی میں شہید ہو گئے تھے (مترجم)۔

۴۹۔ سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آنحضرتؐ نے خود شرکت نہ فرمائی ہو۔

۵۰ تذکرہ الخواص ص ۸۔

۵۱۔ نہج البلاغۃ ۱/ ۱۱۵۔

۵۲۔ اسی چیز کو ابن عبدالبر نے استیعاب اور حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

۵۳۔ تذکرۃ الخواص ۶۳۔

۵۴۔ شرح نہج البلاغۃ ۱۔۱۰۹۔

۵۵۔۵۶۔ اسد الغابہ ۴۔ ۲۴۔

۵۷۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۱۔ ۱۱۲۔

۵۹۔ تذکرۃ الخواص ۶۴

۶۱۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۲۔ ۲۱۸۔

۶۲۔ شرح نہج البلاغۃ ۱۔ ۶۔ ۱

۶۳۔ تذکرۃ الخواص ۳۔

۶۴۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۱۔ ۱۰۶۔

۶۵۔ نہج البلاغۃ ۱۔ ۱۸۳

۶۶۔ اسد الغابہ ۴۔ ۲۲ آئمۃ الاثنا عشر مؤلفہ ابن طولون ۵۱۔

۶۷۔ الغدیر ۸۔ ۲۱۴ از زین الفتی شرح سورہ ھل اتی

۶۸۔ شرح نہج البلاغۃ ۱۔ ۸۔

۷۱۔ اعیان الشیعہ ۳ق۔ ۲۵۶۔

۷۲۔ الفصول المہمہ ص ۱۰۷۔
۷۳۔ تاریخ بغداد ۱۴۔۳۲۱۔
۷۴۔ الغدیر ۲۔۲۹۹ از دار قطنی و ابن عساکر۔
۷۵۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۔
۷۶۔ تذکرۃ الخواص ۲۸۔
۷۷۔ مطالب السئول ۹۵، کشف الغمہ ۵۰، صفۃ الصفوۃ ۱۔۱۲۳۔ تذکرۃ الخواص ۲۶۔
۷۸۔ مطالب السئول ۱۔۹۳، تذکرۃ الخواص ۔۲۶۔ کشف الغمہ ۔۵۰۔
۷۹۔ کشف الغمہ ۔۷۴۔
۸۰۔ اعیان الشیعہ ۳۔۱۲۴ شرح نہج البلاغہ ۱۔۸۔
۸۱۔ اعیان الشیعہ ۳ ق ۱۔۴۲، ینابیع المودۃ ۱۴۶۔
۸۲۔ شرح النہج البلاغہ ۱۔۷۔
۸۳۔ کشف الغمہ ۴۹، مطالب السئول ۱۔۸۹۔
۸۴۔ ینابیع المودۃ ۱۴۶۔
۸۵۔ الفصول المہمۃ ۱۱۸۔
۸۶۔ نہج البلاغہ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم۔
۸۷۔ ماخوذ از نہج البلاغہ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم۔
۸۸۔ ان خطبات کا ترجمہ زیادہ تر علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ کے ترجمہ نہج البلاغہ سے لیا گیا ہے۔ (مترجم)۔
۸۹۔ یہ فصل اور اس سے سابق ہم نے نہج البلاغہ سے لی ہے۔
۹۱۔ قضاء امیر المومنینؑ۔ شیخ حسن شفائی۔
۹۲۔ نور الابصار شبلنجی ۔۷۹۔
۹۳۔ قضاء امیر المومنین از تستری۔ ص ۸۴۔
۹۴۔ الطبقات الکبریٰ ۲/ ۱۰۰۔
۹۵۔ قضاء امیر المومنین از تستری۔۱۲۱۔
۹۶۔ دیات جمع ہے دیت کی یعنی خون بہا۔
۹۷۔ قضاء امیر المومنین از شیخ علی شفائی۔

۹۸۔ قضاء امیر المومنینؑ از تستری ص ۷۔

۹۹۔ الغدیر ۲۶/۶۶ ۔از طرق الحکمیہ از ابن قیم۔

۱۰۰۔ قضاء امیر المومنینؑ تالیف شیخ علی شفائی۔

۱۰۱۔ الغدیر ۶/ ۱۲۶ از کتاب اذکیاء تالیف ابن جوزی ص ۱۸۔ اخبار الظراف از ابن جوزی ص ۱۹۔ الریاض النضرۃ ۲/ ۱۸۷۔ ذخائر العقبی ص ۸۰۔

۱۰۲۔ ارشاد شیخ مفیدؒ ۹۶۔

۱۰۳۔ المناقب۔ ۱/ ۵۰۱۔

۱۰۴۔ لامالی الاخبار توسیر کانی ص ۵۸۹۔

۱۰۵۔ المناقب ۱/ ۳۹۴ منقول از کافی وتہذیب۔

۱۰۶۔ جعفر بن محمد تالیف سیدالابل۔ص ۸۴۔

۱۰۷۔ مصباح المتجد ص ۳۷۴۔

۱۰۸۔ عدۃ الداعی ۹۹۔

۱۰۹۔ الجنۃ الواقیہ تالیف کفعمی ص ۱۴ الجنۃ الواقیہ تالیف داماد۔

۱۱۰۔ الجنۃ الواقیہ تالیف کفعمی ص ۴۲۔

۱۱۱۔ شرح نہج البلاغہ ۱/ ۲۹۔

۱۱۲۔ الجنۃ الواقیہ داماد اور الجنۃ الواقیہ کفعمی ص ۵۰۔

۱۱۳۔ الجنۃ الواقیہ داماد اور الجنۃ کفعمی ص ۹۳۔

۱۱۴۔ الجنۃ الواقیہ داماد اور الجنۃ الواقیہ کفعمی ص ۴۲۔

۱۱۵۔ مصباح المتجد ص ۲۲۵۔

۱۱۶۔ المراجعات ص ۲۰۹۔

۱۱۷۔ منن الرحمن ص ۳۴۹۔

۱۱۸۔ الکنی والالقاب ۲/ ۷۵

۱۱۹۔ تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی ۱/ ۲۹۴۔

۱۲۰۔ ملاحظہ ہو زیر نظر کتاب کی فصل امام قرآن کی نظر میں۔

۱۲۱۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۲۔ ۷۷۔

۱۲۲۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۲۔ ۷۷۔

۱۲۴۔ الفتوحات الاسلامیہ ۲/۴۷۰۔ابوبکر نے یہ فقرہ اس وقت کہا جب نبی اکرمؐ نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔
۱۲۵۔ شرح نہج البلاغہ ۱/۶ تذکرۃ الخواص ص ۸۷۔
۱۲۶۔ شرح نہج البلاغہ ص ۶۔اسدالغابہ ۴/۲۲۰۔تہذیب التہذیب ۷/۳۳۷۔
۱۲۷۔ شرح نہج البلاغہ ۱/۶۔
۱۲۸۔ تذکرۃ الخواص ۸۸۔
۱۲۹۔ تہذیب التہذیب ۷۷ ۳۳/۔
۱۳۰۔ تذکرۃ الخواص صفحہ ۸۷۔
۱۳۱۔ الغدیر ۲۱۴۳۸/اززین الفتی فی شرح سورۃ ھل اتی۔
۱۳۲۔ اسدالغابہ ۴/۲۲ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ص ۵۰۔
۱۳۳۔ اس الغابہ ۴/۲۲ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ص ۵۱۔
۱۳۴۔ اسدالغابہ ۲۶۴۔
۱۳۵۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳/۳۲۔
۱۳۶۔ مقاتل الطالبین ص ۳۵۔
۱۳۷۔ العقد الفرید ۲۱۶۲/۔
۱۳۸۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳/۴۰۔
۱۳۹۔ الائمہ الاثناء عشر از ابن طولون ۵۶۔
۱۴۰۔ الغدیر ۲۷۲۔۱۰۔
۱۴۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۹۰ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳۔۴۰۔
۱۴۲۔ الائمہ اثناء عشر از ابن طولون ص ۵۲۔
۱۴۳۔ الاستیعاب برحاشیہ اضابہ ۳/۲۷۔
۱۴۴۔ المناقب ا۔۲۴۰۔
۱۴۵۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳/۵۳۔
۱۴۶۔ اعیان الشیعہ ۳ق ۳۶۱۔
۱۴۷۔ الاستیعاب
۱۴۸۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳/۴۵۔

۱۴۹۔ صفوۃ الصفوۃ ا / ۱۲۲۔ تذکرۃ الخواص ۔ ۱۷۰۔

۱۵۰۔ اعیان الشیعہ ۳ق ا / ۲۵۔

۱۵۱۔ تاریخ یعقوبی ۲ / ۱۹۱۔

۱۵۲۔ عقد الفرید ۲ / ۲۷۱۔ الاصابہ ۳ / ۴۷۔

۱۵۳۔ تہذیب التہذیب ۷۔ ۳۳۸۔ اسد الغابہ ۴۔ ۲۲۔

۱۵۴۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳ / ۵۵۔

۱۵۵۔ مروج الذہب ۲ / ۴۳۔

۱۵۶۔ العقد الفرید ۲ / ۲۱۶۔

۱۵۷۔ شرح نہج البلاغہ ا / ۷۔

۱۵۸۔ اسد الغابہ ۴ / ۲۴ تذکرۃ الخواص ۶۴۔

۱۵۹۔ حیات الحیوان الکبریٰ ا / ۵۷۔

۱۶۰۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳ / ۵۱۔

۱۶۱۔ اعیان الشیعہ ۳ق ا / ۱۰۳۔ از نقض العثمانیہ اسکافی اور شرح نہج البلاغہ۔

۱۶۲۔ الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ۳ / ۳۱۔

۱۶۳۔ الائمہ الاثناء عشر ابن طولون ۵۲۔

۱۶۴۔ تذکرۃ الخواص ۶۹۔

۱۶۵۔ الفصول المہمہ ص ۱۱۱۔

۱۶۶۔ تاریخ یعقوبی ۲ / ۱۵۵۔

۱۶۷۔ تاریخ یعقوبی ۲ / ۱۵۵۔

۱۶۸۔ کشف الغمہ ص ۱۱۸۔

۱۶۔ الکنی والاسماء تالیف دولابی ۲ / ۸۹۔

باب: ۲

۱۔ مشہور تاریخ وفات ۔ ۲۸۔ صفر ۵۰ھ (موسوی)

۲۔ فصول المہمہ ۱۰۹، الاصابہ ۲ / ۵۰۹۔

۳۔ ینابیع المودۃ ۴۴۔

۴۔ اسد الغابہ ۲/۲۰۔

۵۔ اسعاف الراغبین حاشیہ برنور الابصار ص ۱۱۱۔

۶۔ ینابیع المودۃ ص ۳۵۔

۷۔ کشف الغمہ ص ۹۵

۸۔ ینابیع المودۃ ۱۰۶ مسند احمد اور معجم کبیر طبرانی، تفسیر ابن حاتم، مناقب حاکم، تفسیر ثعلبی اور فرائد السمطین حموینی۔

۹۔ ینابیع المودۃ ص ۴۵۔

۱۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق۔ ۴/۲۴۔

۱۱۔ الاصابہ ۱/۳۳۔

۱۲۔ اسد الغابہ۔ ۲/۱۳۔

۱۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۸۔

۱۴۔ امت اسلامیہ میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آئمہ اہل بیت کے علاوہ کسی خلیفہ پر نص تھی۔

۱۵۔ الارشاد ۲۰۴۔ یہ حدیث اکثر ان علماء نے لکھی ہے جنھوں نے حسنین علیہما السلام کے حالات تحریر کئے ہیں۔

۱۶۔ بحار ۱۰/۸۹۔

۱۷۔ مورخین کے نزدیک نص متوات کی بناء پر انھوں نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباسؓ امام حسنؑ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: لوگو یہ تمھارے نبیؐ کے فرزند اور تمھارے امام کے وصی ہیں۔ پس ان کی بیعت کرو۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کس قدر محبوب ہیں اور ہم پر ان کا اتنا حق واجب ہے۔ پس لوگوں نے آپ کی بیعت خلافت کی الارشاد ص ۱۹۲۔

۱۸۔ اثبات الھداۃ ۵/۱۴۰۔

۱۹۔ کشف الغمہ ۱۶۴۔ اسعاف الراغبین برحشیہ نور الابصار ۲۰۴۔

۲۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۱۳۔

۲۱۔ حیاۃ الامام الحسن تالیف قرشی ۱۳۱ منقول از امالی صدوق ص ۱۰۸۔

۲۲۔ اصاف الراغبین حایہ بر نور الابصار ص ۱۷۳۔

۲۳۔ المناقب ۲/۱۵۷۔ کشف الغمہ ۱۶۷۔ مطالب السئول ۲/۱۲ (کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ)

۲۴۔ حیاۃ الامام الحسنؑ بن علیؑ تالیف قرشی ۱/۱۱۹۔

۲۵۔ نورالابصار ۱۷۷۔

۲۶۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۲۶۔ اسد الغابہ ۲/۱۲ طبقات ابن سعد الشرف الموبد لال محمد ۶۸۔

۲۷۔ مطالب السئول ۲/۱۱۰ الفصول المہمہ ۱۳۹۔

۲۸۔ اسعاف الراغبین حاشیہ برنورالابصار ۱۷۶۔

۲۹۔ اعیان الشیعہ ۴ ق/۱۰۹۔

۳۰۔ اسعاف الراغبین حاشیہ برنورالابصار ۱۷۷۔ الفصول المہمہ ص ۱۴۰۔ کشف الغمہ ۱۶۷۔ نورالابصار ۱۷۶۔ مطالب السئول ۲/۱۱ عبداللہ بن جعفر کے عطیہ کی مقدار سے اختلاف کیا ہے۔

۳۱۔ نورالابصار (۱۷۶)

۳۲۔ اعیان الشیعہ ۴۔ ق۔ ۱/۳۱۔

۳۳۔ مقاتل الطالبین ۳۵۔

۳۴۔ اعیان الشیعہ ۴۔ ق ۵۸۱۔

۳۵۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۴۔

۳۶۔ الحسن بن علی تالیف عبدالقادر احمد یوسف ۲۶۔

۳۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۱۰۷۔

۳۸۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۱۰۵۔

۳۹۔ مقاتل الطالبین ص ۳۷۔

۴۰۔ الارشاد ۱۹۳۔

۴۱۔ حیاۃ الامام الحسن تالیف قرشی ۱/۱۴۶ از رسائل جمہرۃ العرب ۲/۲۵۔

۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۱۰۷۔

۴۳۔ الحسن بن علی تالیف عبدالقادر احمد الیوسف ص ۶۰۔

۴۴۔ مطالب السئول ۶۹۔

۴۵۔ کشف الغمہ ۱۷۰۔

۴۶۔ تحف العقول ۵۶۔

۴۷۔ بحارالانوار ۱۰/۹۰۔

۴۸۔ الحسن بن علی مولف عبدالقادر احمد الیوسف ص ۶۲۔

۴۹۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۱۵۔

۵۰۔ مطالب السئول ۶۹۔

۵۱۔ مطالب السئول ۶۹۔

۵۲۔ المناقب ۲/۱۵۲۔

۵۳۔ المناقب ۲/۱۵۲۔

۵۴ ،، ،،

۵۵۔ حیاۃ الامام الحسن بن علی تالیف قرشی ۱/۱۴۳۔

۵۶۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۰۲۔

۵۷۔ حیاۃ الامام الحسن بن علی تالیف قرشی ۱/۱۴۴۔

۵۸۔ المدخل الی الموسعۃ العتبات المقدسۃ ۱۸۔

۵۹۔ المجتنی من الدعا المجتبی ۳۔

۶۰۔ مہج الدعوات ۱۴۳۔

۶۱۔ مہج الدعوات ۱۴۳۔

۶۲۔ مہج الدعوات ۱۴۴۔

۶۳۔ الدمعۃ الساکبۃ ۱/۲۳۳۔

۶۵۔ بحارالانوار ۱۰/۹۵۔

۶۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱۔

۶۷۔ بحارالانوار ۱۰/۹۵۔

۶۸۔ الحیاۃ الامام الحسن ۲/۲۶۰۔

۶۹۔ کشف الغمہ ۱۶۵۔

۷۰۔ حیاۃ الحسن ۱/۱۳۰۔

۷۱۔ المناقب ۲/۱۵۶۔

۷۲۔ حیاۃ الامام الحسن ۱/۱۳۴۔

۷۴۔ الحسن بن علی تالیف کامل سلیمان ص ۱۹۷۔

۷۵۔ الارشاد ۱۹۳۔

۷۶۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۰۴۔

۷۷۔ شیخ نے دمعۃ الساکبہ ۱/۲۳۸ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسنؑ نے ایک لشکر بھیجا جس کی تعداد چار ہزار تھی۔

ان کا قائد قبیلہ کندہ کا ایک شخص تھا۔ معاویہ نے اس کے پاس لاکھ درہم بھیجے۔ وہ اپنے ایک سو خواص کے ساتھ معاویہ سے جاملا۔ پھر آپؑ نے ایک لشکر قبیلہ مراد کے ایک شخص کی قیادت میں بھیجا۔ معاویہ نے اس کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو اس سے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ اس مرادی نے لشکر کو وہیں چھوڑا اور خود معاویہ کے پاس چلا گیا۔

۷۸۔ دمعۃ الساکبہ ۲ / ۲۳۸ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے عمرو بن حریث، اشعث بن قیس، حجر بن حجر اور شیث بن ربعی میں سے ہر ایک کی طرف الگ الگ جاسوس بھیجے کہ اگر تم حسنؑ بن علیؑ کو قتل کر دو تو تمہیں دو لاکھ درہم، شام کا ایک لشکر اور اپنی ایک بیٹی دوں گا۔ امام حسنؑ کو یہ خبر ملی تو آپؑ نے خود اور زرہ پہن لی۔ ان ہی میں سے کسی نے آپؑ کو تیر مارا لیکن وہ خود اور زرہ کی موجودگی میں پیوست نہ ہو سکا۔

۷۹۔ الارشاد۔ ۲۳۹۔

۸۰۔ تاریخ یعقوبی ۲ / ۲۰۵۔

۸۱۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۴۔

۸۲۔ بحار الانوار، ۱۰ / ۱۰۱۔

۸۳۔ الحسنؑ بن علیؑ تالیف کامل سلیمان ۱۸۲۔

۸۴۔ الحسن بن علی تالیف کامل سلیمان ۲۱۷۔

۸۵۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲ / ۱۰۴۔

۸۶۔ ظاہراً یوں لگتا ہے۔ یہ روزہ رمضان المبارک کے علاوہ کوئی روزہ تھا۔ (مترجم)

۸۷۔ فصول المہمہ ۱۵۰، مقاتل الطالبین ۵۰، الذخیرہ الی المعاد ۲۰۳، الارشاد ۱۹۷، تاریخ ابو الفدا ۱۱ / ۱۹۳، بحار الانوار ۱۰ / ۱۳۲، تاریخ ابن عساکر ۴ / ۲۲۶، اعیان الشیعہ ۴ ق ۱، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۴ / ۱۷، الدمعۃ الساکبہ ۲ / ۲۵۱۔

۸۸۔ نور الابصار۔ ۱۱۲، کشف الغمہ ۱۶۹، الفصول المہمہ ۱۴۷، اہل البیت ۲۷۴، صفحۃ الصفوۃ ج ۲ / ۳۲۱، حلیۃ الاولیاء ۲ / ۳۸، البدایہ والنہایہ ۸ / ۳۲

۸۹۔ الارشد ۱۹۸۔

۹۰۔ مطالب السئول ۷۰۔

۹۱۔ حیات الحسن تالیف قرشی ۲ / ۳۳۲۔

۹۲۔ مقاتل الطالبین ۵۰۔

۹۳۔ الارشاد ۱۹۹ عائشہؓ کا سوار ہونا اور نانا کے پاس حسنؑ کو دفن کرنے سے روکنا مورخین کی ایک جماعت نے

ذکر کیا ہے جن میں سے ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ۴ /۱۸۔ میں مجلسی بحارالانوار ۱۰ / ۱۳۳ میں، شیخ محمد باقر الدمعۃ الساکبۃ ۲ / ۲۵۲ میں، ابوالفرج نے مقاتل الطالبین ۵۲ ہیں۔

۹۴۔ حیاۃ الامام حسن بن علی ۲ /۴۴۰۔
۹۵۔ مروج الذہب ۳ /۳۷۔
۹۶۔ الحسن بن علی۔ کامل سلیمان ۱۷۳۔
۹۷۔ الاستیعاب حاشیہ برالاصابہ ۱ /۳۷۶۔
۹۸۔ نورالابصار ۱۷۱۔
۹۹۔ مطالب السئول ۶۴۔
۱۰۰۔ حیاۃ الامام الحسن ۲ /۴۳۲۔
۱۰۱۔ الاصابہ ۱ /۳۲۹۔
۱۰۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱ /۱۰۱۔
۱۰۳۔ حیاۃ الامام الحسن بن علی ۲ /۴۴۷۔
۱۰۴۔ بحارالانوار ۱۰ /۹۹
۱۰۵۔ الاصابہ ۱ /۳۲۹۔
۱۰۶۔ البدایہ والنہایہ ۸ /۳۷۔
۱۰۷۔ تحف العقول ۵۴۔
۱۰۸۔ المناقب ۲ /۱۷۰۔
۱۰۹۔ الحسن بن علی۔ کامل سلیمان ۱۷۵۔
۱۱۰۔ الحسن بن علی۔ عبدالقادر احمد یوسف ۵۸۔
۱۱۱۔ المناقب ۱۷۔
۱۱۲۔ مروج الذہب ۳ /۸۔
۱۱۳۔ المناقب ۲ /۱۴۸۔
۱۱۴۔ مطالب السئول ۶۵۔
۱۱۵۔ تذکرۃ الخواص ۱۱۱۔
۱۱۶۔ الاصابہ ۳۲۸۔
۱۱۷۔ البدایہ والنہایہ ۸ /۱۹۔

۱۱۸۔ الاستیعاب حاشیہ برالاصابہ ۱/۳۷۰۔

۱۱۹۔ اسدالغابہ ۲/۹۔

۱۲۰۔ تاریخ الخلفاء ۱۸۸۔

۱۲۱۔ الائمۃ الاثناعشر ۶۳۔

۱۲۲۔ الاعلام ۱/۲۳۰۔

۱۲۳۔ الحسن والحسین سبط الرسول تالیف محمد رضا مصری ۸۔

۱۲۴۔ الحسن بن علی تالیف عبدالقادر احمد یوسف ۴۲۔

باب: ۳

۱۔ بعض مؤرخین نے آپؑ کی ولادت پانچ شعبان لکھی ہے۔

۲۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپؑ کی اولاد چھ افراد پر مشتمل تھی اور آپؑ کی تین صاحب زادیاں تھیں۔

۳۔ مؤلف کی یہ فرمائش درایۃً درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس زمانہ کے حالات سفر اور پھر جس طرح آپؑ کے اہل وعیال کو کوفہ لایا گیا، پھر یزید کو خط لکھا گیا اور خط کا جواب آنے پر آبادیوں کے راستے سے انھیں شام لے جایا گیا اور کچھ عرصہ وہاں رکھنے کے بعد انھیں واپس کیا گیا۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوفہ سے شام جاتے ہوئے اربعین کے دن یہاں سے گزر رہے ہوں۔ واللہ اعلم (مترجم)۔

۴۔ کشف الغمہ ۹۲ ینابیع المودۃ ۱۲۶۔

۵۔ ینابیع المودۃ ۱۱۷۔۱۱۸۔

۶۔ ینابیع المودۃ ۱۱۷، ۱۱۸۔

۷۔ کشف الغمہ ۹۵۔

۸۔ تذکرۃ الخواص ۲۴۵۔

۹۔ ینابیع المودۃ ۱۶۴۔

۱۰۔ اسعاف الراغبین حاشیہ برنورالابصار ۱۸۲۔

۱۱۔ بحار ۱۰/۸۲۔

۱۲۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۱۹۔

۱۳۔ مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا زینب کس کی بیٹی ہیں۔ ہالہ خواہر خدیجہؑ کی، یا خود جناب خدیجہؑ کی پہلے شوہر سے، یا آنحضرتؐ کی۔ تو پہلی دو صورتوں میں آنحضرتؐ کی ربیبہ ہوں گی، چونکہ آپؐ نے تربیت

کی، لہذا مبیّ کہی گئیں۔

۱۴۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۲۰۔

۱۵۔ بحار ۱۰/۸۹۔

۱۶۔ اثبات الہداۃ ۵/۱۸۳۔

۱۷۔ بحار ۱۰/۱۴۰۔

۱۸۔ آئمہ الاثنا عشر ۶۵۔

۱۹۔ مطالب السئول ۲/۲۸۔ اسد الغابہ ۲/۱۳۰۔ الشرف المؤبد لال محمدؐ ۲۷ تاریخ ابن عساکر۔ تذکرۃ الخواص عقد الفرید۔

۲۰۔ اعیان الشیعہ ق ۱/۱۲۴۔

۲۱۔ بحار ۱۰/۱۴۴۔

۲۲۔ عقد الفرید۔

۲۳۔ جلاء العیون ۲/۱۹۷۔

۲۴۔ کشف الغمہ ۱۸۴، الفصول المہمہ ۱۵۹۔

۲۵۔ کشف الغمہ ۱۸۴، الفصول المہمہ ۱۵۹۔

۲۶۔ نفس المہموم ۱۱۲، الفصول المہمہ ۱۵۹، مطالب السئول ۲/۲۸۔

۲۷۔ اسعاف الراغبین حاشیہ نور الابصار ۱۸۴۔

۲۸۔ ۱۰۰/۱۴۔

۲۹۔ مقتل الحسین المفرم ۲۵۳۔

۳۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۱۳۲۔

۳۱۔ یہ معاویہ کی گفتگو ہے، امام امیر المومنینؑ کے بارے میں، اس سلسلہ میں باب اول ص ۱۷ دیکھئے۔

۳۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱۲۹۔

۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱۲۹۔

۳۴۔ بحار ۱۰/۱۴۳۔

۳۵۔ تحف العقول ۵۸۔

۳۶۔ بحار ۱۰/۱۴۴۔ اور اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ ۴/۲۲۴ میں ایک اور شکل میں نقل کیا ہے۔

۳۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲۱۔

۳۸۔ یہ اشارہ محمد بن اشعث کی طرف ہے جس نے حضرت مسلمؑ کو امان دے کر وعدہ وفائی نہ کی۔

۳۹۔ یوم الحسین للمولف ص ۲۱۔

۴۰۔ یوم الحسین از مولف کتاب ہذا ۲۸۱۔

۴۱،۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/ ۳۱۵۔

۴۳۔ البحار ۱۰/ ۱۷۵۔

۴۴۔ البحار ۱۰/ ۱۹۲۔

۴۵۔ البحار ۱۰/ ۱۹۲

۴۶۔ الارشاد ۲۱۰۔

۴۷۔ الحسین تالیف علی جلال ۱/ ۱۹۶۔

۴۸۔ اللمعۃ من بلاغۃ الحسینؑ ۱۰۴۔

۴۹۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۲۳۔

۵۰۔ البحار ۱۰/ ۱۴۴۔

۵۱۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۱۸۸۔

۵۲۔ اعیان الشیعہ ۴/ ۳۶۴۔

۵۳۔ المناقب ۲/ ۱۹۳۔

۵۵۔ تحف العقول ۵۷۔

۵۶۔ بحار ۱۷/ ۱۵۱۔

۵۷۔ کشف الغمہ ۱۹۴۔

۵۸۔ صحیفۃ الحسینیہ ۸۶۔

۵۹۔ الصحیفہ الحسینیہ ص ۸۸۔

۶۰۔ الصحیفۃ الحسینیہ ص ۲۹۔

۶۱۔ الحسن والحسین سبطا رسول اللہ ۱۳۴۔

۶۲۔ یوم الحسین للمؤلف ۵۷۔

۶۳۔ یوم الحسین للمؤلف ۵۷۔

۶۴۔ یوم الحسین للمؤلف ۲۶۲۔

۶۵۔ یوم الحسین للمؤلف ۷۰۔

۶۶۔ یوم الحسین للمؤلف ۷۲۔

۶۷۔ اعیان الشیعہ ۲۹ /۲۴۰۔

۶۸۔ یوم الحسین للمؤلف ۱۸۔

۶۹۔ یوم الحسین للمؤلف ۵۳۔

۷۰۔ البحار ۱۰ /۱۷۱۔

۷۱۔ یوم الحسین للمؤلف ۷۰۔

۷۲۔ البحار ۱۰ /۱۹۱۔

۷۳۔ تاریخ ابن عساکر ۳۸۴۔

۷۴۔ تاریخ ابن عساکر ۴ /۳۲۵۔

۷۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱ /۲۵۰۔

۷۶۔ مطالب السئول ۷۲۔

۷۷۔ نور الابصار ۲۰۰۔

۷۸۔ مقتل الحسین للخوارزمی ۱ /۱۷۸۔

۷۹۔ استاد عبدالقادر احمد یوسف نے اپنی کتاب الحسنؑ بن علیؑ میں لکھا ہے کہ قاری کے ذہن میں سب سے پہلے یہ فکر ونظر ہونا چاہیے کہ نواسہ رسول حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بعد کے آئمہ معصومین اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت زیادہ حق دار خلافت سمجھنے کے علاوہ اسلام کی نشر و اشاعت اور شرائع محمدیہ کی حفاظت کو اپنی عظیم ذمہ داری سمجھتے تھے کیونکہ وہ قربیٰ کے اصول، نفس کی پاکیزگی اور علم کتاب اللہ کے حامل واہل تھے۔

۸۰۔ مقتل الحسین علیہ السلام للمقرم ص ۱۶۸۔

۸۱۔ جلاء العیون ۲ /۱۵۲۔

۸۲۔ یہ خطبہ اس باب کی خطبوں والی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۳۔ اس فصل کے مصادر ابصار العین سماوی کی مقتل الحسین مقرم کی اور ہماری کتاب الحسین سے ہیں۔

۸۴۔ اسے ابن حجر نے اصابہ ۱ /۳۳۳ میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۸۵۔ البحار ۱۰ /۸۲۔

۸۶۔ تاریخ ابن عساکر ۴ /۳۲۲۔

۸۷۔ تاریخ ابن عساکر ۴ /۳۲۲۔

۸۸۔ حیات الامام الحسن

۸۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۳۲۲۔
۹۰۔ اسد الغابہ ۲/ ۲۱۔
۹۱۔ الحسن بن علی کامل سلیمان ۱۷۳۔
۹۲۔ الحسن بن علی کامل سلیمان ۱۷۳۔
۹۳۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۹۷۔
۹۴۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۱۴۔
۹۵۔ البحار ۱۰/ ۱۴۰۔
۹۶۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۲۲۔
۹۷۔ البحار ۱۰/ ۸۳۔
۹۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق/ ۱۴۶۔
۹۹۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۴۷۔
۱۰۰۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۲۸۔
۱۰۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۱۹۵۔
۱۰۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۱۱۸۔
۱۰۳۔ البحار ۱۰/ ۷۹۔
۱۰۴۔ الاصابہ ۱/ ۳۳۵۔
۱۰۵۔ تاریخ ابن عساکر ۴/ ۳۳۹۔
۱۰۶۔ الحسین لعلی جلال ۱/ ۶۔
۱۰۷۔ کتاب الحسن والحسین سبطا رسول اللہ ۷۵۔
۱۰۸۔ اعلام النساء ۱/ ۲۸۔
۱۰۹۔ تاریخ الحسین ۲۲۶۔
۱۱۰۔ ابوشہداء حسین بن علی ۲۳۔
۱۱۱۔ ابوشہداء حسین بن علی ۲۳۔
۱۱۲۔ آل محمدؐ فی کربلا ص ۳۰۔
۱۱۳۔ الشہید الخالد الحسین بن علی ص ۶۔

باب: ۴

۱۔ ہشام بن عبدالملک بھی جو لید بن عبدالملک کے بعد تھا۔ (موسوی)

۲۔ کتاب ہذا کا باب اول دیکھئے۔

۳۔ کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمہ الاثنا عشر۔

۴۔ بحارالانوار ۱۱/ ۶۔

۵۔ کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمہ الاثنی عشر۔

۶۔ المناقب ۲/ ۲۵۱۔

۷۔ اعیان الشیعہ ق ۱/ ۴۱۵۔

۸۔ ظاہر ہے کہ اس روایت کی تاویل کرنا ہوگی، جیسا کہ اس آیت کی تاویل کی جاتی ہے جس میں یہ مضمون ہے کیونکہ آنحضرت تو معصوم تھے۔ ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ ظاہراً یہ ہے کہ اگر گناہ ہو تو بھی خدا بخش دے گا۔ ورنہ گناہ نہیں تھے۔

۹۔ بحارالانوار ۱۱/ ۱۹۔

۱۰۔ زین العابدین سید الاہل ۳۵۔

۱۱۔ اسعاف الراغبین ۲۰۸، مطالب السؤل ۲/ ۴۲۔ نور الابصار ۱۲۷۔ کشف الغمہ ۱۹۸۔ الفصول المہمہ ۱۸۳۔ صفۃ الصفوۃ ۲/ ۵۵۔

۱۲۔ بحارالانوار ۱۱/ ۱۹۔

۱۳۔ المناقب ۲/ ۲۵۱۔

۱۴۔ کشف الغمہ ۲۰۷۔

۱۵۔ المناقب ۲/ ۱۵۱، فصول المہم ۱۸۳ نور الابصار ۱۲۷ مطالب السؤ ۲/ ۴۷، کشف الغمہ ۲۰۰، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۵۶، اسعاف الراغبین حاشیہ بر نور الابصار ۲۰۸، بحارالانوار ۱۱/ ۱۹۔

۱۶۔ المناقب ۲/ ۲۵۵، بحارالانوار ۱۱/ ۲۱۔

۱۷۔ اعیان الشیعہ ۴/ ۴۱۰ ق بحارالانوار ۱۱/ ۳۔

۱۸۔ المناقب ۲/ ۲۵۲۔

۱۹۔ کشف الغمہ ۱۹۸، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۵۳، نور الابصار ۱۲۶، الفصول المہمہ ۱۸۲۔

۲۰۔ صفۃ الصفوۃ ۲/ ۵۶، کشف الغمہ ۲۰۰، مطالب السؤل ۲/ ۴۸، اسعاف الراغبین برحاشیہ نور

الابصار ۲۰۸ بعض کہتے ہیں کہ پانچ ہزار درہم کا حکم دیا۔

۲۱۔ مطالب السئول ۲/۴۸، کشف الغمہ ۲۰۰ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۶۔

۲۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۴۴۸۔

۲۳۔ الامام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ص ۴۹۔

۲۴۔ المناقب ۲/۲۵۵۔

۲۵۔ کشف الغمہ ۲۰۲۔

۲۶۔ کشف الغمہ ۲۰۲۔

۲۷۔ اعیان الشیعہ ۴/۴۱۷۔

۲۸۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۳، کشف الغمہ ۱۹۸، مطالب السئول ۲/۴۳۔

۲۹۔ المناقب ۲/۲۶۲، بحار الانوار ۱۱/۲۷۔

۳۰۔ بحار الانوار ۱۱/۲۱۔

۳۱۔ بحار الانوار ۱۱/۲۰۔

۳۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۴۔

۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق/۴۶۴۔

۳۴۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۱/۴۶۴۔

۳۵۔ بحار الانوار ۱۱/۲۹، ۲۲۔

۳۶۔ بحار الانوار ۱۱/۲۹، ۲۲۔

۳۷۔ بحار الانوار ۱۱/۲۶۔

۳۸۔ اعیان الشیعہ ۴۔ ۴۶۴، بحار الانوار ۱۱/۲۰۔

۳۹۔ صفۃ الصفوۃ ۲/۵۴، نور الابصار ۱۲۷، مطالب السئول، کشف الغمہ ۱۹۹، الفصول المہمہ ۱۸۴۔

۴۰۔ مطالب السئول ۲/۴۸، کشف الغمہ ۲۰۰، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۶، البدایہ والنہایہ ۹/۱۰۵۔

۴۱۔ نور الابصار ۱۲۷ کشف الغمہ ۱۰۰، مطالب السئول ۸۲/۴۵۔

۴۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۰، البدایہ والنہایہ ۹/۱۰۵۔

۴۳۔ الامام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ص ۶۴۔

۴۴۔ کشف الغمہ ۱۹۹، مطالب السئول ۲/۴۵، نور الابصار ۱۲۷، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۴۔

۴۵۔ نور الابصار ۱۲۷، کشف الغمہ ۱۹۹، صفۃ الصفوۃ ۲/۵۴، مطالب السئول ۲/۴۵، اسعاف الراغبین

حاشیہ برنورالابصار ۲۰۹۔

۴۷۔ زین العابدین تالیف سیدالابل ۴۷۔

۴۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۴۳۳۔

۴۹۔ زین العابدین تالیف مقرم ۳۶۔

۵۰۔ صفۃ الصفوۃ ۲ /۵۶۔

۵۱۔ زین العابدین تالیف مقرم ۱۴۱۔

۵۲۔ احتجاج طبرسی ۲ / ۵۲۔

۵۳۔ زین العابدین مقرم ۱۷۶۔

۵۴۔ زین العابدین سیدالابل ص ۶۰۔

۵۵۔ اعیان الشیعہ ۴۔ ۴۸۱، بحارالانوار ۱۱/ ۲۷۔

۵۶۔ اس خط کو مقرم نے زین العابدین ص ۱۳۸ میں اور شیخ نے تنبیہ الخواطر میں (مجموعہ ورام) ص ۲۹۹ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح تحف العقول میں اور ان دونوں نے کہا ہے کہ آپ اپنے اصحاب کو ہر جمعہ کے دن اس خط کے مضمون پر وعظ فرماتے تھے۔

۵۷۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۵۔

۵۸۔ فضائل امام علی تالیف مغنیہ ۲۱۹۔

۵۹۔ زین العابدین مقرم ۲۱۶ تا ۲۲۰۔

۶۰۔ زین العابدین مقرم ۲۴۔

۶۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۵۲۷۱۔

۶۲۔ کشف الغمہ ۱۹۹۔ ۲۰۶۔

۶۳۔ زین العابدین مقرم ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۷۔

۶۴۔ المناقب ۲ /۲۳۶۔

۶۵۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۱۹۶۔

۶۶۔ المناقب ۲ /۲۵۹۔

۶۷۔ المناقب ۲ /۲۵۹۔ بحارالانوار ۱۱ /۳۸۔

۶۸۔ المناقب ۲ /۲۵۹۔ بحارالانوار ۱۱ /۳۸۔

۶۹۔ بحارالانوار ۳ /۲۴۳۔

۷۰۔ زین العابدین مقرم ۱۴۵۔

۷۱۔ اصول کافی ۲/ ۱۲۸۔

۷۲۔ زین العابدین مقرم ۱۵۲۔

۷۳۔ زین العابدین مقرم ۳۷۔

۷۴۔ کشف الغمہ ۲۰۷۔

۷۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ا/ ۵۲۷،کشف الغمہ ۲۰۷۔

۷۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ا/ ۵۳۴۔

۷۷۔ زین العابدینؑ کے رسالہ حقوق کی شرح تالیف سید حسن قبانجی دیکھے۔

۷۸۔ بحارالانوار،۱۱/ ۱۲۔

۷۹۔ مقدمہ صحیفہ سید محمد مشکاۃ۔

۸۰۔ المناقب ۲/ ۴۵۔

۸۱۔ الفصول المہمہ ۱۹۲۔

۸۲۔ الجنۃ الواقیۃ تالیف داماد۔

۸۳۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۴،صفۃ الصفوۃ ۲/ ۵۳۔

۸۴۔ کشف الغمہ ۲۰۲۔

۸۵۔ بحارالانوار ۱۱/ ۲۹۔

۸۶۔ صحیفہ سجادیہ ۶۵۔

۸۷۔ صحیفہ سجادیہ ۹۷۔

۸۸۔ صحیفہ سجادیہ ۵۶۔

۸۹۔ المناقب ۲/ ۲۳۸ کشف الغمہ ۲۰۹،بحارالانوار ۱۱/ ۱۲۔

۹۰۔ المناقب ۲/ ۲۴۷۔

۹۱۔ الارشاد ۲۷۷۔

۹۲۔ الامام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمدؐ ۹۳۔

۹۳۔ المناقب ۲/ ۲۵۶،البحار ۱۱/ ۲۶۔

۹۵۔ المناقب ۳/ ۲۶۸۔

۹۶۔ امام زین العابدین تالیف احمد فہمی محمد ۱۳۲۔

۹۷۔ امام زین العابدین تالیف سیدالابل ۶۷۔

۹۸۔ المناقب ۲ / ۲۵۲۔

۹۹۔ زین العابدین تالیف سیدالابل ۶۷۔

۱۰۰۔ البحار ۱ / ۴۲۔

۱۰۱۔ زین العابدین تالیف مقرم ۲۳۳۔۲۳۸۔

۱۰۲۔ زین العابدین تالیف مقرم ۲۳۳۔۲۳۸۔

۱۰۳۔ بحار ۱۱ / ۱۸۔

۱۰۴۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۶۔

۱۰۵۔ زین العابدین سیدالابل ۴۳۔

۱۰۶۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۶۔

۱۰۷۔ زین العابین سیدالابل ۳۸۳۔

۱۰۸۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۶۔

۱۰۹۔ کشف الغمہ ۱۹۹۔

۱۱۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱ / ۴۴۔

۱۱۱۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۱۹۵۔

۱۱۲۔ بحارالانوار ۱۱ / ۱۸۔

۱۱۳۔ نورالابصار ۲۰۰۔

۱۱۴۔ المناقب ۲ / ۲۵۸۔

۱۱۵۔ مطالب السئول ۷۷۔

۱۱۶۔ تذکرۃ الخواص ۱۸۳۔

۱۱۷۔ ائمہ الاثناعشر ۷۵۔

۱۱۹۔ فصول المہمہ ۱۸۷۔

۱۲۰۔ وفیات الاعیان ۲ / ۱۰۴۔

۱۲۱۔ البدایہ والنہایہ ۹ / ۱۰۴۔

۱۲۲۔ مشاہیر علماء امصار ۶۳۔

۱۲۳۔ تقریب التہذیب ۳۳۲۔

باب:۵

۱۔ ایک روایت ہے کہ تین صفر کو پیدا ہوئے۔

۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق/۶۵۔

۳۔ کتاب کنایہ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنی عشر، کتاب مقتضب الاثر فی النص علی الائمۃ الاثنا عشر اور کتاب الاستنصار فی النص علی الائمۃ الاطہار ملاحظہ فرمائیے۔

۴۔ الارشاد ۲۸۱۔

۵۔ کفایۃ الاثر۔

۶۔ کفایۃ الاثر۔

۷۔ اثبات الوصیۃ ۱۴۲۔

۸۔ اثبات الہداۃ ۵/ ۲۶۳۔

۹۔ مطالب السئول ص ۸۱۔

۱۰۔ تاریخ یعقوبی ۳/ ۶۳۔

۱۱۔ المناقب ۲/ ۲۸۵۔

۱۲۔ سبائک الذہب ۷۲۔

۱۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۴۸۔

۱۴۔ مطالب السئول ۲/ ۵۲، کشف الغمہ ۲۱۱، نور الابصار ۲۰۷، الفصول المہمہ ۱۹۷، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۶۲۔

۱۵۔ الفصول المہمہ ۱۹۴، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۶۲، نور الابصار ۲۱۳، کشف الغمہ ۲۱۱۔

۱۶۔ المشروع الروی ص ۳۷۔

۱۷۔ ہماری کتاب سیرۃ الائمہ دیکھیے۔

۱۸۔ کشف الغمہ ص ۲۲۱۔

۱۹۔ فصول المہمہ ۱۹۶، کشف الغمہ ۲۱۳۔

۲۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۵۰۔

۲۱۔ مطالب السئول ۲/ ۵۲، کشف الغمہ ۲۱۱۔

۲۲۔ البحار ۱۱/ ۸۶۔

۲۳۔ دمعۃ الساکبہ ۴۱۵۔

۲۴۔ دمعۃ الساکبہ ۴۱۶۔

۲۵۔ نورالابصار ۲۰۷، کشف الغمہ ۲۱۱، الفصول المہمہ ۱۹۷، صفۃ الصفوۃ ۲ / ۶۳، مطالب السئول ۲ / ۵۳۔

۲۶۔ کشف الغمہ ۲۱۴۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲ / ۲۹۔

۲۷۔ صفۃ الصفوۃ ۲ / ۶۳، الفصول المہمہ ۱۹۷، کشف الغمہ ۲۱۱، مطالب السئول ۲ / ۵۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۹۔

۲۸۔ کشف الغمہ ۲۱۴ مذکورہ مبلغ کے جائزے دینے کا ذکر مطالب السئول ۲ / ۵۳، الفصول المہمہ ۱۹۷، اعیان الشیعہ ۴ق ۱ / صفۃ الصفوۃ ۲ / ۶۳۔

۲۹۔ البحار ۱۱ / ۸۶۔

۳۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲ / ۲۸۔

۳۱۔ رجال کشی ۱۰۹۔

۳۲۔ المناقب ۲ / ۱۰۹۔

۳۳۔ الارشاد ۲۷۹۔

۳۴۔ المناقب ۲ / ۲۸۴۔

۳۵۔ المناقب ۲ / ۲۹۵۔

۳۶۔ حلیۃ اولیاء ۳ / ۱۸۸۔

۳۷۔ مثلاً تفسیر البرہان تالیف سید ہاشم بحرانی۔

۳۸۔ تفسیر البرہان ۲ / ۴۱۷۔

۳۹۔ تفسیر برہان ۲ / ۴۲۹۔

۴۰۔ نورالابصار ۲۰۷۔

۴۱۔ البحار ۱۷ / ۱۶۷

۴۲۔ تفسیر برہان ۳ / ۳۲۹۔

۴۳۔ تفسیر برہان ۳ / ۳۵۵۔

۴۴۔ تفسیر برہان ۴ / ۶۴۔

۴۵۔ الغیبت تالیف نعمانی ۴۴۔

۴۶۔ تفسیر برہان ۴/ ۱۹۵، ۲۳۷۔

۴۷۔ تفسیر برہان ۴/ ۱۹۵، ۲۳۷۔

۴۸۔ تفسیر علی بن براہیم ۶۸۴۔

۴۹۔ کشف الغمہ ۲۱۵۔

۵۰۔ المناقب ۲/ ۲۹، البحار ۱۱/ ۹۱۔

۵۱۔ المناقب ۲/ ۲۸۰۔

۵۲۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات ۲۰۲۔

۵۳۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۱۔

۵۴۔ المناقب ۲/ ۲۹۳، البحار ۱۱/ ۹۴۔

۵۵۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۸۷۔

۵۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۷۴۔

۵۷۔ تحفۃ العقول ص ۷۱۔

۵۸۔ البحار ۱۷/ ۱۶۶۔

۵۹۔ البحار ۱۷/ ۱۶۷۔

۵۹۔ البحار ۱۷/ ۱۶۸۔

۶۰۔ البحار ۱۷/ ۱۶۸۔

۶۱۔ البحار ۱۷/ ۱۶۸۔

۶۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۱۔

۶۳۔ نور الابصار ۲۰۹۔

۶۴۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۸۱ تا ۱۸۸۔

۶۵۔ المشرع الروی ۳۷۔

۶۶۔ تحف العقول ۷۳۔

۶۷۔ البحار ۱۷/ ۱۶۸۔

۶۸۔ تفسیر برہان ۱/ ۴۸۔

۶۹۔ کتاب البیت والاسلام صفحہ ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۲۔ اس کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے: مجلۃ المقتطف جلد ۹ ص ۲۶۴ میں ہے کہ فلا مریون کا نظریہ ہے کہ چاند مسکونہ ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ روشنی توڑنے والی

دور بین بنائے جس کا خرچ ایک ملین فرا تک ہے تا کہ اس سے چاند میں بسنے والوں کو دیکھا جا سکے اور معارف کے محب لوگوں کو اس نے دعوت دی کہ وہ اس کی مالی امداد کریں۔ لیکن اس کی کوشش رائیگاں گئی۔

۷۰۔ الہیئۃ والاسلام ۲۳۶۔

۷۱۔ کشف الغمہ ۲۱۳۔

۷۲۔ المناقب ۲/ ۲۸۷۔

۷۳۔ البحار ۱۱/ ۸۷۔

۷۴۔ گواہوں کا تقرر مستحب ہے۔

۷۵۔ المناقب ۲/ ۲۹۱۔

۷۶۔ المناقب ۲/ ۲۸۸۔

۷۷۔ المناقب ۲/ ۲۸۹۔

۷۸۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۴۲۔

۷۹۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲/ ۴۳۔

۸۰۔ اعیان لشیعہ ۴ ق ۲/ ۴۹۔

۸۱۔ کشف الغمہ ۲۲۱۔

۸۲۔ اعلام الوراء ۲۶۴۔

۸۳۔ تفسیر برہان ۱/ ۶۰۔

۸۵۔ مناقب ۲/ ۲۸۸۔

۸۶۔ عدت الداعی ص ۲۱۰۔ آپ نے فرمایا جو یہ دعا پڑھے خدا اسے بخش دے گا، توبہ قبول کرلے گا، اس کی مہم کی کفائت کرے گا اور بدی و برائی سے محفوظ رکھے گا۔

۸۷۔ مفتاح الفلاح ۱۴۶۔

۸۸۔ الجنت الواقیہ تالیف داماد۔

۸۹۔ مفتاح الفلاح ۲۱۲۔

۹۰۔ الجنت الواقیہ تالیف کفعمی ۳۰۔

۹۱۔ کشف الغمہ ۲۱۸، البحار ۱۱/ ۷۷ بعض نے ان اشعار کی نسبت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دی ہے۔

۹۲۔ اعیاالشیعہ ۴ق ۲/۸۰۔
۹۳۔ تحف العقول ۱۷۔
۹۴۔ دمعہ الساکبہ ۴۰۲۔
۹۵۔ المحاسن والمساوی تالیف بیہقی ۲/۱۲۹۔
۹۶۔ باب چہارم ملاحظہ فرمائیں۔
۹۷۔ البحار ۱۱/۸۸۔
۹۸۔ الدمعۃ الساکبہ ۴۰۳۔
۹۹۔ المناقب ۲/۲۸۶۔
۱۰۰۔ کشف الغمہ ۲۱۳۔
۱۰۱۔ المناقب ۲/۲۸۶۔
۱۰۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۲۰۔
۱۰۳۔ البحار ۱۱/۸۲۔
۱۰۴۔ کشف الغمہ ۲۱۲
۱۰۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/۸۵۔
۱۰۶۔ المناقب ۲/۲۷۸۔
۱۰۷۔ البحار ۱۱/۸۸۔
۱۰۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق/۳۹۔
۱۰۹۔ کشف الغمہ ۲۲۱۔
۱۱۰۔ المناقب ۲/۲۷۱۔
۱۱۱۔ آئمہ الاثناعشر ۸۱۔
۱۱۲۔ مطالب السئول ۸۰۔
۱۱۳۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۲۰۱۔
۱۱۴۔ حلیۃ اولیاء ۳/۱۸۰۔
۱۱۵۔ اخبار الدول ۱۱۱۔
۱۱۶۔ الفصول المہمہ ۲۰۱۔
۱۱۷۔ وفیات الاعیان ۳/۳۱۴۔

۱۱۸۔ صواعق محرقہ ۱۲۰۔

۱۱۹۔ جامع کرامات الاولیاء ۱/ ۹۷۔

۱۲۰۔ المشرع الروی ۳۷۔

باب ٦

۱۔ الامام الصادقؑ تالیف محمد ابی زہرۃ ص ۷۵۔

۲۔ (کفالت کرنے والا، یتیم کا متولی، متواتر روزے رکھنے وال (موسوی)

۳۔ الصادق ج ۱ ص ۱۵۳۔

۴۔ اس کتاب میں فصل ۶۸ دیکھئے۔

۵۔ دیکھئے طوسی کی الفہرست، رجال نجاشی، جامع الرواۃ اردبیلی، الذریعہ آغا بزرگ طہرانی، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، اسد حیدر۔

۶۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ منصور عباسی نے مدینہ کے گورنر کو حکم بھیجا کہ امام جعفر صادقؑ نے جسے اپنا وصی بنایا ہوا ہو اس کی گردن اڑا دو۔ جب اس نے اوصیاء جناب صادق کے نام لکھے تو منصور نے کہا کہ ان سب کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ پس اسی واقعہ سے آپؑ کی وصیت کی غرض بھی واضح ہو گئی۔

۷۔ دیکھئے ہماری کتاب ''الامام المہدیؑ''

۸۔ الارشاد ۲۸۹۔

۹۔ الارشاد ۲۷۱۔

۱۰۔ کنایۃ الاثر۔

۱۱۔ البحار ج ۱۱ ص ۱۰۸۔

۱۲۔ مراد گناہ یا ترک اولیٰ بھی نہیں بلکہ مخلوق ہونے کے ناطہ سے یہ ہستیاں اپنے مباح افعال کو بھی شان کبریائی کے خلاف سمجھتی تھیں۔ (مترجم)

۱۳۔ باب ۱ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۴۔ باب ۴ ملاحظہ کیجیے۔

۱۵۔ مطالب السئول ج ۲ ص ۲۵۵۔

۱۶۔ کشف الغمہ ۲۴۰۔

۱۷۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۹۲۔

۱۸۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۲۔
۱۹۔ جعفرؑ بن محمدؑ از سید الاہل
۲۰۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۵ حیات امام الصادقؑ تالیف مظفر ی ۷۱، اشعہ من حیاۃ امام صادقؑ ۳ ص ۵۸۔
۲۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲ ص ۱۳۸۔
۲۲۔ روضۃ الکافی (۸۷) الامام صادقؑ تالیف ابی زہرہ ۸۲، الامام صادق والمذاہب اربعہ ج ۲ ص ۴۷، الصادق تالیف مظفری ج ا ص ۲۵۹، اعیان الشیعہ ۴ق ص ۱۳۶۔
۲۳۔ الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۶۹۔
۲۴۔ روضہ للکافی ۱۶۔
۲۵۔ الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۶۶۔ مظفری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شاید آپ کی بڑی ذلت سے مراد قتل اور چھوٹی ذلت سے خواہش کرنا اور بات چیت کرنا ہے۔
۲۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۳۶، الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۶۴۔
۲۷۔ ثواب الاعمال شیخ صدوق، اعیان الشیعہ ۴/ ۲۲۵، الصادق مظفری ۲/ ۱۱۲۔
۲۸۔ امام الصادق تالیف ابی زہرہ ۸۱، الصادق مظفری ۱/ ۲۵۹، الامام الصادق والمذاہب اربعہ ۴/ ۳۸، اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۴۰۔
۲۹۔ المناقب ۲/ ۲۳۵، الصادق مظفری ۱/ ۲۶۷، الامام الصادق والمذاہب اربعہ ۲/ ۳۵، استاد ابوزہرہ نے بھی اپنی کتاب الامام الصادق ص ۸۱ میں اس طرف اشارہ کیا۔
۳۰۔ امام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۳۹۔
۳۱۔ المناقب ۲/ ۳۴۵، مثیر الاحزان ۲۵۰، غرر الغرز ۵۰، اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۲۲۵۔
۳۲۔ اشعہ من حیاۃ الصادق ۳/ ۵۸۔
۳۳۔ جعفر بن محمد تالیف سید الاہل ۵۹۔
۳۴۔ الصواعق المحرقہ ۱۹۹۔
۳۵۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۹۹۔
۳۶۔ اخبار الدول ۱۱۲۔
۳۷۔ شرح الشفاء ۱/ ۱۲۴۔
۳۸۔ النجوم الزاہرہ ۲/ ۷۹۔

۳۹۔ جوہرۃ الکلام ۱۱۸۔

۴۰۔ تہذیب الاسماء واللغات ا / ۱۴۹۔

۴۱۔ الامام الصادق، تالیف ابوزہرہ ۲۶۔

۴۲۔ الملل والنحل، حاشیہ بر الفصل فی الملل تالیف ابن حزم ا ۲۲۴۔

۴۳۔ مختصر تاریخ العرب والتمدن اسلامی ۱۷۹۔

۴۴۔ ضحی الاسلام ۳ / ۲۶۳۔

۴۵۔ شرح نہج البلاغہ ا / ۲۔

۴۶۔ مختصر التحفہ الاثناعشریہ تالیف آلوسی ص ۸۔ امام الصادقؑ کی نظر علماء العظماء و اکابرین کی نظر میں" کی فصل کی طرف مراجعہ کریں۔

۴۷۔ اشعۃ من حیاۃ صادق ۱۴۱۔

۴۸۔ المناقب ۲ / ۲۴ ۳۴ الذکرا تالیف شہید اول، کشف الغمہ ۲۲۶ اعیان الشیعہ ۲ / ۱۷۱۔

۴۹۔ اعلام الوریٰ

۵۰۔ المعتبر

۵۱۔ اعیان الشیعان ۲ / ۱۷۔

۵۲۔ مطالب السئول ۲ / ۵۵۔

۵۳۔ الدلائل والمسائل ص ۵۲۔

۵۴۔ فہرست ابن ندیم ۵۱۴، اور اعیان الشیعہ ۱۵/۱۱۹۔

۵۵۔ وفیات الاعیان ا / ۲۹۱۔

۵۶۔ دائرۃ المعارف ۶ / ۴۷۸۔

۵۷۔ اشعۃ من حیاۃ الصادق ۳۶۔

۵۸۔ الاعلام ا / ۱۸۶۔

۵۹۔ حیاۃ الصادق سبتی ص ۶۶۔

۶۰۔ مراۃ الجنان ا / ۳۰۴۔

۶۱۔ اشعۃ من حیاۃ الصادق ۳۹۔

۶۲۔ اعیان الشیعہ ۱۵ / ۱۱۶۔

۶۳۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ص ۱۰۲۔

۶۴۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ص ۲۵۰۔
۶۵۔ دائرۃ المعارف القرآن الرابع عشر ۳ / ۱۱۰۔
۶۶۔ الدلائل والمسائل ۵۳۔
۶۷۔ الامام الصادق ملہم الکیمیا۔ ڈاکٹر ہاشمی ص ۴۰۔
۶۸۔ اشعۃ من حیاۃ الصادق ۲ / ۱۲۰۔
۶۹۔ فہرست ابن ندیم ۵۱۴۔
۷۰۔ تاریخ الفکر العربی ۷۰ تا ۸۵
۷۱۔ الاعلام ۲ / ۹۰۔
۷۲۔ اخبار العلما باخبار الحکما ص ۱۱۱۔
۷۳۔ کشف الظنون ۲ / ۳۴۴۔
۷۴۔ الاعلام ۲ / ۹۱۔
۷۵۔ الاعلام ۲ / ۹۱۔
۷۶۔ اشعۃ من حیاۃ الصادق ۳۹۔
۷۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۰۷ الصادق مظفری ۲ / ۴۰، مطالب السئول ۲ / ۵۷، الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ۶۷۔ صفۃ الصفوہ ۲ / ۹۵، الفصول المہمہ ۲۱۰۔ غرر الغرر ۵۰، نور الابصار ۲۱۴، کشف الغمہ ۲۳۳، حیاۃ الامام الصادق سبتی ۲۸۔
۷۸۔ تحف العقول ۳۶۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۱۹۳، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴ / ۱۱۰۔
۷۹۔ الصادق مظفری ۲ / ۵۳۔
۸۰۔ تحف العقول ۳۶۷، اعیان الشیعہ ۴ / ۱۹۷، الصادق مظفری ۲ / ۹۳، الصادق و مذاہب الاربعہ ۴ / ۱۲۰۔
۸۱۔ حیاۃ الامام الصادق سبتی ۳۷۔
۸۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۰۹، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴ / ۸۹۔
۸۳۔ الصادق مظفری ۱ / ۱۲۷۔
۸۴۔ حلیۃ الاولیاء ۳ / ۱۹۵، اعیان الشیعہ ۴ ق ۲ / ۲۰۵۔
۸۵۔ رضۃ الکافی ۱۴۳۔
۸۶۔ روضۃ الکافی ۴۹۔

۸۷۔ فروع کافی ۲۵۰۲۔

۸۸۔ روضۃ الکافی ۲۱۹۔

۸۹۔ تحف العقول ۳۵۸ تا ۳۶۲۔

۹۰۔ کشف الغمہ ۲۳۰ تا ۲۴۰۔

۹۱۔ نورالابصار ۲۱۳۔

۹۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۹۸۔ ۲۰۳۔

۹۳۔ الصادق مظفری ۲/ ۱۴، ۲۳، ۱۰۰

۹۵۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۱۱۰ تا ۱۲۸۔

۹۶۔ رطب الامام الصادق ۶۴۔

۹۸۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۵/ ۷۷۔

۹۹۔ تحف العقول ۳۷۵۔

۱۰۰۔ حلیۃ الاولیاء ۳/ ۱۹۴ صفۃ الصفوۃ ۲/ ۱۹۵ الکواکب الدریہ ا/ ۹۵ کشف الغمہ ۲۳۔

۱۰۱۔ کشف الغمہ ۲۳۹۔ اعیان الشیعہ ۴/ ۲۰۳۔

۱۰۲۔ امام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۴۵۔

۱۲۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۴۲، نورالابصار، جوہرۃ الکلام ۷ ۱۳، رسائل الجاحظ ۹، الفصول المہمہ ۲۰۹، کشف الغمہ ۲۳۹، المناقب ۲/ ۳۱۴، بعض نے صرف پہلے شعر پر اکتفا کی ہے۔

۱۰۳۔ تحف العقول ۳۵۹۔

۱۰۴۔ تحف العقول

۱۰۵۔ فروع کافی ا/ ۳۵۹۔

۱۰۶۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۱۲۱۔

۱۰۷۔ المناقب ۲/ ۳۲۷، اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۳۵۔

۱۰۸۔ ڈاکٹر کیانی کا امام صادق کے حالات میں رسالہ کا صفحہ ۱۴ دیکھئے۔

۱۰۹۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ص ۹۹۔

۱۱۰۔ ضحی الاسلام ۳/ ۲۲۴۔

۱۱۱۔ المناقب ۲/ ۳۴۱۔

۱۱۲۔ الاحتجاج طبرسی ۱۸۱، الصادق مظفری ا/ ۲۳۳۔

۱۱۳۔ الاحتجاج طبرسی ۱۹۴۔ الصادق مظفری ۲۱/ ۲۳۔

۱۱۴۔ الامام الصادق ملہم الکیمیاء ڈاکٹر ہاشمی ۱۳۶۔

۱۱۵۔ المناقب ۲/ ۳۳۶۔

۱۱۶۔ الاحتجاج طبرسی ۱۹۴۔

۱۱۷۔ الامام الصادق تالیف محمد ابی زہرہ ۷۹، الصادق تالیف مظفری از بحار ۴/ ۱۳۷، کشف الغمہ، المناقب ۲/ ۳۲۷۔

۱۲۰۔ جعفر بن محمد تالیف سید الابل ۸۴۔

۱۱۸۔ میں نے اس کا ایک نسخہ شیخ محمد علی دراق کے ہاں نجف اشرف میں دیکھا ہے جو چار سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے بہت ہی عمدہ خط میں تحریر ہے۔ اس نفیس اثر کو چھپنے کے لئے نیک کام کرنے کی توفیق بخشے۔

۱۱۹۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۴۲۔

۱۲۱۔ الجنۃ الواقیہ تالیف داماد

۱۲۲۔ مطالب السئول ۲/ ۵۹ کشف الغمہ ۲۲۲۔

۱۲۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۴/ ۱۵۷۔

۱۲۴۔ نہج الدعوات ۱۸۸۔

۱۲۵۔ سورہ انبیاء آیۃ ۷۶ سورہ شعراء آیہ ۷۰، سورہ الصافات ۷۶۔

۱۲۶۔ الکواکب الدریہ ۱/ ۹۴، لواقع الانوار ۳۳، جوہرۃ الکلام ۱۳۸، اسعاف الراغبین ۲۲۷۔

۱۲۷۔ الرجال کشی ۱۳۸۔

۱۲۹۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۲/ ۱۷۰۔

۱۳۰۔ حضرت کے خاص موالیوں میں تھے، الصادق واصحابہ۔

۱۳۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۴۲، نور الابصار ۲۱۱، الفصول المہمہ ۲۰۹، کشف الغمہ ۲۲۷، المناقب ۲/ ۳۱۱، الصواعق المحرقہ ۱۲۱، بعض نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ بعض طاغوتوں نے آپ کے غلام کو قتل کر دیا۔

۱۳۲۔ الکافی ۲/ ۵۵۷۔

۱۳۳۔ الصادق مظفری ۱/ ۲۹۰۔

۱۳۴۔ المناقب ۲/ ۳۱۲۔

۱۳۵۔ المناقب ۲/ ۳۱۲۔

۱۳۶۔ الصادق تالیف مظفری ۱/ ۲۹۰۔

۱۳۷۔ اعیان الشیعہ ۴/ ۲۲۱، المناقب ۲/ ۲۴۶۔

۱۳۸۔ کشف الغمہ ۲۲۵، فصول المہمہ ۲۲۱،

۱۳۹۔ المناقب ۲/ ۳۴۴، اعیان الشیعہ ۴۔ ۲۲۰۔

۱۴۰۔ المناقب ۲/ ۳۴۶، اعیان الشیعہ ۴/ ۲۲۲۔

۱۴۱۔ المناقب ۲/ ۳۴۷، اعیان الشیعہ ۴/ ۲۲۲۔

۱۴۲۔ مثل عبدالحمید، وسدیر، وعبدالسلام

۱۴۳۔ مثل معلی بن خنیس

۱۴۴۔ مثلاً عبداللہ بن حسن اور ان کے بیٹوں محمد و ابراہیم کو اور آل حسن کی بہت بڑی جماعت کو۔

۱۴۶۔ المناقب ۲/ ۳۱۷، عمدۃ الطالب ۱۸۴۔

۱۴۷۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۲۔

۱۴۸۔ امام صادق والمذاہب الاربعہ ۵/ ۷۵۔

۱۴۹۔ مطالب السئول ۲/ ۵۸، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۱۹۵، اعیان الشیعہ ق ۱/ ۱۵۹، نور الابصار ۲۱۴، امام صادق ابوزہرہ ۸۳، المناقب ۲/ ۳۳۷، کشف الغمہ ۲۲۳، الفصول المہمہ ۲۰۶، اخبار الدول ۱۱۲۔

۱۵۰۔ کشف الغمہ ۲۴۰، اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۱۵۹، الصادق مظفری ۱/ ۱۲۵۔

۱۵۱۔ الصادق مظفری ۱/ ۱۲۲، ۱۳۰۔

۱۵۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/ ۲۲۷، المجالس السنیہ ۵/ ۳۲۶، الصادق مظفری ۲/ ۳۰۶۔

۱۵۳۔ بحار ۱۱/ ۴۸۔

۱۵۴۔ جامع مسانید ابوحنیفہ ۱/ ۲۲۲۔

۱۵۵۔ النجوم الزاہرہ ۲/ ۹۔

۱۵۷۔ مختصر تحفہ اثنا عشریہ ص ۸۔

۱۵۸۔ مناقب الامام ابوحنیفہ تالیف مکی ۱/ ۱۷۳۔ الامام الصادق تالیف ابی زہرہ ۲۵۲۔

۱۵۹۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۵/ ۶۸۔

۱۶۰۔ تہذیب التہذیب ۲/ ۱۰۵، حیاۃ الامام الصادق تالیف السبیتی ص ۱۷، اشعۃ من حیاۃ الصادق ۳/ ۵۸۔

۱۶۱۔ المناقب ۲/ ۳۲۵، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۴/ ۹۔

۱۶۲۔ تہذیب التہذیب ۲/ ۱۰۴، صفۃ الصفوۃ ۲/ ۹۴، کشف الغمہ ۲۳۲، المناقب ۲/ ۳۲۶۔

۱۶۳۔ کشف الغمہ ۲۳۰۔

۱۶۴۔ الصادق مظفری ۱ ۲۲۴، الامام الصادق ملہم الکیمیاء ۱۳۵۔

۱۶۵۔ المناقب ۲ / ۳۰۲، من کافی البصائر الدرجات والخرائج واجرائح۔

۱۶۶۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۵ / ۷۹۔

۱۶۷۔ بحار ۱۱

۱۶۸۔ اشعۃ حیات الصادق ۳ / ۵۰۔

۱۶۹۔ کشف الغمہ

۱۷۰۔ نہج الدعوات ۱۹۸۔

۱۷۱۔ کشف الغمہ ۲۳۶۔

۱۷۲۔ تاریخ یعقوبی ۳ / ۱۱۷۔

۱۷۳۔ مطالب السئول ۲ / ۵۵۔

۱۷۴۔ الملل والنحل حاشیہ برالفصل فی الملل تالیف ابن حزم ۱ / ۲۴۴۔

۱۷۵۔ الفصول المہمہ ۲۱۶۔

۱۷۶۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ۱ / ۲۹۔

۱۷۷۔ شرح الشفاء ۱ / ۱۲۴۔

۱۷۸۔ النجوم الزاہرہ ۲ / ۹۔

۱۷۹۔ مراۃ الجنان ۱ / ۳۰۴۔

۱۸۰۔ اتحاف بحب الاشراف ۵۴۔

۱۸۱۔ مناہج التوسل ۱۰۶۔

۱۸۲۔ مشاہیر علماء امصار۔

۱۸۳۔ سبائک الذہب ۷۴۔

۱۸۴۔ قاموس اعلوم ۳ / ۱۸۲۔

۱۸۵۔ التشریع الاسلام ۲۶۳۔

۱۸۶۔ دائرہ معارف القرن الرابع عشر ۱۱۰۳۔

۱۸۷۔ ضحیٰ الاسلام ۳ / ۲۶۵۔

۱۸۸۔ سید الاہل کی کتاب جعفر بن محمد مصفحہ ۶۔

۱۸۹۔ کیالی کا رسالہ امام جعفر صادقؑ کے بارے میں ہے دیکھئے صفحہ ۱۴۔

۱۹۰۔ الاعلام ۲ / ۱۲۱۔

باب ۷

۱۔ آپ چار سال ہارون کی قید میں رہے۔ بعض روایات کے مطابق اس سے بھی زیادہ مدت اس کی قید میں رہے۔

۲۔ جنگ موتہ میں آپؐ نے جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ کو یکے بعد دیگرے امیر لشکر بنایا، اگر پہلا شہید ہو جائے تو دوسرا اور دوسرا شہید ہو جائے تو تیسرا سالار رہے۔

۳۔ اس کتاب کے باب اول "امام امیر المومنین" میں آئمہ پر رسول اعظم کی نصوص کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

۴۔ الارشاد۔ ۳۱۰۔

۵۔ اثبات الہداۃ ۵ / ۴۶۸۔

۶۔ اثبات الہداۃ ۵ / ۴۶۸۔

۷۔ اثبات الہداۃ ۵ / ۴۹۳۔

۸۔ الفصول المہمہ ۲۲۲۔

۹۔ تاریخ بغداد ۱۳۔ ۲۷۔

۱۰۔ تاریخ بغداد ۱۳ / ۲۷۔

۱۱۔ المناقب ۲ / ۳۷۲۔

۱۲۔ کشف الغمہ ۲۴۷۔

۱۳۔ البحار ۱۱ / ۲۶۶۔

۱۴۔ کشف الغمہ ۲۴۷۔

۱۵۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۱ / ۸۳۔

۱۶۔ المناقب ۲ / ۲۶۲۔

۱۷۔ المناقب ۲ / ۳۷۹۔

۱۸۔ البحار ۱۱ / ۲۶۷۔

۱۹۔ المناقب ۲ / ۳۷۹۔

۲۰۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۴۲۔

۲۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۴۳۔

۲۲۔ کشف الغمہ ۲۴۷۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۹۔

۲۳۔ تحف العقول ۱۰۰

۲۴۔ تاریخ بغداد ۱۳/۳۱۔

۲۵۔ حیاۃ موسیٰ بن جعفر ۸۹۔

۲۶۔ البحار ۱۱/۲۶۶۔

۲۷۔ البحار ۱۱/۲۶۷۔

۲۸۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۷۰۔

۲۹۔ کشف الغمہ ۲۴۷، اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۱، المناقب ۲/۲۷۹۔

۳۰۔ الفصول المہمہ ۲۱۹۔

۳۱۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۸۔

۳۲۔ کشف الغمہ ۲۴۷، اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۲۲، تاریخ بغداد ۱۳/۲۸۔

۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۴۴، کشف الغمہ ۲۴۳، تاریخ بغداد ۱۳/۲۹۔

۳۴۔ المناقب ۲۹۷۔۳

۳۵۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۹۶۔

۳۶۔ تاریخ بغداد ۱۳/۳۰۔

۳۷۔ البحار ۱۷/۲۰۳۔

۳۸۔ تحف العقول ۹۴۔

۳۹۔ تحف العقول ۹۹۔

۴۰۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۲۱۷۔

۴۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/۱۹۳۔

۴۲۔ البحار ۱۷/۲۰۳۔

۴۳۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفرؑ ۱/۱۰۳۔

۴۴۔ البحار ۱۷/۲۰۲۔

۴۵۔ الفصول المہمہ ۲۲۷۔

۴۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۵۷ تا ۶۰۔

۴۷۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسہ ۲۱۶، ۲۱۷۔
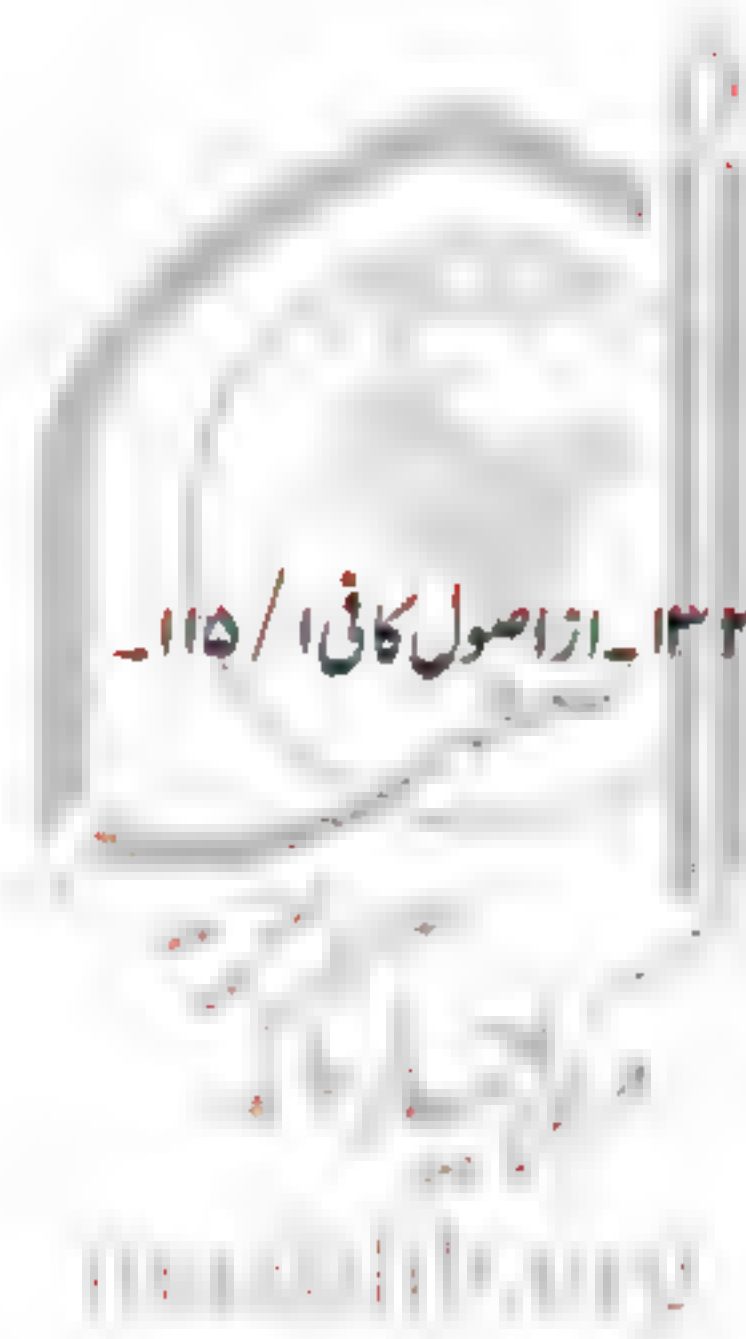
۴۸۔ تحف العقول ۹۹،۱۰۰۔
۴۹۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۲ / ۱۹۳۔ ۱۹۴۔
۵۰۔ البحار ۱۱ / ۲۷۷۔
۵۱۔ الدرۃ الباہرۃ
۵۲۔ البحار ۱۷ / ۲۰۶۔
۵۳۔ الانوار البھیہ ۹۱۔
۵۴۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ ۸۴۔
۵۵۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۴۹۔
۵۶۔ الارشاد ۳۱۸۔
۵۷۔ المناقب ۲ / ۳۷۳۔
۵۸۔ المناقب ۲ / ۳۷۴۔
۵۹۔ تحف العقول ۹۹۔
۶۰۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۲ / ۲۳۱۔ از اصول کافی ۱ / ۱۱۵۔
۶۱۔ البحار ۱۱ / ۲۵۲۔
۶۲۔ البحار ۱۱ / ۲۵۳۔
۶۳۔ البحار ۱۷ / ۲۰۳۔
۶۴۔ البحار ۱۷ / ۲۰۶۔
۶۵۔ البحار ۱۱ / ۲۷۵۔
۶۶۔ الاحتجاج ۲ / ۱۵۶۔
۶۷۔ الاحتجاج ۲ / ۱۵۸۔
۶۹۔ الاحتجاج ۲ / ۱۶۔
۷۰۔ البحار ۱۱ / ۲۷۷۔
۷۱۔ البلد الامین ص ۱۰۱۔
۷۲۔
۷۳۔ فلاح السائل ۱۷۲۔
۷۴۔ البحار ۱۱ / ۲۳۹۔

۷۵۔ نہج الدعوات ۵۴۔

۷۶۔ نہج الدعوات ۳۰۰۔

۷۶۔ اصول کافی ۵۶۱۔

۷۸۔ اصول کافی ۵۶۲۔

۷۹۔ الفصول المہمہ ۲۲۲۔

۸۰۔ مدینۃ المعاجز ۳۹۴۔

۸۱۔ البحار ۱۱/ ۲۶۳۔

۸۲۔ حیات الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۲۲۶۔

۸۴۔ البحار ۱۱/ ۲۳۴۔

۸۵۔ انوار البھیۃ ۹۲۔

۸۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۵۱۔

۸۷۔ المناقب ۲/ ۳۷۳۔

۸۸۔ انوار البھیۃ ۹۳۔

۸۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۷۱۔

۹۰۔ تاریخ بغداد ۱/ ۱۲۰۔

۹۱۔ تحفۃ العالم ۲/ ۲۲۔

۹۲۔ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۲۴۰۔

۹۳۔ صفۃ الصفوۃ ۲/ ۱۰۳۔

۹۴۔ تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۸۔

۹۵۔ الفصول المہمہ ۲۱۷۔

۹۶۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۶۔

۹۷۔ مطالب السؤل ۸۳۔

۹۸۔ اخبار الدول ۱۱۲۔

۹۹۔ میزان الاعتدال ۳/ ۲۰۹، تاریخ الخلفاء ۳۹۔

۱۰۰۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۱۰۷۔

۱۰۱۔ نور الابصار ۲۱۸۔

۱۰۲۔ الطبقات الکبریٰ ۳۳۔

۱۰۳۔ الاتحاف بحب الاشراف ۵۴۔

۱۰۴۔ ینابیع المودۃ ۴۵۹۔

۱۰۵۔ مرآۃ الجنان ۱/ ۳۹۴۔

۱۰۶۔ سبائک الذہب ۷۳۔

۱۰۷۔ جوہرۃ الکلام ۱۳۹۔

۱۰۸۔ الحسین ۲/ ۲۰۷۔

۱۰۹۔ تاریخ العلویین ۱۵۸۔

۱۱۰۔ جامع کرامات الاولیاء ۲/ ۲۶۹۔

۱۱۱۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۱۱۰، شرح زہر الادب ۱/ ۱۳۲۔

۱۱۲۔ ہارون رشید ۱/ ۱۸۸۔

۱۱۳۔ حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر ۱/ ۱۱۷ ع فقہ الاسلام مدخل لدراسۃ المعاملات ۱۶۰۔

باب ۸

۱۔ شیخ مفید اور ان کے اتباع کرنے والوں کی روایت۔ شیخ صدوق کی روایت ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ ہے۔

۲۔ سید محسن رحمۃ اللہ نے اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۸۰ تا ۱۹۰ میں ان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

۳۔ اربلی نے کشف الغمہ ۲۷۸ میں اس عہد نامہ کا نسخہ جو مامون نے امام رضاؑ کے لئے لکھا تھا، جس پر امام علیہ السلام کی توقیع اور دستخط بھی ہیں، نقل کیا ہے۔ اس نے خود اسے حرم امامؑ کے بعض خدام کے پاس مشاہدہ کیا تھا۔

۴۔ استاد عبدالقادر احمد یوسف نے اپنی کتاب الامام الرضا ولی عہد المامون ص ۶۲ تا ۶۶ میں اس تحریر کا ذکر کیا ہے جو ان درہم و دینار پر تھی جو امامؑ کے نام پر ڈھالے گئے تھے۔ یہ عربی اور غیر عربی مصادر سے ہیں، جن میں سے ایک متاحف العالم ہے۔

۵۔ الارشاد ۳۲۶۔

۶۔ عیون اخبار الرضا ۱/ ۲۱۔

۷۔ الغیبۃ شیخ طوسی ۲۶۔

۸۔ الغیبۃ شیخ طوسی ۲۸۔

۹۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔

۱۰۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو راوی بھول گیا ہے یا صاحب کتاب سے یہ الفاظ چھوٹ گئے ہیں کہ ''پھر آپؑ صبح کی دو رکعت نوافل پڑھتے اور اس کے بعد نماز فجر پڑھتے۔''

۱۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۸۷۔

۱۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۱۰۷۔

۱۳۔ البحار ۱۲/۲۶۔

۱۴۔ البحار ۱۲/۲۶۔

۱۵۔ البحار ۱۲/۲۶۔

۱۶۔ عیون اخبار الرضا ۲/۱۳۷۔

۱۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۱۰۵۔

۱۸۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔

۱۹۔ البحار ۱۲/۲۹۔

۲۰۔ البحار ۱۲/۲۹۔

۲۱۔ البحار ۱۲/۳۲۔

۲۲۔ الارشاد ۳۲۸۔

۲۳۔ الارشاد ۱۲/۷۹۔

۲۴۔ البحار ۱۲/۷۹۔

۲۵۔ عیون اخبار الرضا ۱/۱۸۔

۲۶۔ البحار ۲/۴۱۲۔

۲۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۱۴۹۔

۲۸۔ البحار ۱۲/۲۸۔

۲۹۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۱۰۶۔

۳۰۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔

۳۱۔ البحار ۱۲/۳۰۔

۳۲۔ البحار ۱۲/۳۰۔

۳۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/۱۰۶۔

۳۴۔ کشف الغمہ ۲۶۱۔

۳۵۔ نور الابصار ۱۴۰، الفصول ۲۴۳۔

۳۶۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۰۸۔

۳۷۔ المناقب ۲/ ۴۱۲۔

۳۸۔ الارشاد ۳۳۴۔

۳۹۔ (التوحید) تالیف شیخ صدوق ۱۷۔ انھوں نے پورا خطبہ نقل کیا ہے۔

۴۰۔ البحار ۱۲/ ۵۴۔

۴۱۔ تحف العقول ۱۰۸۔

۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۹۵۔

۴۳۔ الانوار البہیۃ ۱۰۹۔

۴۴۔ البحار ۱۲/ ۱۲۵۔

۴۵۔ ''التوحید'' شیخ صدوق ۲۷۔

۴۶۔ عیون اخبار الرضا/ ۱۱۴، ۲۵۸، ۲/ ۷، ۱۲، ۱۵، ۲۴، ۵۴۔

۴۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۱۹۴ تا ۱۹۶۔

۴۸۔ فضائل الامام تالیف مغنیہ ۲۳۵، ۲۳۶۔

۴۹۔ الامام علی الرضا و لی عہد المامون صفحہ ۳۶۔

۵۰۔ نور الابصار ۲۲۳۔

۵۱۔ تحف العقول ۱۰۷، ۱۰۸۔

۵۲۔ وفات الرضا تالیف مقرم ۲۳۔

۵۳۔ البحار ۱۷/ ۲۰۷۔

۵۴۔ عیون اخبار الرضا/ ۱۹۵۔

۵۵۔ المناقب ۲/ ۴۰۶۔

۵۶۔ تحف العقول ۱۰۴۔

۵۷۔ البحار ۱۲/ ۵۶۔

۵۸۔ البحار ۱۲/ ۵۶۔

۵۹۔ الفصول المختارۃ من العیون والمحاسن ۱/ ۱۷۔

۶۰۔ المناقب ۲/۴۰۷۔
۶۱۔ عیون اخبار الرضا۔ ۲/۲۳۲۔
۶۲۔ المناقب ۲/۴۰۷۔
۶۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۹۴۔
۶۴۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۰۴۔
۶۵۔ البحار ۱۷/۲۰۶۔
۶۶۔ البحار ۱۷/۲۰۷۔
۶۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۰۴۔
۶۸۔ الاحتجاج ۲/۲۲۵۔
۶۹۔ عیون اخبار الرضا ۲/۷۵
۷۰۔ عیون اخبار الرضا/۱۳۴۔
۷۱۔ عیون اخبار الرضا/۲۲۷۔
۷۲۔ نور الابصار ۲۲۳۔
۷۳۔ اعیان الشیعہ ق ۲/۱۵۰۔
۷۴۔ الفصول المہمہ ۲۳۸۔
۷۵۔ فضائل الامام علی ۲۳۵۔
۷۶۔ البحار ۱۷/۲۰۷۔
۷۷۔ الامام علی رضا ولی عہد المامون ۵۵۔
۷۸۔ البحار ۱۷/۲۰۷۔
۷۹۔ منتخب الدعوات ۸۰۔
۸۰۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۱۹۷۔
۸۱۔ المجتنی من الدعاء المجتبی۔
۸۲۔ نہج الدعوات ۵۹۔
۸۳۔ البحار ۱۲/۲۷۔
۸۴۔ البحار ۱۲/۳۳۔
۸۵۔ عیون اخبار ۱/۱۱۹۔

۸۶۔ عیون اخبار الرضا ا/ ۱۱۹۔
۸۷۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۱۶۔
۸۸۔ البحار ۱۲/ ۸۰۔
۸۹۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۲۴۔
۹۰۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۲۴۔
۹۱۔ الفصول المہمہ ۲۳۴۔ نور الابصار ۲۲۴۔
۹۲۔ البحار ۱۲/ ۳۲۔
۹۳۔ المناقب ۲/ ۴۱۳۔
۹۴۔ البحار ۱۲/ ۳۲۔
۹۵۔ المناقب ۲/ ۴۲۱۔
۹۶۔ البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۵۰۔
۹۷۔ وفاۃ الرضا ۱۶۔
۹۸۔ مقاتل الطالبین
۹۹۔ علل الشرائع ۲۳۷۔
۱۰۰۔ علل الشرائع ۲۳۸۔
۱۰۱۔ روضۃ الواعظین ا/ ۲۶۸۔
۱۰۲۔ شیخ صدوق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ مامون نے امام رضا سے خواہش کی کہ خلافت قبول کریں۔ آپؑ کے انکار پر اصرار کیا کہ آپؑ ولی عہدی قبول کر لیں۔
۱۰۳۔ اخبار العلماء باخبار الحکماء تصنیف: قفطی ۱۵۰۔
۱۰۴۔ جیسا کہ عباسی دور میں کبھی ایسا ہوا کہ فوج نے ایک خلیفہ تبدیل کر کے دوسرے کو اس کی جگہ بٹھا دیا۔
۱۰۵۔ الارشاد ۳۳۶۔
۱۰۶۔ رسالۃ التشریفات۔
۱۰۷۔ البحار ۱۲/ ۴۰۔
۱۰۸۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۱۷۲،۲۱۲۔
۱۰۹۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۱۷۲،۲۱۲۔
۱۱۰۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۳۹۔

۱۱۱۔ عیون اخبار الرضا ۱/ ۱۷۹۔

۱۱۲۔ اس باب کی فصل ۸۱۱ اور ۸۱۲ ملاحظہ کیجیے۔

۱۱۳۔ البحار ۱۲/ ۵۲۔

۱۱۴۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ۲۰۴۔

۱۱۵۔ البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۴۹۔

۱۱۶۔ اس باب کی فصل ۸۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۷۔ عیون اخبار رضا ۲/ ۲۴۰، علل الشرائع ۲۴۱، اثبات الوصیت ۱۷۹، الارشاد ۳۳۸، المناقب ۲/ ۳۲۲، روضہ الواعظین ۱/ ۲۷۴، اثبات الهداة ۶/ ۹۳، ۱۷۸، اعلام الوری ۳۲۵، البحار ۱۱/ ۸۵، الانوار النعمانیہ ۱/ ۲۸۳، الخرائج والجرائح باب ۱۷، شرح شافیہ ابی فراس تالیف محمد بن امیر الحجاج ۲۰۴، مدینۃ المعاجز ۴۳۴، معالم الزلفی ۹۲، جلاء العیون ۳/ ۹۰، اعیان الشیعہ ج ۴ ق ۳/ ۲۰۴، المجالس السنیہ ۵/ ۳۵۴، الانوار البہیہ ۱۱۲، وفات الامام رضا تالیف مقرم ۴۶، وفات الامام رضا تالیف ربیعی ۷۰، شرح میمیہ ابی فراس تالیف ہاشمی ۵۳۔

۱۱۸۔ نور الابصار ۱۴۵۔ الفخری ۱۷۹۔ مقاتل الطالبین ۴۰۴۔

۱۱۹۔ الانوار البہیہ ۱۱۷۔

۱۲۰۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۵۱۔

۱۲۱۔ الانوار البہیہ ۱۲۱۔

۱۲۲۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور ان کے تابعین کہتے ہیں کہ اس نے آپؑ کو انگوروں میں زہر دیا تھا۔

۱۲۳۔ الارشاد۔ ۳۳۸۔

۱۲۴۔ الانوار البہیۃ ۱۰۸۔

۱۲۵۔ اعیان الشیعہ ج ۴ ق ۳/ ۱۰۰۔

۱۲۶۔ البحار ۱۲/ ۵۳۔

۱۲۷۔ البحار ۱۲/ ۵۳۔

۱۲۸۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۱۸۰۔

۱۲۹۔ کشف الغمہ ۲۷۴۔

۱۳۰۔ اعیان الشیعہ ج ۴ ق ۳/ ۱۱۲۔

۱۳۱۔ البحار ۱۲/ ۵۲۔

۱۳۲۔ تذکرۃ الخواص ۱۹۸۔

۱۳۳۔ وفیات الاعیان ۲/۴۳۲۔

۱۳۴۔ صواعق محرقہ ۲۰۲۔

۱۳۵۔ اخبار الدول ۱۱۵۔

۱۳۶۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۱۔

۱۳۷۔ مطالب السئول ۸۴۔

۱۳۸۔ جامع کرامات الاولیاء ۲/۱۵۷۔

۱۳۹۔ الاتحاف بحب الاشرف ۸۵۔

۱۴۰۔ سبائک الذہب ۷۳۔

۱۴۱۔ الحسین ۲/۲۰۷۔

۱۴۲۔ الاعلام ۵/۱۷۸۔

۱۴۳۔ المراۃ العربیہ ۳/۹۳۔

۱۴۴۔ الامام الرضا ولی عہد المامون ۱۔

باب ۹

۱۔ ظاہراً ان ہی دونوں خواتین میں سے کسی ایک کو حکیمہ خاتون کہا جاتا تھا جو امام زمانہؑ کی ولادت کے وقت امام حسن عسکریؑ کے حکم سے آپؑ کے گھر میں موجود رہیں اور ولادت کی خدمات انجام دیں

۲۔ میری کتاب ''الامام المہدی علیہ السلام'' ص ۲۹۵ تا ۳۵۴۔

۳۔ باب اول۔

۴۔ عیون اخبار الرضا ۲/۲۴۰۔

۵۔ ینابیع المودۃ ۵۶۵۔

۶۔ الفصول المہمۃ ۲۵۱۔

۷۔ الارشاد ۳۴۰۔

۸۔ الارشاد ۳۴۲۔

۹۔ الوافی بالوفیات ۴/۱۰۵۔

۱۰۔ البحار ۱۲۔۱۲/۱۰۹۔

۱۱۔ الدمعة الساکبہ ۳/ ۳۱۲۔
۱۲۔ کشف الغمہ ۲۸۷، الدمعة الساکبہ ۳، ۴، الارشاد ۲۹۸
۱۳۔ البحار ۱۲/ ۱۲۶
۱۴۔ کشف الغمہ ۲۸۹
۱۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۲/ ۲۴۳
۱۶۔ البحار ۱۷/ ۲۱۴
۱۷۔ البحار۔ ۱۷/ ۲۱۴
۱۸۔ الفصول المہمہ ۲۶۱
۱۹۔ البحار ۱۷/ ۲۱۴
۲۰۔ الانوار البھیہ ۱۳۳
۲۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۲۴۴
۲۲۔ البحار ۱۲/ ۱۲۱
۲۳۔ البحار ۱۲/ ۱۲۵
۲۴۔ البحار ۱۷/ ۲۱۳
۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق، ۲۴۴۔۲۴۵
۲۶۔ البحار ۱۷/ ۲۱۴
۲۷۔ تاریخ بغداد ۳/ ۵۵
۲۸۔ الفصول المہمہ ۲۶۰
۲۹۔ نور الابصار ۱۴۸
۳۰۔ نور الابصار ۱۴۸
۳۱۔ تحف العقول ۱۱۰
۳۲۔ وفاة الجواد للمقرم ۲۷۔ ۴۳
۳۳۔ تحف العقول ۱۱۰
۳۴۔ تحف العقول ۱۱۰
۳۵۔ الاحتجاج ۲/ ۲۴۹
۳۶۔ تحف العقول ۱۱۰

۳۷۔ مناقب ۲/ ۴۳۰۔ اثبات الہداۃ ۶/ ۱۷۵۔ بحار ۱۲/ ۱۲۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۱۳۔ جلاء العیون ۳/ ۱۰۶۔ صحیفۃ الابرار ۲/ ۳۰۰۔ الانوار البہیۃ ۱۳۰۔ المجالس السنیۃ ۵/ ۴۲۳۔ وفاۃ الامام الجواد ۸۵۔

پڑھنے والا بعض اوقات اس بات پر تعجب کرتا ہے، مگر اس کو تواتر سے نقل کیا گیا ہے اور علماء نے اس کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

کتاب روضات الجنات کے صفحہ ۵۱۰ پر ہے کہ نصیر الدین طوسی اپنے شاگرد نجم الدین علی بن عمر (مصنف متن الشمسیہ، حکمۃ العین، جامع الدقائق) کو اس حال میں مسائل کا جواب دیتا ہے جب وہ خود معرکہ قتال میں ہے اور سواری پر سوار ہو رہا ہے، ایک پیر رکاب میں ہے اور دوسرا زمین پر اور علم کلام کے چار سو مشکل مسئلے حل کرتا ہے، تو پھر امام محمد جواد علیہ السلام کے لئے یہ بات تعجب خیز نہیں کہ وہ ایک ہی مجلس میں ہزاروں مسئلوں کا جواب دیتے ہیں۔ آپ تو اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے علم و فہم کے وارث ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپؑ نے مسئلوں کی مختلف شقیں بنائیں اور ایک مسئلہ کئی مسائل شمار ہونے لگے۔ یحیٰی بن اکثم سے آپؑ کے مناظرہ پر نگاہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی بہت سی شقیں ہو گئی ہیں ممکن ہے بعض مسائل کا جواب آپؑ نے ہاں اور نہیں میں دیا ہو۔

شیخ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۲ میں کہا ہے کہ کئی امکانات ہیں۔ اول یہ کہ یہ تعداد (تیس ہزار مسائل) بطور مبالغہ کہی گئی ہو، یا یہ کہ سوال کرنے کے لئے آنے والے لوگوں کے دلوں میں ایک نوعیت کے مسائل ہوں۔ چنانچہ جب آپؑ نے ایک کا جواب دیا تو گویا وہ سب کا جواب ہو گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپؑ کے مختصر کلام سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہوں جو بہت سے احکام پر مشتمل ہوں۔ یہ امکان قوی ہے۔

اس کا بھی امکان ہے کہ ''ایک مجلس'' سے مراد ایک جگہ مثلاً منیٰ مراد ہو، خواہ نشست کئی دن رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپؑ کا اعجاز ہو کہ آپؑ ان کے سوال کرنے سے پہلے جواب دیتے ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ آپؑ ان کے مافی الضمیر سے واقف تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوال سے مراد تحریر اور دفتر کا پیش کرنا ہوں۔ اس طرح جواب معجزانہ طور پر ہوا ہو۔

حجت الاسلام محمد تقی اپنی کتاب صحیفۃ الابرار جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں کہ بعض سوال ایسے بھی ہیں جن کے جوابات یکجا لکھے جائیں، پھر بھی وہ آدھی سطر نہیں بنتے۔ مثلاً سوال کیا گیا کہ ''قاف'' کیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ ایک پہاڑ جو ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ سوال ہوا کہ ''صاد'' کیا ہے۔ جواب ہوا کہ عرش کے نیچے ایک چشمہ ہے۔ سوال: اسم کیا ہے؟ جواب: موصوف کی صفت ہے۔ سوال: خفین پر مسح جائز ہے؟ جواب نہیں۔ سوال: میت پر کتنی تکبیریں ہیں؟ جواب: پانچ سوال: نماز میں سورت کا پڑھنا واجب ہے تو فرمایا: ہاں۔

۳۸۔ البحار ۱۲/ ۱۱۹
۳۹۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۲۵۰
۴۰۔ الاحتجاج ۲/ ۲۵۰
۴۱۔ البحار ۱۲/ ۱۲۳
۴۲۔ الائمۃ الاثنا عشر تالیف ابن طولون ص ۱۰۴
۴۳۔ الوسائل ۳/ ۴۵۵
۴۴۔ اثبات الوصیۃ ۱۸۲
۴۵۔ الاحتجاج ۲/ ۲۴۳
۴۶۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۲۴۵
۴۷۔ مہج الدعوات ۵۹
۴۸۔ اثبات الہداۃ ۶/ ۱۷۷
۴۹۔ المناقب ۲/ ۴۳۵
۵۰۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۴۱
۵۱۔ نور الابصار ۱۴۷
۵۲۔ تاریخ الامامین الکاظمین ۴۳
۵۳۔ الارشاد۔ ۳۴۲
۵۴۔ اعلام الوریٰ ۲۰۲
۵۵۔ البحار ۱۲/ ۱۱۰
۵۶۔ مدینۃ المعاجز۔ ۴۵۰
۵۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۲۳۱
۵۸۔ الفصول المہمہ ۲۵۳
۵۹۔ المناقب ۲/ ۴۳۴
۶۰۔ المناقب ۲/ ۴۱۳
۶۱۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۲
۶۲۔ الوافی بالوفیات ۴/ ۱۰۵
۶۳۔ مطالب السؤل ۸۷

۶۴۔ اخبار الدول ۱۱۶

۶۵۔ الفصول المہمہ ۲۵۷

۶۶۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۷

۶۷۔ جامع کرامات الاولیا / ۱۰۰

۶۸۔ جوہرۃ الکلام ۱۴۷

۶۹۔ الحسین ۲ / ۲۰۷

باب ۱۰

۱۔ ابن عیاش سے روایت ہے کہ آپؑ کی ولادت پانچ رجب کو ہوئی۔ کشف الغمہ اور عیون المعجزات میں ہے کہ ۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی۔

۲۔ ان مخدرہ کی جلالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ شدت اور سختی کے زمانے میں یہی خاتون احکام کے نقل کرنے میں شیعوں کی پناہگاہ تھیں۔

۳۔ یعقوبی اور اس کے پیرو کہتے ہیں کہ آپؑ کی وفات ۲۷ جمادی الآخرۃ کو ہوئی تھی۔

۴۔ کتاب دلیل سامرائی۔ ص ۲۷۔ ملاحظہ کریں۔ اپنی کتاب تحفۃ العالم جلد دوم میں سید جعفر بحر العلوم صفحہ ۳۷ پر ذکر کرتے ہیں کہ کتبوں اور حاشیوں کے علاوہ بنائے قبہ میں ۲۸۷۷، ۲ سونے کی اینٹیں استعمال ہوئی ہیں۔

۵۔ اثبات الہداۃ ج ۶ ص ۲۰۹۔

۶۔ اثبات الہداۃ ج ۶ ص ۲۱۱۔

۷۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۲۷۔

۸۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۲۷۔

۹۔ کشف الغمۃ۔ ص ۲۹۵۔

۱۰۔ نور الابصار۔ حائری۔ ص ۲۷۷۔

۱۱۔ مروج الذہب ج ۴ ص ۹۴۔ مراۃ الجنان ج ۲ ص ۱۶۰۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۲۲۔ نور الابصار۔ حائری ص ۲۷۸۔ الائمہ الاثنا عشر۔ محمد بن طولون ص ۱۰۸۔

۱۲۔ الخرائج والجرائح۔

۱۳۔ یعنی میری شکایت کی وجہ سے آپؑ کی خلیفہ کے دربار میں طلبی ہوئی ہے۔ (مترجم)

۱۴۔ اثبات الوصیۃ ص ۲۲۵۔

۱۵۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی ص ۴۸۔

۱۶۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۴۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ج ۳ ص ۱۳۳۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۱۔ نور الابصار ص ۱۴۰۔ الفصول المہمۃ ص ۲۲۴۔ سبائک الذہب ص ۷۵۔

۱۷۔ الدمعۃ الساکبۃ ج ۳ ص ۱۲۶۔ کشف لغمۃ ص ۲۹۶۔

۱۸۔ اعلام الوری ص ۲۰۹۔ المجالس السنیۃ ج ۵ ص ۴۴۲۔ نور الابصار حائری ۲۹۴ ص الارشاد ص ۳۰۳۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۳۔ الدمعۃ الساکبۃ ج ۳ ص ۱۲۳۔

۱۹۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۲۹۔

۲۰۔ المناقب ج ۲ ص ۴۴۹۔

۲۱۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ ص ۲۷۴۔

۲۲۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۰۔

۲۳۔ البحار۔ ج ۱۲ ص ۱۳۰۔

۲۴۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۲۳۔

۲۵۔ کشف الغمۃ ص ۲۹۴۔

۲۶۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۲۲۔

۲۷۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۲۸۵۔

۲۸۔ الدمعۃ الساکبۃ ج ۳ ص ۱۳۳۔

۲۹۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۵۰۔

۳۰۔ البحار۔ ج ۱۷ ص ۲۱۴ تا ۲۱۶۔

۳۱۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۲۸۳ تا ۲۸۵۔

۳۲۔ سیرۃ الامام العاشر ج ۵۲ تا ۵۴۔

۳۳۔ المجالس السنیۃ ج ۵ ص ۴۴۸۔

۳۴۔ تحف العقول ص ۱۱۷، ۱۱۸۔

۳۵۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۲۲۲۔

۳۶۔ الانوار البہیۃ ص ۱۴۳۔

۳۷۔ تذکرۃ الخواص۔ ص ۳۰۳۔

۳۸۔ تاریخ میں مشہور ہے کہ یحییٰ بن اکثم اس فعل قبیح کا رسیا تھا۔ شاید حضرتؑ نے اس طرف اشارہ کیا ہو۔ (مترجم)

۳۹۔ تحف العقول ص ۱۱۷

۴۰۔ الاحتجاج ج ۲ ص ۲۵۱۔

۴۱۔ الفصول المہمہ ص ۲۶۶۔

۴۲۔ البحار ج ۱۲ ص ۱۳۵۔

۴۳۔ البحار ج ۲ ص ۱۳۹۔

۴۴۔ المناقب ج ۲ ص ۴۴۶۔

۴۵۔ الدمعۃ الساکبۃ ج ۳ ص ۱۳۰۔

۴۶۔ تاثر الکبراء ج ص ۱۰۲۔

۴۷۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۱۰۲

۴۸۔ تاثر الکبراء ج ۳ ص ۱۷۳۔

۴۹۔ انسائیکلوپیڈیا۔

۵۰۔ عدۃ الداعی ص ۴۲۔

۵۱۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی۔ ص ۳۱۔

۵۲۔ البلد الامین ص ۵۶۲۔

۵۳۔ تاثر الکبراء فی تاریخ سامرائی۔ ج ۳ ص ۲۸۶۔

۵۴۔ تاثر الکبراء فی تاریخ سامرائی۔ ج ۳ ص ۲۸۶۔

۵۵۔ تاثر الکبراج ۳ ص ۲۹۰۔

۵۶۔ مدینہ معاجز ص ۴۶۸۔

۵۷۔ مدینہ المعاجز ص ۴۷۴۔

۵۸۔ البحار، ج ۱۲ ص ۱۳۴۔

۵۹۔ کشف الغمہ ص ۲۹۳۔

۶۰۔ ایبات الوصیۃ ص ۱۸۱۔

۶۱۔ رجال کشی۔ ص ۵۰۶۔

۶۲۔ البحار۔ ج ۱۲ ص ۱۳۴

۶۳۔ مختصر تاریخ الخلفاء ص ۶۱۔

۶۴۔ البدایہ والنہایہ ۱۱ / ۱۵، مرأۃ الجنان ۲ / ۱۶۰۔ مروج الذہب ۴ / ۹۴، مختصر اخبار الخلفاء ۶۱، منہاج السنۃ ۲ / ۱۲۹، اعیان الشیعہ ۴ق ۳ / ۱۸۱، البحار ۱۲ / ۱۴۹، مأثر الکبراء ۳ / ۱۱۰، وفیات الاعیان ۱ / ۳۲۲، نور الابصار۔ حائری ۲۷۸، مسفینۃ البحار ۲ / ۲۴۱، الائمۃ الاثنا عشر لابن طولون ۱۰۸، وفاۃ الامام علی الہادی ۵۶۷، نزۃ المجالس ۲ / ۱۳۱، نور الابصار ۱۵۰، تذکرۃ الخواص ۲۰۳، الدمعۃ الساکبہ ۳ / ۱۴۲۔ الانوار البہیہ ۱۴۸، جوہرۃ الکلام ۱۵۲، عقیدۃ الشیعہ ۲۱۶۔

۶۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳ / ۱۰۷۔

۶۶۔ الغدیر ج ص ۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱ / ۱۲۴۔ المناقب ۲ / ۲۵۱۔

۶۷۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳ / ۱۰۷۔

۶۸۔ الفصول المہمہ ص ۲۶۵۔

۶۹۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۲۔

۷۰۔ تاثر الکبراء ۳ / ۹۶۔

۷۱۔ البحار ۱۲ / ۱۳۷۔

۷۲۔ مطالب السئول ۸۸۔

۷۳۔ وفیات الاعیان ۲ / ۴۳۵۔

۷۴۔ تاریخ ابن الوردی ۱ / ۲۳۲۔

۷۵۔ مرأۃ الجنان ۲ / ۱۶۰۔

۷۶۔ البدایہ والنہایہ ۱۱ / ۱۵۔

۷۷۔ صحیح یہ ہے کہ آپؑ کا لقب نقی تھا اور تقی آپؑ کے والد امام جوادؑ کا لقب تھا۔

۷۸۔ صحاح الاخبار ۵۶۔

۷۹۔ الائمۃ الاثنا عشر ۱۰۸۔

۸۰۔ صواعق محرقہ ۲۰۵۔

۸۱۔ اخبار الطوال ۱۱۷۔

۸۲۔ شذرات الذہب ۲ / ۱۲۹۔

۸۳۔ صحیح نام سمانہ ہے۔

۸۴۔ سمط النجوم العوالی۔ ۴ / ۱۳۷۔

۸۵۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۷۔

۸۶۔ سبائک الذہب ۷۵۔

۸۷۔ نورالابصار ۱۴۹۔

۸۸۔ جوہرۃ الکلام ۱۵۴۔

۸۹۔ الحسین ۲/ ۲۰۷۔

۹۰۔ تاریخ العلویین ۱۹۷۔

۹۱۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی ۵۹۔

۹۲۔ الاعلام ۵/ ۱۴۰۔

۹۳۔ سیرۃ الامام العاشر

۹۴۔ عقیدۃ الشیعہ ۲۱۵۔

باب ۱۱

۱۔ اس خاتون کی جلالت وعظمت کے لئے اتنا کافی ہے کہ مصائب وشدت کے زمانہ میں شیعوں کے لئے احکام شریعت کے اخذ کرنے میں آپ ملجا تھیں۔

۲۔ احمد بن عبیداللہ بن خاقان نے آپؑ کی ان ہی الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔

۳۔ اسی باب کو فصل التفسیر دیکھیں۔

۴۔ کتاب دلیل سامراص ۲۷ ملاحظہ کریں۔ سید جعفر بحر العلوم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفۃ العالم ۲/ ۴۳ میں ذکر کیا ہے کہ سونے کی اینٹوں کی تعداد جو گنبد پر لگیں ۲۷۲۸ ہے۔ اس کے علاوہ اور دوسری کتابیں بھی ہیں۔

۵۔ باب اول صفحہ۔

۶۔ نورالابصار ۱۴۴۔

۷۔ الارشاد ۳۶۶۔

۸۔ الارشاد ۳۶۲۔

۹۔ الارشاد ۳۶۲۔

۱۰۔ اعلام الوریٰ ۳۵۰۔

۱۱۔ اعلام الوریٰ ۳۵۱۔

۱۲۔ اثبات الہداۃ ۶/ ۲۷۰۔

۱۳۔ اثبات الہداۃ ۶/ ۲۷۶۔

۱۴۔ نور الابصار ۱۵۱۔

۱۵۔ سفینۃ البحار ۱/ ۲۶۰۔

۱۶۔ نور الابصار ۱۵۱، الفصول المہمہ ۲۶۹، اعلام الوریٰ ۲۱۵، الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۷۰۔

۱۷۔ اثبات الوصیہ ۲۴۵۔ اعیان الشیعہ ۔ ۴ ق ۳/ ۳۰۵۔

۱۸۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۵۔

۱۹۔ کشف الغمہ ۳۰۴۔ اعلام الوریٰ ۲۱۸۔ الدمعۃ الساکبۃ ۱۹۳۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۷۔ الایقاد ۲۵۲۔ نور الابصار۔ تالیف حائری ۳۳۰۔ المناقب ۲ ۴۳۲۔ الارشاد ۳۷۱۔

۲۰۔ الدمعۃ الساکبہ ۳/ ۱۷۲۔ المناقب ۲/ ۴۳۲۔

۲۱۔ سفینۃ البحار ۱/ ۲۶۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۹۲۔ اثبات الوصیۃ ۲۴۶۔ نور الابصار (حائری) ۳۳۲۔

۲۲۔ اثبات الہداۃ ۶/

۲۳۔ الارشاد ۳۱۴۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۶۔ کشف الغمہ ۳۰۴۔ المناقب ۲/ ۴۶۹۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۹۷۔ اعلام الوریٰ ۲۱۴۔ اثبات الوصیۃ ۲۴۲۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۶۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۹۷۔

۲۴۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۶۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۹۷۔ نور الابصار حائری ۳۲۴۔

۲۵۔ الارشاد ۲۶۹۔ اعلام الوریٰ ۲۱۳۔ اثبات الوصیۃ ۲۴۴۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۹۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳/ ۳۰۶۔ کشف الغمہ۔

۲۶۔ المناقب ۲/ ۴۵۹۔

۲۷۔ کمال الدین ۲/ ۱۰۵۔

۲۸۔ البحار ۲/ ۱۵۸۔

۲۹۔ البحار ۱۲/ ۱۶۶۔

۳۰۔ البحار ۱۲/ ۱۶۵۔

۳۱۔ الدمعۃ الساکبہ ۳/ ۱۷۶۔

۳۲۔ کمال الدین ۲/ ۱۳۶۔

۳۳۔ مثلاً یزید بن معاویہ اور ولید بن یزید بن عبدالملک

۳۴۔ ینابیع المودۃ ۲۹۳۔

۳۵۔ مثلاً تفسیر علی بن ابراہیم قمی۔ تفسیر "البرہان" البرہان" سید ہاشم بحرانی۔ تفسیر نور الثقلین حویزی۔

۳۶۔ یہ تفسیر تہران میں ۱۲۶۸ھ میں طبع ہوئی۔ دوبارہ اس کو ۱۳۱۳ھ میں طبع کیا گیا۔ تیسری مرتبہ ۱۳۱۵ھ میں اس کو تفسیر قمی کے حاشیے پر طبع کیا گیا۔

۳۷۔ شیخ صدوق کی کتابیں، احتجاج طبرسی، مناقب شہر آشوب، بحار مجلسی اور دوسری معتبر کتابیں ملاحظہ کریں۔

۳۸۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام۔

۳۹۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام۔

۴۰۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام۔

۴۱۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۴۔

۴۲۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۴۔

۴۳۔ البحار ۱۷/۲۱۶۔

۴۴۔ مدینۃ المعاجز ۵۰۴۔

۴۵۔ الانوار البہیہ ۱۶۱۔

۴۶۔ البحار ۱۷/۲۱۸۔

۴۷۔ المناقب ۲/۲۶۷۔

۴۸۔ البحار ۱۷/۲۰۸۔

۴۹۔ الدمعہ الساکبہ ۳/۱۸۳۔

۵۰۔ کشف الغمہ ۳۰۵۔

۵۱۔ الفصول المہمہ ۲۷۰۔

۵۲۔ تحف العقول ۲۷۰۔

۵۳۔ البحار ۱۷/۲۱۶۔۲۱۸۔

۵۴۔ الانوار البھیہ ۱۶۰۔

۵۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۳۱۲۔۳۱۶۔

۵۶۔ المجالس السنیہ ۵/۲۷۱۔

۵۷۔ البحار ۱۵۹۱۲۔

۵۸۔ کشف الغمہ ۳۰۷۔

۵۹۔ کشف الغمہ ۳۰۱۔

۶۰۔ جوہرۃ الکلام ۱۱۵۵الصواعق المحرقہ ۲۰۶۔

۶۱۔ استاد کی کتاب ''الحسن بن علی'' ص ۴۲۔

۶۲۔ کنزالعمال ۶/ ۱۵۸۔

۶۳۔ المناقب ۲/ ۴۵۹۔

۶۴،۶۵۔ الدرالمنثور ۵/ ۳۵۶۔

۶۶۔ البرہان فی تفسیر القرآن ۴/ ۱۰۱۔

۶۷۔ اعلام الوری ۳۵۵۔

۶۸۔ البلد الامین ۵۶۴۔

۶۹۔ نہج الدعوات ۴۵۔

۷۰۔ ظاہراً ابو محمد ہونا چاہیے (مترجم)

۷۱۔ الفصول المہمہ ۲۶۷۔

۷۳۔ المناقب ا/ ۴۶۔

۷۴۔ المناقب ۲/ ۴۶۳۔

۷۵۔ رجال الکشی ۴۸۰۔ البحار ۱۲/ ۱۷۰۔

۷۶۔ الارشاد ۳۶۴۔

۷۷۔ الارشاد ۳۶۵۔

۷۸۔ البحار ۲/ ۱۷۰۔

۷۹۔ البحار ۱۲/ ۱۷۰۔

۸۰۔ صحیفۃ الابرار ۲/ ۳۳۳۔

۸۱۔ صحیفہ البحار ۲/ ۳۲۹۔

۸۲۔ مطالب السئول ۸۸۔

۸۳۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۳۔

۸۴۔ الفصول المہمہ ۲۷۲۔

۸۵۔ اخبار الدول ۱۱۷۔

۸۶۔ سمط النجوم العوالی ۴/ ۱۳۷۔

۸۷۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۸۔

۸۸۔ جامع کرامات الاولیاء ۱/۳۸۹۔

۸۹۔ الحسین ۲/۲۰۷۔

۹۰۔ تاریخ العلویین ۱۷۰۔

۹۱۔ الاعلام ۲/۲۱۶

باب ۱۲

۱۔ بحار ۱۳/۱۱۵۔

۲۔ یہ سفراء بغداد میں رہتے تھے اور ان کی قبریں وہیں مختلف جگہوں پر ہیں، جن پر عمدہ ضریحیں اور آباد مسجدیں موجود ہیں۔

۳۔ مؤلف نے اپنی کتاب میں پچاس آیات تحریر کی ہیں جن میں سے یہاں نو درج کی گئی ہیں۔

۴۔ کشف الغمہ ۹۲۔ ینابیع المودۃ ۱۲۶۔

۵۔ الغیبۃ تالیف شیخ طوسیؒ ۱۲۰۔

۶۔ البحار ۱۳/۱۷۸۔

۷۔ الغیبۃ النعمانی ۱۲۸۔

۸۔ اکمال الدین ۲/۳۸۹۔

۹۔ البحار ۱۳/۱۷۹۔

۱۰۔ ینابیع المودۃ ۴۲۱۔

۱۱۔ البحار ۱۳/۱۹۱۔

۱۲۔ ینابیع المودۃ ۴۲۲۔

۱۳۔ البحار ۱۳/۲۱۵۔

۱۴۔ البحار ۱۳/۷۱۔

۱۵۔ ینابیع المودۃ ۴۲۳۔

۱۶۔ البحار ۱۳/۱۶۔

۱۷۔ ینابیع المودۃ ۴۲۴۔

۱۸۔ المہدیؑ تالیف زہری ۱۶۳۔

۱۹۔ ینابیع المودۃ ۴۲۵۔
۲۰۔ ینابیع المودۃ ۴۲۵، المہدیؑ تالیف زہری ۱۶۳۔
۲۱۔ البحار ۱۳/ ۱۵۔ الزام الناصب ۱/ ۷۶۔
۲۲۔ البحار ۱۳/ ۱۵۔ الغیبۃ شیخ الطوسیؒ ۱۲۲۔
۲۳۔ الصواعق المحرقہ ۹۶، اسعاف الراغبین ۱۵۶۔
۲۴۔ مؤلف نے اپنی بڑی کتاب میں پچاس احادیث ذکر کی ہیں جو پچاس کتب سے لی گئی ہیں۔ اختصار کی بنا پر ہم نے ان میں سے بیس احادیث تحریر کی ہیں۔
۲۵۔ ارشاد تالیف شیخ مفید ۳۷۳۔
۲۶۔ اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ۱۳۴۔
۲۷۔ البیان فی اخبار صاحب الزمانؑ ۸۵۔
۲۸۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱/ ۱۴۶۔
۲۹۔ تذکرۃ الخواص ۲۰۴۔
۳۰۔ الملاحم والفتن تالیف ابن طاؤس ۱۰۱۔
۳۱۔ الحدیث الرابع من اربعین، حافظ ابو نعیم، دیکھئے کشف الغمہ ۳۲۱۔
۳۲۔ اکمال الدین ۱/ ۲۵۶۔
۳۳۔ صحیح بخاری ۲/ ۱۷۸۔
۳۴۔ الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۷۔ تالیف احمد شہاب الدین ابن حجر ہیثمی۔
۳۵۔ الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۷ تالیف احمد شہاب الدین بن حجر ہیثمی۔
۳۶۔ نور الابصار شبلنجی ص ۱۵۵۔
۳۷۔ ذخائر العقبیٰ علامہ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری ص ۱۵۔
۳۸۔ کفایۃ الاثر۔
۳۹۔ منتخب الاثر تالیف لطف اللہ صافی ۱۹۱۔
۴۰۔ اربعین حافظ محمد بن ابو فوارس، دیکھئے الزام الناصب ۱/ ۳۲۷۔
۴۱۔ غیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۹۰۔
۴۲۔ کتاب الفردوس تالیف ابن شیرویہ باب الالف لام۔
۴۳۔ المستدرک علی الصحیحین ۴/ ۴۶۵۔

۴۴۔ مسند احمد ۳/۲۸۔
۴۵۔ اکمال الدین ۱/۳۲۲۔
۴۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۳۹۴۔
۴۷۔ البحار ۱۳/۳۱۔
۴۸۔ الغیبۃ تالیف نعمانی ۷۰۔
۴۹۔ الملاحم والفتن ۱۰۴۔
۵۰۔ الملاحم والفتن ۱۰۴۔
۵۱۔ اکمال الدین ۱/۳۵۱۔
۵۲۔ البحار ۱۳/۲۹۔
۵۳۔ اکمال الدین ۱/۳۲۰۔ الغیبۃ الشیخ الطوسی ۲۲۱۔
۵۴۔ البحار ۱۳/۱۷۱۔
۵۵۔ شرح نہج البلاغہ ۴/۳۳۶۔
۵۶۔ شرح نہج البلاغہ
۵۷۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۳۳۵۔
۵۸۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۳۳۶۔
۵۹۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۵۳۵۔
۶۰۔ الزام الناصب ۲/۱۸۱۔
۶۱۔ الشیعہ والرجعۃ ۱/۱۵۰۔
۶۲۔ البحار ۱۲/۳۳۔
۶۳۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۲۹۶۔
۶۴۔ "امالی" شیخ مفید۔ ۲۸۔
۶۵۔ الغیبۃ تالیف نعمانی ۴۱۔
۶۶۔ کشف الغمہ ۳۲۴۔
۶۷۔ اکمال الدین ۲/۲۰۔
۶۸۔ ینابیع المودۃ ۴۵۴۔ الفصول المہمۃ ۲۳۳۔ البحار ۱۳/۳۱۔
۶۹۔ ینابیع المودۃ ۴۶۰۔

۷۰۔ الملاحم والفتن ۱۱۹۔
۷۱۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۴۷۹۔
۷۲۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۳۹۶۔
۷۳۔ زین العابدینؑ۔مقرم۔ ۲۰۴ (ملا فیض کی کتاب وافی سے)۔
۷۴۔ البحار ۱۳/۱۵۵۔
۷۵۔ الفصول المہمہ ۲۸۷۔
۷۶۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۱/۴۵۷۔
۷۷۔ الغیبۃ شیخ طوسی۔ ۱۱۲۔
۷۸۔ کشف الاستار ص ۱۳۳۔
۷۹۔ الصواعق المحرقہ۔ص ۹۹۔
۸۰۔ الملاحم والفتن ۸۲۔
۸۱۔ الملاحم والفتن ص ۴۷۔
۸۲۔ البحار۔ ۱۳/۱۵۶۔
۸۳۔ الملاحم والفتن ۴۵۔
۸۴۔ الملاحم والفتن ۴۹۔
۸۵۔ کشف الاستار ۱۹۶۔
۸۶۔ منتخب الاثر ۴۵۹۔
۸۷۔ غایۃ المرام ص ۴۰۷۔
۸۸۔ منتخب الاثر ص ۴۸۱۔
۸۹۔ منتخب الاثر ص ۴۷۹۔ تذکرۃ الخواص ۳۷۷۔
۹۰۔ المہدی۔صدر ص ی ۱۴۱۔
۹۱۔ الملاحم والفتن ص ۵۰۔
۹۲۔ البحار ۱۱/۵۸۔
۹۳۔ البحار ۱۳/۱۶۹۔
۹۴۔ البحار ۱۳/۱۶۲۔
۹۵۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۸۵۔

۹۶۔ ینابیع المودۃ ۴۸۷۔ (فرائد السمطین)

۹۷۔ ینابیع المودۃ۔ ۴۸۸۔

۹۸۔ منتخب الاثر ۱۸۷۔

۹۹۔ مولف نے اپنی کتاب الامام المہدی علیہ السلام میں ابوسعید خدری سے ۱۴۳ احادیث نقل کی ہیں جن سے احادیث کی کثرت اور صحابہ اور تابعین سے ان کے طرق کی کثرت پر استدلال کیا ہے۔

۱۰۰۔ الارشاد ۳۴۲۔ البحار ۱۳ / ۲۔ الذخیرۃ الی المعاد ۳۲۷۔ منتخب الاثر ۳۳۸۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۴۔ الغیبہ للشیخ الطوسیؒ ۱۴۱۔ ینابیع المودۃ ۵۴۲۔ المجالس السنیۃ ۵ / ۴۷۹۔ کشف الاستار ۵۳۔ فضائل الامام علی ۲۴۳۔ موجز تواریخ اہل البیت للسماوی ۹۵۔ الفصول المہمۃ ۲۷۷۔ المدخل الی موسوعۃ العتبات المقدسۃ ۲۴۹۔ کشف الغمۃ ۳ / ۲۳۶ ط ۲۔ الائمہ الاثنا عشر لابن طولون ۱۱۷۔ اعیان الشیعہ ۴ ق ۳ / ۲۲۷۔ نور الابصار ۲۲۴۔ منتہی الامال للقمی ۲ / ۲۸۱۔ جوہرۃ الکلام ۱۵۷۔ الاتحاف بحب الاشراف ۶۹۔ صواعق المحرقہ ۱۰۰۔ الیواقیت والجواہر ۲ / ۱۴۳۔ البرہان علی وجود صاحب الزمانؑ ۶۴۔ مرأۃ الاسرار۔ تاریخ آل محمد للقاضی بہلول بہجت ۲۷۰۔ غایۃ الاختصار ۶۵۔ روضۃ الاحباب للسید جمال الدین۔ معراج الوصول الی معرفۃ فضیلۃ آل الرسول۔ روضۃ المناظر، الاعلام ۶ / ۳۱۰ ق۔ اثبات الوصیۃ ۱۹۵۔

۱۰۱۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۵۔

۱۰۲۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۶۔ رطل، بارہ اوقیہ کا وزن ہے۔ شام میں ۵ پاؤنڈ اور مصر میں پونے سولہ اونس کا۔

۱۰۳۔ ینابیع المودۃ ۵۴۰۔

۱۰۴۔ اکمال الدین ۲ / ۹۹۔

۱۰۵۔ المجالس السنیہ ۵ / ۵۳۲۔

۱۰۶۔ کشف الغمہ ۳۴۲۔ الغیبہ شیخ طوسی ۱۴۹۔

۱۰۷۔ اکمال الدین ۱۷۲۲۔

۱۰۸۔ البحار ۳ / ۱۰۔ "الغیبۃ" شیخ طوسی۔ ۱۵۹ (الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ)

۱۰۹۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۵۔

۱۱۰۔ اکمال الدین ۲ / ۱۳۶۔

۱۱۱۔ اکمال الدین ۲ / ۱۰۶۔ البحار ۱۳ / ۶۔

۱۱۲۔ سفینۃ البحار ۲ / ۷۰۱۔

۱۱۳۔ اکمال الدین ۲/ ۱۷۸۔

۱۱۴۔ اکمال الدین ۲/ ۱۰۸۔البحار ۱۳/ ۶۔

۱۱۵۔ البحار ۱۳/ ۶۔

۱۱۶۔ اکمال الدین ۲/ ۱۰۸۔البحار ۱۳/ ۶۔

۱۱۷۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۱۴۸۔البحار ۱۳/ ۶۔

۱۱۸۔ مناقب ۴۸۲/۴۔سیرت امام ہادی علیہ السلام۔آپ نے احمد بن اسحاق،علی بن جعفر ہمدانی اور عثمان بن سعید تینوں کو تیس تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔

۱۱۹۔ مناقب ۴/ ۴۵۹۔سیرت امام حسن عسکری علیہ السلام۔آپؑ نے ابو طاہر اور علی بن جعفر ہمدانی میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار عطا فرمائے۔

۱۲۰۔ اکمال الدین۔۱/ ۱۲۵

۱۲۱۔البحار ۱۳/ ۷۰۔المجالس السنیہ ۵/ ۵۵۳۔

۱۲۲۔ اکمال الدین۔۱/ ۲۲۶۔تا ۲۳۳۔

۱۲۳۔ اکمال الدین ۱/ ۲۶۵۔

۱۲۴۔ سورہ عنکبوت آیت ۳۔

۱۲۵۔ آل عمران ۱۷۹۔

۱۲۶۔ تفسیر صافی۔۳۶۳۔

۱۲۷۔ تفسیر صافی۔۳۶۴۔

۱۲۸۔ تفسیر برہان۔۳/ ۲۴۳۔

۱۲۹۔ الامام المنتظرؑ۔ص ۱۱۹ از مجلہ المقتطف ص ۲۴۰۔شمارہ ۳۔سال ۵۹۔

۱۳۰۔ مجلہ النجف،ص ۴۰ جلد اول ۱۳۸۵ھ۔

۱۳۱۔ منتخب الاثر ۲۷۳۔از مجلہ الہلال۔جلد ۵۔شمارہ ۳۳/ ۱۹۳۰ء

۱۳۲۔ اعیان الشیعہ ۴/ ۱۸۴۔کشف الغمہ۔

۱۳۳۔ مصنف کی کتاب ''الامام المھدی علیہ السلام'' میں بہت سی طویل عمر والوں کے حالات درج ہیں۔یہاں ان میں سے چند ہی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۳۴۔ اکمال الدین ۲/ ۲۰۳،کنز الفوائد ۲۴۵۔از توارت۔

۱۳۵۔ المھدیز ہری ۱۰۳،الزام الناصب ۲۸۸۱،کنز ف الفوئد ۲۴۵،از تورات۔

۱۳۶۔ کمال ۱۰۰۲/۲۰، کنزالفوائد ۲۴۵، ازتورات۔

۱۳۷۔ الغیبت شیخ طوسی ۱۹۱ المہدی زہری ۱۰۳۔

۱۳۸۔ کنزالفوائد ۲۴۵، ازتورات۔

۱۳۹۔ المجالس السنیہ ۵/ ۵۵۴۔

۱۴۰۔ الشیعہ والرجعہ ۱/ ۳۳۶ ازکامل۔

۱۴۱۔ اخبارالدول۔الشیعہ والرجعہ ۱/۲۴۱۔

۱۴۲۔ کنزالفوائد ۲۴۵۔

۱۴۳۔ الشیعہ والرجعہ ۱/ ۲۳۵۔

۱۴۴۔ الشیعہ والجرعہ ۱/ ۲۳۱۔

۱۴۵۔ البحار ۱۴/ ۱۷۴۔

۱۴۶۔ البحار ۱۳/ ۱۷۴۔

۱۴۷۔ منتخب الاثرص ۴۴۲۔ازعقدالدرر۔فصل اول۔باب چہارم۔

۱۴۸۔ منتخب الاثرص ۴۲۲۔

۱۴۹۔ اکمال الدین ۱/ ۲۶۴۔البحار ۱۳/ ۱۹۔

۱۵۰۔ البحار ۱۳/ ۱۶۰۔

۱۵۱۔ الخرائج والجرائح۔الفصل العشرون۔البحار ۱۳/ ۱۵۶۔

۱۵۲۔ کشف الاستار۔ص ۱۸۰۔

۱۵۳۔ کشف الاستار۔ص ۱۲۵۔

۱۵۴۔ الملاحم والفتن ص ۳۶۔

۱۵۵۔ الزام الناصب ۲/ ۱۲۵۔ازصراط مستقیم۔

۱۵۶۔ الشیعۃ والرجعۃ ۱/ ۱۴۸۔ازمشارق الانوارحافظ برسی۔۲۱۹۔

۱۵۷۔ منتخب الاثر ۴۴۴۔

۱۵۸۔ کشف الاستار ۱۳۶۔

۱۵۹۔ الزام الناصب ۲/ ۱۲۵۔ازصراط المستقیم۔

۱۶۰۔ الغیبۃ شیخ طوسی ۲۸۵۔

۱۶۱۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۸۶۔

۱۶۲۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۸۹۔
۱۶۳۔ الغیبۃ ۔نعمانی۔ص ۱۵۲۔
۱۶۴۔ اکمال الدین ۱/ ۳۴۸۔
۱۶۵۔ البحار ۱۱۳/ ۱۶۱۔
۱۶۶۔ الغیبۃ شیخ طوسی ۲۸۸۔
۱۶۷۔ اکمال الدین ۲/ ۳۶۲۔
۱۶۹۔ الزام الناصب ۲۰/ ۱۶۔ازعوالم۔
۱۷۰۔ کشف الاستار ص ۱۸۱۔
۱۷۱۔ منتخب الاثر۔ ۵۵۲۔ازالارشاد۔
۱۷۲۔ الغیبۃ شیخ طوسی ۲۸۶۔
۱۷۳۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۸۶۔
۱۷۳۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۸۶۔
۱۷۴۔ الخرائج والجرائح۔الفصل العشرون۔
۱۷۵۔ الغیبۃ ۔شیخ طوسیؒ ۲۸۷۔
۱۷۶۔ الغیبۃ ۔شیخ طوسیؒ ۲۸۴۔
۱۷۷۔ الملاحم والفتن ۳۵۔
۱۷۸۔ الملاحم والفتن ۱۲۲۔
۱۷۹۔ الملاحم والفتن ۵۰۔
۱۸۰۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۸۵۔
۱۸۱۔ الملاحم والفتن ۲۶۔
۱۸۲۔ کشف الاستار ۱۳۶۔
۱۸۳۔ الارشاد۔ص ۳۸۵۔
۱۸۴۔ جعفر بن محمد، تصنیف سید الاہل، ص ۸۴۔
۱۸۵۔ منتخب الاثر ۵۲۳۔ازنہج الدعوات ومکارم الاخلاق۔
۱۸۶۔ مکیال المکارم ۳۲۸۔منتخب الاثر ۵۲۲۔ازنہج الدعوات۔
۱۸۷۔ الجنۃ الوقیہ۔ازداماد۔فصل سادس والشرون۔

۱۸۸۔ مصباح الکفعمی ۔۳۰۶۔

۱۸۹۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۵۳۸ ۔ از نہج الدعوات۔

۱۹۰۔ البلد الامین ۔۵۲۱۔

۱۹۱۔ المصباح الکفعمی ۔۲۸۱۔

۱۹۲۔ مصباح الکفعمی ۔۳۰۶۔

۱۹۳۔ منتخب الاثر ۔ص ۵۲۱ ۔ از الکلم الطیب ۔

۱۹۴۔ المصباح الکفعمی ۔۲۸۱۔

۱۹۵۔ منتخب الاثر ۔۲۹۵۔

۱۹۶۔ فقہا کے نزدیک اس خمس سے مراد ان چیزوں کا خمس ہے جو دوسرے لوگوں سے لی جائیں جو خمس کے قائل نہیں ہیں تو ان کا استعمال جائز ہے۔ (مترجم)۔

۱۹۷۔ اکمال الدین ۲/ ۱۶۲۔

۱۹۸۔ البحار ۱۳/ ۲۴۷۔

۱۹۹۔ اکمال الدین ۲/ ۱۹۰۔

۲۰۰۔ البحار ۱۳/ ۲۴۶۔

۲۰۱۔ ینابیع المودۃ ۴۲۱۔

۲۰۲۔ کشف الغمہ ۳۲۰۔

۲۰۳۔ البحار ۱۳/ ۱۷۔

۲۰۴۔ الزام الناصب ۲/ ۲۵۴۔

۲۰۵۔ ینابیع المودۃ ۴۲۵۔

۲۰۶۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۹ تا ۴۳ پر آئمہ علیہم السلام سے اس سلسلے میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ملاحظہ ہو۔

۲۰۷۔ الغیبۃ ۔ نعمانی ۱۲۸۔

۲۰۸۔ البحار ۱/ ۲۰۰۔

۲۰۹۔ البحار ۱۳/ ۱۸۹۔

۲۱۰۔ البحار ۱۳/ ۱۶۸۔

۲۱۱۔ الغیبۃ شیخ طوسیؒ ۲۹۴۔

۲۱۲۔ جن لوگوں نے امام مہدیؑ کے حالات لکھے ہیں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

۲۱۳۔ کشف الغمہ ۳۲۸۔

۲۱۴۔ صواعق محرقہ ۹۹۔ مسند احمد ۳/ ۳۷۔ منتخب کنز العمال ۶ /۲۹۔ اسعاف الراغبین ۱۳۷، نور الابصار ۱۵۵۔ ینابیع المودۃ ۴۶۹۔

۲۱۵۔ الملاحم والفتن ۱۲۱۔

۲۱۶۔ الملاحم والفتن ۴۵۔

۲۱۷۔ اسعاف الراغبین۔ حاشیہ بر نور الابصار۔ ۱۳۵۔

۲۱۸۔ منتخب الاثر ۴۹۱۔ از فتوحات مکیہ۔

۲۱۹۔ کشف الاستار ۱۳۵۔

۲۲۰۔ منتخب الاثر۔ ۱۵۸۔

۲۲۱۔ الغیبۃ نعمانی ۱۲۶۔

۲۲۲۔ الغیبۃ نعمانی ۱۲۶۔

۲۲۳۔ الشیعہ والرجعۃ ۱/ ۳۴۸۔

۲۲۴۔ سفینۃ البحار ۲/ ۷۰۵۔

۲۲۵۔ اعیان الشیعہ ۴ق ۳/۵۳۱

۲۲۶۔ الارشاد۔ ۳۹۴۔

۲۲۷۔ الارشاد۔ ۳۹۴۔

۲۲۸۔ کشف الاستار۔ ۱۸۱۔

۲۲۹۔ الارشاد۔ ۳۹۱۔

۲۳۰۔ المجالس السنیۃ۔ ۵/ ۶۳۳۔

۲۳۱۔ الارشاد ۳۹۲۔

۲۳۲۔ ینابیع المودۃ ۴۳۹۔

۲۳۳۔ ینابیع المودۃ ۴۳۸۔

۲۳۴۔ منتخب الاثر ۳۳۱۔

۲۳۵۔ البحار ۱۳/ ۳۸۔

۲۳۶۔ ینابیع المودۃ۔ ۴۵۴۔

۲۳۷۔ الفصول المہمہ ۲۷۰۔ الدمعۃ الساکبۃ ۳/ ۱۶۶، اعیان الشیعہ ۴ق ۳/ ۳۰۸۔

۲۳۸۔ الفصول المہمہ ۲۳۳، البحار ۱۳/ ۳۱۔

۲۳۹۔ ینابیع المودۃ ۴۴۲۔

۲۴۰۔ مقتضب الاثر۔ ۵۰۔

۲۴۱۔ مقتضب الاثر۔ ۵۲۔

۲۴۲۔ مقتضب الاثر۔ ۵۵۔

۲۴۳۔ مقتضب الاثر۔ ۵۲۔

۲۴۴۔ رسائل الشیخ المفید۔

۲۴۵۔ ینابیع المودۃ ۴۱۳۔

۲۴۶۔ مقتضب الاثر۔ ۵۱۔

۲۴۷۔ مقتضب الاثر۔ ۵۴۔

۲۴۸۔ مقتضب الاثر۔ ۵۵۔

۲۴۹۔ مقتضب الاثر۔ ۵۳۔

۲۵۰۔ المصلح المنظر ص ۶۷۔

۲۵۱۔ المصلح المنظر ص ۶۵۔

۲۵۲۔ الائمہ الاثنا عشر ص ۱۱۸۔

۲۵۳۔ کشف الاستار۔ ۴۲۔

۲۵۴۔ تاریخ آل محمدؐ ۲۷۲۔

۲۵۵۔ ینابیع المودۃ ۴۶۷۔

۲۵۶۔ ینابیع المودۃ ۴۱۶۔

۲۵۷۔ الاشاعۃ الاشراط الساعۃ ص ۱۲۴۔

۲۵۸۔ تاریخ آل محمد ۲۷۳۔

۲۵۹۔ تذکرۃ الخواص ۳۸۰۔

۲۶۰۔ کشف الاستار ۵۶۔

۲۶۱۔ ینابیع المودۃ ۴۶۹۔

۲۶۲۔ مطالب السئول ۲/ ۷۹۔

۲۶۳۔ اعیان الشیعہ ۲/۲۳ ۷۱۔

۲۶۴۔ الخرائج والجرائح الفصل العشرون۔

۲۶۵۔ سیرۃ الامام العاشر علی علیہ السلام للبدری ۱۳۱۔

۲۶۶۔ صحیح البخاری ج ۴ کتاب بدء الخلق۔ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ص ۲۰۵۔

۲۶۷۔ صحیح مسلم ۸ / ۱۸۵۔ الفاظ کثیرۃ وطرق متعددہ سے اندراج کیا ہے۔

۲۶۸۔ مسند ابی داؤد۔ کتاب المہدیؑ ۱۵۱۴۔

۲۶۹۔ صحیح الترمذی ۲ / ۳۶۔

۲۷۰۔ سنن المصطفیٰ ابن ماجہ ۲ / ۲۶۹۔

۲۷۱۔ سنن نسائی۔ ۲ / ۴۳۔

سید ہاشم بحرانی (م ۱۱۰۷) نے اپنی کتاب غایۃ المرام ص ۶۹۷ پر صحیح نسائی جزء ثالث باب ماجاء فی العرب والعجم، (اور یہ اس کا آخری باب ہے) سے نقل کیا ہے کہ مسعدہ نے امام جعفر صادق سے اور انھوں نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

تم کو بشارت ہو اور تم لوگوں کو بشارت دو کہ میری امت مثل اس بارش کے ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا آخر اچھا ہے یا اول پھر مثل اس باغ کے ہے جس سے ایک فوج نے ایک سال اور دوسری فوج نے دوسرے سال کھایا ہو۔ شاید کہ آخری فوج زیادہ وسیع، عریض اور زیادہ عمیق اور زیادہ اچھی ہو۔ کس طرح ہوسکتی ہے وہ امت جس کا اول میں ہوں، وسط مہدیؑ ہیں اور آخر مسیح ہیں۔

اس کے درمیان بے تکے اور ٹیڑھے لوگ ہوں گے۔ نہ وہ مجھ سے ہیں، نہ میں ان سے ہوں غایۃ المرام سے شیخ قندوزی حنفی (م ۱۲۹۴) نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں ۴۸۹ پر نقل کیا ہے۔ موجودہ طبع شدہ نسائی میں ہم اس کو نہیں پاتے۔

۲۷۲۔ سید رحمہ اللہ اس حدیث اور اس کے نظائر کی طرف اشارہ کررہے ہیں: جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

جو شخص خروج مہدیؑ کا انکار کرے اس نے جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا ہے اس کا کفر وانکار کیا ہے۔ جو عیسیٰ کے نزول کا انکار کرے اس نے کفر کیا ہے اور جو دجال کے خروج کا انکار کرے اس نے کفر کیا۔ ینابیع المودۃ۔ ۴۴۷۔ غایۃ المرام ۶۹۲۔ منتخب الاثر ۱۴۹۔

احمد شہاب الدین ابن حجر ہیثمی نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا ہے جو مہدیؑ کا انکار کرے۔ اس سے ایک گروہ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا جو ۴۰ سال پہلے فوت شدہ شخص کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ مہدی ہے جس کے لئے آخر زمانہ میں ظہور کا وعدہ ہے، جو انکار کرے مہدی مذکور کا وہ کافر ہے، تو اس گروہ کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ باطل اعتقاد ہے، قبیح ضلالت و گمراہی ہے، قطعی جہالت ہے۔ اول تو یہ ان صریح احادیث کی مخالفت ہے جو اس کے مقابل حد تواتر میں ہیں، جیسا کہ تمھارے سامنے لکھی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ اس سے ان آئمہ اور علماء کی تکفیر لازم آتی ہے جنھوں نے تصریح کی ہے اور یہ گروہ اپنے وہم سے ان کی تکذیب کرتا ہے۔ لہٰذا وہ مردہ شخص مہدی نہیں ہے۔

جو شخص تکفیر کرے اس کی جو اپنے دین کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہو تو وہ کافر، مرتد اور گردن زدنی ہے اگر وہ توبہ نہ کرے۔ پھر یہ لوگ اس مہدیؑ کے منکر ہیں جن کا آخر زمانہ میں وعدہ کیا گیا ہے۔

پس وہ امام مہدی، جس سے خدا اپنے دین کی تائید کرے گا اور اسکے عدل کی تلوار سے طاغوتوں بدعتیوں، مفسدوں، ظالموں، باغیوں، زندیقوں اور مارقین (حق اور دین سے تجاوز کر جانے والوں) کی گردنیں اڑائے گا، اس پر لازم ہے اس قسم کے لوگوں سے زمین کو پاک کرے، ان کے قبیح افعال سے دوسروں کو بچائے اور راحت و آرام پہنچائے۔ پھر اس نے مہدیؑ کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں۔ کتاب الفتاویٰ الحدیثہ۔ ص ۲۷۔

۲۷۳۔ مہدی منتظرؑ ۱۴۔

۲۷۴۔ منتخب الاثر ۲۹۳ عن مرأۃ الاسرار جامی۔

۲۷۵۔ مہدی منتظر ص ۱۴۔

۲۷۶۔ المحب الطبری نے ذخائر العقبی میں۔ ص ۱۳۶ پر نقل کیا ہے۔

۲۷۷۔ اربلی نے کشف الغمہ میں، سیوطی نے العرف الوردی میں، بعض نے نعیم کی مناقب المہدؑ اور نعت المہدیؑ سے نقل کیا ہے۔ گویا اس نے مہدیؑ کے سلسلے میں تین کتب تالیف کی ہیں۔

۲۷۸۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپی ہے۔ آخری ایڈیشن نجف میں محمد مہدی خراسانی کے مقدمے کے ساتھ ۱۳۸۲ میں طبع ہوا۔

۲۷۹۔ مقدمہ ینابیع المودۃ۔ ص ۸۔ طبع نجف۔

۲۸۰۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۹ ط النجف۔

۲۸۱۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۹ ط النجف۔

۲۸۲۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۹ ط النجف۔ وذکرہ فی کشف الظنون ۱ / ۸۹۴ باسم: رسالۃ فی المہدیؑ فارسیۃ۔

۲۸۳۔ مہدی منتظر ص ۱۵ عن غایۃ المامول ۵ / ۳۲۷ فہرس الفوارس ۲ / ۴۰۹۔

۲۸۴۔ مہدی منتظر ص ۱۵۔

۲۸۵۔ مقدمہ ینابیع المودۃ۔ص ۱۱۔طبع نجف۔

۲۸۶۔ مہدی منتظر ص ۱۶۔

۲۸۷۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۱ ط النجف۔

۲۸۸۔ طبع ضمن کتابہ الحاوی فی المجلد الثانی من ص ۱۲۳، الی ص ۱۲۶۔

۲۸۹۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۳ ط النجف۔

۲۹۰۔ اس کے کئی نسخے نجف اشرف، کربلا، ترکی کے کتب کے خانوں اور مصر کے، معہد المخطوطات العربیہ، میں موجود ہیں۔ اس سے گنجی نے اپنی دو کتابوں، البیان، کفایۃ الطالب، میں اور برزنجی نے ''الاشاعۃ'' حائری نے ''الزام الناصب، میں اور صدر نے المہدیؑ میں نقل کیا ہے۔

۲۹۱۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۴ ط النجف۔

۲۹۲۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۴ ط النجف۔

۲۹۳۔ مہدی منتظر ص ۱۷ و مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۵ ط النجف۔

۲۹۴۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۵ ط النجف۔

۲۹۵۔ اس کی طرف اپنی کتاب الفتاوی الحدیثہ، ص ۱۳۱ میں اشارہ کیا ہے۔ اس سے برزنجی نے الاشاعۃ ص ۱۷ ۳ میں نقل کیا۔

۲۹۶۔ اس کی مسند کے جزء رابع کے ضمن میں طبع ہوئی ہے۔

۲۹۷۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۶۔

۲۹۸۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۸ ط النجف۔

۲۹۹۔ اشار الیہ فی کتابہ ''الائمۃ الاثنا عشر'' ص ۱۱۸۔

۳۰۰۔ مقدمہ ینابیع المودۃ ص ۱۸ ط النجف۔

۳۰۱۔ مہدی منتظرؑ ۱۸۔

۳۰۲۔ السیرۃ الحلبیہ ۱ / ۲۲۷۔

۳۰۳۔ منتخب الاثر ۳۳۸۔

۳۰۴۔ منتخب الاثر ۳۳۶۔

۳۰۵۔ منتخب الاثر ۶۔

۳۰۶۔ سیرۃ الامام العاشر علی الہادی علیہ السلام ۱۲۲۔

۳۰۷۔ ینابیع المودۃ ۴۷۲۔

۳۰۸۔ الیواقیت والجواہر ۲ / ۱۴۳۔

۳۰۹۔ منتخب الاثر ۳۳۹۔

۳۱۰۔ ینابیع المودۃ ۴۷۲۔

۳۱۱۔ الیواقیت والجواہر ۲ / ۱۴۳۔

۳۱۲۔ منتخب الاثر ۳۴۰۔

۳۱۳۔ کشف الاستار ۵۲۔

۳۱۴۔ ینابیع المودۃ ۴۷۲۔

۳۱۵۔ منتخب الاثر ۶۔

۳۱۶۔ ینابیع المودۃ ۴۷۲۔

۳۱۷۔ ینابیع المودۃ ۴۷۲۔

۳۱۸۔ منتخب الاثر ۶۔

۳۱۹۔ مثلاً ڈاکٹر احمد امین اور سعد محمد حسن یہ دونوں مغالطہ اور فکر قبیح کی طرف گئے ہیں۔ ان دونوں حضرات کی کتابوں میں ان دجالوں پر بحث ہے جنھوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان ہی کی حکایات، قصے اور ان کے تصرفات وزیادتیوں کا ان کتابوں میں تذکرہ ہے، مگر یہ کسی طعن وتشنیع کا جواز قائم نہیں کرسکتیں، نہ کسی عقیدے کو مخدوش کرتی ہیں جب کہ امام مہدیؑ کے بارے میں روایات واحادیث جو رسول اعظمؐ سے آئی ہیں، وہ صحیح ہیں اور ان کو صحاح وسنن اور تمام احادیث کی مسندوں نے اخراج کیا۔ امت کا ان پر اجماع ہے۔

بعض دجالوں نے نبوت تک کا دعویٰ کیا ہے تو ڈاکٹر صاحب اور استاد سعد محمد حسن کیا کہیں گے کیا یہ جھوٹا دعویٰ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے دعوے کو مخدوش کردے گا۔

۳۲۰۔ ارشاد الساری۔ ۵ / ۴۱۹۔

۳۲۱۔ سنن ابن ماجہ ۲ / ۵۱۹۔

۳۲۲۔ صواعق محرقہ۔ ۹۹۔

۳۲۳۔ الاذاعۃ لما کان ویکون بین یدی الساعۃ ۵۳۔

۳۲۴۔ کشف الاستار ۴۵۔

۳۲۵۔ صواعق محرقہ ۱۲۴۔
۳۲۶۔ البرہان علی وجود صاحب الزمان ۷۹۔
۳۲۷۔ وفیات الاعیان۔ ۳/۳۱۶۔
۳۲۸۔ الفتوحات الاسلامیہ ۲/۳۲۲۔
۳۲۹۔ سمط النجوم العوالی۔ ۴/۱۳۸۔
۳۳۰۔ روح البیان۔۸/۳۵۸۔
۳۳۱۔ تاریخ آل محمدؐ ۲۷۰۔
۳۳۲۔ کشف الاستار ۱۴۶۔
۳۳۳۔ الملاحم والفتن ۵۴۔
۳۳۴۔ کشف الاستار ۵۳۔
۳۳۵۔ منتخب الاثر۔ ۳۳۲۔
۳۳۶۔ الزام الناصب ۱/۳۴۰۔
۳۳۷۔ الاعلام ۶/۳۱۰۔
۳۳۸۔ البرہان علی وجود صاحب الزمانؑ ۷۳۔
۳۳۹۔ ینابیع المودۃ ۴۷۱۔
۳۴۰۔ البرہان علی وجود صاحب الزمانؑ ۷۵۔
۳۴۱۔ منتخب الاثر ۳۔ از حاشیہ صحیح ترمذی ۲/۴۶۔
۳۴۲۔ شرح نہج البلاغہ ۲/۳۴۶۔
۳۴۳۔ المجالس السنیہ ۵/۵۸۵۔ البرہان علی وجود صاحب الزمانؑ ۱۷۔
۳۴۴۔ فیض القدیر۔ ۶/۱۷۔
۳۴۵۔ المجالس السنیہ ۵/۵۸۶۔
۳۴۶۔ منتخب الاثر۔ ۳۳۶۔
۳۴۷۔ سمط النجوم العوالی ۴/۱۳۸۔
۳۴۸۔ الیواقیت والجواہر ۲/۱۴۳۔
۳۴۹۔ المجالس السنیہ ۵/۵۷۸۔ البرہان علی وجود صاحب الزمانؑ ۶۴۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀